بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

134770

سفرنامۂ ابن بطوطہ

ذخیرۂ محمد قبلہ

جلد دوم

باب ۱ ۔ سندھ

فصل (۱) ۔ دریائے سندھ

سنہ ۷۳۴ ہجری کے ماہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ تھی کہ ہم دریائے سندھ[1] پر پہنچے ۔ اس دریا کو پنجاب بھی کہتے ہیں ۔ یہ دریا دنیا کے بہت بڑے دریاؤں میں شمار کیا جاتا ہے ۔ گرمی کے موسم میں اس میں طغیانی ہوتی ہے ۔ اور جس طرح مصر کے باشندوں کی زراعت کا مدار نیل کی طغیانی پر ہے ۔ اسی طرح اس ملک کے باشندوں کی زندگی بھی اس دریا کی طغیانی پر منحصر ہے ۔ یہاں سے سلطان محمد شاہ مسلمان بادشاہ ہند وسندھ کی عملداری شروع ہوتی ہے ۔ جب ہم اس دریا پر پہنچے تو بادشاہ کے اخبار نویس ہمارے پاس آئے اور ہمارے آنے کی خبر اُنھوں نے فوراً قطب الملک حاکم ملتان کے پاس بھیجی ۔ سندھ کا امیر بادشاہ کی طرف سے ان دنوں میں سرتیز[2] تھا یہ شخص بادشاہ کا غلام اور فوج کا بخشی تھا ۔ جب ہم سندھ میں پہنچے تو امیر شہر سیوستان مقیم تھا +

ہند سندھ کی وجہ تسمیہ

حاشیہ[1] سندھ ۔ سنسکرت میں سندھو دریا کو کہتے ہیں ۔ کیونکہ آریا لوگ پہلے مغرب کی طرف سے آئے تھے اسلئے انھوں نے پہلے جو سب بڑا دریا دیکھا اُس کا نام سندھو رکھدیا ۔ دریا کے نام سے ملک کا نام مشہور ہوگیا ۔ کیونکہ فارسی اور سنسکرت کے الفاظ میں ۔ ہ اور س کی تبدیلی ہوجاتی ہے ۔ اس لئے اہل فارس اس ملک کو ہند کہنے لگے ۔ بعد میں ملک کا نام ہند رہا اور دریا کا سندھ ۔ دریا کے نام سے اُس کے کنارے کا ملک بھی سندھ کہلانے لگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

134770

سفرنامۂ ابن بطوطہ

جلد دوم

باب ۱ - سندھ

فصل (۱) - دریائے سندھ

سنہ ۷۳۴ ہجری کے ماہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ تھی کہ ہم دریائے سندھ[۱] پر پہنچے۔ اس دریا کو پنجاب بھی کہتے ہیں۔ یہ دریا دنیا کے بہت بڑے دریاؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ گرمی کے موسم میں اس میں طغیانی ہوتی ہے۔ اور جس طرح مصر کے باشندوں کی زراعت کا مدار نیل کی طغیانی پر ہے۔ اسی طرح اس ملک کے باشندوں کی زندگی بھی اس دریا کی طغیانی پر منحصر ہے۔ یہاں سے سلطان محمد شاہ مسلمان بادشاہ ہندوسندھ کی عملداری شروع ہوتی ہے۔ جب ہم اس دریا پر پہنچے تو بادشاہ کے اخبار نویس ہمارے پاس آئے اور ہمارے آنے کی خبر اُنھوں نے فوراً قطب الملک حاکم ملتان کے پاس بھیجی۔ سندھ کا امیر بادشاہ کی طرف سے ان دنوں میں سرتیز[۲] تھا یہ شخص بادشاہ کا غلام اور فوج کا بخشی تھا۔ جب ہم سندھ میں پہنچے تو امیر شہر سیوستان مقیم تھا +

سندھ کی وجہ تسمیہ

حاشیہ: سندھ۔ سنسکرت میں سندھو دریا کو کہتے ہیں۔ کیونکہ آریا لوگ پہلے مغرب کی طرف سے آئے تھے اسلئے اُنھوں نے پہلے جو سب بڑا دریا دیکھا اس کا نام سندھو رکھدیا۔ دریا کے نام سے ملک کا نام مشہور ہو گیا۔ کیونکہ فارسی اور سنسکرت کے الفاظ میں۔ ھ اور س کی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اہل فارس اس ملک کو ہند کہنے لگے۔ بعد میں ملک کا نام ہند رہا اور دریا کا سندھ۔ دریا کے نام سے اس کے کنارے کا ملک بھی سندھ کہلانے لگا

Marfat.com

اور باقی ملک ہند۔ جو صحیح ہند اور سند کو حضرت نوح کے بیٹے بتلاتے ہیں۔ وہ محض قافیہ بندی ہے۔ اسکے بعد کہ اس میں پنجاب کے پانچوں دریا مل جاتے ہیں اس کو پنجند یا پنجاب کہتے ہیں۔ سلاطین مغلیہ کے وقت سے پہلے فقط دریائے سندھ کا نام پنجاب تھا۔ اور ملک کو پنجاب نہیں کہتے تھے۔ ناصرالدین قباچہ جب دریائے سندھ میں غرق ہو کر مر گیا تو بداونی لکھتا ہے ناصرالدین در پنجاب غریق بحر فنا گشت۔ یعنی ناصرالدین قباچہ دریائے سندھ میں ڈوبکر

نیل ۳؎ دریائے نیل کوہ قمر سے جو خط استوا کے قریب واقع ہے نکلتا ہے اور تین ہزار میل لمبا ہے۔ اور جون سے طغیانی شروع ہوتی اور اگست میں یہاں تک بڑھتی ہے۔ کہ تمام شمالی مصر جسکو ڈیلٹا کہتے ہیں پانی کا ایک تختہ ہو جاتا ہے۔ مصر میں بھی بارش نہیں ہوتی۔ زندگی کا مدار فقط اسی طغیانی پر ہے۔

عمادالملک ۴؎ سرتیز۔ عمادالملک سرتیز قوم کا ترکمان۔ بادشاہ کا داماد اور فوج کا سپہ سالار تھا۔ ۷۴۸ھ ہجری میں دکن میں جبکہ حسن کانگوئی بہمنی کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا۔ ایک لڑائی میں مارا گیا۔

۵؎ سیوستان سے ابن بطوطہ کی مراد شہر سیہوان ہے نہ کہ سیبی اور جیکب آباد کا علاقہ کیونکہ اس علاقہ کو بھی سیوستان کہتے ہیں

فصل (۲)۔ ڈاک انتظام

ڈاک سیوستان سے ملتان تک دس دن کا راستہ ہے اور ملتان سے دارالخلافہ دہلی تک پچاس دن کا جو خبر اخبار نویس بادشاہ کو لکھتے ہیں۔ وہ اُس کے پاس ڈاک کے ذریعہ سے پانچ دن میں پہنچ جاتی ہے۔ ڈاک کو اس ملک میں بُرید کہتے ہیں۔ ڈاک دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک گھوڑے کی دوسری پیادوں کی گھوڑے کی ڈاک کو اولاق کہتے ہیں۔ ہر چار کوس کے بعد گھوڑا بدلتا ہے یہ گھوڑے بادشاہ کی طرف سے رہتے ہیں۔ پیدلوں کی ڈاک کا یہ انتظام ہے کہ ایک میل میں جس کو وہ کروہ کہتے ہیں۔ تین چوکیاں ہرکاروں کی ہوتی ہیں۔ اس چوکی کو داوہ کہتے ہیں ہر ایک تہائی میل کے فاصلے پر ایک گاؤں آباد ہوتا ہے۔ گاؤں کے باہر ہرکاروں کے لئے برجیاں بنی ہوتی ہیں۔۔۔۔ ہر ایک برجی میں ہرکارے کمر کسے بیٹھے رہتے ہیں۔ ہر ایک ہرکارے کے پاس ایک چھڑی دو گز لمبی ہوتی ہے۔ جس کے سرے پر تانبے کے گھنگرو بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ جب شہر سے ڈاک چلتی ہے تو وہ ایک ہاتھ پر لفافہ رکھ لیتا ہے۔ اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی اور تمام طاقت خرچ کرکے دوڑتا ہے۔ دوسرا ہرکارہ اُس کے گھنگروں کی آواز سنکر تیار ہو بیٹھتا ہے۔ اور لفافہ لے کر فوراً دوڑ پڑتا ہے۔ اس طرح جہاں کہیں خط پہنچانا ہوتا ہے۔ پہنچا دیتے ہیں۔ یہ ڈاک گھوڑوں کی ڈاک سے بھی جلدی جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی

بادشاہ کیلئے گنگ کا پانی جاتا تھا

اسی ڈاک کے ذریعے سے خراسان کے تازہ میوہ جات بھی بادشاہ کے لئے تھالیوں میں پہنچائے جاتے ہیں اور کبھی کبھی کسی سنگین مجرم کو بھی چارپائی پر اُٹھا کر اسی طرح چوکی بہ چوکی ہرکارے لیجاتے ہیں۔ جب دولت آباد میں تھا۔ تو بادشاہ کے لئے دریائے گنگ کا پانی جو ہندوؤں کے حج یعنی جاترا کی جگہ ہے۔ ڈاک میں لے جایا کرتے تھے۔ دولت آباد دریائے گنگ سے چالیس دن کے فاصلے پر ہے۔ اخبار نویس ہر مسافر کا حال تفصیل وار لکھتے ہیں کہ اس کی صورت ایسی ہے۔ لباس ایسا ہے۔ خادم اور ہمراہی اور جانور اُس کے ساتھ اس قدر ہیں۔ اس کے حرکات اور سکنات اس قسم کے ہیں۔ الغرض کوئی بات باقی نہیں چھوڑتے۔

ڈاک چوکی

حاشیہ ۵ برید۔ عربی میں قاصد اور ۱۲ میل کے فاصلے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں ڈاک چوکی کو۔ ترکی میں اُلاغ اور فارسی میں چپار کہتے ہیں۔

کوس

۶ کروہ اور کوس ایک ہی لفظ ہے۔ کوس کی درازی ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف ہے شمالی ہندوستان اور پنجاب کا کوس ۱½ انگریزی میل کا ہوتا تھا۔ گنگا کے کنارے جو ملک واقع تھے ان کا کوس ۲½ میل انگریزی کا ہوتا تھا۔ اور بندیلکھنڈ اور دکھن میں ۴ میل کا کوس ہوتا تھا۔ ابن بطوطہ اور اُس کا ہم عصر ملک یوبو فاصلے کی تعداد منزلوں میں لکھتے ہیں۔ لیکن منزل کوئی معیار نہیں۔ دولت آباد کا فاصلہ دہلی سے ۷۰۰ میل ہے۔ اس کو چالیس دن کا فاصلہ لکھا ہے۔ اس شرح سے بیس میل یعنی ۱۰ کوس کی ایک منزل ہوئی جو بہت موزوں ہے۔ لیکن ملتان دہلی سے کسی طرح سے ۵۰۰ میل سے زیادہ نہیں مگر اُس کو ابن بطوطہ نے پچاس دن کا رستہ لکھا ہے سیوال (سیوستان) سے ملتان تک ۴۰۰ میل کا فاصلہ ہے۔ تقریباً اسی قدر جس قدر دہلی سے ملتان کا لیکن اس کو دس دن کا رستہ لکھا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ دہار پر چلنے والی کشتی اس قدر عرصے میں پہنچ جاوے اغلباً ان فاصلوں کے بیان کرنے میں ابن بطوطہ نے غلطی کی ہے۔

ڈاک چوکی

۷ داوہ۔ بدلونی نے اس لفظ کو داوہ لکھا ہے۔ اب بھی محاورے میں داوے پر چڑھنا اور داوہ کرنا بولتے ہیں بداؤنی لکھتا ہے "در سنہ ۷۲۷ ہجری سلطان محمد تغلق عزیمت دیوگر کردہ از دہلی تا آنجا بر سر کردہ ہے - دھاوہ پایکان خبردار نشاندہ در ہر منزلے کوشکے وخانقاہے بنا فرمودہ شیخے نصب کرد طعام و شراب و تنبول و سایر مصالح مہمانی مہیا داشتند" فرشتہ سلطان علاء الدین کے حال میں لکھتا ہے "ہر گاہ بادشاہ علاء الدین لشکر بطرفے فرستاد از دہلی تا آنجا ڈاک چوکی کہ بزبان سلف یام (دی ام) مے گفتند مے نشاندند در ہر یک کروہ دو پیادہ چلد کہ در ہند پائک مے نامند مے گذاشت و در ہر قصبہ و شہر کہ بر سمت راہ بود نویسندہ نصب مے شد" دوسری جگہ اکبر بادشاہ کے حال میں فرشتہ نے لکھا ہے "در شوارع در ہر پنج کروہ واسپ راہوار و چند مہرہ مقرر بودند تا ڈاک چوکی مے گفتند تا فرمان ضروری یا عرضداشت امرائے سرحد کہ بدانجا رسد

مہرہ سوار شدہ بچوکی دیگر رساند چنانکہ در شبانروزے پنجاہ کروہ راہ طے شد و از آگرہ تا احمد آباد خبر درپنج روزے رسد و ہرگاہ کسے از حضور بجائے تعین مے شد و یا از جائے بدرگاہ مے آمد و بہ تعجیل مامور مے شد براسپان ڈاک چوکی سوارے گشت و چہار ہزار مہرہ کہ بسرعت سیر مشہور بودند نوکر داشت و بسیار بودے کہ مہرہ پیادہ ہفت صد کروہ را در دہ روز طے کردہ" جو دلچسپ حال ابن بطوطہ نے ڈاکیہ کی جھڑی اور گھنگرؤں کا بیان کیا ہے۔ وہ اب تک دیہات کے ڈاکخانوں میں ہوبہو دیکھا جاتا ہے۔ مالک الابصار کے مصنف شہاب الدین دمشقی نے جو ابن بطوطہ کا ہم عصر تھا (۷۰۰ھ تا ۷۴۹ھ) سراج الدین عمر شبلی کی زبانی جو حال ڈاک کا لکھا ہے وہ بھی تقریباً یہی ہے۔ جو ابن بطوطہ نے لکھا ہے۔ بلکہ وہ یہ زیادہ لکھتا ہے کہ ہر ایک چوکی پر مسجد اور تالاب اور دکانیں بھی ہوتی ہیں۔ اس نے یہ بات بھی زیادہ لکھی ہے۔ کہ دولت آباد سے دہلی تک بڑے بڑے شہروں کے دروازے نکلنے اور بند ہونے کا وقت اور کسی غیر معمولی واقعہ کے ہونے کا حال اس طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ ہر ایک چوکی پر نقارے رکھے ہوئے ہیں۔ اور ایک نقارے کی آواز سن کر دوسرا آواز دیتا ہے۔ اور اس طرح سے ذرا سی دیر میں بادشاہ کو خبر پہنچ جاتی ہے۔

فصل (۳) - پردیسیوں کی قدردانی

جب کوئی مسافر شہر ملتان میں پہنچتا ہے (جو ملک سندھ کا دار الخلافہ ہے) تو جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے حکم روانگی نہ آجائے۔ اور اس کی ضیافت کا انتظام نہ ہو جائے اور اس کی مقدار مقرر نہ ہو جائے اس کو وہاں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ ہر مسافر کی آؤبھگت اس کے ساز و سامان و حرکات و سکنات کے مطابق ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت تک اس کے حسب و نسب کی خبر بخوبی نہیں ہو سکتی۔ بادشاہ ہند محمد شاہ تغلق پردیسیوں کی تعظیم و تکریم بدرجہ غایت کرتا ہے۔ اور ان سے محبت رکھتا ہے۔ اور بڑے بڑے عہدے ان کو دیتا ہے۔ اس کے بڑے بڑے خواص اور حاجب اور وزیر اور قاضی اور داماد غیر ملک کے باشندے ہیں۔ اس کا حکم ہے کہ پردیسی کو ہمیشہ عزیز کے نام سے پکارا کریں چنانچہ باہر کے لوگ بجائے غریب کے سب عزیز کہلاتے ہیں۔ جو شخص بادشاہ کے سلام کو جاتا ہے۔ اس کے واسطے تحفے لے جاتا ہے۔ اور چونکہ سب کو معلوم ہے کہ بادشاہ ان تحفوں سے دو چند سہ چند انعام دیتا ہے۔ اس لئے سندھ کے بعض سوداگروں کا یہ پیشہ ہے۔ کہ وہ ایسے اشخاص کو ہزارہا دینار قرض کے طور پر دے دیتے ہیں اور اس کے واسطے تحفے تیار کر دیتے ہیں اور خادموں اور گھوڑوں اور سواری کا انتظام

Marfat.com

کر دیتے ہیں اور نوکروں کی طرح اُس کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔ جب وہ شخص بادشاہ کے سلام سے شرفیاب ہوتا ہے۔ اور اُس کو انعام ملتا ہے۔ تو وہ اُن کا تمام قرضہ ادا کر دیتا ہے اس طرح یہ سوداگر بہت کچھ نفع حاصل کرتے ہیں۔ میں بھی جب سندھ میں پہنچا تو میں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور سوداگروں سے گھوڑے اور اونٹ اور غلام خریدے اور ایک عراق کے سوداگر سے جس کا نام محمد دوری تھا۔ اور تکریت[1] کا رہنے والا تھا۔ شہر غزنی میں تیس گھوڑے اور ایک اونٹ جس پر تیروں کے پھل لدے ہوئے تھے۔ خرید گئے کیونکہ ایسی چیزیں بادشاہ کو نذر دی جایا کرتی ہیں۔ جب یہ سوداگر خراسان سے واپس آیا تو اُس نے مجھ سے اپنا قرض طلب کیا۔ اور بہت فائدہ اٹھایا اور میرے سبب سے ایک بڑا تاجر بن گیا۔ یہ شخص مجھے پھر حلب کے شہر میں بھی کئی برس کے بعد ملا اور اگرچہ وہاں کے کافروں[2] نے میرے کپڑے تک چھین لئے تھے۔ لیکن اُس نے میرے ساتھ کچھ سلوک نہ کیا۔

(حاشیہ) [1] تکریت۔ نواح بغداد میں ایک قصبہ ہے۔ [2] حلب کے کافروں سے غالباً وہ فرنگی جہادی مراد ہیں جو اس وقت کہیں کہیں قابض تھے۔

فصل (۴)۔ گینڈے کا حال

گینڈا جب ہم نہر سندھ سے عبور کر کے ایک بانس کے جنگل میں داخل ہوئے جس میں ہو کر راستہ گذرتا تھا تو ہم نے گینڈا دیکھا۔ یہ حیوان رنگ میں سیاہ بڑے ڈیل ڈول کا ہوتا ہے اُس کا سر بہت بڑا ہوتا ہے۔ کسی کا چھوٹا کسی کا بڑا اور اسی لئے یہ مثل مشہور ہے۔ کرکدن[1] سر بے بدن۔ یہ جانور ہاتھی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ لیکن اُس کا سر ہاتھی کے سر سے کہیں بڑا ہوتا ہے اور اور دونوں آنکھوں سے برابر فاصلے پر پیشانی پر ایک سینگ ہوتا ہے۔ جس کا طول تین ہاتھ اور موٹائی ایک بالشت ہوتی ہے۔ جب یہ گینڈا جنگل سے نکلا تو ایک سوار اُس کے سامنے آگیا۔ گینڈے نے گھوڑے کے سینگ مارا اور سوار کی ران چیر کر اُس کو زمین پر گرا کر جنگل میں گم ہو گیا۔ پھر اُس کا پتہ کہیں نہ لگا۔ اسی رستہ میں عصر کے بعد ایک روز پھر ہمیں نے گینڈا

Marfat.com

دیکھا وہ گھاس چر رہا تھا۔ ہم نے اُس کے مارنے کا ارادہ کیا۔ تو وہ بھاگ گیا۔ ایک دفعہ اور میں نے گینڈا دیکھا ہم بادشاہ کی سواری کے ساتھ تھے۔ بانس کے جنگل میں چلے جا رہے تھے اور بادشاہ ہاتھی پر سوار تھے اور میں بھی دوسرے ہاتھی پر تھا سوار اور پیادے گینڈے کو گھیر کر لائے اور اُسکو مار ڈالا اور اُس کا سر کاٹ کر کیمپ میں لے آئے۔

حاشیہ ہلے کرکدن یعنے گینڈا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سینگ والا اور دو سینگ والا۔ دو سینگ والا سماترا اور اور جاوا کا باشندہ ہے۔ لیکن چٹاگنگ اور برہما میں بھی ہوتا ہے۔ ایک سینگ والا اب اکثر برہم پترا کے کنارے پر پایا جاتا ہے اور افریقہ میں بھی ہوتا ہے اُس کی اُونچائی ۶ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی اور سینگ کی درازی ۱۴ اِنچ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ دلدلوں اور کیچڑ میں رہتا ہے (مترجم) سر کی کلانی اور سینگ کی درازی میں ابن بطوطہ نے مبالغہ کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ باقی جسم کے تناسب سے سر بڑا ہوتا ہے۔ قزوینی اس جانور کا نام کرکند لکھتا ہے۔ اور اُس کو جثہ میں ہاتھی کے برابر بتاتا ہے یہ بھی لکھتا ہے۔ کہ وہ ہاتھی کو سینگ پر اُٹھا لیتا ہے۔ اُس کا سینگ ہاتھی کے پیٹ میں اُلجھ جاتا ہے اور دونوں مر جاتے ہیں۔ لیکن یہ بات غلط ہے کہ اُس میں اور ہاتھی میں بالطبع دشمنی ہے بعض مصنف لکھتے ہیں کہ آدمی پر ضرور حملہ کرتا ہے یہ بھی غلط ہے۔ لیکن سرخ رنگ سے اُس کو نفرت ہے اگر کوئی آدمی سرخ کپڑے پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ تو اُس پر حملہ کرتا ہے۔ صاحب مخزن نے لکھا ہے کہ وہ گاؤمیش سے بڑا ہوتا ہے اور ہاتھی سے بہت چھوٹا ہوتا ہے اس کی کھال سیاہ اور چین دار اور موٹی ہوتی ہے کہتے ہیں کہ تیز سے تیز چاقو یا تلوار اُس میں اثر نہیں کرتی۔ یہ بیان زیادہ تر قرین بصحت ہے۔ زمانہ قدیم میں اُس کی کھال سے ڈھال تیار کرتے تھے۔ نوبہ اور حبشہ اور افریقہ میں جو گینڈا ہوتا ہے اُسکا سینگ درازی میں زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی درازی بھی راس اُمید کے ایک سیاح مسٹر کولبن نے فقط دو فٹ لکھی ہے۔ سینگ کو جب عرض میں تراشتے ہیں؟ لیکن یہ فقط وہم کی کارگری ہے۔ اس سینگ کی تاثیر کولبن نے لکھی ہے۔ کہ اگر اُس کا پیالہ ہو اور اُس میں کوئی زہر یا زہر آمیز چیز ڈال دی جاوے تو وہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے صاحب مخزن نے بھی یہ لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی چاقو یا چھری جس پر گینڈے کے سینگ کا دستہ چڑھا ہو زہر آمیز چیز کے پاس رکھ دو تو اُس میں سے زہر کی تاثیر جاتی رہتی ہے مگر بغیر تجربہ کے یہ کہنا مشکل ہے کہ اس میں کس قدر صحت ہے۔ یہ جانور جگالی کرتا ہے۔ اور بالعموم اُس کا سینگ ۱۲ انچ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں گینڈے کی بابت مفصلہ ذیل لکھا ہے اور اُس کا بیان زیادہ تر صحیح ہے۔ کرک (گینڈا) ایں ہم جانور کلانے ست ضخامت او برابر سہ گاومیش باشد آں سخن کہ دریں ولا یتہا مشہور ست کہ کرک فیل را بر شاخ خود بر دو غالباً غلط است یک شاخے دار د بالائے بینی خود درازی او از یک وجب بیشتر دو وجب خود دیدہ نہ شد از یک شاخ کلانی او یک کشتی آبخورہ شد و یک طاس شد و دیگر سہ چہار انگشتے ہم شاید از اں ماندہ باشد و میاں

دریائے سندھ وبھیرہ و در جنگل پرشاور دشت غربیارے شود مثا خہلے زند۔ دریں شکار بسیار کس را شاخ زدہ و یک اسپ مقصود تمام را بشاخ خود برابر یک نیزہ انداخت۔

فصل (۵) شہر جنانی

جنانی

ہم دو منزل چلے تھے کہ جنانی[1] کا شہر آیا۔ یہ شہر وسیع اور خوبصورت ہے دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔ اس کا بازار بہت خوشنما ہے۔ اس شہر میں سامرہ کی قوم کے آدمی آباد ہیں اور قدیم سے آباد چلے آتے ہیں۔ مورخ کہتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف کے وقت میں سندھ فتح ہوا تو اس قوم کے بزرگ اس شہر میں بستے تھے۔ شیخ رکن الدین بن شیخ شمس الدین بن شیخ بہاء الحق[2] ذکریا قریشی ملتانی مجھ سے ذکر کرتے تھے کہ ان کے جد اعلےٰ محمد ابن قاسم قریشی فاتح سندھ کے اس لشکر میں تھے۔ جو حجاج نے عراق سے بھیجا تھا۔ وہ اسی ملک میں رہ گئے تھے اور پھر ان کی اولاد بڑھ گئی۔ یہ شیخ رکن الدین وہی ہیں جنکی بابت مجھے شیخ برہان الدین اعرج نے شہر اسکندریہ میں کہا تھا۔ کہ تو ان سے ملیگا۔ سامرہ قوم کے لوگ کسی کے ساتھ نہیں کھاتے اور جب وہ کھاتے ہیں تو کوئی ان کی طرف دیکھنے نہیں پاتا اور نہ اپنی قوم کے سوا کسی کے ساتھ رشتہ کرتے ہیں۔ اس زمانے میں ان کا سردار ایک شخص ونار نامی تھا۔ اس کا حال میں آگے چلکر بیان کرونگا۔

(حاشیہ) [1] جنانی۔ اس نام کا کوئی شہر نہ اب ہے اور نہ آئین اکبری میں ابو الفضل نے اس شہر کا ذکر کیا ہے قوم سمہ کا دار الخلافہ سامی نگر تھا جو ٹھٹھے سے ۳ میل کے فاصلے پر تھا۔ لیکن اس کو جام جونا نے پیچھے آباد کیا ہے اور قوم سومرہ کا بڑا شہر محمد تور تھا یہ بھی ٹھٹھہ کے قریب واقع تھا۔ لیکن میری رائے میں یہ شہر کہیں اچھ اور سکھر کے درمیان دریا کے جنوبی کنارے پر واقع تھا۔ اور جیسا کہ حال ہیں ڈیرہ غازی خاں رفتہ رفتہ دریا برد ہو گیا۔ اسی طرح یہ شہر بھی نیست و نابود ہو گیا ہو گا۔

شیخ بہاء الدین ذکریا

[2] شیخ بہاء الحق ذکریا قریشی ملتانی۔ ابن بطوطہ کی روایت کے مطابق ان کے جد اعلےٰ ہندوستان میں محمد بن قاسم ثقفی کے لشکر کے ساتھ ۹۳ ہجری میں آئے تھے) لیکن یہ درست نہیں۔ فرشتہ نے لکھا ہے کہ شیخ بہاؤ الدین کے دادا کمال الدین قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم میں آئے اور وہاں سے ملتان میں آئے۔ کوٹ کرور میں مولانا حسام الدین ترمذی کی دختر سے ان کے فرزند وجیہ الدین

Marfat.com

کی شادی ہوئی اور اس کے بطن سے شیخ بہاؤ الدین ۵۶۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ شیخ عین الدین بیجاپوری نے آپ کا نسب مہیار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی میں ملایا ہے۔ یہ اسد ام المومنین خدیجہ کے دادا تھے۔ ملتان کے قریشی اپنا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں مہیار بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی لیکن اس میں کلام ہے کیونکہ اسد بن ہاشم کے فقط ایک بیٹا حنین اور ایک دختر فاطمہ تھیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ تھیں۔ حنین کے کوئی اولاد نہ تھی ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف میں جو سنہ ۲۷۰ھ میں تصنیف کی تھی لکھا ہے کہ عبد المطلب کی اولاد کے سوا کوئی ہاشمی سطح زمین پر نہیں ہے۔ ۱۹۰۸ء میں یہ ترجمہ دوبارہ طبع ہو رہا تھا شائع ہونے کے دنوں میں … خان بہادر مخدوم حسین بخش صاحب قریشی ملتانی زاد ظلہم نے مجھے ایک پرانا قلمی رسالہ دیکھنے کے لیے عنایت کیا جس کا نام خلاصۃ العارفین تھا۔ اس رسالہ کا مصنف ملفوظات سید جلال بخاری ہے جو بیس سال تک غوث صاحب کی خدمت میں رہے ہیں۔ یہ عبارت اقتباس کر کے لکھتا ہے۔ مولد شیخنا و مخدومنا شیخ بہاء الدین بہاء الحق والشرع والدین زکریا رحمۃ اللہ السابع والعشرین من شہر رمضان المبارک تمت برکاتہ فی لیلۃ القدر وقت الصبح لیلۃ الجمعۃ فی تاریخ الہجرۃ المصطفویۃ من المدینۃ فی سنۃ ست وستین وخمس مائۃ فی خطۂ کروڑ و نام والدہ شیخ فاطمہ بنت … بن عبد اللطیف بن محمد بن عبد اللہ بن احمد بن جعفر بن محمد بن شیخ الاسلام شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی و مشائخنا کانوا رؤساء العرب وساداتہم واشرف الناس حسباً و نسباً لانہم قریشیون الاسدیون حیث اتصل نسبہم الی نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قصی بن کلاب و القصی جدہم جمیعاً نبیاً و مشائخنا رضوان اللہ علیہم وللقصی اربعۃ ابناء منہم عبد المناف جد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعبد العزیٰ جد مشائخنا رضی اللہ عنہم ومنہم الی القصی عشرون بطناً من النبی الی القصی خمسۃ ووجدت نسخۃ مکتوبۃ بخط شیخنا شیخ الاسلام صدر الحق والدین کاتب ہذا الانساب۔ **وہو ہذا**

محمد بن زکریا بن محمد بن ابو بکر بن علی بن محمد بن الحسن بن عبد اللہ بن الحسین بن المطرف بن خزیمہ بن خادم بن عبد الرحیم بن عبد الرحمن مہیار وہو اسلم بین یدے النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکرہ فی المغازی الواقدی وہو ابن الاسد بن المطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی

سید جلال بخاری کی اس عبارت سے واضح طور سے ثابت ہے کہ شیخ بہاؤ الحق عبد العزیٰ کے اولاد سے ہیں اور ہاشم کی اولاد سے نہ تھے … اپنی سند خود شیخ صدر الدین کی تحریر بیان کرتے ہیں

اس ہی زمانہ میں ایک اور قریشی صاحب ضلع ملتان کے رہنے والے مجھے ملے اونکے پاس ایک پرانا قلمی رسالہ تھا جو شیخ شرف الدین قریشی کی تصنیف سے تھا۔ یہ شیخ شرف الدین مخدوم رشید کی اولاد سے تھے۔ اور یہ رسالہ انہوں نے ملفوظات شیخ شمس الدین سے بمقام لاہور موچی دروازہ محلہ شیخ بڈھن کتب خانہ شیخ عبد الغفور سے تالیف کیا تھا اوسمیں یہ درج ہے۔

آمدن مشائخنا در عہد اربع مائۃ وخمسین وخمس من الہجرۃ وہو من اولاد شیخ عیان بن عبد الرحیم

بن مطفوبن خزیمہ بن خازم بن مہیار و ہو ابن الاسد بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔

اول شخص کہ از اجداد ملتان در سند آمد عبداللہ حسین بن امیر تاج الدین بود کہ در عہد محمود شاہ غزنوی در غزنی آمد و ہمراہ لشکر او بغزا آمد یہ سلطان محمود آن را مع دو ہزار سوار در کوٹ کرور گزاشت شیخ بہاء الدین نے خرقۂ خلافت شیخ شہاب الدین سہروردی صدیقی سے حاصل کیا تھا آپ کا مزار ملتان میں قلعہ کے اوپر واقع ہے۔ عراقی اور میر حسین مصنف نزہت الارواح آپ کے خلفاء میں سے تھے آپ کا انتقال ۶۶۶ھ میں ہوا۔ غوث بہاء الحق صاحب کے دست خاص کا ایک نسخہ کتاب کشف المحجوب کا مترجم کے پاس موجود ہے اس میں سنہ کتابت ۶۶۶ھ درج ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آپ نے سو برس کی عمر میں کتابت کی تھی . . . . . .

. . . .

شیخ صدر الدین عارف آپ کے فرزند و جانشین اور شیخ رکن الدین قریشی جن سے ابن سفرنامہ میں اکثر روایتیں ابن بطوطہ نے کی ہیں آپ کے پوتے تھے۔ ابن بطوطہ نے صدر الدین کی جگہ شمس الدین نام غلطی سے لکھا ہے۔

فصل (۶) شہر سیوستان (سیہوان)

شہر جنانی سے چلکر ہم شہر سیوستان میں پہنچے یہ ایک بڑا شہر ہے اور ایسے ریگستان میں واقع ہے جس سوا کیکر کے درخت کے اور درخت کا نام نہیں۔ اس کی نہر کے کنارے سوا خربوزوں کے اور کسی چیز کی کاشت نہیں کرتے۔ اس شہر کے لوگ جوار اور مٹر (جس کو مشنگ کہتے ہیں) یعنی مٹر کابلی کی روٹی کھاتے ہیں۔ مچھلی اس شہر میں بہت ہوتی ہے۔ اور بھینسوں کے دودھ کی بھی نہایت افراط ہے۔ اس کے باشندے سقنقور یعنی ریگ ماہی بھی کھاتے ہیں یہ جانور پاوؤں پر چلتا ہے اور گوہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کے دُم نہیں ہوتی۔ وہاں کے لوگ ریت میں سے کھود کر اُسکو نکالتے ہیں اور اُس کا پیٹ چیر کر اور آلائش صاف کر کے اس میں بجائے زعفران کے کرکم (ہلدی زرد چوب) بھر دیتے ہیں۔ مجھے اس جانور کو کھاتے دیکھ کر گھن آگئی۔ اور میں نے اُسے نہیں کھایا۔ سیہوان

جب ہم اس شہر میں پہنچے تو گرمی نہایت سخت پڑ رہی تھی میرے ہمراہی ننگے رہتے تھے اور ایک بڑا رومال پانی میں تر کر کے بجائے تہ بند کے باندھ لیتے تھے۔ اور دوسرا کندھوں پر ڈال لیتے تھے۔ اور تھوڑی

Marfat.com

دیر کے بعد جب یہ رومال خشک ہو جاتے تھے۔ تو اُن کو پھر تر کر لیتے تھے اور اُسی طرح کرتے رہتے تھے۔ اس شہر کا خطیب (امام مسجد جامع) شیبانی ہے اُس نے مجھے خلیفہ امیر المومنین عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پروانہ دکھایا جو اُس کے دادا کو خطیب ہونے کے وقت ملا تھا۔ یہ پروانہ اُن کے خاندان میں وراثتاً چلا آتا ہے اُس کی پیشانی پر یہ عبارت ہے۔ ھذا ما امر بہ عبد اللہ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز لفلان۔ اُس کی تاریخ تحریر ۹۹ھ ہے اور الحمد للہ وحدہ اُس پر لکھا ہوا ہے اور وہ خطیب کہتا تھا کہ یہ الفاظ خود خلیفہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اس شہر میں مجھے ایک عمر رسیدہ شیخ محمد بغدادی نام ملا اور یہ شیخ عثمان مرندی کی خانقاہ میں رہتا ہے۔ کسی نے مجھ سے کہا کہ اس شیخ کی عمر ایک سو چالیس برس سے زیادہ ہے اور وہ خلیفہ مستعصم باللہ آخر خلفائے عباسیہ کے قتل کے وقت جبکہ اس کو ہلاکو قاں بن چنگیز خاں نے ہلاک کر ڈالا تھا بغداد میں موجود تھا۔ یہ شیخ باوجود اس قدر عمر کے جسم میں قوی ہے۔ اور اچھی طرح سے چلتا پھرتا ہے اس شہر میں قوم سامرہ کا سردار جس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں۔ رہتا تھا اور امیر قیصر رومی بھی اسی جگہ رہا کرتا تھا۔ یہ دونوں بادشاہ کے ملازم تھے اور اُن کے پاس اٹھارہ سو سواروں کی جمعیت رہا کرتی تھی ایک ہندو رتن نامی بھی اس شہر میں رہتا تھا۔ یہ شخص علم سیاق اور کتابت میں اُستاد تھا۔ کسی امیر کے وسیلہ سے بادشاہ تک پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس کی قدر کی اور اُسکو اس ملک کا حاکم بنا دیا اور اس کو مراتب عطا کیا یعنی نوبت اور علم رکھنے کی اجازت دی جو بڑے بڑے امیروں کو دیجاتی تھی۔ سیوستان اور اُس کے مضافات اُس کو جاگیر میں بخشدئے۔ جب وہ اپنے شہر میں پہنچا تو ونار اور قیصر کو ایک ہندو کی اطاعت گراں گزری اُنہوں نے اس کے قتل کا مشورہ کیا اُس کے آنے کے چند روز بعد اُسے کو کہا کہ آپ باہر نکل کر اپنا علاقہ دیکھیویں ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ وہ اُن کے ساتھ چلا گیا۔ رات کو جب سب ڈیروں میں تھے یکایک شور پڑا کہ کوئی درندہ آگیا اور اس بہانہ سے اُن کے آدمیوں نے اُس کو قتل کر ڈالا اور شہر میں آکر بادشاہی خزانہ کو جس میں بارہ لاکھ دینار تھے لوٹ لیا (دس ہزار طلائی ہندی دینار کے ایک لاکھ دینار ہوتے

ہیں۔اور ہندی طلائی دینار مغرب کے ڈھائی دینار طلائی کے مساوی ہوتا ہے) اور دنار کو اپنا حاکم مقرر کیا۔اُس نے اپنا لقب ملک فیروز رکھا اور یہ سب خزانہ لشکر پر تقسیم کر دیا۔لیکن پھر دنار کے دل میں خوف پیدا ہوا کیونکہ اُس کا وطن اور قبیلہ وہاں سے دور تھا۔وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے قبیلہ کی طرف چلا گیا۔اور باقی لشکر نے قیصر رومی کو اپنا سردار مقرر کیا۔اس سانحہ کی خبر سرتیز عماد الملک کو ملتان میں پہنچی اُس نے لشکر جمع کر کے خشکی اور تری دونوں رستوں سے آگے بڑھنا شروع کیا۔قیصر بھی یہ خبر سُن کر مقابلہ آرا ہوا جب اُسکو شکست ہوئی تو شہر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا سرتیز نے منجنیق لگائی اور محاصرے میں سختی کی۔چالیس دن بعد قیصر نے امان مانگی لیکن جب قیصر اور اُس کا لشکر امان کے وعدہ پر باہر آگیا۔تو سرتیز نے اُن کے ساتھ دغا کی اُن کی جائداد لوٹ لی اور اُن سب کو قتل کروا ڈالا۔ہر روز کسی کی تو گردن مارتا تھا اور کسی کو تلوار سے دو ٹکڑے کرتا تھا اور کسی کی کھال کھچواتا تھا اور اُن کھالوں میں بھوسہ بھروا کر اُن کو شہر کی فصیل پر لٹکاتا جاتا تھا۔اکثر کا یہ ہی حال کیا۔اُن کی نعشیں لٹکی ہوئی دیکھ کر دل لرزتا تھا اور خوف آتا تھا۔اُن کی کھوپریاں جمع کر کے شہر کے وسط میں ڈھیر لگا دیا تھا۔اس واقعہ کے بعد ہی میں اس شہر میں پہنچا اور ایک بڑے مدرسے میں اُترا۔مدرسے کی چھت پر میں سویا کرتا تھا وہاں سے یہ نعشیں لٹکی ہوئی نظر آتی تھیں جب صبح کو سوتا اُٹھتا تھا تو یہ نعشیں دیکھ کر میری طبیعت بگڑ جاتی تھی۔آخر میں نے اُس مدرسے کو چھوڑ دیا اور دوسرے مکان میں جا رہا۔

لہ سیوستان۔فرشتہ نے محمد بن قاسم ثقفی کی فتوحات کے ذکر میں لکھا ہے لہ جمعے از معتبران شہر ہمراہ گرفتہ متوجہ بلدہ سیوستان کردید مصر بسیوان شہرت دارد گردید۔سیوان اب کراچی کے ضلع میں ایک تعلقہ ہے۔کراچی سے ۱۹۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔پانچہزار کے قریب آبادی ہے۔شہباز قلندر کی مشہور خانقاہ بھی اسی شہر میں ہے جو ۱۳۵۶ء میں تعمیر کی گئی تھی۔کہتے ہیں کہ اس شہر کا قلعہ سکندر اعظم کا بنایا ہوا ہے۔شہر کے قریب ایک جھیل منچھر نام ہے۔جو برسات میں ۲۰ میل لمبی اور دس میل چوڑی ہو جاتی ہے۔ابو الفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے۔نزدیک سیہوان بندگ کولا میت۔ودرازا دہ ہ راہ آمد بجوگو یندہ بر فراز آب زمینہا ساختہ بر غنے ماہی گیراں

Marfat.com

بستر پر بند۔

۵۲ سقنقور — اسقنقور۔ فارسی میں ریگ ماہی اور ہندی میں بن رو ہو کہتے ہیں پانی کی گوہ کے علاوہ ایک جانور خشکی میں ہوتا ہے اُس کی ماہیت کی بابت مختلف قول ہیں۔ اُس کے گوشت کو باہی بدرجہ غایت لکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سانڈہ اور گوہ کی کوئی بڑی قسم ہے۔ مصر میں دریائے نیل کے کنارے ریگستان میں ہوتی ہے صاحب مخزن نے لکھا ہے کہ اُس نے ایک بن رہو مرشد آباد میں دیکھا اتفاق جو ۱۱۸۵ھ میں پیرہ کے ملک سے لائے تھے۔ اُس کا طول دو ہاتھ اور عرض نصف ہاتھ تہا اور ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے تھے۔ لیکن اُس کے گوشت کھانے والوں نے اُس میں خاصیت کی تصدیق نہیں کی

۵۳ مستعصم باللہ — مستعصم باللہ۔ آخری خلیفہ خلفائے عباسی سے تھا۔ ۶۵۶ھ ہجری میں اس کو ہلاکو خاں نے جو چنگیز خاں کا پوتا تھا۔ کمبل میں لپیٹ کر گرزوں سے مروا ڈالا۔ تاریخ خلفا میں قتل الخلیفۃ رفسا لکھا ہے۔ یعنی اُس کو لاتیں مار کر مار ڈالا۔ شیخ سعدی نے ایک نہایت پرتاثیر مرثیہ لکھا ہے جس کا آغاز اس طرح ہے:۔

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمیں — بر زوال ملک مستعصم امیرالمومنیں
اے محمد گر قیامت مے برآری سر ز خاک — سر برآور دیں قیامت درمیان خلق بیں
خون فرزندان عم مصطفےٰ شد ریختہ — ہم بداں خاکے کہ سلطاناں نہادندے جبیں

اس خلیفہ پر خلفائے بغداد کی حکومت جو پانسو بیس سال سے چلی آتی تھی ختم ہو گئی +

۵۴ تنکہ و دینار و درہم و جیتل کی تحقیق — فرشتہ نے علاء الدین خلجی کے حال میں لکھا ہے "و دراں وقت تنکہ یک تولہ نقرہ مسکوک رائج گفتندے ہر تنکہ نقرہ را پنجاہ و پول مس کہ جیتل مے گفتندے دادند اما وزن آں معلوم نیست کہ چہ مقدار بود و بعضے برانند کہ یک تولہ مس و بعضے گویند کہ مثل پول ایں زماں دو تولہ ربع کم۔"

ہندوستان کے اُس عصر کے مورخوں کو جب تنکہ کا رواج تھا۔ اُس کی ماہیت اور قیمت معلوم کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی اور پچھلے مورخوں نے جو کوشش کی تو اُن کو کچھ پتہ نہ لگا۔ لیکن غیر ملکوں کے مسافروں کی تحریر سے اور سکوں سے جو دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جب مسلمان اول ہی اول ہندوستان میں آئے تو یہاں زیادہ تر رواج ایک سکہ کا تھا۔ جس کو دلّی وال کہتے تھے وہ جیتل کے برابر ہوتا تھا۔ چنانچہ تاج المآثر کا مصنف اسی لفظ کا استعمال کرتا ہے۔ سراج عفیف جیسے طبقات ناصری کا مصنف الفاظ جیتل اور تنکہ کو استعمال کرتا ہے۔ سلطان محمود کے سکوں پر جو ۴۱۸ھ ہجری کے ہیں۔ عربی میں درہم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور سنسکرت میں تنکہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تنکہ اصل میں ہندوستان کا لفظ ہے اور ترکی نہیں جیسا بعض کہتے ہیں

شروع میں تنکہ نقرہ اور تنکہ طلائی وزن میں ۵۰ اگرین یعنی ۱۰۰ رتی کے ہوتے تھے۔ لیکن سلطان محمد تغلق نے ایک تنکہ نقرئی ۱۴۰ گرین یعنی ۸۰ رتی کا بھی چلایا تھا۔ اسی کو ابن بطوطہ اغلباً درہم دینار کہتا ہے اور معمولی تنکہ نقرہ کو دینار کہتا ہے۔ مسالک الابصار کا مصنف کہتا ہے کہ طلائی ٹنکہ تین مثقال کا ہوتا تھا۔ اور نقرئی تنکہ کی آٹھ ہشتگانیاں آتی تھیں اور ایک ہشتگانی مصر اور شام کے درہم کے برابر ہوتی ہے اور ایک ہشتگانی کی چار سلطانیاں آتی تھیں۔ اور ایک سلطانی یا دوگانی کے دو جیتل اور ایک جیتل کے چار فلوس۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی تنکہ نقرہ کے چونسٹھ جیتل ہوتے تھے اور عدلی کے پچاس اور فرشتہ نے جو لکھا ہے کہ تنکہ کے پچاس پول آتے تھے اس کی مراد عدلی ٹنکہ ہے اور پول سے اس کی مراد جیتل ہے اکبر بادشاہ کے وقت کا جیتل ایک علیحدہ چیز تھی وہ اکبری ٹنکہ کا ہزارواں حصہ ہوتا تھا۔

صاحب طبقات اکبری نے علاوہ ٹنکہ سفید ٹنکہ سرخ یعنی ٹنکہ نقرئی و ٹنکہ طلائی کے ایک اور لفظ ٹنکہ سیاہ استعمال کیا ہے۔ سلطان محمد تغلق کے عطیات کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے "واضح باشد کہ مراد ازیں ٹنکہ نقرہ است کہ پارہ از مس ہم داشت و ہشت ٹنکہ سیاہ برابر است" بعض مورخ کہتے ہیں کہ فرشتہ نے اس فقرہ کو خبط کر دیا ہے وہ کہتا ہے "چنانچہ نظام الدین احمد بخشی تحقیق کردہ مراد ازیں تنکہ نقرہ است کہ پارہ مس ہم داشت و یکے ازاں تنکہ ہا را شانزدہ پول مس میدادند" لیکن میری رائے میں طبقات اکبری کے موجودہ نسخوں میں خواہ کچھ ہی ہو سکہ سیاہ کا جو مطلب فرشتہ نے لیا ہے وہ درست ہے۔ کیونکہ سلطان محمد تغلق کے سکوں میں سے ایک سکہ جس میں چاندی اور تانبا مخلوط ہے ۳۲ رتی کا موجود ہے اور تعجب یہ ہے کہ وہ نہ تو عدلی کا پورا حصہ ہے اور نہ معمولی ٹنکہ کا اور ایک مستقل سکہ ہے۔ سکوں کے تحقیق کرنے والے حیران ہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ میری رائے میں اصل ٹنکہ کا وزن یہ ہی تھا۔ اور اس صورت میں ٹنکہ ٹانک کے لفظ سے مشتق ہے جو چار ماشہ کے برابر ہوتا ہے۔ یہی اس سکہ کا وزن ہے۔ اور اس لئے ٹنکہ سیاہ اسی سے مراد ہے الغرض ابن بطوطہ کے وقت میں تین طرح کے ٹنکے تھے (۱) ٹنکہ سفید جو خالص چاندی کا سو رتی کا اور اسی رتی کا ہوتا تھا۔ اسی رتی والے کو عدلی بھی کہتے تھے۔ (۲) ٹنکہ سرخ جو خالص سونے کا ہوتا تھا۔ اس کا وزن بعض

۱۰۰ رتی اور بعض کا ۱۲۰ رتی بھی ہے (۳) ٹنکہ سیاہ جو ۳۲ رتی کا ہوتا تھا اور چاندی اور تانبے کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ ابن بطوطہ نے معمولی ٹنکہ سفید کو ہمیشہ دینار کہا ہے اور عدلی کو درہم یعنی دینار اور طلائی کو ٹنکہ اور ٹنکہ سیاہ کا اُس نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ درہم کا لفظ استعمال کرتا ہے لیکن وہاں اُس کی مراد ہشتگانی سے ہے جو حال کے روپیہ کی دوانی کے برابر ہوتا تھا اور جس کو مسالک الابصار کا مصنف مصر اور شام کے درہم کے برابر بتلاتا ہے۔ اور ابن بطوطہ بھی درہم کے مساوی کہتا ہے۔ مسٹر ایڈورڈ طامس نے نظام الدین احمد بخشی کی مذکورہ بالا عبارت سے نتیجہ نکالا ہے کہ ٹنکہ سیاہ ششگانی یعنی چھ جیتل کے مساوی ہوتا تھا۔ اُس صورت میں مصنف طبقات اکبری کی مراد اُس ٹنکہ سے ہے جو سلطان محمد دیتا تھا۔ عدلی ٹنکہ ہوتا ہے لیکن عدلی اور معمولی ٹنکہ میں فقط ایک خمس کا فرق تھا۔ گو ٹنکہ معمولی سمجھو یا عدلی عطیات کی عظمت میں کچھ بڑا فرق نہیں پڑتا حالانکہ مسٹر طامس یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ ٹنکہ معمولی ٹنکہ سے قیمت میں بہت کم تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹنکہ سیاہ ٹنکہ تھا خواہ اُس کو ۳۲ رتی کا سمجھو یا ہشتگانی یا ششگانی۔ سونے اور چاندی کے ٹنکہ میں تبادلہ کی شرح جو ایک اور دس کی ابن بطوطہ لکھتا ہے وہ بھی بہت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابن بطوطہ نے آئندہ ایک موقع پر یہ لکھا ہے کہ ۵۵ ہزار تو اُسکا قرضہ تھا اور ۱۲ ہزار بادشاہ نے انعام دیا تھا۔ اور اُن کے عوض دسواں حصہ حسب دستور منع کر کے اُس کے پاس ۶۲۳۳ ٹنکہ طلائی پہنچے۔ اگر ایک اور دس کی شرح تبادلہ ہوتی تو اُس کے پاس ۶۲۳۳۰ دینار طلائی آنے چاہئیں تھے اس سے معلوم ہوا کہ اُس وقت تبادلہ کی شرح دس اور گیارہ کے درمیان تھی۔ ٹنکہ کے متعلق اور حاشیہ باب ، فصل ۲ میں دیکھو۔

۵ ؎ ونار۔ تاریخ طاہری و تحفۃ الکرام و تاریخ معصومی و آئین اکبری و فرشتہ وغیرہ تاریخوں میں سومرہ اور سیمہ کے خاندانوں اور اُن کے امیروں اور جاموں کا حال جو کچھ لکھا ہے وہ اس قدر متناقض اور غلط ہے کہ کوئی درست رائے قائم کرنے کی کوشش کرنا ایک نہایت مشکل کام ہے فقط اس قدر کسی صحت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ۱۰۵۰ء کے قریب عبدالرشید غزنوی کے ایام حکومت میں خاندان سومرہ کی سلطنت ابن سمرہ نے قائم کی اور وہ بجائے پانسو سال کے جیسا کہ فرشتہ لکھتا ہے۔ تقریباً تین سو سال تک رہی۔ لیکن اس عرصہ میں بھی وہ کبھی شاہان دہلی کے مطیع رہتے اور کبھی باغی۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ ۱۳۵۱ء کے قریب خاندان سیمہ میں سلطنت منتقل ہوگئی اور ۱۵۲۱ء میں خاندان ارغون اُن کی جائے قائم ہوا۔ ۱۳۵۱ء کی تاریخ میں مجھے کچھ شک ہے کیونکہ ۱۳۶۲ء میں جب فیروز شاہ تغلق نے سندھ پر حملہ کیا تو اُس وقت ضرور سیمہ خاندان تھا۔ کیونکہ جامہ سومرہ سیمہ

Marfat.com

وہاں کا امیر جام بانبیہ تھا۔ لیکن ۷۵۱ھ کے قریب جب سلطان محمد تغلق سندھ میں آیا تو ٹھٹھ میں سومرہ قوم کا ہونا بیان کیا ہے۔ لیکن اُن کے امیر کو بھی ضیاء برنی نے جام کر کے لکھا ہے ۱۳۳۳ء میں جس وقت کا ابن بطوطہ ذکر کرتا ہے۔ وہ بھی سومرہ قوم کا ذکر کرتا ہے اور سمہ کا نام بالکل نہیں لیتا۔ لیکن ایک مشکل باقی رہتی ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت ابن بطوطہ آیا تو سومرہ کا سردار ونار بیان کیا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ ونار وہی ہے جو سمہ خاندان کا پہلا جام اونار یا ونار ہے۔ جس لفظ کو تاریخ فرشتہ کے کاتبوں نے بگاڑ کر افرا لکھ دیا ہے۔ تاریخ معصومی میں اس کی اور ملک رتن سیوستانی کی لڑائی کا ذکر کیا ہے۔ جو ابن بطوطہ کے بیان سے کچھ مختلف ہے۔ بگر نامہ کے مصنف نے خاندان سمہ کے آغاز کی تاریخ ۱۳۳۳ء دی ہے یہ ابن بطوطہ کے بیان کی مخالف نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی تائید کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ اسی سال میں جب ابن بطوطہ پہنچا ہو جام اونار کے عروج کا وقت شروع ہوا ہو اور چونکہ سومرہ خاندان صدہا سال سے سندھ پر حکومت کرتا آتا تھا۔ اور سمہ خاندان کا عروج اُسی سال میں شروع ہوا تھا۔ ابن بطوطہ نے سمہ کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ میری رائے میں یہ تمیز ضیاء برنی نے بھی اسی وجہ سے نہیں کی اور قوم سمہ کو سومرہ لکھ دیا۔ سر ہنری ایلیٹ کا یہ قیاس کہ خاندان سمہ کے راجہ ۱۳۵۱ء میں مسلمان ہوئے درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ابن بطوطہ نے جو چند واقع دیے ہیں وہ ہندوؤں کے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہا کہ ونار ہندو تھا۔ بلکہ اُسکے رتن کے مخالف ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ وہ مسلمان تھا اور ہندو کی اطاعت اس کو گراں گذری۔ میرے نزدیک سومرہ خاندان کچھ مدت پہلے ایسا ضعیف ہو گیا تھا کہ اُس کی حکومت برائے نام تھی اور ابن بطوطہ کے آنے کے وقت بھی سلطان محمد تغلق کی حکومت تمام سندھ میں تھی اور کوئی سومرہ بطور مستقل امیر کے باقی نہیں رہا تھا ۱۳۳۳ء اور ۱۳۵۱ء کی بغاوتیں سمہ قوم کے جاموں کے وقت میں ہوئی ہیں اور اس لئے قوم سمہ کا آغاز ۱۳۳۳ء سے سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ بگر نامہ میں درج ہے۔ لیکن اس کو ۱۳۵۱ء کے قریب جا کر استقلال ہوا کیونکہ ۱۳۳۴ء کی بغاوت جیسا کہ ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے بڑی سختی کے ساتھ فرد کر دی گئی تھی۔ تحفۃ الکرام اور تاریخ معصومی کے مصنفوں نے سومرہ خاندان کے امیروں کی فہرست مکمل نہیں اور جو لکھی ہے وہ محض غلط ہے منتخب التواریخ کے مصنف محمد یوسف نے جو فہرست دی وہ یہ ہے یہ فہرست سب سے زیادہ مکمل ہے:۔

۱۔ سومرہ ۷۴۲ ہجری	۲۔ بھونگر ۷۴۶ سے ۷۶۱ ہجری ۱۵ سال

نمبر خاندان سومرہ کے بادشاہوں کی صحیح فہرست

Marfat.com

۳۔ دودا ۴۶۱ھ سے ۴۸۵ھ ۲۴ سال	{۱۲} دودا ثالث ۶۵۳ھ سے ۶۶۰ھ}
۴۔ سنگھر ۴۸۵ھ سے ۵۰۰ھ ۱۵ سال	{۱۳} طائی ۶۶۰ھ سے ۶۶۶ھ}
۵۔ خفیف ۵۰۰ھ سے ۵۳۳ھ ۳۳ سال	۱۴۔ چانیسر ۶۶۰ھ سے ۶۷۰ھ ۱۰ سال
۶۔ عمر ۵۳۳ھ سے ۵۷۳ھ ۴۰ سال	۱۵۔ بھونگر ثانی ۶۸۰ھ سے ۶۹۳ھ ۱۵ سال
۷۔ دودا ثانی ۵۷۳ھ سے ۵۸۷ھ ۱۴ سال	۱۶۔ خفیف ۶۹۳ھ سے ۷۱۳ھ ۱۰ سال
۸۔ پاتو ۵۸۶ھ سے ۶۲۰ھ ۳۲ سال	۱۷۔ دودا رابع ۷۱۵ھ سے ۷۴۲ھ ۲۵ سال
۹۔ خیرا ۶۲۰ھ سے ۶۳۲ھ ۱۲ سال	۱۸۔ عمر ۷۴۲ھ سے ۷۵۷ھ ۳۵ سال
۱۰۔ محمد تور ۶۳۲ھ سے ۶۴۷ھ ۱۵ سال	{۱۹} بھونگر ثالث ۷۵۷ھ سے ۷۶۲ھ}
{۱۱} دخیرا ثانی ۶۴۷ھ}	{۲۰} ہمیر}

بعض نسخوں میں نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ و نمبر ۱۳ درج نہیں ہے اگر ان کو نکال دیا جاوے تو تاریخیں درست ہو جاتی ہیں اُس حساب سے دودا رابع سلطان علاء الدین خلجی کا ہم عصر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ طاہری میں درج ہے۔ اور اگر ہمیر اور عمر کو ایک ہی کہا جاوے تو نمبر ۱۹ اور ۲۰ کو بھی نکال دینا چاہیے منتخب التواریخ میں جو ہمیر اور ارسیل کی بابت قصہ لکھا ہے وہ مصنف تاریخ طاہری نے عمر کی بابت لکھا ہے اس حساب سے عمر کی سلطنت ۷۶۲ھ میں ختم ہو جاتی ہے۔ نتیجہ اس تمام تحقیقات کا یہ ہے کہ خاندان سومرہ کی بالاستقلال سلطنت ۴۴۵ھ یعنی ۱۰۵۳ء سے شروع ہو کر ۷۶۲ھ یعنی ۱۳۶۱ء تک رہی یعنی فیروز شاہ کے حملہ تک اور خاندان سمہ کے مستقل جام جام بانبھیہ سے شروع ہوئے تھے اگرچہ ان کا آغاز ۷۳۴ھ یعنی ۱۳۳۳ء سے شروع ہو گیا تھا اور انھوں نے شمالی سندھ میں شاہان دہلی کے حاکموں کو جام اونار اور جام جوناہی کے وقت میں نکال دیا تھا۔ یہ سومرے اور سمے یا سمے دونوں راجپوت تھے اور سندھ کے قدیم باشندے تھے۔ خوشامد گر مورخوں نے جو ان کو عرب اور جمشید کی اولاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ بے بنیاد ہے۔ لس بیلہ کے نواب اور نوانگر کے راجا اب بھی جام کہلاتے ہیں اور کچھ بھوج کے جاریجہ رجپوت بھی سمے ہیں +

فصل (۷) لاہری بندر

قاضی علاء الملک فصیح الدین خراسانی قاضی ہرات جو ایک فاضل فقیہ تھا۔ لاہری
کچھ عرصہ پہلے بادشاہ کی ملازمت کے لئے اپنے وطن سے آیا تھا اُس کو بادشاہ نے

لاہری واقع سندھ ص علاقہ کے جاگیر میں دیدیا تھا۔ وہ بھی سرتیز کی مدد کو اپنا لشکر لے کر آیا۔ اُس کا اسباب اور باربرداری پندرہ جہازوں میں تھا جو وہ دریائے سندھ میں اپنے ہمراہ لایا تھا۔ میں نے اُسکے ساتھ لاہری جانے کا ارادہ کیا قاضی علاء الملک کے پاس ایک جہاز تھا جس کو (اہورہ) کہتے تھے جیسے کہ ہمارے ملک میں طریدہ ہوتی ہے ویسا ہی یہ جہاز تھا لیکن لمبا چوڑا زیادہ تھا اُس کی نصف کو سیڑھیاں بناکر اونچا کیا گیا تھا اور تختے لگا کر نشست کی جگہ بنائی گئی تھی قاضی اُس پر بیٹھا کرتا تھا اور اُس کے نوکر دائیں بائیں اور سامنے بیٹھتے تھے۔ چالیس ملاح اُس جہاز کو کھیا کرتے تھے۔ اُس جہاز کے ہمراہ چار چھوٹی کشتیاں تھیں دو دائیں طرف رہتی تھیں دو بائیں طرف دو کشتیوں میں طبل اور نقارہ علم اور سرنائی وغیرہ ہوتے تھے اور دو کشتیوں میں اہل طرب بیٹھتے تھے۔ جب کشتی چلتی تھی کبھی تو نوبت بجائی جاتی تھی اور کبھی مطرب راگ گانے لگتے تھے اور صبح سے لے کر چاشت کے کھانے کے وقت تک گاتے بجاتے چلے جاتے تھے جب کھانے کا وقت ہوتا تھا۔ اور سب جہاز پہنچ جاتے تھے اور دسترخوان بچھایا جاتا تھا تو جب تک امیر علاء الملک کھانا کھاتے تھے یہ لوگ گایا بجایا کرتے تھے۔ اور سب سے پیچھے خود کھا کر اپنی اپنی کشتیوں میں چلے جاتے تھے۔ جب رات ہوتی تھی تو جہاز دریا کے کنارے کھڑے کر دیئے جاتے تھے اور خشکی پر خیمہ لگا دئے جاتے تھے۔ جس میں امیر علاء الملک شب باش ہوتا تھا۔ جب تمام لشکر رات کا کھانا کھا چکتا تھا۔ اور عشا کی نماز سے فارغ ہو جاتا تھا تو چوکیدار نوبت بہ نوبت آتے تھے۔ جب ایک چوکیدار اپنی باری ختم کر لیتا تھا تو وہ پکار کر عرض کرتا تھا کہ اے اخوند ملک اتنی رات گذر چکی ہے۔ جب صبح ہوتی تھی تو پھر نوبت اور نقارہ بجنے شروع ہوتے تھے اور صبح کی نماز پڑھ کر کھانا کھاتے تھے اور جہاز چل پڑتے تھے اگر امیر دریا میں چلنا چاہتا تھا تو جہاز میں بیٹھ لیتا تھا اگر خشکی کے رستے جانا منظور ہوتا تھا۔ تو سب سے آگے نوبت اور نقارخانہ ہوتا تھا۔ اُن کے بعد حاجب یعنی پردہ دار اور حاجبوں کے آگے چھ گھوڑے ہوتے تھے تین پر نقارہ ہوتے تھے۔ اور تین پر سرنا اور نفیری والے۔ جب کسی گاؤں میں پہنچتے تھے یا کسی اونچی زمین میں پہنچتے تھے تو طبل اور نقارہ بجاتے

Marfat.com

جاتے تھے۔ اور جب دن کے کھانے کا وقت ہوتا تھا۔ تو ٹھیر جاتے تھے۔ میں بھی امیر علاء الملک کے ساتھ پانچ روز رہا پانچویں دن ہم لاہری[1] کے شہر میں پہنچے یہ شہر بہت خوبصورت سمندر کے کنارے واقع ہے اُس کے پاس دریائے سندھ سمند میں جا گرتا ہے یہ شہر بڑا بندرگاہ ہے۔ یمن اور فارس کے جہاز اور تاجر بہت آتے ہیں اور اس لئے یہ شہر نہایت مالدار ہے اور اس کا محاصل بھی زیادہ ہے علاء الملک مجھ سے کہتے تھے کہ اس بندر کا محاصل ساٹھ لاکھ دینار ہے اور امیر علاء الملک کو اس میں سے بیسواں حصہ ملتا ہے۔ یعنی عشر کا نصف اور اسی شرح پر بادشاہ اپنے کارداروں کو علاقے سپرد کیا کرتا تھا ایک روز میں امیر علاء الملک کے ساتھ سیر کرنے گیا شہر[2] سے سات کوس کے فاصلے پر ایک میدان ہے جس کو تارنہ کہتے ہیں وہاں بے شمار آدمیوں اور حیوانات کی سنگین مورتیں تابت اور ٹوٹی پھوٹی پڑی ہوئی ہیں اور غلہ اور گیہوں اور چنا اور مسری وغیرہ پتھرائے ہوئے پڑے ہیں۔ فصیل اور مکانات کی دیواروں کے سامان موجود ہیں کھنڈرات میں کھدے ہوئے پتھر کا ایک گھر ہے اُس کے وسط میں ایک چبوترہ ہے۔ جو ایک ہی پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اُس پر ایک آدمی کا بت ہے۔ اُس آدمی کا سر ذرا لمبا ہے اور منہ ایک طرف پھرا ہوا ہے دونوں ہاتھ کمر سے کسے ہوئے ہیں۔ اس جگہ نہایت بو دار پانی کھڑا ہوا تھا۔ بہت سی دیواروں پر ہندی زبان اور خط کے کتبے ہیں۔ امیر علاء الملک ذکر کرتے تھے کہ اس ملک کے تاریخ داں گمان کرتے ہیں کہ یہ شہر مسخ[3] ہو گیا تھا اور چبوترہ پر جو بت ہے وہ اس کا بادشاہ تھا۔ چنانچہ اب بھی اُس گھر کو راجہ کا محل کہتے ہیں دیواروں کے کتبوں سے یہ پتا لگتا ہے کہ یہ بربادی تقریباً ایک ہزار سال گزرے ہوئی تھی۔ میں امیر علاء الملک کے پاس پانچ دن ٹھیرا اُس نے میری خاطر اور مدارات بدرجہ غایت کی اور میرے لئے زاد راہ بھی تیار کرایا۔ ترنہ

[1] لاہری۔ ہنٹر صاحب نے اپنی گزیٹیر میں اس کا نام لاہوری بندر لکھا ہے۔ اب محض ایک گاؤں ہے اور کراچی کے ضلع میں واقع ہے۔ دریائے سندھ کی مغربی شاخ پر سمندر سے ۲۰ میل اندر کی طرف ہے۔ اس شاخ کے تنگ ہو جانے کے سبب سے مدت ہوئی یہ شہر تباہ ہو گیا۔ لیکن ابن بطوطہ کے وقت میں یہ بندر سندھ میں سب سے بڑا شمار کیا جاتا تھا۔ آئین اکبری میں بھی اس کو بندر لاہری

کر کے لکھا ہے اُس وقت بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاصا بندر تھا۔ اس بندر کی آمدنی ابوالفضل نے ایک لاکھ ۲۰ ہزار روپیہ لکھی ہے۔ اٹھارویں صدی کے آخر تک ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک تجارتی کوٹھی وہاں موجود تھی۔ کراچی نے جو عروج حاصل کیا ہے وہ اسی صدی کے اندر اندر ہوا ہے اور خصوصاً سرکار انگریزی کے قبضے میں آنے کے بعد۔

۵۵ جنرل کننگھم کی تحقیقات کے بموجب یہ کھنڈرات دیبل کے تھے جو سندھ کا سب سے پرانا دارالخلافہ تھا اور بندر لاہری سے فقط ۵ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ فرشتہ اور ابوالفضل دونوں نے دیبل اور ٹھٹھہ کو ایک شہر لکھا ہے یہ انکی غلطی ہے۔ اگرچہ ٹھٹھہ کو بھی دیبل ٹھٹھہ کہتے تھے۔ لیکن دیبل ایک قدیم اور علیحدہ شہر تھا۔ بعضوں نے خیال کیا ہے۔ کہ دیبل اُسی جگہ تھا۔ جہاں اب منوڑا کراچی کا منارہ روشنی واقع ہے۔ لیکن یہ قیاس بالکل غلط ہے۔ دیول اور دیبل کے معنی معنے مندر کے ہیں۔ ٹھٹھہ کی آبادی قدیم نہیں ہے یہ شہر سلطان علاء الدین خلجی کے وقت میں آباد ہوا تھا۔ تاریخ طاہری کے مصنف نے جو لکھا ہے۔ کہ ٹھٹھہ کا شہر جام جونا نے آباد کیا ہے۔ غلط ہے مصنف تحفۃ الکرام نے جو لکھا ہے کہ جس شہر کو اب لاہری بندر کہتے ہیں قدیم زمانہ میں اس کو بندر دیبل کہتے تھے یہ درست معلوم ہوتا ہے (اگرچہ ایلیٹ صاحب نے اس کے اس بیان کو تسلیم نہیں کیا) کیونکہ دیبل کے ویران ہونے کے بعد بندر لاہری اُس سے تھوڑے سے فاصلے پر آباد کیا گیا تھا۔

۵۶ مسلمان توحید کے ماننے والے جس جگہ بت وغیرہ دیکھتے ہیں ہمیشہ اُس کی توجیہ مسخ ہونے سے کیا کرتے ہیں اور مسخ ہونے کے لئے کوئی کہانی بھی لوگ تجویز کر لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ بتوں کا بنانا اور رکھنا قدیم بت پرستوں کی مذہب کا ایک جزو تھا۔

فصل (۸)۔ بھکر

وہاں سے میں بھکر گیا یہ شہر بھی خوبصورت ہے دریائے سندھ کی ایک شاخ اُس کے بیچ میں سے گذرتی ہے جس کا ذکر آگے بھی آویگا اور اُس شاخ کے وسط میں ایک خانقاہ ہے وہاں مسافروں کو کھانا ملتا ہے۔ اس خانقاہ کو کشلو خاں نے جس کا ذکر آگے بھی آویگا اپنے ایام حکومت میں تعمیر کیا تھا۔ اس شہر میں میری ملاقات امام عبداللہ حنفی اور قاضی شہر ابو حنیفہ اور شمس الدین محمد شیرازی سے ہوئی شیخ شمس الدین کی عمر اُن کے بیان کے مطابق اُسوقت ایک سو بیس برس تھی۔

بھکر

سلہ زمانہ حال میں بھکر فقد اس قلعہ کو کہتے ہیں جو دریائے سندھ کے بیچ میں روڑی اور سکھر کے درمیان واقع ہے۔ یہ محض قلعہ ہے اور ہمیشہ سے قلعہ ہوگا۔ سکھر اور اس قلعہ کے درمیان دریا کے جو شاخ ہے دو سو گز چوڑی ہے اور روڑی اور قلعہ کے درمیان کی شاخ چار سو گز چوڑی ہے۔ یہ پچھلی شاخ نہایت عمیق ہے۔ بھکر کا شہر بوقت غالباً وہ ہوگا جس کو اب سکھر کہتے ہیں۔ جہاں میر محمد معصوم بھکری صاحب تاریخ معصومی کا منارہ اور مقبرہ واقع ہے۔ کیونکہ روڑی کا موجودہ شہر فقط ۱۲۹۷ھ سے آباد ہوا ہے اور ایک پرانا شہر الور نام اس سے پندرہ میل کے فاصلے پر سندھ کے پرانے شکم پر واقع تھا جہاں سے اب دریا ہٹ گیا ہے۔ ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سکھر اور قلعہ بھکر سے ایک شہر مراد لیا ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ دریائے سندھ کی ایک شاخ شہر میں سے گذرتی ہے۔ کشلو خاں کی بنائی ہوئی خانقاہ شاید وہ ہوگی جس کو اب خواجہ خضر کی خانقاہ کہتے ہیں اور جو قلعہ کے متصل شمال میں واقع ہے۔ لیکن دریا میں علیحدہ ایک چھوٹے سے جزیرہ پر واقع ہے کیونکہ ایک دوسرا جزیرہ جو جنوب کی طرف واقع ہے اور جس کو سادو بیلہ کہتے ہیں وہاں ہندوؤں کا مندر ہے جو قدیم سے چلا آتا ہے۔ سکھر اب بڑی تجارت اور بہت رونق کی جگہ ہے اور نیا شہر پہاڑی سے نیچے عین دریا کے کنارے آباد ہوا ہے۔ آبادی اب تیس ہزار کے قریب ہے۔ دریائے سندھ پر اب ریلوے پل بندھ گیا ہے۔ ضلع کا صدر بھی اب شکارپور سے منتقل ہو کر سکھر میں آگیا ہے۔ آئین اکبری میں ابوالفضل لکھتا ہے۔ بھکر زمین دریست و آنرا در کہن نامہا منصورہ نویسند۔ ہر شش دریا یکتائی گزیدہ درتہ او گذرد و حصہ از جانب جنوب قلعہ دیک بخش از شمال۔ باراں کم شود و میوہ گزیں۔ یہ تحقیق محقق علامی کی کہ منصورہ اور بھکر ایک ہے بحث طلب ہے۔ حال کی تحقیقات سے منصورہ کا شہر حیدرآباد کے قریب تھا جہاں اب قصبہ نصیرپور واقع ہے۔

منصورہ

فصل (۹)۔ اوچہ

اوچہ

بھکر سے چلکر ہم اوچہ[۱] کے شہر میں پہنچے یہ شہر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے اور بڑا شہر ہے بازار بہت عمدہ ہے اور عمارتیں مضبوط ہیں۔ ان دنوں میں اس شہر کا حاکم سید جلال الدین کیجی تھا جو شجاعت اور کرم میں مشہور تھا اس امیر کے ساتھ میری دوستی ہو گئی اور اس کے ساتھ اکثر صحبت ہوتی تھی دہلی میں بھی ہم دونوں ملے اور جبکہ بادشاہ دولت آباد

Marfat.com

کی طرف تشریف لے گئے اور سید جلال الدین بھی اُس کے ساتھ گیا مجھے اجازت دے گیا۔ کہ اگر مجھے ضرورت ہو تو اُس کے گاؤں کا محاصل وصول کر کے خرچ کر لیا کروں چنانچہ میں نے پانچ ہزار دینار کے قریب اُس میں سے خرچ کیا۔ اس شہر میں میں نے سید جلال الدین حیدری علوی کی زیارت کی اور انہوں نے مجھے اپنا خرقہ عنایت کیا یہ شیخ بزرگان صالحین میں سے تھے اور یہ خرقہ اُس وقت تک میرے پاس رہا جب مجھے ہندو ڈاکوؤں نے سمندر میں لوٹ لیا اور اُس وقت یہ خرقہ بھی جاتا رہا +

لہ اوچہ۔ اب یہ شہر بہاولپور کی ریاست میں دریائے پنجند کے کنارے پر واقع ہے۔ ملتان سے ۷۰ میل ہے پہلے زمانے میں دریائے سندھ اور پنجاب کے پانچوں دریا اوچہ کے پاس ملتے تھے اب چالیس میل نیچے مٹھن کوٹ کے قریب ملتے ہیں۔ کننگم صاحب کی رائے ہے۔ کہ یہ شہر سکندر اعظم نے آباد کیا تھا۔ لیکن چونکہ اکثر شہروں کی بابت یہ کہا جاتا ہے معلوم نہیں اُس میں کس قدر صداقت ہے۔ ناصر الدین قباچہ کے وقت میں یہ شہر سندھ کا دار الخلافہ تھا۔ سادات بخاری اور گیلانی اس شہر میں رہتے ہیں۔ سید جلال بخاری اور مخدوم جہانیاں کے مزار اس شہر میں ہیں لیکن کسی مزار کی عمارت قابل تعریف نہیں۔ مزار کے دروازے پر یہ تاریخی شعر درج ہے ؎ تا یک گشت جملہ جہاں بے جلال شاہ۔ تاریخ بود ہفت صد و ہشتاد و پنج سال + مجز الواصلین میں سال ولادت کی نسبت یہ شعر لکھا ہے ؎ ہفت صد ہفت سال ہجری بود کان مہ برج دیں طلوع نمود + اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن بطوطہ کے اوچہ میں پہنچنے کے وقت سید جلال المعروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ اُن کے دادا سید جلال بخاری بہت دن پہلے فوت ہو چکے تھے۔

لہ سید جلال الدین حیدری علوی۔ اغلباً سید جلال جہانیاں جہاں گشت سے مراد ہے جو سید جلال بخاری کے پوتے تھے فیروز شاہی عہد میں تاریخ ضیاء برنی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فیروز شاہ اور جام بانبیہ حاکم سندھ کی صلح بھی سید جلال نے ۷۶۲ھ میں کرائی تھی +

فصل (۱۰) ملتان

اوچ سے چل کر میں ملتان لہ پہنچا یہ شہر ملک سندھ کا دار الخلافہ ہے اور وہاں کا امیر الامرا ملتان

Marfat.com

بھی اسی شہر میں رہتا ہے شہر میں پہنچنے سے پہلے دس کوس ورے ایک دریا پر سے عبور کرنا پڑتا ہے۔ یہ دریا بہت چھوٹا اور عمیق ہے اور بغیر کشتیوں کے اُس پر سے عبور نہیں کر سکتے اس جگہ پار جانے والوں کے احوال کی تحقیقات ہوتی ہے اور اُن کے اسباب کی تلاشی ہوتی ہے۔ اُس زمانے میں اس جگہ ہر ایک تاجر سے ایک چوتھائی مال بطور محصول کے لے لیا کرتے تھے اور ہر گھوڑے پر سات دینار محصول لگتا تھا میرے ہندوستان پہنچنے کے دو برس بعد بادشاہ نے یہ کل محاصل معاف کر دیئے تھے اور جب خلیفہ عباسی سے بیعت کی تو سوا عُشر اور زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ کے اور کوئی محصول باقی نہ رہا تھا۔ مجھے تلاشی کی بہت فکر تھی کیونکہ میرا سامان و ساز تو بہت معلوم ہوتا تھا اور اندر کچھ بھی نہیں تھا مجھے خوف تھا کہ کہیں سارا بھرم نہ کھل جائے لیکن قطب الملک نے ملتان سے ایک فوج کے افسر کو بھیج دیا تھا اور اُسے ہدایت کر دی تھی کہ میری تلاشی کوئی شخص نہ لے چنانچہ ایسا ہی ہوا میں نے خداوند تعالیٰ کا شکر کیا۔ اُس رات ہم دریا کے کنارے ٹھیر گئے اور علے الصباح میرے پاس دہقان سمرقندی جو ڈاک کا افسر اور بادشاہ کا اخبار نویس تھا۔ آیا میں نے اُس سے ملاقات کی اور اُس ہمراہ حاکم ملتان کے پاس گیا۔ ملتان کا حاکم ان دنوں میں قطب الملک تھا یہ شخص بڑا امیر اور فاضل تھا جب میں اُس کے پاس گیا تو میری تعظیم کے لئے اُٹھا اور مصافحہ کر کے مجھے اپنی برابر جگہ دی میں نے ایک غلام اور ایک گھوڑا اور کشمش اور بادام بطور تحفہ کے پیش کئے کشمش اور بادام ان کے ملک میں نہیں ہوتے اور تحفے کے طور پر دیئے جاتے ہیں اور خراسان سے آتے ہیں۔ یہ امیر ایک بڑے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا جس پر فرش بچھا ہوا تھا اور اُس کے پاس شہر کا قاضی سالار نام اور شہر کا خطیب جس نام مجھے یاد نہیں رہا بیٹھے ہوئے تھے اور دائیں بائیں فوج کے افسر تھے اور اُس کے سر پر مسلح آدمی کھڑے ہوئے تھے سامنے سے لشکر گذرتا جاتا تھا اس جگہ بہت سی کمانیں پڑی ہوئی تھیں جو کوئی شخص لشکر میں سے تیر اندازی کا کمال دکھانا چاہتا تھا وہ اپنی طاقت کے مطابق کسی کمان کو ہاتھ میں لے کر کھینچتا تھا اور اگر اپنی سواری کا کمال دکھانا چاہتا تھا تو ایک چھوٹا نقارہ دیوار میں لگا ہوا تھا وہ شخص اپنا گھوڑا دوڑا

سپاہی کا امتحان

134770

Marfat.com

کر اپنا نیزہ اُس میں لگاتا تھا اور چھوٹی سی دیوار پر ایک انگشتری لگی ہوئی تھی سوار اپنا گھوڑا دوڑا کر نیزے
ہی انی میں پرو کر انگشتری لے جاتا تھا اور ایک گیند بھی پڑی ہوئی تھی سوار گھوڑا دوڑا کر اس پر چوگان
لگاتا تھا جس قدر کمال کوئی ان کھیلوں میں دکھاتا تھا اسی قدر اُس کے عہدے میں ترقی ہوتی
تھی جب ہم قطب الملک کے پاس گئے تو اسکو سلام کیا تو اُس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم شہر میں
شیخ رکن الدین قریشی کے متعلقین کے ساتھ قیام کریں اور اُن کی یہ عادت تھی کہ وہ بغیر حاکم کی
اجازت کے کسی کو اپنے پاس بطور مہمان کے ٹھیرنے نہ دیتے تھے اس شہر میں اور بھی بہت
سے بزرگ آئے ہوئے تھے جو بادشاہ کی ملازمت کے لئے دہلی جاتے تھے ان میں سے
خداوندزادہ قوام الدین قاضی ترمذ (مع اپنے خاندان اور بیٹوں کے) اور اُس کے بھائی عماد الدین
وضیاء الدین وبرہان الدین اور مبارک شاہ سمرقند کا ایک رئیس اور ارن بغا بخارا کا ایک رئیس اور
ملک زادہ جو خداوندزادہ قوام الدین کا بھانجا تھا اور بدر الدین فصّال تھے اُن میں سے ہر ایک
کے ساتھ اُس کے دوست اور خادم اور متعلقین تھے۔ ملتان میں پہنچنے کے دو مہینے بعد بادشاہ
کا ایک حاجب پوشنجی نام اور ملک محمد ہروی کوتوال آئے وہ خداوندزادہ قوام الدین کے استقبال
کے لئے آئے تھے اُن کے ساتھ تین غلام تھے اِن کو مخدومہ جہاں بادشاہ کی والدہ نے خداوند
زادہ ... کی زوجہ کے استقبال کے واسطے روانہ کیا تھا یہ لوگ خداوندزادہ اور اُن کی اولاد
کے لئے خلعت بھی لائے تھے۔ میں نے کہا کہ میرا ارادہ اخوند عالم یعنی بادشاہ کی ملازمت کرنے
کا ہے بادشاہوں کو یہاں کے لوگ اخوند عالم کہتے ہیں بادشاہ کا یہ حکم تھا کہ اگر کوئی شخص خراسان
کی طرف سے آوے اور اس کا ارادہ اس ملک میں ٹھیرنے کا نہ ہو تو اُس کو آگے نہ آنے دیں
جب میں نے کہا کہ میرا ارادہ اس ملک میں ٹھیرنے کا ہے تو قاضی اور گواہ طلب کئے گئے اور میرے
دستخط ایک عہدنامے پر کرائے گئے میرے ساتھیوں میں سے بعضوں نے دستخط کرنے سے
انکار کر دیا۔ اور میں نے سفر کی تیاری کی ملتان سے چالیس روز کا راستہ ہے برابر
آبادی چلی جاتی ہے +

Marfat.com

لہ ملتان بہت قدیم شہر ہے۔ سکندر بن فیلقوس کے وقت میں یہ شہر قوم ملی کا دار الخلافہ تھا لیکن جنرل کننگم کی رائے میں اُس کی وجہ تسمیہ سورج دیوتا کا مندر ہے جس کے سبب سے یہ شہر ہمیشہ مشہور رہا ہے۔ سنہ ۶۴۱ء میں ہیون تھسنگ ایک چینی سیاح ہندوستان میں آیا تو بھی یہ مندر اور سورج کا بت موجود تھا۔ اور اُس وقت ملتان کے شہر کا گرد پانچ میل تھا۔ چاچنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۷۱۲ء میں جب محمد قاسم ثقفی نے اس شہر کو فتح کیا اُس وقت بیاس اس ضلع کے جنوب اور مشرق تک بہتا تھا اور راوی قلعہ اور شہر کے بیچ میں بہتی تھی۔ بلاذری (سنہ ۸۹۲ء) نے بھی اس بت کا ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ تمام سندھ کے ملک سے جاتری یہاں آتے تھے اور ڈاڑھی اور سر منڈا کر مندر کا طواف کرتے تھے۔ ابوزید اور مسعودی نے جو ہمعصر تھے (سنہ ۹۱۵ء) اس مندر کا ذکر کیا ہے۔ اصطخری (سنہ ۹۵۱ء) لکھتا ہے کہ اس مندر کی تعظیم کے سبب سے کوئی دشمن جو ہندو مذہب کا ہوتا تھا۔ اس شہر پر حملہ نہیں کرسکتا تھا۔ اُس کے وقت میں یہ مندر عین بازار کے چوک میں واقع تھا۔ ابن حوقل (سنہ ۹۷۶ء) کہتا ہے کہ یہ بت آدمی کی شکل کا ہے اور ایک چبوترے پر بیٹھا ہوا ہے۔ آنکھوں میں دو جواہرات لگے ہوئے ہیں اور باقی جسم پر سرخ کھال منڈھی ہوئی ہے یہ معلوم نہیں اس کا جسم کس چیز کا بنا ہوا ہے۔ ابن حوقل کے تھوڑے دن بعد قرامطہ نے اس شہر کو فتح کیا اور اس مندر کو توڑ ڈالا اور اُس کی جگہ ایک مسجد بنوادی۔ جب ابوریحان ملتان میں آیا تو یہ بت موجود نہیں تھا۔ لیکن ادریسی نے (سنہ ۱۱۳۰ء) پھر اُس کا ذکر کیا ہے۔ ادریسی کے وقت میں بھی راوی شہر کے نیچے بہتی تھی۔ موسیو تھے وی نو ایک فرانسیسی سیاح سنہ ۱۶۶۶ء میں اورنگ زیب کے وقت میں آیا تھا وہ بھی اس سورج کی مورتی کا ذکر کرتا ہے اور اُس بھی وہی بیان ہے جو ابن حوقل نے کیا ہے۔ لوگ کہتے تھے کہ اورنگ زیب نے اس بتخانہ کو توڑکر اُس کی جگہ وہ مسجد قلعہ میں بنوادی تھی جو مولراج کے زمانے میں محاصرہ ملتان کے وقت بطور میگزین کے استعمال کی جاتی تھی اور آگ لگنے سے اُڑ گئی تھی۔ جنرل کننگھم کہتے ہیں کہ میں نے سنہ ۱۸۵۳ء میں اُس کے کھنڈرات دیکھے تھے وہ قلعہ کے عین وسط میں تھی۔ اُس سے عربی مورخوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ یہ مندر عین بازار کے وسط میں واقع تھا۔ تیمور کے وقت تک دریائے راوی شہر اور قلعہ کے دونوں طرف بہتا تھا۔ اور اس کی ایک شاخ دونوں کے بیچ میں بہتی تھی۔ پہلاد پوری کا مندر جو اب قلعہ میں ہے اُس کا سورج دیوتا کے مندر سے کچھ تعلق نہیں۔ ممکن ہے

سورج کا مندر

کہ سورج کنڈ کا مندر جو شہر سے پانچ میل ہے اُس کا بقیہ ہو۔ شاہ رکن عالم کا مقبرہ اس شہر میں ایک عجیب چیز ہے۔ کل بلندی سو فٹ ہے اور پچاس فٹ کی بلندی پر وہ تعمیر کیا گیا ہے کہتے ہیں۔ غیاث الدین تغلق نے اپنے واسطے بنوایا تھا۔ لیکن محمد شاہ تغلق نے وہ شاہ رکن عالم کو دیدیا تھا اور یہ کہانی کہ شاہ رکن عالم کی قبر غوث صاحب کے پائیں تھی اور غوث صاحب نے کسی کو خواب میں فرمایا کہ ہم اس بے ادبی کے متحمل نہیں ہو سکتے اور اس لئے شاہ رکن عالم غیاث الدین کے مقبرہ میں چلے گئے اور اسلئے بادشاہ کو یہ مقبرہ دینا پڑا۔ کچھ اصلیت نہیں رکھتی زیادہ تر صحیح یہی ہے کہ محمد تغلق نے محبت یا مصلحت کی وجہ سے یہ مقبرہ قریشیوں کو دیدیا اور اپنے باپ کا مقبرہ تغلق آباد میں بنوایا۔ موجودہ شہر کی آبادی مع چھاؤنی کے اسی ہزار کے قریب ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابن بطوطہ نے دس میل پرے راوی کو عبور کیا ہے کیونکہ اگر وہ چناب وجہلم اور راوی تینوں کو عبور کرتا تو دریا کو چھوٹا نہ بتلاتا +

۵۲ خداوندزادہ۔ فرشتہ نے لکھا ہے کہ اُس وقت کی اصطلاح میں خداوندزادہ اُن کو کہتے تھے جو سلاطین غور کی اولاد سے ہوتے تھے اور مخدوم زادہ اُنکو کہتے تھے جو خلفائے عباسیہ کی اولاد سے ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خداوندزادہ قوام الدین سید تھے شاید والدہ کیطرف سے اُن کا نسب سلاطین غور سے ملتا ہوگا۔

۵۳ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کا پردیسیوں کو اعلےٰ اعلےٰ عہدے دینا مصلحت سے خالی نہ تھا وہ چاہتا کہ لائق لائق آدمی خراسان اور ترکستان اور عرب وشام وغیرہ سے آکر اُس کی ملازمت اختیار کریں۔ بداونی نے ۷۲۷ھ کے واقعات میں لکھا ہے " دراں سال چنداں مردم از ولایت خراسان وعراق وسمرقند بامید بخشش سلطان در ہند آمدند کہ دریں دیار بغیر از ایشاں طائفہ دیگر کم بنظر درے آمدند" مترجم کے جد اعلےٰ قاضی قوام الدین صدیقی مع اپنے بھتیجے شیخ نوسے کے شہر تخیر واقع سیستاں سے اسی بادشاہ کے آغاز سلطنت میں ہندوستان میں آئے تھے اور رہتک کے قاضی مقرر کئے گئے تھے۔ اُن کے بھتیجے شیخ نوسے کو گڈھ مکتیسر ضلع میرٹھ کی قضا دی گئی تھی اور اُن کے بیٹے کو مہم کی +

۵۴ یہ جملہ اس وقت مبالغہ آمیز معلوم ہوگا کیونکہ ملتان سے لیکر پاک پٹن تک اب بہت ہی کم آبادی ہے لیکن اُسوقت دریائے بیاس فیروز پور سے اوپر ستلج کے ساتھ نہ ملتا تھا۔ بلکہ وہ ہو اور منٹگمری اور ملتان کے اضلاع کو سیراب کرتا ہوا ملتان کے جنوب وغرب میں جاکر باقی دریاؤں کے ساتھ شامل ہوتا تھا۔ بیچراغ دیہات اور تالوں کے نشان موجود ہیں اور سوکھی بیاس کا شکم

اب تک صاف نظر آتا ہے مسعودی مورخ مصنف مروج الذہب ۳۳۲ھ نے لکھا ہے کہ
ملتان کے علاقے میں ایک کم بیس ہزار دیہات اور قصبے اور شہر شامل ہیں اس میں بہت
کچھ مبالغہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اول تو ملتان کی حدود یا پورے بھکر کے قریب تک پہنچی ہوئی
اور دوم ملتان اور منٹگمری کے اضلاع ان دنوں میں بیاس کے سبب سے نہایت آباد تھے
یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیاس نے اپنا پرانا شکم کس زمانے میں چھوڑ دیا۔ کسی تاریخ سے
صاف طور سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس وقت یہ اہم تبدیلی جس نے پنجاب کے ایک بڑے حصہ
کو بےچراغ کر دیا واقع ہوئی۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آئین اکبری کے تصنیف کے وقت تک اور
بیاس کے اتصال کی جگہ وہی تھی جو اب ہے اور اس لئے یہ تبدیلی کبھی پہلے واقع ہوئی۔ شیخ داؤد
قادری جہنی وال کے تذکرہ میں جو ان کے سلسلہ کے ایک شخص نے تقریباً ایک سو بیس برس
کے بعد لکھا ہے یہ روایت درج کی ہے کہ اکبر کے اوائل عصر میں جاگیردار کا نوکر شیخ صاحب کے
پاس حاضر ہوا اور شوخی سے کہنے لگا کہ نہر کی صفائی کے لئے بیگاری دو آپ خاموش ہو رہے
حاضرین نشینوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ بڑی شوخی کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال نہ نہریں ہونگی
اور نہ انکی شوخی اور اپنے مریدوں کو جو اکثر ملاح تھے فرمایا کہ ملتان اور قبولہ کی جانب کشتیاں
لے کر چلے جاویں۔ خدا کے حکم سے ایسا ہی ہوا کہ دوسرے سال دریا نے اپنا شکم بالکل
چھوڑ دیا۔ اس روایت سے جو تذکرہ داؤدی میں درج ہے اس تبدیلی کا وقت معلوم ہوتا ہے

فصل (۱۱) دسترخوان کی ترتیب

حاجب اور اس کے ساتھیوں نے خداوندزادہ قوام الدین کی ضیافت کا انتظام ملتان
سے کر لیا اور بیس باورچی ساتھ لئے یہ حاجب ایک منزل آگے چلتا تھا اور منزل پر پہنچنے سے
پہلے خداوندزادہ کے لئے انتظام کھانے کا کر چھوڑتا تھا۔ جن قدر اشخاص کا میں نے ذکر کیا وہ
علیحدہ علیحدہ خیموں میں ٹھیرتے تھے لیکن کھانا خداوندزادہ کے ساتھ دسترخوان پر کھاتے تھے
میں فقط ایک دفعہ ان ساتھ کھانے میں شریک ہوا تھا اس ترتیب سے کھانا لاتے تھے پہلے　خوان طعام
روٹیاں لاتے ہیں جو نہایت پتلی چپاتیاں ہوتی ہیں بکری کو بھون لیتے ہیں اور اس کے
چار یا چھ ٹکڑے کر کے ایک ایک آدمی کے سامنے رکھتے جاتے ہیں پھر گھی میں تلی ہوئی روٹیاں

Marfat.com

لاتے ہیں جس کے جوف میں حلوا صابونیہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور ہر ایک ٹکیا کے اوپر ایک میٹھی روٹی رکھتے ہیں جس کو خشتی کہتے ہیں اور اس کو آٹے اور شکر اور گھی سے بناتے ہیں پھر ایک چیز لاتے ہیں جس کو سموسہ کہتے ہیں اور وہ قیمہ کیا ہوا گوشت ہوتا ہے اس میں بادام اور جائفل اور پستہ اور پیاز اور گرم مصالحہ ڈال کر پتلی چپاتیوں میں لپیٹ دیتے ہیں اور پھر گھی میں تل لیتے ہیں ہر ایک شخص کے سامنے پانچ یا چار سموسہ رکھتے ہیں پھر چاول گھی میں پکے ہوئے لاتے ہیں اور اس کے اوپر مرغ ہوتا ہے پھر لقیمات القاضی لاتے ہیں اس کو ہاشمی بھی کہتے ہیں۔ پھر قاہریہ لاتے ہیں۔ حاجب کھانا شروع کرنے سے پہلے دسترخوان پر کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ اور سب حاضرین بادشاہ کی تعظیم کرتے ہیں اور تعظیم ان کے ملک میں یہ ہے کہ سر کو رکوع کی طرح نیچے جھکاتے ہیں۔ جب یہ کر چکتے ہیں تو دسترخوان پر بیٹھتے ہیں اور کھانا شروع کرنے سے پہلے چاندی اور سونے اور کانچ کے پیالوں میں مصری اور گلاب کا شربت پیتے ہیں۔ جب شربت پی چکتے ہیں تو حاجب بسم اللہ کہتا ہے اس وقت سب کھانا شروع کرتے ہیں کھانا ختم ہونے پر فقاع[1] کے پیالے آتے ہیں اور جب فقاع پی چکتے ہیں تو پان سپاری آتا ہے۔ جب پان چھالیہ لے چکتے ہیں۔ تو حاجب بسم اللہ کہتا ہے سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جیسی کھانے سے پہلے تعظیم کی تھی۔ اسی طرح پھر کرتے ہیں اور پھر دسترخوان سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

تعظیم

[1] فقاع۔ بضم الفاء و تشدید قاف شرابے کہ از جو وغیرآں سازند (منتخب) فقاع لغت میں کھے رنگ والی شے کو کہتے ہیں۔ صاحب مخزن نے لکھا ہے فقاع قسمے از نبیذ است کہ از آب انار و سایر میوہ اجوبہ ترتیب دہند و آں مقدار نگذارند کہ بجوش آید و سکر گردد و چوں دستے گذارند کہ بجوش آید و سکر گردد آنرا مفضخ

فقاع

باب ۲۔ ملتان سے دہلی کا سفر

فصل (۱)۔ ابوہر

اول شہر جس میں ہم ملتان سے چل کر داخل ہوئے ابوہر تھا اور یہ ہندوستان کے شہروں

ابوہر

Marfat.com

ہیں سے پہلا شہر ہے ابوہر ایک چھوٹا اور خوبصورت شہر ہے عمارتیں عمدہ ہیں نہریں اور درخت بھی بہت ہیں ہمارے ملک کے درختوں میں سے سوا بیر کے اور کوئی درخت نہیں ہوتا بیر ہمارے ملک کے بیر سے بڑا اور نہایت شیریں ہوتا ہے اور مازو کے دانہ کی برابر ہوتا ہے

۱ ابوہر: اگرچہ ابن بطوطہ نے اس شہر کو ملتان اور پاک پٹن کے بیچ میں اجودھن سے تین منزل ملتان کی طرف لکھا ہے اور باب ۲ فصل ۳ میں کشلوخاں کی لڑائی کا ہونا بھی ابوہر میں بیان کیا ہے جس سے ثابت کیا ہے کہ وہ ملتان سے دو منزل ورے ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ ابوہر سے ابن بطوطہ کی مراد یہی ابوہر ہے جو اب تحصیل فاضلکا ضلع فیروزپور میں پاک پٹن اور سرسہ کی سڑک پر پاک پٹن سے ۶۰ میل یعنی تین منزل دہلی کی طرف ساؤتھ پنجاب ریلوے پر واقع ہے چونکہ مالابار کے کنارے پر سمندر میں ابن بطوطہ کو جہاز کے ڈاکوؤں نے لوٹ کھسوٹ کر ننگا چھوڑ دیا تھا۔ اور اس نے جو یادداشت لکھی ہوگی وہ بھی جاتی رہی ہوگی۔ پچیس برس بعد جو کچھ ابن بطوطہ نے لکھا ہے وہ محض اپنی یاد سے لکھا ہے اور اسی لئے بعض غلطیاں کہیں کہیں ہوگئی ہیں اور جیسا کہ آئندہ بھی معلوم ہوگا شہروں کے بیان میں آگے اور پیچھے کا لحاظ نہیں رہا۔ چنانچہ یہ فقرہ یسکنہا کفار الہنود فی جبال منیعۃ یعنی اُن دشوار گذار پہاڑوں میں ہندو کافر رہتے ہیں غلط ہے کیونکہ ابوہر کے دو دو سو میل تک کوئی پہاڑ نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ کسی نے ابن بطوطہ سے یہ کہا ہو کہ یہ لوگ ریت کے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ ابوہر میں ایک پرانا قلعہ ہے۔ ابن بطوطہ کے وقت سے کچھ دن پہلے تلونڈی علاقہ جوہر میں ہندو بھٹی راجپوتوں کا ایک راجہ رانا مل رہتا تھا جس کی لڑکی سے سالار رجب یعنی فیروز شاہ کے باپ اور سلطان محمد تغلق کے چچا کی شادی ہوئی تھی اور اسی کے شکم سے فیروز شاہ پیدا ہوا تھا اس شادی کا حال شمس سراج عفیف کی تاریخ فیروز شاہی کے پہلے مقدمہ میں درج ہے اس وقت ابوہر میں سلطان علاء الدین خلجی کی طرف سے سراج عفیف کا چچا عملدار تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل فاضلکا میں جو ابوہر واقع ہے وہ اُن دنوں میں مشہور شہر تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابوہر کوئی اور جگہ دوابہ باری میں ہو اور بیاس کے خشک ہونے کے بعد غیر آباد اور گمنام ہوگیا ہو کیونکہ ابوہر کو دونوں جگہ ابن بطوطہ نے ملتان کو متصل بیان کیا ہے۔ مگر پہاڑوں کا ہونا وہاں بھی ممکن نہیں۔

فصل (۲) ہندوستان کے میوے

ہندوستان میں ایک میوہ انبہ ہوتا ہے۔ اس کا درخت نارنگی کے درخت کے مشا

Marfat.com

ہوتا ہے لیکن اُس سے بہت بڑا اور پتے بھی زیادہ ہوتے ہیں سایہ بھی نہایت گھنا ہوتا ہے لیکن جو شخص اِس کے سایہ میں سوتا ہے کسلمند ہو جاتا ہے اور اُس کا پھل آلو بخارے سے بڑا ہوتا ہے پختہ ہونے سے پہلے سبز ہوتا ہے اور جب گر پڑتا ہے۔ تو اُس میں نمک ڈال کر اچار بناتے ہیں اُسی طرح جیسے کہ ہمارے ملک میں لیموا ور کھٹے کا اچار بناتے ہیں۔ ادرک اور مرچ کا بھی اچار بناتے ہیں اور کھانے کے ساتھ کھاتے ہیں اور ہر نوالے کے پیچھے تھوڑا سا اچار کھا لیتے ہیں۔ جب خریف کے موسم میں آنبہ پکتا ہے تو زرد رنگ کا ہو جاتا ہے اور اُس کو سیب کی طرح کھاتے ہیں بعضے اُس کو تراش کر کھاتے ہیں اور بعضے چوستے ہیں اُس میں شیرینی کے ساتھ کچھ ترشی ہوتی ہے گٹھلی بڑی نکلتی ہے اور گٹھلی کو بوتے ہیں تو درخت ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ کھٹے کے بیج بوتے ہیں

اچار

شکی و برکی (کٹھل) اِس کا درخت بڑا ہوتا ہے اور پتے اخروٹ کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور پھل درخت کی جڑ میں لگتا ہے جو پھل زمین کے متصل ہوتا ہے اُس کو برکی کہتے ہیں وہ شیرینی میں زیادہ ہوتا ہے اور ذائقے میں اچھا ہوتا ہے اور جو اوپر لگتا ہے اُس کو چکی کہتے ہیں۔ اُس کا پھل بڑے کدوئے کے مشابہ ہوتا ہے اور چھلکا گائے کی کھال کی مانند ہوتا ہے۔ جب خریف کے موسم میں یہ بہت زرد ہو جاتا ہے۔ تو اُس توڑتے ہیں اور جب چیرتے ہیں تو ہر ایک دانے میں سو یا دو سو کوئے کھیروں کی شکل کے نکلتے ہیں اور کویوں کے بیچ میں ایک جھلی زرد رنگ کی ہوتی ہے ہر ایک کویہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ جو باقلے کے مشابہ ہوتی ہے ان گٹھلیوں کو بھون کر کھاتے ہیں یا پکا کر کھاتے ہیں تو اُس کا مزہ باقلہ کی طرح ہوتا ہے۔ باقلہ اِس ملک میں نہیں ہوتا سُرخ مٹی میں ان گٹھلیوں کو دبا دیتے ہیں تو دوسرے سال تک رہ سکتی ہیں یہ میوہ ہندوستان کے نہایت عمدہ میووں میں سے ہے +

کٹھل

تیندو آبنوس کے درخت کا پھل ہے۔ اُس کا پھل خوبانی کے برابر ہوتا ہے اور رنگ بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ شیرین بہت ہوتا ہے +

تیند

جمود (جامن) اِس کا درخت بڑا ہوتا ہے۔ اُس کا پھل زیتون کے پھل کے مشابہ ہوتا ہے

جامن

Marfat.com

لیکن رنگ میں سیاہی مائل ہوتا ہے اور زیتون کی طرح اس کے اندر ایک گٹھلی ہوتی ہے۔

نرنج — شیریں[۱] نارنج اس ملک میں بکثرت ہوتا ہے۔ لیکن ترش نارنج بہت کم ہوتا ہے۔ ایک قسم کا شیریں ترش بھی ہوتا ہے۔ وہ مجھے بہت خوش ذائقہ معلوم ہوتا تھا اور میں اس کو بہت چاہ کر کھایا کرتا تھا۔

مہوا — موا[۲] اس کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے۔ پتے اخروٹ کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن سرخی و زردی مائل اس کا پھل بھی چھوٹے آلو بخارے کی مانند ہوتا ہے۔ اور نہایت شیریں ہوتا ہے اور ہر ایک دانہ کے منہ پر ایک اور چھوٹا دانہ ہوتا ہے۔ جو کشمش کے مشابہ ہوتا ہے اور بیج سے خالی ہوتا ہے اور اس کا ذائقہ انگور کی مانند ہوتا ہے لیکن زیادہ کھانے سے سر میں درد ہوجاتا ہے خشک کیا ہوا مزہ میں انجیر کی مانند ہوتا ہے۔ اور میں انجیر کی بجائے اسکو کھایا کرتا تھا۔ انجیر اس ملک میں نہیں ہوتا ہے موے کے منہ پر جو دوسرا دانہ ہوتا ہے اس کو بھی انگور کہتے ہیں۔ انگور ہندوستان میں بہت کم ہوتا ہے دہلی میں اور بعض اور جگہ بھی ہوتا ہے اور موے کے سال میں دو دفعہ پھل لگتا ہے۔ اس کی گٹھلی کا تیل نکالتے ہیں اور چراغوں میں جلاتے ہیں ❖

کسیرو — کیسہرا[۳] (کسیرو) اس کو زمین سے کھود کر نکالتے ہیں قسطل کے مشابہ ہوتا ہے اور نہایت شیریں ہوتا ہے۔

انار — ہمارے ملک کے پھلوں میں سے انار ہندوستان میں بھی ہوتا ہے اور سال میں دو دفعہ پھلتا ہے۔ جزیرہ و میتہ المہل (جزائر مالدیب) میں میں نے دیکھا کہ انار بارہ مہینے پھل دیتا ہے ❖

کٹھل

سلہ آنبہ کی بابت امیر خسرو کا یہ شعر ہے نغزک ما نغز کن بوستاں۔ نغز ترین میوہ ہندوستاں۔ بہت مشہور ہے فوائد الفواد میں صفحہ ۲۲۱ پر درج ہے کہ آنبہ کا نام نغزک شمس الدین التمش نے تجویز کیا تھا جس زمانہ میں وہ بدایوں کا حاکم تھا کیونکہ آنبہ یا آم ترکی میں فحش لفظ ہے۔

سلہ امیر خسرو کا یہ مصرع۔ نغمہ نرمو زیر گرا چار نیابی۔ اس بیان کا شاہد ہے۔ امیر خسرو کا انتقال ابن بطوطہ کے ہندوستان پہنچنے سے نو سال پہلے ۷۲۵ھ میں ہوچکا تھا۔

سلہ شکی چکی کا معرب ہے۔ جکی کٹھل کو کہتے ہیں۔ جو کچھ صاحب مخزن الادویہ نے لکھا ہے وہ قابل ہے

دو یکی ثمر درخت است کہ بہندی و بنگالی کٹہل نامند و در بنگالہ بہ نسبت بلاد دیگر وفور دارد و خوب مے شود و درخت آں عظیم و برگ تر از گردگاں (اخروٹ) و از درخت چنار کوچک تر و برگ آں بزرگ تر از برگ نارنج و ترنج و در شکل شبیہ بآں و مانند ضخیم تر ازاں و چوب آں زرد رنگ و کہنہ سال زرد تیرہ مائل بسرخی و ثمر آں از تنہ درخت و شاخہائے آں برمے آید و آنچہ نزدیک تر بہ بیخ باشد بہتر و شیریں تر مے باشد و مے گویند در زیر زمیں از بیخ آں ہم برمے آید و آں بسیار شیریں و لذیذ مے باشد۔ کوچک آں تا یک آثار و بزرگ آں تا یک من ہندی مے باشد و کوہ او از سہ تا صد عدد و زیادہ یافتہ مے شود و پوست آں در خامی سبز و بعد رسیدن زرد تیرہ مائل بسرخی و دانہ دار و ہیات کٹہل مشابہ شکنبہ (او جھڑی) حیوانیست کہ اندروں آنرا بالا کردہ او را از چیزے پر کنند۔ تخم آں را کہ در جوف کوہ باشد باتش بریاں کردہ مے خورند گویند مصلح و ہاضم ثمر آنست و نیز تخم آنرا در قورمہ و پیاز مے برند۔ صاحب مخزن اور ابن بطوطہ کے بیانات مقابلہ کرنے سے معلوم ہو گا کہ ابن بطوطہ کا مشاہدہ اور بیان کس قدر صحیح ہے۔ ایک دوسرا اسی قدر محتاط مشاہدہ کرنے والا یعنی بابر بادشاہ اس پھل کی بابت لکھتا ہے "ایں بد ہیئت و بد مزہ میوہ است بعینہ شکنبہ گوسفند کہ درون او را بیروں کردہ باشند۔ مزہ او شیریں در درون او مثل فندق دانہا باشد بخرما فی الجملہ شباہتے دارد خیلے چسپندہ است جہت چسپندگی او بعضے بدستہا و دہن روغن مالیدہ مے خوردہ اند ہم در شاخ درخت مے شود و ہم در تنہ درخت و ہم در بیخ درخت مے شود"۔ مصنف سیر المتاخرین نے لکھا ہے کہ بنگالہ اور بہار میں بعض کٹہل اتنا بڑا ہوتا ہے کہ ایک آدمی اس کو بمشکل اٹھا سکتا ہے۔

نارنج ۵۴ نارنج۔ نارنج و ترنج یعنے میٹھا و کھٹا۔ سنگترہ۔ نارنگی۔ کرنہ۔ کنولہ۔ گل گل یہ سب نارنج کے اقسام یا ہم قسم میوے ہیں۔ بعضے شیریں بے مزہ بعضے ترش تلخ اور بعضے شیریں ترش اور بعضے شیریں لذیذ ہوتے ہیں۔ بابر بادشاہ نے ان سب اقسام کو مفصل بیان کیا ہے۔ ابن بطوطہ کے شیریں ترش نارنج سے سنگترہ ہے۔

مہوہ ۵۵ مہوہ۔ ابن بطوطہ نے مہوے کے پھول اور پھل میں تمیز نہیں کی۔ جسکو وہ انگور کے مشابہ دانہ لکھتا ہے وہ پھول ہوتا ہے اور اس کے گر جانے کے بعد پھل نکلتا ہے۔ ابو الفضل اس درخت کی بابت یہ لکھتا ہے "درخت او برابر انبہ ماند۔ چوب او در عمارت بکار رود و از گل او عرق بر کشند مہوہ را کوندہ نیز نامند"۔ تزک بابری میں درج ہے "درختش خیلے بالیدہ مے شود۔ عمارت ہائے مردم ہندوستان اکثر از چوب درخت مہوہ است۔ از گل مہوہ عرق یعنی شراب مے کشند و گل او را

شل مویز خشک کردہ می خورند کشمش فی الجملہ شباہتے دارد و بہ مزگی ہم دارد۔

کسیرو — ۵۶ کسیرو۔ آئین اکبری میں درج ہے "در کولا بہا (تالاب ہا) پیدا شد کسیرو۔ چوں آب بخشکی گردید از زمین بیروں آرند۔ خام و بآتش جوش دادہ نیز خورند" صاحب مخزن لکھتا ہے "بلا بیخ بنلتے است کہ در تلاب ہا و آب ہائے ایستادہ مے روید و از نبات آں بوریا مے بافند و بیخ آں کہ کسیرو است مدور بقدر جوز بوا و پوست آں سیاہ و بعضے مائل بسرخی بار یشہ ہائے بسیار باریک سیاہ و مغز آں سفید و شیریں لذیذ خوش ذائقہ" نواح دہلی و میرٹھ میں بکثرت اور اچھا ہوتا ہے۔

فصل (۳۳) ہندوستان کے غلے

ہندوستان میں سال میں دو دفعہ فصل ہوتی ہے۔ جب گرمی میں بارش ہوتی ہے تو خریف کی فصل بوتے ہیں اور ساٹھ دن کے بعد اس کو کاٹ لیتے ہیں۔ خریف کے غلوں میں غلہ ہائے ذیل بھی ہوتے ہیں۔

کدرو — کذرو۔ چینہ۔ شامخ (یعنی سانوک) جو چینہ سے چھوٹا ہوتا ہے اکثر

شامخ — عابد اور زاہد اور فقیر اور مساکین اس کو کھاتے ہیں۔ خود رو بھی ہوتا ہے۔ ایک ہاتھ میں چھاج لے لیتے ہیں دوسرے ہاتھ میں ایک چھوٹی چھڑی اسے درخت کو جھاڑتے ہیں تو سانوک کے دانے چھاج میں گرتے جاتے ہیں اور یہ دانے بہت چھوٹے ہوتے ہیں دھوپ میں اس کو خشک کرتے ہیں اور کاٹھ کی اوکھلیوں میں کوٹ کر چھلکا علیحدہ کر لیتے ہیں تو سفید دانہ اندر سے نکلتا ہے بھینس کے دودھ میں اس کی کھیر پکاتے ہیں جو اس کی روٹی کی نسبت زیادہ لذیذ ہوتی ہے میں اکثر کھیر پکا کر کھایا کرتا اور مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی تھی۔

ماش — ماش مٹر کی ایک قسم ہے۔ مونگ یہ ماش کی ایک قسم ہے لیکن شکل میں ذرا لمبی اور رنگ کی سبز ہوتی ہے مونگ اور چاول ملا کر ایک کھانا جس کو کشری (کھچڑی) کہتے ہیں پکاتے ہیں اور اس کو گھی کے ساتھ کھاتے ہیں۔ کشری صبح کو بطور نہاری کے کھاتے ہیں جیسے کہ ہمارے ملک میں حریرہ۔

لوبیا، موٹھ — لوبیا یعنی چولا۔ یہ بھی ایک قسم کا باقلہ ہے۔ موٹھ یہ ناج کذرو کی مانند ہوتا ہے لیکن دانہ اس سے چھوٹا اور گھوڑے اور بیلوں کو دانہ کی جگہ دیتے ہیں اور اس کام کے لئے چنا بھی استعمال کرتے ہیں۔ جو میں ان لوگوں کے نزدیک طاقت کم ہوتی ہے اور چنے اور مٹر

کا دانہ دیتے ہیں اور پھر پانی میں بھگو کر گھوڑے کو کھلاتے ہیں اور گھوڑے کو خوید سبز کاٹ کر کھلاتے ہیں جس سے وہ موٹے ہو جاتے ہیں۔ پہلے دس دن اس کو گھی پلاتے ہیں۔ بعضے تین رطل (یعنی ڈیڑھ سیر پختہ) اور بعضے چار رطل اور ان دنوں میں اس سے سواری نہیں لیتے پھر ایک ماہ سبز ماش کھلاتے ہیں۔ یہ سب خریف کے اناج تھے۔ خریف کی فصل بونے کے ساٹھ دن بعد زمین میں ربیع کے اناج بونے شروع کرتے ہیں جیسے کہ گندم اور نخود اور مسری اور جو۔ زمین سب اچھی اور زرخیز ہے۔ چنانچہ چاول سال میں تین دفعہ بوتے ہیں اور چاولوں کی پیدائش سب غلوں سے زیادہ ہے تل اور نیشکر بھی خریف کے ساتھ بوتے ہیں۔ چھیل

(حاشیہ) لے کدرو۔ آئین اکبری میں اس غلہ کا نام کدروں اور کدرم لکھا ہے عوام کودوں بھی کہتے ہیں آئین اکبری میں لکھا ہے کہ کودروں سانوک کے مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن اوپر کا چھلکا سیاہ مائل بسرخی ہوتا ہے۔ ہندی مثل میں اس شخص کو جس نے مفت تعلیم حاصل کی ہو اور اس لئے اس کو کچھ آتا نہ ہو تو کہتے ہیں کودوں دیکر پڑھا ہے۔ یعنی پڑھائی پر کچھ خرچ نہیں کیا۔ کودوں

ےلہ ماش فارسی میں مونگ کو ماش کہتے ہیں اور اڑد کو ماش سیاہ۔ آئین اکبری۔

فصل (۴) ۔ ابی بکھر

اب ہم سفر کا ذکر کرتے ہیں۔ شہر ابوہر سے چل کر ہم ایک صحرا میں سے گذرے جس کی مسافت ایک دن کی ہے اس کے کناروں پر بڑے بڑے پہاڑ تھے اور ان دشوار گذار پہاڑوں میں ہندو رہتے ہیں اور اکثر رہزن ہوتے ہیں۔ ہندوؤں میں سے اکثر رعیت ہیں جو بادشاہ کی حمایت میں دیہات میں بستے ہیں ان کا حاکم مسلمان ہوتا ہے اور اس حاکم کا افسر عامل یا جاگیردار ہوتا ہے جس کی جاگیر میں وہ شہر یا گاؤں ہوتا ہے بعضے ہندو نافرمان ہوتے ہیں جو بادشاہ سے لڑتے رہتے ہیں اور یہ یا تو پہاڑوں میں رہتے ہیں اور یا رہزنی کرتے ہیں جب ہم ابوہر سے چلے تو لوگ صبح ہی صبح چل دئے اور میں اور چند آدمی دوپہر تک وہیں رہے۔ اور دوپہر کے بعد وہاں سے چلے۔ ہم بائیس سوار تھے۔ جن میں عربی اور عجمی دونوں تھے ہم پر اسی ہندوؤں اور دو سواروں

نے حملہ کیا۔ میرے ہمراہی سب کے سب اچھے جوان اور بہادر تھے خوب لڑائی ہوئی ہم نے بارہ آدمیوں اور ایک سوار کو اُن میں سے قتل کیا اور اُس کا گھوڑا پکڑ لیا۔ مجھے اور میرے گھوڑے کے تیر کا زخم لگا۔ لیکن اُن کے تیر بہت کمزور ہوتے ہیں ہم میں سے ایک کا گھوڑا زخمی ہوا اُس کو ہم نے اُس مقتول کا گھوڑا دیدیا اور زخمی گھوڑے کو ذبح کر لیا جو ترک ہمارے ساتھ تھے وہ اس کو کھا گئے اور مقتولوں کے سر کاٹ کر ہم ابی بکر کے قلعہ میں لے گئے اور وہاں فصیل پر لٹکا دئے۔ ابی بکر ہم آدھی رات کو پہنچے اور اُس سے سفر کر کے دو دن بعد اجودھن پہنچے۔

ابی بکھر　حاشیہ ۱؎ ابی بکھر، پاک پٹن سے تقریباً ایک منزل کے فاصلہ پر تحصیل میلسی ضلع ملتان میں پرانی سڑک پر موضع دہاول کی حد میں ایک بہت پرانے بزرگ ابو بکر وقاق نام کی خانقاہ ہے اُس پر جیت کے مہینے میں ایک بھاری میلہ ہوتا ہے جس میں دس بارہ ہزار کے قریب آدمی جمع ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ وہی جگہ ہو لیکن یہ شبہ پڑتا ہے کہ ابن بطوطہ جو خود عرب تھا۔ ابی بکھر نہ لکھتا اور بالضرور اس خانقاہ کا ذکر کرتا کیونکہ ابو بکر وقاق بہت مشہور ولی گذرے ہیں لیکن نہ نفحات میں اور نہ تذکرۃ الاولیا میں یہ درج ہے کہ اُن کا مزار کہاں ہے

فصل (۵)۔ اجودھن

پاک پٹن　یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے یہ شہر شیخ فریدالدین (بداونی) کا ہے مجھے شیخ برہان الدین اسکندری نے چلتے وقت کہا تھا کہ تیری ملاقات شیخ فریدالدین سے ہوگی چنانچہ خدا کا شکر ہے کہ میں اُن سے ملا۔ وہ بادشاہ ہند کے پیر ہیں اور اُس نے ان کو یہ شہر انعام میں دیا ہوا ہے شیخ پر وہم بدرجہ غایت غالب ہے یہاں تک نہ کسی سے مصافحہ کرتے ہیں اور نہ کسی کے قریب ہوتے ہیں اگر اُن کا کپڑا کسی کے کپڑے سے چھو جاتا ہے تو اُس کو دھوتے ہیں۔ میں اُن کی خانقاہ میں گیا اور اُن سے ملاقات کر کے شیخ برہان الدین کا سلام اُن کو پہنچایا یہ سن کر انہوں نے تعجب کیا اور کہا کسی اور کو سلام کہا ہو گا ان کے دونو بیٹوں سے میں نے ملاقات کی دونوں عالم و فاضل تھے ایک کا نام معزالدین تھا اور دوسرے کا نام علم الدین۔ معزالدین بڑا تھا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوا تھا ان کے دادا شیخ فریدالدین بداونی کی قبر کی بھی میں نے زیارت کی بلکہ

سنبھل کے علاقہ میں ایک شہر ہے جب میں اس شہر سے رخصت ہونے لگا تو مجھے علم الدین نے کہا آپ میرے والد بزرگوار سے ملتے جاویں وہ اُس وقت سب سے اونچی چھت پر تھے اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ایک بڑا عمامہ باندھا ہوا تھا اور اُس کا شملہ ایک طرف لٹکا ہوا تھا اُنہوں نے میرے واسطے دعا کی اور میرے پاس مصری اور شکر تری ہدیہ بھیجی۔

۵۱ اجودہن۔ پاک پٹن کا قدیم نام اجودہن تھا۔ باوا فرید کی خانقاہ کے سبب سے اُس کو اکبر بادشاہ کے حکم سے پاک پٹن کہنے لگے۔ پہلے پٹن فرید کہتے تھے۔ اب یہ شہر ستلج سے دس میل کے فاصلے پر شمال میں ہے پہلے دریا اس کے نیچے بہتا تھا۔ ملتان سے ہندوستان کو جاتے ہوئے دریائے ستلج کو مسافر اسی جگہ عبور کرتے تھے۔ اب ضلع منٹگمری میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ ہر سال محرم کے مہینے میں باوا فریدالدین شکر گنج کے مزار پر بڑا بھاری میلا ہوتا ہے جس میں ساٹھ ستر ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص بہشتی کھڑکی میں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ قصبہ کی آبادی چھ ہزار کے قریب ہے آئین اکبری میں اس شہر کو فقط پٹن لکھا ہے اور تاریخ فرشتہ میں پٹن باوا فرید۔

۵۲ شیخ فریدالدین۔ اس جگہ ابن بطوطہ نے غلطی کی ہے۔ ابن بطوطہ کے وقت میں باوا فرید شکر گنج علیہ الرحمہ کے پوتے شیخ علاءالدین موج دریا سجادہ نشین تھے اور معزالدین اور علم الدین اُنکے ہی صاحبزادوں کا نام تھا۔ شیخ علاءالدین سلطان محمد تغلق کے پیر تھے۔ ابن بطوطہ نے آپ کے وہم کا جو کچھ حال تحریر کیا ہے اس کی تصدیق جواہر فریدی سے بھی ہوتی ہے (اس کتاب کا سال تصنیف سنہ ۱۰۳۳ ہجری ہے)
"منقول است کہ طہارت و اتقاء آں حضرت ایں قدر بود کہ وقتے حضرت رکن عالم نبیرہ حضرت بہاءالدین ذکریا ملتانی از شہر دہلی برائے ملاقات ایشاں آمدند چوں از زیارت روضہ متبرکہ بیروں آمدند با حضرت شیخ علاءالدین ملاقات نمودند و معانقہ و مصافحہ ہر دو صاحباں نمودہ بغلگیر شدند و بر مصلا ہر دو نشستہ باہم کلام نمودند۔ چوں ایشاں وداع گشتہ بآرامگاہ خود رفتند حضرت علاءالدین غسل کردند و جامہائے شستند و مصلائے خود ہم بشست ایں معنی بعضے مردمان پیش حضرت رکن عالم عرضہ کردند کہ مثل چو نتو فاضلے برائے ملاقات انجا رفت و بچوں شما پاکے و پاکزادہ انچنیں کردند حضرت رکن عالم فرمودند قدر مولانا شما چہ دانید و راشایانست کہ چنیں کند ایشاں را درجہ استقامت حاصل شدہ است کہ از بوئے دنیا بسبب طلاق دنیاوی مے آید" سلطان محمد تغلق نے جو آپ کا مرید اور معتقد تھا۔ آپ کے مزار پر ملک قبولہ کی معرفت ایک عالی شان گنبد تیار کرایا۔ جواہر فریدی میں آپ کی وفات کی تاریخ سنہ ۷۲۳ھ درج ہے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ آپ کے صاحبزادہ شیخ معزالدین کی بابت لکھا ہے کہ سولہ سال مسند پر رہے اور ۷۳۹ھ میں انتقال ہوا۔ اور چونکہ ابن بطوطہ نے بھی آپ کی زیارت کی اس لئے تاریخ وفات سنہ ۷۳۳ھ یا ۷۳۴ھ ہونی چاہیے

Marfat.com

۵۳ باوا فرید الدین گنج شکر۔ آپ خواجہ جمال الدین سلیمان کے فرزند تھے۔ خواجہ جمال الدین کابل سے آکر کوٹ کرور میں آئے اور وہاں حضرت مولانا وجیہ الدین خجندی عباسی کی دختر کے ساتھ آپکا نکاح ہوا۔ آپ نے قصبہ کوٹھوال میں جو اب تحصیل سیلسی ضلع ملتان میں چاولی مشائخ کے نام سے مشہور ہے وطن اختیار کیا۔ خواجہ جمال الدین سلیمان فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں سے تھے اور نسب میں فاروقی تھے۔ مصنف جواہر فریدی کی تحریر کے مطابق فرخ شاہ کابلی حضرت ابراہیم بن ادہم بادشاہ بلخ کی اولاد سے تھے یہاں اُس نے شیخ ابراہیم ادہم کا نسب اس طرح تحریر کیا ہے ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور بن ناصر بن عبداللہ بن حضرت عمر الخطاب رضی اللہ عنہم لیکن یہ نسب ثقہ مورخوں کے بیان کے مطابق درست نہیں۔ ابراہیم ادہم کا نسب ابن اثیر صاحب تاریخ کامل نے اس طرح لکھا ہے "اس سال (۱۶۱ھ ہجری) میں ابراہیم بن ادہم بن منصور زاہد نے وفات پائی آپ کی پیدائش بلخ میں ہوئی تھی لیکن پھر آپ نے شام میں وطن اختیار کر لیا تھا۔ آپ قبیلہ بکر بن وائل سے تھے ابوسائم بستی نے آپ کا ذکر لکھا ہے۔ ذیل ابن خلکان کے مصنف نے آپ کا نسب اس طرح دیا ہے ابراہیم بن ادہم بن منصور بن یزید بن جابر عجلی"۔ عجل ایک شاخ بکر بن وائل کی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم قریشی نہ تھے۔ مصنف جواہر فریدی نے اور باوا صاحب کے نسب میں ابراہیم کے آگے ادہم کا لفظ زیادہ کر کے اپنی ایجاد کا ثبوت دیا ہے کیونکہ جواہر فریدی نے بے شمار اور فاش غلطیاں اسی قسم کی اس قدر کی ہیں کہ میں اس کتاب کو ہرگز معتبر نہیں سمجھتا۔ شیخ مجدد اور دیگر فاروقی خاندان جنکا تعلق فرخ شاہ کابلی سے ہے۔ اس نسب میں فقط ابراہیم کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اُس پر ادہم زیادہ نہیں کرتے۔ باوا فرید الدین صاحب کو ابن بطوطہ نے غلطی سے بداونی لکھا ہے۔ شاید اُس کو نظام الدین اولیا کا خیال رہا۔ آپ کی پیدائش ۵۶۹ھ ہجری اور وفات ۶۶۴ھ میں ہوئی۔ شاہ عبدالحق نے تاریخ وفات ۶۶۴ھ ہجری لکھی ہے۔ حیدرآباد کا مشہور شمس الامرائی خاندان باوا صاحب کی اولاد سے ہے۔

فصل (۶) ستی کا حال

ستی میں شیخ صاحب کی زیارت سے واپس آتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ہمارے خیمہ گاہ کی جانب سے بھاگے ہوئے چلے آتے ہیں اور اُن میں بعضے ہمارے آدمی بھی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ایک ہندو مرگیا تھا اور اُس کے جلانے کے واسطے جو چتا تیار کی گئی ہے اُس میں اُس کی عورت بھی ساتھ جلیگی۔ جب وہ دونوں جل چکے تو ہمارے

ہمراہی واپس آئے کہتے تھے کہ عورت میت کے ساتھ چمٹ کر جل گئی۔ ایک اور دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک ہندو عورت بناؤ سنگار کئے ہوئے گھوڑے پر سوار جاتی تھی اور ہندو مسلمان اُس کے پیچھے پیچھے تھے آگے آگے نوبت بجتی جاتی تھی اور برہمن جو اُن کے بزرگ ہوتے ہیں ساتھ ساتھ تھے چونکہ بادشاہ کا علاقہ تھا اس لئے بادشاہ کی اجازت بغیر وہ جلا نہ سکتے تھے۔ بادشاہ نے جلانے کی اجازت دیدی اُس کے بعد جلایا۔ پھر کچھ مدت کے بعد یہ اتفاق ہوا کہ میں ایک شہر میں تھا۔ جس کے اکثر باشندے ہندو تھے اور جس کا نام ابرحی تھا۔ اس کا حاکم سامرہ قوم کا مسلمان تھا۔ اُس کے نواح میں نافرمان ہندو رہتے تھے ایک دفعہ انہوں نے رہزنی کی تو امیر ہندو مسلمانوں کو ساتھ لے کر اُن سے لڑنے گیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی اور سات ہندو رعیت مارے گئے اُن میں سے تین کی عورتیں تھیں انہوں نے ستی ہونے کا ارادہ کیا۔ ستی ہونا ہندوؤں میں واجب نہیں ہے۔ لیکن جو رانڈیں اپنے خاوند کے ساتھ جل جاتی ہیں۔ اُن کا خاندان معزز گنا جاتا ہے اور وہ خود اہل وفا گنی جاتی ہیں۔ اور جو رانڈیں ستی نہیں ہوتیں اُن کو موٹے کپڑے پہننے پڑتے ہیں اور طرح طرح کی خواری میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے اور اُن کو اہل وفا بھی نہیں سمجھتے لیکن کسی کو ستی ہونے پر مجبور نہیں کیا جاتا جن تین بیواؤں نے ستی ہونے کا ارادہ کیا تھا تو وہ تین دن پہلے گانے بجانے اور کھانے میں مشغول ہوگئیں گویا دنیا سے رخصت ہونے کو تھیں اُن کے پاس ہر طرف سے عورتیں آتی تھیں اور چوتھے دن صبح کو اُن کے پاس ایک ایک گھوڑا لائے اور ہر ایک بیوہ بناؤ سنگار کر کے اور خوشبو لگا کر اُس پر سوار ہوئی اُس کے دائیں ہاتھ میں ناریل تھا جس کو اچھالتی جاتی تھی اور بائیں ہاتھ میں آئینہ تھا اُس میں منہ دیکھتی جاتی تھی اور برہمن اُس کے گرد جمع تھے اور اُس رشتہ دار اُس کے ساتھ تھے آگے آگے نقارے اور نوبت بجتی جاتی تھی ہر ایک ہندو اُسے کہتا تھا کہ میرا سلام میرے ماں باپ یا بھائی یا دوست کو کہنا اور وہ کہتی تھی اچھا اور ہنستی جاتی تھی میں بھی اپنے دوستوں کو لے کر اُن کے جلنے کی کیفیت دیکھنے گیا۔ ہم اُن کے ساتھ تین کوس گئے اور ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی بکثرت تھا اور درختوں کے انبوہ سے اندھیرا ہو رہا تھا بیچ میں چار

گنبد تھے۔ ہر ایک گنبد میں ایک ایک بت تھا اور گنبد کے بیچ میں پانی کا حوض تھا۔ اس پر درختوں کے سایہ کے سبب سے دھوپ نہ پڑتی تھی۔ تاریکی میں یہ جگہ گویا جہنم کا ٹکڑہ تھا جب یہ عورتیں ان گنبدوں کے پاس پہنچیں تو حوض میں اتر کر انہوں نے غسل کیا اور حوض میں غوطہ لگایا اور اپنے کپڑے اور زیورات اتار کر علیحدہ رکھ دیئے اور ان کی بجائے ایک موٹی ساڑھی باندھ لی حوض کے پاس ایک نیچی جگہ آگ دہکائی گئی اور جب اس پر سرسوں کا تیل ڈالا گیا تو وہ شعلہ مارنے لگی۔ پندرہ ایک آدمیوں کے ہاتھ میں لکڑی کے گٹھے بندھے ہوئے تھے اور دس ایک آدمی لکڑیوں کے بڑے بڑے کندے ہاتھ میں لئے ہوتے تھے نقارہ اور نفیری والے بیوہ کے انتظار میں کھڑے تھے آگ کو ایک رضائی کی اوٹ میں کر لیا تھا تاکہ اس عورت کی نظر اس پر نہ پڑے۔ ان میں سے ایک عورت نے رضائی کو زبردستی ان لوگوں کے ہاتھ سے چھین لیا اور کہا کیا میں جانتی نہیں کہ یہ آگ ہے مجھے ڈراتے ہو پھر اس نے آگ کی طرف ڈنڈوت کی اور اپنے تئیں ڈال دیا۔ اس وقت نقارے اور نفیریاں بجنی شروع ہوئیں لوگوں نے پتلی لکڑیاں جو ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے آگ میں ڈالنی شروع کیں اور اس کے اوپر بڑے بڑے کندے ڈال دئے تاکہ وہ عورت حرکت نہ کر سکے۔ حاضرین نے بھی نہایت شور کیا۔ میں یہ دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور گھوڑے سے گرنے کو تھا کہ مجھے میرے دوستوں نے سنبھال لیا اور میرا منہ پانی سے دھلوایا۔ میں وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی طرح ہندو اپنے تئیں دریا میں غرق کر دیتے ہیں۔ اکثر نہر گنگ میں ڈوب جاتے ہیں۔ گنگا کی طرف ہندو حج کے لئے جاتے ہیں اور اپنے مردوں کی راکھ بھی اس میں ڈالتے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ اس دریا کا منبع بہشت میں سے ہے جب کوئی شخص اپنے تئیں دریا میں ڈبو دیتا ہے۔ تو حاضرین سے کہہ دیتا ہے۔ کہ میں کسی دنیاوی تکلیف سے یا افلاس کے سبب ایسا نہیں کرتا بلکہ اپنے کسائی (گسائیں) کی رضامندی کے لئے کرتا ہوں۔ گسائیں ان کی زبان میں خدا کا نام ہے۔ جب وہ شخص ڈوب کر مر جاتا ہے۔ تو اس کو نکال کر جلاتے ہیں اور اس کی راکھ دریائے گنگ میں ڈال دیتے ہیں۔

Marfat.com

اوباوره

۵۱ اغلباً یہ شہر اباورہ ہے۔ جوروڑی کے ضلع میں ملک سندھ میں اب بھی ایک تعلقہ یعنی تحصیل ہے کہتے ہیں کہ وہ ۸۵۳ھ میں بسایا گیا تھا۔ اور ۱۵۵۲ء کی بنی ہوئی ایک بہت بڑی مسجد وہاں موجود ہے آبادی تین ہزار کے قریب ہے۔ آئین اکبری میں سرکار ملتان میں ایک محال اوباورہ لکھا ہے جو اغلباً یہی ہے۔

ستی

۵۲ ستی۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ ہندوؤں کے شاستر میں حکم ہے کہ متوفی کی جس قدر عورتیں ہوں یہ کشادہ پیشانی اپنے خاوند کے ساتھ جل جاویں۔ لیکن اُن کو نصیحت کرنی چاہئے کہ ایسا نہ کریں مگر بیواؤں کو اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ وہ اس سے جلنا پسند کرتی ہیں۔ مصنف دبستان المذاہب بھی یہی لکھتا ہے۔ "و بستم زن را در آتش انداختن نارواست و ہم چنیں زنے کہ خواہد ستی شود اورا بازداشتن جائز نیست واگر زن پس از مردن شوہر ستی نہ شود یعنی خود را نہ سوزاند باید کہ نزد خویشان بود و باکم خوری و بعبادت باری تعالےٰ پیوستہ مشغول باشد۔ و محققان گویند کہ مراد از ستی شدن انست کہ زن بعد از شوہر جمیع خواہش ہا را با شوہر بسوزاند بیش از مردن بہیر وجہ در زبان رمز زن شہوت است نہ آنکہ خود را با مردہ در آتش افگند چہ آں ناستودہ است"۔ ابن بطوطہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں کوئی عورت بادشاہی اجازت بغیر ستی نہ ہو سکتی تھی اور یہ بھی بڑی روک تھی کیونکہ بادشاہ کی اجازت ملنی کوئی آسان امر نہ تھا۔ اور جس صورت میں اجازت ملتی ہوگی وہاں اطمینان کر لیا جاتا ہوگا کہ عورت اپنی خوشی سے ستی ہونا چاہتی ہے اجازت کے آنے تک عورت کے غم اور رنج کی شورش بھی کم ہو جاتی ہوگی۔ چنانچہ ابوالفضل نے ستی ہونے والیوں کی چار قسمیں لکھی ہیں (۱) غم کے سبب سے بیہوش ہو جاتی ہیں اور رشتہ دار آگ میں جلا دیتے ہیں (۲) محبت کے سبب سے خوشی خوشی جل جاتی ہیں (۳) شرما شرمی جل جاتی ہیں (۴) رسم و عادت کے مطابق انکار نہیں کر سکتیں (۵) خاوند کے وارث بغیر مرضی کے جلا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہی اجازت کی قید اس قدر ضرور مفید ہوگی کہ قسم دوم کے سوا اور کوئی عورت ستی نہیں ہو سکتی ہوگی۔ دسمبر ۱۸۲۹ء میں لارڈ بنٹنک نے ستی ہونے اور اس میں مدد کرنے کو جرم قرار دے کر اس بے رحم رسم کا خاتمہ کر دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے لاکھوں جانوں کے بچانے کا ثواب حاصل کیا۔ لیکن اب بھی کبھی کبھی کوئی بگڑے دل یہ حرکت کر بیٹھتی ہے۔

۵۳ گسائی۔ یہ لفظ اغلباً گسائیں ہے جس کے معنے زمین کا مالک ہے۔

فصل (۷) سرستی

اجودھن سے چل کر ہم سرستی (سرسہ) پہنچے یہ شہر بڑا ہے وہاں چاول بہت ہوتے ہیں

Marfat.com

اور راستے بھی ہوتے ہیں اور وہاں سے دہلی بھیجے جاتے ہیں اور اُس کا محاصل بھی بہت ہے۔ حاجب شمس الدین بوشنجی نے مجھے تعداد بتلائی تھی یاد نہیں رہی۔

حاشیہ ۵ سرستی۔ قدیم تاریخوں میں سرسہ کا نام سرستی لکھا ہے آئین اکبری میں سرسہ لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ دریائے سرسوتی پر واقع ہونے کے سبب سے اس کا اصل نام سرستی ہی ہو اور سرسہ بطور غلط عوام کے مشہور ہو گیا ہو۔ جو لوگ اس کی وجہ تسمیہ راجہ سارس کے نام سے مشہور کرتے ہیں غلط ہے۔ موجودہ شہر ۱۸۳۷ء میں میجر تھارسبی نے آباد کیا تھا۔ اب اُس کی آبادی سترہ ہزار کے قریب ہے پرانا شہر جو ۱۷۸۳ء کے قحط میں برباد ہو گیا تھا۔ موجودہ شہر کے جنوب مغرب میں بستا تھا۔ اب بھی وسیع کھنڈرات نظر آتے ہیں۔ پہلے اس شہر کے نیچے دریائے گھگر کی ایک شاخ بہتی تھی اب خشک ہو گئی ہے۔ اُس وقت میں شاید چاول اچھا اور بکثرت پیدا ہوتا ہو لیکن اب بھی دریائے گھگر یعنی سرستی کے کنارے علاقہ رانیہ میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اگرچہ اس قدر عمدہ قسم کا نہیں جیسا کہ ابن بطوطہ لکھتا ہے ابن بطوطہ کے وقت تک یہ شہر صوبہ دار کے رہنے کی جگہ تھی کیونکہ اُس وقت تک حصار کا شہر فیروز شاہ نے آباد نہیں کیا تھا۔

فصل (۸) ہانسی

ہانسی پھر وہاں سے ہم ہانسی گئے۔ یہ ایک خوبصورت اور مضبوط شہر ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں اُس میں ہیں اُس کی فصیل بھی اونچی ہے کہتے ہیں کہ ایک ہندو راجا تورا نے اس کو بنایا تھا اور اُس راجہ کے متعلق یہ لوگ بہت سی حکایات بیان کرتے ہیں۔ قاضی کمال الدین صدر جہاں قاضی القضاۃ ہندوستان اور اُس کا بھائی قطلوخاں بادشاہ کا اُستاد اور اُن کا بھائی شمس الدین جو ہجرت کر کے مکہ چلا گیا تھا۔ اور وہاں ہی مر گیا تھا۔ اس شہر کے رہنے والے ہیں۔

۵ یہ شہر اب ضلع حصار میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ موجودہ آبادی سولہ ہزار کے قریب ہے کہتے ہیں کہ انگ پال تور نے اس کو آباد کیا تھا۔ اغلباً ابن بطوطہ نے تورا سے یہی راجہ مراد لیا ہے یا اُس کی مراد راجہ پتھورا سے ہو جس نے اس قلعہ کو از سر نو بنایا تھا۔ حصار کے آباد ہونے سے پہلے یہ بھی حاکم نشین جگہ تھی ۱۷۸۳ء کے قحط میں یہ شہر بالکل غیر آباد ہو گیا تھا ۱۷۹۸ء میں جارج طامس نے اس کو پھر کر آباد کیا اور قلعہ کو از سر نو مرمت کر کے اپنی دارالحکومت مقرر کی ۱۸۰۲ء میں سرکار انگریزی کے قبضہ میں آیا تو یہاں چھاونی ڈالی گئی ۱۸۵۷ء تک چھاونی رہی

Marfat.com

سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان محمود غزنوی اور سلطان مسعود غزنوی کے حملات کے
یہ قلعہ نہایت مضبوط سمجھا جاتا تھا۔ آئین اکبری میں فقط یہ لکھا ہے "قلعہ دارد از خشت پختہ"۔

فصل (۹)، مسعود آباد و پالم

پھر ہم دو دن کے بعد مسعود آباد پہنچے یہ شہر دہلی سے دس کوس درے ہے اور وہاں تین دن ٹھیرے۔ ہانسی اور مسعود آباد دونوں ملک ہوشنگ ابن ملک کمال گرگ کی جاگیر میں ہیں جب ہم پہنچے تو بادشاہ دارالخلافہ میں نہ تھے اور قنوج کی طرف گئے ہوئے تھے۔ قنوج دہلی سے دس منزل ہے۔ دہلی میں بادشاہ کی والدہ مخدومہ جہاں اور وزیر احمد بن ایاز رومی یعنی خواجہ جہاں موجود تھے وزیر نے ہم میں سے ہر ایک کے لئے اُسی کے مذاق اور مرتبہ کے مطابق آدمی استقبال کیلئے بھیجا میرے استقبال کو شیخ بسطامی اور شریف مازندرانی جو پردیسیوں کا حاجب ہے اور فقیہ علاء الدین قنبرہ ملتانی آئے وزیر نے ہمارے آنے کی خبر سلطان کو دی اور ڈاک میں بھیجی تیسرے دن اُس کے پاس جواب آگیا اور اسی سبب سے تین دن ہمیں مسعود آباد ٹھیرنا پڑا اور تین دن کے بعد ہمارے استقبال کو قاضی اور فقیہ اور مشائخ اور امرا آئے۔ مصر میں جن لوگوں کو امیر کہتے ہیں اس ملک میں ملک کہتے ہیں اور شیخ ظہیر الدین زنجانی بھی آئے وہ سلطان کے نہایت معزز مقرب ہیں۔ پھر ہم مسعود آباد سے چل کر ایک گاؤں کے قریب ٹھیرے جس کو پالم کہتے ہیں یہ گاؤں سید شریف ناصر الدین مطہر اوہری کی جاگیر میں ہے یہ سید صاحب بادشاہ کے مصاحبوں میں سے ہیں اور بادشاہ کی سخاوت سے اُنھوں نے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔ پالم

سلہ مسعود آباد۔ اکبر بادشاہ کے وقت تک یہ قصبہ آباد تھا۔ آئین اکبری میں لکھا ہے کہ یہاں ایک پرانا خشتی قلعہ ہے اغلباً یہ شہر وہی بہادر گڑھ قصبہ ہے جسکے کھنڈرات اب بھی نجف گڑھ کے قریب موجود دہلی سے بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اُسکا فاصلہ پالم سے چھ یا سات میل ہوگا۔ مسعود آباد دہلی اور سرسہ کے راستہ پر نہ تھا چونکہ ملک ہوشنگ بن کمال الدین گرگ کی جاگیر میں جو خداوندزادہ کے استقبال کے لئے آگیا تھا ہانسی اور مسعود آباد دونوں تھے۔ اِس لئے وہ انکو اُس رستہ سے لے گیا ہے۔ شمس سراج نے فیروز شاہ کے سندھ سے دہلی پہنچنے کا جو رستہ لکھا ہے وہ بھی معمولی

سڑک تھی جو رہتک و ہم و ہانسی ہو کر آتی ہے۔

۵۲ پالم۔ یہ گاؤں اب بھی دہلی کی تحصیل میں موجود شہر سے ۱۱ میل کے فاصلے پر اس ریلوے پر جو دہلی سے ریواڑی کو جاتی ہے واقع ہے اور دہلی سے چل کر پہلا اسٹیشن ہے۔

باب ۳۔ دہلی

فصل (۱) شہر دہلی اور اس کی فصیل

دوپہر کے وقت ہم دارالخلافہ دہلی میں پہنچے۔ یہ ایک عظیم الشان شہر ہے اور اس کی عمارات میں خوبصورتی اور مضبوطی دونوں پائی جاتی ہیں۔ اس کی فصیل ایسی مضبوط ہے کہ دنیا بھر میں اس کا نظیر نہیں اور مشرق میں کوئی شہر خواہ اسلامی ہو خواہ غیر اسلامی اس کی عظمت کا نہیں بڑا فراخ شہر ہے اور سب آباد ہے۔ اصل میں چار شہر ہیں جو ایک دوسرے کے متصل واقع ہیں۔ اول دہلی جو پرانا ہندوؤں کے وقت کا شہر ہے۔ وہ ۵۸۴ھ ہجری میں فتح ہوا تھا اور دوسرا شہر سیری ہے اس کو دارالخلافہ بھی کہتے ہیں یہ شہر بادشاہ نے غیاث الدین خلیفہ مستنصر العباسی کے پوتے کو دیدیا تھا۔ جب وہ دہلی میں مقیم تھا۔ سلطان علاء الدین اور قطب الدین اسی شہر میں رہتے تھے۔ تیسرا شہر تغلق آباد ہے اس کو بادشاہ کے باپ غیاث الدین تغلق شاہ نے آباد کیا تھا۔ غیاث الدین ایک روز سلطان قطب الدین خلجی کی ملازمت میں کھڑا تھا اس وقت اس نے عرض کی کہ اے اخوندعالم اس جگہ ایک نیا شہر بنانا چاہیے بادشاہ نے طنز سے کہا کہ تو بادشاہ ہو جاوے تو یہاں شہر آباد کیجو جب وہ تقدیر خدا سے بادشاہ ہو گیا تو اس نے یہ شہر آباد کیا۔ اور اپنے نام پر اس کا نام تغلق آباد رکھا یوتھا شہر جہاں پناہ ہے اس میں سلطان محمد شاہ تغلق بادشاہ حال رہتا ہے اور اس نے اس شہر کو آباد کیا ہے۔ بادشاہ کا ارادہ تھا کہ چاروں شہروں کو ملا کر ایک فصیل ان کے گرد بناوے اور بنائی شروع بھی کی تھی۔ لیکن بہت خرچ دیکھ کر ادھوری چھوڑ دی۔ شہر کی فصیل تمام دنیا میں بے نظیر ہے۔

اس کا عرض گیارہ ہاتھ ہے۔ اس میں کوٹھریاں اور مکانات بنے ہوئے ہیں جس میں چوکیدار اور دروازوں کے محافظ رہتے ہیں اور غلے کے کھتے بھی جنکو انبار کہتے ہیں فصیل میں بنے ہوئے ہیں منجنیق اور لڑائی کے سامان (اور عرادات) بھی ان ہی گوداموں میں رکھے جاتے ہیں۔ غلہ بھی اُن ہی میں جمع کرتے ہیں یہ غلہ ہر ایک آفت سے محفوظ رہتا ہے اور رنگ بھی نہیں بدلتا۔ میرے سامنے ان گوداموں میں سے چاول نکالے گئے اُن کا رنگ اوپر سے سیاہ ہو گیا تھا۔ لیکن مزہ میں کچھ فرق نہ آیا تھا۔ کنگنی یا جوار بھی اس سے نکال رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ شاہ بلبن کے وقت جس کو نوے سال ہوئے ہیں یہ غلے بھرے گئے تھے۔ فصیل کے اوپر کئی سوار اور پیادے تمام شہر کے گرد گھوم سکتے ہیں۔ شہر کے اندر کی طرف گوداموں میں تابدان ہیں جن میں سے روشنی پہنچتی ہے۔ اس فصیل کے نیچے کا حصہ پتھر کا بنا ہوا ہے اور اُوپر کا حصہ پختہ اینٹوں کا۔ برج تعداد میں بہت اور قریب قریب ہیں۔ اس شہر کے اٹھائیس دروازے ہیں اُن میں سے بعض کا نام ذکر کرتے ہیں۔ بداؤں دروازہ جو ایک بڑا دروازہ ہے شہر بداؤں کے نام مشہور ہے۔ مندوی دروازہ جس کے باہر کھیت ہیں اور گل دروازہ جسکے باہر باغ ہیں اور نجیب دروازہ اور کمال دروازہ کسی شخص کے نام پر ہیں۔ اور غزنی دروازہ جس کے باہر عیدگاہ اور بعض قبرستان ہیں اور پالم دروازہ جو پالم گاؤں کی طرف ہے۔ اور بجالصہ دروازہ جس کے باہر دہلی کے کل قبرستان ہیں۔ قبرستان خوبصورت ہیں ہر ایک قبر پر گنبد نہیں تو محراب ضرور ہوتی ہے اور بیچ میں گل شبو اور رائے بیل اور گل نسرین اور قسم قسم کی پھلواری لگی ہوئی ہے۔

سلہ دہلی۔ ابن بطوطہ کے وقت میں شہر کی آبادی چار جگہ تھی۔

(۱) دہلی۔ اس سے اصل پرانی دہلی یعنی اندرپت اور انگ پال کے پرانے قلعہ کی آبادی مراد نہیں ہے جو موجودہ شہر سے ۲ میل کے فاصلے پر متھرا کی سڑک پر واقع ہے۔ بلکہ رائے پتھورا کے قلعہ اور لال کوٹ کی آبادی مراد ہے جو موجودہ قطب کی لاٹھ کو گھیرے ہوئے تھا۔ لال کوٹ کو انگ پال تور دوم نے سمت ۱۱۰۹ مطابق ۱۰۵۲ء میں بنایا تھا۔ چنانچہ لوہے کی لاٹھ پر یہ تاریخ درج ہے۔ پرتھی راج المعروف بہ پتھورا نے شہر کو اور بڑھا کر لال کوٹ کو اس کے اندر بطور قلعہ کے لے لیا تھا۔

Marfat.com

لال کوٹ کی دیواریں کہیں کہیں اب بھی موجود ہیں اُس کا محیط سوا دو میل کا تھا - اور دیواریں تیس ۳۰ فٹ موٹی اور خلق سے لے کر چوٹی تک ساٹھ فٹ اونچی تھیں - رائے پتھورا کے قلعہ کا محیط ساڑھے چار میل کے قریب ہے - لیکن دیواریں لعل کوٹ کی دیواروں سے آدھی تھیں +

(۲) تغلق آباد - یہ قلعہ اور شہر ایک پہاڑی پر قطب صاحب ۴ میل مشرق کی جانب متھرا کی سڑک کے متصل واقع ہے - نیم دائرہ کی شکل میں بنا ہوا ہے کل محیط چار میل سے ایک فرلانگ یعنی ⅛ میل کم ہے - نیم دائرہ کا قاعدہ جنوب کی طرف ہے اُس کی لمبائی ایک میل ہے اس کے نیچے بند باندھ کر ایک جھیل بنائی گئی تھی - پہاڑ کی چٹان کو تراش کر اُس کے اوپر قلعہ کی فصیل بنائی ہے - میدان سے کل اونچائی ۹۰ فٹ ہے - جنوب مغربی گوشہ میں قلعہ اور شاہی محل تھا اُسکے قریب ہی غیاث الدین تغلق شاہ کا مقبرہ ہے - جو جھیل کے وسط میں واقع ہے - سنگ سُرخ اور سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے یہ عمارت نیچے سے گنبد کی چوٹی تک اسی فٹ اونچی ہے اور گنبد کا قطر باہر کی طرف سے ۴۴ فٹ ہے - کہتے ہیں کہ دونوں باپ بیٹے ایک ہی مقبرے میں آسودہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد بن تغلق شاہ کی نعش کو ٹھٹھہ واقع سندھ سے جہاں وہ مرا تھا دہلی میں دفن کرنے کے لئے لائے ہوں گے - ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ سلطان فیروز نے اُن شخصوں کی اولاد سے جن کو محمد شاہ تغلق نے بے قصور مار ڈالا تھا ابرانامے لے کر اُس کی قبر پر جو دارالامن میں تھی رکھوا دیا اور دارالامن وہ جگہ ہے جہاں غیاث الدین بلبن کا مقبرہ ہے - فیروز شاہ فتوحات میں لکھتا ہے کہ بادشاہ کے مقبرہ میں رکھوائے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقبرہ کو بھی دارالامن کہتے تھے - حال میں اس غلط فہمی سے کہ ابرانامے قبر کے اندر رکھے گئے تھے - قبروں کو کھود کر ابرانامے کی تلاش کی گئی - لیکن وہ نہ ملے معلوم ہوتا ہے کہ ابرانامے باہر مقبرہ کی عمارت کے اندر رکھے گئے کیونکہ فتوحات فیروز شاہی میں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں - "در مقبرہ تغلق شاہ گذاشتیم" اسکے یہ معنی کرنا کہ قبر کھود کر اسکے اندر رکھے سمجھ کا پھیر ہے - قلعہ میں اب گوجر آباد ہیں اور مقبرہ میں مسلمان زمیندار رہتے ہیں جو اپنے تئیں تغلق کی اولاد بتلاتے ہیں - شہر میں لکڑیاں لاکر فروخت کرتے ہیں - سنا گیا ہے کہ بہادر شاہ کے وقت میں جب قلعہ شاہجہانی آباد تھا تو یہ لوگ قلعہ میں لکڑیاں فروخت کرنے کیلئے آنا اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے اور وہاں ہرگز نہ جاتے تھے - خواہ اُنکو کسی قدر قیمت دی جاتی +

؎ سلطان محمد بن تغلق کا شہر جہاں پناہ دہلی اور سیری کے درمیان تھا جہاں اُس کے محل

ہزار ستون کے کھنڈرات واقع ہیں۔

(۴) سیری کا قلعہ اور شہر سلطان علاءالدین خلجی نے اپنے عہد میں بنوایا تھا۔ اب بھی قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو اس کے نشانات باقی ہیں اس کو قلعہ علاول بھی کہتے تھے۔

(۵) دہلی اور سیری کے جنوب اور مغرب میں پہاڑی تھی شمال اور مشرق میں محمد تغلق نے ایک شہر پناہ بنا کر دونوں شہروں کو ایک کر دیا تھا۔ اس وقت یہ شہر نہایت عظیم الشان شہر بن گیا تھا۔ ابن بطوطہ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس فصیل میں تغلق آباد شامل تھا۔ صحیح نہیں۔

(۶) ابن بطوطہ کے چلے جانے کے بعد اور سلطان محمد تغلق کے مرنے کے بعد فیروز شاہ نے نیا شہر فیروز آباد بسایا۔ یہ شہر ہمایوں کے مقبرہ سے لے کر موجودہ شہر کے شمال کی طرف پہاڑی تک چلا گیا تھا۔ اور موجودہ شہر کا وہ حصہ بھی جس میں کالی مسجد اور سلطان رضیہ کی قبر اور قدم شریف ہیں اس شامل تھا۔ موجودہ شہر کے دہلی دروازے کے باہر ہی اس شہر کا قلعہ تھا جہاں اب فیروز شاہ کی لاٹھ کھڑی ہے اس کتاب میں ایک نقشہ دیا جاتا ہے اس سے معلوم ہو گا کہ یہ شہر کس کس موقع پر تھے۔ مسالک الابصار کا مصنف جو ابن بطوطہ کا ہم عصر اور دمشق کا رہنے والا تھا۔ ایک سیاح شیخ مبارک کی روایت سے لکھتا ہے کہ دہلی کا شہر کئی شہروں کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ ان شہروں کے نام علیحدہ علیحدہ بھی ہیں۔ لیکن سب کو ملا کر دہلی کہتے ہیں شہر کا محیط چالیس میل ہے اور اس کے تین طرف بارہ بارہ ہزار قدم تک باغات ہیں اور مغرب کی طرف پہاڑی ہے ایک ہزار مدرسے اور دو ہزار چھوٹی بڑی مسجدیں اور ستر دار الشفا ہیں۔ شہر کے لوگ تالابوں کا پانی پیتے ہیں جو بارش کے وقت جمع کیا جاتا ہے کنوؤں کا پانی فقط سات ہاتھ نیچا ہے اور ان پر رہٹ لیے ہوئے ہیں۔ اب تجویز ہے کہ سیری اور فیروز شاہ کی دہلی کے درمیان نیا شہر تعمیر کیا جاوے۔

۵۲ رعادات۔ اس لفظ میں ابن بطوطہ نے غلطی کی ہے اصل میں یہ لفظ عرادہ ہے چھوٹا منجنیق ہوتا ہے جس سے قلعہ پر پتھر پھینکتے ہیں۔ چنانچہ نظامی نے قلعہ کی تعریف میں لکھا ہے۔

ے نہ عرادہ بر گرد او رہ شناس ۔ نہ از گردش منجنیقش ہراس۔ صراح میں عرادہ کے معنی منجنیق خورد کے لکھے ہیں۔ رعادہ عربی میں کوئی لفظ نہیں۔

۵۳ منجنیق۔ اس لفظ کی وجہ تسمیہ عجیب عجیب بیان کی گئی ہے بعضے فارسی من چہ نیک کا معرب بتلاتے ہیں۔ لیکن اغلباً یہ لفظ یونانی لفظ "من جانے کون" سے مشتق ہے جسکے معنے جادو

Marfat.com

اور کرتب کے ہیں۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ لفظ معرب ضرور ہے کیونکہ ج اور ق دونوں حروف کسی عربی لغت میں نہیں آسکتے۔ توپوں کی ایجاد سے پہلے یعنی سولھویں صدی تک ان آلاتِ کا استعمال قلعہ کی دیواریں توڑنے اور قلعہ کے اندر شعلہ گیر اور جلتی ہوئی اور بدبو اور سڑی ہوئی چیزیں اور پتھر پھینکنے کے لئے یورپ اور اسلامی ممالک اور چین میں کیا جاتا تھا۔ کرنیل یول نے مارکوپولو کے سفرنامہ میں ۱۰ تصویریں دی ہیں۔ ان میں سے ہم دو جو اسلامی ممالک میں مروج تھے یہاں نقل کرتے ہیں۔ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی نے جب اہل دہلی قلعہ بند ہوکر بیٹھ گئے تو منجنیقوں کے ذریعہ سے اُن کے پاس سونا اور چاندی کے پھینکے اور اسی طرح لالچ دیکر قلعہ کھلوالیا۔ بعضے مورخ لکھتے ہیں کہ محمد بن قاسم نے ۹۳ھ ہجری میں دیبل کے قلعہ پر ایسا منجنیق لگایا جس پر پانسو آدمی کام کرتے تھے۔ اور جس کا نام العروس یعنی دُلھن تھا۔

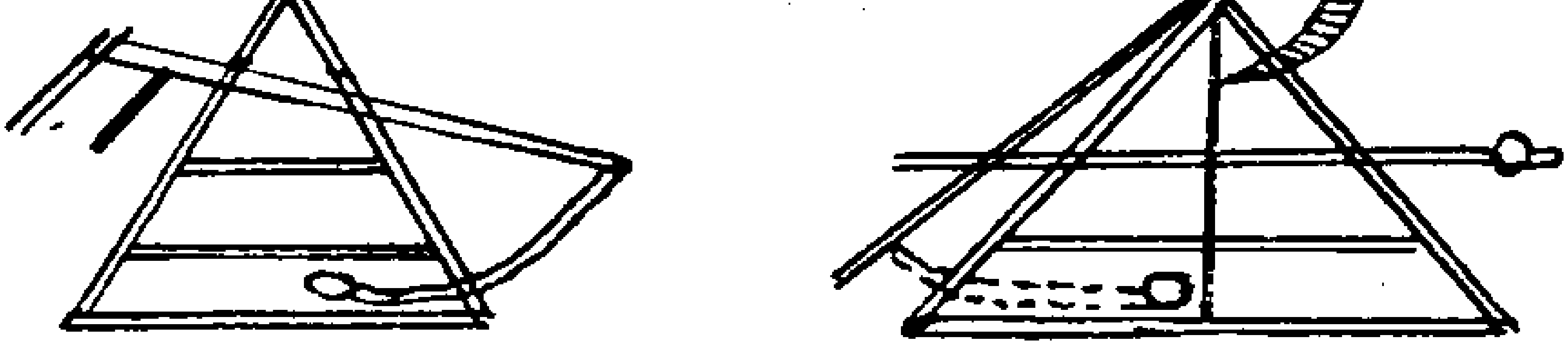

فصل (۲)۔ جامع مسجد و لوہے کی لاٹ و مینار

شہر کی جامع مسجد بڑی وسیع ہے۔ اُس کی دیواریں اور چھتیں اور فرش ہر ایک چیز تراشی ہوئی سفید پتھر کی بنی ہوئی ہے جسکو سیسہ لگا کر جوڑ لگایا ہے اور لکڑی کا اس میں نام نہیں۔ اس مسجد میں تیرہ گنبد ہیں جو پتھر کے ہیں اور ممبر بھی پتھر کا ہے۔ چار صحن ہیں اور اُس کے وسط میں ایک لاٹ ہے۔ معلوم نہیں کس دہات کی بنی ہوئی ہے۔ کسی نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ ہفت جوش یعنی سات دھاتوں کو جوش دے کر اُن سے یہ لاٹ بنائی گئی ہے۔ کسی نے اس لاٹ میں سے انگل بھر ٹکڑا تراشا ہے وہ جگہ نہایت چکنی ہے۔ لوہا اس میں اثر نہیں کرتا۔ اس کا طول تیس ہاتھ کا ہے۔ جو میں نے اپنی پگڑی سے ناپا تھا۔ مسجد کے اور شرقی دروازے کے باہر تانبے کے دو بڑے بڑے بت پتھر میں جڑے ہوئے پڑے ہیں۔ مسجد میں آنے جانے والے ان پر پاؤں رکھ کر جاتے ہیں۔ اس مسجد کی جگہ پہلے بت خانہ تھا۔ جب دہلی فتح ہوئی تو بت خانہ کی جگہ یہ مسجد تیار کی گئی۔ مسجد کے شمالی

Marfat.com

صحن میں ایک صومعہ (مینار) ہے جس کا نظیر اسلام کے کسی ملک میں نہیں پایا جاتا۔ یہ مینار سرخ پتھر کا بنا ہوا ہے حالانکہ مسجد سفید پتھر کی ہے۔ مینار کے پتھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُس کا اوپر کا چھتر خالص سنگ مرمر کا ہے۔ اور لٹو زر خالص کے ہیں اور اندر سے اُس کا زینہ اس قدر چوڑا ہے کہ اُس پر ہاتھی چڑھ جاتا ہے۔ ایک ثقہ آدمی نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ جب یہ مینار بنایا جاتا تھا تو میں نے ہاتھیوں کو اُس کے اوپر پتھر لے جاتے ہوئے دیکھا ہے اس مینار کو معزالدین بن ناصرالدین بن التمش نے بنوایا تھا اور قطب الدین خلجی نے ارادہ کیا تھا کہ غربی صحن میں ایک اور مینار بنا دے جو اُس مینار سے بہت بڑا اور اونچا ہو اور ایک تہائی کے قریب اُس نے بنوایا تھا کہ وہ مارا گیا اور سلطان محمد تغلق نے اُس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن پھر فال بد سمجھ کر اپنے ارادہ سے باز رہا ورنہ یہ مینار دنیا کے عجائبات میں سے ہوتا وہ اندر سے اس قدر چوڑا ہے کہ تین ہاتھی برابر اُس میں اوپر چڑھ سکتے ہیں اور یہ تہائی اس قدر بلند ہے جس قدر کہ صحن شمالی کا کل مینار۔ میں ایک دفعہ اُس پر چڑھا تھا تو میں نے دیکھا کہ شہر کے اونچے اونچے گھر اور فصیل باوجود بلندی کے چھوٹے چھوٹے معلوم ہوتے تھے اور اُس کی جڑ میں کھڑے ہوئے آدمی چھوٹے چھوٹے بچے معلوم ہوتے تھے۔ نیچے سے کھڑے ہو کر دیکھنے سے یہ نامکمل مینار بسبب کلانی اور وسعت کے کم اونچا معلوم ہوتا ہے۔ سلطان قطب الدین خلجی نے ارادہ کیا تھا کہ وہ سیری میں ایک ایسی مسجد بنا دے لیکن فقط ایک دیوار اور محراب کے سوا نہ بنا سکا۔ اُس نے سفید اور سرخ اور سبز و سیاہ پتھروں کی تعمیر شروع کی تھی اگر بن جاتی تو ایسی مسجد کسی ملک میں نہ ہوتی۔ سلطان محمد نے اس کے بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ اور معماروں اور کاریگروں نے اندازہ کرایا تھا تو معلوم ہوا کہ اُس میں ۳۵ لاکھ روپیہ لگیگا۔ خرچ کثیر دیکھ کر اُس نے ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن بادشاہ کا ایک مصاحب کہتا تھا کہ فال بد کے سبب سے اُس نے بنانا شروع نہیں کیا۔ کیونکہ قطب الدین اُس کے شروع کرتے ہی مارا گیا تھا۔

سوقوت الاسلام

۱؎ جامع مسجد۔ اس مسجد کا نام قوت الاسلام تھا۔ پہلے اس جگہ رائے پتھورا کا بت خانہ تھا

سلطان معزالدین محمد بن سام نے جس کا دوسرا نام شہاب الدین غوری ہے ۵۸۹ھ ہجری میں دہلی فتح کرنے کے بعد اپنے غلام اور سپہ سالار قطب الدین ایبک کی معرفت اس مسجد کی بنیاد ڈلوائی اصل میں یہ مسجد ۵۹۴ھ ہجری میں پانچ درکی بنائی گئی تھی۔ اسی درجے پر یہی سال تعمیر درج ہے پھر ۶۲۷ھ ہجری میں تین تین در کے دو درجے دونوں طرف شمس الدین التمش نے زیادہ کئے ابن بطوطہ کے وقت میں چوتھا درجہ بھی بنا ہوا موجود تھا لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اس کے فقط دو در تھے۔ کیونکہ اس نے گنبدوں کی تعداد بجائے چودہ کے فقط تیرہ لکھی ہے۔ اگر چوتھا درجہ پورا ہو جاتا تو چودہ گنبد ہوتے۔ آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ پانچواں اور چوتھا درجہ سلطان علاء الدین خلجی نے ۷۱۱ھ ہجری میں بنانے شروع کئے مگر پورے نہ ہونے پائے لیکن ابن بطوطہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پانچویں درجے کا نام ونشان بھی اس وقت نہ تھا اور چوتھے درجے کی بابت بھی غیر مکمل ہونا اس نے درج نہیں کیا۔ میری رائے میں پانچویں درجے کو کسی نے شروع نہیں کیا۔

اب گیارہ در موجود ہیں جن میں سے تین بڑے در ہیں اور آٹھ چھوٹے۔ اور ان گیارہ دروں کا طول ۳۸۵ فٹ ہے۔ بڑی محراب ۵۳ فٹ اونچی اور ۲۲ فٹ چوڑی ہے فرگسن صاحب لکھتے ہیں کہ ان محرابوں کی اونچائی اور قطب مینار کے سبب سے اس مسجد کو دنیا کے عجائبات میں شمار کرنا چاہیے۔ مسالک الابصار کا مصنف ابن بطوطہ کے اس قول کی تائید کرتا ہے۔ کہ اس مسجد کا نظیر وسعت اور خوبصورتی میں تمام دنیا میں نہیں۔ امیر خسرو نے اس مسجد کی تعریف قران السعدین میں کی ہے جس کا پہلا شعر ہم درج کرتے ہیں ؎ مسجد او جامع فیض آلہ۔ زمزمہ خطبہ او تا بماہ مسجد کے دروازے کے نیچے جو بت پڑے ہوئے تھے۔ وہ بکرماجیت کا بت تھا۔ جو التمش اجین کی فتح کے وقت مہاکال کے مندر میں سے اٹھا کر دہلی لے آیا تھا بداونی لکھتا ہے "وتمثال بکرماجیت را وتمثالے چند دیگر را کہ از برنج ریختہ بودند آوردہ در پیش مسجد دہلی کہنہ بردو فرمود تا لگدمال خلائق باشند"۔ یہ واقعہ ۶۳۲ھ ہجری کا ہے۔

لوہے کی لاٹ ۵۲ لوہے کی لاٹ۔ جنرل کننگھم نے ایک چھوٹا سا ٹکڑا تراش کر ڈاکٹر طامس اور ڈاکٹر پرسی کے معائنہ کے لئے بھیجا تھا۔ ان دونوں کی رائے ہے کہ لاٹ خالص لوہے کی بنی ہوئی ہے بشمول بشک

یہ ہے۔ کہ سات دھاتوں کو ملا کر بنائی گئی تھی۔ یہ لاٹ بیس فٹ ۲۔ انچ اونچی اور ساڑھے ۸ فٹ زمین سے باہر ہے۔ ستہ میں لاٹ کا قطر ۱۶۔ انچ ہے اور زمین کے نیچے ۲ فٹ ۴۔ انچ۔ یہ پیمائش ابن بطوطہ کی پیمائش سے مختلف ہے۔ تعجب یہ ہے کہ چودہ سو سال ہوئے۔ لیکن اس پر زنگ نہیں آیا۔ مغربی رخ کی طرف چھ سطریں سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو راجہ دھاؤ نے بنایا تھا۔ پرنسپ صاحب نے کتبہ میں اس طرح پڑھا تھا۔ لیکن اور سنسکرت دانوں نے جو پڑھا تو راجہ دھاؤ کا نام اس میں نہ پایا۔ مشہور روایت یہ ہے کہ اس کو اننگ پال تو ادالمعروف بہ بیلن دیو نے آٹھویں صدی میں دہلی کا راجہ تھا ایک برہمن کے کہنے سے بنایا تھا۔ اور شیش ناگ کے سر میں گاڑا تھا۔ لیکن یہ محض کہانی معلوم ہوتی ہے۔ اب جس طرح اس کتبہ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ وہ ہم لاٹ کی تصویر کے نیچے درج کرینگے۔

قطب کی لاٹ

قطب مینار۔ یہ مینار مسجد قوت الاسلام کے جنوب شرقی گوشہ پر جمعہ کی اذان کے لئے بطور ماذنہ بنایا گیا تھا۔ جیسا کہ پہلی منزل کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے اس کو قطب الدین ایبک نے سلطان معزالدین بن سام کے حکم کے مطابق بنانا شروع کیا۔ اور سلطان شمس الدین التمش ۶۲۹ ہجری میں اس کی تکمیل کی۔ ۷۷۰ ہجری میں فیروز شاہ نے اور ۹۰۹ ہجری میں بہلول شاہ لودھی نے اس کی مرمت کرائی۔ ۱۸۰۳ء میں زلزلہ کے باعث اوپر کی چھتری گر پڑی تھی اور کل مینار مرمت طلب ہو گیا تھا۔ سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی نے میجر رابرٹ سمتھ کی معرفت ساڑھے سال کا عرصہ ہوا۔ اس کی مرمت کروائی اور ایک لاکھ کے قریب روپیہ خرچ کیا اب موجودہ مینار پانچ منزل ہے۔ سب سے نیچے کی منزل ۹۵ فٹ اونچی ہے اور پانچویں منزل ۲۲ فٹ ۴۔ انچ اونچی ہے۔ کل اونچائی ۲۳۸ فٹ ہے۔ تہ کا قطر ۴۷ فٹ ۲۔ انچ ہے اور چوٹی کا ۹ فٹ۔ یہ مینار تہ سے چوٹی تک مسلمان بادشاہوں کا بنایا ہوا ہے۔ اور یہ کہانی کہ اصل میں اس کو راجہ پتھورا نے بنایا تھا۔ اور وہ یا اسکی دختر اسکی چوٹی پر سے ہر روز صبح کو جمنا کی زیارت کرتی تھی۔ بالکل بے اصل ہے۔ سیڑھیوں کی تعداد ۳۷۸ ہے ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اس کو معزالدین کیقباد نے تعمیر کرایا یہ غلط ہے۔ اس کو فقط معزالدین بن سام اور معزالدین کیقباد کے ہمنام ہونے سے غلطی واقع ہوئی ہے۔ اور اسی طرح وہ اس راوی کا مطلب نہیں سمجھا جس نے اس کے سامنے بیان کیا تھا کہ اس مینار پر ہاتھی چڑھ

Marfat.com

جاتے تھے اور چھڑے جاتے تھے راوی کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ باہر کی طرف جب تعمیر کے لئے پاڑ بندھی ہوئی تھی ہاتھی چھڑے کر اوپر جاتے تھے۔

ثانی لاٹ ۵۴ اس مینار سے ۴۲۵ فٹ کے فاصلے پر سلطان علاء الدین خلجی نے ایک اور مینار بنانا شروع کیا تھا اس سے اسکی بنیاد اس مینار سے دوہری اٹھائی تھی۔ لیکن وہ اس کو فقط ۸۰ فٹ بنانے پایا تھا کہ تعمیر کسی سبب سے بند ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ اس کا ارادہ اس کو سنگ مرمر سے منڈھنے کا تھا اور وہ سنگ مرمر بعد میں ہمایوں کے مقبرہ میں . . . . استعمال کیا گیا۔ ابن بطوطہ نے اس کو بنے ہوئے مینار کی بلندی میں غلطی کی ہے۔ ابن بطوطہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مینار کی تعمیر قطب الدین خلجی نے شروع کی تھی۔ یہ شاید زیادہ تر صحیح ہو اور چونکہ وہ جلدی ہی مارا گیا اس کے نامکمل رہنے کی بھی کافی وجہ ہے۔ ہم اس مسجد کے خاکے کا نقشہ دیتے ہیں جو کننگم صاحب نے تیار کیا تھا۔

فصل ۱۳۔ شہر کے حوض شمسی و حوض خاص

حوض شمسی شہر دہلی کے باہر ایک حوض ہے جو سلطان شمس الدین التمش کی طرف منسوب ہے اہل شہر اس کا پانی پیتے ہیں اور شہر کی عیدگاہ بھی اسی کے قریب ہے اس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے طول اس کا دو میل اور عرض ایک میل کے قریب ہے۔ اور اس کے غربی طرف عیدگاہ کی جانب پتھر کے گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ جو چبوتروں کی شکل میں ہے اور کئی چبوترہ نیچے اوپر بنے ہوئے ہیں۔ چبوتروں سے پانی تک سیڑھیاں ہیں اور ہر ایک چبوترہ کے کونے پر گنبد بنا ہوا ہے جس میں تماشائی بیٹھ کر سیر کرتے ہیں۔ اور حوض کے وسط میں بھی منقش پتھروں کا گنبد بنا ہوا ہے یہ گنبد دو منزلہ ہے۔ جب تالاب میں پانی بہت ہوتا ہے تو کشتیوں میں بیٹھ کر اس گنبد تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب پانی تھوڑا ہوتا ہے۔ تو اکثر آدمی ویسے ہی چلے جاتے ہیں اس کے اندر ایک مسجد ہے اکثر زاہد اور متوکل وہاں جاکر رہتے ہیں۔ جب حوض کے کنارے سوکھ جاتے ہیں تو ان میں نیشکر اور ککڑی اور کھیری اور تربوز اور خربوزے بو دیتے ہیں۔ خربوزہ اس میں چھوٹا لیکن نہایت شیریں ہوتا ہے۔ دہلی اور دارالخلافہ کے درمیان ایک اور حوض ہے۔ جس کو حوض خاص حوض خاص

کہتے ہیں۔ یہ حوض حوض شمسی سے بھی بڑا ہے اور اس کے کناروں پر چالیس کے قریب گنبد ہیں اس کے گرد اہل طرب رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے اسے طرب آباد کہتے ہیں یہاں اہل طرب کا ایک بازار ہے جو بہت بڑا ہے اور اس میں ایک مسجد جامع بھی ہے اور سوا اس کے اور مسجدیں بھی ہیں۔ کہتے ہیں گانے بجانے والی عورتیں جو اس محلہ میں رہتی ہیں رمضان شریف میں تراویح کی نماز جماعت سے پڑھتی ہیں۔ اور ان کے امام مقرر ہیں۔ عورتیں تعداد میں بہت ہیں اور ڈوم ڈھاڑی بھی بہت ہیں اور میں نے امیر سیف الدین ابن مہنی کی شادی میں دیکھا کہ جونہی اذان ہوئی ہر ایک ڈوم وضو کرکے اور مصلّے بچھا کر نماز پر کھڑا ہو گیا۔

حوض شمسی — سلہ حوض شمسی۔ اس حوض کو سلطان شمس الدین التمش نے بنوایا تھا۔ کسی زمانے میں یہ حوض تمام سنگ سرخ سے بنا ہوا تھا۔ اب دیواریں اور پتھر بالکل اکھڑ گئے ہیں۔ اس تالاب کا پانی ایک جھرنہ بنا کر فیروز شاہ تغلق آباد میں لے گیا تھا۔ اب بھی یہ تالاب دو سو جیتر بیگہ پختہ میں ہے۔ فیروز شاہ نے فتوحات فیروزی میں لکھا ہے کہ میں نے اس حوض کے پانی آنے کے رستے کھلوائے جو زمینداروں نے بند کر دئے تھے۔ اس حوض کے کنارے پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مزار ہے۔ جو نہایت دلچسپ جگہ ہے۔ انکا سنہ ولادت ۹۵۸ ہجری اور سنہ وفات ۱۰۵۲ ہجری ہے۔ امیر خسرو قران السعدین میں اس حوض کی تعریف لکھتے ہیں سہ در کمر سنگ میان دو کوہ۔ آب گہر صنوہ دریا شکوہ۔ اب پھر بہت کم پانی آتا ہے۔ سنگھاڑہ اب بھی اس تالاب کا مشہور ہے۔

حوض خاص — سلہ حوض خاص۔ سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں اس حوض کو فیروز شاہ کا بنایا ہوا لکھا ہے۔ یہ غلطی سید صاحب کو کتب سے واقع ہوئی ہے لیکن فتوحات فیروزی سے معلوم ہوتا ہے کہ فیروز شاہ نے فقط اس حوض کو صاف کرکے اس کی مرمت کرائی تھی۔ یہ حوض در اصل سلطان علاء الدین خلجی کا بنایا ہوا ہے۔ فیروز شاہ کا مقبرہ بھی اسی تالاب پر ہے۔ . . . .
یہ حوض قطب صاحب کے رستے پر ہے۔ . . . . . اور سڑک سے شمال کی جانب دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

فصل (۴) مزارات

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی — مزارات میں مشہور قبر شیخ الصالح قطب الدین بختیار کاکی کی ہے۔ ان کی قبر کی برکت

Marfat.com

مشہور ہے اور لوگ اُس کی بہت تعظیم کرتے ہیں۔ ان خواجہ صاحب کا نام کاکی اس سبب سے مشہور ہوگیا تھا کہ اُن کے پاس جو مقروض اور مفلس آتے تھے اور قرض اور افلاس کی شکایت کرتے تھے۔ یا کوئی ایسا شخص آتا تھا جس کی بیٹی جوان ہوتی تھی اور شادی کا سامان اُس کے پاس نہ ہوتا تھا تو خواجہ صاحب اُن کو ایک کاک سونے یا چاندی کی دیدیا کرتے تھے۔ دوسرا مزار فقیہ نور الدین کرانی کا ہے۔ تیسرا فقیہ علاء الدین کرانی کا۔ یہ مزار پُر برکت ہے اور نور اُس پر برستا ہے۔ اور یہ مکان عیدگاہ کی پشت کی طرف ہے۔ اس جگہ اور بھی بہت سے اولیا کے مزار ہیں

(حاشیہ) سلہ شیخ الصالح قطب الدین بختیار کاکی۔ بن خواجہ کمال اوشی اوش (جو فرغانہ یعنی توقند کا ایک شہر ہے) کے رہنے والے تھے۔ اصفہان میں خواجہ معین الدین چشتی کی ملازمت حاصل کرکے اُن کے مرید ہوگئے اور اُن کے حکم سے دہلی میں توطن اختیار کیا۔ کاکی مشہور ہونے کی وجہ فرشتہ نے یہ لکھی ہے کہ آپ کی بیوی ایک شخص شرف الدین بقال سے کبھی کبھی ضرورت کے وقت قرضہ لے لیا کرتی تھیں۔ شرف الدین کی بیوی نے خواجہ صاحب کی بیوی کو طعنہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ قرض نہ لیا کرو اور فلانے طاق میں سے جب بچوں کو ضرورت ہو کاک (ٹکیا) نکال کر دیدیا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ ہاتھ طاق میں ڈالتی تھی تو گرم اور تازہ کاک برآمد ہوتی تھی۔ چونکہ اب بھی آپ کا تبرک یہ ہی کاک ہے اس سے فرشتہ کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔ آپ کا مزار قطب صاحب میں زیارتگاہ عام ہے خاص قبر کی عمارت خام ہے شیر شاہ بادشاہ دہلی نے اس کے گرد ایک بہت وسیع چار دیواری بنادی تھی جس کے کئی دروازے اب بھی موجود ہیں۔ خانقاہ کی موجودہ عمارت جو کل سنگ مرمر کی ہے فرخ سیر بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے۔ آپ کے کلام میں سے بطور تبرک کے چند شعر درج کئے جاتے ہیں۔ ~

اے بگرد شمع رویت عالمے پروانہ — از لب شیریں تو شوریست در ہر خانہ

من بدیں آشنائی بے غم خون جگر — آشنا را حاصل ایں است وزے بیگانہ

قرب سکیں گر نباید سکندر عیش کن — عیب بنوز گر نیابے سکندر پیمانہ

کہتے ہیں کہ ایک روز قوال ایک مجلس میں شیخ احمد جام زندہ پیل کا یہ شعر ع کشتگان خنجر تسلیم را۔ ہر زماں از غیب جانے دیگر است۔ گا رہے تھے۔ آپ نے کئی دفعہ فرمائش کی اُسی کو گاؤ

عالم وجد میں جان دیدی - میر حسن دہلوی نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

جان بر یک بیت دادہ است آن بزرگ　　آرے این محو ہر زمان دیگر است

کشتگان خنجر تسلیم را　　ہر زمان از غیب جانے دیگر است

آپ کا انتقال سنہ ۶۳۳ ہجری میں ہوا - اسی سال میں سلطان شمس الدین التمش نے بھی وفات پائی

فصل (۵) علما و صلحا

علمائے زندہ میں شیخ محمود کیا ہیں یہ بڑے بزرگ ہیں لوگ مشہور کرتے ہیں کہ اُن کو دست غیب حاصل ہے کیونکہ وہ خرچ بہت کرتے ہیں اور کوئی ظاہرا ذریعہ آمدنی کا نہیں معلوم ہوتا - ہر مسافر کو روٹی دیتے ہیں اور روپیہ اور اشرفی اور کپڑے تقسیم کرتے ہیں اور اُن سے بہت سی کرامتیں بھی ظاہر ہوئی ہیں اور وہ کرامتیں مشہور ہیں - میں نے کئی بار اُن کی زیارت کی اور فیض حاصل کیا - شیخ علاء الدین نیلی دوسرے شخص ہیں یہ صاحب شیخ نظام الدین بداؤنی کے خلیفہ ہیں ہر جمعہ کو وعظ کہتے ہیں بہت سے لوگ اُن کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہیں اور سر منڈواکر صاحب وجد ہو جاتے ہیں - ایک دفعہ یہ صاحب وعظ کرتے تھے میں بھی حاضر تھا - قاری نے کلام اللہ کی یہ آیت پڑھی - یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیمٌ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِیدٌ شیخ نے اُس کو دوبارہ پڑھوایا تو ایک فقیر نے مسجد کے گوشہ سے چیخ ماری - شیخ صاحب نے آیت کو پھر پڑھوایا فقیر نے ایک اور چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر پڑا - میں نے بھی اُس کے جنازے کی نماز پڑھی - تیسرے عالم شیخ صدر الدین کہرانی ہیں صایم الدہر اور قایم اللیل ہیں دنیا کو بالکل ترک کیا ہوا ہے لباس اُن کا فقط ایک کمبل ہے - بادشاہ اور امیر اُن کی زیارت کو آتے ہیں - مگر وہ اُن سے چھپتے پھرتے ہیں - ایک دفعہ بادشاہ نے درخواست کی کہ لنگر کے خرچ کے واسطے کچھ دیہات قبول کر لیں لیکن شیخ نے انکار کیا - ایک دفعہ بادشاہ زیارت کے لئے آیا اور دس ہزار دینار نذر کئے شیخ

Marfat.com

نے قبول نہ کئے۔ یہ شیخ تین دن سے پہلے روزہ نہیں کھولتے۔ اُن سے کسی نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں جب تک مضطر نہیں ہوتا روزہ نہیں کھولتا۔ مضطر کو مردار بھی حلال ہے۔ چوتھے بزرگ امام الصالح یگانہ عصر فرید دہر کمال الدین عبد اللہ غاری ہیں۔ آپ شیخ نظام الدین بداونی کی خانقاہ کے پاس ایک غار میں رہتے ہیں میں نے تین دفعہ اُس غار میں آپ کی زیارت کی۔ اُن کی کرامت جو میں نے دیکھی وہ یہ ہے ایک دفعہ میرا ایک غلام بھاگ گیا میں نے اُس کو ایک ترک کے پاس پہچانا اور اُس کو واپس لینا چاہا۔ شیخ نے منع کیا کہ یہ شخص تیرے لائق نہیں جانے دے۔ اور چونکہ وہ ترک مجھ سے مصالحت کرنا چاہتا تھا میں نے سو دینار لے کر غلام اُس کے پاس چھوڑ دیا۔ چھ مہینے کے بعد میں نے سنا کہ اُس نے اپنے آقا کو قتل کر ڈالا۔ اُس کو بادشاہ کے پاس پکڑ کر لائے بادشاہ نے اُسے ترک کے بیٹوں کے حوالہ کر دیا کہ اپنا قصاص لے لیویں۔ انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ یہ کرامت دیکھ کر میں شیخ کا معتقد ہو گیا۔ اور دنیا کو ترک کر کے اُن کی ملازمت اختیار کی میں نے دیکھا کہ وہ دس دس دن اور بیس بیس دن کا روزہ رکھتے تھے اور رات کا اکثر حصہ عبادت میں گذارتے تھے اور میں اُس وقت تک جب تک کہ بادشاہ نے مجھے واپس بلا نہ بھیجا اور میں دنیا کو پھر نہ جا لپٹا اُن کی خدمت میں رہا خدا خاتمہ بالخیر کرے۔ اُس کی کیفیت آگے چل کر بیان کروں گا۔

۵۱ شیخ محمود کیا۔ اس بزرگ کا حال کسی تاریخ میں نظر نہیں پڑا۔ اُس زمانے میں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی بہت مشہور تھے۔ لیکن ابن بطوطہ نے کیا کا لفظ زیادہ لکھا ہوا ہے شاید اُس کی مراد کسی اور بزرگ سے ہو۔

۵۲ علاء الدین نیلی۔ آپ اودھ کے رہنے والے تھے اور سلطان نظام الدین اولیا کے خلیفہ تھے لیکن خود مرید نہیں کرتے تھے۔ آخر عمر میں فوائد الفواد کو خود نقل کیا اور اکثر پڑھتے رہتے تھے مولانا فرید الدین شافعی شیخ الاسلام اودھ کے شاگرد تھے۔ آپ کی قبر چبوترہ یاران کے پاس درگاہ سلطان نظام الدین اور محل کوشک کے بیچ میں ہے۔ اخبار الاخیار۔

باب (۴) دہلی کی تاریخ

فصل (۱) دہلی کی فتح

قطب الدین ایبک

قاضی القضاۃ علامہ کمال الدین محمد بن برہان الدین الملقب بہ صدر جہاں ذکر کرتے تھے۔ کہ دہلی کی فتح ۵۸۴ھ ہجری میں ہوئی تھی اور مسجد جامع کی محراب میں بھی یہی تاریخ لکھی ہوئی تھی جو میں نے خود پڑھی۔ دہلی کو قطب الدین ایبک نے فتح کیا ہو یہ شخص سلطان شہاب الدین محمد بن سام غوری بادشاہ غزنی وخراسان کا غلام اور اُس کی طرف سے سپہ سالاری کا عہدہ رکھتا تھا۔ اور یہ محمد بن غوری سلطان ابراہیم بن سلطان محمود غازی کے ملک پر جس نے ہندوستان کی فتح شروع کی زور سے قابض ہو گیا تھا سلطان شہاب الدین نے قطب الدین کو ایک بڑا لشکر دے کر ہندوستان پر بھیجا۔ اُس نے پہلے لاہور کو فتح کیا اور وہاں سکونت اختیار کی وہ ایک عظیم الشان بادشاہ ہو گیا۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے ایکدفعہ اس کی چغلی کھائی کہ وہ ہندوستان میں علیحدہ بادشاہت قایم کر کے اطاعت سے باہر ہونا چاہتا ہے۔ یہ خبر قطب الدین کو بھی پہنچ گئی۔ وہ تن تنہا غزنی میں آیا اور رات کو پہنچا۔ اُسی وقت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کے چغلخوروں کو اُس کے آنے کا علم نہ تھا۔ دوسرے روز جب بادشاہ دربار میں بیٹھا قطب الدین چھپ کر تخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے بادشاہ نے قطب الدین ایبک کا حال پوچھا۔ جن مصاحبوں نے اُس کی چغلی کھائی تھی بول اٹھے ہمیں تحقیق معلوم ہے کہ وہ خود سر بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ بادشاہ نے تخت پر پاؤں مارا اور تالی بجا کر کہا ایبک۔ قطب الدین نے کہا حاضر اور باہر نکل آیا اور دربار میں سب کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ چغل خور شرمندہ ہو گئے اور ڈر کر زمین چومنے لگے۔ بادشاہ نے کہا تمہارا قصور اب کی دفعہ میں نے معاف کیا۔ پھر کبھی ایبک کی خلاف مجھ سے کچھ نہ کہنا۔ قطب الدین کو حکم

Marfat.com

کہ واپس ہندوستان کو چلا جاوے واپس چلا گیا۔ اور شہر دہلی کو فتح کیا اور اور شہر بھی فتح کئے۔ جب سے دہلی برابر اسلام کا دار الخلافہ چلا آیا ہے۔ قطب الدین نے دہلی میں وفات پائی۔

فتح دہلی کی تاریخ

سنہ فتح دہلی۔ یہ سنہ محراب پر ابن بطوطہ نے غلط پڑھا ہے۔ مشرقی دروازہ کا کتبہ یہ ہے۔ ایں حصار را فتح کرد وایں مسجد جامع را بساخت بتاریخ شہور سنہ سبع وثمانین وخمسمائۃ امیر اسفہسالار اجل کبیر قطب الدولہ والدین امیر الامراء ایبک سلطانی اعز اللہ انصارہ وبیست وہفت آلت بتخانہ کہ در ہر بتخانہ دو بار ہزار بار ہزار دیول (ایک سکہ تھا جسکو جیتل کہتے تھے) صرف شدہ بود دریں مسجد بکار بستہ شدہ است۔ خدائے عزوجل برآں بندہ رحمت کناد ہر کہ بنسبت بانی خیر دعاء ایمان گوید۔ سید احمد خاں اور مسٹر طامس نے اس طرح پڑھا ہے جنرل کننگھم نے ۵۸۷ھ کی جگہ ۵۸۹ھ اور ابن بطوطہ نے ۵۸۴ھ ہجری پڑھا ہے۔ اربع تسع اور سبع میں خط طغرا میں دورسے پڑھنے سے کچھ فرق معلوم نہیں ہو سکتا۔ مسٹر ایڈورڈ طامس لکھتے ہیں کہ حسن نظامی مصنف تاج المآثر نے بھی دہلی کی فتح کی تاریخ ۵۸۷ھ ہجری لکھی ہے اور منہاج السراج مصنف طبقات ناصری نے بھی لکھا ہے کہ قطب الدین نے فتح دہلی کے بیس سال بعد وفات پائی اور قطب الدین کی وفات ۶۰۷ھ ہجری میں ہوئی تھی لیکن حسن نظامی کی تاریخ تاج المآثر کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ اُس نے فتح دہلی کی تاریخ صراحتاً کہیں نہیں لکھی۔ جا بجا ہانسی کی لڑائی کا سال ۵۸۸ھ دیا ہے اور اُس سے پہلے فتح دہلی کے نام سے سرخی دی ہے لیکن مضمون کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس سال قلعہ فتح نہیں ہوا بلکہ میرٹھ اور اجمیر کی فتح کے بعد یعنی ۵۸۹ھ ہجری میں دہلی کی فتح ہوئی ہے۔ اسی طرح سے طبقات ناصری سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۵۸۸ھ ہجری میں شہاب الدین نے رائے پتھورا کو شکست دیکر اجمیر ہانسی۔ سرسہ کو فتح کیا۔ اور واپس وطن کو چلا گیا۔ قطب الدین کو کہرام میں چھوڑ گیا اور بادشاہ کی غیر حاضری میں قطب الدین نے میرٹھ اور دہلی فتح کئے اور اگلے سال یعنی ۵۸۹ھ میں بادشاہ واپس آیا۔ لیکن ایک جگہ قطب الدین کے حال کے شروع میں لکھا ہے۔ کہ اُس نے ۵۸۷ھ میں میرٹھ فتح کیا۔ اور اُسی سال میں دہلی فتح کی۔ مگر یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ طبقات ناصری سے معلوم ہوتا ہے کہ تراوڑی کی پہلی لڑائی ۵۸۷ھ ہجری

Marfat.com

میں ہوئی۔ دوسرے سال بادشاہ واپس آیا اور ۵۸۸ھ ہجری میں تراوڑی پر فتح حاصل کی اور اسکے بعد اجمیر و ہانسی فتح کئے اور جب بادشاہ چلا گیا تو قطب الدین نے میرٹھ اور دہلی فتح کی۔ جب ۵۸۸ھ ہجری میں رائے پتھورا پر فتح حاصل نہیں ہوئی تھی تو دہلی اس سنہ میں کس طرح فتح ہو سکتی تھی۔ تاریخ فرشتہ کی تحریر سے بھی تراوڑی کی دوسری لڑائی ۵۸۸ھ ہجری میں اور دہلی کی فتح ۵۸۹ھ کے آخیر میں ہوئی۔ لیکن اس کتبہ سے فقط اربع اور سبع اور تسع زیر سوال رہ جاتے ہیں۔ میری رائے میں کننگم صاحب نے تسع و ثمانین و خمسمائۃ درست پڑھا ہے اور یہی تاریخ فتح ہے۔

ایبک کی تحقیق

۵۲ ایبک۔ فرشتہ نے منہاج السراج کی تاریخ کا مطلب غلط سمجھکر لکھ دیا ہے کہ ایبک ترکی میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکی چھوٹی انگلی ٹوٹی ہوئی ہو۔ لیکن طبقات ناصری کی عبارت اس طرح ہے۔ وانگشت خنصر او از دست شکستگی داشت بداں سبب او را ایبک شل گفتندے۔ انگلی کا ٹوٹا شل ہونے کی وجہ کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ ایبک کے لقب کی وجہ کو۔ اے بک ترکی آئی۔ چاند اور بک یا بیگ۔ امیر کو کہتے ہیں۔ یہ قول ایڈورڈ طامس صاحب کا ہے۔ کتبہ میں اسے اور بک علی ؟ لکھا ہے اس سے بھی کچھ اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ اس زمانے کے اور کئی غلام اس نام کے سنے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام کسی عیب کے متعلق نہیں ہیں شمس الدین کے ساتھ جو دوسرا غلام خرید گیا تھا وہ ایبک تھا۔ پھر ایک غلام سیف الدین ایبک جس کا ذکر تاریخ فرشتہ میں کئی جگہ آتا ہے اسی نام کا تھا۔

فصل (۲)۔ سلطان شمس الدین التمش

التمش

سلطان شمس الدین التمش۔ یہ دہلی کا اول مستقل بادشاہ ہے۔ پہلے یہ قطب الدین کا غلام اور سپہ سالار اور نائب تھا۔ قطب الدین کے مرنے کے بعد مستقل بادشاہ ہوا۔ اور لوگوں سے بعیت لینی شروع کی۔ تمام عالم و فقیہ قاضی وجیہ الدین کاشانی کے ہمراہ آئے اور اس کے سامنے بیٹھ گئے قاضی اس کے برابر حسب عادت بیٹھ گیا۔ بادشاہ سمجھ گیا۔ کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اپنے فرش کا کونہ اٹھا کر اس میں سے ایک کاغذ نکال کر قاضی کو دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ قطب الدین نے اس کو آزاد کر دیا تھا قاضی اور فقیہوں نے اسکو پڑھا اور سب نے اس کی بعیت کر لی۔ بیس برس

Marfat.com

تک اس نے سلطنت کی وہ نیک چلن اور انصاف پرور اور عالم وفاضل تھا۔ انصاف کی جا
اُس کی توجہ بدرجہ غایت تھی۔ حکم دیا ہوا تھا کہ جس کسی پر کوئی ظلم ہوا ہو وہ رنگے ہوئے کپڑے پہ
پھرے تاکہ بادشاہ فوراً اُس کو پہچان لے کیونکہ ہندوستان میں عموماً سفید رنگ کے کپڑے پہ
ہیں۔ رات کے واسطے یہ تجویز کی تھی کہ اپنے دروازے کے برجوں پر دو شیر سنگ مرمر کے
ہوئے رکھے ہوئے تھے اور ان دونوں کے گلوں میں زنجیریں ڈالی ہوئی تھیں اور زنجیروں
گھڑیال باندھے ہوئے تھے جب کوئی مظلوم آکر زنجیر ہلاتا تھا تو فوراً بادشاہ کو خبر ہو جاتی تھی اور وہ
اُس کے مقدمے کا فیصلہ کرتا تھا۔ لیکن اس پر بھی قانع نہ ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ لوگوں پر رات کیونکہ
ظلم ہوتا ہوگا اور صبح تک دیر ہو جاتی ہے اس نے حکم دیا کہ فوراً فریقین کو طلب کر کے فیصلہ کیا جا

لہ للمش۔ اگرچہ اس لفظ کے حرکات اور اشتقاق میں اکثر مصنفوں نے اختلاف کیا ہے کسی نے التمش کسی نے ایلتمش کہا ہے لیکن لمش کسی نے نہیں لکھا۔ بداونی نے لکھا ہے کہ وجہ تسمیہ یا ایلتمش آنست کہ تولد وے در شب گرفت ماہ واقع شدہ بود و ترکان ایں چنیں مولد را التمش خوانند۔ ترکی میں آی چاند کو کہتے ہیں اور تو تل مش چاند کے گہن کو کہتے ہیں۔ لیکن فرشتہ نے لکھا ہے کہ جس وقت قطب الدین نے شمس الدین اور ایک دو غلام دہلی میں خریدے تو ایک کا نام غالباً اپنے ہمنام ہونے کے سبب سے طمغاج رکھا اور شمس الدین کا نام التمش رکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام اسکا شروع سے نہ تھا یہ ممکن ہے کہ یہ نام اس کا قطب الدین نے اُس کے حسن کے سبب سے رکھا ہو۔ گویا کہ وہ ماہ کو شرمندہ کرنے والا تھا۔ سکوں سے بھی اس نام کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ بعضوں پر سلطان المعظم شمس الدنیا والدین ابو المظفر التیمش القطبی ناصر امیر المومنین لکھا ہوا ہے اور بعضوں پر ایک طرف السلطان ایلتمش اور دوسری طرف سنسکرت حرفوں میں سری سلطان لی تت مسی سموت ۱۲۸۳ لکھا ہوا ہے۔ قطب مینارہ کی دوسری منزل پر یہ کتبہ ہے۔ امر باتمام ہذہ العمارۃ الملک المویدمن السماء شمس الحق والدین ایلتمش السلطانی ناصر امیر المومنین۔ اور اسی منزل پر دوسری جگہ۔ السلطان الاعظم ابو المظفر ایلتمش السلطانی درج ہے۔ تیسری شہادت ہمعصر شاعروں کے اشعار سے ملسکتی ہے۔ سلطان شمس الدین کے بیٹے ناصر الدین کی تخت نشینی کے وقت کسی شاعر نے ایک قصیدہ پیش کیا تھا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

Marfat.com

آں خداوندے کہ حاتم بذل و رستم کوشش است ۔ ناصر دنیا و دیں محمود بن التیتمش است

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں بھی ال ت م ش اور ال ت ی م ش اور ای ل ت م ش اور ای ل ی ت م ش چاروں طرح سے اس نام کو لکھتے تھے۔ لیکن للمش ابن بطوطہ کا نسخہ فقط کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ التمش نے ۲۶ سال حکومت کی ہے۔ ابن بطوطہ نے ۲۰ سال غلطی سے لکھے ہیں۔

۵۲ بیچ میں کئی مہینے آرام شاہ قطب الدین کا بیٹا بھی بادشاہ رہا ہے اُس کا ذکر ابن بطوطہ نے نہیں کیا۔ آرام شاہ کے سکے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ تحقیق ہے کہ وہ تخت پر کچھ دن ضرور بیٹھا تھا اور اُن دنوں میں التمش بداؤں کا حاکم تھا۔

فصل (۳)۔ سلطان رکن الدین

سلطان شمس الدین کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔ اُس کا بیٹا رکن الدین اُس کی جائے تخت نشین ہوا۔ اُس نے اول اپنے بھائی معز الدین کو جو رضیہ کا حقیقی بھائی تھا اور رکن الدین کی دوسری ماں کے پیٹ سے تھا قتل کروا ڈالا۔ رضیہ ناراض ہوئی۔ بادشاہ نے چاہا کہ اُس کو بھی مروا ڈالے۔ بادشاہ ایک روز جمعہ کی نماز کو جامع مسجد میں گیا ہوا تھا۔ رضیہ مظلوموں کی پوشاک پہن کر پرانے بادشاہی محل یعنی دولت خانہ کی چھت کے اوپر کھڑی ہوگئی جو مسجد جامع کے متصل واقع تھا اور لوگوں سے اپنے باپ کے عدل و احسان یاد دلا کر کہا کہ رکن الدین نے میرے بھائی کو مار ڈالا ہے اور مجھے بھی مروانا چاہتا ہے۔ اس پر لوگ برافروختہ ہوئے اور رکن الدین پر شورش کر کے اُس کو مسجد میں پکڑ لیا اور رضیہ کے پاس لے آئے اُس نے اپنے بھائی کے قصاص میں اُس کو مروا ڈالا۔

حاشیہ سلطان رکن الدین شعبان ۶۳۳ ہجری میں اپنے باپ کی وفات پر تخت پر بیٹھا۔ اُس کو التمش نے اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ وہ خود عیش پسند تھا اور کل اختیارات اُس کی والدہ شاہ ترخان کے ہاتھ میں تھے۔

Marfat.com

سلا معز الدین بہرام شاہ بن التمش رضیہ کے بعد بادشاہ ہوا ہے۔ یہ ابن بطوطہ نے غلطی کی ہے۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ شاہ ترخان کہ والدہ رکن الدین وکنیز ترکیہ بود چند بیں زن امیل مالک در نکاح التمش بوند بضیمت تمام کشت وکہترین فرزند سلطان راکہ قطب الدین نام داشت بقتل رسانید و بنابریں خاطر صغیر وکبیر و وضیع وشریف از رکن الدین متنفر شدہ

سلا فرشتہ میں لکھا ہے کہ بادشاہ امیروں کی بغاوت رفع کرنے کے لئے پنجاب کو گیا تھا۔ راستہ میں سے بعض امیر دہلی میں واپس آ گئے اور انہوں نے آ کر سلطان رضیہ کو تخت پر بٹھایا۔ بادشاہ یہ سنکر واپس آیا اور کیلو کھڑی میں پہنچا تھا کہ رضیہ کے لشکر نے اُس کو پکڑ لیا۔

فصل (۴)۔ سلطانہ رضیہ

سلطانہ رضیہ چونکہ تیسرا بھائی ناصر الدین ابھی صغیر سن تھا۔ اس لئے لشکر اور امیروں نے اُس کو مقرر کیا۔ اُس نے چار برس سلطنت کی۔ یہ سلطانہؒ مردوں کی طرح ہتیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہوا کر اور اپنا چہرہ کھلا رکھتی تھی۔ جب اُس پر تہمت لگائی گئی کہ وہ ایک حبشی غلامؒ سے تعلق رکھتی ہے تو لوگوں نے اتفاق کرکے اُس کو تخت سے اُتار دیا اور اُس کے کسی رشتہ دار قریبی کے ساتھ نکاح کر دیا اور اُس کے بھائی ناصر الدینؒ کو بادشاہ بنالیا جبکہ سلطانہ رضیہ کو تخت سے علیحدہ کیا گیا اُس کا چھوٹا بھائی بادشاہ بنا اور مدت تک حکومت کرتا رہا تھوڑے دنوں کے بعد رضیہ او کے شوہر نے بغاوت کی اور اپنے غلام اور ساتھی لے کر مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئی۔ ناصر اور اُس کے نائب بلبن نے جو اُس کے بعد بادشاہ ہوا مقابلہ کیا رضیہ کے لشکر کو شکست رضیہ میدان سے بھاگ گئی اور جب وہ تھک گئی اور بھوک اور پیاس نے غلبہ کیا تو ایک زمیندار چلاتے ہوئے دیکھا۔ اُس سے کھانے کو کچھ مانگا۔ اُس نے ایک روٹی کا ٹکڑہ دیا وہ کھا کر سو اس وقت وہ مردانہ کپڑے پہنے ہوئے تھی زمیندار کی نظر اُس کی قبا پر جا پڑی جس میں جڑے ہوئے تھے وہ سمجھ گیا کہ یہ عورت ہے۔ اُس کو سوتے ہوئے قتل کرکے اُس کے کپ اور سامان اُتار لیا اور گھوڑے کو بھگا دیا اور اُس کی نعش کو کھیت میں دفن کرکے آپ اُس

Marfat.com

وئی کپڑا بازار میں بیچنے گیا بازار والوں نے شبہ کیا اور اُس کو کوتوال کے پاس پکڑ کر لائے۔ کوتوال نے زمیندار کو مار پیٹ کی تو اُس نے اقبال کیا اور تمام احوال بتا دیا اور اُسکی نعش بھی بتا دی۔ نعش کو وہاں سے نکال کر لائے اور غسل اور کفن دے کر اُسی جگہ اُس کو دفن کر دیا اور اُس کی قبر پر ایک گنبد بنا دیا۔ اب اُس کی قبر زیارت گاہ ہے اور وہ دریائے جمنا کے کنارے پر شہر سے ایک فرسخ (ساڑھے تین میل) ہے۔

۱ھ فرشتہ نے لکھا ہے کہ سلطانہ رضیہ بجمیع صفاتیکہ بادشاہاں را باید مزین و محلے بود۔ قرآن مجید را بادب مے خواند و از بعضے علوم فی الجملہ نصیبے داشت و بزمان پدر خود در مہمات ملکی دخل کردے و فرمانروائی نمودے و سلطان مانع نیامدے بلکہ دراں سال کہ از فتح گوالیار برگشت۔ چند امرا حاضر آوردہ او را ولی عہد گردانید۔ امیروں نے اعتراض کیا تو کہا پسران خود را بشرب خمر و اقسام مناہی و ہوا پرستی مبتلائے بینم۔ رضیہ اگرچہ بصورت زن است اما معنی مرد است و بحقیقت بہتر از پسران است سلطانہ رضیہ کی بابت فرشتہ نے بھی لکھا ہے۔ سلطان رضیہ از پردہ بیرون آمدہ و لباس مرداں پوشیدہ قبا و بر دکلاہ بر سر بار عام دادہ بر تخت سلطنت مے نشست۔ یہاں تک کہ سکوں پر بھی السلطان الاعظم رضیۃ الدنیا والدین مردانہ نام درج ہے۔

۲ھ جمال الدین یاقوت حبشی میر آخور کی بابت فرشتہ نے لکھا ہے در خدمت سلطان رضیہ تقرب تمام پیدا کردہ امیر الامرا گشت۔

۳ھ شاید ملک اختیار الدین التونیہ حاکم بھٹنڈہ سے مراد ہے۔ جب قلعہ میں امیروں نے رضیہ کو قید کر کے بھیج دیا تھا۔ بھٹنڈہ کو قدیم مورخ بترہند لکھتے تھے۔ اُس کو ایڈورڈ طامس نے غلطی سے سرہند اور سر ہنری الیٹ نے بترہند پڑھا ہے۔ فرشتہ نے بجائے ترہند کے ہر جگہ بھٹنڈہ لکھا ہے۔

۴ھ یہاں پھر غلطی ہے رضیہ کے بعد معز الدین بہرام شاہ اُس کا بھائی بادشاہ ہوا اور اُس کے بعد سلطان علاء الدین مسعود شاہ رکن الدین کا بیٹا بادشاہ ہوا اور اُس کے بعد ناصر الدین ہوا۔

۵ھ آخیر لڑائی جس میں سلطان رضیہ کو شکست ہوئی بمقام کیتھل ہوئی تھی وہاں سے بھاگ کر شاید وہ دہلی کے قریب آگئی ہو۔ بداؤنی ابن بطوطہ کی روایت کی کچھ تائید کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ نوبت دیگر جمعیت بہم رسانیدہ بقصد تسخیر دہلی در نواحی قصبہ کیتھل رسیدہ از پیش ملک

Marfat.com

بلبن ہزیمت یافتہ وفرار نمودہ ہم رضیہ وہم التونیہ بدست گوامان؛ فتادند و باشارت سلطان بہرام شاہ بقتل رسیدند۔ اُس کی قبر موجودہ شہر کے اندر لیلی خانہ میں ہے۔ فقط ایک شکستہ چاردیواری باقی ہے۔ یہ جگہ دریا کے کنارہ سے اب دو میل کے فاصلے پر ہوگی۔ اب اس کو رجی سجی کی غلطا کہتے ہیں۔

فصل (۵)۔ سلطان ناصر الدین

اِس کے بعد ناصر الدین بالاستقبال بادشاہ ہوگیا اور اُس نے بیس برس سلطنت کی۔ یہ بادشاہ نہایت نیک چلن تھا۔ قرآن شریف کی کتابت کر کے اُس کی قیمت سے گزارہ کرتا تھا قاضی کمال الدین نے اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف مجھے دکھایا خط اچھا تھا۔ اور کتابت منشیانہ تھی۔ اُس کے نائب غیاث الدین نے اُس کو مار ڈالا[ا] اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔

[ا] یہ بھی غلطی ہے۔ کیونکہ کسی ہمعصر یا بعد کے مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ بلبن نے ناصر الدین کو مار ڈالا فرشتہ صاف لکھتا ہے کہ وہ بیمار ہو کر مرا ہے۔ بداونی لکھتا ہے کہ در سنہ اربع وستین وستمائة (۶۶۴ھ) بیمار شد وچشم از عالم خواب وخیال پوشیدہ بجانب باقی خراماں گردید۔

فصل (۶)۔ سلطان غیاث الدین بلبن

بلبن[ا] اپنے آقا کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور بیس برس تک سلطنت کرتا رہا۔ اُس سے پہلے بیس برس تک بطور نائب کے بھی کل امور سلطنت اُس کے ہاتھ میں تھے۔ یہ بادشاہ منصف مزاج بردبار اور نہایت نیک چلن تھا۔ اور عالم اور فاضل تھا۔ اُس نے ایک مکان بنوایا تھا اُس کا نام دار الامن[ا] رکھا تھا جو مقروض اُس میں داخل ہو جاتا تھا۔ اُس کا قرضہ ادا کر دیتا تھا۔ اور جو شخص کسی کو قتل کر کے یا کوئی جرم کر کے اُس میں داخل ہو جاتا تھا تو مقتول یا مظلوم کے وارثوں کو عوض دے کر اُن کو راضی کر دیتا تھا۔ اِس بادشاہ کی قبر بھی اُسی مکان میں بنائی گئی ہے۔ میں نے اُس کی قبر دیکھی ہے۔ اِس بادشاہ کی نسبت ایک عجیب حکایت بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بخارا کے بازار میں اُس کو ایک فقیر ملا۔ بلبن پستہ قد اور کمزور اور بدصورت حکایت

فقیر نے کہا اے ترنگ (یعنی ترک بچے) گویا حقارت سے نام لیا۔ اُس نے کہا حاضر اے اخوند۔ فقیر خوش ہوا اور کہا مجھے یہ انار خرید دے۔ اُس نے کہا بہت اچھا اور اپنی جیب سے کچھ پیسے نکالے جو اس کے پاس موجود تھے۔ اور اُن کے سوا اور کچھ نہ تھا اور انار خرید کر فقیر کو دے دیا۔ فقیر نے وہ انار لے کر کہا کہ ہم نے تجھے ہندوستان کا ملک بخشا۔ بلبن نے اپنا ہاتھ چوم کر کہا کہ مجھے منظور ہے۔ یہ بات اس کی دل نشین ہو گئی۔ اتفاق سے سلطان شمس الدین التمش نے ایک سوداگر بھیجا کہ بخارا اور ترمذ اور سمرقند میں اُس کے لئے غلام خریدے۔ اُس نے سو غلام خریدے اور اُن میں بلبن بھی تھا۔ جب بادشاہ کے سامنے وہ غلام حاضر کئے گئے تو اُس کو سب پسند آ گئے مگر بلبن کو اُس نے پسند نہ کیا اور کہا کہ میں اِس کو نہیں لیتا بلبن نے عرض کی کہ اے اخوند عالم یہ غلام حضور نے کس کے لئے خریدے ہیں بادشاہ نے کہا کہ اپنے لئے۔ بلبن نے عرض کی کہ ننانوے غلام اپنے لئے خریدے ہیں ایک غلام آپ خدا تعالےٰ کے لئے خرید لیجئے۔ التمش ہنسا اور اُس کو بھی خرید لیا۔ لیکن چونکہ مکروہ تھا اس لئے اس کو پانی لانے کا کام دیا۔ نجومیوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ تیری اولاد سے تیرا ایک غلام سلطنت لے لیگا اور اُس پر غالب ہو جائیگا۔ نجومی ہمیشہ یہی کہتے تھے لیکن بادشاہ نے اپنی نیک بختی اور انصاف پروری کے سبب سے اُن کی باتوں پر توجہ نہ کی۔ آخر انہوں نے بادشاہ بیگم سے کہلا اُس نے بادشاہ سے کہا تو بادشاہ کے دل پر کچھ اثر ہوا اور نجومیوں کو بلا کر کہا کہ تم اُس شخص کو پہچان سکتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اُس کی بعض علامتیں ہیں اور ہم پہچان لینگے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کُل غلام میرے سامنے سے گذریں۔ بادشاہ بیٹھ گیا۔ جماعت جماعت بادشاہ کے سامنے سے گذرتی جاتی تھی اور منجم دیکھ دیکھ کر کہتے جاتے تھے کہ ان میں وہ شخص نہیں۔ ظہر کا وقت آگیا سقوں کی باری ابھی نہیں آئی تھی۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہم بھوکے مر گئے اور پیسے جمع کر کے بلبن کو بازار میں روٹیاں لانے کے واسطے بھیج دیا۔ اُس کو قریب کے بازار میں روٹی نہ ملی تو وہ دوسرے بازار میں چلا گیا۔ جو ذرا فاصلہ پر تھا۔ جب سقوں کی باری آئی اور بلبن واپس نہ آیا تو انہوں نے ایک لڑکے کو کچھ دے کر بلبن کی مشک اور اُس کا اسباب اُس کے کندھے

Marfat.com

پر رکھ دیا اور اُس کو بلبن کی بجائے پیش کیا جب بلبن کا نام پکارا گیا۔ تو وہ لڑکا اُس کی جگہ محسوب ہوا۔ جب جائزہ ہو چکا تو سبھوں نے اُس شخص کو نہ پایا جس کی تلاش کرتے تھے۔ بلبن بعد میں آیا اُس سقے پیش ہو چکے تھے۔ کیونکہ تقدیر الٰہی پوری ہونی تھی۔ بلبن نے اپنی لیاقت سے ترقی کی اور وہ سقوں کا امیر ہو گیا اور پھر لشکر میں داخل ہو گیا اور رفتہ رفتہ سردار بن گیا سلطان ناصر الدین نے بادشاہ ہونے سے پہلے اُس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا اور جب ناصر الدین بادشاہ ہوا تو اس کو اپنا نائب بنا لیا بیس برس تک نیابت کی اور پھر اُس سلطان ناصر الدین کو قتل کر ڈالا اور خود بادشاہ ہو گیا۔ بلبن کے دو بیٹے تھے بڑا بیٹا خان شہید تھا۔ جو اُس کا ولی عہد تھا اور وہ اپنے باپ کی طرف سے سندھ کا حاکم تھا اور ملتان میں رہا کرتا تھا وہ تاتاریوں سے لڑ کر ایک لڑائی میں شہید ہو گیا۔ اُس کے دو بیٹے تھے ایک کیقباد دوسرا کیخسرو بلبن کے دوسرے بیٹے کا نام ناصر الدین تھا وہ اپنے باپ کے وقت لکھنوتی اور بنگالہ کا حاکم تھا۔ جب خان شہید مارا گیا تو بلبن نے اُس کے بیٹے کیخسرو کو ولی عہد بنایا اور اپنے سب بیٹوں کو نہ بنایا۔ اس ناصر الدین کے بھی ایک بیٹا تھا جو بادشاہ کے پاس رہا کرتا تھا اور اُس کا نام معز الدین تھا۔

لہ مصنف طبقات ناصری نے لکھا ہے کہ التمش اور بلبن دونوں قرخطا کے شاہزادے تھے جو چنگیز خان کے حملے کے وقت غلام بنائے گئے اور ماوراء النہر میں غلاموں کے طور پر بیچے گئے

سلہ فتوحات فیروز شاہی میں اس مکان کا نام دارالامان لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اُس میں بادشاہوں کے مزار ہیں۔ فیروز شاہ نے فتوحات فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ میں نے اس مکان کی مرمت کرائی اور صندل کے کواڑ اُس کے دروازے پر چڑھائے۔ سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں لکھا ہے۔ کہ شکاف صاحب کی کوٹھی کے پاس اور مولانا جمالی کی مسجد کے قریب کھنڈرات میں یہ مقبرہ ہے۔ اُس کا پتھر اکھڑ کر کچھ تو للّٰہ ہو گیا۔ اور کچھ شاہجہاں آباد کے مکانات میں لگا۔ اب فقط کھنڈر چونے کا ڈھیر باقی رہ گیا ہے۔

سلہ سلطان غیاث الدین بلبن سلطان شمس الدین التمش کا داماد تھا ناصر الدین محمود کا نہیں چنانچہ بدایونی

Marfat.com

لکھتا ہے وزارت بغیاث الدین بلبن کہ بندہ و داماد پدماد بود قرار گرفت۔

۴ خان شہید۔ محمد سلطان خان شہید۔ بلبن کا بڑا بیٹا تھا۔ اہل علم کا قدرداں اور خود بھی علامہ اور سخن فہم تھا۔ امیر خسرو اور حسن دہلوی اور بہت سے عالم و فاضل اُس کی ملازمت میں رہتے تھے۔ امیر خسرو کہتے ہیں کہ "بجدت طبع و دریافت معانی دقیق و سخن شناسی و یادداشت اشعار متقدین و متاخرین بچو محمد سلطان کم کسے را دیدہ ام"۔ شیخ سعدی کے پاس بطور نذر بہت مال بھیجا کرتا تھا۔ اور ایک دفعہ اُن سے ہندوستان میں تشریف لانے کی بھی درخواست کی لیکن شیخ نے پیری اور ناتوانی کا عذر کیا۔ اور اپنے اشعار اور کلام اُس کے پاس بھیج دیا۔ اپنے باپ کی طرف سے ملتان کا صوبہ دار تھا۔ ارغون خاں نے جو ہلاکو کا پوتا تھا۔ تیمور خاں حاکم غزنی کو ہندوستان کی تسخیر کے لئے ایک جرار لشکر دے کر بھیجا۔ راوی کے کنارے پر اُس کا اور شاہزادے کا مقابلہ ہوا۔ دشمن کو شکست ہو چکی تھی مگر شاہزادہ ایک تیر کھا کر گر پڑا۔ امیر خسرو بھی اس لڑائی میں گرفتار ہو گئے تھے امیر خسرو نے اُس شاہزادہ کے مرثیہ میں ایک نظم ترکیب بند لکھا ہے جو شیخ سعدی کے مرثیہ مستعصم باللہ کے ہم پلہ ہے۔

واقعہ ہست یا بلا از آسماں آمد پدید ۔۔۔ آفت ست ایں یا قیامت در جہاں آمد پدید

راہ در بنیاد عالم داد سیل فتنہ را ۔۔۔ رخنۂ کاسال در ہندوستان آمد پدید

مجلس یاراں پریشاں شد چو برگ گل بباد ۔۔۔ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمد پدید

۵ کیقباد معز الدین کا نام تھا اور وہ خان شہید کا بیٹا نہ تھا بلکہ ناصر الدین بغرا کا بیٹا تھا اور خان شہید کے فقط ایک بیٹا تھا۔

فصل (۷) سلطان معز الدین کیقباد

رات کے وقت سلطان غیاث الدین بلبن کا انتقال ہوا تھا اُس کا بیٹا ناصر الدین بغرا خاں بنگالہ میں تھا۔ اس لئے اُس نے اپنے پوتے کیخسرو کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ لیکن بادشاہ کا نائب کیخسرو سے رنجش رکھتا تھا۔ اُس نے یہ حیلہ کیا کہ بادشاہ کے مرتے ہی کیخسرو کے پاس پہنچا اور اُس کی نسبت ہمدردی اور غمخواری ظاہر کی اور اُس کو ایک جعلی کاغذ دکھایا جس میں سب امیروں نے کیقباد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا اتفاق کیا تھا اور یہ کہا کہ مجھے تمہاری جان کا خوف

ہے۔ کیخسرو نے کہا کہ پھر کیا کیا جاوے۔ نائب نے صلاح دی کہ آپ اسی وقت سندھ چلے جاویں
کیخسرو نے کہا شہر کے دروازے بند ہیں نائب نے کہا کہ کنجیاں میرے پاس ہیں آپ کو
نکلوا دیتا ہوں اور پھر دروازہ بند کر دونگا۔ کیخسرو بہت ممنون ہوا اور راتوں رات ملتان کی
طرف بھاگ گیا۔ جب کیخسرو شہر سے باہر نکل گیا تو نائب معزالدین کے پاس گیا اور اس کو
جگا کر کہا کہ تمام امیر آپ کی بیعت کے لئے تیار ہیں۔ معزالدین نے کہا کہ میرا چچازاد بھائی
ولی عہد ہے۔ میرے ساتھ بیعت کے کیا معنے نائب نے تمام قصہ سنایا۔ معزالدین نے
اس کا شکریہ ادا کیا۔ تمام امیروں اور خواص سے راتوں رات بادشاہ کی بیعت کروادی صبح
کے دوسرے دن اعلان ہوگیا اور سب خاص و عام بادشاہ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔
پھر معزالدین کے باپ کو اس کی تخت نشینی کی خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ حق میرا ہے اور میری
زندگی میں میرا بیٹا بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنے لشکر آراستہ کئے اور بڑی جمعیت سے
ساتھ ہندوستان پر چلا۔ اس طرف سے نائب نے بادشاہ کو ساتھ لیا۔ اور دریائے گنگا کے کنارے
پر بالمقابل شہر کڑا کے قریب دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے۔ لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ
خدا تعالےٰ نے ناصرالدین کے دل میں ڈالا کہ آخر معزالدین تیرا بیٹا ہے اور تیرے بعد بھی وہی
بادشاہ ہوگا لوگوں کی خونریزی سے کیا فائدہ۔ بیٹے کے دل میں بھی محبت نے جوش مارا۔
اور آخر دونوں بادشاہ اپنی اپنی کشتیوں میں بیٹھ کر دریا میں ملے۔ بادشاہ نے اپنے باپ
کے قدم لئے اور ناصرالدین نے اسے اٹھا کر کہا کہ جو میرا حق تھا۔ میں نے تجھے بخشا اور اسکے
ہاتھ پر بیعت کی۔ اس ملاقات کی بابت شعرا نے بہت قصیدے لکھے ہیں۔ اس ملاقات کا نام
لقاء السعدین رکھا گیا۔ پھر بادشاہ اپنے باپ کو دہلی میں لے گیا۔ اس کا باپ اس کو تخت پر بٹھا
کر آپ اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ پھر ناصرالدین واپس بنگالہ کو چلا گیا اور کچھ برس حکومت
کر کے مر گیا۔ وہاں اس کی اولاد باقی رہی۔ ان میں سے ایک بیٹا غیاث الدین بہادر تھا۔ جس
کو سلطان غیاث الدین نے قید کر لیا تھا۔ لیکن سلطان محمد تغلق نے اسکو اپنے باپ کی وفات کے

Marfat.com

بعد چھوڑ دیا تھا۔ معزالدین نے چار[51] سال تک سلطنت کی جس کا ہر دن عید اور ہر رات شب برات تھی۔ یہ بادشاہ سخی اور کریم تھا۔ اُس کے دیکھنے والوں میں سے بعض اشخاص سے میری ملاقات ہوئی وہ اُس کے حلم اور انسانیت اور سخاوت کی بہت تعریف کرتے تھے۔ اُس نے جامع مسجد دہلی کا مینار[52] بنوایا تھا جس کا نظیر دنیا میں نہیں ہے۔ عیاشی اور شراب خواری کی کثرت سے اُس کی ایک جانب مفلوج ہو گئی تھی طبیبوں نے ہر چند علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب بادشاہ اس طرح عاجز ہو گیا تو اُس کے نائب جلال الدین فیروز نے اُس سے بغاوت کی اور شہر سے باہر نکل کر قبہ جیشانی کے قریب جو ٹیلا ہے اُس پر خیمہ زن ہوا۔ معزالدین نے اپنے امیروں کو اُس کی لڑائی کے لئے بھیجا۔ جو امیر جاتا تھا۔ فیروز کے ساتھ مل جاتا تھا اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا تھا۔ پھر جلال الدین نے شہر میں داخل ہو کر محل شاہی کا محاصرہ کیا بادشاہ بھوک سے مرنے لگا۔ ایک شخص مجھ سے ذکر کرتا تھا کہ اُس کے ہمسایوں میں ایک شریف کا گھر تھا۔ وہ اُس کے پاس کھانا بھیجتا رہا۔ پھر لشکر نے محل میں داخل ہو کر اُس کو مار ڈالا جس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے اسکے بعد جلال الدین بادشاہ ہوا۔

[51] فرشتہ نے لکھا ہے کہ ملک معزالدین کو توال کہ یا سلطان محمد خاں صفائی نداشت با مردم معتبر اتفاق کردہ گفت کہ کیخسرو بسیار تند خوست۔ اگر او را بر تخت بادشاہی جلوس میسر شود کمتر کسے را زندہ خواہد گذاشت صلاح ملک دراں است کہ کیقباد را کہ پسرے حلیم و بردبار است بر سریر بادشاہی بنشانیم" لیکن یہ حالات کہ کیخسرو کو کس طرح نکالا فقط ابن بطوطہ نے لکھے ہیں اور کسی مورخ نے نہیں لکھے۔ فرشتہ نے فقط یہ لکھا ہے کہ "کیخسرو را بملتان روانہ ساختند" جن مورخوں نے اُس وقت اُس کا ملتان میں جونا لکھا ہے غلط ہے۔ فرشتہ سے ابن بطوطہ کی تفصیل کی تائید ہوتی ہے۔

[52] کڑا۔ اب یہ شہر الہ آباد کے ضلع میں گنگا کے کنارے پر الہ آباد سے ۴۴ میل شمال غرب میں واقع ہے۔ الہ آباد کے قلعہ کے تعمیر ہونے سے پہلے جو اکبر بادشاہ نے بنایا تھا اس علاقے کا صوبیدار کڑہ میں رہا کرتا تھا۔ لیکن اکبر بادشاہ نے صوبہ دار کو الہ آباد میں رہنے کا حکم دیا۔ آصف الدولہ بہت سے پرانے مکانات کا پتھر لکھنؤ میں لے گیا۔ موجودہ آبادی چھ سات ہزار

کے قریب ہے۔ پہلے یہاں کا کاغذ مشہور تھا اب انگریزی کارخانے جاری ہونے کے باعث اس کی قدر جاتی رہی۔ کمبل بھی اچھے تیار ہوتے ہیں۔ ہنٹر

۵۳ ۔ بقاء السعدین۔ شاید قرآن السعدین زیادہ تر صحیح ہو کیونکہ امیر خسرو نے اس نام کی ایک مثنوی میں باپ بیٹے کی ملاقات کا حال لکھا ہے ؎

یافت خبر خسرو مشرق پناہ ناصر حق وارث ایں تخت گاہ
کافسر او را پسرانباز گشت ویں شرف ازوے بہ پسر باز گشت
خشم بسر کرد و علم بر کشید ساختہ کیں شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خار خار از پے گلگشت بسوئے بہار

۵۴ ناصرالدین بغرا کا دہلی تک جانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں وہ کرہ کے مقام ہی تک اپنے بیٹے کی بادشاہت کو تسلیم کرکے اور اس کو نصیحتیں کرکے واپس ہو گیا تھا۔

۵۵ ضیاء برنی نے اور تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے۔ کہ یہ ناصرالدین بغرا سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانے تک بنگال میں حکومت کرتا رہا لیکن بادشاہان دہلی کا تابع رہا۔ سلطان غیاث الدین تغلق نے اس کو چتر اور دوربا ش رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ فرشتہ و ضیاء برنی و دیگر مورخوں نے سلطان ناصرالدین بغرا اور اس کی اولاد کا مفصل اور صحیح حال نہیں لکھا لیکن ابن بطوطہ نے جو نام دئے ہیں ان کی تائید سکوں سے بھی ہوتی ہے۔ ذیل کے شجرہ نسب سے بنگال کے کل بادشاہوں کے نام جو بلبن کی اولاد سے تھے معلوم ہوں گے۔ یہ شجرہ نسب مسٹر ایڈورڈ طامس نے ابن بطوطہ کے سفرنامہ اور سکوں کی مدد سے بنایا ہے۔ بن کی اولاد بنگال میں

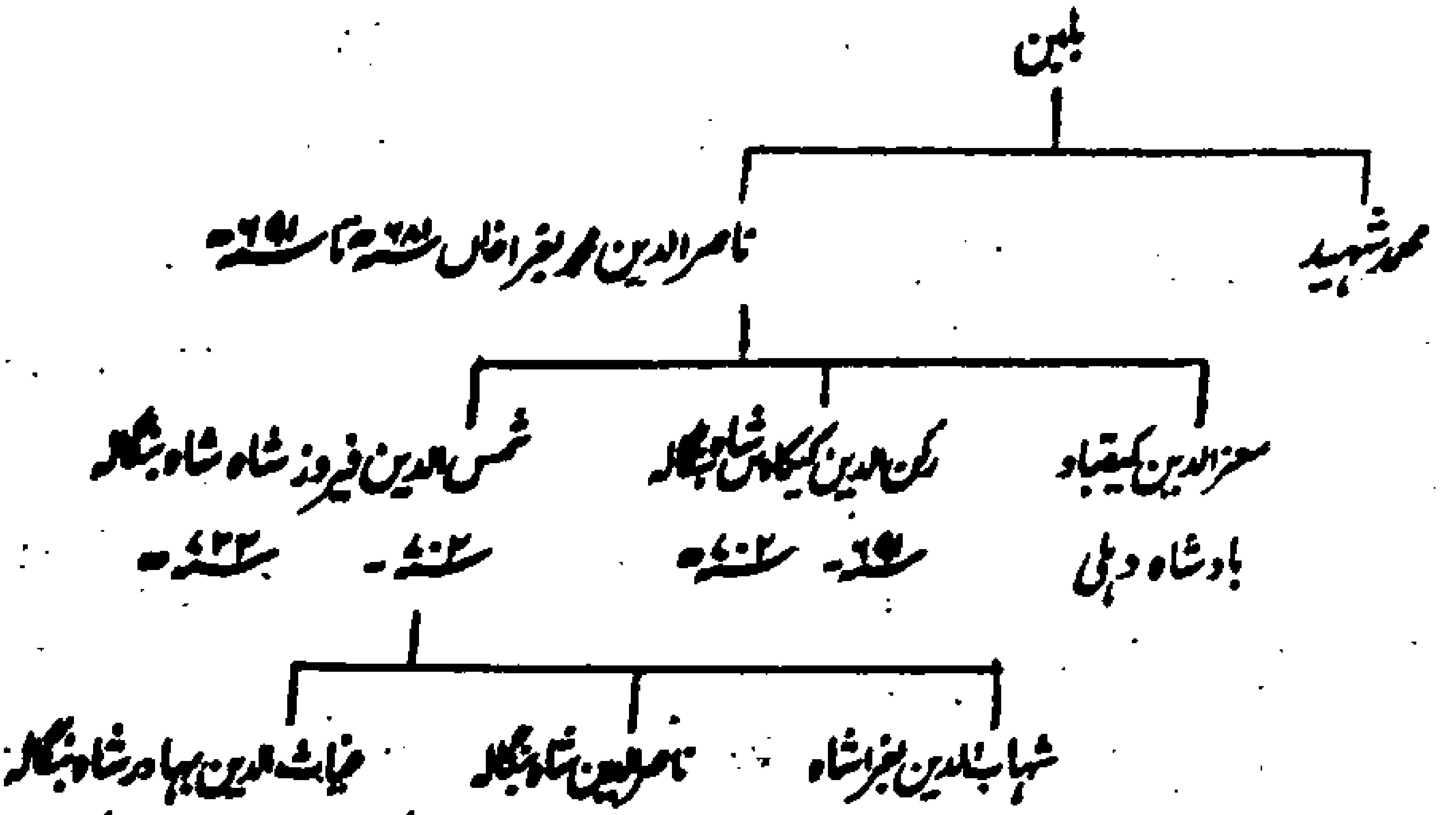

اس جگہ ابن بطوطہ نے غیاث الدین بہادر کو ناصرالدین بغرا خاں کا بیٹا لکھا ہے لیکن ایک اور جگہ

اُس کو درست طور سے پوتا لکھتا ہے - دیکھو بابت فصل ۲ غیاث الدین

۵۶ سہ سال و کسرے - فرشتہ

۵۷ جامع مسجد دہلی کے نوٹ میں میں بیان کر آیا ہوں کہ ابن بطوطہ کو معز الدین سام یعنی محمد غوری اور معز الدین کیقباد کے ہمنام ہونے سے یہ غلطی واقع ہوئی ہے -

۵۸ فرشتہ میں درج ہے فرقہ خلج ہمراہ ملک جلال الدین فیروز در بہاپور فرود آمدند - بہاپور اُس موضع کا نام ہے

۵۹ ترک پسر ایکہ پدر آنہا را معز الدین کشتہ بود بقصر کیلو کہڑی فرستاد آنہا با شاہ معز الدین را کہ رمقے بیش از و نماندہ بود در گلیم پیچیدہ و لگدے چند زدہ در آب جون انداختند - فرشتہ -

فصل (۸) جلال الدین فیروز

یہ بادشاہ بڑا بُردبار اور فاضل تھا اُس کی بُردباری اُس کی موت کا باعث ہوئی - جب یہ بادشاہ مستقل ہوگیا تو اُس نے ایک محل اپنے نام پر بنوایا جو سلطان محمد تغلق نے بعد اپنے داماد خداوند زادہ غیاث الدین ابن مُہنّا کو دے دیا تھا - اِس بادشاہ کے ایک بیٹا تھا جس کا نام رکن الدین تھا - اور ایک بھتیجا تھا جس کا نام علاء الدین تھا اور وہ اُسکا داماد بھی تھا - بادشاہ نے اس کو کڑا مانکپور کا حاکم مقرر کر دیا تھا یہ علاقہ ہندوستان میں نہایت سرسبز اور زرخیز سمجھا جاتا ہے گیہوں اور چاول اور نیشکر وہاں بکثرت پیدا ہوتے ہیں کپڑا بھی بہت بیش قیمت تیار ہوتا ہے اور دہلی میں فروخت کے لئے آتا ہے - یہ شہر کڑا دہلی سے اٹھارہ منزل ہے - علاء الدین کی عورت[۶۰] اُس کو ہمیشہ تکلیف دیا کرتی تھی وہ اُس کی شکایت اپنے چچا سے کرتا رہا آخر اسی سبب سے اُن کے دلوں میں فرق آگیا - علاء الدین ایک بہادر اور جری اور صاحب ارادہ شخص تھا لیکن اُس کے پاس روپیہ نہ تھا - ایک دفعہ اُس نے دیوگیر پر حملہ کیا یہ شہر مالوہ اور مرہٹوں کے ملک کا دارالخلافہ تھا - وہاں کا راجہ اُن دنوں میں ہندوستان کے تمام راجاؤں میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا - راستہ میں چلا جاتا تھا کہ علاء الدین کے گھوڑے کا پاؤں ایک جگہ زمین میں دھس گیا اور اُس میں سے ٹن کی آواز نکلی علاء الدین نے وہ جگہ کھدوائی وہاں سے بیشمار دفینہ[۶۱] برآمد ہوا

وہ اُس سے سب فوج پر تقسیم کر دیا پھر وہاں سے دیوگر کی طرف روانہ ہوا تو راجہ نے بغیر لڑائی کے اطاعت منظور کر لی اور بہت سا روپیہ دے کر اُس کو رخصت کیا۔ علاءالدین کڑہ میں واپس آیا تو بادشاہ کے پاس اُس نے وہ لوٹ نہ بھیجی۔ اہل دربار نے بادشاہ کو فروختہ کیا۔ بادشاہ نے اُس کو بلا بھیجا۔ وہ نہ گیا۔ بادشاہ نے خود آنے اور اُس کے لے جانے کا ارادہ کیا کیونکہ وہ اُس کو اپنے بیٹوں سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا۔ بادشاہ لشکر اور سفر کا سامان درست کر کے کڑہ کی طرف روانہ ہوا اور دریا کے کنارے جس جگہ معزالدین خیمہ زن ہوا تھا۔ جا کر اترا اور کشتی میں بیٹھ کر اپنے بھتیجے کی طرف چلا۔ دوسری طرف سے علاءالدین اپنی کشتی میں بیٹھ کر آیا۔ اُس نے اپنے نوکروں کو اشارہ کر دیا تھا۔ کہ جس وقت بادشاہ سے میں گلے لگ کر ملوں تو تم بادشاہ کا کام تمام کر دیجو۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ کا کچھ لشکر تو علاءالدین کے ساتھ مل گیا۔ اور کچھ دہلی کی طرف واپس بھاگ گیا۔ یہاں آکر اُنہوں نے بادشاہ کے بیٹے[۱] رکن الدین کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور جب وہ اُن کو ساتھ لے کر علاءالدین کے مقابلے کے واسطے آگے بڑھا تو وہ بھی علاءالدین کے لشکر میں جا ملے۔ رکن الدین سندھ کی طرف بھاگ گیا۔

[۱] فرشتہ نے لکھا ہے۔ جلال الدین یک دختر خود را کہ در حسن و جمال نظیر و عدیل نداشت با علاءالدین عقد ساخت بستہ بود سپرد۔ بداونی لکھتا ہے۔ چوں علاءالدین از کوچ سلطان کہ خوشدامن او باشد و دختر او . . . دل پر غصہ و جگر پرخو داشت کہ از وے ہمیشہ بسلطان بدی میگفتند بہر بہانہ مے خواست کہ از قلمرو سلطان دور تر رفتہ گریزگاہے برائے خود پیدا سازد۔

[۲] یہ قصہ دفینہ کے پانے کا کسی تاریخ میں نہیں دیکھا گیا۔ تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علاءالدین چندیری کی فتح کی اجازت بادشاہ سے لے کر چپ چاپ آٹھ سات ہزار سوار لے کر ایلچپور جا پہنچا اور وہاں مشہور کیا کہ چچا سے ناراض ہو کر وہ تلنگانہ کے راجہ کی نوکری کے لئے جاتا ہے بے خبر دیوگڑھ پر جا پہنچا۔ رام دیو نے جو بالکل تیار نہیں تھا۔ کچھ دے کر صلح کر لی لیکن اُس کا بیٹا جو کہیں گیا ہوا تھا پہنچا اور اُس نے علاءالدین کے ساتھ جنگ کی

Marfat.com

اور شکست پاکر اور بھی کام بگاڑ دیا۔ راجہ نے چھ سو من سونا اور سات سو من مروارید۔ دو من جواہر لعل و یاقوت و الماس و زمرد و ہزار من نقرہ دے کر پیچھا چھڑایا۔

۵ جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑا خانخاناں کہلاتا تھا۔ وہ اپنے بادشاہ کے سامنے ہی مرگیا تھا۔ امیر خسرو نے یہ مرثیہ اُس کی وفات کے وقت لکھا تھا ؎

چہ روز است ایں کہ من خورشید تاباں را نمی بینم ۔۔۔ وگر شب شد چرا ماہِ درخشاں را نمی بینم
بہندوستاں خطائے گشت پیدا و بہر روئے ۔۔۔ ہمی بینم ہزاراں چین و خاقاں را نمی بینم
دو روزے ہست کاندر ابر ماندہ آفتاب ما ۔۔۔ کہ اندر چشمہا جز ابر و باراں را نمی بینم
نگین خاتم شاہی بکان سنگ شد پنہاں ۔۔۔ دلم چوں لعل خوں شد ازاں سبب کانرا نمی بینم
شہ اینک بر سر تخت و نگاں صف زدہ ہر سو ۔۔۔ ہمہ ہستند لیکن خان خاناں را نمی بینم

دوسرا بیٹا ارکلی خاں تھا۔ وہ بھی لایق تھا لیکن بادشاہ بیگم نے بیوقوفی سے اُس کے آنے کا انتظار نہ کیا۔ تیسرا بیٹا رکن الدین تھا۔ اُس کو علاء الدین کے دہلی پہنچنے سے پہلے بادشاہ بیگم نے تخت پر بٹھا دیا۔

فصل (۹)۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ

علاء الدین دارالخلافہ میں داخل ہوا اور اُس نے بیس برس تک سلطنت کی وہ بہت اچھے بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اہل ہند اب تک اُس کی تعریف کرتے ہیں وہ خود امور حکومت کو انجام دیتا تھا اور ہر روز نرخ وغیرہ کی بابت دریافت کرلیتا تھا اور محتسب سے رپورٹ لیتا تھا۔ محتسب کو اس ملک میں رئیس کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اُس نے محتسب سے دریافت کیا کہ گوشت کے گراں ہونے کا کیا سبب ہے اُس نے کہا کہ گائے اور بکری پر زکوۃ (یعنی محصول) لی جاتی ہے۔ بادشاہ نے اُسی روز سے کل محصول اس قسم کے معاف کردیئے اور سوداگروں کو بلا کر راس المال اپنے خزانہ سے دیا اور کہا کہ اس کی گائے اور بکریاں خرید لاؤ اور اُن کو بیچ کر قیمت خزانہ میں داخل کرو اور اُن کی کچھ اُجرت مقرر کردی۔ اسی طرح سے جو کپڑا دولت آباد سے آتا تھا اُس کا انتظام کیا۔ ایک دفعہ غلہ بہت گراں ہوگیا تو اُس نے سرکاری گودام کھلوا دیئے اور نرخ سستا ہوگیا۔ بادشاہ نے ایک واجبی نرخ

Marfat.com

مقرر کر دیا کہ اس کے مطابق خرید و فروخت کرو۔ غلہ والوں نے بیچنے سے انکار کیا۔ بادشاہ نے ا
گودام کھول دیا اور اُن کو بیچنے کی بالکل ممانعت کر دی اور خود چھ مہینے تک بیچتا رہا۔ جب ذخیرہ
والوں نے دیکھا کہ اب اُن کا غلہ بگڑ جاتا ہے اور کیڑا لگ گیا تو انہوں نے بادشاہ سے رجوع
کی۔ بادشاہ نے ایک ایسا نرخ مقرر کر دیا جو پہلے سے زیادہ سستا تھا اور وہ انہیں منظور کرنا پڑا
یہ بادشاہ نہ تو جمعہ کے روز سوار ہو کر باہر نکلتا تھا۔ اور نہ عید کے روز اور نہ کسی اور روز اس کا سبب
یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس کا ایک بھتیجا تھا۔ سلیمانؑ نام ۔ علاء الدین اُس سے بہت محبت رکھتا
تھا۔ ایک دن بادشاہ شکار کو گیا۔ اور وہ بھی ساتھ گیا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ میں بادشاہ کے ساتھ
وہی سلوک کروں کہ جو اُس نے اپنے چچا جلال الدین کے ساتھ کیا تھا۔ جب ناشتہ کھانے
کے لیے کسی جگہ ٹھیرے تو سلیمان نے بادشاہ کے ایک تیر لگایا بادشاہ گر پڑا اور اُس پر اُس
کے کسی غلام نے اپنی ڈھال ڈال دی۔ سلیمان آیا کہ اُس کا کام تمام کر دے۔ غلاموں نے کہا کہ وہ
مر چکا ہے۔ وہ اُن کا کہنا سچ مان کر فوراً دار الخلافہ کی طرف چل پڑا اور حرم میں داخل ہونے لگا
اتنے میں بادشاہ غشی سے ہوش میں آگیا۔ . . . . . تو تمام لشکر اُس کے گرد جمع ہو گیا
اُس کا بھتیجا بھاگ گیا اُس کو پکڑ کر لائے اور بادشاہ نے اُس کو قتل کروا ڈالا۔ اور پھر کبھی س
ہو کر باہر نہ نکلا۔ اس بادشاہ کے پانچ بیٹے تھے۔ خضر خاں۔ شادی خاں۔ ابو بکر خاں۔ مبارک خاں
(جس کا دوسرا نام قطب الدین تھا) اور شہاب الدین۔ قطب الدین کو بادشاہ ضعیف العقل
بد نصیب اور کم ارادہ سمجھتا تھا اور اُس کے بھائیوں کو بڑے بڑے عہدے دئے ہوئے
تھے اور علم اور طبل بھی عطا کئے ہوئے تھے۔ لیکن اُسکو کچھ نہیں دیا تھا۔ ایک روز بادشاہ
نے اُس سے کہا کہ تجھے بھی مجھے وہی تعظیم اور مرتبے دینے پڑے جو تیرے بھائیوں کو دئے
ہوئے ہیں۔ قطب الدین نے کہا مجھے خدا دیگا۔ اس جواب سے بادشاہ خائف ہو گیا
اور اُس سے ناراض ہو گیا۔ پھر بادشاہ بیمار ہو گیا۔ اُس کی بڑی ملکہ خضر خاں کی ماں تھی
اس کا نام ماہک تھا۔ اس ملکہ کے ایک بھائی تھا۔ اُس کا نام سنجر تھا۔ اُس نے اپنے بھا

Marfat.com

سے قسم لی کہ وہ اُسکے بیٹے خضر خاں کو بادشاہ بنوانے میں کوشش کریگا۔ اس کی خبر بادشاہ کے نائب کو پہنچی جس کو ملک الفی کہتے تھے۔ کیونکہ بادشاہ نے اُس کو ایک ہزار تنکہ میں خرید کیا تھا۔ اُس نے بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ اس طرح کا عہد ہوا ہے۔ بادشاہ نے اپنے خواص کو حکم دیا کہ جب سنجر میرے پاس آوے اور میں اس کو خلعت دوں اور وہ پہننے لگے تو تم اس کی مشکیں باندھ کر زمین پر گرا لیجو اور اُس کو مار ڈالیو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ خضر خاں اُس روز سند پت (سنپت) شہیدوں کے مزاروں کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ یہ جگہ دہلی سے ایک منزل ہے۔ اور خضر خاں نے نذر مانی ہوئی تھی کہ وہ پیدل جا کر زیارت کریگا۔ اور اپنے باپ کی صحت یابی کی دعا مانگے گا۔ جب اُس کو خبر پہنچی کہ اُس کے باپ نے اس کے ماموں کو قتل کر ڈالا تو نہایت غمگین ہوا اور اپنا گریبان پھاڑ ڈالا۔ اہل ہند میں یہ رسم ہے کہ جب کوئی اُس کا عزیز مرتا ہے تو وہ گریبان چاک کر دیتے ہیں اور بادشاہ کو بھی خبر پہنچی تو اس کو ناگوار گذرا اور جب خضر خاں اُس کے پاس گیا تو اُس پر ناراض ہوا اور نہایت ملامت کی اور حکم کیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ لو اور ملک نائب کے سپرد کر دو۔ اور نائب کو حکم دیا کہ اُس کو گابیور (گوالیار) کے قلعے میں بند کر دے۔ یہ قلعہ ہندوؤں کی ریاستوں کے درمیان ہے اور دہلی سے دس منزل کے فاصلے پر واقع ہے اور نہایت مضبوط سمجھا جاتا ہے میں بھی اس قلعہ میں کچھ عرصہ تک رہا ہوں۔ خضر خاں کو گوالیار سے جا کر کوتوال اور محافظین قلعہ کے سپرد کیا اور ان سے کہا کہ تم اسے بادشاہ کا بیٹا نہ سمجھنا۔ بلکہ اس طرح محافظت کرنا جیسے کہ بادشاہ کے سخت دشمن کی کرتے ہیں۔ پھر بادشاہ کی بیماری بڑھتی گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ خضر خاں کو بلوا لو تاکہ میں اُس کو ولی عہد مقرر کروں۔ نائب نے کہا کہ اچھا اور بلانے میں دیر کی۔ بادشاہ نے پوچھا تو کہا ابھی آنے والا ہے اتنے میں بادشاہ مرگیا۔

[1] سلطان شمس الدین التمش سے سلطان علاءالدین خلجی تک کا زمانہ وہ تھا کہ مغلوں کے لشکروں نے تمام ایشیا اور یورپ کے شرقی حصہ کو تاراخت و تاراج کرکے بےچراغ کر دیا

تھا۔ اگر سلطان شمس الدین التمش اور غیاث الدین بلبن اور علاء الدین خلجی غیر معمولی لیاقت کے بادشاہ نہ ہوتے تو کچھ شک نہ تھا کہ یہ ملک چنگیز خانی مغلوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ایسا ویران ہو جاتا کہ کسی جگہ سبزہ کا نشان نظر نہ آتا اور نہ آدمی کی آواز سنائی نہ دیتی۔ سرحد پر ان دنوں دیپالپور اور ملتان کے صوبہ دار منتخب ہو کر رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ کشلو خاں اور شیر خاں جو بلبن کا بھتیجا تھا اور خان شہید اور غازی تغلق بڑے آزمودہ جنرل اور منتظم تھے۔ ملک غازی تغلق کہتا ہے کہ میں چوبیس بار مغلوں سے لڑا ہوں اور اسی سبب سے غازی کا لقب اس نے حاصل کیا تھا۔ جب مغلوں کے حملے پے در پے ہونے لگے تو سلطان علاء الدین خلجی کو ایک بہت بڑے لشکر کے رکھنے کی ضرورت ہوئی لیکن حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ایسے لشکر رکھنے کے لئے خرچ درکار ہے آخر کار بادشاہ نے یہ صلاح کی کہ سوار کی تنخواہ کم مقرر کی جاوے اور نرخ ایسا مقرر کر دیا جاوے کہ اس کا گذارہ اس قدر تنخواہ میں ہو جاوے۔ چنانچہ اس نے پونے پانچ لاکھ سوار رکھنے کا انتظام کیا۔ تنخواہ کی شرح دو سو چونتیس ٹنکہ (روپیہ) ایک گھوڑے کے لئے اور تین سو بارہ ٹنکہ دو اسپہ کے لئے مقرر کی۔ نرخ حسب ذیل مقرر کیا۔ (علاء الدین خلجی کا نرخ غلہ کا انتظام)

گندم فی من (۴۸ سیر پختہ) ساڑھے سات جیتل یعنے دو آنہ حال کے۔ جو فی من چار جیتل۔ چاول فی من ۵ جیتل۔ ماش فی من ۵ جیتل۔ نخود فی من ۵ جیتل اور موٹھ فی من ۳ جیتل۔ علاوہ ازیں ہر ایک چیز چھوٹی بڑی کا نرخ مقرر کر دیا۔ چنانچہ سوئی سے لے کر گھوڑے کا نرخ خود مقرر کیا اور مخبر اور ناظر مقرر کئے۔ اگر کوئی نرخ سے کم بیچتا تھا تو اس کو سخت سزا دیتا تھا۔ اپنے اصطبل کے چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو کبھی جیتل دے کر بھیج دیتا تھا تو آخر میں بچوں کو بھی کوئی دوکاندار وزن اور نرخ میں کم نہ دیتا تھا۔ تعجب یہ ہے کہ اس کے ایام سلطنت میں خشک سالی اور قحط کے برسوں میں بھی یہی نرخ برابر رہا۔ خود خالصہ کے دیہات سے بجائے نقدی کے غلہ لیتا تھا وہ غلہ خشک سالی کے موسم میں اپنے گودام سے اسی نرخ پر بیچتا تھا۔ عاملوں کو حکم تھا کہ زمینداروں سے بنجاروں کو معین نرخ پر غلہ دلادیں اور بنجاروں کو حکم تھا کہ وہ معین نرخ پر دوکانداروں کے ہاتھ بیچیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انتظام چل سکتا تھا لیکن اس پر عملدرآمد کرانے کے لئے ایک نہایت باخبر اور زبردست بادشاہ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ سلطان علاء الدین کے مرتے ہی یہ تمام انتظام کافور ہو گیا۔

۵۲ سلیمان۔ بداونی نے اس کا خطاب الکت خاں لکھا ہے الکت ترکی میں چھوٹے کو کہتے ہیں۔ (خطا اکت رب صح نسخہ التحقیق)

الغ بڑے کو۔ اُس زمانے میں الغ خاں امیر الامرا کے مساوی عہدہ تھا۔ ناصر الدین محمود کے وقت میں بلبن کا خطاب الغ خاں تھا اور علاء الدین خلجی کے وقت میں اُس کا بھائی الماس الغ خاں کہلاتا تھا۔ اور اپنے باپ کے وقت میں سلطان محمد تغلق کا خطاب الغ خاں تھا۔ بعض مورخوں نے اُس کو غلطی سے الف خاں لکھدیا ہے یہ درست نہیں۔ بعض جگہ تو ہندوستان کے مورخوں نے الپ (بہادر) خاں کو بگاڑ کر الف خاں لکھ مارا اور بعض جگہ الغ خاں کو کہتے ہیں کہ بادشاہ کو تیر سے زخمی کر کے وہ دہلی میں آیا اور تخت پر بیٹھا لیکن جب حرم میں داخل ہونے لگا تو ملک دینار نے کہا کہ جب تک مجھے سلطان علاء الدین کا سر نہیں دکھا دو گے حرم سرا میں جانے نہ دونگا استنے میں بادشاہ آپہنچا۔ قتلغ کے معنے میانہ کے ہیں۔

۵۳ سنجر۔ اس کا خطاب الپ خاں تھا۔ الپ خاں اور الغ خاں (بادشاہ کا بھائی) اور ظفر خاں اور نصرت خاں بادشاہ کی سلطنت کے چار رکن تھے جن وہ چار یار کہا کرتا تھا۔

۵۴ ملک الفی یعنی ہزار دیناری ملک نائب یعنی کافور کا لقب تھا۔ بادشاہ نے اُس کو ہزار دینار کے عوض خریدا تھا۔ اس لئے الفی اور ہزار دیناری کہلاتا تھا۔

۵۵ خضر خاں۔ یہ قصہ ابن بطوطہ اور فرشتہ اور بداونی نے مختلف طور سے لکھا ہے۔ ضیاء برنی نے کچھ تفصیل نہیں کی۔ بداونی لکھتا ہے کہ بادشاہ نے خضر خاں کو ہستناپور دامن کوہ میں بھیج دیا تھا۔ بادشاہ کی صحت کی خبر سن کر وہ بہ سبب محبت کے پیران دہلی کی زیارت کو برہنہ پا چلا آیا۔ ملک کافور نے بادشاہ کو سمجھایا کہ خضر خاں ہستناپور سے اور اُس کا ماموں الپ خان گجرات سے یہ سازش کر کے آئے ہیں کہ خضر خاں کو بادشاہ بنا دیا جاوے اور الپ خاں اس کا نائب رہے۔ بادشاہ نے الپ خاں کو مروا ڈالا اور خضر خاں کو امروہہ بھیج دیا خضر خاں نے وہاں سے اپنی صفائی کی عرضداشت بھیجی اور پھر بلا اجازت دہلی چلا آیا۔ بادشاہ کی بھی محبت جوش کر آئی لیکن کچھ دن کے بعد پھر کافور نے بہکا دیا اور بادشاہ نے خضر خاں اور شادی خاں دونوں بھائیوں کو گوالیر کے قلعہ میں بھیج دیا۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ شاہ کی بیماری میں خضر خاں اور اس کی ماں نے بادشاہ کی اچھی طرح سے خبر نہ لی۔ اس لئے بادشاہ نے ملک نائب کافور کو اور الپ خاں کو گجرات سے بلوا بھیجا۔ ملک نائب کافور نے موقع پاکر بادشاہ کو الپ خاں اور ملکہ اور خضر خاں سے بدظن کر دیا۔ بادشاہ نے احتیاطاً خضر خاں کو امروہہ کی جانب بھیج دیا اور کہا کہ بروقت صحت تجھ کو بلوالوں گا۔ خضر خاں نے منت مانی کہ اگر اُس کے باپ کو صحت

ہو جاویگی تو پیادہ پا شاہ وہاں کی زیارت کو آویگا - باپ کے صحت کی خبر سنتے ہی پیادہ پا امروہہ سے چل دیا - بادشاہ نے محبت پدری سے اُس کے بے اجازت چلے آنے پر کچھ خیال نہ کیا لیکن تھوڑے دنوں بعد ملک کافور نے اُس کو خضر خاں اور شادی خاں اور اُن کے ماموں الپ خاں کی طرف سے بدظن کر دیا - بادشاہ نے خضر خاں و شادی خاں کو گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا اور ملکہ جہاں کو محل سے باہر بھیج دیا اور الپ خاں کو قتل کروا ڈالا - ضیاء برنی نے اس واقعہ کی کچھ تفصیل نہیں کی - فقط یہ لکھا ہے کہ ملک کافور نے مکاری سے بادشاہ کا حکم حاصل کر لیا - کہ الپ خاں کو قتل کیا جاوے اور خضر خاں اور شادی خاں کو گوالیر کے قلعہ میں قید کیا جاوے - اور ملکہ جہاں کو لعل کوشک سے نکال دیا جاوے - برنی لکھتا ہے کہ اُس روز علاء الدین کی سلطنت اور خاندان کا گویا خاتمہ ہو چکا تھا - لیکن امیر خسرو نے اپنی مثنوی عشیقہ نام میں جس میں خضر خاں و دیول رانی کی محبت کا ذکر ہے کل حال مفصل لکھا ہے اور اُس کو صحیح سمجھنا چاہیئے - کیونکہ وہ ایک ہمعصر اور ایسے شخص کا بیان ہے - جو دربار کا ملازم اور خضر خاں کا علے الخصوص دوست تھا -

سونی پت ۷۵ سندپت - اغلباً سونی پت سے مراد ہے جو موجودہ شہر سے ۲۰ میل کے فاصلے پر لاہور کی پرانی سڑک پر واقع ہے - کسی زمانے میں جمنا اُس کی فصیل کے نیچے بہتی تھی - اب بھی اُس کے شکم کو بڑا نالہ کہتے ہیں - یہ شہر بہت پرانا ہے - کہتے ہیں کہ جد ہشٹر نے دریودھن سے پانچ پت طلب کئے تھے اُن میں ایک یہ بھی تھا - اگرچہ سیر المتاخرین نے اُن پانچ شہروں کے نام کیتھل - اندری - اندپت - کرنال اور برناوہ لکھے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ اُس کو راجہ سونی نے جو ارجن کی تیرھویں پشت میں تھا آباد کیا تھا - ۱۸۶۶ء ساٹھ یا ستر فٹ نیچے ایک مورتی سورج دیوتا کی ملی تھی - جنرل کننگم صاحب اُس کو بارہ سو سال کی بنی ہوئی بتلاتے ہیں اور ۱۸۷۰ء میں ایک جگہ سے یونانی درہم تین ہزار تعداد میں ایک جگہ جمع کئے ہوئے نکلے تھے موجودہ شہر کا رقبہ ایک میل کے قریب ہے اور آبادی چودہ پندرہ ہزار ہے - شہر کا بالائی حصہ کوٹ کہلاتا ہے اور نیچے کے حصے کو شہید کہتے ہیں - اُس میں سید ناصر الدین اور میر مکند کی خانقاہیں ہیں - کہتے ہیں - کہ سید ناصر الدین پتھورا کے وقت میں دہلی کی فتح سے پہلے گھوڑے فروخت کرنے کے لئے لائے تھے - سونی پت میں پتھورا کے داماد نے اُن کے گھوڑے چھین لئے اور شہید کر ڈالا -

Marfat.com

فصل (۱۰) سلطان شہاب الدین

علاء الدین مرگیا تو ملک نائب (کافور) نے اُس سب سے چھوٹے بیٹے شہاب الدین کو
تخت پر بٹھایا اور لوگوں سے اُس کی بیعت لی۔ کل کاربار ملک نائب کے قبضہ اقتدار میں رہا۔
اُس نے شادی خاں اور ابوبکر خاں کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی اور اُن کو بھی گوالیار کے
قلعہ میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ خضر خاں کی آنکھوں میں بھی سلائی پھیر دی جاوے۔ قطب الدین کو بھی
قید کر لیا لیکن اُس کی آنکھوں کو بے نور نہ کیا۔ سلطان علاء الدین کے خاص غلاموں میں سے بشیر
اور مبشر دو شخص تھے اُن کو بادشاہ بیگم نے جو سلطان معز الدین کی بیٹی تھی۔ یہ پیغام بھیجا کہ ملک
نائب نے جو کچھ سلوک میرے بیٹوں کے ساتھ کیا ہے تمہیں معلوم ہے۔ اب وہ قطب الدین
کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے جواب بھیجا کہ ہم جو کچھ کرنے والے ہیں سب تجھے معلوم ہو جائیگا
ان کی عادت تھی کہ وہ رات کو نائب کے پاس رہا کرتے تھے۔ اور اُن کو اُس کے پاس مع
ہتھیاروں کے آنے کی اجازت تھی۔ اُس رات بھی وہ حسب معمول آئے نائب اُس رات کو
ایک لکڑی کے بالاخانہ میں تھا جس پر قرا گند منڈھا ہوا تھا یہ بالاخانہ سب سے اوپر کی چھت
پر تھا۔ اور اُس کو اُس ملک میں خرمقہ کہتے ہیں۔ اتفاقاً اُن میں سے ایک کی تلوار لے کر اُس
نے اُلٹا پلٹا اور دیکھ کر واپس کر دی اُن میں سے ایک نے فوراً تلوار سے وار کیا اور دوسرے
نے بھی تلوار لگائی اور وہ دونوں اُس کا سر قید خانہ میں قطب الدین کے پاس لے گئے اور
اُن کے روبرو جا ڈالا اور قطب الدین کو باہر نکال لائے۔

سلہ بدایونی لکھتا ہے۔ کہ کافور ملک اختیار الدین سنبل را در قلعہ گوالیار فرستاد تا چشم خضر خاں و
شادی خاں را میل کشید و دو سرداران بشیر و مبشر نام با جمعے از پائکان محافظاں محل ہزار
ستوں باہم اتفاق نمودہ ملک نائب کافور را در شبے بقتل رسانیدند۔ فرشتہ لکھتا ہے سادرِ
مبارک خاں بی بی مالک کس نزد شیخ نجم الدین کہ از اولاد احمد جام بود فرستاد ایں معنی را با:
نمود شیخ فرمود غم مدار و منتظر خلیفہ غیبی باش۔

Marfat.com

۵۲ خرسقہ۔ معلوم نہیں کہ یہ کس لغت کا معرب ہے آیا لگہ کا یا خرمی گاہ۔ لیکن فرشتہ نے اس موقع پر لفظ خرگاہ استعمال کیا ہے ملک نائب ہر روز سلطان شہاب الدین خردسال را بر بالائے ہزار ستون آوردہ بر تخت نشاندے وچوں دربار بشکستے آں طفل را بحرم سرا نزد مادرش فرستادے وخود در خرگاہے کہ بر بام ہزار ستون نصب کردہ بودند یا خواجہ سرایان قمار باختے۔ بعد از متفق شدن درہا بخرگاہ در آمدند و ملک کافور را ضاماں او را پس از وفات سلطان سی و پنج روز بقتل رسانیدند۔

فصل (۱۱)۔ سلطان قطب الدین

قطب الدین کچھ دنوں تو اپنے بھائی شہاب الدین کے نائب کے طور پر کام کرتا رہا لیکن پھر اُس کو تخت سے علیحدہ کرکے آپ بادشاہ ہوگیا۔ اور شہاب الدین کی انگلیاں کاٹ کر اُس کو بھی اور بھائیوں کے پاس گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا اور آپ دولت آباد کی طرف گیا۔ دولت آباد دہلی سے چالیس منزل ہے اور تمام رستہ پر برابر بید مجنوں کے اور قسم قسم کے درخت دورویہ لگے ہوئے ہیں۔ چلنے والے کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ باغ کے درمیان چلا جاتا ہے اور ہر ایک کوس میں تین چوکیاں ڈاک کے ہرکاروں کی ہیں جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور ہر چوکی پر ہر چیز جس کی مسافر کو ضرورت ہوتی ہے۔ ملتی ہے۔ گویا وہ بازار میں جا رہا ہے اور اسی طرح سے یہ سڑک تلنگانہ اور معبر کے ملک تک چلی گئی ہے جو دہلی سے چھ مہینے کا راستہ ہے۔ ہر ایک منزل پر بادشاہی محل ہے اور مسافروں کے لئے سرا ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ مسافر اپنے ساتھ زاد راہ اٹھاتا پھرے[۵۳]۔ جب سلطان قطب الدین رستے میں تھا تو بعض امیروں نے اُس کے خلاف بغاوت کرنے کا ارادہ کیا اور اُس کے بھتیجے[۵۴] کو جو خضر خاں کا بیٹا اور دس برس کی عمر کا تھا۔ تخت پر بٹھانا چاہا۔ قطب الدین نے اپنے بھتیجے کے پاؤں پکڑوا کر اُس کا سر پتھروں سے ٹکرا کر بھیجا نکال کر مار ڈالا اور اپنے ایک امیر کو جس کا نام ملک[۵۵] شاہ تھا گوالیر کی طرف بھیجا اور اُس کو حکم دیا کہ وہاں ابن[؟] کے باپ کو اور اُس کے چچاؤں کو قتل کر ڈالو۔ قاضی زین الدین مبارک قاضی گوالیر مجھ سے ذکر کرتے تھے کہ جس روز یہ ملک شاہ قلعہ میں پہنچا

میں خضر خاں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے آنے کی خبر سنتے ہی اُس کا رنگ فق ہو گیا۔ جب ملک شاہ خضر خاں کے پاس آیا تو اُس نے پوچھا کیوں آیا ہے۔ امیر نے کہا خوند عالم کسی ضرورت سے آیا ہوں۔ خضر خاں نے کہا میری جان کی خیر ہے۔ امیر نے کہا ہاں۔ پھر اُس نے کوتوال کو بلوایا اور محافظان قلعہ کو جو تین سو اشخاص تھے اور مجھے (یعنی قاضی کو) اور گواہوں کو طلب کیا اور سب کے سامنے بادشاہ کا حکم پڑھوایا۔ پھر شہاب الدین کے پاس آئے اور اس کو مار ڈالا اُس نے کسی طرح کا ڈر اور بیقراری ظاہر نہیں کی اور پھر شادی خاں اور ابوبکر خاں کے سر تن سے جدا کئے جب خضر خاں کی باری آئی تو رونے اور چلانے لگا۔ اور اُس کی ماں بھی اُس کے ساتھ تھی۔ لیکن اُس کو گھر میں بند کر دیا تھا اور خضر خاں کو مار کر اُن سب کی نعشیں بلا تکفین اور تدفین کے ایک گڑھے میں ڈال دیں۔ کئی سال کے بعد اُن کو نکالا گیا۔ اور وہ اُن کے خاندان کے مقبرہ میں دفن کئے گئے خضر خاں کی ماں پیچھے تک زندہ رہی اور میں نے اُس کو ۷۲۸ھ ہجری میں مکہ معظمہ میں دیکھا تھا۔ گوالیار کا قلعہ ایک چٹان کی چوٹی پر واقع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس چٹان میں سے تراش کر اُس کو بنایا ہے۔ اور اُس کے آس پاس کوئی پہاڑ اس قدر بلند نہیں ہے اور اُس کے اندر پانی کا ایک تالاب اور تقریباً بیس کنوئے ہیں۔ ہر ایک کنوے پر فصیل ہے۔ جس پر منجنیق اور عرادے لگے ہوئے ہیں۔ قلعہ پر چڑھائی کا رستہ اس قدر چوڑا ہے کہ ہاتھی بہ آسانی آ جا سکتے ہیں قلعہ کے دروازے پر پتھر کا تراشا ہوا ہاتھی کا بت مع فیلبان کے بنا ہوا ہے۔ دور سے ہو بہو ہاتھی معلوم ہوتا ہے۔ اور قلعہ کے نیچے شہر بستا ہے۔ خوبصورت بنا ہوا ہے۔ کل عمارات اور مساجد سفید پتھر کی بنی ہوئی ہیں اور سوا دروازہ کے لکڑی کہیں استعمال نہیں کی گئی۔ اکثر رعیت ہنود ہیں۔ بادشاہ کی طرف سے چھ سو سوار رہتے ہیں جن کو اکثر لڑنے کا کام رہتا ہے۔ کیونکہ یہ قلعہ ہندوؤں کی ریاستوں کے بیچ میں ہے۔ جب قطب الدین نے اپنے سب بھائیوں کو مار ڈالا اور کوئی حریف نہ رہا تو خدا نے اُس پر ایک قاتل مسلط کیا جو اُس کا بڑا منہ چڑھا امیر کبیر تھا اُس نے قطب الدین کو قتل کر ڈالا اور وہ بھی تھوڑے ہی دنوں رہنے پایا تھا کہ اُسکو خدا تعالیٰ نے سلطان تغلق کے ہاتھ سے

قلعہ گوالیار

Marfat.com

قتل کر دیا جس کی تفصیل ہم ابھی بیان کرتے ہیں۔ خسرو خاں قطب الدین کے امیروں میں سے تھا۔ بڑا بہادر اور خوبصورت جوان تھا۔ چندیری اور معبر کا ملک اُس نے فتح کیا تھا۔ پہلا ہندوستان میں نہایت سرسبز اور زرخیز گنا جاتا ہے۔ معبر دہلی سے چھ ماہ کے فاصلے پر واقع قطب الدین۔ خسرو ملک سے نہایت محبت رکھتا تھا۔ قطب الدین کا استاد قاضی خاں صدر جہاں تھا اور وہ امرائے عظیم الشان میں سے تھا۔ اور کلید داری کا عہدہ بھی اُس کو تھا۔ یعنی بادشاہی محل کی کنجی اُس کے پاس رہتی تھی اور اُس کی عادت تھی کہ وہ رات کو بادشاہی محل کے دروازے پر رہتا تھا۔ ایکہزار آدمی اُس کے ماتحت تھے۔ ہر رات کو اڑھائی اڑھائی سو آدمی پہرہ پر رہتے تھے۔ باہر کے دروازے سے اندر کے دروازے تک دو رویہ صف باندھے اور ہتیار لئے ہوئے کھڑے رہتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی شخص محل کے اندر داخل ہوتا تھا تو اُس کو اُن کی صفوں کے درمیان میں سے گذرنا پڑتا تھا۔ ان لوگوں کو نوبت والے کہتے تھے اُن پر افسر اور منشی ہوتے تھے جو گشت پر پھرتے تھے۔ اور حاضری لیا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی غیر حاضر نہ ہو۔ رات والے جب پہرہ دے چکتے تھے۔ تو دن کے پہرہ دینے والے اُن کی جگہ آکر پہرے پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ قاضی خاں خسرو ملک سے نہایت نفرت کیا کرتا تھا اور چونکہ خسرو ملک دراصل ہندو تھا اور ہندوؤں کی بہت جنبہ داری کرتا تھا۔ اس لئے قاضی خاں اُس سے ناراض تھا۔ اور ہر موقع پر بادشاہ سے عرض کیا کرتا تھا۔ کہ اُس سے خبردار رہنا چاہئے لیکن بادشاہ نہ سنتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ یہ باتیں جانے دو کیونکہ خداوند تعالےٰ کی قضا میں تھا کہ بادشاہ اُس کے ہاتھ سے قتل کیا جائے۔ اُس لئے اُس کے کان پر جوں نہ چلتی تھی۔ ایک روز خسرو خاں نے بادشاہ سے کہا کہ بعض ہندو مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ اُس وقت میں یہ دستور تھا۔ کہ جب کوئی ہندو مسلمان ہونا چاہتا تھا۔ تو وہ پہلے بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوتا

بادشاہ کی طرف سے اُس کو خلعت اور سونے کے کنگن انعام میں ملتے تھے۔ بادشاہ نے کہا اُن کو اندر لے آؤ۔ خسرو ملک نے کہا وہ رات کو آنا چاہتے ہیں۔ دن میں اپنے رشتہ داروں سے شرم کرتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اچھا رات کو لے آؤ۔ خسرو ملک نے اچھے اچھے بہادر ہندو منتخب کیے جن میں اُس کا بھائی خان خاناں بھی تھا۔ موسم گرمی کا تھا۔ بادشاہ سب سے اونچی چھت پر تھا اور اُس وقت اس کے پاس سوا چند غلاموں کے اور کوئی نہ تھا۔ جب وہ چار دروازوں کے اندر چلے آئے اور پانچویں دروازے پر پہنچے تو اُن کو مسلح دیکھ کر قاضی خاں کو شک ہوا۔ اس نے اُن کو روکا اور کہا اخوند عالم کی اجازت سے آؤں۔ اُن لوگوں نے ہجوم کر کے قاضی خاں کو مار ڈالا۔ غل جو ہوا تو بادشاہ نے پوچھا کیا ہے۔ خسرو ملک نے کہا کہ وہ ہندو آتے ہیں اور قاضی خاں اُن کو روکتا ہے۔ کچھ تکرار ہوگئی ہے۔ بادشاہ خائف ہو کر محل کی طرف چلا دروازہ بند تھا۔ اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پیچھے سے خسرو خاں نے اُس کو قابو میں کر لیا۔ بادشاہ زبردست تھا۔ اُس کو نیچے دبا بیٹھا اتنے میں وہ ہندو آ گئے۔ خسرو خاں نے پکار کر کہا کہ بادشاہ نے مجھے نیچے دبا رکھا ہے۔ انہوں نے بادشاہ کو قتل کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر صحن میں پھینک دیا۔

سلے اسی قسم کی دو سڑکیں شیر شاہ نے بھی تیار کرائی تھیں۔ بداؤنی لکھتا ہے۔ از ولایت بنگالہ تا رہتاس عزبی کہ چہار ماہہ راہ راست واز آگرہ تا منڈو (کہ سی صد کروہ فاصلہ دارد) در ہر کروہے سرائے و مسجدے و چاہے از خشت پختہ آباد آں ساختہ موذنے و امامے و مسلمانے و ہندوئے برائے سقایہائے آب نامزد کردہ و لنگر طعام برائے فقرا و رہگذرے مہیا داشتہ و دو رویہ راہ درختاں بزرگ بلند سرکشیدہ (از قسم انبہ و کھرنی) نشانید تا مسافران در سایہ آں رفتہ باشند و اثر آں تا اکنوں کہ پنجاہ و دو سال از آں زماں گذشتہ باقی ست۔ فرشتہ میں یہ زیادہ ہے در ہر سرا دو اسپ یام کہ بزبان ہندی ڈاک چوکی گویند نگاہداشتہ کہ ہر روز خبر نیلاب و اقصائے بنگالہ باو مے رسید۔ خلاصۃ التواریخ و سیر المتاخرین میں یہ بھی درج ہے۔

سلے مقرر کرد کہ وقتے کہ شیر شاہ در دولت خانہ والا مائدہ برائے خود گسترد و سے آواز نقارہ

Marfat.com

شدے وچوں در سراہا نقارہ ہا بودند بہ طرفۃ العین بہ تمامی سراہا از بنگالہ تا رہتاس مردم خبردار گشتہ نقارہ نواختندے و در ہر سرائے ہماں وقت از طرف بادشاہ بہ مسافرین مسلمان طعام پختہ و بہ ہندوان آرد و روغن و دیگر لوازم دادندے۔ و مقرر کردہ بودند کہ از نیلاب تا دہلی دہات افغاناں دو رویہ آباد سازند تا سد راہ مغول شوند۔ بداونی و طبقات اکبری و فرشتہ میں صریح ہے کہ ہر کوس پر ایسی سرائے اور مسجد تھی لیکن سیر المتاخرین اور خلاصۃ التواریخ میں لکھتے ہیں کہ یہ سرائیں دو دو کوس پر تھیں۔ بداونی لکھا ہے کہ سلیم شاہ نے بیچ میں ایک ایک اور سرائے بنوا دی تھی۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہر کوس یا نصف کوس پر سرائے کی کیا ضرورت تھی۔ ممکن ہے کہ "دو کردہ" کی بجائے "دہ کردہ" کا لفظ ہو۔ میں نے اس امر کی تحقیق کرنے کے لئے کہ اصل فاصلہ کیا تھا کئی تاریخیں دیکھیں لیکن قابل اطمینان طور سے معلوم نہ ہوا کہ اصل میں کس قدر فاصلے پر یہ سرائیں تھیں؛

۵۲ یہ شخص جس نے دیوگڑھ (دولت آباد) کے رستے میں سازش کر کے بادشاہ کو مارنا چاہتا تھا۔ اسد الدین بن یغرش سلطان علاؤ الدین کے چچا کا بیٹا تھا۔ خود بادشاہ بننا چاہتا تھا۔ بداونی نے لکھا ہے کہ اس کو ملک خموش بھی کہتے ہیں؛

۵۳ بادشاہ چوں بجھاین و حروف بہ نواشہر نواح رنتھنبور۔ ارسید شادی کتھہ سرسلاحدار را گجرا لیار فرستاد تا اہل و عیال خضر خاں و شادی خاں مقتول را با بقیہ اہل حرم علائی بعد از کشتن سلطان شہاب الدین بدہلی آورد" یہ دیوگیر سے واپس آتے ہوئے حکم دیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کا ذکر کرتا ہے۔ ورشالہ ہجری سرسلاحی کو توال را فرستاد تا در گوالیار رفتہ خضر خاں وشادی خاں را بدرجہ شہادت رسانند و دیول رانی را طلبیدہ داخل حرم ساخت۔ امیر خسرو نے مثنوی خضر خاں و دیول رانی میں یہ قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ مبارک شاہ نے خضر خاں کو پیغام بھیجا کہ میں تجھے کسی علاقے کا حاکم بنا دوں گا۔ اگر تو دیول رانی کو میرے پاس بھیج دے لیکن خضر خاں نے انکار کیا۔ خضر خاں کا قتل

چو با من ہمسر است ایں یار جانی | سر من دور کن زاں پس بدانی

بادشاہ ناراض ہوا۔

بہ تندی سرسلاحی را طلب کرد | کہ باید عمد کردہ امروز شب کرد
و اندر گالیور ایں دم نہ بس دیر | سر شیراں ملک افگن بہ شمشیر

اس واقعہ کا امیر خسرو نے اپنی مثنوی میں ایک درد انگیز سماں باندھ کر دکھایا ہے۔

فرشتہ لکھتا ہے "چوں بجہائے رسید شادی کہنہ سردار سلاحداران را بگوالیار فرستاد تا خضر خاں و شادی و ملک شہاب الدین را کہ قبل ازیں میل در چشم کشیدہ بودند بقتل رسانند و اہل و عیال ایشاں را بدہلی آورد و سلطان قطب الدین دیول دیوی منکوحہ خضر خاں را داخل حرم ساخت" ضیاء الدین برنی نے اس شخص کا نام شادی کٹھ سردار سلاحداران لکھا ہے میری رائے میں سر سلاحی جو لفظ امیر خسرو نے اپنی مثنوی میں استعمال کیا وہ سر سلاحداران ہے۔ بداونی نے جو دو واقعات مذکور کئے ہیں وہ ایک ہی واقعہ ہے۔ ابن بطوطہ اس کا نام ملک شاہ لکھتا ہے۔

گوالیر کا قلعہ

۵۴ قلعہ گوالیار۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ گوالیار کا قلعہ ایک علیحدہ چٹان پر واقع ہے جو ۳۴۲ فٹ اونچی ہے۔ ڈیڑھ میل لمبا اور تین سو گز چوڑا ہے۔ زینے کے دروازے پر ایک ہاتھی کا بت پتھر میں ترشا ہوا کھڑا ہے۔ اس لئے اس کو ہاتھی پول کہتے ہیں۔ گوالیر کا پرانا شہر قلعہ کے مشرق کی طرف پہاڑی کے نیچے بستا ہے۔ اس میں شیخ محمد غوث گوالیری کی خانقاہ کی عمارت دیکھنے کے قابل ہے۔ راجہ کا محل مان سنگھ نے (۱۴۸۶ء سے ۱۵۱۶ء) بنایا تھا اس کے پاس راجہ بکرماجیت کا محل اور جہانگیر اور شاہجہاں کے محلات واقع ہیں۔ اور کل مجموعہ بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ ولفورڈ صاحب کی تحقیقات کے مطابق گوالیر کا قلعہ راجہ سورج سین نے ۷۷۳ء میں بنایا تھا۔ ۱۰۲۳ء میں محمود غزنوی اس کو فتح نہ کر سکا۔ ۱۱۹۶ء میں محمود غوری نے اس کو فتح کیا۔ ۱۲۱۱ء میں پھر بادشاہان دہلی کے قبضے سے نکل گیا۔ اور ۱۲۳۲ء میں شمس الدین التمش نے فتح کیا۔ اکبر نے اس کو بڑے بڑے آدمیوں کے لئے قید خانہ مقرر کیا۔ لیکن ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانے میں بھی یہ ہی غرض کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ ۱۸۵۸ء میں قلعہ پر گورنمنٹ انگریزی نے قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن لارڈ ڈفرن کے عہد میں جہانسی کے شہر کے عوض اس کو سندھیہ کو واپس کر دیا۔ گوالیر آگرہ سے ۶۵ میل ہے۔ بابر بادشاہ نے بھی ہتیا پول کا ذکر اپنی تزک میں کیا ہے۔ "در برج ضلع شرقی او ہتیہ پول ست، پیل را ہاتی گویند دروازہ را پول۔ در بر آمد ایں دروازہ صورت یک فیلے۔ مجسم کردہ اند و بالائے دو فیلبان ہم ساختہ بعینہ فیل راست کردہ اند"۔ اسی ہاتھی کی نقل کے طور پر شہنشاہ اکبر نے جب قلعہ آگرہ تیار کیا تو اس کے

آگرہ کے قلعہ کے دروازہ کے ہاتھی

مغربی دروازے پر دو ہاتھی مع فیلبانوں کے تیار کرائے۔ ان کو شاہجہاں دہلی لعل قلعہ میں لے گیا۔ اور وہاں کھڑے کر دیئے تھے۔ عالمگیر نے ان کو بت پرستی کی علامت سمجھ کر اس جگہ سے علیحدہ کروا دیا تھا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کروا کر دفن کروا دیا تھا۔ اب انہیں سے ایک ہاتھی جو بیگم کے میں تھا۔"

ان ہاتھیوں کا برنیر نے اپنے سفرنامہ میں ذکر کیا ہے اور وہ ہاتھیوں کے فیلبانوں کو جیمل اور فتا کے بت بتلاتا ہے۔ اس پر ٹاڈ صاحب مصنف راجستان اور جنرل کننگم نے طرح طرح کی باتیں بنائی ہیں۔ اور بلا ضرورت اس کو ایک مطلب سوال بنا دیا ہے کہ اکبر نے کس منشا سے اپنے دشمنوں جیمل اور فتا کے بت اپنے قلعے پر کھڑے کئے۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کا منشا یہ تھا۔ کہ ان کی بہادری کی قدر کرے۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کو بطور دربان کے کھڑا کرنے سے ان کی ذلت مراد تھی۔ لیکن یہ سب سوال بلا ضرورت ہیں۔ برنیر کے سوا اور کوئی مصنف غیر ملک کا یا اس ملک کا یہ نہیں لکھتا کہ ان ہاتھیوں پر جو دو بت تھے۔ وہ جیمل اور فتا کے تھے۔ کننگم صاحب لکھتے ہیں کہ برنیر کا تعلق دانشمند خاں سے تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے دانشمند خاں سے یہ بات سنی ہو لیکن یہ محض غلط قیاس ہے۔ کیونکہ میں ایک ایسے مصنف کی سند لاتا ہوں۔ کہ اگر اکبر جیمل اور فتا کے بت ان ہاتھیوں پر بناتا تو وہ ضرور لکھتا خواہ اکبر کا ارادہ ان بتوں کے بنانے سے جیمل اور فتا کی توقیر یا تذلیل اور اپنی عظمت کی نمائش ہوتی یا دونوں۔ ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے "گیتی خداوند قلعۂ از سنگ سرخ برساخت کہ جہاندیدگان ہمتائے او نگذارند۔ بدروازہ باختر دو فیل سنگین با پیلبانان بس نیکو تراشیدہ اند"

حقیقت یہ ہے کہ گوالیار کی تقلید سے دروازے پر ہاتھیوں کا بنانا مقصود تھا۔ ہاتھی کے ساتھ فیلبان بھی ضرور ہونے چاہئیں۔ ابوالفضل صاف لکھتا ہے کہ یہ بت پیلبانوں کے تھے۔ ممکن ہے کہ برنیر کے وقت میں کیونکہ جیمل اور فتا کا واقعہ تازہ تھا۔ عوام ان تصویروں کو فتا اور جیمل کی تصویر کہنے لگے ہوں اور برنیر کا ماخذ بھی دانشمند معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہی عوام لوگ ہیں۔ گوالیار کی بابت تاریخی حال میں باب ۸ فصل ۹ کے حاشیہ میں لکھوں گا۔

۵۵ قاضی خاں صدر جہاں۔ مولانا ضیاء الدین بن مولانا شہاب الدین خطاط کا خطاب تھا۔ اس نے بادشاہ کو خوش نویسی سکھائی تھی۔ چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے۔ قاضی خاں کہ بوفور علم و عمل اتصاف داشت و او در خط بر بادشاہ حق تعلیم ست و بادشاہ کلید ہائے دروازہ قاضی خاں

Marfat.com

حرم و بیروں بدو سپردہ بود دل از ناموس و جاں خود برداشتہ بخدمت بادشاہ رفت و گفت اے بادشاہ خسرو خاں قصد غدر دارد۔

۵۶ خسرو خاں اصل میں گجرات کا باشندہ تھا۔ فرشتہ اور برنی نے اُس کی قوم پروار لکھی ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ کوئی کمین ذات ہوتی ہے۔ بداونی براو لکھتا ہے۔ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور حسن اُس کا نام تھا۔

۵۷ سوا ابن بطوطہ کے کسی اور مورخ نے یہ وجہ بیان نہیں کی۔ بلکہ اصل میں یہ وجہ تھی کہ خسرو خاں کو جب بادشاہ نے نائب بنا کر چندیری اور معبر کے فتح کرنے کے واسطے بھیجا تو امیروں کو اُس کی سرداری ناگوار گذرتی تھی۔ اور اُس کو ہمیشہ ڈر رہتا تھا۔ اُس نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے اجازت ہو تو میں اپنی قوم کے کچھ آدمی بلا لوں۔ اس بہانہ سے اُس نے چالیس ہزار گجراتی لشکر میں داخل کر لئے۔ پھر ایک روز بادشاہ سے کہا کہ میں رات کو اکثر بادشاہ کی خدمت میں رہتا ہوں میرے ہموطن شکایت کرتے ہیں کہ میں اُن سے کبھی نہیں ملتا۔ بادشاہ نے کہا تم اپنے دوستوں کو رات کے وقت یہاں ہی بلا لیا کرو چنانچہ چھوٹے دروازے کی کنجی اُس کو دیدی وہ اس بہانہ سے اپنی اور بادشاہ کی دل لگی کے لئے بہت سے بدمعاش اور اوباش لوگوں کو رات کے وقت بلا لیا کرتا تھا۔

فصل (۱۲)۔ خسرو خاں

خسرو خاں نے اُسی وقت امیروں اور افسروں کو بلا بھیجا اُن کو کچھ معلوم نہ تھا وہ جو داخل ہوئے تو خسرو ملک تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُن سب نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور صبح تک اُن کو جانے نہ دیا۔ صبح ہوتے ہی اُس نے مشتہر کروا دیا اور دار الخلافہ سے باہر تمام امیروں کے نام پروانے بھیجے اور گراں بہا خلعتیں بھی روانہ کیں۔ سب نے اُس کی اطاعت منظور کر لی۔ لیکن تغلق شاہ نے جو دیپالپور کا حاکم تھا۔ اُس کی خلعت کو پھینک دیا اور اُس کے اوپر بیٹھ گیا۔ ... خسرو ملک نے اپنے بھائی خان خاناں کو بھیجا اور تغلق شاہ نے اُس کو شکست دی۔ جب خسرو ملک بادشاہ ہوا تو اُس نے ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے دئے اور حکم دیا کہ تمام ملک میں کوئی گائے ذبح نہ کرنے پائے۔ ہندو گائے کا مارنا جائز نہیں رکھتے اگر کوئی گائے ذبح کر لیتا ہے تو اُس کو یہ سزا دیتے ہیں

Marfat.com

کہ اُس کو اُسی گائے کی کھال میں سلوا کر جلا دیتے ہیں۔ یہ لوگ گائے کی نہایت تعظیم کرتے ہیں۔ اور ثواب کے لئے بھی اور بطور دوا کے بھی اُس کے پیشاب کا استعمال کرتے ہیں۔ اور اُس کے گوبر سے اپنے گھر اور دیواریں لیپتے ہیں۔ خسرو خاں چاہتا تھا کہ مسلمان بھی ایسا ہی کریں اس لئے لوگ اُس سے متنفر ہو گئے اور سب نے تغلق شاہ کی طرف داری کی۔

شیخ رکن الدین قریشی ملتانی سے میں نے سُنا ہے کہ تغلق قوم سے ترک قرونہ تھا۔ یہ لوگ ترکستان اور سندھ کے بیچ کے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ تغلق بہت مفلس تھا۔ سندھ میں آیا تو کسی سوداگر کا گلوان (گلہ بان) ہو گیا۔ یہ سلطان علاءالدین کے زمانے کا ذکر ہے۔ اُن دنوں میں بادشاہ کا بھائی الوخاں (الغ خاں) سندھ کا حاکم تھا۔ تغلق اُس کے خادموں میں داخل ہو گیا۔ پہلے پیادوں میں بھرتی ہوا۔ پھر الغ خاں کو اس کی شرافت معلوم ہوئی تو سواروں میں ترقی دی۔ پھر اُس کو افسر بنا دیا اور پھر میر آخور یعنی اصطبل کا داروغہ بنا دیا۔ اور آخر کار امرائے عظیم الشان میں سے ہو گیا۔ میں نے ملتان میں تغلق کی بنائی ہوئی مسجد میں یہ کتبہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ اُس نے اُنتیس دفعہ تاتاروں سے لڑ کر اُن کو شکست دی اس لئے ملک غازی کا خطاب حاصل کیا۔ سلطان قطب الدین نے اُس کو دیپال پور کا حاکم مقرر کیا۔ اور اُس کے بیٹے جونہ خاں کو میر آخور کا عہدہ دیا۔ خسرو ملک نے بھی اُسے اُسی عہدے پر قائم رکھا۔ جب تغلق نے خسرو ملک کے خلاف بغاوت کا ارادہ کیا اُس کے پاس تین سو سپاہی تھے۔ جن پر اُس کو کامل بھروسہ تھا۔ اُس نے کشلو خاں کو لکھا جو اُن دنوں ملتان کا حاکم تھا (ملتان وہاں سے تین منزل تھا) کہ تم میری مدد کرو اور اپنے ولی نعمت کے خون کا عوض لو۔ کشلو خاں نے جواب دیا۔ کہ اگر میرا بیٹا خسرو خاں کے پاس نہ ہوتا تو میں بیشک تیری مدد کرتا۔ ملک غازی یعنی غیاث الدین تغلق نے فوراً اپنے بیٹے جونہ خاں کو لکھا کہ میرا ارادہ اس طرح ہے جس طرح ہو سکے کشلو خاں کے بیٹے کو ساتھ لیکر دہلی سے نکل آؤ۔ ملک جونہ سوچتا تھا کہ کیا حیلہ کروں اتفاق سے اُسے موقع مل گیا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ خسرو ملک نے اُس سے ایک روز یہ کہا کہ گھوڑے بہت موٹے ہو گئے اور بدن ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ تم اُن سے محنت لو۔ چنانچہ ہر روز ملک جونہ

جونا خاں کا دہلی سے بھاگنا

گھوڑے سے کر پھیرنے جایا کرتا تھا کبھی ایک گھنٹے میں واپس آجاتا کبھی دو گھنٹے میں اور کبھی تین گھنٹے میں ایک۔ روز وہ ظہر کے وقت تک واپس نہ آیا۔ کھانے کا وقت آگیا۔ بادشاہ نے سواروں کو حکم دیا کہ اُس کی خبر لادیں۔ اُنھوں نے واپس آکر کہا کہ کہیں پتہ نہیں لگا۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کے پاس بھاگ گیا۔ اور اُس کے ساتھ کشلو خاں کا بیٹا بھی چلا گیا۔ تغلق نے بیٹے کے پہنچتے ہی بغاوت کا اعلان کردیا اور اُس نے کشلو خاں کی مدد سے لشکر کی فراہمی شروع کی۔ بادشاہ نے اپنے بھائی خان خاناں کو اُن کی لڑائی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن وہ شکست کھا کر واپس ہوا۔ اور اُس کے ہمراہی مارے گئے اور خزانہ اور اسباب تغلق کے ہاتھ لگا۔ تغلق دہلی کی طرف بڑھنے لگا اور خسرو اپنے لشکر ساتھ اُس کے مقابلے کو شہر سے نکلا اور موضع آسیاباد (ہوا کی چکی) میں خیمہ زن ہوا۔ اُس نے دل کھول کر خزانہ لٹایا اور لوگوں کو اور لشکر کو تھیلیوں کی تھیلیاں روپیوں کی بخش دیں۔ ہندوؤں نے جو خسرو خاں کے لشکر میں تھے بڑی جرأت سے مقابلہ کیا چنانچہ تغلق کا لشکر بھاگ گیا۔ اور اُس کا ڈیرہ لٹ گیا۔ تغلق نے اپنے تین سو جانباز ہمراہیوں کو جمع کیا اور کہا کہ اب بھاگنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ چنانچہ جب خسرو کا لشکر لوٹ میں مشغول تھا۔ اور اُس کے پاس تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے۔ تغلق اپنے ہمراہیوں کو لے کر اُس پر جا پڑا۔ ہندوستان میں بادشاہ کی جگہ چھتر سے پہچانی جاتی ہے۔ چھتر کو مصر میں طیر یا قبہ کہتے ہیں اور فقط عید کے روز بادشاہ سر پر لگاتا ہے۔ لیکن ہندوستان اور چین میں سفر میں ہوں یا وطن میں چھتر ہمیشہ بادشاہ کے سر پر رہتا ہے۔ جب تغلق بادشاہ پر جا پڑا تو بڑی سخت لڑائی ہوئی بادشاہ کا لشکر بھاگ گیا۔ اور اُس کے پاس کوئی ساتھی نہ رہا۔ بادشاہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور کپڑے اور ہتھیار اُتار کر پھینک دئے اور سر کے بال پیچھے کو لٹکائے جیسے کہ ہندوستان کے فقیر لٹکاتے ہیں اور ایک باغ میں جا گھسا لوگ تغلق کے پاس جمع ہوگئے اور وہ شہر میں آیا۔ کوتوال نے شہر کی کنجیاں اُس کے سپرد کیں اور وہ محل میں داخل ہوا اور اُس کے ایک گوشہ میں ڈیرہ کیا۔ اور کشلو خاں سے کہا کہ تو بادشاہ بن جا۔ کشلو خاں نے کہا نہیں تو بادشاہ بن

Marfat.com

دونوں تکرار کر رہے تھے۔ کشلو خاں نے کہا کہ اگر تو بادشاہ ہونا نہیں چاہتا تو تیرے بیٹے کو ہم بادشاہ
بنا لیتے ہیں۔ یہ بات تغلق کو منظور نہ تھی۔ خود بادشاہ بننا قبول کیا اور تخت پر بیٹھ کر بیعت لینی شروع
کی۔ سب خاص و عام نے اس کی بیعت کی۔

خسرو خاں کا قتل

خسرو خاں تین دن تک برابر باغ میں چھپا رہا۔ تیسرے دن بھوک سے بیقرار ہوا۔ اور
باہر نکلا تو باغبان نے اس کو دیکھ لیا۔ اس نے باغبان سے کھانے کو مانگا۔ اس کے پاس کھانے
کی کوئی چیز نہ تھی۔ خسرو نے اسے اپنی انگشتری دی اور کہا اس کو گروی کر کے کھانا لے آ۔ جب
وہ باغبان بازار میں آیا اور وہ انگشتری دکھائی۔ لوگوں نے شبہ کیا کہ اس کے پاس ایسی انگوٹھی کہاں
سے آئی۔ اور اس کو کوتوال کے پاس لے گئے۔ کوتوال اس کو تغلق کے پاس لے گیا۔ تغلق نے
اس کے ساتھ اپنے بیٹے جونہ خاں کو بھیجا کہ خسرو کو گرفتار کر کے لاوے۔ جونہ خاں نے خسرو کو
پکڑ لیا۔ اور اس کو ٹٹو پر سوار کر کے بادشاہ کے سامنے لایا۔ جب وہ بادشاہ کے سامنے آ کر کھڑا
ہوا تو کہا میں بھوکا ہوں۔ بادشاہ نے کہا شربت اور کھانا لاؤ۔ بادشاہ نے اس کو کھانا کھلایا
نبیذ پلایا اور پان دیا۔ جب کھا چکا تو اس نے تغلق بادشاہ سے کہا اے تغلق مجھے رسوا نہ کر
اور شاہانہ سلوک میرے ساتھ کر۔ تغلق نے کہا بسر و چشم اور حکم دیا کہ اسی جگہ جہاں اس نے
قطب الدین کو قتل کیا تھا لے جا کر سر اڑا دو اور اس کے سر اور نعش کو چھت پر سے نیچے
پھینک دو جیسا کہ اس نے قطب الدین کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو غسل دیا
کفن دو اور اسی کے مقبرہ میں دفن کر دو۔

دیپالپور

۵؎ دیپال پور۔ مونٹ گمری کے ضلع میں بیاس کے پرانے شکم پاک پٹن سے ۲۸ میل مشرق
کی طرف واقع ہے۔ اوکاڑا کے اسٹیشن سے ۱۰ میل جنوب میں ہے۔ جنرل کننگھم کی تحقیقات
کے بموجب اس کو راجہ دیوپال نے آباد کیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ راجہ کون سے زمانے
میں تھا۔ وہی صاحب لکھتے ہیں کہ بطلیموس نے جو ڈیدالہ شہر لکھا ہے۔ وہ یہی دیپال پور تھا۔
فیروز شاہ تغلق یہاں ایک نہر کاٹ کر لایا تھا۔ اور اس نے ایک جامع مسجد بھی تعمیر کی تھی
سلاطین مغلیہ سے پہلے غلاموں اور خلجیوں کے وقت میں یہ پنجاب کا دار الخلافہ رہا ہے

کیونکہ اُن دنوں میں چنگیز خانی مغلوں کے پے در پے حملات کے روکنے کے لئے لاہور اور ملتان کے بیچ میں ایک ایسے شہر کی ضرورت تھی۔ جہاں سے دونوں طرفوں کا انتظام آسانی سے ہو سکے۔ پُرانے شہر کے کھنڈرات اب بھی جنوب مغرب کی وارقع ہیں۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضافات کی بستیوں کے علاوہ خاص شہر تین میل کے رقبے میں بستا تھا موجودہ شہر چار ہزار کی آبادی ہے اور تحصیل کا صدر مقام ہے۔ تیمور کے حملے کے وقت یہ شہر ملتان کی ہمسری کرتا تھا۔ اور اُس میں ۸۴ مسجدیں تھیں۔ بابر کے وقت میں بھی یہ شہر آباد تھا۔ اور لاہور سے کم درجے کا نہیں تھا۔

قرونہ کی تحقیق

۵۲ قرونہ۔ مارکو پولو نے لکھا ہے کہ قرونہ اُن لوگوں کو کہتے ہیں۔ کہ جنکے باپ تاتاری ہوں۔ اور ماں ہندی ہو۔ اِن لوگوں کا پیشہ لوٹ اور قزاقی ہے۔ جہاں اُن کا لشکر چلا جاتا ہے اُس ملک کو بے چراغ کر دیتے ہیں۔ اُن کا سردار نکودار ہے۔ جو چغتائی کا بھتیجا ہے یہ شخص اپنے چچا کے پاس سے بھاگ کر اور قرونہ کے لشکر کو لے کر بدخشاں کے رستے کشمیر میں گیا۔ اور لاہور کو فتح کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ اور مغلوں سے لڑتا رہا +

تغلق کا نسب

تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو قرونہ کا طومان (دس ہزار آدمی) مغلوں کے لشکر کے ساتھ ہوتا تھا۔ لیکن بعد میں اُنھوں نے لُوٹ مار کا پیشہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ اصل میں یہ قوم چین کے شمال میں قرون جیدن یا خیدن ایک پہاڑ ہے وہاں رہتی تھی۔ کرنیل یول کہتے ہیں کہ مارکو پولو نے جو وجہ تسمیہ بتائی ہے۔ وہ غلط ہے لیکن خلاصۃ التواریخ کا مصنف لکھتا ہے۔ پدر سلطان ترک زاد باسم تغلق از غلامان سلطان غیاث الدین بلبن و مادر او از قوم جٹ پنجاب بود۔ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرونہ کے لفظ سے ابن بطوطہ کے راوی نے یہی مراد لی ہے۔ کہ سلطان تغلق دو غلا تھا۔ اور جو کچھ مارکو پولو نے قرونہ کی وجہ تسمیہ لکھی ہے صحیح ہے۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تغلق اس بادشاہ کی قوم کا نہ تھا۔ بلکہ اُس کے باپ کا نام تھا۔ شمس سراج عفیف مستسی گر گیا ورنہ یہ کل بات معلوم ہو جاتی۔ اُس نے تاریخ فیروز شاہی میں حوالہ دیا ہے کہ میں تغلق شاہ کے نسب کا حال اپنی کتاب مناقب سلطان تغلق میں لکھ آیا ہوں۔ اس لئے یہاں نہیں لکھتا۔ اور اُس کتاب کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ خدا جانے خدا اتنی بڑی کتاب لکھنے بیٹھا تھا۔ اگر اُس میں بھی نسب لکھ دیتا تو کیا بگڑتا تھا۔ سکوں پر السلطان الغازی غیاث الدنیا والدین ابو المظفر تغلق شاہ السلطان ناصر امیر المومنین وغیرہ ہے اور اُس کے

Marfat.com

بیٹے کے سکے پر المجاہد فی سبیل اللہ محمد بن تغلق شاہ ۔ یا الراجی رحمتہ اللہ محمد بن تغلق شاہ صحیح ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تغلق قوم کا نام نہیں تھا۔ یا تو خود غیاث الدین کا نام ہو یا اس کے باپ کا۔ تغلق کے لفظی معنے ترکی میں پہاڑی کے ہیں اور وہ پشتو کے لفظ رہیلہ کا مرادف ہے فرشتہ لکھتا ہے۔ کہ میں نے بادشاہ تغلق کے نسب کی بابت لاہور میں بھی اور اور شہروں میں ہرچند تحقیقات کی مگر مجھے کچھ پتہ نہ لگا۔ نوادر المعانی میں تغلق اور قتلغ کے معنے اور سطیا میانہ کے لکھے ہیں۔ قتلغ کے یہ معنے درست ہوں گے۔ کیونکہ الغ خاں اور اکت خاں کے علاوہ بعضے امیر قتلغ خاں خطاب کے بھی درج ہیں۔ لیکن تغلق کوئی مستقل دوسرا لفظ معلوم ہوتا ہے۔ اب بھی ملتان کے باہر تھسنے خاں یعنی تغلق خاں کا کرٹرہ موجود ہے۔

۵۳ میر آخور۔ اُس امیر کو کہتے تھے جس کے سپرد شاہی اصطبل ہوتا تھا۔ یہ بہت بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ علاء الدین خلجی کا بھائی اپنے چچا کے وقت میں میر آخور تھا۔ آخر بیگ بھی اسی عہدہ دار کو کہتے تھے غیاث الدین تغلق بھی سلطان علاء الدین خلجی کا آخر بیگ تھا۔ میر آخور

۵۴ یہ تفصیل کسی اور مورخ نے نہیں لکھی۔ بداونی نے فقط یہ لکھا ہے کہ ملک معز الدین جونا (جو بعد میں سلطان محمد تغلق ہوا) نے اپنے باپ کو لکھا کہ جگہ جگہ ڈاک چوکی کے گھوڑے بٹھا دیئے جاویں چنانچہ ایک روز رات کو ملک بہرام ایبہ یعنی کشلو خاں حاکم ملتان واچہ کے بیٹے کو ساتھ لے کر بھاگ اُٹھا اور سرسہ جا پہنچا جہاں اُس کے باپ نے دو سو سوار بھیج دیئے تھے۔ بعض تاریخوں میں بجائے سرسہ کے بھٹنڈہ لکھا ہے اور فرشتہ نے جانے کا وقت بجائے رات کے دوپہر کا لکھا ہے۔ جس سے ابن بطوطہ کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

۵۵ بداونی کی تحریر کے موافق خسرو خاں ملک شادی کے مقبرہ میں جا چھپا تھا۔ اور وہاں سے پکڑا گیا اور باغ میں سے اُس کا بھائی خانخاناں گرفتار ہوا تھا۔ خسرو خاں اور ملک غازی تغلق کی لڑائی لہنہ کے موضع کے قریب ہوئی تھی۔ سیر المتاخرین میں یہ مقام درج ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ گاؤں کہاں تھا۔ ایک گاؤں اس نام کا میم اور رہتک کی سڑک پر واقع ہے۔ اور اگر دہلی کے قریب کوئی اور گاؤں اس نام کا نہیں تو غالباً اسی مقام پر لڑائی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ وہ بھی غازی ملک کے رستے پر واقع تھا۔

Marfat.com

فصل (۱۳۱) سلطان غیاث الدین تغلق

تغلق نے چار سال تک سلطنت کی۔ یہ بادشاہ نہایت منصف مزاج اور عالم فاضل تھا جب وہ بالاستقلال بادشاہ بن گیا تو اپنے بیٹے کو ملک تلنگ کے فتح کرنے کے لیے بھیجا (یہ ملک دہلی سے تین ماہ کے فاصلے پر ہے) اور اُس کے ساتھ بہت بڑا لشکر دیا۔ اور بڑے بڑے امیر جیسے ملک تیمور اور ملک تگین اور ملک کافور مہردار اُس کے ہمراہ بھیجے۔ جب وہ تلنگ کے ملک میں پہنچا تو اُس نے بغاوت کا ارادہ کیا۔ اُس کا ایک مصاحب تھا۔ عبید نام جو شاعر بھی تھا۔ اور فقیہ بھی تھا اور اُس سے کہہ دیا کہ تو لوگوں سے کہہ دے کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اُس کا گمان تھا کہ یہ خبر سن کر تمام لشکر اور افسر مجھ سے بیعت کر لیں گے۔ لیکن کسی نے اس خبر کو سچ نہ جانا۔ ہر ایک امیر نے مخالفت شروع کی اور اُس سے علیحدہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ جونہ خاں کے ساتھ کوئی بھی نہ رہا۔ لوگوں نے اُس کے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن ملک تیمور نے اُن کو منع کیا۔ جونہ خاں نے اپنے دس مصاحبوں کے ساتھ جن کو وہ یاران موافق کہا کرتا تھا۔ بھاگ کر دہلی کا راستہ لیا۔ بادشاہ نے اُسکو روپیہ اور لشکر دیکر پھر تلنگانہ کی طرف واپس بھیج دیا۔ بعد ازاں بادشاہ کو حقیقت معلوم ہوئی تو اُس نے عبید کو قتل کر ڈالا۔ ملک کافور مہردار کے لیے ایک نوکدار سیدھی لکڑی زمین میں گڑوا دی اور عبید کا سر نیچے کی طرف کر کے وہ لکڑی اُس کی گردن میں چبھو کر لکڑی کے نوکدار سرے کو اُس کی پسلی میں سے نکال دیا باقیماندہ باغی امیر خوف سے بنگالہ میں سلطان ناصر الدین کے بیٹے سلطان شمس الدین کے پاس بھاگ گئے۔

جب سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا۔ تو اُس کا ولی عہد سلطان شہاب الدین بنگالہ کا بادشاہ ہوا۔ لیکن اُس کے چھوٹے بھائی غیاث الدین بورہ نے اپنے بھائی کو معزول کیا۔ اور قتلو خاں اپنے دوسرے بھائی کو مار ڈالا۔ دوسرے بھائی شہاب الدین اور ناصر الدین بھاگ کر تغلق کے پاس آ گئے۔ تغلق اُن کی مدد کے لئے اُن کے ساتھ گیا۔ اور اپنے بیٹے کو بطور نائب کے دہلی میں چھوڑ گیا۔ اور غیاث الدین بہادر کو قید کر کے اپنے ساتھ لیا اور دہلی کی طرف واپس ہوا۔

Marfat.com

دہلی میں سلطان نظام الدین ولی بداونی رہتے تھے۔ جونہ خاں ہمیشہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور اُن سے دعا کا خواستگار رہتا تھا۔ ایک روز اُس نے اُن کے خادموں سے کہا کہ جس وقت شیخ جذبہ اور وجد کی حالت میں ہوں تو مجھے خبر کیجو۔ چنانچہ جب ایسا موقع ہوا تو انہوں نے جونہ خاں کو خبر کی۔ وہ حاضر ہوا۔ شیخ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم نے تجھ کو سلطنت بخشی اسی عرصے میں شیخ کا انتقال ہوگیا۔ تو جونہ نے اُن کے جنازہ کو کندھا دیا۔ یہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچی۔ تو وہ بہت ناراض ہوا۔ علاوہ ازیں جونہ خاں کی تالیف قلوب اور سخاوت اور غلاموں کی زیادہ خریداری سے اور اسی طرح اور امور کے باعث بادشاہ پہلے بھی ناراض رہتا تھا۔ اب اور بھی زیادہ خفا ہوا اور اُس کو یہ بھی خبر پہنچی کہ کسی منجم نے یہ بھی کہا ہے کہ بادشاہ اس سفر سے زندہ واپس نہیں آئیگا۔

جب وہ دار الخلافہ کے قریب پہنچا تو اُس نے اپنے بیٹے کے نام حکم بھیجا کہ اس کے واسطے ایک نیا محل افغان پور میں تیار کرادے۔ جونہ خاں نے تین دن میں محل کھڑا کروا دیا۔ اُس کی بنا لکڑیوں کے ستونوں پہ زمین سے بلندی پر رکھی۔ اُس میں اکثر لکڑی کا کام تھا۔ احمد ابن ایاز نے جو بعد میں خواجہ جہاں کے لقب سے مشہور ہوا۔ اور اُن دنوں میں بادشاہ کا میر عمارت تھا۔ اُس کی بنیاد ایسے اندازہ سے رکھی تھی کہ اگر اُس کے ایک خاص موقع پر ہاتھی کھڑا کیا جاوے تو تمام مکان گر پڑے۔ بادشاہ اس محل میں آکر ٹھیرا اور لوگوں کی ضیافت کی۔ جب لوگ کھانا کھا کر چلے گئے۔ تو جونہ خاں نے بادشاہ کی اجازت طلب کی کہ میں ہاتھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہاتھی جو ساز و سامان سے مرصع تھا۔ سامنے لایا گیا۔ مجھ سے شیخ رکن الدین ملتانی ذکر کرتے تھے۔ وہ اُس وقت بادشاہ کے پاس تھے اور بادشاہ کا لاڈلا بیٹا محمود بھی وہیں تھا۔ جونہ خاں نے اُن سے کہا۔ کہ اے اخوند عالم نماز عصر کا وقت قریب ہے۔ اُٹھ نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ وہ محل سے باہر نکل آئے اسی وقت ہاتھی کو لائے ہاتھی کا محل میں پہنچنا تھا۔ کہ تمام مکان بادشاہ اور شہزادہ کے سر پر گر پڑا۔ شیخ کہتے ہیں کہ میں

نے شور سنا اور بغیر نماز پڑھے واپس چلا آیا۔ تو دیکھا محل گرا ہوا ہے۔ جونہ خاں نے حکم دیا کہ تبر اور کسیاں لاؤ تاکہ کھود کر بادشاہ کو نکالا جاوے اور اشارہ کر دیا کہ ذرا دیری سے لاویں چنانچہ جب کھودنا شروع کیا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ جب کھود کر دیکھا گیا۔ تو بادشاہ اپنے بیٹے کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو موت سے بچانا چاہتا تھا۔ یعنی اُٹھا کر مکان سے نکالنا چاہتا تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ بادشاہ اُس وقت تک زندہ تھا۔ لیکن اُس کا کام تمام کر دیا گیا۔ راتوں رات مقبرہ میں جو اُس نے تغلق آباد میں اپنے لئے بنوایا تھا پہنچا دیا اور وہاں دفن کیا گیا۔

سونے کا محل

تغلق آباد کے بنانے کا سبب میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اس شہر میں بادشاہ کا خزانہ اور محل تھے۔ اس قلعہ میں بادشاہ نے ایک ایسا بڑا محل تیار کرایا تھا کہ اُس کی اینٹوں پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ جس وقت سورج طلوع ہوتا تھا تو اُس کی دمک سے کوئی شخص محل کی طرف نظر جما کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُس میں بادشاہ نے بہت سامان جمع کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں ایک حوض بنوا کر سونا پگھلا کر بھروا دیا تھا کہ وہ جم کر ایک ڈلا ہو گیا تھا۔ اُس کے بیٹے نے وہ تمام سونا صرف کیا۔ چونکہ خواجہ جہاں نے اُس کوشک کے بنانے میں جس کے گرنے سے بادشاہ مرا بڑی صنعت ظاہر کی تھی۔ اس لئے خواجہ جہاں کی برابر کسی کی بادشاہ کے دل میں جگہ نہیں تھی۔ اور کوئی شخص اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔

ورنگول پر چڑھائی

سلہ ۱۳۲۱ء میں غیاث الدین تغلق نے اپنے بیٹے جونا خاں کو جس کا خطاب الغ خاں تھا ورنگول کے فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ قلعہ فتح ہونے کو تھا کہ کسی نے یہ افواہ اڑا دی کہ بادشاہ مر گیا اس سبب سے کئی افسر فوج کے بھاگ آئے۔ قلعہ والوں کو بھی خبر ہو گئی۔ انہوں نے جرات کر کے حملہ کیا اور محاصرین کو واپس ہونا پڑا۔ لیکن ۱۳۲۳ء میں پھر الغ خاں نے ورنگول پر چڑھائی کی اور شہر کو فتح کر لیا۔ راجہ پرتاپ رُدر کو پکڑ کر جونا خاں دہلی میں لے گیا۔ اس کا بیٹا شنکر تھوڑے علاقے پر حاکم رہا۔ اُس نے ۱۳۴۴ء میں دوارا سمدر اور بیجانگر کے راجاؤں کے ساتھ سازش کر کے پھر مسلمانوں کو ورنگول سے نکال دیا۔ لیکن ۱۳۵۸ء میں محمد شاہ

Marfat.com

بہمنی نے پھر راجہ کو دق کرنا شروع کیا اور آخر سنہ ۱۴۲۴ء میں احمد شاہ بہمنی نے یہ کل علاقہ فتح کرلیا۔ ورنگول کے گن پتی خاندان کا خاتمہ کردیا۔ فرشتہ اور بداونی دونوں متفق ہیں کہ شہزادہ دمشقی اور عبید زاکانی شاعر نے جو اُن دنوں ہندوستان میں آکر جوناخاں کے مصاحب بنے ہوئے تھے ڈاک چوکی کے بند ہوجانے کے سبب سے فقط شوخی سے یہ افواہ اُڑادی کہ تغلق شاہ مرگیا اور اُس کے ساتھ ہی امیروں کو بہکادیا کہ جوناخاں تم سے ناراض ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جوناخاں کی اس میں کچھ سازش نہ تھی۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ اُس نے عبید اور شہزادہ دمشقی کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس بھیجدیا اور وہاں بادشاہ نے اُن دونوں کو زندہ درگور کردیا۔ بداونی لکھتا ہے کہ وہ پکڑے گئے اور بادشاہ نے اُن کو ہاتھیوں کے سامنے ڈال کر مروا ڈالا۔ برنی لکھتا ہے کہ بادشاہ نے انکی زندہ کھال کھنچوائی۔

۵۴ عبید شاعر۔ بداونی نے اُنکو عبید شاعر زاکانی لکھا ہے۔ جو ایران کا ایک مشہور شاعر مسخرہ اور ہجو گو شاہ ابواسحٰق بادشاہ شیراز کے دربار میں تھا۔ اگرچہ اُس کا زمانہ بھی قریب تھا۔ لیکن فرشتہ لکھتا ہے کہ این عبید نہ عبید شاعر مشہور است۔ یہ عبید امیر خسرو کی ہجا کیا کرتا تھا۔ چنانچہ خمسہ نظامی کے جواب میں جب امیر خسرو طوطی ہند نے اپنا خمسہ لکھا تو اُس نے یہ شعر لکھا ؎

غلط افتاد خسرو را ز خامی ۔۔۔ کہ سگ پا پخت در دیگ نظامی

امیر خسرو نے بھی اپنی تصنیفات میں عبید اور سعد فلسفی کی کئی جگہ شکایت کی ہے اگرچہ فرشتہ لکھتا ہے کہ یہ عبید وہ عبید نہیں تھا جو شیراز میں تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ عبید زاکانی بھی جس کا حال تذکرہ دولت شاہ سمرقندی میں درج ہے۔ مسخرہ اور ہجاگو تھا۔ اُس کے حق میں سلمان سادجی نے یہ کہا ہے۔ کیونکہ زاکان قزدین کے پاس ایک گاؤں ہے۔ ؎

جہنمی و ہجاگو عبید زاکانی ۔۔۔ مقرریست بہ بے دولتی و بے دینی
اگرچہ نیست ز قزدین و روستازادست ۔۔۔ ولیک مے شود اندر حدیث قزدینی

کہتے ہیں کہ ایک روز خواجہ سلمان سادجی کے پاس گیا۔ سلمان نے پوچھا کہاں سے آتے ہو کہا قزدین سے۔ خواجہ سلمان نے کہا کہ سلمان کا کوئی کلام یاد ہے عبید نے یہ قطعہ پڑھا۔

من خراباتیم و بادہ پرست ۔۔۔ در خرابات مغاں عاشق و مست
مے کشندم چو سبو دوش بدوش ۔۔۔ مے برندم چو قدح دست بدست

اور کہا کہ یہ شعر خواجہ کے معلوم نہیں ہوتے اغلب ہے کہ خواجہ کی بیگم نے یہ قطعہ کہا ہو۔

Marfat.com

خواجہ سلماں یہ سن کر شرمندہ ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ شخص عبید زاکانی ہے۔

۵۳ اس کا ترجمہ ابن بطوطہ نے اسود کیا ہے۔ اس لئے یہ لفظ اغلباً بھنورا ہے۔ جو سیاہی میں ضرب المثل ہوتا ہے۔ بداونی میں تصحیف کر کے بودو یا نودہ لکھا ہوا ہے۔

سلطان نظام الدین اولیا

۵۴ شیخ نظام الدین المعروف بہ سلطان نظام الدین اولیا فقیہ اور صوفی تھے۔ آپ کے والد احمد بن دانیال غزنی سے آکر بداؤں میں متوطن ہوئے آپ کی ولادت ۶۳۲ھ ہجری میں ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے۔ والدہ نے پرورش کی پچیس سال کی عمر میں مع والدہ کے دہلی میں آگئے۔ وہاں خواجہ شمس الدین خوارزمی کی جو کچھ دنوں بعد غیاث الدین کے وزیر بھی ہو گئے تھے شاگردی اختیار کی لیکن شیخ نجیب الدین متوکل کی صحبت میں اکثر رہا کرتے تھے۔ یہ بزرگ باوا فرید الدین گنج شکر کے بھائی تھے۔ اُن سے باوا صاحب کی تعریف سُن کرا جودھن کو چل دیئے وہاں اُن کی خدمت میں رہے۔ باوا صاحب نے اُن کو خرقہ عطا کر کے دہلی میں رہنے کا حکم دیا۔ امیر خسرو شاعر اور خواجہ حسن شاعر آپ کے مرید تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے اپنے دونوں بیٹوں خضر خاں اور شادی خاں کو آپ کے مریدوں میں داخل کروا دیا تھا۔ اور اس لئے قطب الدین مبارک نے بادشاہ ہوتے ہی آپ سے پرخاش شروع کی اور حکم دیا کہ مہینے کی آخیر تاریخ میں ہر روز دربار میں آیا کریں۔ لیکن اُس کو اُس تاریخ سے پہلے ہی مار ڈالا گیا۔ اسی طرح سے جب غیاث الدین تغلق بنگالہ میں تھا تو اُس نے سلطان نظام الدین کو پیغام بھیجا یا شیخ آنجا باشد یا من۔ سلطان جی نے فرمایا ہنوز دلی دور است۔ چنانچہ ۷۲۵ھ ہجری میں بادشاہ کے دہلی پہنچنے سے پہلے سلطان جی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور بادشاہ بھی افغان پور کے محل میں دب کر مر گیا۔ خضر خاں نے آپ کی زندگی میں ایک عالیشان مقبرہ تیار کرایا تھا۔ لیکن آپ نے وصیت کی کہ مجھے اُس کے اندر دفن نہ کرنا اس لئے آپ کو اُس کے سامنے دفن کر کے اُس کے دو در زیادہ کر کے مسجد بنا دی گئی۔ اُس مسجد پر آپ کی تاریخ وفات یہ درج ہے۔

نظام دو گیتی شہ ما طین	سراج دو عالم شدہ بالیقین
چو تاریخ فوتش بہ جستم غیب	ندا داد ہاتف شہنشاہ دین

یہ جو مقبرہ آپ کے مزار پر آموجود ہے ۹۷۰ھ ہجری میں اکبر بادشاہ کے وقت میں سید فریدوں خاں نے تعمیر کرایا ہے اور ۱۰۱۷ھ ہجری میں فرید خاں المخاطب سید مرتضےٰ خاں بانی فرید آباد نے صدف کا بنا ہوا ایک چھپر کھٹ آپ کے مزار پر چڑھایا۔

شیخ دہلی نظام را دو فرید — کار دنیا و دین مہیا کرد
یک فریدش مقام عالی داد — یک فریدش مقام احیا کرد
مرتضیٰ بر مزار مرقد او — قبہ چون سپہر برپا کرد
سال تاریخ این بنا جستم — قبۂ شیخ عقل القا کرد

شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں سنہ ۱۰۶۳ ہجری میں خلیل اللہ خاں ابن میر میراں حسینی نعمت اللہی حاکم شاہجہاں آباد نے سنگ سرخ کی غلام گردش آپ کے روضہ کے گرد بنوائی موجودہ سنگ مرمر کی غلام گردش نواب احمد بخش خاں بہادر رستم جنگ جدامجد نواب صاحب لوہارو نے تعمیر کی تھی اور اُس کی چھت کی مرمت حال میں مسٹر کلارک کمشنر دہلی نے اپنے خرچ سے کروا دی

ش۵۵ اس کی تصدیق مسالک الابصار کا مصنف شہاب الدین دمشقی بھی کرتا ہے جس کا انتقال سنہ ھ میں ہوا۔ اُس نے بادشاہ کے انکسار کے وصف میں لکھا ہے کہ اُس سے شیخ ابو صفا عمر بن اسحٰق شبلی نے بیان کیا کہ اُنہوں نے اس بادشاہ کو ایک فقیر کے جنازے کو کندھا دیتے ہوئے دیکھا تھا

ش۵۶ بداونی نے لکھا ہے کہ از ساختن این چنین قصرے کہ ہیچ ضروری نبود بوئے آں مے آمد کہ ایں قصر را مجوف ساختہ باشد چنانچہ مشہور عوام است۔ یہی رائے ابوالفضل اور مصنف طبقات اکبری کی ہے لیکن ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ بادشاہ کے حکم سے محل بنایا گیا تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ضروری نہ تھا۔ | اُلغ خاں نے اپنے باپ کے قتل کی سازش کی

فرشتہ اس روایت کو کہ مکان ارادتاً اس قسم کا بنایا گیا تھا تسلیم نہیں کرتا اور حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں جو یہ لکھا ہے کہ بجلی گری اور مکان گر پڑا اُس روایت کو فرشتہ نے ترجیح دی ہے ضیاء برنی نے بھی یہی سبب لکھا ہے۔ لیکن ابن بطوطہ کے راوی شیخ رکن الدین ملتانی ہیں جو اُس موقع پر موجود تھے۔ اور اُن کے نزدیک یہ مکان ایسی صنعت سے بنایا گیا تھا۔ کہ جس وقت ہاتھی اُس مکان پر چڑھے۔ تو وہ فوراً گر پڑے۔ صدر جہاں گجراتی نے اس صنعت کو طلسم کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ پچھلے سب مورخ ضیاء برنی پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اُس نے ارادتاً فیروز شاہ کی خاطر سے جو اپنے چچازاد بھائی سلطان محمد تغلق کا بڑا مداح اور شکرگزار تھا اصل کیفیت بیان نہیں کی۔ اس مکان کے انجنیئر خواجہ ایاز کو وزیر اعظم بنا دیا اور اپنی تمام زندگی میں اس کی قدر افزائی کرنے کو بھی ابن بطوطہ اور اُس کے راوی نے بادشاہ کے خلاف ایک حجت قائم کی ہے۔ لیکن یہ بھی دلیل اچھی نہیں کیونکہ اُس زمانے میں بادشاہ لوگ ایسے

لوگوں کو کسی بہانہ سے آگے پیچھے ضرور مروا دیا کرتے تھے۔ میری رائے میں اگر بجلی کا واقعہ درست ہوتا تو شیخ رکن الدین ابن بطوطہ سے ضرور ذکر کرتے اور یہ بات ایسی نہیں تھی کہ لوگوں سے پوشیدہ رہ سکتی۔ سیر المتاخرین میں درج ہے "شیخ رکن الدین ملتانی برائے ملاقات سلطان دراں قصر رفتہ بود و برمزوا یا ودر برخاستن سلطان استعجال سے نمود تا سلطان فہم نکرد۔ چوں شیخ برخاست قصر بر سلطان فرود آمد" اس واقعہ کے بعد سلطان کی مہربانی شیخ رکن عالم پر زیادہ ہی زیادہ ہوتی گئی۔ چنانچہ اپنے باپ کا مقبرہ جو ملتان کے قلعہ میں ہے اور جس میں شیخ رکن عالم کا مزار ہے۔ شیخ کو عنایت کیا۔ پھر ایک اور موقع پر گاؤں جاگیر میں بخشے باوجود اس مہربانی کے شیخ کی رائے جو انہوں نے ابن بطوطہ سے بیان کی پچھلے مورخوں کے قیاس کے مقابلہ میں زیادہ وزندار ہے۔

باب (۵) سلطان محمد تغلق شاہ کا عہد

فصل (۱)۔ بادشاہ کے خصائل

جب سلطان تغلق مرگیا تو اس بیٹا بلا تنازع اور بغیر مخالفت کے تخت پر متمکن ہوا۔ میں پہلے کہہ آیا ہوں کہ اُس کا اصلی نام جونہ خاں تھا۔ بادشاہ ہونے کے بعد اُس نے اپنا نام ابو المجاہد محمد شاہ رکھا بادشاہان سابق کا جو میں نے حال لکھا ہے اُس کا اکثر حصہ شیخ کمال الدین غزنوی قاضی القضاۃ سے سنا ہے۔ لیکن اس بادشاہ کی بابت جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ میرا چشم دید ہے۔

یہ بادشاہ خونریزی اور جا بجا سخاوت میں مشہور ہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ کوئی فقیر امیر نہیں بن جاتا اور کوئی زندہ آدمی قتل نہیں کیا جاتا۔ اُس کی سخاوت اور شجاعت اور سختی اور خونریزی کی حکایات عوام الناس کی زبانزد ہیں۔ اُس کے باوجود میں نے کوئی شخص اُس سے زیادہ متواضع اور منصف نہیں دیکھا۔ شریعت کا پابند ہے اور نماز کی بابت بڑی تاکید کرتا ہے۔ جو نہیں پڑھتا ہے۔ اُس کو سزا دیتا ہے۔ اور منجملہ اُن بادشاہوں کے ہے جن کی نیکبختی اور مبارک نفسی حد سے

Marfat.com

بڑھی ہوئی ہوتی ہے میں اُس کے احوال بیان کرنے میں بعض ایسی باتیں بیان کروں گا جو عجائبات ہوتی ہیں۔ لیکن میں خدا اور اُس کے رسول اور ملائیکہ کو گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میں اُس کی فوق العادت سخاوت اور کرم سے بیان کروں گا وہ سب کا سب درست ہے۔ یہ بھی معلوم رہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا اور وہ اُس کو مبالغہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ یا تو میری چشم دید ہے۔ یا میں نے اُس کی صحت کی طرف سے اطمینان کر لیا ہے۔ یا میرے سامنے گزرا ہے۔ اور اُس کی روایت تمام شرق میں حد تواتر کو پہنچ گئی ہے

فرشتہ بادشاہ کی خونریزی پر

سلہ فرشتہ بھی یہ ہی لکھتا ہے "و ہیچ ہفتہ نبود کہ موحدان و مشائخ و سادات و صوفی و قلندر و نویسندہ و لشکری را سیاست نفرمودے و خونریزی نکردے۔ در قہر و سیاست و ریختن خون ناحق و تشدید و تعذیب بندگان خدا بیباک بود و بخلاف عقل و شرع مے نمودے و مے خواست کہ خلق خدا را از جہاں خالی سازد" فرشتہ نے اس بادشاہ کے خصائل کا بہت عمدہ خاکہ کھینچا ہے اُس کی سخاوت و خونریزی اور غرباپروری کی بابت فرشتہ سے نقل کر چکا ہوں۔ اُس کے علم کی بابت فرشتہ لکھتا ہے۔ "در تقریر فصیح و شیریں کلام و بے نظیر بود۔ مکاتبات و مراسلات فارسی و عربی بدیہہ چناں نوشتے کہ دبیراں و منشیاں حیراں ماندندے۔ و بے نہایت خط را خوش نوشتے کہ استاداں مقبول داشتندے۔ و در علم تاریخ ماہر بود۔ و قوت حافظہ بغایتے داشت کہ ہرچہ یکبار شنیدے یاد گرفتے و حکایات و داستانہائے شاہنامہ برسر زبان داشت و در جمیع علوم معقول خصوص طب و حکمت و نجوم و ریاضی و منطق مہارتے تمام داشت و شعر فارسی نیکو گفتے۔ این بادشاہ را از عجائب مخلوقات نشاں مے دہند چہ جامع اضداد بود و پنج وقت نماز گزاردے و بنوافل و مستحبات قیام نمودے و ہیچ مسکرے نخوردے و از زنا و جمیع عیوب اجتناب نمودے" مسالک الابصار کے مصنف شہاب الدین دمشقی عمری کی تحریر سے بھی اس تمام بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ اُس نے یہ زیادہ لکھا ہے کہ بادشاہ حافظ قرآن شریف تھا۔ اور ہدایہ کا کل متن بھی اُس کو بر زبان تھا۔ اس بادشاہ کی خونریزی کی شہادت فیروز شاہ اپنی فتوحات میں ضمناً دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "جماعتے را کہ خداوندمن سلطان محمد تغلق شاہ مرحوم بہت سیاست گرفتہ قطع اعضا نمودہ بود از ان و فرزندہ ورثہ آنہا ہر کرا یافتم بانعام و وظیفہ خوشدل ساختم و خطا ابرائے ذمہ سلطان مرحوم از ایشاں گرفتہ و بمہر اکابر و اشراف رسانیدہ در مقبرہ بادشاہ تغلق شاہ گذاشتم" تم چھپے

Marfat.com

نسخوں میں لفظ دارالاماں کے الفاظ بھی ہیں اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان محمد تغلق کی قبر بھی شاید دارالامان میں ہو۔ جہاں سلطان غیاث الدین بلبن کی قبر ہے اور سلطان غیاث الدین تغلق کے مقبرہ میں نہیں۔ اگرچہ یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ دونوں عمارتوں کو دارالامان کہتے ہوں۔

ابن خلدون کو بھی شک تھا

۵۲ ابن بطوطہ کے اس قول کی تصدیق اُس کے ہم عصر ابن خلدون مشہور مورخ کی تحریر سے ہوتی ہے۔ وہ ابن بطوطہ کا ذکر کر کے کہتا ہے کہ میں نے فارس وزیر سلطان ابو عنان سے کہا کہ یہ بیانات میری سمجھ میں نہیں آتے کچھ مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں۔ وزیر نے ابن خلدون کو سمجھایا کہ تمہارا حال بعینہٖ اُس وزیر کے بیٹے کے مشابہ ہے۔ جس نے اپنے باپ کے ساتھ جیلخانہ کی کوٹھری میں پرورش پائی تھی اور جس جانور کا ذکر اُس کے سامنے کیا جاتا تھا تو وہ کہتا تھا کہ کیا یہ جانور چوہے سے بڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس نے آنکھ کھولکر سوا چوہے کے کوئی اور جانور نہیں دیکھا تھا جب اس قدر مستند مورخ کا یہ حال تھا تو بے شک اور لوگ تو ابن بطوطہ کی باتوں کو کہانیاں سمجھتے ہونگے۔ دیکھو مقدمہ ابن خلدون۔

فصل (۲)۔ شاہی محل کا دروازہ

دارسرا

شاہی محل کو جو دہلی میں ہے دارسرا کہتے ہیں۔ اُس میں کئی دروازوں میں سے ہو کر جانا پڑتا ہے پہلے دروازہ پر پہرہ کے سپاہی رہتے ہیں اور نفیری اور نقارے اور سرنا والے بھی اس دروازہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔ جس وقت کوئی امیر یا بڑا آدمی آتا ہے۔ تو وہ نقارہ اور نفیری بجانا شروع کرتے ہیں۔ اور بجاتے میں یہ آواز نکالتے ہیں۔ کہ فلاں شخص آیا۔ اور اسی طرح سے دوسرے اور تیسرے دروازہ پر ہوتا ہے۔ پہلے دروازہ کے باہر چبوترے ہیں۔ اُن پر جلاد بیٹھے رہتے ہیں۔ جب بادشاہ کسی کے مارنے کا حکم دیتا ہے۔ تو وہ محل ہزار ستون کے سامنے مارا جاتا ہے۔ لیکن اُس کا سر پہلے دروازہ کے باہر تین دن تک لٹکا رہتا ہے۔ پہلے اور دوسرے دروازہ کے درمیان ایک بڑی دہلیز ہے۔ اُس کے دونوں طرف چبوترے بنے ہوئے ہیں اُنہیں نوبت نقارے والے بیٹھے رہتے ہیں اور دوسرے دروازہ پاس دروازہ کے پہرہ دار ہوتے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے

دروازہ کے درمیان ایک بڑا چبوترہ ہوتا ہے۔ اس پر نقیب النقباء (چھڑی بردار) بیٹھا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک طلائی چھڑی ہوتی ہے۔ اور سر پہ جڑاؤ اور طلا کار کلاہ کے اوپر مور کے پر لگے ہوئے ہوتے ہیں اور باقی نقیبوں کی کمریں زرین پیٹی سر شاشیہ اور ہاتھ میں تازیانہ ہوتا ہے۔ جس کا دستہ سونے یا چاندی کا ہوتا ہے۔ دوسرے دروازہ کے اندر ایک بڑا دیوان خانہ ہے۔ جن میں عام لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ تیسرے دروازہ پر متصدی بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کا یہ کام ہوتا ہے۔ کوئی شخص آنے نہیں پاتا جب تک اس کا نام ان کی کتاب میں درج نہ ہو۔ ہر ایک امیر کے ساتھیوں کی تعداد مقرر اور درج ہوتی ہے۔ متصدی اپنے روزنامچہ میں لکھتے رہتے ہیں کہ فلاں شخص اس قدر ہمراہیوں کے ساتھ فلاں وقت آیا۔ بادشاہ اس روزنامچہ کو عشا کی نماز کے بعد ملاحظہ کرتا ہے۔ اس روزنامچہ میں جو کچھ حادثات دروازہ پر واقع ہوں۔ وہ سب ہیں لکھے جاتے ہیں۔ بادشاہ کے بیٹوں میں سے ایک کا یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ روزنامچہ بادشاہ کے سامنے پیش کرے۔

محل ہزار ستون

سلہ ہزار ستون۔ سلطان ناصر الدین محمود نے رائے پتھورا کے قلعہ میں ایک محل بنوانا شروع کیا تھا اور غیاث الدین بلبن نے اس کو پورا کیا تھا۔ اس کا نام بھی ہزار ستون تھا۔ لیکن یہ ہزار ستون جس کا ابن بطوطہ ذکر کرتا ہے وہ ہے جو سلطان محمد بن تغلق نے جہاں پناہ میں بنوایا تھا۔ بدر چاچ اس محل کی تعریف میں کہتا ہے۔ ے

اگر نہ خلد برین ست این ہزار ستون چرا فضائے وے ش عرصہ گاہ روز جزا ست

آثار الصنادید میں سید احمد خاں لکھتے ہیں کہ یہ ستون سنگ خارا کے تھے۔ لیکن اس پرانے ہزار ستون کے ستون خارا کے ہوں گے۔ کیونکہ ابن بطوطہ چشم دید لکھتا ہے کہ اس ہزار ستون کے ستون لکڑی کے تھے۔

Marfat.com

فصل (۳)۔ نذر کا دستور اور بادشاہ کا جلوس

یہ بھی دستور ہے کہ جو امیر تین دن یا اُس سے زیادہ بلا عذر یا کسی عذر کے سبب سے غیر حاضر ہوتا ہے۔ تو وہ پھر دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ بادشاہ کی خاص اجازت اس کو حاصل نہ کی جاوے۔ اگر وہ بیماری یا کسی اور عذر کے سبب سے نہ آسکا تھا۔ تو وہ جس روز آتا ہے۔ اپنی حیثیت کے موافق ہدیہ یعنی نذر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح دستور ہے کہ ہر شخص جو پہلی دفعہ سلام کے لئے آتا ہے تو کچھ نہ کچھ نذر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اگر مولوی ہو تو قرآن شریف یا کوئی اور کتاب فقیر ہو تو مصلے یا تسبیح یا مسواک امیر ہو تو گھوڑے یا اُونٹ یا ہتھیار۔ اس تیسرے دروازہ کے اندر ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں ایک دیوان خانہ بنا ہوا ہے۔ اُس دیوان خانے کا نام ہزار ستون ہے۔ کیونکہ اس کی چھت جو لکڑی کی ہے لکڑی کے ہزار ستونوں پر قائم ہے۔ اُن ستونوں پر روغن کیا ہوا ہے۔ اور چھت میں روغن ہے اور طرح طرح کے نقش و نگار اس میں بنے ہوئے ہیں۔ سب لوگ اس مکان میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور بادشاہ بھی جلوس عام کے وقت اس میں آکر بیٹھتا ہے۔

فصل (۴) بادشاہ کا جلوس دربار میں

اکثر یہ جلوس عصر کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ چاشت کے وقت بھی ہوتا ہے۔ بادشاہ کے جلوس کی جگہ ایک شہ نشین بنا ہوا ہے۔ جو باقی مکان سے اونچا ہوتا ہے اُس پر سفید گدی بچھی ہوئی ہوتی ہے۔ بادشاہ کی کمر کے پیچھے بڑا تکیہ اور دائیں بائیں دو ذرا چھوٹے تکئے ہوتے ہیں۔ اور بیٹھک ایسی ہوتی ہے جیسے آدمی نماز کے قعدہ میں بیٹھتا ہے۔ اور یہ بیٹھک اکثر اہل ہند کی ہے۔ جب بادشاہ بیٹھ چکتے ہیں تو وزیر سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور کاتب وزیر کے پیچھے ہوتے ہیں اور اُن کے پیچھے حاجبوں کا سردار اور حاجب ہوتے ہیں۔ حاجبوں کا سردار آج کل ملک فیروز بادشاہ کا بچازاد بھائی ہے۔ اُس کے پیچھے

Marfat.com

اُس کا نائب ہوتا ہے۔ اور اُس کے بعد خاص حاجب اُس کے بعد نائب خاص حاجب اور وکیل الدار اور اُس کا نائب اور شریف الحجاب اور سید الحجاب اور اُن کے بعد نقیب جو تعداد میں سو ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ بیٹھ چکتا ہے تو حاجب اور نقیب بسم اللہ کہتے ہیں۔ بادشاہ کے پیچھے ملک قبولہ کھڑا ہوتا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں چوری ہوتی ہے۔ وہ مکھیاں ہلاتا ہے بادشاہ کے دائیں ہاتھ پر سو مسلح جوان اور بائیں پر سو مسلح جوان ہوتے ہیں اُن کے ہاتھ میں ڈھالیں اور تلواریں اور کمانیں ہوتی ہیں اور دیوان خانہ کے طول میں دائیں اور بائیں قاضی القضاۃ اور اُس کے بعد خطیب الخطبا پھر باقی قاضی اور پھر بڑے بڑے فقیہ۔ پھر سید پھر شائخ پھر بادشاہ کے بھائی اور داماد اور اُن کے بعد بہت بڑے بڑے امیر پھر پردیسی اور اور ایلچی اور پھر فوج کے افسر کھڑے ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد ساٹھ گھوڑے آتے ہیں زین اور لگام سمیت۔ تمام ساز وزیورات پہنے ہوئے۔ بعضوں کی لگام اور حلقے سیاہ ریشم کے اور بعضوں کے سفید ریشم کے مرصع ہوتے ہیں۔ ان گھوڑوں پر بادشاہ کے سوا اور کوئی سوار نہیں ہوتا۔ اُن میں سے آدھے تو دائیں اور آدھے بائیں طرف اس طرح کھڑے کئے جاتے ہیں کہ بادشاہ کی نظر سب پر پڑ سکے۔ پھر پچاس ہاتھی آتے ہیں جن پر طلائی اور ریشمی کپڑے پڑے ہوئے ہوتے ہیں، اور اُن کے دانتوں پر لوہا چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اُن سے اہل جرائم کے مارنے کا کام لیا جاتا ہے ہر ایک ہاتھی کی گردن پر فیلبان ہوتا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں لوہے کا انکس ہوتا ہے جو طبرزین کہلاتا ہے۔ اُس سے وہ ہاتھی کو ادب دیتا ہے اور ہر ایک ہاتھی کی پشت پر ایک بڑا صندوق سا (حوضہ) ہوتا ہے۔ جس میں بیس یا کم زیادہ جیسا کہ ہاتھی ہو جنگی سپاہی بیٹھ سکتے ہیں یہ ہاتھی سکھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس وقت حاجب بسم اللہ کہتا ہے۔ وہ سر جھکا کر تعظیم کرتے ہیں۔ آدھے ہاتھی ایک طرف کھڑے کئے جاتے ہیں اور آدھے دوسری طرف۔ یہ ہاتھی لوگوں کے پیچھے کھڑے کئے جاتے ہیں۔ ہر ایک شخص پہلے بادشاہ کے سامنے آتا ہے اور تعظیم کر کے اپنی مقررہ جگہ پر چلا جاتا ہے۔ اور

Marfat.com

ں کھڑا ہوجاتا ہے جب کوئی مند و تعظیم کے لئے آتا ہے تو حاجب اور نقیب بجائے بسم اللہ
کے ہداک اللہ کہتے ہیں۔ بادشاہ کے غلام لوگوں کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کے
تھوں میں ڈھالیں اور تلواریں ہوتی ہیں۔ کوئی شخص اِن میں سے ہوکر اندر داخل نہیں ہو سکتا
جو شخص آتا ہے۔ وہ نقیبوں اور حاجبوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے گذر کر آتا ہے۔

پردیسی کی نذر

ب کوئی پردیسی یعنی غیر ملک کا باشندہ سلام کے لئے آتا ہے تو دروازے پر اطلاع کرتا ہے
ب سے آگے امیر حاجب اُس کے پیچھے اس کا نائب پھر سید الحجاب اور شرف الحجاب
نیب سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور تین دفعہ تعظیم بجالاتے ہیں اور عرض
تے ہیں کہ فلاں شخص سلام کے لئے حاضر ہے۔ جب اجازت ہوتی ہے۔ تو اس کی نذر لوگوں
کے ہاتھوں پر رکھی ہوئی اس طرح پیش کی جاتی ہے۔ کہ بادشاہ کی نظر اُن پر پڑسکے۔ پھر حکم ہوتا
ہے کہ نذر دینے والے کو بلاؤ۔ وہ تین دفعہ تو بادشاہ کے قریب پہنچنے سے پہلے تعظیم
ا ہے۔ اور پھر حاجبوں کے کھڑے ہونے کی جگہ پر پہنچ کر تعظیم کرتا ہے۔ اگر کوئی بڑا
نام ہوتا ہے تو میر حاجب کی صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ ورنہ اُس کے پیچھے۔ اور بادشاہ
ہ کے ساتھ نہایت نرمی اور مہربانی کے ساتھ باتیں کرتا ہے اور اُس کو مرحبا کہتا ہے
وہ تعظیم کے لائق ہوتا ہے۔ تو بادشاہ اُس سے مصافحہ کرتا ہے اور گلے لگا کر ملتا ہے اور
اُس کی نذر میں سے بعض چیزیں اپنے سامنے منگواتا ہے۔ اگر کوئی کپڑا یا ہتیار ہوتا
ہے۔ تو اُس کو الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے۔ اور دل جوئی کے لئے اُس کی تعریف کرتا ہے
خلعت دیجاتی ہے اور نذر دینے والے کے لئے درجہ کے موافق اس کی سرشوئی
کے نام سے کچھ مقرر ہوجاتا ہے۔

عاملوں کی نذر

جب کوئی سرکاری اہل کار نذر پیش کرتا ہے۔ یا کسی ملک کا خراج لاتے ہیں تو سونے
کے برتن مثلاً طشت۔ آفتابے یا کوئی اور چیز بنواتے ہیں اور سونے کی اینٹیں بنوا لیتے
یا جن کو خشت کہتے ہیں۔ فراش لوگ جو بادشاہ کے غلام ہوتے ہیں۔ اُن میں سے

Marfat.com

ایک ایک چیز یا اینٹ ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر ہاتھی نذر میں ہوتا ہے۔ تو وہ ہاتھی پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد گھوڑے مع سازو سامان کے۔ پھر خچر پھر اونٹ اور ان سب پر مال لدا ہوا ہوتا ہے۔ جب بادشاہ دولت آباد سے آئے تو خواجہ جہاں وزیر نے نذر پیش کی۔ اس وقت میں بھی موجود تھا۔ خواجہ جہاں نے شہر بیانہ سے باہر نکل کر اپنی نذر پیش کی۔ اس نے اس ترتیب سے نذر دی تھی جو میں نے ابھی بیان کی۔ اس نذر میں ایک سینی زمرد سے بھری ہوئی اور ایک سینی موتیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس موقع پر بادشاہ ایران سلطان ابوسعید کا عم زاد بھائی حاجی گاؤن بھی موجود تھا۔ بادشاہ نے اس نذر میں سے بہت سا حصہ اس کو بخش دیا۔ اس کا ذکر میں آگے کسی موقع پر کروں گا۔

فصل (۵)۔ عید کی نماز کا جلوس

عید کی پہلی رات کو بادشاہ اپنی طرف سے امیروں اور مصاحبوں اور مسافروں اور متصدیوں اور حاجبوں اور نقیبوں اور افسروں اور غلاموں اور اخبار نویسوں کے لئے ایک ایک خلعت ہر ایک کے درجہ کے موافق بھیجتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے تو ہاتھی سجائے جاتے ہیں۔ ان پر ریشم کی طلائی اور جڑاؤ جھولیں ڈالی جاتی ہیں ان میں سے سولہ ہاتھی خاص بادشاہ کی سواری کے ہوتے ہیں۔ ان سب پر ایک ایک چھتر ہوتا ہے۔ جو ریشم کا بنا ہوا اور جواہرات سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ ہر ایک چھتر کی ڈنڈی خالص سونے کی ہوتی ہے۔ اور ہر ایک ہاتھی پر ایک ریشمی گدی مرصع بہ جواہرات رکھی جاتی ہے۔ ایک ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا ہے۔ اور اس کے آگے آگے زین پوش جن پر جواہرات جڑے ہوئے ہوتے ہیں ایک علم پر بطور پرچم کے لے جاتے ہیں۔ ہاتھی کے آگے غلام اور مملوک پیادہ پا چلتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے سر پر چاچی ٹوپی یعنی ساشیہ ہوتی ہے اور کمر پر مطلا پیٹی۔ بعض پر جواہرات لگے ہوئے ہوتے ہیں اور بادشاہ کے آگے آگے

Marfat.com

نقیب بھی ہوتے ہیں جو تعداد میں تین سو ہوتے ہیں۔ اُن میں ہر ایک کے سر پر پوستین کی کلاہ ہوتی ہے کمر میں طلائی پیٹی اور ہاتھ میں تازیانہ جس کا دستہ سونے کا ہوتا ہے اور صدر جہاں قاضی القضاۃ کمال الدین غزنوی اور صدر جہاں قاضی القضاۃ ناصر الدین خوارزمی اور تمام قاضی ذی رتبہ پردیسی عراقی خراسانی شامی اور مغربی سب ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہیں (اس ملک میں سب پردیسیوں کو خراسانی کہتے ہیں) اور موذن بھی ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہیں اور تکبیر کہتے جاتے ہیں۔ بادشاہ اس ترتیب سے محل شاہی کے دروازے سے نکلتے ہیں اور لشکر باہر منتظر ہوتا ہے۔ ہر ایک امیر اپنی فوج کو لئے علیحدہ علیحدہ کھڑا ہوتا ہے اور ہر ایک ساتھ نوبت نقارے والے بھی ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے بادشاہ کی سواری بڑھتی ہے۔ بادشاہ کے آگے وہ لوگ جن کا ذکر میں کر آیا ہوں اور قاضی اور موذن ہوتے ہیں جو تکبیر پڑھتے جاتے ہیں۔ بادشاہ کے پیچھے باجے والے ہوتے ہیں اور اُن کے پیچھے بادشاہ کے خدمتگار۔ پھر بادشاہ کے بھائی مبارک خاں کی سواری مع اُس کی فوج اور باجے کے ہوتی ہے۔ اُس کے بعد بادشاہ کے بھتیجے بہرام خاں کی سواری۔ اُس کے بعد بادشاہ کے چچازاد بھائی ملک فیروز کی۔ پھر ملک مجیر ذی الرجا کی پھر ملک قبولہ کی یہ امیر بادشاہ کا نہایت مقرب اور منہ چڑھا ہے۔ اور بڑا دولت مند ہے۔ مجھ سے اُس کا دیوان ملک علاء الدین مصری جو ابن سرشی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ ذکر کرتا تھا کہ اُس کا اور اُس کے لشکر اور خادموں کا خرچ چھتیس لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ پھر ملک نکبہ کی پھر ملک بغرا کی پھر ملک مخلص کی پھر قطب الملک کی مع ہر ایک کے لشکر اور باجے والوں کے یہ لوگ جن کے نام میں نے لئے ہیں وہ امیر ہیں جو ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہیں۔ اور عید کے دن بادشاہ کے ساتھ نوبت نقارہ لے کر جاتے ہیں اور باقی امیر بغیر نوبت کے جاتے ہیں۔ اور وہ درجہ میں چھوٹے ہوتے ہیں اور ہر ایک شخص عید کے دن جلوس میں مع اپنے گھوڑے کے زرہ پوش ہوتا ہے۔ جب بادشاہ عیدگاہ کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو وہیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ قاضی اور موذن اور بڑے بڑے امیر اور

Marfat.com

ذی رتبہ پردیسی پہلے داخل ہو جاویں۔ بادشاہ پیچھے اترتا ہے اور امام نماز شروع کرتا ہے اور خطبہ پڑھتا ہے اور بعد عید ہوتی ہے تو بادشاہ نیزہ سے اونٹ کو نحر کرتا ہے اور اس سے پہلے اپنے کپڑوں پر ایک ریشمی لنگی اوڑھ لیتا ہے تاکہ کپڑوں پر خون کی چھینٹیں نہ پڑیں۔ یہ قربانی کر کے بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر واپس محل میں واپس آجاتا ہے۔

امیروں کے درجے

لہ مسالک الابصار کے مصنف نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں امیروں کے کئی درجے ہیں سب سے اعلیٰ درجے کے امیر خان کہلاتے ہیں۔ دوسرے درجے کے ملک تیسرے درجے کے امیر چوتھے درجے کے سپہ سالار، پانچویں درجے کے جند۔ بادشاہ کے دربار میں اسّی خان ہیں۔ بادشاہ کے لشکر میں ۹ لاکھ سوار ہیں۔ کچھ تو ان میں سے بادشاہ کے پاس رہتے ہیں اور اکثر امیروں کے پاس ملک کے مختلف حصوں میں۔ اس لشکر میں ترک اور ختائی اور ایرانی اور ہندوستانی ہر قوم کے لوگ موجود ہیں گھوڑے بہت عمدہ ہوتے ہیں اور وردی اور ہتیار بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں مصر اور شام کی طرح یہ دستور نہیں ہے کہ امیر اور حاکم اپنے طور پر فوج رکھیں۔ بلکہ کل فوج بادشاہ کے خزانہ سے تنخواہ پاتی ہے۔ خان یا ملک یا امیر کی تنخواہ ذاتی ہوتی ہے۔ خان کے ماتحت دس ہزار فوج ہوتی ہے۔ اور ماتحت ایک ہزار امیر کے ماتحت سو آدمی اور سپہ سالاروں کے ماتحت اس سے بھی کم ہوتی ہے۔ خان کی تنخواہ میں دو لاکھ ٹنکہ کی جاگیر دی جاتی ہے۔ ایک ٹنکہ آٹھ درہم کا ہوتا ہے۔ ملک کی جاگیر پچاس ہزار سے ساٹھ ہزار تنکہ۔ امیر کی تیس ہزار سے چالیس ہزار تنک اور سپہ سالار کی بیس ہزار اس تنخواہ میں سے انہیں فوج کو کچھ دینا نہیں پڑتا۔ اس کے علاوہ کھانے اور کپڑے اور گھوڑے کے چارہ دانہ کا خرچ خزانہ شاہی سے ملتا ہے۔ سوا خان اور ملک اور امیر اور سپہ سالار کے باقی فوج کو نقد تنخواہ ملتی ہے۔

فصل (۶)۔ عید کا دربار

عید کے دن تمام دیوان خانہ میں فرش بچھایا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کی آراستگی کی جاتی ہے۔ اور دیوان خانہ کے صحن میں بارگہ (بارگاہ) کھڑی کرتے ہیں۔ وہ ایک

Marfat.com

بہت بڑا خیمہ ہوتا ہے۔ جو بہت سے موٹے موٹے تھمبوں ستونوں پر کھڑا کیا جاتا ہے اور اس کے چاروں طرف اور خیمے ہوتے ہیں اور ریشم کے بوٹے جن میں رنگ برنگ کے ریشمی پھول بڑے چھوٹے ہوتے ہیں لگائے جاتے ہیں۔ اور ان درختوں کی تین صفیں دیوان خانہ میں بناتے ہیں۔ دو درختوں کے درمیان ایک سونے کی چوکی رکھی جاتی ہے۔ اور اس پر ایک گدی ہوتی ہے جس پر رومال پڑا ہوا ہوتا ہے۔ دیوان خانہ کے صدر میں ایک بڑا تخت رکھا جاتا ہے۔ یہ تخت خاص سونے کا ہے۔ اس میں جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اس کا طول ۲۳ بالشت کا اور عرض اس سے نصف ہے۔ علیحدہ علیحدہ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ جب دیوان خانہ میں لگاتے ہیں۔ تو ٹکڑوں کو جوڑ دیتے ہیں ایک ایک ٹکڑے کو کئی کئی آدمی اٹھاتے ہیں۔ اس کے اوپر ایک کرسی بچھاتے ہیں۔ اور بادشاہ کے سر پر چھتر لگاتے ہیں۔ جب بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے تو نقیب اور حاجب بلند آواز سے بسم اللہ کہتے ہیں۔ پھر ایک ایک شخص سلام کے واسطے آگے بڑھتا ہے۔ سب سے پہلے قاضی اور خطیب اور عالم اور سید اور مشائخ اور بادشاہ کے بھائی اور نزدیکی اور رشتہ دار آگے بڑھتے ہیں۔ ان کے بعد پردیسی پھر وزیر پھر فوج کے بڑے بڑے افسر پھر بوڑھے بوڑھے غلام پھر فوج کے سردار۔ ہر ایک سہولیت سے سلام کر کے واپس آتا ہے اور اپنی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ یہ بھی دستور ہے کہ عید کے دن جن لوگوں کے پاس جاگیر میں دیہات ہیں وہ کچھ اشرفیاں لاتے ہیں اور رومال میں باندھ کر جس پر دینے والے کا نام ہوتا ہے۔ ایک سونے کے تھالوں میں جو اس مطلب کے واسطے رکھے ہوئے ہوتے ہیں ڈالتے جاتے ہیں اس سے بہت سامال جمع ہو جاتا ہے۔ اس میں سے بادشاہ جس کو چاہتا ہے بخشش کرتا ہے جب سلام ہو چکتا ہے تو کھانا آتا ہے۔ عید کے دن بڑی انگیٹھی بھی باہر نکالتے ہیں۔ وہ برج کی شکل کی خالص سونے کی بنی ہوئی ہے۔ اس کے بھی ٹکڑے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ جب باہر نکال کر رکھتے ہیں تو ٹکڑے جوڑ دیتے ہیں۔ اس میں تین خانہ ہوتے ہیں۔ اس میں فراش داخل ہو کر

عید کے دن کی نذر

سونے کی انگیٹھی

عود اور الائچی اور عنبر جلاتے ہیں۔ اُس کی خوشبو سے تمام دیوان خانہ مہک اٹھتا ہے۔ غلاموں کے ہاتھوں میں سونے اور چاندی کے گلاب پاش ہوتے ہیں وہ حاضرین پر گلاب اور پھولوں کے عرق چھڑکتے ہیں۔ یہ بڑا تخت اور انگیٹھی فقط عید کے دن باہر نکالے جاتے ہیں۔ عید کے پیچھے بادشاہ ایک اور تخت پر جلوس کرتے ہیں وہ تخت بھی زریں ہے۔ یہ جلوس بارگہ میں ہوتا ہے۔ بارگہ کے تین دروازے ہوتے ہیں۔ بادشاہ اُن کے اندر بیٹھتا ہے۔ اول دروازے پر عماد الملک سرتیز کھڑا ہوتا ہے دوسرے دروازے پر ملک نکبہ اور تیسرے دروازے پر یوسف بغرا اور دائیں بائیں اور امیر کھڑے ہوتے ہیں۔ بارگہ کا کوتوال ملک طغی ہے۔ اُس کے ہاتھ میں سونے کی چھڑیاں ہوتی ہیں۔ اور اُس کے نائب کے ہاتھ میں چاندی کی۔ یہ دونوں اہل دربار کو اپنی اپنی جگہ بٹھاتے ہیں۔ اور صفوں کو سیدھا کرتے ہیں وزیر اور کاتب اُس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ حاجب اور نقیب بھی اپنی اپنی جگہ پر ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد طوائف اور گانے بجانے والے آتے ہیں۔ سب سے پہلے راجاؤں کی بیٹیاں آتی ہیں جو اُس سال لڑائی میں پکڑی ہوئی آتی ہیں۔ وہ اپنا گانا بجانا اور ناچ دکھاتی ہیں۔ اور راگ سناتی ہیں۔ اُن کو بادشاہ اپنے بھائی بندوں اور دامادوں اور شہزادوں پر تقسیم کر دیتا ہے۔ یہ جلوس عصر کے وقت ہوتا ہے۔ اُس کے دوسرے دن کا جلوس عصر کے بعد اسی ترتیب سے ہوتا ہے۔ عید کے تیسرے دن بادشاہ کے رشتہ داروں کے نکاح ہوتے ہیں اور اُن کو جاگیریں انعام میں ملتی ہیں۔ چوتھے دن غلام آزاد کیے جاتے ہیں۔ پانچویں دن لونڈیاں آزاد کی جاتی ہیں۔ چھٹے دن غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح ہوتے ہیں۔ اور ساتویں دن خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔

بارگہ

لہ بارگہ۔ آئین اکبری جلد اول صفحہ ۴۳ پر بارگہ کی شکل بنائی ہوئی ہے۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ بڑی بارگاہ کے نیچے دس ہزار کے قریب آدمی بیٹھ سکتے ہیں اور اس کو ایک ہزار فراش سات دن کے عرصے میں کھڑا کرتے ہیں۔ سادہ بارگہ کے بنانے میں کم سے کم دس ہزار روپیہ

Marfat.com

لاگت آتی ہے۔ اگر زربفت و مخمل اور طلا لگا دیں تو کوئی حد نہیں۔

سونے کی انگوٹھی

۵۲ انگوٹھی۔ بدر چاچ نے اپنے ایک قصیدہ میں جوجشن کی تعریف میں لکھا ہے۔ اس طلائی انگوٹھی کا ذکر کیا ہے سہ

زاں چار گوشہ مجمر زریں میان صحن ۔ کز بوے او مشام ملائک معطرست
دو وش سواد دیدۂ حوران جنت است ۔ عطرش بخار غالیہ حوض کوثر است

فصل (۷) بادشاہ کا جلوس جب وہ سفر سے واپس آتا ہے

جب بادشاہ سفر سے واپس آتا ہے تو ہاتھیوں کو آراستہ کیا جاتا ہے اور سولہ ہاتھیوں پر زریں اور جڑاؤ چھتر لگائے جاتے ہیں اور آگے آگے زین پوش اُٹھا کر لے جاتے ہیں اس میں بھی جواہرات جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ لکڑی کے بڑے بڑے برج بناتے ہیں جن کے کئی درجے ہوتے ہیں۔ ریشم کا کپڑا اُن پر منڈھا ہوا ہوتا ہے۔ ہر ایک درجہ میں لونڈیاں اچھے اچھے کپڑے اور زیورات پہن کر بیٹھتی ہیں۔ ہر ایک برج کے وسط میں چمڑے کا حوض ہوتا ہے۔ جس میں گلاب کا شربت ہوتا ہے۔ یہ لونڈیاں ہر شخص کو خواہ شہری ہو یا مسافر پلاتی ہیں۔ اور جب وہ پانی پی چکتا ہے۔ تو اُس کو پان کی گلوری دیتے ہیں اور شہر سے شاہی محل تک تمام رستے پر دونوں طرف کی دیواروں پر ریشمی کپڑے منڈھے ہوئے ہوتے ہیں اور راستہ پر ریشمی کپڑے کا فرش ہوتا ہے۔ اس پر بادشاہ کا گھوڑا چلتا ہے اور بادشاہ کے آگے ہزاروں غلام ہوتے ہیں۔ اور فوج پیچھے پیچھے ہوتی ہے اور بعض دفعہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے۔ کہ ہاتھیوں پر تین یا چار چھوٹی چھوٹی منجنیقیں چڑھا دیتے ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ سے دینار اور درہم لوگوں کو پھینکتے ہیں اور یہ کیفیت شہر کے دروازے سے شاہی محل کے دروازہ تک ہوتی ہے۔

فرشتہ اس مضمون پر

لہ فرشتہ نے لکھا ہے کہ جب سلطان محمد بن تغلق اپنے باپ کے مرنے کے چالیس دن بعد تغلق آباد سے دہلی کے شہر میں داخل ہوا۔ "در شہر کوس شادی زوند و قبہا بستند و بازار ہا

کو چہا آراستند و دراں روز تنکہ ہائے سرخ و سفید بر فیلاں بار کرد۔ درا ثنائے عبور سلطان از پیش و پس در کوچہ و بازار و پشت بامہا بر مردم پاشیدند" سلطان علاؤ الدین حسن گانگوی بہمنی کے بیٹے کی شادی کے بیان کے وقت پر فرشتہ بیان کرتا ہے۔ "در حسن آباد گلبرگہ چند جا منجنیق ہا نصب کردند و انواع تنقلات و حبوبات کہ متعارف ہندوستان است بر آں گذاشتہ بر مردم شہر ہے پاشیدند"۔

فصل (۸) خاصہ کا دسترخوان

بادشاہ کے محل میں دو طرح کا کھانا ہوتا ہے ایک خاص اور دوسرا عام۔ خاصہ وہ ہے۔ کہ بادشاہ خود کھاتے ہیں اور اُس میں فقط خاص خاص امیر اور بادشاہ کا چچا زاد فیروز اور عماد الملک سرتیز اور میر مجلس یا پردیسیوں میں سے کوئی شخص جس پر بادشاہ کی خاص مہربانی کرنی منظور ہو شامل ہوتے ہیں اور بعض وقت جب حاضرین میں سے بھی اگر کسی پر مہربانی کرنی منظور ہوتی ہے۔ تو بادشاہ خود رکابی اُٹھاتے ہیں۔ اور اُس پر روٹی رکھ کر اپنے ہاتھ سے اُس شخص کو دیتے ہیں وہ بائیں ہتیلی پر وہ رکابی لیتا ہے۔ اور داہنے ہاتھ سے سلام کرتا ہے۔ کبھی کبھی اس خاصہ میں سے کسی غیر حاضر شخص کے واسطے کھانا بھیجا جاتا ہے۔ وہ بھی اسی طرح لیتا ہے اور سلام کرتا ہے۔ جیسے کہ حاضر اور پھر اُس کے پاس جتنے اشخاص حاضر ہوتے ہیں۔ اُن سب کے ساتھ وہ اُس کھانے کو کھاتا ہے۔ میں اس خاص کھانے میں بارہا شامل ہوا ہوں۔

فصل (۹)۔ عام دسترخوان

یہ کھانا مطبخ سے لاتے ہیں اُس کے آگے نقیب ہوتے ہیں جو بسم اللہ کہتے ہیں اور اُن سب کے آگے نقیب النقبا ہوتا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں سونے کی چھڑی ہوتی ہے۔ اور اُس کے نائب کے ہاتھ میں چاندی کی۔ جب وہ چوتھے دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور دیوان خانہ میں جو لوگ حاضر ہوتے ہیں وہ اُن کی آواز سنتے ہیں

سب کے سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور سوا بادشاہ کے کوئی شخص بیٹھا نہیں رہتا۔ جب کھانا زمین پر رکھا جاتا ہے۔ تو نقیب صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اُن کا سردار سب کے آگے کھڑا ہو کر بادشاہ کی تعریف کرتا ہے۔ اور پھر زمین بوس کرتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ کل نقیب زمیں بوس کرتے ہیں اور کل حاضرین زمین بوس کرتے ہیں۔ یہ بھی دستور ہے کہ جب یہ موقع ہوتا ہے۔ اور نقیب کی آواز سنائی دیتی ہے۔ تو جو شخص چلتا ہوتا ہے کھڑا ہو جاتا ہے اور کھڑا ہوتا ہے تو وہیں جم جاتا ہے۔ اور جب تک نقیب تعریف ختم نہیں کر چکتا کوئی شخص حرکت نہیں کرتا نہ ہوتا ہے پھر اسی طرح اُس کا نائب تعریف کرتا ہے۔ اور پھر سب حاضرین زمین بوس کرتے ہیں۔ اس کے بعد بیٹھ جاتے ہیں۔ اور متصدی سب حاضرین کے نام لکھ لیتا ہے۔ خواہ بادشاہ کو اُس کے حاضر ہونے کا حال معلوم ہی ہو اور بادشاہ کے لڑکوں میں سے کوئی لڑکا یہ فہرست بادشاہ کے پاس لے جاتا ہے۔ اس کو دیکھ کر بادشاہ حکم دیتا ہے کہ فلاں امیر آج کھانا کھلا دے۔ اُن کا کھانا چپاتیاں اور بھنا ہوا گوشت اور چاول اور مرغ اور سموسہ وغیرہ ہوتے ہیں جن کی تفصیل میں بیان کر آیا ہوں۔ دستر خوان کے صدر میں قاضی اور خطیب اور فقیہ اور سید اور مشائخ ہوتے ہیں اور اُن کے بعد بادشاہ کے رشتہ دار اور بڑے بڑے امیر ترتیب وار بیٹھتے ہیں اور ہر ایک شخص کی جگہ مقرر ہوتی ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔ اور اس لئے بالکل اژدہام نہیں ہوتا۔ جب سب لوگ بیٹھ چکتے ہیں تو شربدار آتے ہیں اور اُن کے ہاتھ میں سونے اور چاندی اور تانبے اور کانچ کے پیالے ہوتے ہیں۔ جن میں شربت ہوتا ہے۔ کھانے سے پہلے شربت پیتے ہیں۔ جب پی چکتے ہیں تو حاجب بسم اللہ کہتے ہیں۔ اُس وقت کھانا شروع کیا جاتا ہے اور ہر شخص کے سامنے ہر قسم کے کھانے اور ایک رکابی موجود ہوتی ہے ایک رکابی میں دو شخص شامل نہیں ہوتے علیٰحدہ علیٰحدہ کھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد فقاع یعنی نبیذ قلعی کے پیالوں میں لاتے ہیں اور جب حاجب بسم اللہ کہتا ہے تو پینا شروع کیا جاتا ہے

Marfat.com

اس کے بعد پان چھالیہ لاتے ہیں ہر ایک آدمی کو ایک لپ بھر چھالیہ اور پندرہ پان کا دیتے ہیں جس پر سرخ ریشم کا دھاگہ بندھا ہوا ہوتا ہے۔ جب پان بٹ چکتے ہیں۔ حاجب پھر بسم اللہ کہتے ہیں اور سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو امیر کھلانے پر ہوتا ہے۔ وہ زمین بوس کرتا ہے۔ اور پھر سب حاضرین زمین بوس کرتے ہیں اور جاتے ہیں۔ دو دفعہ کھانا ہوتا ہے۔ ایک تو ظہر سے پہلے اور دوسرا عصر کے بعد۔

مسالک الابصار شاہی دسترخوان پر

ل۵ مصنف مسالک الابصار شیخ مبارک کی زبانی لکھتا ہے کہ بادشاہ ہر روز دو دفعہ اجلاس کرتے ہیں۔ ایک صبح کو دوسرا شام کو۔ اجلاس کے ختم ہونے کے بعد عام دسترخوان بچھاتے ہیں۔ اس پر بیس ہزار کے قریب آدمی کھانا کھاتے ہیں۔ بادشاہ کے ساتھ خاص دسترخوان پر دو سو آدمی جو عالم فاضل ہوتے ہیں کھانا کھاتے ہیں اور اس وقت علمی گفتگو ہوتی ہے شیخ ابوبکر بن خلال بزی کی زبانی اسی مصنف نے لکھا ہے۔ کہ میں نے بادشاہی میر سامان سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ باورچیخانہ کے لئے ڈھائی ہزار بیل اور دو ہزار بکری وغیرہ ہر روز ذبح ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مادہ گاؤ کو ذبح کرنے کا دستور نہیں تھا۔ تاکہ مویشی کی تعداد میں کمی واقع نہ ہو۔

فصل (۱۰)۔ بادشاہ کی سخاوت

بادشاہ کی سخاوت کی بابت میں فقط وہی بیان کروں گا جو میں نے دیکھا ہے۔ اور خدا علیم ہے جو کچھ میں بیان کرتا ہوں وہ یمن اور خراسان اور فارس کے سب لوگ جانتے ہیں اور یہی شہادت میرے کلام کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔ پردیسیوں پر اس کی مہربانی ان ملکوں میں گھر گھر جانتا ہے اور وہ پردیسیوں کی بڑی قدر کرتا ہے۔ اور اہل ملک پر ان کو ترجیح دیتا ہے۔ ان کو جاگیریں اور انعام اور بڑے بڑے عہدے دیتا ہے اور حکم ہے کہ پردیسیوں کو کوئی غریب (پردیسی) نہ کہے بلکہ عزیز کے لفظ سے پکاریں۔ کیونکہ وہ کہتا ہے۔ کہ پردیسی کو پردیسی کہنا اس کی دل شکنی کرتا ہے۔

فرشتہ سخاوت پر

ل۵ فرشتہ سے ابن بطوطہ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ "سخاوتے داشت کہ گنج بدریغی

داده و آنرا حقیر پنداشتے و بخشش مدة العمر معین و حاتم کمترین عطائے یکروزه او بودے مہکلم
بذل و ایثار غنی و فقیر و آشنا و بیگانہ در نظر ہمتش یکساں نمودے و در بادشاہی او من اوله
الے آخرہ عظمائے و کبرائے و ہنر وراں و کشتی شکستگاں بامید عواطف و مراحم او از عراق
و خراسان و ماوراء النہر و ترکستان و روم و عربستان بہندوستان مے آمدند و زیادہ از انچہ تصور
کرده بودند نوازشہاے یافتند۔

فصل (۱۱) شہاب الدین تاجر گاذرونی کو بخشش

گاذرون (شیراز کے پاس ایک شہر ہے) کا ایک ملک التجار پرویز نام تھا۔ اور شہاب الدین اُس کا ایک دوست تھا۔ ملک پرویز کی جاگیر میں بادشاہ نے کنبایت کا شہر دیا ہوا تھا۔ اور اُس کے ساتھ وعدہ کیا ہوا تھا کہ اُس کو وزارت کا عہدہ دیگا۔ اُس نے اپنے دوست شہاب الدین کو بلا بھیجا اور جب وہ آیا تو اُس کو حکم دیا کہ بادشاہ کے لئے نذر تیار کرے۔ اُس نے جو نذر تیار کی اُس میں ایک سراچہ یعنی ڈیرہ مشجر کا بنا ہوا تھا جس پر زریں بوٹیاں نکلی ہوئی تھیں اور جس کا صیوان (سائبان) بھی زربفت مشجر کا تھا۔ اور ایک خیمہ تھا۔ مع قنات وغیرہ کے ایک آرامگہ تھی یہ سب چیزیں مشجر کمخواب کی بنی ہوئی تھیں۔ اور بہت سے خچر بھی تھے۔ جب شہاب الدین یہ سب چیزیں لے کر اپنے دوست ملک التجار کے پاس لایا تو وہ بھی ملک کا خراج اور نذر لے کر چلنے کو تیار بیٹھا تھا۔ بادشاہ کے وزیر خواجہ جہان کو معلوم تھا کہ بادشاہ نے پرویز سے وزارت دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے اور یہ بات اُس کو نہایت ناگوار گذری تھی چونکہ اُس نے پہلے کنبایت اور گجرات اُس کی جاگیر میں تھے اور اُس کے باشندوں سے اُس کا دلی تعلق تھا۔ اُن میں اکثر ہندو تھے۔ اور بعضے بادشاہ سے سرکش بھی تھے۔ خواجہ جہاں نے اُن میں سے کسی کو چپکے سے کہہ دیا کہ ملک التجار کو رستہ میں مار ڈالو چنانچہ جب ملک التجار نذر اور خراج لے کر دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوا تو ایک روز چاشت کے وقت کسی منزل میں اُترے اور تمام لشکر اپنی ضروریات

کے سے پراگندہ ہو گیا اور اکثر سو گئے تو اُس وقت ہندوؤں کی ایک بڑی جماعت
اُن پر آپڑی ملک التجار کو قتل کر ڈالا اور اُس کا کل مال لوٹ لیا اور خزانہ اور نذر کو بھی پہنچا
شہاب الدین کا بھی سب مال لوٹ لیا۔ لیکن وہ خود بچ گیا۔ اخبار نویسوں نے یہ حال
بادشاہ کو لکھا بادشاہ نے حکم دیا کہ نہروالہ کے خراج سے تیس ہزار دینار اُس کو دیدئے
جاویں اور وہ اپنے ملک کو واپس چلا جاوے۔ شہاب الدین کو جب یہ کہا گیا۔ تو اُس نے
کہا کہ میں بادشاہ کی زیارت کے لئے جاتا ہوں اور اُس کی دہلیز کو بوسہ دینا چاہتا ہوں
بادشاہ کو اُس کا جواب لکھا گیا تو بادشاہ بہت خوش ہوا اور اجازت دی کہ شہاب الدین
دارالخلافہ کی طرف چلا آوے۔ جس روز وہ دارالخلافہ میں پہنچا تو ہمیں بھی اُسی روز بادشاہ
کے سامنے پیش ہونا تھا وہ بھی پیش ہوا۔ بادشاہ نے ہمیں بھی خلعت دی اور ٹھیرنے کا
حکم دیا اور شہاب الدین کو بھی بہت کچھ دیا۔ ایک روز کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ مجھے
یعنی ابن بطوطہ کو چھ ہزار روپیہ دیا جاوے اور اُس روز دریافت فرمایا کہ شہاب الدین
کہاں ہے بہاء الدین فلکی نے کہا کہ اخوند عالم نمیدانم لیکن بیمہ کہا زحمت دارد۔ بادشاہ
نے فرمایا کہ "بروہمیں زماں از خزانہ یک ایک ٹنکہ بگیری پیش اوبری تا دل او خوش شود
چنانچہ بہاء الدین نے فوراً تعمیل کی۔ بادشاہ نے اُس کو حکم دیا کہ جو کچھ اسباب ہندوستان
کا بنا ہوا وہ خریدنا چاہے خریدے اور جب تک اُس کی خرید جاری رہے اور کوئی شخص
نہ خریدے اور یہ بھی حکم دیا کہ اُس کو تین جہاز مع اسباب اور زادراہ کے دئے جاویں
شہاب الدین ہرمز میں پہنچا اور وہاں ایک عظیم الشان مکان بنوایا۔ اس شہاب الدین کو
میں نے پھر شہر شیراز میں دیکھا۔ وہ وہاں سلطان ابو اسحاق کی بخشش کا خواستگار تھا۔ اس
وقت وہ کل مال خرچ کر چکا تھا۔ ہندوستان کی دولت کا یہی حال ہے۔ اول تو وہاں کی
دولت کو بادشاہ باہر نہیں جانے دیتا اور اگر چلی بھی جاتی ہے تو خدا لینے والے پر کوئی
نہ کوئی آفت بھیج دیتا ہے۔ چنانچہ شہاب الدین کی دولت بھی اُس جھگڑے میں جو اُس سے

Marfat.com

بھتیجوں کا بادشاہ ہرمز کے ساتھ تھا کل کی کل جاتی رہی۔

فصل (۱۲) شیخ رکن الدین کو بخشش

خلیفہ کا نامہ

بادشاہ نے خلیفہ ابو العباس[1] کے پاس ملک مصر میں تحفے بھیج کر خلیفہ سے درخواست کی تھی کہ اُس کو ہندوستان اور سندھ کے ملک پر حکمرانی کرنے کا اجازت نامہ بخشا جاوے اور یہ درخواست فقط اعتقاداً تھی۔ خلیفہ ابو العباس نے ایک اجازت نامہ شیخ الشیوخ رکن الدین کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب شیخ رکن الدین دار الخلافہ میں پہنچے تو بادشاہ نے اُن کے خیر مقدم اور خاطر تواضع میں نہایت مبالغہ کیا اور کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا اور جب وہ اُس کے پاس آتے تھے تو تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا۔ جو کچھ اُس کو بطور بخشش کے دیا۔ اُس کی بھی کچھ حد نہیں تھی ازانجملہ گھوڑے کا تمام ساز یہاں تک کہ میخیں بھی سونے کی تھیں اور بادشاہ کا حکم تھا۔ کہ جب تم جہاز سے اتر کر خشکی پر چلنا شروع کرو تو سونے کے نعل اپنے گھوڑے کے لگوا لینا۔ شیخ صاحب کھمبایت کی طرف چلے کہ وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر اپنے گھر کو تشریف لے جاویں۔ رستے میں قاضی جلال الدین نے بغاوت کی اور ابن الکولمی اور شیخ رکن الدین دونوں کو لوٹ لیا۔ شیخ صاحب اپنی جان لے کر بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ بادشاہ اُن کو دیکھ کر ہنسا مذاقاً یہ کہا کہ "آمدی کہ زر بری با صنم دلربا خوری زر نبردی و سر نہی" پھر کہا خاطر جمع رکھو میں دشمنوں پر چڑھائی کرتا ہوں اور جو کچھ اُنہوں نے تم سے لیا ہے۔ اُس سے دو چند سہ چند تم کو دوں گا۔ جب میں ہندوستان سے چل پڑا تھا تو میں نے سنا تھا کہ بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور پہلے سے زیادہ دیا۔

مصر کے خلفائے عباسیہ

[1] خلیفہ مستعصم باللہ کے قتل ہو جانے کے تین برس بعد ۶۵۹ ہجری میں اُس کا چچا امیر ابو القاسم احمد مہنا کے ساتھ مصر میں پہنچا۔ وہاں اُس کی بیعت کی گئی۔ اور مستنصر باللہ نام رکھا گیا۔ یہ ملک ظاہر بیبرس نے اُس کو لشکر دے کر بغداد فتح کرنے کے لئے بھیجا ۶۶۰ ہجری میں حدیثہ کی لڑائی

میں وہ یا تو مارا گیا۔ اور یا پکڑا گیا کچھ پتہ نہ لگا۔ بھاگنے والوں میں ایک شخص تھا۔ جو خلیفہ مسترشد باللہ کی پانچویں پشت میں تھا۔ وہ مصر کو چلا گیا۔ وہاں سنہ ۶۶۱ ہجری میں ملک ظاہر نے مصلحتاً مغلوں کے حملات روکنے اور مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے اُس کو خلیفہ بنا کر اور الحاکم بامر اللہ ابو العباس احمد اُسکا نام رکھکر اُس سے بیعت کی۔ سنہ ۷۰۱ ہجری تک وہ خلیفہ رہا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا المستکفی باللہ خلیفہ ہوا اور سنہ ۷۴۰ ہجری تک رہا۔ اُس کے بعد اُس کا بھتیجا الواثق باللہ ابراہیم ایک سال تک رہا اور پھر سنہ ۷۴۲ ہجری میں مستکفی کا بیٹا الحاکم بامر اللہ احمد ابو العباس خلیفہ ہوا اور سنہ ۷۵۳ ہجری تک رہا۔ اگرچہ سنہ ۷۴۴ ہجری تک ہندوستان کے سکوں میں خلیفہ المستکفی باللہ کا نام چلا آتا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہاں اُس وقت تک اُس کے فوت ہونے کی خبر نہیں پہنچی ہو گی۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ خلفائے عباسیہ کی اجازت کے بغیر سلطنت کا کوئی شخص مستحق نہیں ہوتا اس لئے غائبانہ خلیفہ کے نام پر بیعت کر کے سکہ خلیفہ کے نام کا شروع کر دیا اور اگرچہ خلیفہ کا منشور سنہ ۷۴۴ ہجری میں حاجی سعید صرصری کے ہاتھ پہنچا لیکن عملدرآمد پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور دو تین سال کے عرصے میں تیسرا خلیفہ خلافت پر متمکن ہو چکا تھا۔ یہ اجازت نامہ جو شیخ رکن الدین کی معرفت آیا تھا۔ دوسرا تھا۔

خلفائے عباسیہ اور ہندوستان کے بادشاہ

۵۲ اس خیال سے کہ آل عباس کے خلفائے برحق ہیں اور جو کوئی شخص بغیر اُن کی اجازت کے سلطنت کرتا ہے اُس کی متابعت مسلمانوں پر فرض نہیں ہے۔ اکثر بادشاہ ایران و ترکستان کے خلفائے بغداد سے سند حاصل کر لیتے تھے۔ چنانچہ محمود غزنوی نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے یہ سند اور یمین الدولہ ولی امیر المومنین کا خطاب حاصل کیا۔ اُن دنوں میں خلفائے عباسیہ کی سلطنت برائے نام تھی اور وہ اُسی کو غنیمت سمجھتے تھے۔ اور یہ خیال کر کے کہ بغیر اُن کی اجازت کے کوئی شخص مسلمانوں پر سلطنت نہ کرے اکثر اجازت دے دیتے تھے سلاطین غزنی وغور میں سے اکثر ایسا کرتے تھے کہ سکہ پر بھی ایک طرف خلیفہ وقت کا نام لکھاتے تھے۔ اور اِن میں سے اکثر اگرچہ کوئی باضابطہ اجازت حاصل نہیں کرتے تھے۔ لیکن اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ ناصر امیر المومنین یا قسیم امیر المومنین یا ولی امیر المومنین کا جملہ ضرور تحریر کرتے تھے۔ امیر المومنین خلیفہ عباسی موجودہ وقت سے مراد ہوتی تھی۔

چنانچہ قطب صاحب کی لاٹ پر "مظہر کلمۃ اللہ العلیا ابو المظفر محمد بن سام قسیم امیر المومنین خلد اللہ ملکہ" اور جامع مسجد دہلی کے دروازے کے کتبہ پر "معز الدنیا والدین محمد بن سام ناصر امیر المومنین" اور سلطان معز الدین غوری کے دینار کے ایک طرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ الناصر لدین ... امیر المومنین" اور التمش کے ایک سکہ پر ایک رخ پہ "فی عہد الامام المستنصر امیر المومنین" اور ناصر الدین محمود بن التمش کے ایک سکہ پر یہی عبارت اور رضیہ سلطان کے سکہ پر بھی ایک رخ پر یہی عبارت درج ہے۔ یہاں تک کہ بغداد کا آخری خلیفہ المستعصم باللہ ۶۵۶ھ میں قتل بھی ہو گیا۔ اور خلافت کا خاتمہ ہو گیا تو بھی ۶۶۶ھ کے سکوں میں جو غیاث الدین کے وقت میں مضروب ہوئے الامام المستعصم امیر المومنین درج ہوتا رہا۔ یہ خوش اعتقادی سے ہوگا ورنہ خلیفہ کے مارے جانے کی خبر ایسی نہیں تھی کہ پوشیدہ رہ سکتی۔ اور گڑھ مکتیسر کی مسجد کے کتبہ میں جو سلطان غیاث الدین بلبن کے وقت میں تیار ہوئی تھی "غیاث الدنیا والدین ابو المظفر بلبن السلطان ناصر امیر المومنین ۶۸۲ھ ہجری" درج ہے۔ بلکہ جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے وقت میں جو سکے مضروب ہوئے یعنی ۶۹۱ھ ہجری تک ایک رخ پر "الامام المستعصم امیر المومنین" لکھتے رہے اور یہی حال ۶۹۵ھ ہجری تک رہا۔ علاء الدین خلجی کے سکوں پر "سکندر ثانی یمین الخلافۃ ناصر امیر المومنین ۷۰۹ھ" ہجری لکھا جاتا تھا۔ لیکن اُس کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ خود ہی امام اور امیر المومنین بن بیٹھا چنانچہ اُس کے سکے کے ایک طرف۔ "الامام الاعظم خلیفہ رب العالمین قطب الدنیا والدین ابو المظفر مبارک شاہ" اور دوسری طرف "السلطان ابن السلطان الواثق باللہ امیر المومنین ۷۱۸ھ ہجری" درج ہے۔ خسرو نو مسلم اپنے سکوں پر اپنے تئیں ولی امیر المومنین اور سلطان غیاث الدین تغلق ناصر امیر المومنین لکھتے رہے۔ اور بنگالہ کے بادشاہ ۷۱۱ھ ہجری تک "الامام المستعصم امیر المومنین" لکھتے رہے سلطان محمد بن تغلق نے ۷۴۰ھ ہجری تک اپنے سکوں میں نہ تو کسی خلیفہ کا نام لکھا اور نہ اپنے تئیں ناصر امیر المومنین لکھا۔ سرگرداری کے قیام کے دنوں میں شاید خراسان و عراق و شام و مصر کے لوگوں کی صحبت کے اثر سے اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر بادشاہی کرنا تغلب میں داخل ہے۔ اُس نے ۷۴۱ھ ہجری میں غائبانہ خلیفہ کے نام پر بیعت کر کے سکوں میں اُس کا نام اپنے نام کی بجائے شروع کر دیا اور

Marfat.com

خلیفہ کے پاس ایک عرضداشت بھیجی ۷۴۱ھ ہجری میں ہی خلیفہ المستکفی باللہ مرچکا تھا لیکن ہندوستان میں اُس کے مرنے کی خبر اُس وقت تک نہیں پہنچی جب تک خلیفہ کا قاصد سعید صرصری ۷۴۴ھ ہجری میں خلیفہ کا اجازت نامہ لے کر نہ آیا۔ لیکن محمد تغلق ۷۴۲ھ و ۷۴۳ھ و ۷۴۴ھ ہجری کے سکوں میں المستکفی باللہ کا نام لکھتا رہا۔ جس وقت یہ قاصد پہنچا تو المستکفی باللہ کے بعد ابراہیم واثق باللہ ایک سال خلیفہ رہ کر اُس کی بجائے ابوالعباس احمد الحاکم بامر اللہ ۷۴۱ھ ہجری میں خلیفہ مقرر ہوچکا تھا۔ لیکن ہندوستان میں اُس کے تقرر کی خبر نہ پہنچی تھی۔ حاجی سعید کے آنے کے بعد بادشاہ نے حاجی رجب کو پھر خلیفہ کے پاس بھیجا ضیاء برنی نے حاجی سعید کے آنے کی تاریخ ۷۴۴ھ ہجری لکھی ہے اور یہ لکھا ہے کہ دو سال کے بعد حاجی رجب اور شیخ رکن الدین آئے۔ بدر چاچ سے اس تاریخ کی صحت کی تائید ہوتی ہے وہ کہتا ہے ؎

ہم تابسیکہ ماہ از سال بفصد شد فزوں زیں سفر ماہ محرم سابق شعبان رسید

فرشتہ نے حاجی سعید صرصری اور حاجی رجب کے آنے کا حال بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے لیکن ابن بطوطہ نے حاجی سعید کا کچھ بھی ذکر نہیں کیا اور شیخ رکن الدین کا بہت مختصر ذکر کیا ہے۔ اُس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حاجی سعید صرصری کے آنے کے وقت تو وہ جزائر مالدیپ میں تھا۔ اور شیخ رکن الدین کا حال اُس نے یا تو چین جانے سے پہلے معبر میں سنا ہوگا یا چین سے واپس آکر عرب یا شام میں سنا ہوگا۔ یہ دونوں واقعات اُس کے سامنے کے ہرگز نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ فیروز شاہ نے بھی یہ اجازت حاصل کی تھی۔ چنانچہ فتوحات فیروز شاہی میں درج ہے کہ خلیفہ نے اُس کو اجازت نامہ اور سید السلاطین کا خطاب اور ایک خلعت۔ اور علم اور شمشیر اور انگشتری اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم کا نشان بھیجا تھا۔ یہ قدم اب شاہزادہ فتح خاں کی قبر کے اُوپر لگا ہوا ہے اور اب تک صحیح ہے وہ شہر کے باہر اجمیری دروازہ سے تھوڑی دور واقع ہے۔ ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں بارہ وفات کے موقع پر وہاں بڑا بھاری میلہ ہوتا ہے۔ یہ قدم شریف ۷۵۰ھ میں آیا تھا۔ دہلی کا قدم شریف

Marfat.com

فصل (۱۳) واعظ ترمذی کو بخشش

واعظ ترمذی ناصر الدین بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لئے اپنے وطن سے آیا اور مدت تک دارالخلافہ میں اُس کی ملازمت میں رہا۔ آخر اُس نے وطن کی طرف واپس جانے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ اور اب تک اُس کے وعظ کو نہ سنا تھا۔ جانے سے پہلے اُس کے وعظ کے سُننے کا ارادہ کیا۔ حکم دیا کہ سفید صندل مقاصری کا ایک منبر تیار کیا جاوے اُس کی میخیں اور پتیاں سونے کی بنوائیں اور اُس کے اوپر ایک بڑا یاقوت لگوایا اور ناصر الدین کو ایک خلعت عباسی سیاہ رنگ زریں و مرصع اور ایک عمامہ پہننے کے لئے دیا اور وہ سراچہ میں بادشاہ تخت کے اُوپر بیٹھا اُس کے دائیں بائیں خواص اور قاضی اور مولوی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے واعظ نے ایک خطبہ فصیح و بلیغ عبارت میں پڑھا۔ اور اُس کے بعد وعظ کہا۔ کچھ بہت مفید نہ تھا۔ لیکن اُس کی تقریر اچھی تھی۔ جب واعظ منبر سے نیچے اُترآیا بادشاہ اُس کی طرف بڑھا اور اُس کو گلے سے لگایا اور ہاتھی پر سوار کرایا اور سب کو حکم دیا جن میں میں بھی شامل تھا کہ اُس کے آگے آگے پیدل چلیں۔ اُس کو ایک سراچہ یعنی خیمہ میں لے گئے جو اُسی کے واسطے کھڑا کیا گیا تھا۔ اور بادشاہ کے خیمہ کے مقابل تھا۔ یہ خیمہ رنگا رنگ کے ریشمی کپڑوں کا بنا ہوا تھا۔ اُس کی رسیاں اور قنات بھی ریشم کی تھیں۔ خیمہ کے ایک طرف سونے کے برتن تھے جو سلطان نے اُس کو دئے تھے۔ اُن میں سے ایک تنور تھا اتنا بڑا کہ ایک آدمی اُس میں اچھی طرح سے بیٹھ سکتا تھا اور دو دیگیں تھیں۔ رکابیوں کی گنتی مجھے یاد نہیں رہی اور کئی آبخورے اور ایک لوٹا اور ایک تمی سندہ؟ اور ایک خوان چار پاؤں والا اور ایک کتابوں کا صندوق یہ سب سونے کی چیزیں تھیں عماد الدین سمنانی نے خیمہ کی دو میخیں اُٹھا کر دیکھیں اُن میں سے ایک پیتل کی تھی اور دوسری قلعی

کی ہوئی تابنے کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سونے اور چاندی کی ہیں۔ لیکن اصل میں سونے اور چاندی کی نہیں تھیں۔ جس وقت یہ واعظ اول ہی اول آیا تو اُس کو ایک لاکھ دینار دے دیے تھے اور دوسو غلام جن میں سے کچھ تو اُس نے چھوڑ دیے اور کچھ رکھے۔

لہ مقاسر جزیرہ مکاسر کی طرف منسوب ہے جو جاوا اور بورنیو کے قریب ہے۔

لہ تمیسندہ۔ اس لغت کا پتہ نہیں لگا۔ معلوم نہیں کہ تی سندہ کیا چیز ہے۔

فصل (۱۴)۔ اور بخششوں کا ذکر

عبدالعزیز اردبیلی کو بخشش

عبدالعزیز فقیہ اور محدث تھا۔ دمشق میں اُس نے تقی الدین ابن تیمیہ اور برہان الدین ابن البرکح و جمال الدین مزی و شمس الدین ذہبی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی تھی پھر جب وہ بادشاہ کی ملازمت میں آیا تو اُس نے اُس کی بہت خاطر تواضع کی۔ ایک روز اتفاق سے اُس نے حضرت عباس اور اُن کی اولاد کے فضائل میں کچھ حدیثیں بیان کیں اور کچھ خلفائے بنی عباس کا ذکر کیا۔ بادشاہ بنی عباس سے محبت رکھتا تھا۔ وہ حدیثیں بہت پسند آئیں۔ بادشاہ نے عبدالعزیز اردبیلی کی قدمبوسی کی اور حکم دیا کہ سونے کی تھالی میں دو ہزار اشرفی لاؤ اور وہ تھالی بھری بھرائی بادشاہ نے فقیہ کو دیدی۔

شمس الدین اندگانی کو بخشش

فقیہ شمس الدین اندگانی ایک حکیم اور شاعر تھا اُس نے ایک فارسی قصیدہ بادشاہ کی مدح میں پڑھا جس کے ستائیس شعر تھے۔ بادشاہ نے اُس کو ہر ایک بیت کے عوض ہزار دینار دیے۔ زیادہ سے زیادہ جو ہم نے ایسے عطاؤں کی بابت سنا تھا۔ وہ یہ تھا کہ کسی نے ہر شعر کی بابت ہزار درہم دیے ہوں لیکن وہ عطا اس بادشاہ کی عطا کا دسواں حصہ تھا۔

عضد الدین کو بخشش

شونکاری عضد الدین اپنے وطن میں ایک مشہور فاضل تھا۔ جس کے علم و فضل کا آوازہ پڑا ہوا تھا۔ بادشاہ نے بھی اُس کی تعریف سنی۔ اُس کے پاس دس ہزار روپیہ گھر

Marfat.com

بیٹے بھیج دیئے نہ اُس نے کبھی بادشاہ کو دیکھا نہ اُس کے پاس قاصد بھیجا۔

قاضی مجدالدین کو بخشش

جب بادشاہ نے قاضی مجدالدین ولی شیرازی کی تعریف سُنی (جن کا ذکر میں پہلی جلد میں کر آیا ہوں اور اُس جلد میں بھی کچھ بیان کروں گا) تو اُن کے پاس شیراز میں شیخزادہ دمشقی کے پاس دس ہزار روپیہ بھیج دیا

برہان الدین ساغرجی کو عطا

برہان الدین ایک واعظ تھا اور سخی ایسا تھا کہ جو کچھ اُس کے پاس ہوتا تھا وہ بھوکوں کو دے دیتا تھا اور بعض اوقات قرض لے کر سخاوت کرتا تھا۔ بادشاہ کو اُس کی خبر پہنچی اُس کے پاس چالیس ہزار دینار بھیجے اور اُس سے ہندوستان آنے کی درخواست کی۔ برہان الدین نے وہ دینار لے لئے۔ اپنا قرض اُتار دیا اور آنے سے انکار کیا یہ کہہ کر کہ بادشاہ ہند عالموں کو اپنے روبرو کھڑا رکھتا ہے۔ میں ایسے شخص کی ملازمت کرنا نہیں چاہتا اور ملک خطا کی طرف چلا گیا۔

حاجی گاون کو بخشش

حاجی گاون سلطان ابوسعید شاہ ایران کا چچازاد بھائی تھا۔ اور اُس کا بھائی موسے عراق میں کسی جگہ کا حاکم تھا۔ اُس نے حاجی گاون کو ایلچی کے طور پر بادشاہ کے پاس بھیجا بادشاہ نے اُس کی بہت تعظیم کی اور بہت کچھ دیا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ وزیر خواجہ جہاں نے ہدیہ بھیجا جس میں تین تھالیاں تھیں۔ ایک میں یاقوت تھے اور دوسری میں زمرد اور تیسری میں موتی۔ حاجی گاون بھی حاضر تھا۔ اُس میں سے بادشاہ نے حاجی گاون کو بہت سا مال دیا اور رخصت کے وقت بھی بہت دولت دی۔ جب حاجی گاون عراق میں گیا تو اُس کا بھائی فوت ہو گیا۔ اور اُس کی بجائے سلیمان حاکم بن بیٹھا تھا۔ حاجی گاون نے اپنے بھائی کا ورثہ طلب کیا۔ اور ملک کا بھی دعوےٰ کیا۔ لشکر نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ فارس کی طرف چلا گیا۔ جب شونکارہ کے شہر میں پہنچا تو اُس کے مشائخ نے نماز ظہر میں کچھ دیر کی جب وہ حاضر ہوئے تو اُن سے دریافت کیا کہ تم جلدی کیوں نہیں آئے اُنہوں نے کچھ عذر کیا وہ عذر قبول نہ کیا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا "قلج بیکانہ" یعنی تلوار

Marfat.com

کھینچو اُنہوں نے تلوار نکال کر اُن کے سر اڑا دیے اُن لوگوں کی تعداد ذرا زیادہ بھی تھی
وجوار کے امیروں کو یہ بات ناگوار گذری اُنہوں نے شمس الدین سمنانی کو جو بڑا امیر
فقیہ تھا اس معاملہ میں خط لکھا اور اُس سے اعانت طلب کی وہ اپنا لشکر لے کر اُٹھ کھڑا ہوا
اور اُس ملک کے عوام الناس مشائخ شونکارہ کے انتقام لینے کے لئے جمع ہوئے اور
رات کے وقت حاجی گاون کے لشکر پر شبخون مارا اور اُس کو پراگندہ کر دیا۔ حاجی گاون
محل میں شہر کے اندر تھا۔ اس کا محاصرہ کر لیا وہ غسل خانہ میں جا چھپا لیکن اُس کو پکڑ لیا
اور اس کا سر کاٹ کر سلیمان کے پاس بھیج دیا اور باقی اعضا تمام ملک میں تقسیم کر دیے۔

ابن تیمیہ

لہ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبد اللہ بن تیمیۃ الحرانی۔ حران واقع عراق میں ۶۶۱ہجری میں پیدا ہوئے۔ تاتاریوں کے ظلم سے اُن کا باپ ۶۶۷ہجری میں دمشق میں چلا آیا تھا۔ یہاں آ کر اُنہوں نے تعلیم پائی۔ نابالغی کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ اور حساب اور فقہ اور نحو اور اصول فقہ سے فارغ ہونے اور سترہ سال کی عمر میں مناظرہ اور فتوے میں اچھے اچھے مستند عالموں کو خاموش کر دیتے تھے۔ اس عمر میں تصنیف و تالیف شروع کی۔ اور تمام علوم متداولہ میں وہ کمال حاصل کیا کہ ہر ایک فن میں لاثانی سمجھے جاتے تھے۔ حسن اخلاق اور چال چلن کی پاکیزگی اور عصمت اور عفت نے علم کی روشنی کو دوبالا کر دیا۔ حق گوئی میں آپ کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ اور شمشیر برہنہ تھے۔ تمام اہل عصر و متاخرین اتفاق کرتے ہیں کہ اس جامعیت کا کوئی عالم کم ہوا ہوگا۔ چنانچہ ہر ایک فن میں اُن کی تصنیف ہے۔ پانسو کتابیں (جو چار ہزار جزو میں ہیں) آپ کی تصنیف سے ہیں۔ اور تصانیف بھی ایسی ہیں جو ہر ایک فن میں نمونہ سمجھی جاتی ہیں تیس سال کی عمر میں آپ کے علم اور زہد اور آزاد طبعی کا چرچا تمام اسلامی ممالک میں پھیل گیا تھا۔ ہر جمعہ کے دن صبح کلام اللہ کی تفسیر کا وعظ کرتے تھے۔ وعظ ایسا صاحب تاثیر تھا کہ سنکڑوں گمراہ ہدایت پاتے تھے۔ علم کلام میں ایک کتاب العقل والنقل چار جلدوں میں آپ نے ایسی تصنیف کی ہے۔ جو اس فن میں لاثانی سمجھی جاتی ہے۔ تاتاریوں کے خلاف امیروں اور عوام کو برانگیختہ کرنے میں آپ نے بہت بڑا حصہ لیا تھا۔ قبول

Marfat.com

عام کے سبب سے اُن کے ہم عصر علماء دشمن ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے چند مسائل کے متعلق جو اُس زمانے کے مذاق کے مخالف تھے۔ سلطان مصر کو اُن کے خلاف کر دیا۔ بڑا بھاری مسئلہ اُن میں زیارت قبور و مزارات کا تھا۔ مناظرہ میں آپ اپنے مخالفوں پر ہمیشہ غالب ہوتے تھے لیکن بادشاہی غیر محدود اختیارات کا کچھ جواب نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے آپ مدت تک مختلف قلعوں میں قید رہے۔ لیکن اکثر موقعوں پر قید کچھ تکلیف دہندہ نہ تھی آپ کو تصنیف و تالیف و مطالعہ کرنے اور لوگوں کو آپ کے پاس آنے جانے کی اجازت ہوتی تھی۔ جب کتابیں بھی آپ کے پاس سے لے لی گئیں تو یہ صدمہ سخت تھا۔ اس کے بعد آپ چند ماہ زندہ رہے آپ نے قلعہ دمشق میں حالت قید میں ہی وفات پائی آپ کے سامنے کسی نے قطلوبک ایک حاکم کے ظلم کی شکایت کی آپ فوراً اُس کے پاس چلے گئے اُس نے مسخری سے کہا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی میں خود حاضر ہوتا۔ آپ نے کہا کہ میں موسیٰ کے غلاموں کا رتبہ نہیں رکھتا اور تو ظلم و کفر میں فرعون کو نہیں پہنچتا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام ہر روز تین دفعہ فرعون کے پاس آتے تھے اور اُس کو ایمان کی ترغیب دیتے تھے آپ کے جنازہ کے ساتھ دو لاکھ مرد و عورت کا اندازہ کیا گیا تھا اور عوام کو آپ کے ساتھ اس قدر اعتقاد تھا۔ کہ آپ کا ٹوپ پانسو درہم میں ایک شخص نے لیا۔ اور اسی طرح سے اور چیزیں انمول ہاتھ لوگ لے گئے۔ آپ کی وفات ۷۲۸ھ میں ذیقعد کی ۲۲ تاریخ کو ہوئی۔ آپ حنبلی مذہب تھے۔ لیکن مجتہد کا رتبہ رکھتے تھے۔ اور آپ کا اُس وقت پیدا کرنا مذہب اسلام کی بہتری کے لئے حکیم مطلق کی حکمت سے خالی نہ تھا۔ ابو حیان نحوی نے یہ شعر آپ کی تعریف میں کہے ہیں ؎

قام ابن تیمیۃ فی نصر شرعتنا — مقام سید تیم اذ عصت مضر

فاظہر الحق اذ آثارہ درست — واخمد الشر اذ طارت لہ الشرر

کنا نحدث عن حبر یجئ فہا — انت الامام الذی قد کان ینتظر

۵۲ قاضی مجد الدین — شیخ مجد الدین اسمٰعیل شیرازی شاہ ابو اسحاق بادشاہ شیراز کے وقت میں شیراز کے قاضی تھے۔ ابن بطوطہ نے اول جلد میں اُن سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے آپ خواجہ حافظ کے ہم عصر تھے چنانچہ خواجہ حافظ نے اپنے مشہور قطعہ میں آپ کی تعریف

Marfat.com

حسب ذیل کی ہے ؎

وگر مربی اسلام شیخ مجدالدین　　　که قاضی به از و آسماں ندار دیاد

آپ کی وفات ۱۸ رجب ۷۵۶ھ ہجری میں ہوئی۔ خواجہ حافظ نے آپ کی تاریخ وفات میں یہ قطعہ کہا ہے ؎

مجد دیں سرور قضات جہاں سمعیل　　　که زدے کلک زباں آورش انشیخ لنق

ثاف ہفتہ بدا زماہ رجب بیزدہ روز　　　که بروں رفت ازیں منزل بے نظم ونسق

کنف رحمت حق منزل او داں وانگہ　　　سال تاریخ وفاتش بجواز رحمت حق

حاجی گاون ۵۳ حاجی گاون۔ سلطان ابوسعید خاں نے ۷۳۶ھ ہجری میں انتقال کیا۔ وہ لاولد تھا۔ چونکہ ہلاکو کی اولاد میں سے کوئی شخص اس کی رائے میں بادشاہت کے قابل نہ تھا۔ اس لئے اس نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد ارپا خاں جو ہلاکو کے بھائی ارتق بوکا خاں کی اولاد سے تھا تخت نشین ہو۔ لیکن سلطان ابوسعید خاں کے بعد سلاطین مغل کا کام اس طرح بگڑ گیا تھا جیساکہ ہندوستان میں سلاطین مغلیہ کا اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی وفات کے بعد کسی طرح اور کسی کے قابو کی بات نہ رہی۔ ہر ایک امیر اور شاہزادہ کے دل میں یہی سمائی کہ میں خود مختار بن جاؤں۔ ارپا خاں نے ہلاکو کی اولاد کے شاہزادوں کو مارنا شروع کیا معلوم ہوتا ہے۔ اسی مصیبت سے بچنے کے لئے یہ حاجی گاون ہندوستان کو چلا آیا تھا۔ لیکن اس کے بھائی موسے اور طغا تیمور خاں تخت کے لئے کشمکش کرتے رہے جب ارپا خاں مارا گیا اور حاجی گاون واپس پہنچا تو اس وقت عراق عرب میں ایک شخص سلیمان جو بشہرت ابن ہلاکو خاں کی اولاد سے تھا بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ اور خراسان میں حاجی گاون کا بھائی طغا تیمور خاں تھا۔ طغا تیمور نے کئی دفعہ عراق عرب پر حملہ کیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ حاجی گاون نے اس کو ملامت کی اور خود ایک جرار لشکر لیکر چلا لیکن ابہر کے مقام پر اس نے شکست کھائی۔ یہ ۷۳۸ھ ہجری کا ہے۔ تھوڑے دن کے بعد خراسان میں سربداروں نے زور پکڑا اور طغا تیمور خاں نے اپنے بھائی شیخ گاون کی ماتحتی میں ان کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر بھیجا لیکن آب گرگان کے قریب اس نے شکست کھائی اور شیخ گاون مارا گیا۔ یہ حال روضۃ الصفا میں درج ہے۔ ابن بطوطہ کی روایت سے مختلف ہے۔

Marfat.com

ابن بطوطہ اس واقعہ کے بعد ہی ایران میں گیا ہے اور چونکہ وہ حاجی کا واقف تھا۔ اس لئے اُس کے بیان پر روضتہ الصفا کے بیان سے زیادہ اعتبار ہونا چاہیے۔ روضتہ الصفا ڈیڑھ سو سال بعد لکھی گئی ہے۔

فصل (۱۵)۔ ابن الخلیفہ کی آمد

امیر غیاث الدین محمد عباسی (بن عبدالقادر بن یوسف بن عبدالعزیز بن خلیفہ المستنصر باللہ عباسی) بغدادی سلطان علاء الدین طرمشیریں بادشاہ ماوراء النہر کے پاس آیا۔ سلطان نے ن کو حضرت قثم بن عباس کی خانقاہ کا متولی کر دیا اور اُس میں وہ کئی سال تک رہا۔ پھر س نے سُنا کہ بادشاہ ہندوستان کو بنی عباس کے ساتھ محبت ہے۔ اس لئے اُس نے پی طرف سے محمد ہمدانی صوفی اور محمد بن ابی شرفی حرباوی کو قاصد بنا کر بھیجا۔ یہ دونوں دشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور ناصر الدین ترمذی جس کا ذکر میں ابھی کر آیا ہوں۔ امیر یاث الدین سے واقف تھا اور بغداد میں اُس نے اُس کے نسب کی بابت دریافت یا تھا۔ تو وہاں کے مشائخ نے اُس کی صحت کو تصدیق کیا تھا۔ ناصر الدین نے بھی یہ حال یان کیا تو بادشاہ نے قاصدوں کو پانچ ہزار دینار دیئے اور امیر غیاث الدین کے واسطے یس ہزار دینار بطور زاد راہ کے روانہ کئے اور اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا اور ہندوستان کی طرف آنے کی درخواست کی۔ اُس خط کے پہنچتے ہی غیاث الدین چل پڑا۔ اور جب ملک سندھ میں پہنچا تو اخبار نویسوں نے بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ نے دستور کے موافق استقبال کے لئے آدمی بھیجے اور جب وہ سرسہ میں پہنچا تو قاضی کمال الدین صدر جہاں کو حکم دیا کہ استقبال میں کچھ فقیہ اپنے ساتھ لے کر اُس کی سواری کے ساتھ شامل ہو۔ پھر امیروں کو استقبال کے لئے بھیجا۔ اور جب وہ مسعود آباد میں پہنچا تو بادشاہ مع امیروں کے خود اُس کے استقبال کے لئے باہر آیا۔ جب ملاقات ہوئی غیاث الدین پیادہ ہو گیا۔ بادشاہ بھی سواری سے نیچے اُتر آیا۔ اور غیاث الدین نے حسب دستور زمیں بوس کی تو بادشاہ نے بھی

Marfat.com

اسی طرح زمین بوس کی۔ امیر غیاث الدین کچھ نذر اپنے ساتھ لایا تھا۔ اُن میں کپڑے کے تھان بھی تھے۔ بادشاہ نے ایک تھان اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ اور جس طرح اور لوگ بادشاہ کی زمین بوس کرتے ہیں۔ اُسی طرح سلام کیا۔ پھر گھوڑے آئے بادشاہ نے ایک گھوڑے کو پکڑ کر امیر کے سامنے کیا اور قسم دیکر کہا کہ آپ اس پر سوار ہو دیں اور خود رکاب پکڑ کر کھڑا ہو گیا پھر بادشاہ سوار ہو گیا اور باقی ہمراہی بھی سوار ہو گئے اور شاہی چھتر اُن دونوں پر سایہ کے لئے کھڑا کیا گیا۔ پھر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے امیر کو پان دیا یہ سب سے بڑھ کر تواضع تھی کیونکہ بادشاہ اپنے ہاتھ سے کسی کو پان نہیں دیتا۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر میں خلیفہ ابوالعباس سے بیعت نہ کر چکتا تو آپ سے بیعت کرتا۔ غیاث الدین نے جواب دیا کہ میں خود ابوالعباس کی بیعت ہوں۔ امیر غیاث الدین نے تواضعاً فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس نے بنجر زمین کو زندہ کیا یعنی آباد کیا وہ اُسی کی ملکیت ہوتی ہے۔ گویا بادشاہ کے احسانات نے ہمیں از سر نو زندہ کیا ہے بادشاہ نے نہایت عجز سے اُس کا مناسب جواب دیا۔ جب اُس سراچہ یعنی خیمہ میں پہنچے جو بادشاہ کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ تو بادشاہ نے ابن خلیفہ کو اُس میں ٹھیرایا۔ اور اپنے واسطے علیحدہ خیمہ لگوایا۔ اُس رات کو دارالخلافہ سے باہر رہے اور دوسرے دن شہر میں داخل ہوئے اور سیری کا محل جو سلطان علاء الدین خلجی اور سلطان قطب الدین خلجی نے بنایا تھا۔ اُس کی سکونت کے لئے مقرر کیا اور بادشاہ مع امیروں کے خود محل میں گیا اور اُس کا تمام سامان مہیا کیا۔ اور اُس کے سامان میں علاوہ چاندی اور سونے کے برتنوں کے ایک طلائی حمام غسل کے واسطے تھا۔ پھر چار لاکھ دینار اُسی وقت بطور سر شوئی کے بھیجے گئے اور لونڈی اور غلام اور لڑکے خدمت کے لئے بھیجے اور روزانہ خرچ کے لئے تین سو دینار مقرر کیا۔ اور ہر وقت دستر خوان خاص سے اُس کے لئے کھانا علاوہ جاتا تھا۔ سیری کا تمام شہر گھروں اور باغوں اور زمین اور گوداموں سمیت اُس کی جاگیر میں دیا گیا۔ اور اُس کے علاوہ سو دیہات اور دے۔ دہلی کے

شرقی مقامات کی حکومت عطا کی اور تیس خچر زریں زینوں سمیت اُس کے پاس بھیجے اور ان کا چارہ دانہ سرکاری گودام سے جاتا تھا۔ اُس کے واسطے حکم تھا کہ جب بادشاہی محل میں آوے گھوڑے سے ہرگز نہ اُترے اور جہاں تک بادشاہ سوار ہو کر آتے ہیں چلا جاوے حالانکہ اور کسی کو محل میں سوار آنے کی اجازت نہ تھی۔ سب لوگوں کو حکم تھا کہ جس طرح بادشاہ کو زمین بوس کرتے ہیں۔ اسی طرح اُس کی بھی تعظیم کیا کریں۔ جب وہ بادشاہ کی خدمت میں آتا تھا تو بادشاہ تخت سے نیچے اُتر آتا تھا۔ اور اگر چوکی پر ہوتا تھا تو کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور دونوں ایک دوسرے کی تعظیم کرتے تھے۔ بادشاہ اُس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھاتا تھا اور جب وہ چلنے کو کھڑا ہوتا تھا تو بادشاہ بھی کھڑا ہو جاتا تھا۔ پھر بادشاہ اُس کو سلام کرتا تھا۔ اور وہ بادشاہ کو۔ جب مجلس سے باہر جاتا تھا۔ تو باہر اُس کے لیے ایک مسند بچھائی جاتی تھی۔ اُس پر جتنی دیر چاہتا تھا بیٹھتا تھا۔ ہر روز دو دفعہ یہ ہوتا تھا۔ امیر غیاث الدین دہلی میں قیام پذیر تھا۔ کہ بنگالہ کا وزیر آیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بڑے بڑے امیر اُس کا استقبال کریں اور پھر آپ بھی اُس کے استقبال کو نکلا اور اُس کی بڑی تعظیم کی اور جیسے بادشاہ کے شہر میں داخل ہونے کے وقت رونق ہوتی ہے ویسی ہی اس وقت ہوئی امیر غیاث الدین بھی یعنی ابن الخلیفہ اُس کی ملاقات کو باہر آیا اور قاضی اور فقیہ اور مشائخ بھی۔ جب بادشاہ واپس ہو گئے تو وزیر سے کہا کہ آپ مخدوم زادہ کے گھر جاویں۔ وزیر وہاں گیا اور دو ہزار اشرفی اور کپڑوں کے تھان پیش کیے اور اُس کے ساتھ امیر قبولہ اور میں بھی گیا تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ کے پاس بہرام حاکم غزنی آیا اور اُس کے ساتھ ابن الخلیفہ کی پرانی عداوت تھی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شاہ غزنی کو ایک مکان میں جو سیری میں ہے ٹھیراویں سیری کا کل شہر بادشاہ نے ابن الخلیفہ کو دے دیا تھا۔ یہ بھی حکم دیا کہ سیری میں حاکم غزنی کے واسطے ایک نیا گھر بنایا جاوے۔ ابن الخلیفہ کو خبر ہوئی وہ غصہ ہو گیا۔ اور بادشاہ کے محل میں گیا۔ اور اپنی مسند پر حسب دستور جا کر بیٹھ گیا اور وزیر کو بلا بھیجا اور کہا اخوند عالم

سے کہدو کہ جو کچھ آپ نے مجھے دیا ہے وہ میرے مکان میں موجود ہے میں نے اُس
میں سے کچھ خرچ نہیں کیا بلکہ کچھ نہ کچھ زیادہ کیا ہوگا اور میں اب یہاں ٹھیرنا نہیں چاہ
یہ کہہ کر ابن الخلیفہ محل سے چل دیا۔ وزیر نے اُس کے دوستوں سے سبب دریافت کیا
معلوم ہوا کہ وہ اس سبب سے ناراض ہے کہ بادشاہ نے حاکم غزنی کے لئے سیری میں
محل بنانے کا حکم دیا ہے وزیر نے جاکر بادشاہ کو خبر کی۔ وہ اُسی وقت سوار ہوکر اور دس
آدمی اپنے ہمراہ لے کر ابن الخلیفہ کے مکان پر آیا اور گھوڑے سے محل کے باہر اتر کر اند
جانے کی اجازت طلب کی۔ ابن الخلیفہ سے بادشاہ نے عذر کیا اور ابن الخلیفہ نے اُس
عذر منظور کر لیا۔ لیکن بادشاہ نے کہا کہ میرا اطمینان نہیں ہوا کہ آپ خوش ہو گئے ہیں۔
جب تک آپ میری گردن پر پاؤں نہ رکھیں۔ ابن الخلیفہ نے کہا یہ میں ہرگز نہ کرونگا خواہ
بادشاہ مجھے قتل کر ڈالے۔ بادشاہ نے اپنے سر کی قسم دلائی کہ یہ کرنا ہوگا اور اپنی گردن
زمین پر رکھ دی۔ ملک قبولہ نے ابن الخلیفہ کا پاؤں اپنے ہاتھ سے اٹھا کر بادشاہ کی گردن
پر رکھ دیا۔ بادشاہ کھڑا ہو گیا اور کہا اب مجھے تشفی ہو گئی کہ آپ راضی ہو گئے۔ ایسی عجیب
و غریب حکایت میں نے کسی بادشاہ کے متعلق آج تک نہیں سنی۔ عید کے دن میں بھی
مخدوم زادہ کے سلام کو گیا۔ ملک کبیر بادشاہ کی طرف سے تین خلعت لایا۔ جنوں میں تکموں
کی جگہ جو ریشم کے ہوتے ہیں بیر برابر موتیوں کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ ملک کبیر دروازہ
پر کھڑا رہا جب ابن الخلیفہ محل سے نیچے اُترا تو اُس کو خلعت پہنایا۔ بادشاہ نے لاتعداد مال
اور دولت دی تھی لیکن تاہم یہ شخص بڑا بخیل تھا۔ جس قدر بادشاہ میں سخاوت تھی۔ اُسی قدر
یہ شخص بخیل تھا۔ میرے ساتھ ابن الخلیفہ کی نہایت گہری دوستی ہو گئی تھی اور میں اُس کے پاس
بہت آیا جایا کرتا تھا۔ جب میں سفر کو چلا تو اپنے بیٹے احمد کو بھی اُسی کے پاس چھوڑ آیا تھا
مجھے معلوم نہیں اُس کا کیا حال ہوا۔ میں نے ایک روز کہا کہ آپ تنہا کیوں کھاتے ہیں
اور دسترخوان پر اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو کیوں نہیں کھلاتے۔ اُس نے جواب دیا

Marfat.com

کہ میں دیکھ نہیں سکتا کہ اس قدر آدمی میرا کھانا کھاویں۔ اور اس لئے میں تنہا کھاتا ہوں۔ فقط اپنے کھانے میں سے محمد بن ابی الشرفی اپنے دوست کو کچھ دیا کرتا تھا۔ اور باقی کل آپ کھاتا تھا۔ جب میں اُس کے گھر جاتا تھا۔ تو دیکھتا تھا۔ کہ دہلیز میں اندھیرا ہوتا تھا۔ چراغ نہیں ہوتا تھا۔ اور میں نے کئی دفعہ اُس کو اپنے باغ میں تنکے جمع کرتے دیکھا اور اُس نے ان تنکوں سے گودام بھر لئے تھے۔ میں نے کہا مخدوم زادہ صاحب یہ کیا کرتے ہو اُس نے کہا کہ لکڑیوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اپنے غلاموں اور نوکروں اور دوستوں سے باغ میں کام لیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ میرا کھانا مفت کھاویں۔ ایک دفعہ مجھ پر قرض ہو گیا میں نے اُس سے قرض مانگا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ میں بہت چاہتا ہوں کہ تیرا قرضہ ادا کروں لیکن ہمت نہیں پڑتی۔ ایک دفعہ مجھ سے ذکر کرتا تھا کہ ہم چار آدمی بغداد سے باہر گئے۔ پیدل تھے ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ ایک چشمہ سے ہم گذرے تو وہاں ایک درہم پڑا ہوا پایا۔ ہم نے سوچا کہ ایک درہم کا کیا کریں۔ آخر ہم سب نے اتفاق کیا کہ اُس کی روٹی خرید لیں۔ ایک آدمی روٹی خریدنے گیا۔ تو نان بائی نے کہا کہ میں روٹی اور بھوسہ دونوں ساتھ بیچتا ہوں اور علیحدہ علیحدہ نہیں دیتا۔ آخر ایک قیراط کی روٹی لی اور ایک قیراط کا بھوسہ۔ بھوسہ کی ہمیں ضرورت نہیں تھی اس لئے وہ پھینک دیا اور ایک لقمہ ہم نے روٹی کھالی۔ کہتا تھا اب خدا نے مجھے اس قدر دولت مند کر دیا ہے۔ میں نے کہا خدا کا شکر کر اور فقرا اور مساکین کو صدقہ دیا کر۔ کہنے لگا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ میں نے کبھی اُس کو خیرات دیتے یا کسی کے ساتھ سلوک کرتے نہیں دیکھا۔ خدا تعالے ایسے بخل سے پناہ میں رکھے۔ ہندوستان سے چلنے کے بعد میں بغداد میں گیا۔ اور مدرسہ مستنصریہ کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جو اُس کے دادا خلیفہ المستنصر باللہ نے بنایا تھا۔ میں نے ایک جوان سقیم الحال کو دیکھا کہ وہ ایک اور شخص کے پیچھے جو مدرسہ سے نکلتا تھا۔ جلدی جلدی جا رہا تھا۔ ایک طالب علم نے مجھ سے کہا کہ یہ جوان امیر غیاث الدین کا بیٹا ہے جو ہندوستان میں ہے۔ میں نے اُس کو آواز دی اور کہا کہ میں

Marfat.com

ہندوستان سے آیا ہوں تیرے باپ کا حال بتا سکتا ہوں۔ اُس نے کہا میرے پاس حال ہی میں اُس کی خیر عافیت آچکی ہے اور وہ اُس شخص کے پیچھے پیچھے دوڑتا چلا گیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ شخص جس کے پیچھے یہ عباسی دوڑتا ہے۔ کون ہے اُس نے کہا یہ جیلخانہ کا ناظر ہے۔ اور یہ جوان کسی مسجد کا امام ہے اور اس مسجد سے اُس کو ایک درہم یومیہ ملتا ہے۔ اور اس شخص سے وہ اپنی اُجرت مانگتا ہے۔ مجھے نہایت تعجب ہوا اور میں نے سوچا کہ اگر ابن الخلیفہ اپنی خلعت کا ایک تکمہ اس کو بھیج دے تو اُس کو عمر بھر کے لئے غنی کر دے۔

المستنصر باللہ

سلہ ۵۱ المستنصر باللہ۔ ۶۲۳ھ سے ۶۴۰ھ ہجری تک خلیفہ رہا۔ یہ خلیفہ لایق اور منتظم تھا۔ اس کے وقت میں کچھ اُمید ہوئی تھی کہ خلفائے بغداد پھر اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو حاصل کریں گے لیکن اُس کا بیٹا مستعصم اچھا جانشین نہ نکلا اور اُس پر خلفائے بغداد کی حکومت پانسو چوبیس برس کے بعد ختم ہوگئی۔ خلفائے مصر برائے نام ۶۵۹ھ سے لے کر ۹۴۰ھ ہجری تک رہے کل مدت خلفائے عباسیہ کی بغداد اور مصر میں ملا کر آٹھ سو پانچ سال ہوتی ہے۔ یہ مدت دنیا کی جدید تاریخ میں سب سے زیادہ دراز ہے۔ سلاطین عثمانیہ کی سلطنت کی بنیاد ۶۹۹ھ ہجری میں پڑی اور آج تک اُن کو چھ سو پندرہ سال ہوئے ہیں (خدا تعالیٰ اور زیادہ کرے) لیکن خلفائے بغداد کی سلطنت واقعی تو فقط ۳۲۰ھ ہجری تک رہی ہے اور اُس کے بعد برائے نام تھی۔ اور سلطنت عثمانیہ اگرچہ بیچ میں تھوڑے دن ضعیف ہوگئی تھی لیکن اُن کی سلطنت ہمیشہ سلطنت واقعی رہی ہے۔

خلفائے عباسیہ کی مدت حکومت

سلہ ۵۲ قثم بن عباس ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کا مزار سمرقند میں ہے۔ ابن صالح مفسر لکھتا ہے کہ حضرت عباس کے بیٹوں کی قبریں ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر ہیں قثم کی سمرقند میں۔ عبد اللہ کی طایف میں فضل کی شام میں اور معبد کی افریقیہ میں۔ یہ اُس زمانے کی علو ہمتی کی تفسیر ہے۔ حضرت قثم کی وفات امیر معاویہ کے ایام خلافت میں واقع ہوئی۔

سلہ ۵۳ فرشتہ سے ابن بطوطہ کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ "درہاں آوان مخدوم زادہ بغدادی کہ ظاہراً از دودمان عباسی بود۔ بہند آمد۔ بادشاہ تا قصبہ پالم استقبال کردہ دو لک تنکہ ویک پرگنہ وکوشک سیری وتمام محصول زمین داخل حصارہ باغات بانعام او مقرر فرمودہ ہر گاہ

مخدوم زادہ عزم ملاقات کردے سلطان از تخت فرود آمدہ گامے چند پیش رفتے وا ورا در پہلوئے خود بر تخت متمکن ساختے و باادب تمام پیش او نشستے۔ فرشتہ کی تحریر کے مطابق مخدوم زادہ عباسی ۷۴۴ھ ہجری کے بعد آیا ہے۔ لیکن ابن بطوطہ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اُس کے آنے کے بہت دنوں بعد چین کے سفر کو چلا ہے۔ اور اُس لئے کم سے کم اُس کے آنے کا سال ۷۴۱ھ ہونا چاہئے۔

۵۴ اِس محل کو محل سبز کہتے تھے۔ سبز کہلانے کی وجہ ظاہراً یہ ہی ہوگی کہ اُس پر سبز رنگ کا کاشی کا کام ہوگا۔ سیری کے معنے آئین اکبری کے محشی نے گھر کے لکھے ہیں۔

فصل (۱۷) امیر سیف الدین

جب یہ سیف الدین غدا ابن ہبتہ اللہ ابن مہنّٰے[۱] امیر عرب الشام بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے اُس کا نہایت اکرام کیا۔ اور سلطان جلال الدین کے محل میں جو کوشک لعل کے نام سے مشہور ہے اور شہر دہلی کے اندر ہے۔ اس کو فروکش کیا۔ یہ محل بہت بڑا ہے اُس میں ایک بہت بڑا صحن ہے اور اُس کی دہلیز بہت بڑی ہے اس کی دہلیز پر ایک برج ہے جس سے اندر کے اور باہر کے دونوں صحن نظر آتے ہیں۔ سلطان جلال الدین اس برج میں بیٹھ کر اندر کے صحن میں جو چوگان بازی ہوتی تھی دیکھا کرتا تھا۔ جب امیر سیف الدین کو اس محل میں ٹھیرایا گیا۔ تو میں نے یہ محل دیکھا۔ تمام اسباب سے بھرا ہوا تھا لیکن تمام چیزیں بوسیدہ ہو گئی تھیں۔ ہندوستان میں دستور ہے کہ جب بادشاہ مر جاتا ہے تو اُس کے محل کو چھوڑ دیتے ہیں اور نیا بادشاہ اپنے لئے علیحدہ محل تیار کرواتا ہے اور اُس محل کی کوئی چیز اُس جگہ سے نہیں ہلاتے۔ میں اُس محل میں اچھی طرح پھرا اور اُس کی چھت پر بھی گیا۔ عبرت کا مقام تھا۔ میرے آنسو نکل پڑے۔ فقیہ جلال الدین مغربی غرناطی نے جو بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ ہندوستان میں آئے تھے اور اُس وقت میرے ساتھ تھے یہ شعر پڑھا ہے

وسلاطینھم سل الطین عنھم　　فالدؤس العظام صارت عظاما

(ترجمہ) اُن کے بادشاہوں کا حال مٹی سے پوچھو　　کہ بڑے بڑے سروں کی ہڈیاں ہی ہوگئیں

اِس محل میں امیر سیف الدین کی شادی کا کھانا ہوا۔ چونکہ بادشاہ اہل عرب سے بہت محبت رکھتا تھا۔ اور اُن کی قدر کرتا تھا۔ جب یہ امیر آیا تو اُس کے ساتھ بھی بہت سلوک کیا اور بارہا اس کو بڑے بڑے عطئے بخشے ایک دفعہ ملک اعظم بایزیدی حاکم مانکپور کی نذر پیش ہوئی اُس میں گیارہ گھوڑے اصیل اور نجیب تھے بادشاہ نے امیر سیف الدین کو دیدئے۔ اور پھر ایک دفعہ دس گھوڑے جن کے زین زریں اور لگام طلائی تھے امیر کو دے دئے اور بعد ازاں اپنی بہن فیروز خوندہ سے اُس کی شادی کر دی۔ جب بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس کی بہن کی شادی امیر سیف الدین سے کی جاوے تو ولیمہ کی تیاری اور اخراجات کا کام ملک فتح اللہ شونویس کے سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ تم ان دنوں میں امیر سیف الدین کے ساتھ رہو ملک فتح اللہ بڑے بڑے سائبان لایا اور اُس نے دونوں صحنوں پر سائبان لگائے اور ایک صحن میں ایک بڑا خیمہ لگایا اور اُس میں طرح طرح کے عمدہ فرش بچھائے اور شمس الدین تبریزی مطربوں اور طوائف کو لے کر آیا یہ سب بادشاہ کے غلام اور لونڈیاں تھیں اور باورچی اور نان بائی اور حلوائی اور مسقے۔ تنبولی حاضر ہوئے جانور اور پرندے ذبح کیے گئے اور پندرہ دن تک سب لوگوں کو کھانا کھلایا گیا اور بڑے بڑے امیر اور پردیسی دو وقت کھانے میں شامل ہوتے تھے۔ نکاح کی رات سے دو رات پہلے بادشاہ کے محل سے بیگمیں آئیں اور اُنہوں نے مکان آراستہ کیا اور اچھے اچھے فرش بچھائے اور امیر سیف الدین کو بلایا۔ یہ پردیسی تھا۔ اور اُس کا کوئی نزدیکی وہاں نہیں تھا۔ ان عورتوں نے اُس کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُس کو ایک مسند پر بٹھایا۔ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ بادشاہ کی سوتیلی ماں جو مبارک خاں کی ماں تھی۔ امیر سیف الدین کی ماں بنی اور بیگموں سے دوسری عورت اُس کی بہن بنی اور تیسری عورت اُس کی پھوپھی بنی اور چوتھی اُس کی خالہ تاکہ وہ سمجھے کہ اس کا تمام خاندان یہاں موجود ہے۔ اُنہوں نے اُس کو چوکی پر بٹھایا اور اُس کے ہاتھ پاؤں میں مہندی

امیر سیف الدین کی شادی بادشاہ کی بہن سے

شادی کی رسومات

Marfat.com

اور باقی عورتیں اُس کے سر پر کھڑی ہو کر ناچتی گاتی رہیں۔ بیگمیں یہ سب سامان تیار کر کے دولھا دلھن کے سونے کے گھر میں چلی گئیں اور وہ اپنے دوستوں سمیت باہر کے مکان میں رہا۔ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ چند امیر اُس کی جماعت میں داخل ہوں اور چند دلھن کی جماعت میں اور اُس ملک میں یہ دستور ہے کہ جس مکان سے دولھا دلھن کو اپنے گھر لاتا ہے تو اُس مکان کے دروازے پر دلھن کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور جب دولھا کی جماعت آتی ہے تو اُن کو داخل ہونے سے روکتے ہیں اگر وہ غالب ہو جاتے ہیں تو چلے جاتے ہیں اور اگر مغلوب ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو ہزار رس روپیہ انعام دینے پڑتے ہیں۔ نماز مغرب کے بعد امیر کے پاس نیلے ریشم کا خلعت لائے جو زربفت کے بنے ہوئی تھے اور اس قدر جواہرات اُن پر جڑے ہوئے تھے کہ جواہرات کے سبب سے کپڑے کا رنگ نظر نہیں آتا تھا اور ایسی ہی ایک کلاہ تھی۔ میں نے ایسی پوشاک کبھی نہیں دیکھی تھی اور جو پوشاکیں بادشاہ نے اپنے اور داماد کو دیں ~~جیسے~~ جلیسے عماد الدین سمنانی کو اور ملک العلما کے بیٹے کو اور شیخ الاسلام کے بیٹے کو اور صدر جہاں بخاری کے بیٹے کو کوئی اُس کے برابر نہ تھی۔ پھر امیر سیف الدین اپنے ساتھیوں اور غلاموں کو ساتھ لے کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی پھر ایک چیز جو تاج کے مشابہ تھی اور چنبیلی اور نسرین اور رائے بیل کے پھولوں کی بنی ہوئی تھی اور جس کی جھالر منہ اور سینہ پر لٹکتی تھی لائے اور امیر سے کہا اس کو سر پر رکھو امیر نے انکار کیا کیونکہ وہ عرب کا صحرائی تھا میں نے کہا کہ میرا کہنا مان اور اُس کو قسم دلائی تو اس نے سر پر رکھ لیا۔ پھر سب جماعت حرم کے دروازہ پر پہنچی تو وہاں دلھن کی جماعت کھڑی تھی امیر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُن پر عربی حملہ کیا اور پچھاڑ پچھاڑ کر سب کو بھگا دیا۔ بادشاہ کو خبر پہنچی تو نہایت خوش ہوا اور صحن میں داخل ہوا تو وہاں ایک منبر پر جو دیبا سے منڈھا ہوا تھا اور اُس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے دلھن کو لا کر بٹھا دیا۔ اور عورتیں گانے والی بیٹھی ہوئی تھیں اُس کو دیکھ کر سب کھڑی ہو گئیں امیر کا گھوڑا دلھن کے منبر تک آیا وہاں آکر امیر

سہرا

گھوڑے سے اترا اور منبر کی پہلی سیڑھی کے پاس کھڑے ہو کر زمین بوس کیا۔ اُس وقت دلہن کھڑی ہو گئی پھر دلہن نے اپنے ہاتھ سے امیر کو پان دیا اور پھر امیر دولہن سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھ گیا۔ اور اُس کے ساتھیوں پر درہم اور دینار نثار کئے گئے۔ عورتیں تکبیر بھی کہتی جاتی تھیں اور گاتی بھی جاتی تھیں۔ باہر نوبت اور نقارے بج رہے۔ پھر امیر کھڑا ہوا اور اپنی دولہن کا ہاتھ پکڑ کر منبر سے نیچے اترا اور وہ اُس کے پیچھے پیچھے ہولیں۔ امیر تو گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور دولہن ڈولے میں بیٹھ لی اور اُن دونوں پر درہم اور دینار نثار کئے گئے۔ ڈولے کو غلاموں نے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور بیگمیں گھوڑوں پر سوار ہولیں اور باقی عورتیں پیدل تھیں وہ اُن کے آگے آگے جاتی تھیں جب سواری کسی امیر کے گھر کے سامنے سے گذرتی تھی تو باہر نکل کر درہم اور دینار اُن پر بکھیرتا تھا دوسرے دن دولہن نے دولہا کے دوستوں کے گھر کپڑے اور دینار اور درہم بھیجے اور بادشاہ نے بھی اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک گھوڑا مع ساز و سامان کے اور ایک ایک تھیلی جن میں دو سو سے لے کر ہزار تک دینار تھے بھیجے اور ملک فتح اللہ نے بیگموں کو قسم قسم کے ریشمی کپڑے اور تھیلیاں دیں۔ ہندوستان کا دستور ہے کہ اہل عرب کو سوا دولہا کے اور کوئی کچھ نہیں دیتا۔ اُسی روز لوگوں کی پھر ضیافت کی گئی اور شادی ختم ہو گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ امیر غدا کو مالوہ اور گجرات اور کھمبایت اور نہروالہ جاگیر میں دئے جاویں اور ملک فتح اللہ کو اُس کا نائب مقرر کیا اور امیر کی رتبہ افزائی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن وہ صحرائی آدمی تھا اُس نے اپنی قدر نہ پہچانی اور صحرائی جہالت نے اُس کو بیس روز میں ادبار کو پہنچا دیا۔ شادی سے بیس دن بعد وہ بادشاہی محل میں گیا۔ اور اندر جانا چاہا۔ امیر حاجب (پردہ دار) نے اُس کو منع کیا اُس نے کچھ پروا نہ کی اور زبردستی گھسنا چاہا۔ دربان نے اُس کی زلفیں پکڑ لیں اور اُلٹا دھکیل دیا۔ امیر نے اُس کے لاٹھی ماری جو اُس کے ہاتھ میں تھی۔ دربان کے خون نکل آیا۔ اور یہ شخص ایک بڑا امیر تھا۔ اُس کا باپ غزنی کا قاضی تھا۔ اور سلطان محمود بن سبکتگین کی اولاد میں سے تھا۔ اور بادشاہ

امیر غدا کا قید ہونا

ں کو باپ کہہ کر پکارا کرتا تھا اور اُس کے بیٹے کو یعنی اس مضروب کو بھائی کہا کرتا تھا وہ بادشاہ
کے پاس گیا۔ اور اُس کے کپڑے خون سے آلودہ تھے۔ اُس نے کہا کہ امیر غدا نے مجھے
ا۔ بادشاہ تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر کہا قاضی کے پاس جاکر نالش کرو۔ یہ جرم ایسا ہے کہ بادشاہ
ی کو جس نے اس طرح بادشاہ کے محل میں گھسنے کے لئے زبردستی کی ہو معاف نہیں کرتا
ر اُس کی سزا ہمیشہ موت ہوا کرتی ہے۔ لیکن پردیسی ہونے کے سبب سے اُس کی رعایت کی
ی اور ملک تتر کو کہا کہ ان دونوں کو قاضی کے پاس لے جاوے قاضی کمال الدین دیوان خانہ
ں تھا اور یہ ملک تتر حاجی تھا اور عربی اچھی بولتا تھا۔ اس نے امیر سے کہا کہ تو نے اُس
خص کو مارا ہے اگر نہیں مارا تو کہدے نہیں مارا اس تقریر میں اشارہ کیا تھا کہ وہ انکار کر
ادے لیکن امیر غدا ایک جاہل آدمی تھا اور اُس کو کچھ فخر بھی ہو گیا تھا۔ اُس نے جواب دیا۔
یں نے مارا ہے استنے میں مضروب کا باپ بھی آگیا وہ چاہتا تھا کہ صلح کرا دے لیکن
یف الدین نے منظور نہ کیا۔ قاضی نے حکم دیا کہ وہ رات بھر قید رہے۔ اُس کی بیوی نے
دشاہ کے خوف سے نہ اُس کے پاس بستر بھیجا اور نہ کھانے کی خبر لی۔ اُس کے دوستوں
و بھی خوف ہوا اور اُنہوں نے اپنی اپنی دولت لوگوں کے پاس امانت رکھ دی۔ میں نے
رادہ کیا کہ میں اُس کو قید خانہ میں جاکر دیکھوں۔ ایک امیر مجھے ملا اور میرا مطلب سمجھ کر کہا کہ
تو بھول گیا کہ تو نے شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد جام کے ملنے کا ارادہ کیا تھا اور بادشاہ
نے تیرے قتل کا حکم دیا تھا۔ (اس کا ذکر میں آگے کروں گا) یہ سن کر میں واپس چلا آیا اور
دوسرے دن ظہر کے وقت امیر غدا رہا ہو گیا بادشاہ نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا اور
جاگیر کا جو حکم دیا تھا وہ منسوخ کر دیا اور اُس کو جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کا ایک
بہنوئی تھا جس کا نام مغیث الدین ابن ملک الملوک تھا اور بادشاہ کی بہن اکثر شکایت کرتی کرتی
مر گئی تھی اُس وقت لونڈیوں نے یاد دلایا کہ وہ بھی اُس کے ظلم کے سبب سے مرتی تھی
اور اُس کے نسب میں بھی کلام تھا۔ بادشاہ اپنے ہاتھ سے حکم لکھا کہ حرامی اور موش خوار

دونوں جلاوطن کئے جاویں۔ موش خوار سے مراد امیر سیف الدین تھا اور حرامی سے مغیث الدین
کیونکہ عرب کے بدو یربوع کھاتے ہیں اور وہ جنگلی چوہے کے مشابہ ہوتا ہے۔ چوبدار آئے کہ
اُس کو جلاوطن کریں۔ اُس نے ارادہ کیا کہ گھر میں جاوے اور اپنی بیوی سے رخصت ہو آوے
لیکن چوبدار پے در پے اُس کے بلانے کے لئے آئے وہ روتا ہوا چلا۔ میں اُس وقت
کے محل کی طرف گیا اور رات کو وہیں رہا۔ ایک امیر نے پوچھا کہ تم رات کو یہاں کیوں
ٹھیرتے ہو میں نے کہا کہ میں امیر سیف الدین کے معاملہ میں بادشاہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں
کہ اس کو واپس بلا لے اور ملک بدر نہ کرے اُس نے کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں۔ میں نے کہا اگر سو
رات مجھے یہاں ٹھیرنا پڑے گا تو نہ جاؤں گا۔ جب تک میرا مطلب پورا نہ ہو جائیگا۔ بادشاہ
کو بھی یہ خبر پہنچی۔ اُس نے حکم دیا کہ امیر سیف الدین کو واپس بلالو اور پھر حکم دیا کہ وہ ملک قبولہ
لاہوری کی خدمت میں رہا کرے چنانچہ چار برس تک وہ اُس کے پاس رہا حضر میں اور سفر
میں اور سب آداب اور طریقے سیکھ گیا پھر بادشاہ نے اُس کو اُس کے مرتبے پر بحال کر دیا
اور اُس کو جاگیر دی اور لشکر کا سردار بنایا۔

لہ مہنا۔ تاریخ جدولیہ میں درج ہے کہ خلیفہ مستعصم باللہ کے قتل ہو جانے کے بعد اُس کا
چچا جو بغداد میں قید تھا اور بھاگ کر عراق کے عربوں میں پناہ گزیں ہوا تھا ۶۵۹ھ میں عرب
سرداروں کے ہمراہ جن میں امیر ناصر الدین مہنا بھی تھا۔ ملک طاہر بیبرس کے پاس مصر
میں چلا گیا۔ ملک طاہر نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُس کے ساتھ ایک لشکر کر دیا لیکن
حدیثہ کے مقام پر اُس نے تاتاریوں سے شکست کھائی اور خلیفہ کا کچھ پتہ نہ لگا۔ اس لڑائی
میں ابوالعباس احمد بھی تھا جو خلیفہ مسترشد باللہ کی اولاد سے تھا وہ میدان جنگ سے
بھاگ کر امیر عیسے بن مہنا کے پاس رحبہ میں چلا گیا۔ امیر عیسے بن مہنا نے ملک طاہر
بادشاہ مصر سے خط و کتابت کی اور امیر عیسے اُس کو مصر میں لے گیا۔ ایک سال تو
ملک طاہر نے گم شدہ خلیفہ کا انتظار کیا لیکن ۶۶۰ھ ہجری میں ابوالعباس احمد کے ہاتھ پر
بیعت کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ امیر سیف الدین بھی اُسی امیر مہنا کا پوتا تھا اور چونکہ اِس

خاندان نے خلفائے عباسی کے بحال کرنے میں بہت بڑا حصہ لیا تھا۔ اور سلطان محمد تغلق خاندان خلفائے عباس سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ اس لئے امیر سیف الدین کی اس قدر عزت بھی اُس نے اسی باعث سے کی تھی۔

کوشک لعل۔ آثار الصنادید میں درج ہے کہ سلطان جلال الدین خلجی نے ۶۸۹ھ ہجری میں ایک محل بنایا اور کوشک لعل اُس کا نام رکھا۔ اب اس محل کا پتہ نہیں ملتا کہ کہاں تھا اور کیا ہوا۔ سلطان نظام الدین اولیا کے مزار کے پاس ایک کھنڈر لال محل کے نام سے مشہور ہے۔ شاید کوشک لعل وہی ہو۔

ی یہ بعینہ سہرا تھا جو فقط ہندوستان کی رسم ہے۔ اور شادی کے دن دولھا کے سر پر باندھا جاتا ہے۔

فصل (۱۷)۔ وزیر کی لڑکیوں کی شادی

خداوندزادہ قوام الدین قاضی ترمذ جن کے ساتھ میں ملتان سے دہلی آیا تھا۔ جب دہلی پہنچے تو بادشاہ نے اُن کی خاطر و مدارات بہت کی اور اُن کے ساتھ بہت عمدہ سلوک ۔ پھر اُس کے دونوں بیٹوں کے ساتھ وزیر خواجہ جہاں کی لڑکیوں کا نکاح کر دیا اور وزیر وقت دار الخلافہ میں نہ تھا۔ بادشاہ نے اِن کے باپ کا نائب ہو کر وزیر کے محل میں آ کی بیٹیوں کا نکاح کیا۔ جب تک قاضی القضاۃ نے نکاح پڑھایا بادشاہ کھڑا رہا اور امیر اور اضرین بیٹھے رہے۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے کپڑے اور تھیلیاں اُٹھا کر قاضی کو اور داوندزادہ کے بیٹوں کو دیں۔ یہ دیکھ کر اور امیر بھی کھڑے ہو گئے اور عرض کی حضور یہ کام ہ کریں۔ بادشاہ نے اُن کو حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ اور پھر اپنی جگہ ایک امیر کو کھڑا کر کے خود لا گیا۔

فصل (۱۸)۔ بادشاہ کی تواضع اور انصاف

بادشاہ انصاف پرور

ایک ہندو امیر نے بادشاہ پر دعوے کیا کہ بادشاہ نے اُس کے بھائی کو بلا سبب ار ڈالا۔ بادشاہ بغیر کسی ہتیار کے پیدل قاضی کے محکمہ میں گیا۔ اور وہاں جا کر سلام اور تعظیم

Marfat.com

کی اور قاضی کو پہلے حکم دے دیا تھا کہ جب میں آؤں تو قاضی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہو اور کسی طرح کی حرکت نہ کرے۔ بادشاہ محکمہ میں گیا اور قاضی کے سامنے کھڑا ہوا قاضی نے حکم دیا کہ بادشاہ مدعی کو راضی کر لے ورنہ قصاص کا حکم ہوگا۔ بادشاہ نے اُس کو راضی کرلیا۔ اسی طرح ایک دفعہ کسی مسلمان نے اُس پر کچھ مال کا دعوے کیا۔ جھگڑا قاضی کے سامنے پیش ہوا۔ قاضی نے حکم دیا کہ بادشاہ اُس کا مال دیدے۔ بادشاہ نے دیدیا۔ ایک دفعہ ایک امیر کے لڑکے نے دعوے کیا کہ بادشاہ نے بلا سبب مجھے مارا ہے۔ قاضی نے حکم دیا کہ یا تو لڑکے کو راضی کرو۔ ورنہ قصاص دو۔ میں نے دیکھا کہ اُس نے دربار میں اُس لڑکے کو بلایا اور اُس کو چھڑی دے کر کہا کہ اپنا عوض لے لے اور اُس کو اپنے سر کی قسم دلائی کہ جیسا میں نے تجھ کو مارا تھا تو بھی مار۔ لڑکے نے ہاتھ میں چھڑی لے کر اکیس چھڑیاں بادشاہ کے لگائیں یہاں تک کہ ایک دفعہ اُس کی کلاہ بھی سر سے گر پڑی۔

فصل (۱۹) نماز کی تاکید

نماز کی تاکید

یہ بادشاہ نماز کے معاملہ میں بہت تاکید کرتا تھا اور اُس کا حکم تھا کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے اس کو سزا دی جاوے۔ ایک روز اُس نے نو آدمی اس بات پر قتل کر ڈالے اِن میں سے ایک آدمی ایک مطرب[1] تھا۔ اس کام پر بہت سے آدمی لگائے ہوئے تھے کہ جماعت کے وقت جو شخص بازار میں مل جاوے اُس کو پکڑ لاؤ۔ یہاں تک کہ سائیں لوگ جو دیوان خانہ کے دروازے پر گھوڑے لئے رہتے تھے اُن کو بھی پکڑنا شروع کیا۔ حکم تھا کہ ہر شخص فرائض نماز و شرائط اسلام کو سیکھے۔ لوگوں سے سوال کئے جاتے تھے اور اگر کوئی اچھی طرح سے جواب نہیں دے سکتا تھا تو اُس کو سزا ملتی تھی۔ تمام لوگ بازاروں میں نماز کے مسائل یاد کرتے پھرتے تھے۔ اور کاغذوں پر لکھواتے تھے

[1] ابن بطوطہ جو پہلے لکھ آیا ہے کہ ڈوم اور ارباب نشاط عموماً نماز پڑھتے تھے اور اُنکی مسجدوں میں تراویح کی جماعت ہوتی تھی اُسکا سبب غالباً یہی حکم ہوگا ورنہ اس فرقے کو نماز اور تراویح سے کیا واسطہ

Marfat.com

فصل (۲۰) احکام شرع کی پابندی

احکام شرع کی پابندی کی بھی سخت تاکید کرتا تھا۔ اپنے بھائی مبارک خاں کو حکم دیا تھا کہ وہ دیوان خانہ میں قاضی کے ساتھ بیٹھ کر انصاف کراوے۔ اُس کو حکم تھا کہ ایک برج میں بیٹھے اور قاضی کے واسطے اُسی برج میں ایک مسند بادشاہ کی مسند کی طرح لگائی جاتی تھی۔ مبارک خاں قاضی کے دائیں ہاتھ بیٹھتا تھا۔ اگر کسی شخص کا دعوے کسی بڑے امیر پر ہوتا تھا تو مبارک خاں کے سپاہی اُس امیر کو بلا کر قاضی کے سامنے پیش کرتے تھے اور وہ قاضی سے اُس کا انصاف دلاتا تھا۔

فصل (۲۱)۔ انصاف کا دربار

۷۴۱ھ ہجری میں بادشاہ نے حکم دیا کہ سوا زکوۃ اور عشر کے اور سب محصول اور ڈنڈ معاف کر دیئے جاویں اور خود ہفتے میں دو دفعہ پیر اور جمعرات کے دن انصاف بہانی کی غرض سے دیوان خانہ کے سامنے ایک میدان میں بیٹھتا تھا اور اُس روز اُس کے ساتھ فقط امیر حاجب و خاص حاجب اور سید الحجاب اور شرف الحجاب چار شخص ہوتے تھے اور سب کو عام اجازت تھی کہ جس کسی کو کسی کی شکایت کرنا ہو عرض کرے چار امیروں کو چار دروازوں پر مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ مستغیثوں کی شکایتیں قلم بند کریں اور اُن میں سے چوتھا ملک فیروز بادشاہ کا چچازاد بھائی تھا۔ اگر پہلے دروازے والا اُس کی شکایت لکھ بھیجتا تھا تو فبہا ورنہ وہ دوسرے دروازے والے کے پاس آتا تھا۔ اگر وہ بھی نہ لکھتا تو تیسرے اور چوتھے دروازہ والے کے پاس اگر وہ بھی انکار کرتا تو صدر جہاں قاضی القضاۃ کے پاس اگر وہ بھی نہ لکھتا تو بادشاہ کے پاس آنے کی اُس کو اجازت ہوتی تھی اگر بادشاہ کو یقین ہو جاتا تھا کہ اِن میں کسی کے پاس وہ گیا تھا اور انہوں نے اُس کی شکایت نہیں لکھی تو اُن کو ڈانٹ بتایا کرتا تھا۔ یہ سب تحریریں بادشاہ عشا کے بعد خود مطالعہ کیا کرتا تھا۔

ناواجب محصول

لہ محاصل۔ غیر شرعی محاصل کی ایک فہرست فیروز شاہ نے بھی دی ہے۔ وہ اپنی فتوحات میں لکھتا ہے۔ وہ بعضے وجوہات نامعقول کہ بظلم داخل مال واجبی کردہ ہر سال بزجرے گرفتند مثل چراہی و گلفروشی و نیلگری و ماہی فروشی و ندافی و ریسماں فروشی و نخود بریاں گری و دوکانانہ و قمارخانہ و دادبیگی و کوتوالی و احتساب ہمہ را برطرف کردم۔ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو سلطان محمد تغلق نے یہ محصول پھر عاید کردئے ہوں گے یا اُس کے مرنے کے بعد فیروز شاہ کی سلطنت کے شروع میں عاید ہو گئے ہونگے ‫؛‬

آئین اکبری میں ابو الفضل نے جو فہرست ایسے محصولات کی دی ہے جن کو اکبر بادشاہ نے موقوف کیا تھا وہ ہے۔ جزیہ (جو سوا اہل اسلام کے فی کس ہر شخص سے لیا جاتا تھا) میر بحری۔ کر (ہر بڑے بڑے معابد پر جانے کا محصول وصول کیا تھا) گاو شماری۔ سر درختی پیشکش۔ فروق۔ داروغگانہ۔ تحصیلداری۔ فوطہ داری۔ سلامی۔ وجہ کرانہ۔ خریطہ۔ صرافی۔ حاصل بازار۔ نخاس۔ سن۔ کنبل۔ روغن۔ ادھوڑی۔ کیالی۔ وزانی۔ قصابی۔ دباغی۔ قمار بازی۔ قتلغہ۔ ساوری۔ راہداری۔ بیگ۔ رسم خانہ۔ نکی۔ بل کٹی۔ پٹی ند۔ چونہ گری۔ خماری ولالی۔ ماہی گیری۔ حاصل درخت آل۔ یہ فہرست محاصل کی اگرچہ مکمل نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کے ایام حکومت میں کسی وقت محاصل کی تعداد اور اقسام اس قدر ہرگز نہیں جتنی جواب ہیں۔ اگرچہ فہرست بہت بڑی معلوم ہوتی ہے مگر ان میں سے اکثر ٹکیس اور چنگی میں شامل ہیں۔

فصل (۲۲) قحط میں لوگوں کی پرورش

قحط

جب ہندوستان اور سندھ میں قحط پڑا یہاں تک کہ گیہوں چھ دینار فی من ہو گئے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ دہلی کے کل باشندوں کو بلا تمیز چھوٹے بڑے یا غلام و آزاد کے بحساب ڈیڑھ رطل مغربی روزانہ فی کس چھ مہینے کا ذخیرہ سرکاری گودام سے دے دو۔ نقیب اور قاضی محلہ کی فہرست تیار کرتے تھے اور اُن لوگوں کو حاضر کرتے تھے۔ اور ہر ایک شخص کو چھ مہینے کی خوراک دی جاتی تھی۔

لہ فرشتہ لکھتا ہے۔ ”در عہد آں بادشاہ دو مرتبہ امساک باراں شدہ و در ہر کرت مردم قحط

سہ سال اوقات بہ عسرت گذرانیدند"۔ فرشتہ اور بداونی لکھتے ہیں کہ بادشاہ ۷۴۲ھ ہجری میں سید احسن شاہ حاکم معبر کی بغاوت رفع کرنے کے لئے دکھن کو گیا اور وہ چند منزل چلا تھا کہ قحط شروع ہوگیا اور جب واپس آیا تو تمام ملک کو قحط سے خراب پایا۔ گویا اُن کے نزدیک اول دفعہ یہ قحط ۷۴۲ھ و ۷۴۳ھ و ۷۴۴ھ میں رہا۔ دوسری دفعہ بادشاہ طغی کی بغاوت رفع کرنے کے لئے گجرات کی طرف ۷۴۸ھ ہجری میں گیا اُس وقت بھی قحط تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ۷۴۲ھ ہجری سے لے کر ۷۴۹ھ ہجری تک قحط تھا۔ اور بیچ میں ایک سال ارزانی رہی۔ تاریخ مبارک شاہی میں درج ہے "کہ قحط عام و گرانی غلہ ہفت سال چناں شد کہ قطرۂ از آسمان نبارید"۔ لیکن باب ۶ فصل ۱۱ کے حاشیہ میں میں نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ بادشاہ سید احسن شاہ حاکم معبر کی بغاوت رفع کرنے کے لئے ۷۳۴ھ ہجری میں گیا تھا۔ اور اس لئے اگر معبر جاتے ہی قحط شروع ہوگیا تو اول قحط ۷۳۸ھ ہجری سے لے کر ۷۴۴ھ ہجری تک ہونا چاہئے اور دوسرا ۷۴۵ھ و ۷۴۶ھ و ۷۴۷ھ ہجری میں ہونا چاہئے۔ کیونکہ بادشاہ جب ۷۴۸ھ میں گجرات کو گیا تو اُس سے پہلے اہلکاروں کو تقاوی تقسیم کرنے کے لئے بہت بھاری رقم دے گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت قحط ختم ہوگیا تھا چنانچہ برنی لکھتا ہے کہ اگر بادشاہ مہم گجرات سے واپس آتا اور ۷۵۲ھ ہجری کے محرم میں ٹھٹھ میں نہ مر جاتا تو اُن لوگوں سے یہ روپیہ جو وہ غبن کر گئے تھے۔ خوب اچھی طرح سے وصول کرتا مگر میری رائے میں فرشتہ اور بداونی کا یہ لکھنا کہ بادشاہ کے معبر جاتے ہی قحط شروع ہوگیا تھا غلط ہے بلکہ صحیح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے واپس آنے پر ہی قحط شروع ہوا جیسا کہ دوسری جگہ برنی لکھتا ہے دیکھو حاشیہ صفحہ ۷۷ باب ۶ فصل ۱۱۔ اور یہ قحط اول دفعہ ۷۳۹ھ میں شروع ہوا اور جب تک بادشاہ سرگدواری میں رہا یعنی ۷۴۱ھ تک رہا اور دوسری دفعہ اگر برنی کا لکھنا درست ہے تو ۷۴۵ھ سے شروع ہو کر ۷۴۷ھ تک ہونا چاہئے کیونکہ جب بادشاہ گجرات کی طرف گیا تو قحط ختم ہو چکا تھا اور تقاوی کی تقسیم کا وقت تھا۔ تقاوی قحط کے بعد بارش ہونے پر دی گئی ہوگی۔ لیکن میں نے حاشیہ باب ۶ فصل ۱۱ میں ثابت کردیا ہے کہ بادشاہ گجرات کی بغاوت رفع کرنے کے لئے ۷۴۵ھ میں گیا ہے اور اس لئے دوسرا قحط ۷۴۲ھ یا ۷۴۳ھ سے شروع ہوا اور ۷۴۵ھ میں ختم ہوگیا۔ اس قحط کے نرخ کی بابت فرشتہ لکھتا ہے کہ "ایک سیر غلہ بہ ہفدہ درم یافت نے شدہ، دہلی قحط بمرتبہ بود کہ آدم آدم را مے خورد" ابن بطوطہ نے فی من چھ دینار نرخ لکھا ہے اور ایک دوسری جگہ

ایک من غلہ کی قیمت ساٹھ درہم اور اُس سے بھی زیادہ لکھی ہے یہ میں ثابت کر آیا ہوں۔ کہ ابن بطوطہ کی مراد درہم سے ہشتگانی ہے اور وہ ٹنکہ کے آٹھویں حصے کو درہم کہتا ہے۔ یہ ہی مسالک الابصار کا مصنف لکھتا ہے۔ فرشتہ نے جو ایک سیر کی قیمت سترہ درم لکھی ہے یہ اُس کی غلطی ہے کیونکہ تاریخ فیروز شاہی میں ضیاءالدین برنی نے ایک سیر کی قیمت ۱۰ جیتل یا ۱۶ جیتل لکھے ہیں۔ برنی سے نقل کرتے ہوئے فرشتہ نے بجائے جیتل کے درہم لکھ دئے اور اس حساب سے فرشتہ اور برنی کے نزدیک ایک سیر کی قیمت دو درہم ہوئی اب یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ اُس وقت سیر کس وزن کا تھا۔ ابن بطوطہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کا رطل (اُس کی من سے مراد ہے) مصر کے پچیس رطل کے برابر ہوتا ہے ابن بطوطہ کے فرانسیسی مترجموں نے اُس حساب سے من کا وزن ۲۹ ۳/۴ پونڈ قائم کیا ہے۔ یعنی چودہ سیر پختہ مسالک الابصار کا مصنف لکھتا ہے کہ دہلی کا سیر ستر مثقال کا ہوتا تھا اگر مثقال کو ساڑھے چار ماشہ کا سمجھیں تو سیر کا وزن ۲۹ تولہ دو ماشہ ہوا اور من کا ۱۲ سیر ۰ چھٹانک ہوا اور اگر مثقال ۵ ماشہ کا شمار کریں جیسا کہ بابر بادشاہ اپنی تزک میں لکھتا ہے تو من کا وزن ۱۴ سیر ۹ چھٹانک اور ۲ تولہ کا ہوا۔ اب بھی ہندوستان میں کچے من ۱۲ ۱/۲ سیر پختہ سے لے کر ۱۰ سیر پختہ تک ہوتا ہے چنانچہ تقریباً ضلع ضلع کا سیر علیٰحدہ ہے۔ اکبری سیر ۲۰ تولہ دو ماشہ دو رتی کا ہوتا تھا۔ یعنی موجودہ پختہ سیر کے وزن میں ڈہائی یا ۵ تولہ ۴ ماشہ سے چھ رتی کم۔ عالمگیری سیر ۷۰ تولہ کا تھا یعنی موجودہ پختہ سیر سے تین تولہ کم الغرض محمد شاہ تغلق کے وقت کا من موجودہ پختہ من کے حساب سے ساڑھے ۱۴ سیر کا سمجھنا چاہئے۔ اس حساب سے ایک دینار کے عوض غلہ کا نرخ ۲ سیر ۲ چھٹانک کے قریب ہوا اور دوسری روایت کے مطابق یعنی آٹھ روپیہ کا ۴ سیر ۸ چھٹانک آیا یعنی کچھ کم دو سیر نرخ ہوا۔ فرشتہ کی تحریر کے مطابق ایک سیر رائج الوقت کی قیمت ۱۶ جیتل یعنی دو درہم یعنی چار آنہ ہوئی۔ اس لئے ایک من کی قیمت دس۱۰ روپیہ کے قریب ہوئی یعنی ایک روپیہ کے تقریباً ڈیڑھ سیر پختہ۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے۔ کہ اس سے بھی زیادہ نرخ ہو گیا تھا۔ اس لئے اُس کا اور برنی کا بیان بالکل مطابق ہے۔ اس موقع پر میں مختلف زمانے کے نرخ جو تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں۔ نقل کرتا ہوں اور اس زمانے کا بھی اوسط نرخ دیتا ہوں:-

Marfat.com

قدیم زمانہ کا نرخ

(۱) سلطان علاء الدین خلجی کا مقرر کردہ نرخ (ضیاء برنی)		(۲) محمد شاہ تغلق کے آخیر عہد کا نرخ (مسالک الابصار)		(۳) فیروز شاہ کے وقت کا نرخ (فتوحات فیروز شاہی)	
[illegible]	قیمت رائج	جنس	قیمت رائج	جنس	قیمت رائج
[illegible]	½، جیتل فی من	گندم	۱۲ جیتل فی من	گندم	۸ جیتل فی من
[illegible]	۴ 〃 〃 〃	جو	۸ 〃 〃 〃	جو	۴ 〃 〃 〃
[illegible]	۵ 〃 〃 〃	شالی	۱۵ 〃 〃 〃	نخود	۴ 〃 〃 〃
[illegible]	۵ 〃 〃 〃	نخود	۴ 〃 〃 〃	دلیہ	۴ 〃 〃 〃
[illegible]	۵ 〃 〃 〃	شکر	۱ ٹنکہ سفید فی من	گھی	۲½ 〃 〃 سیر
[illegible]	۳ 〃 〃 〃	معدی	½ ٹنکہ 〃 〃 〃	شکر	۲½ 〃 〃 〃
شکر تری	½ 〃 〃 سیر	میش فربہ	۱۰ فی راس		
شکر سرخ	½ 〃 〃 〃	بیل	۸ فی راس		
[illegible]	½ 〃 〃 〃		یہ نرخ قحط کے بعد کا تھا		
روغن کنجد	½ 〃 〃 〃				
[illegible]	⅕ 〃 فی سیر				

(از تاریخ فرشتہ)

(یادداشت) جیتل کو موجودہ پیسہ اور من کو ساڑھے چودہ سیر پختہ کا سمجھو۔ لیکن فرشتہ نے اس وقت کے سیر کو ۲۴ تولہ کا لکھا ہے اس حساب سے من ۱۲ سیر پختہ کا ہوا۔

اکبر بادشاہ کے وقت کا نرخ

(۴) اکبر کے زمانے کا اوسط نرخ (آئین اکبری)		(۵) ضلع دہلی کا اوسط نرخ ۱۸۶۱ء سے لے کر ۱۸۷۲ء تک	
جنس	قیمت رائج	جنس	قیمت رائج
گندم	۱۲ دام فی من	گندم	۲۷ سیر ۱ چھٹانک فی روپیہ
جو	۸ 〃 〃 〃	جو	۳۹ 〃 〃
شالی	۲۰ 〃 〃 〃	شالی	۳۷ 〃 〃
نخود سیاہ	۸ 〃 〃 〃	نخود	۳۴ سیر ۵ چھٹانک 〃
مونگ	۱۸ 〃 〃 〃	مونگ	۳۰ سیر ۲ 〃
ماش	۱۶ 〃 〃 〃	ماش	۲۸ 〃 〃
موٹھ	۱۲ 〃 〃 〃	موٹھ	۳۳ 〃 〃
شکر	۱۲۸ 〃 〃 〃		
شکر سفید	۵۶ 〃 〃 〃		
گھی	۱۰۵ 〃 〃 〃		
روغن سیاہ	۸۰ 〃 〃 〃		
نمک	۱۶ 〃 〃 〃		
میش	۶ تا ۲ فی راس		

(یادداشت) دام ایک روپیہ کے چالیس آتے تھے اور من ۲۶ سیر ساڑھے تین چھٹانک کا تھا۔

اس سے معلوم ہوگا کہ اگر حال کے زمانہ میں ارزانی کے وقت میں گندم فی روپیہ پورے تین من نہیں بکتی تو قحط کے دنوں میں بھی اس کا نرخ ڈیڑھ سیر فی روپیہ نہیں ہوتا اور آدمی کو آدمی کے کھانے کی نوبت نہیں پہنچتی یہ سڑکوں اور ریلوں اور دخانی جہازوں کی برکت ہے۔

فصل (۲۳) - خونریزی

یہاں تک بادشاہ کی تواضع اور انصاف اور نرم دلی اور سخاوت کا جو سب غیر معمو
اور فوق العادت تھیں میں نے بیان کیا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی وہ خونریزی پر نہایت د
تھا ایسا کبھی شاذونادر ہوتا تھا کہ اُس کے دروازے پہ کوئی شخص قتل نہ کیا جاتا تھا۔ اکثر نعش
دروازے پر پڑی رہتی تھیں ایک روز کا ذکر ہے کہ میں محل میں جاتا تھا۔ میرا گھوڑا کچھ س
چیز دیکھ کر چمکا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میرے ہمراہی نے کہا یہ ایک شخص کا سینہ
جس کے تین ٹکڑے کئے گئے ہیں۔ یہ بادشاہ چھوٹے بڑے جرم پر برابر سزا دیتا تھا
اہل علم کا لحاظ کرتا تھا اور نہ شریفوں کا اور نہ صالحین کا۔ دیوان خانہ میں ہر روز سینکڑ
آدمی جولان پہنے ہوئے حاضر کئے جاتے تھے۔ بعضے قتل کئے جاتے تھے۔ او
بعض کو عذاب دیا جاتا تھا۔ اور بعض کو مار پیٹ کی جاتی تھی اور اس کا دستور تھا کہ سوا جمعہ
کے ہر روز کل قیدیوں کو دیوان خانہ میں بلاتا تھا۔ جمعہ کے روز وہ غسل اور حجامت
کرتے تھے اور آرام کرتے تھے۔ خدا پناہ میں رکھے ؂

فصل (۲۴) - اپنے بھائی کو قتل کیا

اُس کا ایک بھائی مسعود خاں تھا۔ اُس کی ماں سلطان علاءالدین کی بیٹی تھی۔ یہ شخص
ایسا خوبصورت تھا کہ میں نے اُس کا ثانی نہیں دیکھا۔ اُس پر تہمت لگائی گئی کہ وہ بغا
کرنا چاہتا ہے۔ جب اُس سے دریافت کیا تو تعزیر کے ڈر سے اُس نے اقرار کر لیا کیو
اُس کو معلوم تھا کہ ایسے جرموں میں انکار کرنے والوں کو طرح طرح کا عذاب دیا جاتا تھا
اُس کی نسبت ایک دفعہ مرنا آسان ہوتا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بازار کے چوک میں
لے جا کر اُس کی گردن مار دو چنانچہ قتل ہونے کے بعد تین دن تک نعش وہاں ہی پڑی

Marfat.com

اُس کی والدہ دو برس پہلے اُسی جگہ سنگسار کی گئی تھی کیونکہ اُس نے زنا کا اقرار کیا تھا اور قاضی کمال الدین نے اُسکو سنگسار کیا تھا۔

ایک دفعہ بادشاہ نے ملک یوسف بنرا کی سرداری میں پہاڑ کے ہندوؤں کے ساتھ لڑنے کو ایک بڑا لشکر بھیجا۔ یوسف مع لشکر کے شہر سے باہر نکلا۔ اُن میں سے تین سو پچاس آدمی روپوش ہو گئے اور اپنے گھروں کو واپس چلے آئے۔ یوسف نے بادشاہ کو لکھا بادشاہ نے حکم دیا کہ گلی گلی آدمی پھر جائیں جو کوئی فراریوں میں سے ملے اُس کو پکڑ لادیں چنانچہ تین سو پچاس آدمی پکڑے گئے اُن سب کو ایک ہی جگہ مروا ڈالا۔

فصل (۲۵) شیخ شہاب الدین کو قتل کرنا

شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد جام خراسانی شہر کے بڑے مشائخوں اور فاضلوں میں سے تھے اور چودہ چودہ دن تک برابر روزہ رکھتے تھے۔ سلطان قطب الدین۔ اور سلطان تغلق ان کی زیارت کو جاتے تھے۔ اور اُن سے دعا کی آرزو رکھتے تھے سلطان محمد شاہ بادشاہ ہوا تو اُس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مشائخ اور عالموں کو اپنی کچھ کی خدمتیں سپرد کیا کرتا تھا اور یہ دلیل لاتا تھا کہ خلفائے راشدین سوا اہل علم اور اہل صلاح کے کسی کو کوئی خدمت سپرد نہیں کرتے تھے شیخ شہاب الدین نے انکار کیا۔ جب بادشاہ نے دربار عام میں بالمشافہ کہا تو بھی انکار کیا۔ بادشاہ غصہ ہوا اور شیخ ضیاء الدین سمنانی کو حکم دیا کہ شیخ شہاب الدین کی ڈاڑھی کے بال نوچے۔ ضیاء الدین نے انکار کیا اور کہا کہ میں یہ کام نہیں کرونگا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کی ڈاڑھی نوچی جاوے۔ چنانچہ نوچی گئی۔ ضیاء الدین کو تلنگ کی طرف نکال دیا اور کچھ مدت کے بعد اُس کو ورنگل کا قاضی مقرر کیا۔ وہ وہاں ہی مر گیا۔ اور شہاب الدین کو دولت آباد بھیج دیا وہ وہاں سات برس تک رہے پھر اُن کو واپس بلا لیا۔ اور بہت تعظیم و تکریم کی اور اُن کو عالموں سے بقایا وصول کرنے کا کام سپرد کیا۔ پھر اُن کو وہاں بلا بھیجا اور اُن کی نہایت تعظیم تکریم کی اور اُن کو اس محکمہ کا جو عاملوں سے بقایا وصول کرتے تھے

دیوان مقرر کر دیا پھر اُن کی تعظیم افزائی کی امیروں کو حکم دیا کہ اُن کے پاس سلام کو جایا کریں اور جو کچھ وہ کہیں عمل کیا کریں یہاں تک کہ بادشاہ کے گھر میں کوئی شخص اُن سے اعلیٰ عہدہ نہیں تھا اور جب بادشاہ نے دریائے گنگ پر جاکر اپنے لیئے ایک محل بنایا جس کا نام اسنے "سرگ دوارہ" رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا کہ اپنے اپنے مکان بنا دیں تو شیخ شہاب الدین نے اجازت چاہی کہ وہ دہلی میں رہیں بادشاہ نے اُن کو اجازت دے دی اور شہر سے چھ میل کے فاصلے پر ایک بڑا بنجر رقبہ اُن کو دے دیا۔ شیخ شہاب الدین نے اُس میں ایک بڑا غار کھدوایا اور اُس کے اندر گھر اور گودام اور تنور اور حمام ہر طرح کی تعمیرات بنوائیں اور دریائے جمنا میں سے ایک نہر کاٹ کر زمین کو آباد کیا۔ چونکہ اُن دنوں قحط کے دن تھے ان کو غلے کی آمدنی سے بہت فائدہ ہوا۔ اڑھائی برس تک جب تک بادشاہ دہلی سے باہر رہا شیخ شہاب الدین اپنے غار میں رہے۔ اُن کے خادم دن میں زمین کا کام کرتے تھے اور رات کو مع مویشی کے غار کے اندر داخل ہوکر دروازہ بند کر لیتے تھے۔ کیونکہ قرب وجوار کے پہاڑوں میں چور بہت رہتے تھے۔ جب بادشاہ دارالخلافہ کی طرف واپس آیا تو شیخ شہاب الدین نے سات میل کے فاصلے پر جاکر بادشاہ کا استقبال کیا بادشاہ نے اُن کی بہت تعظیم وتکریم کی اور خوب گلے لگ کر ملا۔ پھر شیخ شہاب الدین اپنے غار کی طرف واپس چلے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد اُس نے پھر شیخ کو بلا بھیجا۔ شیخ شہاب الدین نے حاضر ہونے سے انکار کیا۔ بادشاہ نے مخلص الملک ندرباری کو جو امرائے عظام میں سے تھا اُن کے پاس بھیجا۔ اُس نے نہایت ملائمت سے گفتگو کرکے بادشاہ کے غضب سے اُن کو ڈرایا۔ شیخ نے کہا کہ میں اس ظالم بادشاہ کی خدمت ہرگز نہ کروں گا۔ مخلص الملک بادشاہ کے پاس واپس آیا اور جو کچھ شیخ نے کہا تھا اُس سے آ جا کہا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ کو پکڑ لائیں چنانچہ پکڑ لائے۔ بادشاہ نے پوچھا تو ظالم کہتا ہے شیخ نے کہا ہاں تو ظالم ہے اور فلانے فلانے ظلم تو نے کیئے ہیں تا

نے شہر دہلی کے اُجاڑنے اور اُس کے باشندوں کو دولت آباد لے جانے کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے اپنی تلوار نکالی اور صدر جہاں کے ہاتھ میں دی اور اُس کو کہا کہ مجھے ظالم ثابت کر اور میری گردن اِس تلوار سے اُڑا دے شیخ شہاب الدین نے کہا کہ جو شخص تجھ پر ظالم ہونے کی شہادت دیگا وہ خود قتل کیا جائیگا لیکن تو خود خوب جانتا ہے کہ تو ظالم ہے۔ بادشاہ نے شیخ کو ملک نکبہ دوادار کے حوالے کیا اُس نے اُن کے پاؤں میں چار بیڑیاں ڈالیں اور اُس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں۔ چودہ دن تک برابر شیخ نے نہ کچھ کھایا نہ پیا ہر روز اُس کو دیوان خانہ میں لاتے تھے اور فقیہوں اور مشائخوں کے سامنے اُن سے کہا گیا کہ وہ اپنے قول کو واپس کریں شیخ نے کہا کہ میں واپس نہیں کرتا اور شہیدوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ چودھویں دن بادشاہ نے شیخ کو مخلص الملک کے ساتھ کھانا بھجوایا۔ لیکن شیخ نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ میرا رزق زمین سے اٹھ گیا بادشاہ کا کھانا اُس کے پاس واپس لے جاؤ۔ بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ استار گوبر کھلا دیں اور پانچ استار مغرب کے ڈھائی رطل کے برابر ہوئے۔ اِس کام پر کافر متقرر ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے شیخ کو چیت لٹایا اور اُس کا منہ سنڈاسیوں سے کھول کر پانی میں ملا کر گوبر پلایا۔ دوسرے دن شیخ کو قاضی صدر جہاں کے پاس لے گئے اور وہاں تمام مولویوں اور مشائخوں اور پردیسیوں نے اُس کو نصیحت کی کہ اپنے قول کو واپس لیں شیخ نے انکار کیا۔ اِس لئے اُن کا سر کاٹا گیا۔ خدا اُنپر رحمت کرے +

شیخ احمد جام زندہ پیل

ف۵ شیخ شہاب الدین احمد جام شیخ الاسلام احمد جام زندہ پیل حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی کی اولاد سے تھے جن کو حضرت عمرؓ اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے۔ اُن کی پیدائش موضع نامق میں ہوئی بائیس سال کی عمر تک آپ بالکل اُمی تھے۔ اُس کے بعد ریاضت اور محنت سے سب علوم آپ پر کھل گئے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد تین سو کے قریب ہے اور تصانیف بھی ایسی عمدہ کہ کسی کو اُنپر اعتراض کی جرأت نہوئی۔ آپ کثیر الاولاد بھی تھے یعنی انتالیس بیٹے اور تین بیٹیاں رکھتے تھے

باسٹھ سال کی عمر تک آپ کہتے تھے میرے ہاتھ پر ایک لاکھ اسی ہزار آدمیوں نے بیعت کی ہے اور شیخ ظہیر الدین جیسے اُن کے ایک فرزند کا قول ہے کہ میرے باپ کے ہاتھ پر کل چھ لاکھ آدمی تائب ہوئے خواجہ مودود چشتی آپ کے بہت معتقد تھے۔ آپ کی پیدائش ۴۴۱ھ میں ہوئی اور وفات ۵۳۶ھ ہجری میں بچانوے سال کی عمر میں خرجرد جام میں وفات پائی۔ مولانا جامی کو آپ کی تصانیف سے ایک خاص الفت تھی اور اسی سبب سے آپ کہتے ہیں میں نے اپنا تخلص جامی رکھا ہے۔ جلال الدین اکبر بادشاہ کی والدہ حمیدہ بانو بیگم شیخ احمد جام کی اولاد سے تھی سفینۂ دارا شکوہ

یہ شیخ شہاب الدین جن کو بداؤنی نے شیخزادہ جامی لکھا ہے شیخ احمد جام کی اولاد سے تھے یہ بھی دہلی میں معتقد علیہ تھے۔ چنانچہ جو بادشاہ سلطان نظام الدین اولیاء سے ناراض رہے تھے جیسے کہ قطب الدین خلجی غیاث الدین تغلق وہ شیخ شہاب الدین کے بڑے معتقد تھے۔ چنانچہ بداؤنی نے لکھا ہے "وسلطان قطب الدین بتقریب آنکہ خضر خاں مرید سلطان المشائخ نظام الدین اولیا بود با حضرت شیخ بے اعتقادی داشت وبزعم حضرت او شیخ رکن الدین را از ملتان طلب نمود وشیخزادہ جام را کہ از منکران شیخ بود بخود اختصاص داد"

فرشتہ نے ملک کافور کے ذکر میں شیخزادہ جام کا نام شیخ نجم الدین لکھا ہے

۵۲۔ فرشتہ نے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے حال میں یہ تذکرہ کیا ہے "محمد شاہ تغلق کہ بسبب بسیاری قتل و سیاست او را خونی می گفتند با درویشاں سوء مزاج بہم رسانید و حکم کرد کہ درویشاں بطریق خدمتگاراں ہر روز ستم نمایند پس یکی مرا تنبول خوراند و دیگرے دستار بہ بندد شیخ نصیر الدین چراغ دہلی را تکلیف جامہ پوشانیدن نمود۔ شیخ اول قبول نہ کرد۔ کار بخشونت کشید چنانچہ شیخ را محبوس ساخت بالآخر شیخ را سخن پیر خود یاد آمد و قبول خدمت کردہ از بند نجات یافت"

۵۳۔ وارنگل یہ شہر پہلے تلنگانہ کی ہندو ریاست کا دار الخلافہ تھا۔ ملک کافور نے ۱۳۰۹ء میں اور سلطان محمد تغلق نے ۱۳۲۲ء میں اسکو فتح کیا لیکن ۱۳۴۴ء کے قریب وہ پھر شاہان دہلی کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ ۱۵۱۲ء سے لے کر ۱۶۸۷ء تک بہمنی اور قطب شاہی بادشاہوں نے اسکو پھر فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ موجودہ شہر ریاست نظام میں حیدر آباد سے ۸۶ میل کے فاصلہ پر شمال مشرق میں واقع ہے۔ اب بھی شہر وارنگول خاص (آبادی ۴۰۰۰) کریم آباد (آبادی ۵۰۰۰) اور متواڑہ (آبادی ۹۰۰۰) بالکل قریب قریب ایک میل کے اندر اندر بستے ہیں۔ تینوں شہروں کی آبادی اٹھارہ ہزار کے قریب ہے وارنگل

۵۴ بداؤنی نے یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے "گویند روزے بادشاہ کفش پوشیدہ پیادہ بمحکمہ قضا قاضی کمال الدین صدر جہاں رفت وگفت شیخزادہ جام مرا ظالم گفتہ است

Marfat.com

اورا لطبلیہ تا ظلم برمن ثابت کند وگرنہ بر واجب سیاست حد شرعی نمایند۔ شہزادہ بعد از احضار اقرار کرد سلطان بیان خواست او گفت ہر کہ سیاست کے کنی حق یا ناحق ذمہ بر توست اما نیکہ زن و فرزندان او را بجلادان مے سپاری تا ہر چہ خواہند کنند ایں در کدام مذہب و شریعت آمدہ است۔ سلطان خاموش شد و برخاست فرمود کہ شہزادہ جام را در قفس آہنین کنند و در سفر دولت آباد او را بہماں حالت بالائے فیل بر داشتہ بود۔ چوں مراجعت نمودہ بدہلی آمد آں بیچارہ را بحضور خود فرمود کہ دوبارہ کنند۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ایک بزرگ شیخ شہاب الدین خفگو کا حال اس طرح لکھا

پسر شیخ معزالدین زاہدے ست۔ حق گو از اں لقب شد کہ سلطان محمد بن تغلق حکم کرد کہ مرا محمدؐ عادل گویند او ازیں معنی بحضور او ابا کرد و گفت ظالمان را عادل نتوانیم گفت۔ سلطان محمد او را از قلعہ دہلی در زیر انداخت قبر او ہم در زیر قلعہ ست۔

یہ قصہ تو شہزادہ جام شہاب الدین سے ملتا جلتا ہے اور نام بھی وہی ہے لیکن تعجب ہے کہ ایسے بڑے شیخ کا کہ بادشاہ جس کے در پر کھڑے رہتے تھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کچھ حال نہیں لکھا۔

۵۵ دوادار۔ یہ چند عہدے جن کا اس کتاب میں ذکر ہوا ہے بادشاہی محل اور ذات کے متعلق ہوتے تھے:۔

دوادار یعنی دواتدار بادشاہ کی دوات کا محافظ ہوتا تھا۔

مُہردار۔ بادشاہ کی مُہر رکھتا تھا۔

شربدار۔ بادشاہ کے استعمال کے پانی اور دیگر مشروبات کا منتظم ہوتا تھا۔

خریطہ دار۔ قلمدان کاغذ رکھتا تھا۔

چاشنگر۔ دسترخوان پر لانے سے پہلے ہر ایک کھانے کو خود چکھتا تھا اور اپنی محافظت میں بادشاہ کے روبرو لاتا تھا۔

۵۶ استار۔ ایک وزن تھا جو ساڑھے چار مثقال کا ہوتا تھا۔ اور مثقال ساڑھے چار ماشہ کا اور اس لئے استار ۲۰۔ ماشہ ۲۔ رتی کا ہوا۔ جو تقریباً ایک دام کے برابر تھا۔ پانچ استار کا وزن ۸۔ تولہ ۵ ماشہ ہوا لیکن اسکا ابن بطوطہ نے استارہ کے لفظ سے اس زمانہ کا سیر مراد لی ہے کیونکہ وہ پانچ استار کا وزن مغرب کے ڈھائی رطل بتاتا ہے اور مغرب کا رطل معمولی رطل سے ایک ربع زیادہ ہوتا تھا۔ قاموس میں ان وزنوں کا مقابلہ اس طرح کیا گیا ہے:۔ دیگر اوزان

۲ جبہ (گرین) کا ۱ طسو ۲۔ طسو کا ۱ قیراط

Marfat.com

۲	قیراط	کا	۱	دانق	۱۲	اوقیہ	کا	۱	رطل
۶	دانق	کا	۱	درہم	۲	رطل	کا	۱	من
۱ ۳/۷	درہم	کا	۱	مثقال	۱ ۱/۲	من	کا	۱	کیلجہ
۴ ۱/۲	مثقال	کا	۱	استار	۴	کیلجہ	کا	۲۲تا۲۴ مُد=۱	ویبہ
۱ ۱/۲	استار	کا	۱	اوقیہ (ٹرای اونس)	۱	ویبہ یا صاع	کا	۱	مکوک

فصل (۲۷) بادشاہ کا فقیہ عفیف الدین کاشانی کو قتل کرنا

قحط کے دنوں میں بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ دارالخلافہ کے باہر کنوئیں کھودے جاویں اور اُن پر کھیتی کی جاوے۔ لوگوں کو اپنے پاس سے بیج دیا اور جو کچھ زراعت کے لیئے ضروری تھا وہ اُن کے حوالے کیا لیکن یہ زراعت زبردستی اُن سے بادشاہی گوداموں کے لئے کراتا تھا۔ فقیہ عفیف الدین کو اس کی خبر پہنچی۔ اُس نے کہا کہ ایسی زراعت سے کچھ نہیں حاصل ہوگا کسی نے بادشاہ سے بھی جا کہا بادشاہ نے اُس کو قید کر لیا اور کہا کہ تو امور سلطنت میں کیوں دخل دیتا ہے۔ کچھ دنوں بعد اُس کو چھوڑ دیا اور فقیہ اپنے گھر جا رہا تھا کہ رستے میں اُسکو دو فقیہ ملے جو اُس کے دوست تھے۔ اُنہوں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ تیری خلاصی ہوئی۔ عفیف الدین نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے ظالموں کے ہاتھ سے نجات دی۔ عفیف الدین اپنے گھر کو چلا گیا اور وہ دونوں فقیہ اپنے گھر کو چلے گئے۔ بادشاہ کو خبر پہنچی اُس نے کہا کہ تینوں کو حاضر کیا جاوے چنانچہ تینوں حاضر کیئے گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ عفیف الدین کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور اُن دونوں کی گردنیں مارنے کا حکم دیا۔ اُن دونوں نے کہا کہ عفیف الدین کا تو یہ قصور ہے کہ اُس نے تجھے ظالم کہا لیکن ہمیں کس گناہ پر مارتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم نے اُس کا کلام سُنکر اُس کی تردید نہیں کی تو گویا تم نے بھی اُس کے قول پر اتفاق کیا چنانچہ تینوں کو (اللہ اون پر رحمت کرے) قتل کیا۔

فصل (۲۷) بادشاہ کا دو سندھی مولویوں کو قتل کرنا

سندھ کے دو مولوی بادشاہ کے ملازم تھے بادشاہ نے ایک دفعہ ایک امیر کو کسی ملک کا حکم مقرر کیا اور اُن دونوں مولویوں کو حکم دیا کہ تم اس کے ساتھ جاؤ اور اُن سے کہا کہ میں نے اِس ملک کی رعیت تمہارے سپرد کی ہے اور یہ امیر جو کچھ تم کہو گے اُس پر عمل کرے گا۔ اُن دونوں نے کہا کہ ہم اُس پر بطور دو گواہوں کے ہونگے اور جو کچھ درست ہوا کریگا اُس کو بتا دیا کرینگے بادشاہ نے کہا کہ تمہاری نیت درست نہیں تمہاری نیت یہ ہے کہ تم پرایا مال کھاؤ اور اس جاہل ترکی کے ذمہ اُس کا الزام لگاؤ۔ ان دونوں مولویوں نے کہا کہ اے اخوند عالم پناہ بخدا ہماری یہ نیت نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں تمہاری یہی نیت ہے اور حکم دیا کہ ان دونوں کو شیخ زادہ نہاوندی کے پاس لے جاؤ۔ یہ شخص لوگوں کو عذاب دینے پر مقرر تھا۔ اُن دونوں کو اُس کے پاس لے گئے اُس نے سمجھایا کہ بادشاہ تم دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اُسکا اقبال کرلو۔ اور اپنی جانوں کو عذاب سے بچاؤ۔ اُن دونوں نے کہا کہ ہماری نیت وہی تھی جو بادشاہ سے عرض کر دیا گیا ہے شیخ زادہ نہاوندی نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ ان کو کچھ عذاب کا مزا چکھاؤ چنانچہ وہ چت لٹائے گئے اور اُن کے سینوں پر ایک ایک گرم لوہے کی سل رکھی گئی پھر وہ سل اُٹھالی گئی تو تمام سینے کا گوشت اُس کے ساتھ آیا۔ پھر زخموں پر پیشاب اور راکھ ملا کر ڈالی گئی۔ اسوقت انہوں نے اقبال کیا کہ ہماری نیت وہی تھی جو بادشاہ کہتا ہے۔ ہم گنہگار ہیں اور قتل کے مستحق ہیں اگر ہم قتل کیے جاویں تو دین دنیا میں ہمیں کچھ دعوے نہیں۔ چنانچہ اِس مضمون کا خط اُن دونوں نے لکھدیا اور قاضی کے پاس اُس کی تصدیق کرنے کے لیے لے گئے۔ قاضی نے اُسپر مہر کی اور اپنے ہاتھ سے لکھا کہ یہ دونوں شخص بغیر اکراہ و جبر کے اقبال کرتے

Marfat.com

ہیں - اگر وہ کہتے کہ یہ اقبال ہم سے زبردستی لیا گیا ہے تو اُنکو طرح طرح کا عذاب دیا جاتا انہوں نے سمجھا کہ ایک دفعہ گردن ماری جاوے تو عذاب سے بہتر ہے چنانچہ وہ دونوں خدا اُن پر رحمت کرے قتل کیئے گئے +

۵۱ - یہ بادشاہ باوجود اس قدر خونریزی کے فتوے ضرور حاصل کر لیتا تھا اُس کے بعد قتل کرتا تھا چنانچہ بداونی لکھتا ہے " درامور سیاسی چنداں اہتمام داشت کہ چہار مفتی را در درون خود جا دادہ تا ہرکرا بہ تہمتے مے گرفت او را در باب سیاست او بمفتیان رد و بدل حسب معتقد در مے کرد و گفتہ بود کہ شما در گفتن کلمۃ الحق از جانب خود بتقصیر راضی مباشید اگر کسے بنا حق کشتہ شود و فروگذاشت از جانب شما خواہد بود خون آں کس در گردن شماست وبعد از مباحثہ بسیار اگر ملزم مے شد ہر چند نیم شب ہم مے بود حکم بکشتن مے کرد و اگر خود الزام مے یافت بمجلس دیگر مے انداخت و برائے دفع سخن ایشاں جوابے مے اندیشید و آمدہ تقریرے کرد و بعد از انکہ مفتیان را مجال حجت نے ماند ہماں زماں او را بقتل مے رسانید و الا در ساعت خلاص میداد - خدا اُن مفتیوں پر بھی رحم کرے اُن کی حالت بھی قابل رحم تھی +

پشاور فتوے کام کرتا تھا

فصل (۲۸) - بادشاہ کا شیخ ہُود کو قتل کرنا

شیخ زادہ ہُود شیخ رکن الدین ملتانی کا پوتا تھا اور بادشاہ اُس کے دادا شیخ رکن الدین قریشی کی بہت تعظیم کرتا تھا اور اسی طرح سے اُس کے بھائی عماد الدین کی بھی - یہ عماد الدین بادشاہ سے شکل میں بہت ملتا جلتا تھا چنانچہ کشلو خاں کی لڑائی کے دن اُس کو دشمنوں نے بادشاہ سمجھکر مار ڈالا اور جبکہ عماد الدین مارا گیا تو بادشاہ نے اُس کے بھائی شیخ رکن الدین کو سو گاؤں جاگیر میں دیئے کہ اُن کی آمدنی خانقاہ کے لنگر پر خرچ کرے شیخ رکن الدین کی وفات کے بعد شیخ ہود اپنے دادا کی وصیت کے بموجب خانقاہ کے متولی مقرر ہوئے لیکن شیخ رکن الدین کی ایک بھتیجی نے تنازعہ کیا اور کہا کہ میں اپنے چچا کی میراث کا زیادہ مستحق ہوں پھر وہ دونوں بادشاہ کے پاس دولت آباد آ گئے - دولت آباد ملتان سے اسی منزل ہے - بادشاہ نے شیخ کی وصیت کے بموجب شیخ ہود کو سجادہ نشین مقرر کر دیا - یہ شخص ہود عمر میں بڑا تھا اور شیخ رکن الدین کا بھتیجا ابھی نوجوان تھا - بادشاہ نے حکم دیا کہ

Marfat.com

شیخ ہود کی نہایت تعظیم اور تکریم کی جاوے اور جس منزل میں ٹھہرے بادشاہ کی طرف سے دعوت کی جاوے۔ شہر کے مشائخ اور حکام کو حکم دیا کہ اسکا استقبال کرنے جائیں جب وہ دارالخلافہ میں پہنچا تو شہر کے کل مولوی اور قاضی اور مشائخ اُس کے استقبال کے لیئے باہر آئے اور میں بھی ان میں شامل ہوا شیخ پالکی میں سوار تھا جس کو آدمی اُٹھا کر لے جاتے تھے اور اس کے گھوڑے کوتل چلے آرہے تھے۔ ہم نے اُس کو سلام کیا اور اُس کا پالکی میں سوار ہونا پسند نہ کیا میں نے کسی سے ذکر کیا کہ اُس کو چاہیئے گھوڑے پر سوار ہو جائے اور قاضی اور مشائخ جو اسکا استقبال کرنے آئے ہیں اُن کے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ کسی نے اُس کو بھی کہدیا وہ گھوڑے پر سوار ہولیا۔ اور عذر کیا اور کہا کہ بسبب درد کے گھوڑے پر سوار نہیں نہیں ہوسکتا تھا جب دارالخلافہ میں پہنچے تو بادشاہ کیطرف سے دعوت دی گئی اور اسمیں قاضی اور مولوی اور پردیسی سب بلائے گئے جب کھانا کھا چکے تو ہر ایک کو علی القدر استحقاق نذر بھی دی گئی چنانچہ قاضی القضاۃ کو پانسو دینار اور مجھے اڑھائی سو دینار۔ یہ اس ملک کا دستور ہے کہ ہر ایک شاہی دعوت پر اس طرح کی نذریں دی جاتی ہیں۔ پھر شیخ ہود ملتان کی طرف رخصت ہوئے۔ اور بادشاہ نے اُن کے ساتھ شیخ نورالدین شیرازی کو بھیجا کہ وہ ملتان میں جاکر اُن کو اُن کے دادا کا سجادہ نشین کرے اور بادشاہ کے خرچ سے وہاں بھی ایک بڑی دعوت کی گئی۔ شیخ ہود کئی سال تک سجادہ نشین رہا۔ ایک دفعہ عمادالملک حاکم سندھ نے بادشاہ کو لکھا کہ شیخ ہود اور اُس کے رشتہ دار مال جمع کرتے ہیں اور بیجا کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور خانقاہ میں کسیکو روٹی نہیں دیتے۔ بادشاہ کا حکم صادر ہوا کہ اُن کا مال ضبط کر لیا جائے۔ عمادالملک نے اُن کو طلب کیا۔ بعضوں کو قتل کیا اور بعضوں کو مارپیٹ کی اور کچھ دنوں تک ہر روز اُن سے بیس ہزار دینار وصول کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُنکے پاس کچھ نہ رہا۔ اُن کے گھروں سے بہت دولت اور اسباب نکلا۔ چنانچہ ایک جوتیوں کا جوڑا تھا جس پر جواہر اور یاقوت جڑے ہوئے تھے اُسکی قیمت سات ہزار دینار تھی۔ کوئی کہتا ہے

کہ یہ جوتیوں کا جوڑا شیخ ہود کی بیٹی کا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس کی لونڈی کا۔ جب شیخ پر بہت سختی
تو اس نے ترکستان میں بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ایک شخص نے اسکو پکڑ لیا۔ عماد الملک
بادشاہ کو لکھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ ہود کو اور اس شخص کو جس نے اسے پکڑا ہے ایک جگہ با
بھیجدیں کہ جب وہ دونوں دارالخلافہ میں پہنچے تو جس شخص نے شیخ ہود کو پکڑا تھا اس کو رہا کر دیا
شیخ سے پوچھا کہ تونے کہاں بھاگنے کا ارادہ کیا تھا۔ تب شیخ نے عذر کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرا
ارادہ تھا کہ تو ترکستان جاوے اور وہاں جاکر کہے کہ میں بہاء الدین ذکریا ملتانی کا بیٹا ہوں
اور بادشاہ نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے اور ترکوں کو مدد پر لاوے۔ بادشاہ نے اسکی
گردن مارنے کا حکم کیا اور وہ مارا گیا۔ خدا اس پر رحمت کرے۔

فصل (۲۹) بادشاہ کا تاج العارفین کو قتل کرنا

شیخ شمس الدین ابن تاج العارفین کوئل شہر میں رہتے تھے وہ تارک الدنیا اور زاہد
تھے۔ جب بادشاہ کوئل میں گیا تو شیخ شمس الدین کو بلا بھیجا وہ نہ آئے تو بادشاہ خود ان کے
پاس گیا اور جب ان کے گھر کے قریب پہنچا تو وہ کہیں چل دیے اور بادشاہ سے ملاقات نہ کی
اس کے بعد یہ اتفاق ہوا کہ ایک امیر نے بادشاہ کی بغاوت کی اور لوگوں نے اسکی بیعت
کی۔ بادشاہ کو کسی نے جاکر کہا کہ ایک موقع پر جب شیخ شمس الدین کی مجلس میں اس امیر کا
ذکر ہو رہا تھا۔ تو شیخ نے امیر کی تعریف کی اور کہا کہ وہ بادشاہی کے لایق ہے۔ یہ سنکر
بادشاہ نے ایک امیر کو بھیجا کہ شیخ شمس الدین کو قید کر لاوے۔ اس نے شیخ کو اور شیخ کے
بیٹوں کو اور کوئل کے قاضی اور محتسب کو قید کر لیا۔ کیونکہ وہ بھی اس مجلس میں حاضر
تھے جس میں شیخ نے امیر کی تعریف کی تھی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان تینوں کو قید کیا
جاوے اور قاضی اور محتسب کی آنکھوں میں سلائی پھیری جاوے۔ شیخ شمس الدین
قید میں مر گئے۔ اور قاضی اور محتسب کو ہر روز بھیک مانگنے کے واسطے باہر لاتے تھے اور

Marfat.com

قید خانہ میں لے جاتے تھے۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی کہ شیخ شمس الدین کے بیٹے ہندوؤں سے بہت اختلاط کرتے ہیں اور باغی ہندوؤں کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں جب شیخ شمس الدین مر گئے تو اُن کے بیٹوں کو قید خانہ سے باہر لائے۔ بادشاہ نے اُن سے کہا کہ پھر ایسا نہ کرنا انہوں نے کہا کہ ہم نے کچھ نہیں کیا ہے۔ اس پر بادشاہ کو غصہ آیا اور اُن سب کے مروا ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر قاضی کو بلایا۔ اور کہا کہ اُن سب کے نام بتا دیے جو ان مقتولوں کے ہمراہی تھے اور ان کی پیروی کرتے تھے۔ اس نے بہت سے ہندوؤں کے نام تبلا دیے بادشاہ نے جب وہ فہرست دیکھی تو کہا کہ یہ شخص میری رعیت کو اجاڑنا چاہتا ہے اس کی گردن مارو۔ چنانچہ اُس کی گردن ماری گئی۔

فصل (۳۰)۔ بادشاہ کا شیخ حیدری کو قتل کرنا

شیخ علی حیدری کھمبایت کے شہر میں جو ہندوستان کا ایک بندرگاہ ہے رہتا تھا۔ اسکی بزرگی کا شہرہ دور دور تھا اور سوداگر لوگ سمندر میں اُس کے نام کی نذریں مانتے تھے اور جب اُس کے سامنے آتے تھے اور اُس کو سلام کرتے تھے تو وہ مکاشفہ کے زور سے تمام باتیں اُن کو تبلا دیا کرتا تھا۔ بعضے وقت جب کوئی سوداگر بڑی نذر مانتا تھا اور پھر اس پر پشیمان ہوتا تھا تو شیخ حیدری اُس کو تبلا دیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ تو نے اس قدر نذر مانی تھی اور اب اس قدر دیتا ہے۔ کئی دفعہ جو ایسا اتفاق ہوا تو شیخ حیدری کی شہرت بہت ہو گئی۔ جب قاضی جلال افغانی نے کھمبایت کے ملک میں بغاوت کی۔ بادشاہ کو خبر پہنچی کہ شیخ حیدری نے قاضی جلال الدین کے لیئے دعا کی ہے اور اپنے سر کی کلاہ اُسکو بخشی ہے اور یہ بھی خبر پہنچی کہ شیخ حیدری نے قاضی جلال کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ جب بادشاہ خود بنفس نفیس بغاوت کے فرو کرنے کو گیا اور قاضی جلال کو شکست ہوئی تو بادشاہ نے شرف الملک امیر بخت کو کھمبایت میں چھوڑا اور حکم دیا کہ باغیوں کی جستجو کرے اور اُس کے ساتھ بعضے فقیہ بھی چھوڑے اور اُس کو کہا

کہ اُن کے فتوے کے موافق عمل کرتا رہے۔ شیخ علی حیدری کو شرف الملک نے اپنے سامنے بلایا۔ یہ ثابت ہو گیا کہ اُس نے قاضی جلال الدین کو اپنی پگڑی دی تھی اور اُس کے واسطے دعا بھی کی تھی۔ فقیہوں نے اُس کے قتل کا فتوےٰ دیا۔ لیکن جب جلاد نے اُس پر تلوار چلائی تو تلوار نے کچھ کام نہ کیا اور لوگوں کو نہایت تعجب ہوا۔ لوگوں کا گمان تھا کہ اُس کو معاف کر دیں گے لیکن شرف الملک نے ایک دوسرے جلاد کو حکم دیا۔ اور اُس نے اُس کی گردن جدا کی +

لے حیدری۔ ابن بطوطہ نے جلد اول میں شہر سادہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ فرقہ حیدری کے بانی شیخ قطب الدین حیدری اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ ان بزرگ کا کچھ اور حال کہیں سے نہیں ملا۔ شیخ حیدر خراسانی کی بابت لکھا ہے کہ وہ درویشوں کے ایک فرقہ کے بانی ہیں اور بھنگ کے استعمال کے موجد ہیں اُس نے شیخ حیدر کا نام الشیخ الحیدر الادیب محمد بن الاعمی الدمشقی لکھا ہے۔ یہ فرقے اُن درویشوں میں سے ہیں جو اپنی نسبت ایک ایسے بزرگ کیا تہ کرتے ہیں جن کو اُن سے کچھ تعلق نہیں تھا جیسے کہ رفاعی یا احمدی شیخ احمد رفاعی کی طرف منسوب ہیں۔ مداری شیخ بدیع الدین مدار کی جانب جلالیہ سید جلال بخاری کی جانب قلندر شیخ جمال مجرد کی جانب یہ کل فرقے جاہل اور بے شرع ہیں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس شیخ کی جانب وہ منسوب ہیں اُن کی تعلیم کے مقلد ہیں بلکہ ان بانیوں فرقوں میں نہ مذہب میں اور نہ اعمال میں اُن بزرگوں کی تعلیم کا بالکل اثر نہیں۔ کیونکہ یہ بزرگ نہایت خوش عقیدہ اور متشرع اور صوفی تھے۔ یہ ضرور ہے کہ ان فرقوں میں بعض رند اور عالم فقیر بھی ہوتے آئے ہیں جلالی اور حیدری بہت سی باتوں میں ملتے جلتے ہیں لیکن جلتی ہوئی آگ میں داخل ہونا حیدریوں اور رفاعیوں کا خاصہ ہے۔ جلالیوں کی بابت دبستان کا مصنف لکھتا ہے "جلالیان سب شیخین (روافض کی مانند) کنند و نماز نگزارند و روزہ ندارند و ریاضتے و شغلے کہ صوفیہ راست ندانند و بنگ بسیار خورند و شق مار و کژدم خوردن سازند وچوں کاملان ایشاں مار را بینند سر آنرا بخایند و فرو برند و گویند ماہی مرتضیٰ علی است و کژدم خورند و گویند حبیبکہ علی ست و مانند مداریان برہنہ باشند وچوں مداریاں در سرما سخت چیزے نہ پوشند و پیش آتش نشینند۔ اما جلالیان ژولیدہ مو نباشند بلکہ اکثرے چار ضرب (چار ابرو کا صفایا) زنند و گرد جہاں گردند و آنچہ یابند بلاے پیر خود برند . . . . . و پیر ایشان ہر روز نو دامادست چہ ہر جا نام دخترے خوب رو از مریدان خود شنود و مغرب ایدہ اکرنامے بحر دشایند و سوار شود بخانہ ایشاں

رفتہ دختر مرد ہمانی تصرف کند و گاہ بخانہ خود آورد و نکاح در واند۔"

طوغان اور اسکے بھائی کا قتل

طوغان اور اُس کا بھائی فرغانہ کے رئیس تھے۔ وہ بادشاہ کے پاس آئے تھے اور بادشاہ نے اُن سے اچھا سلوک کیا تھا۔ وہ بہت دیر تک بادشاہ کے پاس رہے اور جب ایک مدت گذر گئی تو اُنہوں نے اپنے وطن کی طرف واپس ہونے کا ارادہ کیا اور بھاگ جانے کا بند وبست کیا۔ اُن کے کسی دوست نے بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُن کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور اُن کا تمام مال اُس شخص کو جس نے اُن کی چغلی کھائی تھی اُس ملک کے دستور کے موافق دے دیا۔

ابن ملک التجار کا قتل

ملک التجار کا بیٹا ایک نوجوان تھا جس کی ابھی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں۔ جب عین الملک نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی جس کا ذکر ہم آئندہ مفصل درج کریں گے تو ملک التجار کا بیٹا اُس کے قابو میں تھا۔ اس نے اُس کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ جب عین الملک کو شکست ہوئی اور اُسکو اور اُس کے دوستوں کو پکڑ کر لائے تو اُن میں ملک التجار کا بیٹا بھی تھا اور اس کا بہنوئی قطب الملک کا بیٹا بھی تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُن کے ہاتھ لکڑی پر باندھکر اُن کو لٹکایا جاوے اور امیروں کے بیٹوں کو حکم دیا کہ اُن پر تیروں کا نشانہ لگائیں۔ اور اِس طرح اُن کی جان نکل گئی۔ جب وہ دونوں مر گئے تو خواجہ امیر علی تبریزی حاجب نے قاضی کمال الدین سے ذکر کیا کہ یہ نوجوان قتل کا مستحق نہیں تھا۔ بادشاہ کو بھی یہ خبر پہنچی بادشاہ نے اُسکو بلا کر کہا کہ تو نے اُس کے مرنے سے پہلے یہ بات کیوں نہیں کہی اور حکم دیا کہ دوسو دُرّے اُس کے لگائے جائیں۔ وہ قید خانہ میں بھیجا گیا اور اُس کا تمام مال جلادوں کے رئیس کو دیا گیا۔ میں نے دوسرے دن دیکھا کہ یہ شخص امیر علی تبریزی کے کپڑے اور اُس کی کلاہ پہنے اُس کے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے دور سے خیال کیا کہ یہ امیر علی تبریزی ہے۔ امیر علی تبریزی کئی ماہ قید میں رہا۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اور اُس کے منصب پر بحال کر دیا۔ پھر دوسری دفعہ غصہ ہوا اور خراسان کی

طرف نکال دیا وہ ہرات میں ٹھہر گیا اور بادشاہ کی طرف ایک عرضداشت بھیجی اور رحم کا طا
ہوا۔ بادشاہ نے اُس کی پشت پر لکھ دیا کہ اگر "نا زامدی باز آئی" یعنے اگر تو یہ کرنی ہے تو ند
چلا آ۔ چنانچہ امیر علی تبریزی واپس چلا آیا۔

بادشاہ کا خطیب الخطبا کو مارنا

دہلی کے خطیب الخطبا کو بادشاہ نے ایک دفعہ سفر میں حکم دیا کہ وہ جواہرات کے خزا
کی نگرانی کرے۔ اتفاق سے ایک رات چور آئے اور اُس خزانے پر آپڑے اور اُس میں سے
کچھ لے گئے بادشاہ نے حکم دیا کہ خطیب کو پیٹا جاوے چنانچہ وہ پٹتے پٹتے مر گیا +

فصل (۳۱)۔ بادشاہ کا شہر دہلی کو اُجاڑنا

سب سے بڑی بات جس کے لیئے بادشاہ کو ملامت کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے
تمام دہلی کے باشندوں کو جلاوطن کر دیا۔ اور اُس کا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ رقعہ لکھکر
لکھ کر اُن پر مہر لگاتے تھے اور لفافہ پر لکھتے تھے کہ بادشاہ کے سر کی قسم ہے کہ سوائے
بادشاہ کے اور کوئی نہ کھولے اور یہ رقعے رات کو دیوان خانے میں ڈال جایا کرتے تھے
جب بادشاہ اُن کو کھولتا تھا تو بادشاہ کو گالیاں درج ہوتی تھیں۔ بادشاہ نے دہلی کے
اُجاڑنے کا ارادہ کیا۔ اور اُس کے متوطنوں کے مکان خرید لیئے اور ان سب کو گھر کی
پوری پوری قیمت دے دی۔ یہ بھی حکم دیا کہ سب دولت آباد چلے جاویں۔ لوگوں نے
انکار کیا تو منادی کی گئی کہ تین دن کے بعد شہر میں کوئی شخص نہ رہے۔ بہت سے
لوگ چل پڑے اور بعضے اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ بادشاہ نے اپنے غلاموں کو
حکم دیا کہ شہر میں جا کر دیکھو کوئی شخص باقی تو نہیں رہا۔ اونہوں نے دو آدمی ایک
کوچہ میں پائے۔ ایک اندھا اور دوسرا لولا۔ اُن دونوں کو بادشاہ کے سامنے
لائے۔ بادشاہ نے لولے کو منجنیق سے اُڑا دیا۔ اور اندھے کے واسطے حکم دیا کہ اُسکو
دہلی سے دولت آباد تک جو چالیس دن کا راستہ ہے گھسیٹ کرلے جاویں چنانچہ
ایسا ہی کیا گیا اور اُس کا ایک پیر دولت آباد پہنچا۔ جب لوگوں نے یہ حال دیکھا تو

Marfat.com

آدمی اپنے اسباب اور اموال چھوڑ کر نکل گئے اور شہر سنسان ہو گیا ایک معتبر
آدمی نے مجھ سے ذکر کیا کہ بادشاہ ایک رات اپنے محل کی چھت پر چڑھا اور شہر
کی طرف دیکھا تو اسکو آگ نہ دھواں اور نہ چراغ کچھ نظر نہ آیا۔ بادشاہ نے کہا اب میرا
دل ٹھنڈا ہوا اور پھر اور شہروں کے باشندوں کو حکم دیا کہ دہلی میں آن کر رہیں چنانچہ
ان شہر بھی خراب ہو گئے۔ لیکن دلی آباد نہ ہوئی۔ جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو اسوقت
تلک دلی بالکل غیر آباد تھی اور اسمیں کوئی کوئی مکان آباد تھا۔ اب آیندہ ہم ان واقعات
کا ذکر کریں گے جو اسوقت میں ہوئے +

دہلی کے اُجاڑنے کی وجہ

۵ بدوانی لکھتا ہے "در سنہ ۷۲۷ھ سلطان عزیمت دیوگر کرد و او را دولت آباد نام نہاد و میانہ ولایات خود تصور کردہ آنرا دار الملک ساخت و مخدومہ جہاں والدہ خود را با جمیع اہل و عیال و امرا و ملوک و معارف حشم و خدم و خزائن و دفائن بدولت آباد برد و تبعیت مخدومہ جہاں سادات و مشائخ و علما نیز ہمہ آنجا رفتند و انعامات و ادرارات ہر یک اضعاف مضاعف شد۔ درین ویرانی دہلی و انتقال از آں فراحت بسیار بحال مردم راہ یافت و اکثرے از ضعفا و بیمار و عجزہ و مساکین در راہ تلف شدند"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دفعہ زبردستی نہیں کی گئی۔ بلکہ دولت آباد جانا لوگوں کی خوشی پر چھوڑا گیا تھا۔ لیکن ۷۲۹ھ کے واقعات میں بدانی لکھتا ہے۔ سلطان حکم فرمود کہ تا بقیہ ساکنان دہلی و قصبات جوار قافلہ قافلہ روانہ سازند و بدولت آباد برند و خانہا را از متوطنان بخرند و بہائے آنرا از خزانہ دہند و انعامات وافر علیحدہ باشد دولت آباد بطریق آباد شد و دہلی خراب چناں شد کہ سگ و گربہ ہم دراں نماند"۔ پھر ۷۳۹ھ کے واقعات میں وہی مصنف لکھتا ہے "بخلق داد اگر کسے ترک سکونت دولت آباد خواستہ بدہلی باز گردد تعرض باو نرسانند"۔ ایک اور جگہ یہ لکھا ہے کہ "بعد از تخریب دہلی مردم را از قصبات و مواضع دران شہر آوردہ آبادان ساختند و بار دیگر کوچانیدہ بدولت آباد بردند و ضیاع و عقار و اسباب و اشیا ہمہ ضائع و تلف شد"۔ پہلا فقرہ ۷۲۷ھ کے حکم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا ۷۲۹ھ کے حکم سے +

فرشتہ نے یہی واقعات لکھے ہیں لیکن بے ترتیب ہیں۔ ضیا برنی نے دہلی کے چھوڑنے کا سبب یہی لکھا ہے کہ دولت آباد کو اپنی مقبوضات کا بیچ فرض کرکے بادشاہ نے وہاں دار الخلافہ مقرر کیا تھا + کسی مصنف نے دہلی کے اُجاڑنے کا یہ سبب نہیں لکھا جو ابن بطوطہ نے لکھا ہے لیکن ان مورخوں کا ماخذ فقط ضیاء الدین برنی ہے اور ضیاء الدین برنی فیروز شاہ کی رعایت سے اس قسم کی پوری بات بہت کم لکھتا ہے

باب (۶) - مشہور واقعات

فصل (۱) - غیاث الدین بہادر بھنورا

جب بادشاہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد تخت پر بیٹھا اور لوگوں نے اُس کی بیعت
تو غیاث الدین[1] بھنورے کو بھی سامنے لائے۔ سلطان تغلق نے اُسکو قید میں ڈالا ہو
اِس بادشاہ نے اُسپر احسان کیا اور قید سے نکال کر اوس کو بہت سا مال اور ہاتھی اور گھ
دے کر رخصت کیا اور اُس کے ساتھ اپنے بھتیجے ابراہیم خاں[2] کو بھیجا اور اُس سے یہ عہ
لیا کہ دونوں شامل ہو کر بادشاہت کریں اور دونوں کا نام سکہ میں لکھا جاوے۔ اور
خطبہ میں پڑھا جاوے۔ بادشاہ نے غیاث الدین سے یہ بھی شرط لی کہ وہ اپنے
بیٹے محمد المشہور بہ برباط کو بادشاہ کے پاس بطور اُول کے بھیج دے۔ غیاث الدین
ملک میں چلا گیا اور سب شرطوں کی تعمیل کی لیکن اپنے بیٹے کو بادشاہ کے پاس بھی
اور عذر یہ کیا کہ وہ کہنا نہیں مانتا اور گستاخی کرتا ہے۔ بادشاہ نے ابراہیم خاں کے
پاس لشکر بھیجا اور دلجی تاتاری کو اوسپر امیر مقرر کیا۔ انہوں نے غیاث الدین کا مقابل
کیا اور اُسکو مار ڈالا اور اُسکی کھال کھچوا کر اور اُسمیں بھوسہ بھروا کر تمام ملک میں پھروا

[1] غیاث الدین بھنورا۔ ناصر الدین محمود بغرا ابن سلطان غیاث الدین بلبن کا پوتا۔ شاہان دہلی کے کسی مورخ نے اس خاندان کا حال نہیں لکھا۔ ابن بطوطہ کے بیان سے اِس خاندان کے حالات پر زیادہ روشنی پڑتی ہے (دیکھو باب فصل ۷) ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ ۷۲۰ھ میں بعض امیر وارنگول سے بھاگ کر سلطان شمس الدین کے پاس لکھنوتی میں چلے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین فیروز ۷۲۰ھ میں حکومت کرتا تھا۔ اِس بادشاہ کے سکے جن کے ایک رخ پر "السلطان الاعظم شمس الدنیا والدین ابو المظفر فیروز شاہ السلطان" اور دوسری طرف الامام المستعصم امیر المومنین اور حاشیہ پہ ضرب ہذا الفضہ بحضرت لکھنوتی سنہ عشرین و سبعمائۃ درج ہے اور بعضوں پر ۷۲۲ھ بھی درج پائے جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۷۲۲ھ م

Marfat.com

سے بعد تک رہا۔ ۷۲۴ھ میں ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اُس کے بیٹے ناصرالدین اور شہاب الدین بھاگ کر غیاث الدین تغلق کے پاس آئے اور غیاث الدین بہادر کی شکایت کی۔ غیاث الدین تغلق بنگالہ کو گیا اور غیاث الدین بہادر کو قید کرکے دہلی میں لے آیا۔ لیکن ۷۲۵ھ میں تغلق کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے نے غیاث الدین کو چھوڑ دیا۔ بدوانی لکھتا ہے "در ۷۲۴ھ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ بتقریب بدسلوکی حکام بنگالہ الغ خاں را بہ نیابت در دہلی گذشتہ بجانب لکھنوتی عزیمت نمود۔ سلطان ناصرالدین حاکم لکھنوتی باستقبال سلطان شتافتہ مرد۔ بہ عنایت آورد و تغلق شاہ چتر و دورباش با سائر لوازم سلطنت بسلطان ناصرالدین دادہ لکھنوتی را بدو مقرر داشت و تاتارخاں را بسنارگاؤں فرستاد او بہادر شاہ را کہ حاکم سنارگانوں راکہ دم از استقلال می زد زنجیر درگردن انداختہ بخدمت درگاہ پیوست و سلطان تغلق بہادر شاہ ہمراہ گرفتہ مظفر و منصور بدہلی بازگشت"۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین فیروز شاہ کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا ناصرالدین لکھنوتی میں حاکم ہوا اور غیاث الدین بہادر شاہ سنارگاؤں میں۔ فرشتہ یہ زیادہ لکھتا ہے کہ جب تغلق شاہ غیاث الدین کو پکڑ لایا تو سنارگاؤں و گور و بنگالہ سب ناصرالدین کے سپرد کر دیا۔ ضیاء الدین برنی نے بھی یہ ہی لکھتا ہے۔ فرشتہ اور اکثر مورخوں نے ایک سخت غلطی کی ہے کہ اُس نے اِس ناصرالدین کو ناصرالدین بغرا یعنی غیاث الدین بلبن کا بیٹا سمجھا ہے حالانکہ وہ ۶۹۱ھ میں مر چکا تھا۔ اِس خاندان شاہان بنگال کے متعلق ایک نہایت مشکل تاریخی سوال یہ ہے کہ غیاث الدین بہادر شاہ کی سلطنت کا عہد کب شروع ہوا اور کب ختم ہوا۔ شاہان دہلی کی تاریخوں سے فقط یہی پتہ لگ سکتا ہے جو اوپر لکھا گیا۔ مسٹر ایڈورڈ طامس نے جو سکے جمع کیے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیاث الدین بہادر شاہ کے بعض سکے ۷۱۰ھ اور ۷۱۱ھ کے ہیں اور ۷۲۸ھ کے سکہ پر اُس نے سلطان محمد تغلق کا نام بھی زیادہ کیا ہے۔ لیکن ۷۳۰ھ کے سکوں پر پھر فقط اپنا نام لکھا ہے اور ۷۳۱ھ کے سکے سلطان محمد تغلق کے نام ہیں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے وقت میں ہی خود سر ہو بیٹھا تھا اور چونکہ یہ عام قاعدہ ہو گیا تھا کہ شاہان دہلی جن امیروں کو بنگالہ کا حاکم بنا کر بھیجتے تھے وہ وہاں جاتے ہی خود سر ہو بیٹھتے تھے اور جن لوگوں کو وہ امیر اپنی طرف سے مشرقی بنگالہ یعنی سنارگاؤں (ڈھاکہ کے قریب تھا) نائب بنا کر بھیجتے تھے وہ بنگالہ کے امیر سے بھی پھر بیٹھتا تھا۔ اِس لیے ممکن ہے کہ غیاث الدین نے بھی ایسا ہی کیا ہو اور یہ بات اور زیادہ بڑھ کر کی ہو کہ سکہ بھی اپنے نام سے لکھنوتی کا جاری کر دیا ہو جس سے یہ مطلب تھا کہ وہ اپنے تئیں کل بنگالہ کا حاکم سمجھتا ہے ورنہ اور کسی طرح سے اِن واقعات کی توجیہ نہیں ہو سکتی کہ

مورخین کی غلطی

ایک مشکل سوال

غیاث الدین نے اپنے باپ کی زندگی میں کس طرح یہ سکے جاری کیئے۔ کیونکہ اُس کے باپ کے نام کے بھی سکے ۷۲۲ھ تک کے پائے جاتے ہیں۔ ان سکوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ غیاث الدین بہنبلہ لینے دہلی سے جانے کے بعد کئی سال تک بادشاہ کی متابعت کی ہے اور ۷۳۰ھ میں اُس نے بغاوت کی ہے اور ۷۳۱ھ سے پہلے وہ شکست کھا کر پکڑا جا چکا تھا۔ سلطان محمد تغلق نے اُسکو ۷۲۸ھ یا ۷۲۹ھ میں قتل نہیں کروایا جیساکہ ابن بطوطہ کے لکھنے سے ظاہر ہوتا ہے اسلیئے اُس کی نعش بہاءالدین گشتاسپ کی نعش کے ساتھ کسی طرح نہیں بہر سکتی تھی کیونکہ بہاءالدین کا قتل ضرور ۷۲۷ھ میں ہوا ہے اور کشلو خاں کی بغاوت ۷۲۸ھ میں ایک سکہ سر ایڈورڈ طامس نے بغیر کسی تاریخ کے شمس الدین بغراشاہ کے نام کا دیا ہے وہ بھی میری رائے میں شہاب الدین بغراشاہ کا نہیں ہے بلکہ اُس کے باپ شمس الدین کے نام کا ہے جسکو اور سکوں میں شمس الدین فیروز شاہ لکھا ہے اور شہاب الدین کبھی بادشاہ نہیں ہوا۔

۵۲ - فرشتہ اور بدایونی نے اس امیر کا نام بہرام خاں لکھا ہے۔ وہ غیاث الدین تغلق کا منہ بولا بیٹا تھا۔ تاتار خاں بھی اُسی کا خطاب تھا۔ ابراہیم خان

فصل (۲) بہاءالدین گشتاسپ کی بغاوت

سلطان تغلق کا ایک بھانجا تھا جس کا نام بہاءالدین گشتاسپ تھا۔ سلطان تغلق نے اُسکو کسی علاقہ کا حاکم مقرر کیا ہوا تھا۔ جب اُس کا ماموں مرگیا تو اُس نے بادشاہ کی بیعت سے انکار کیا۔ یہ شخص بڑا بہادر تھا۔ بادشاہ نے اُس کی طرف لشکر بھیجا اور ملک مجیر اور خواجہ جہان کو لشکر کا سردار مقرر کیا۔ بڑی لڑائی کے بعد بہاءالدین رائے کمبیلہ[۹] کے ملک میں بھاگ گیا اور رائے کا لفظ ہندی میں جیسا کہ فرنگی زبان میں ہے بادشاہ کے لیئے استعمال ہوتا ہے اور کمبیلہ اُس ملک کا نام ہے جس کا وہ بادشاہ تھا۔ اس راجہ کا ملک دشوار گذار پہاڑوں میں ہے اور وہ ہندو راجاؤں میں بہت بڑا گنا جاتا ہے جب بہاءالدین اُس کے پاس گیا تو بادشاہ کا لشکر بھی اُس کے پیچھے گیا اور شہر کا محاصرہ کیا۔ جب رائے کے پاس کل ذخیرہ ختم ہو چکا اور اُس کو خوف ہوا کہ اب پکڑا جاؤنگا تو راجہ نے بہاءالدین کو بُلا کر کہا کہ جو حال ہے تو دیکھ رہا ہے۔ میں نے اپنی

Marfat.com

اور خاندان کی ہلاکت کا ارادہ کر لیا ہے تو فلاں نے راجہ کے پاس چلا جا اور اسکو اس میں پہنچا دیا۔ رائے کمپیلہ نے ایک بڑی آگ جلوائی اور اپنا تمام مال و اسباب اسمیں ڈلوا دیا اور اپنی بیٹیوں اور عورتوں سے کہا کہ میں جلنا چاہتا ہوں جسکو میری موافقت منظور ہو کرے۔ چنانچہ ایک ایک عورت غسل کر کے اور صندل مل مل کے آتی تھی اور اسکے سامنے زمین کو بوسہ دے کر اپنے تئیں آگ میں ڈالتی تھی۔ اور ہلاک ہو جاتی تھی۔ اس کے کل امیروں اور وزیروں اور عوام سے جس نے چاہا وہ بھی آگ میں جل کر مر گئے۔ پھر راجہ نے غسل کیا اور صندل ملا اور سوا زرہ کے اور سب ہتیار باندھے اور اپنے آدمیوں کو لے کر بادشاہ کے لشکر پر جا پڑے اور سب لڑ مر گئے۔ بادشاہ کا لشکر شہر میں داخل ہوا اور باشندوں کو قید کر لیا اور راجہ کے بیٹوں میں سے گیارہ بیٹے پکڑے آئے اور بادشاہ کے سامنے لائے گئے سب نے اسلام قبول کیا۔ بادشاہ نے اُن کی اصالت اور اُن کے باپ کی بہادری کے سبب اُن کو امارت کا منصب دیا۔ اُن میں سے تین کو میں نے بھی دیکھا ہے۔ ایک کا نام ناصر تھا اور دوسرے کا نام بختیار اور تیسرے کو مہردار کہتے ہیں اس لئے مہردار کے پاس بادشاہ کی مہر رہتی تھی۔ وہ ہر ایک کھانے پینے کی چیز پر لگائی جاتی ہے۔ اس کی کنیت ابو مسلم تھی اور میری اس سے نہایت گہری دوستی ہو گئی تھی جب کمپیلہ کا راجہ مارا گیا تو بادشاہی لشکر اس راجہ کے علاقوں میں گیا جہاں بہاء الدین نے پناہ لی تھی۔ اس راجہ نے بہاء الدین سے کہا کہ میں رائے کمپیلہ کی طرح نہیں کر سکتا اور بہاء الدین کو پکڑ کر بادشاہی لشکر کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اس کے بیڑیاں اور ہتکڑیاں ڈال کر بادشاہ کے پاس بھیجدیا۔ جب بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو حکم دیا کہ اس کو حرم سرا میں لے جاؤ وہاں اس کی رشتہ دار عورتوں نے اسکو برا بھلا کہا اور اس کے منہ پر تھوکا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی زندہ کھال کھینچی جائے اس کا گوشت چاولوں میں پکوا کر اس کے گھر بھیجا گیا اور باقی کو ایک سینی میں رکھ کر

ایک ہتنی کو کہانے کو دیا۔ اُس نے نہ کہایا۔ اُس کی کہال میں بہوسہ بہر وا کر بہادر بہورے کی کہال کے ساتہہ تمام ملک میں پہرایا*

کمپیلہ ۵۱۔ کمپیلہ۔ یا کمپلی۔ ایک ریاست بیجانگر کے پاس بلاری احاطہ مدراس کے ضلع میں تہی بعض مورخوں نے اُس کو کمپیل سمجہا ہے قنوج کے پاس ایک شہر تہا*

۵۲۔ رائے ہندی میں راجہ کو کہتے ہیں۔ یہ دونوں لفظ ایک ہی اصل سے مشتق ہیں۔ لاطینی اور فرانسیسی میں اُسکے مقابل کے لفظ رے جس اور رائے (Rex و Roy) ہیں۔ لفظ وایسرائے میں جو ہندوستان کے گورنر جنرل کا خطاب ہے یہ لفظ شامل ہے۔ وائس کے معنے بجائے۔ اور قایم مقام کے ہیں اور رائے کے معنے بادشاہ کے*

رابرٹ سوول کی غلطی ۵۳۔ رابرٹ سوول لکہتا ہے کہ یہ راجہ تانور کا تہا جو میسور کے پاس ہے۔ اُس کا نام بلال دیو تہا۔ وہ ہوسیلا خاندان سے تہا۔ ۱۳۲۷ھ میں اُس کے پاس گشتاسپ گیا تہا۔ لیکن بداونی نے ملک بہاء الدین گرشاسب کا واقعہ ۷۳۸ھ میں لکہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بہاء الدین گرشاسپ بخشی فوج ان دنوں دہلی میں تہا اور جب بادشاہ دولت آباد گیا ہوا تہا تو اُس نے دہلی میں بغاوت کی مگر فرشتہ سے ابن بطوطہ کی تصدیق ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ بہاء الدین گرشاسپ بادشاہ کا عمزاد بہائی تہا اور ساگر کا صوبہ دار تہا۔ اُس نے بغاوت کی تو بادشاہ نے دہلی سے خواجہ جہاں کو اُس کے زیر کرنے کے لیے بہیجا۔ دولت آباد میں لڑائی ہوئی اور دو دفعہ خواجہ جہاں نے شکست کہائی یہ حال سنکر بادشاہ خود دولت آباد کی طرف گیا۔ لیکن بادشاہ کے جانے سے پہلے ہی خواجہ جہاں نے رائے کمپیلہ اور بہاء الدین کو شکست دے کر اُس کو بلال دیو کے ملک میں بہگا دیا تہا بلال دیو نے اُس کو بادشاہی لشکر کے سپرد کر دیا۔ خواجہ جہان نے اُسکو قید کر کے بادشاہ کے پاس بہیجدیا اور بادشاہ نے حکم دیا۔ "تا پوستش کندہ پر کاہ ساختند و در شہر گردانیدند" اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے دولت آباد کو دارالخلافہ بنانے کا حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۳۸ھ صحیح نہیں ہے* تعجب ہے کہ ضیاء برنی نے اس بغاوت کا ذکر تک نہیں کیا۔ لیکن وہ بہاء الدین کو ایک جگہ تغلق شاہ کی بہن کا بیٹا لکہتا ہے اور اسی لیے فرشتہ نے اُس کو عمزاد بہائی لکہا ہوگا کاتب کی غلطی سے عمزاد ہو گیا*

فصل (۳) کشلو خاں کی بغاوت

کشلو خاں کی بغاوت جب ملک سندہ میں یہ دونوں کہالیں پہنچیں تو اُن وقت کشلو خاں سلطان تغلق کا دوست سندہ کا حاکم تہا۔ بادشاہ اُس کی نہایت تعظیم کیا کرتا تہا اور اُسکو چچا کہا کرتا تہا اور جب وہ دارالخلافہ کو آتا تہا تو اُس کا استقبال کیا کرتا تہا۔ کشلو خاں نے حکم دیا کہ ان دونوں

شیخ علاء الدین قریشی

کھالوں کو دفن کردو۔ بادشاہ کو خبر پہنچی تو اسکو ناگوار گذرا اور کشلو خاں کے قتل کا ارادہ کیا۔ یہ خبر سُنکر بادشاہ نے کشلو خاں کو بُلا بھیجا۔ کشلو خاں کو یہ علم تھا کہ بادشاہ نے اُسکی سزا کا ارادہ کیا ہے۔ اُس نے جانے سے انکار کیا اور کھُلم کھُلا بغاوت کی اور ترکوں اور افغانوں اور اہل خراسان سے مدد طلب کی۔ وہ لوگ اُس کی مدد کو آئے۔ اُسکا لشکر بادشاہی لشکر کے برابر بلکہ اُس سے بھی زیادہ کثرت میں ہو گیا۔ بادشاہ اُس کی لڑائی کے واسطے خود گیا اور ابوہر کے جنگل میں ملتان سے دو منزل ورے مقابلہ ہوا۔ بادشاہ نے اُس روز یہ ہوشیاری کی کہ چتر کے نیچے اپنی عوض شیخ عماد الدین کو جو شیخ رکن الدین ملتانی کا بھائی تھا کھڑا کر دیا۔ عماد الدین بادشاہ سے شکل میں بہت مشابہ تھا۔ جب لڑائی کا بازار گرم ہوا تو بادشاہ چار ہزار آدمی لے کر ایک طرف کو چلا گیا۔ اور کشلو خاں کے لشکر نے شاہی چتر کے پاس جاکر عماد الدین کو قتل کر دیا۔ تمام لشکر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ بادشاہ قتل ہو گیا کشلو خاں کا تمام لشکر لوٹ پر پڑ گیا اور اُس کو اکیلا چھوڑ دیا۔ اور اُس کے ساتھ تھوڑے آدمی رہ گئے۔ بادشاہ موقع دیکھ کر اپنے آدمیوں سمیت کشلو خاں پر آپڑا۔ اور اُس کو قتل کر کے اُس کا سر کاٹ ڈالا کشلو خاں کا لشکر یہ معلوم کر کے بھاگ اُٹھا۔ بادشاہ ملتان کے شہر میں داخل ہوا اور ملتان کے قاضی کریم الدین کو پکڑ کر اُسکی بھی کھال کھچوائی اور کشلو خاں کا سر کٹوا کر ملتان کے دروازے پر لٹکا دیا اور جب میں ملتان میں پہنچا اُس وقت تک وہ سر وہیں لٹکا ہوا تھا۔ بادشاہ نے شیخ رکن الدین عماد الدین کے بھائی اور شیخ صدر الدین اُن کے بیٹے کو سو گاؤں انعام میں دیے تاکہ وہ اِس سے اپنا گذارہ کریں اور شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کی خانقاہ کا لنگر جاری رکھیں۔ یہ روایت مجھ سے شیخ رکن الدین نے خود بیان کی ہے۔ پھر بادشاہ نے اپنے وزیر خواجہ جہان کو حکم دیا کہ وہ کمال پور کے شہر کی طرف جاوے۔ یہ ایک بڑا شہر سمندر کے کنارے پر تھا۔ وہاں کے باشندوں نے بھی بغاوت کی تھی۔ ایک فقیہ نے مجھ سے روایت کی ہے کہ اُس وقت میں وہ شہر گیا اور

میں تھا۔ شہر کا قاضی اور خطیب وزیر کے روبرو پیش کئے گئے اُس نے حکم دیا کہ دونوں کی کھال کھچوائی جاوے۔ انہوں نے وزیر سے کہا کہ آپ ہم کو کسی اور طرح کیوں نہیں مرواتے۔ وزیر نے کہا کہ تم کیوں قتل کئے جاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ کی نافرمانی کے سبب سے۔ وزیر نے کہا کہ پھر میں نافرمانی کس طرح کر سکتا ہوں۔ بادشاہ کا حکم ہے کہ تم اسی طرح قتل کئے جاؤ۔ پھر وزیر نے کھال کھینچنے والوں کو حکم دیا کہ اُن کے مُنہ کے نیچے دو گڑھے کھود دو تاکہ اُس میں سانس لے سکیں کیونکہ جب کھال کھینچتے ہیں تو مجرموں کو مُنہ کے بل لٹاتے ہیں۔ اس کے بعد سندھ میں امن وامان ہو گیا اور بادشاہ دارالخلافہ میں واپس آیا۔

؎۱۔ ابن بطوطہ نے کشلو خاں یعنی بہرام ایبہ کی بغاوت کا سبب یہ لکھا ہے کہ وہ بادشاہ کے اِس فعل سے ناراض ہوا کہ اُس نے غیاث الدین بھنورا (جو سلطان غیاث الدین بلبن کا پڑپوتا تھا) اور بہاالدین گرشاسپ (جو سلطان غیاث الدین تغلق کا بھانجا تھا) کی نعشوں میں بھوسہ بھر کر شہر بہ شہر پھروایا۔
لیکن فرشتہ نے یہ سبب لکھا ہے کہ بادشاہ کا ایک محصل علی نام ملتان میں گیا اور کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ تم اپنے اہل وعیال کو دولت آباد میں بھیجو۔ اُس نے تقاضا کیا اور کشلو خاں کے داماد کو حرامزادہ کہا تو اُس نے اس محصل کو مار ڈالا۔ بداونی لکھتا ہے کہ علی خلطی کو بادشاہ نے بہرام ایبہ یعنی کشلو خاں کے طلب کرنے کے لیئے ملتان بھیجا اور کشلو خاں نے اُس کو مار ڈالا ضیاء برنی نے اس بغاوت کا کچھ سبب نہیں لکھا۔ ان چاروں کے مقابلہ کرنے سے یہ واقعات درست معلوم ہوتے ہیں کہ کشلو خاں جس کو بادشاہ چچا کہا کرتا تھا اس کے اس فعل سے کہ اُس نے ان دونوں نعشوں کو شہر بشہر پھرایا ناراض ہوا اور نعشیں دفن کروا دیں۔ اِس پر بادشاہ ناراض ہوا ہوگا اور اُس کو بلوا بھیجا ہوگا یا اُس کو حکم دیا ہوگا کہ اپنے اہل وعیال کو دولت آباد بھیج دیوے۔ اُس کی تعمیل کے اثنا میں علی محصل اور کشلو خاں کے داماد کے درمیان فساد ہوا اور علی مارا گیا۔ اس صورت میں کشلو خاں کو سوا صریح باغی ہو جانے کے اور کچھ چارہ نہ تھا۔ غیاث الدین بھنورا پر جو میں نے حاشیہ لکھا ہے اُسمیں ثابت کر دیا گیا ہے کہ غیاث الدین کا قتل ۷۲۵ھ کے قریب ہوا ہے اور بہاالدین کے قتل کے پانچ چھ سال بعد ہوا اس لئے غیاث الدین کی نعش بہاالدین کے ساتھ نہیں پھرائی جا سکتی تھی

Marfat.com

لہ۔ کمال پور۔ شاید اس سے وہ کمال پور مراد ہو جو کاٹھیاواڑ میں بہاؤنگر اور گونڈل ریلوے کے اسٹیشن لری سے ۱۰ میل مشرق کی جانب واقع ہے۔ ہنٹر

فصل (۴) ۔کوہ قراجیل میں بادشاہ لشکر بھیجنا

کوہ ہمالیہ میں چڑھائی

کوہ قراجیل[1] ایک بڑا پہاڑ ہے جس کا طول تین مہینے کے سفر کا ہے اور دلی سے دس منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کا راجہ بہت بڑے راجاؤں میں سے ہے۔ بادشاہ نے ملک نکبہ کو ایک لاکھ سوار اور پیادہ دے کر اس پہاڑ میں لڑائی کے لئے بھیجا۔ اس نے شہر جدیہ پر جو پہاڑ کے نیچے واقع ہے قبضہ کر لیا اور مالک کو جلا کر برباد کر دیا۔ اور بہت سے کافروں کو قید کر لیا۔ یہ دیکھ کر ہندو پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ اس پہاڑ میں فقط ایک درہ تھا نیچے دریا بہتا تھا اور اوپر پہاڑ تھے اور ایک آدمی سے زیادہ ایک دفعہ اس پر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ بادشاہی لشکر اسی طرح اوپر چڑھ گیا اور شہر ورنگل کو جو اس پہاڑ کے اوپر تھا قبضہ کر لیا اور بادشاہ کو فتح کی بشارت بھیجی۔ بادشاہ نے ایک قاضی اور خطیب ان کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں ٹھہرے رہیں۔ جب برسات کا موسم آیا تو لشکر میں بیماری پھیل گئی اور اہل لشکر ضعیف ہو گئے اور گھوڑے مر گئے اور کمانیں نمی کے سبب سے نکمی ہو گئیں۔ امیروں نے بادشاہ کو لکھا اور پہاڑ سے باہر آنے کی اجازت مانگی کہ دامن کوہ میں آکر برسات تک ٹھہرے رہیں اور برسات ختم ہونے پر پھر پہاڑ پر چلے جائیں۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ امیر نکبہ نے تمام خزانہ اور جواہرات لوگوں پر تقسیم کر دیئے کہ ان کو اٹھا کر پہاڑ کے نیچے لے جائیں۔ ہندوؤں کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ غاروں میں اور تنگ جگہوں میں گھات میں بیٹھ گئے اور تنگ موقعوں کو روک لیا اور بڑے بڑے درخت کاٹ کر پہاڑ سے اوپر سے لڑھکا دیتے تھے جو شخص ان درختوں کی جھپیٹ میں آتا تھا ساتھ ہی گڑھوں میں چلا جاتا تھا۔ اسی طرح بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے ان لوگوں نے قید کر لئے اور کل اسباب اور ہتھیار اور گھوڑے لوٹ لیئے۔ لشکر میں سے فقط تین آدمی

باقی بچے ایک امیر نکبہ اور دوسرا بدر الدین دولت شاہ اور تیسرے کا نام مجھے یاد نہیں اس سے شاہی لشکر کو سخت صدمہ پہنچا اور لشکر نہایت ضعیف ہو گیا۔ بادشاہ نے پہاڑیوں سے کچھ خراج لے کر صلح کر لی کیونکہ ان لوگوں کی زمینیں پہاڑ سے نیچے بھی تھیں اور وہ اس زمین کو بغیر بادشاہ کی اطاعت کے آباد نہیں کر سکتے تھے +

چین پر کس رستہ سے چڑھائی کی گئی تھی

لہ قراجیل۔ اس میں شک نہیں کہ قراجیل سے کوہ ہمالیہ مراد ہے کیونکہ فرشتہ نے قراجیل کی بابت لکھا ہے "کہ آنرا ہماچل نیز گویند"۔ ابن بطوطہ نے کوہ قراجیل کی لمبائی تین مہینے کا رستہ لکھا ہے بیس میل فی روز کے حساب سے اٹھارہ سو میل کے قریب ہوتا ہے جو تقریباً درست ہے اس مہم کا حال فرشتہ و بدوانی و ضیاء الدین برنی اور تقریباً کل مورخوں نے لکھا ہے۔ لیکن کسی تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ لشکر کونسی جگہ پہاڑ میں داخل ہوا تھا۔ مسلمانوں کی ہمالیہ میں سے ہو کر چین پر جانے کی یہ دوسری کوشش تھی۔ اس سے پہلے سنہ ۶۰۲ھ میں محمد بختیار خلجی نے آسام کے رستہ سے چین میں جانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن چونکہ ۷۳۹ھ میں یعنی اس سے پہلے سلطان فخر الدین بنگالہ میں خود سر ہو بیٹھا تھا اس لئے آسام کے رستے سے اس مہم کا جانا ناممکن تھا ابن بطوطہ نے ہمارے دیسی مورخوں کی نسبت کچھ زیادہ حالات لکھے ہیں اور دو شہروں کے نام بھی دیئے ہیں۔ یعنی جدیہ اور وارنگل۔ وارنگل کا کچھ پتہ نہیں لگ سکتا لیکن جدیہ یا جدیہ نام کا محال ایک محال آئین اکبری میں سرکار کماؤں میں درج ہے اور چونکہ ابن بطوطہ نے دہلی سے اس پہاڑ کا فاصلہ دس منزل دیا ہے اس لیے اغلباً یہ لشکر ترائی اور کماؤں و گڑھوال کے رستہ پہاڑ میں داخل ہوا تھا گڑھوال اور کماؤں سے دو دروں سے جنکو درہ نیتی اور درہ مانا کہتے ہیں چین کو رستہ جاتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ یہ لشکر ان دونوں دروں میں سے کسی درہ میں آگے بڑھا ہو گا۔ ابن بطوطہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اس راجہ کا علاقہ پہاڑ کے نیچے بھی تھا۔ یہ بیان بھی کماؤں پر صادق ہوتا ہے۔ ہنٹر صاحب کماؤں کے حال میں لکھتے ہیں کہ یہ علاقہ اچھی طرح سے بادشاہان دہلی کا ماتحت کبھی نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ راجہ کا علاقہ میدان میں بھی تھا اس لیے اس کو شاہان دہلی کی متابعت کرنی پڑتی تھی۔ علاوہ ازیں ایک اور شہادت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی علاقہ سے محمد تغلق کا لشکر پہاڑ میں گھسا ہو گا۔ علی محمد خان روہیلوں کے سردار نے ۱۷۴۳ء میں کماؤں پر حملہ کیا۔ راجہ کماؤں کچھ مقابلہ نہ کر سکا۔ روہیلوں نے الموڑہ لے لیا اور دو سات مہینے تک پہاڑ میں رہے لیکن پھر موسم کی ناگواری اور تکلیفات کی تاب نہ لا کر وہ تین لاکھ نقد روپیہ لے کر پہاڑ سے واپس چلے آئے مگر نواب علی محمد خاں نے اپنے سرداروں کا واپس آنا پسند نہ کیا اور ۱۷۴۴ء میں دوسری دفعہ لشکر بھیجا۔ لیکن باڑہ کھیری میں پہاڑ کے اندر داخل ہوتے ہی ان کو شکست ہوئی تقریباً

اغلباً کماؤں کے رستہ سے یہ لشکر گیا تھا

یہ ہی حال محمد تغلق کے لشکر کا ہوا تھا۔

فرشتہ نے اس امیر کا نام جس کی ماتحتی میں یہ لشکر بھیجا گیا تھا خسرو ملک لکھا ہے اور ابن بطوطہ نے اسجگہ ملک نکپا اور ایک دوسری جگہ ملک بغرا لکھا ہے۔ لشکر کی تعداد ابن بطوطہ کے مطابق فرشتہ ایک لاکھ لکھتا ہے اور بدوانی اسی ہزار۔ اس مہم کا سال بداونی نے ۷۳۸ھ لکھا ہے۔ اگر یہ سال درست ہے تو گویا اس کے بعد اس بادشاہ کے تمام علاقے رفتہ رفتہ خودسر ہوگئے اور شاید اسی لشکر کی بربادی سے سلطنت میں ضعف آگیا ہو۔ کیونکہ اسی زمانہ سے معبر اور دکن اور گجرات کا فساد شروع ہوگیا جو تیرہ سال تک رہا اور بادشاہ ان ہی فسادوں کے فرو کرنے میں مرگیا۔

فصل (۵) شریف جلال الدین کی بغاوت ملک معبر میں

بادشاہ نے معبر کے ملک کا حاکم (جو دلی سے چھ مہینے کے راستے پر ہے) سید جلال الدین احسن شاہ کو مقرر کیا تھا۔ اس نے مخالفت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا اور دینار کے ایک طرف یہ عبارت نقش کی "سلالۃ طہٰ ویٰسین ابو الفقراء والمساکین جلال الدنیا والدین" اور دوسری طرف یہ نقش کروایا "الواثق بتائید الرحمٰن احسن شاہ السلطان" بادشاہ نے جب اس کی بغاوت کا حال سنا تو خود لڑائی کے واسطے گیا اور ایک موضع میں جسکا نام کوشک زر تھا۔ یعنی سونے کا محل آٹھ دن تک سامان اور حاجتوں کے پورا کرنے کے لیے ٹھیرا۔ انہیں دنوں میں وزیر خواجہ جہان کا بھانجہ اور چار پانچ امیر جن کے ہاتھوں میں ہتکڑی بیڑی ہوئی تھی بادشاہ کے سامنے حاضر کئے گئے۔ بادشاہ نے وزیر کو اپنے سے پہلے بھیج دیا تھا۔ جب وہ دھار کے شہر میں پہنچا جو دلی سے بیس منزل ہے اور وہاں جاکر اس نے قیام کیا تو اس کے بھانجے نے جو نہایت دل چلا اور بہادر آدمی تھا۔ چند امیروں کے ساتھ سازش کی کہ وزیر کو قتل کرکے کل مال اور خزانہ لیکر سید جلال الدین کے پاس معبر کے ملک میں بھاگ جائے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وزیر کو اچانک جمعہ کی نماز کے وقت پکڑ لیویں۔ ان میں سے ایک شخص نے جو ان کے مشورہ میں شامل تھا اور جس کا نام ملک نصرت حاجب تھا وزیر کو خبر دی اور یہ بھی تبلایا کہ وہ اسوقت اپنے کپڑوں کے نیچے

آہنی زرہ پہنے ہوئے ہیں اور یہی اُن کے ارادے کی پوری دلیل ہے۔ وزیر نے بلا بھیجا اور جیسا کہ ملک نصرت نے بیان کیا تھا وہ کپڑوں کے نیچے زرہ پہنے ہوئے۔ وزیر نے اُن کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور جب وہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو میں وہیں تھا۔ اُن میں سے ایک شخص کو میں نے دیکھا اُسکی داڑھی لمبی تھی اور خوف سے کانپ رہا تھا اور سورہ یسین پڑھتا جاتا تھا بادشاہ نے وزیر کے بھانجے کو تو وزیر کے پاس بھیجدیا اور حکم کیا کہ اِس کو قتل کر ڈال اور باقی امیروں کو ہاتھی کے سامنے ڈلوا دیا۔ ہاتھیوں کے دانتوں پر جنسے آدمیوں کے مارنے کا کام لیا جاتا ہے لوہے کے دھار دار خول چڑھے ہوئے ہوتے ہیں جو ہل کی پھالی کی شکل کے ہوتے ہیں جس کے دونوں طرف دھار ہیں فیلبان ہاتھی پر سوار ہوتا ہے اور جب کسی شخص کو ہاتھی کے سامنے ڈالا جاتا ہے تو اُسکو اپنی سونڈ میں لپیٹ کر اوپر کی طرف پھینک دیتا ہے اور پھر اُدہر کا اُدہر اپنے دانتوں پر لے لیتا ہے اور اپنے سامنے زمین پر ڈال کر اگلا پاؤں اُس کے سینے پر رکھتا ہے فیلبان کہتا ہے کہ اِس کے دو ٹکڑے کر دے تو دانتوں سے ٹکڑے کر دیتا ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ اسکو پڑا رہنے دے تو پڑا رہنے دیتا ہے جس کو ٹکڑے نہیں کیا جاتا ہے اُس کی کھال کھچوائی جاتی ہے۔ ان امیروں کی بھی کھال کھینچی گئی اور جب میں بادشاہ کے محل سے مغرب کے بعد نکلا تو کتے اُن کا گوشت کھا رہے تھے اور اُن کی کھالوں میں بھوسا بھرا جا رہا تھا۔ خدا پناہ میں رکھے جب بادشاہ نے معبر[1] میں جانے کا ارادہ کیا تو مجھ کو دار الخلافہ میں ٹھیرنے کا حکم دیا اور جب بادشاہ دولت آباد میں پہنچا تو امیر حلاجون نے بغاوت کی۔ وزیر خواجہ جہان دار الخلافہ میں لشکر جمع کرنے کے لیے ٹھیر گیا +

[1] معبر کے معنے عربی میں گھاٹ کے ہیں۔ عرب دکھن کے مشرقی ساحل کو معبر اور مغربی ساحل کو ملیبار کہتے ہیں۔ ہندوستان کے بعض مورخوں نے ملیبار اور معبر میں کچھ تمیز نہیں کی اور دونوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ معبر کے لفظ پر میں آئندہ مفصل حاشیہ لکھونگا اُس موقع پر جہاں ابن بطوطہ نے مالدیپ سیلان سے واپس آنے کے بعد معبر میں قیام کیا + دیکھو باب ۱۲۔ فصل ۱۔ کا حاشیہ

معبر

Marfat.com

جلال الدین حسن حسن کانگو بہمنی ایک شخص تھا برانی کی غلطی

۵۲ اس سید جلال الدین حسن کی بغاوت کا مفصل حال ہندوستان کے مورخوں نے نہیں لکھا برادنی کو ہمیں سخت مغالطہ واقع ہوا ہے اور اسکی پیروی بعض اور مورخوں نے بھی کی ہے۔ اس نے سید جلال الدین احسن شاہ اور حسن کانگو بہمنی کو جو گلبرگہ کا اول بادشاہ ہوا ہے ایک ہی شخص سمجھا ہے اس کے نزدیک یہی سید جلال الدین احسن جو کیتھل کے سادات سے تھا اور سید ابراہیم خریطہ دار کا باپ تھا آخر میں گلبرگہ کا بادشاہ ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے " در ۷۴۲ھ سید احسن کیتھلی پدر ملک ابراہیم خریطہ دار سلطان کہ بحسن کانگو مشہور ست و آخر کار سلطنت دکہن بر قرار گرفتہ مخاطب بہ علاء الدین بہمنی گشتہ در معبر بہت ضوابط صعب سلطانی و قوانین اختراعی سر طغیان عصیان برآورد۔" دوسری جگہ لکھتا ہے سادات کیتھل و سائر اہل اسلام را بر زعم حسن کانگو حکم بقتل عام فرمود" جلال سید جلال الدین احسن کیتھل کا رہنے والا تہا۔ اور حسن کانگو دہلی کا رہنے والا تہا اور قوم کا سید تھا حسن کانگو کی بغاوت تلنگانہ میں ہوئی اور جلال الدین احسن شاہ کی معبر کے ملک میں یعنی کرناٹک میں سید جلال الدین کی بغاوت بدادنی اور فرشتہ کی تحریر کے مطابق ۷۴۲ھ میں اور میری تحقیق کے مطابق ۷۳۴ھ یا ۷۳۵ھ میں شروع ہوئی (دیکھو اسی باب کی فصل ۱۱) اور حسن کانگو کی بغاوت ۷۴۸ھ میں واقع ہوئی

فصل (۶)۔ امیر حلاجون کی بغاوت

امیر حلا

جب بادشاہ دولت آباد میں پہنچا اور اپنے ملک سے بہت دور نکل گیا تو امیر حلاجون نے لاہور میں بغاوت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ امیر کل چند نے اُسکی مدد کی اور حلاجون نے اُسکو اپنا وزیر مقرر کیا۔ یہ خبر وزیر خواجہ جہاں کو پہنچی وہ اُس وقت دلی میں تہا۔ وزیر تمام خراسانیوں کو اور اُس لشکر کو جو دلی میں اُسوقت موجود تہا ساتھ لے کر لاہور کیطرف چلا۔ میرے ہمراہی بھی اُس کے ساتھ گئے۔ بادشاہ نے اُسکی مدد کے واسطے دو بڑے امیر بھیجے۔ ایک ملک قیران صفدار دوسرا ملک تیمور شربدار یعنی ساقی۔ حلاجون اپنے لشکر کو لے کر مقابلہ کیلئے نکلا۔ اور ایک بڑے دریا کے کنارے مقابلہ ہوا۔ حلاجون کو شکست ہوئی وہ بھاگ گیا اور اُس کا بہت سا لشکر دریا میں ڈوب گیا۔ وزیر نے شہر میں داخل ہو کر بعض اہل شہر کی کھال کھنچوائی اور بعض کو اور طرح قتل کیا اور یہ کام محمد بن نجیب نائب وزیر کے سپرد کیا۔ اس شخص کو اژدر ملک کہتے تہے اور سگ سلطان بھی اس کا خطاب تہا

یہ شخص نہایت ظالم اور سنگدل تھا۔ بادشاہ اسکو بازاری شیر کہا کرتا تھا۔ یہ شخص اکثر مجرموں کو اپنے دانتوں سے کاٹا کرتا تھا۔ وزیر نے باغیوں کی عورتیں تین سو کے گوالیار کے قلعہ میں بھیجدیں جہاں وہ قید کر دی گئیں اور ان میں سے بعض کو میں نے دیکھا بھی۔ ایک فقیہ تھا اُسکی عورت بھی انہیں عورتوں کے ساتھ گوالیار میں بھیجی گئی تھی اپنی عورت کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ قید خانہ میں اُسکے بچہ بھی ہوگیا۔

گھکڑوں کی بغاوت

لہ بدوانی لکھتا ہے "در ۷۴۱ھ ملک ہلاجون وکل چند کھوکر ملک تتار حاکم لاہور را بقدر کشتند و چون خواجہ جہان برسر ایشاں رفت ایشاں بجنگ پیش آمدند" فرشتہ لکھتا ہے "در ۷۴۳ھ ملک چندر کہ سردار گھکران بود علم مخالفت بلند ساختہ حاکم لاہور ملک تاتار خاں را بقتل رسانید سلطان خواجہ جہان را بدفع او فرستاد و گھکران را مخذول و منکوب ساخت"۔ بداونی نے بجائے گھکر کے کھوکر غلط لکھا ہے کیونکہ کھوکروں کی قوم کو پنجاب میں اسقدر طاقت کبھی حاصل نہیں ہوئی اور گھکڑوں کا زور سلطان شہاب الدین غوری کے وقت سے اکبر بادشاہ کے وقت تک چار سو سال کے قریب شمال پنجاب میں اسقدر رہا کہ کئی صدی تک خراسان کا رستہ اُن کی لوٹ مار کے سبب ملتان اور دیپالپور سے رہا اور لاہور کی جانب سے بالکل متروک ہوگیا تھا۔ ایک بات قابل غور ہے کہ ابن بطوطہ اور بداونی دونوں گھکروں کے سردار کا نام کل چند لکھتے ہیں۔ فرشتہ نے جندر یا چندر لکھا ہے۔ چونکہ ابن بطوطہ اور بداونی کا اتفاق بہت عمدہ شہادت ہے کہ نام کلچند تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھکر اُس وقت تک اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسلام کا آغاز اُن میں بیشک سلطان شہاب الدین محمد غوری کے وقت سے شروع ہوگیا تھا۔ کننگھم صاحب کی تحقیقات کے مطابق یہ قوم ترکی الاصل ہے۔ سکندر کے مورخوں نے لکھا ہے کہ سوہان کا دریا بسی سا کے ملک سے نکلتا ہے۔ راجا ترنگنی میں درج ہے کہ مری اور مارگلہ کے درمیان کا ملک ابھی سارا کا ملک تھا چونکہ گھکر اس علاقہ میں سکندر کے زمانہ کے پہلے سے رہتے ہیں اور یونانی مورخوں نے لکھا کہ ابھی سارا کے بھائی کے پاس دو بڑے بڑے سانپ تھے جن کی وہ پرستش کرتا تھا اس لئے قیاس کیا گیا ہے کہ وہ تاک کی قوم سے تھا۔ گھکروں میں بھی ایک روایت چلی آتی ہے کہ اُنکو افراسیاب نے کید کی ماتحتی میں ہندوستان کی طرف نکال دیا۔ اس روایت کی تصدیق فرشتہ بھی کرتا ہے سلطان ابراہیم غزنوی کے حال میں لکھتا ہے "وازانجا عنان عزیمت بطرف قلعہ دیگر کہ دلش دیگی بود و مدام داشت معطوف گردانید و ساکنان آنجا از نسل خراسانیان بودند۔ افراسیاب از سرکشی

Marfat.com

ایشان بہ تنگ آمدہ بازن و فرزند از ولایت خراسان اخراج کردہ بود و بہندوستان فرستادہ مردم آن شہر بالتمام آزاں جماعت بودند و با بیگانہ پیوند و وصلت نے کردند و بعبادت اصنام و فسق بردوام مشغوف بودند و آں شہر در غایت معموری و آبادانی بود و حوضے دراں شہر بود کہ قطر آں نیم فرسخ بود و قعر آں از غایت عمق مدرک نبود و از کثرت جنگل کہ دراں شہر و قلعہ بود راہ آمد و شد مرئی نبود و ملوک ہند بسبب آنکہ اسیکا براں جماعت از محالات مے دانستند متعرض ایشاں نے شدند"

دار آمراد دارا پور بتے ہیں جو دریا جہلم پر جلالپور کے متصل واقع ہے اور اب وہاں گہکر نہیں رہتے بلکہ جنجوہوں کا مسکن ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ قوم ہندی الاصل نہیں ہے بلکہ کسی زمانے میں خراسان یا خوارزم کی طرف سے ہندوستان میں آئی تھی۔ یہ رسم اب بھی گہکروں میں ہے کہ وہ اپنی قوم کے سوا دوسری قوم میں رشتہ داری نہیں کرتے حالانکہ راجپوتوں کی مختلف قومیں بالکل اس کے برعکس کرتی ہیں۔ بابر نے جو تاتار خاں اور ہاتھی گھکروں کے سرداروں کا ذکر کیا ہے انمیں سے پہلا نام بیشک مسلمانوں کا سا ہے اور دوسرا مشترک۔ ۳۴۴ھ کے صحیح ہونے میں بھی شک ہے دیکھو باب ۷ فصل ۱۱۔ اس حساب سے یہ بغاوت ۷۴۳ھ یا ۷۳۳ھ میں ہونی چاہیئے۔

فصل (۷)۔ بادشاہ کے لشکر میں وبا پڑنا

وبا

جب بادشاہ ملک تلنگانہ میں پہنچا جو معبر کے راستہ میں ہے تو شہر بدرکوٹ میں قیام کیا شہر تلنگانہ کا دارالخلافہ ہے۔ اسمیں سے معبر تین مہینے کے فاصلے پر اور پرے واقع ہے اس وقت بادشاہ کے لشکر میں وبا پڑگئی اور بہت سے لشکر والے اور غلام اور امیر مر گئے ان میں سے ایک ملک دولت شاہ تھا جس کو بادشاہ چچا کہا کرتا تھا اور امیر عبداللہ ہروی بھی مرگیا جس کا ذکر ہم پہلی جلد میں کر آئے ہیں یہ وہی شخص تھا جس کو بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ خزانہ میں سے جس قدر مال اٹھا کر لے جا سکے اٹھا لے چنانچہ وہ تیرہ تھیلیاں اپنے بازوؤں پر باندھ کر ایک دفعہ اٹھا کر لے گیا۔ جب لشکر میں وبا پڑی تو بادشاہ دولت آباد کی طرف واپس چلا آیا اور تمام ملک میں بغاوت اور بے انتظامی پھیل گئی۔ اگر بادشاہ کی تقدیر میں دوسری طرح نہ ہوتا تو ملک اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا+

بیدر تلنگ

لہ۔ بیدر و تلنگانہ۔ دکن میں شامل ہے۔ اصطلاح میں دکن اس علاقہ کو کہتے ہیں جو نربدا کے

Marfat.com

جنوب اور کشنا ندی کے شمال میں واقع ہے۔ کشنا ندی ریاست نظام کی جنوبی حد ہے۔ تلنگانہ موجودہ ریاست نظام کا شرقی اور جنوبی حصّہ ہے۔ قدیم کتابوں میں اس ملک کا نام کالنگا اور آندھرا درج ہے۔ بطلیموس کالنگا نام لکھتا ہے۔ اور بلیناس سلے دونوں نام لکھے ہیں۔ اس ملک کا قدیم دارالخلافہ وارنگول تھا۔ حیدرآباد بھی تلنگانہ میں ہے۔ بدرکوٹ سے مراد بیدر کا قلعہ ہے جو اب بھی ایک بڑا شہر ریاست نظام میں حیدرآباد سے ۵۰ میل شمال غرب میں واقع ہے۔ یہ جگہ بیدری کام کے لیے مشہور ہے۔ تانبا۔ سیسا۔ جست اور رانگ کو ملا کر ایک دھات تیار کرتے ہیں اور اس کے برتن بنا کر اس پر چاندی اور سونے کی مینا کاری کرتے ہیں۔

ملک ہوشنگ کی بغاوت

فصل (۸)۔ ملک ہوشنگ کی بغاوت

جب بادشاہ دولت آباد کو واپس آرہا تھا تو راستے میں بیمار ہوگیا اور لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ بادشاہ مرگیا۔ تمام ملک میں فتنہ برپا ہوگیا۔ اس وقت ملک ہوشنگ ملک کمال الدین گرگ کا بیٹا دولت آباد میں حاکم تھا اور اس کے ساتھ بادشاہ نے عہد کیا ہوا تھا کہ وہ نہ تو بادشاہ کی زندگی میں اور نہ اس کی موت کے بعد کسی سے بیعت کرے گا۔ جب اس نے بادشاہ کی موت کی خبر سنی تو وہ ایک راجہ کے پاس جس کا نام برہرہ تھا اور جس کا علاقہ دولت آباد اور کوکن تھانہ[۱] کے بیچ میں تھا بھاگ گیا۔ بادشاہ کو اس کے بھاگنے کی خبر پہنچی اور اس اندیشہ سے کہ کہیں فتنہ نہ بڑھ جائے جلدی جلدی دولت آباد پہنچا اور پھر فوراً ہوشنگ کے پیچھے پیچھے جاکر اس راجہ کے شہر کا محاصرہ کیا اور اس کو کہلا بھیجا کہ ہوشنگ کو میرے حوالہ کردے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے پناہ گزین کو نہیں دونگا اگرچہ مجھے وہ ہی کرنا پڑے جو رائے کمپیلہ نے کیا تھا۔ ہوشنگ کو خوف پیدا ہوا۔ اس نے بادشاہ سے خط و کتابت کی اور یہ بات ٹھیری کہ بادشاہ دولت آباد کی طرف واپس چلا جائے اور قتلو (قتلغ) خاں بادشاہ کا استاد پیچھے رہے اور اس کے پاس ہوشنگ چلا آوے۔ بادشاہ کوچ کرکے چلا گیا اور ہوشنگ قتلو خاں کے پاس آگیا۔ قتلو خاں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ نہ تو بادشاہ تجھے قتل کرے گا اور نہ تیرے مرتبہ میں کمی کرے گا۔ ہوشنگ اپنا مال اور عیال اور ہمراہیوں کو لیکر

Marfat.com

کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ اُس کے آنے سے بہت خوش ہوا اور خلعت دیکر راضی کر لیا
...ان بات کا بڑا پکا تھا اور لوگ اُس پر بہروسہ رہتے تھے۔ بادشاہ بھی اُس کی نہایت تعظیم
...تا اور اِسی سبب سے وہ بادشاہ کے پاس بغیر بُلائے کبھی نہ جاتا تھا تاکہ بادشاہ کو کہڑے
...کی تکلیف نہ ہو یہ شخص خیرات بھی بہت کرتا تھا فقیروں اور مسکینوں کو بہت دیا کرتا تھا +

کوکن تھانہ

...کوکن تھانہ۔ ہندوستان کے مغربی ساحل کا وہ حصہ جو سمندر اور پہاڑ کے درمیان ہے دو حصوں پر منقسم ہے جنوبی حصہ کو مالابار کہتے ہیں اور شمال کوکن۔ تھانہ اور رتناگری اور کولابہ کے اضلاع اور ساونت واڑی اور جنجیرہ کی ریاستیں اور گوا اور بمبئی کا شہر اس میں شامل ہیں۔ اُس علاقہ کا طول ...یل ہے اور عرض ۵۰ میل سے ۵ ... تک۔ تھانہ کا شہر بمبئی سے ۲۰ میل کے فاصلے پر جزیرہ سالسٹ پر واقع ہے۔ ابوریحان بیرونی نے جو محمود غزنوی کی مہمات میں اُس کے ساتھ ہندوستان کو آیا کرتا تھا اُس کو ملک کوکن کا دار الخلافہ لکھا ہے۔ رشید الدین نے اُسکو کوکن تھانہ لکھا ہے۔ ابوالفدا نے لکھا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا شہر ہے اور ایک قسم کا کپڑا جس کو تناسی کہتے ہیں وہاں سے آتا ہے مارکوپولو کے وقت میں وہاں ایک ہندو راجہ رہتا تھا۔ لیکن اُس کے جانے کے کچھ دنوں بعد یعنی ۱۳۱۸ء میں قطب الدین مبارک شاہ خلجی نے اُسکو فتح کر کے سلطنت دہلی میں شامل کر لیا۔ باربوزا ایک پرتگیزی سیاح نے اُس کا نام تھانہ مجو لکھا ہے۔ مجو سے اس کی مراد بمبئی ہے ۱۵۳۳ء میں اُس پر پرتگیزوں نے قبضہ کر لیا۔ اور ۱۷۳۹ء میں مرہٹوں نے پرتگیزوں سے چھین لیا اور ۱۷۷۴ء میں سلطنت انگلشیہ کے قبضہ میں آیا۔ موجودہ آبادی پندرہ ہزار کے قریب ہے +

فصل (۹) سید ابراہیم کی بغاوت

سید ابراہیم کی بغاوت

سید ابراہیم جو خریطہ دار کے نام سے مشہور تھا یعنی بادشاہ کے قلم اور کاغذ اُس کے پاس رہتے
...ہانسی اور سرسہ کا حاکم تھا۔ جب بادشاہ معبر کی طرف گیا اور اِس سید ابراہیم کا باپ معبر
ملک میں باغی ہو بیٹھا اور بادشاہ کے مرنے کی خبر پہنچی تو سید ابراہیم نے بھی سلطنت کا لالچ
...یہ شخص نہایت خوبصورت اور بہادر اور فیاض تھا۔ میرا نکاح اُس کی بہن حور نسب سے
تھا وہ نہایت نیک بخت بی بی تھی رات کو تہجد پڑھتی تھی اور وظیفہ میں مشغول
...ہتی تھی اُس کے پیٹ سے میرے ایک بیٹی بھی تھی۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اُن دونوں کا

کیا حال ہوا۔ یہ بی بی پڑھنا جانتی تھی لیکن لکھ نہ سکتی تھی۔ جب ابراہیم نے بغاوت کی
کیا تو ایک امیر اُس کے علاقہ میں سے گذرا وہ دلی کی طرف سندھ سے خزانہ لیے جا رہا
تھا۔ ابراہیم نے اُس سے کہا کہ راستے میں چوروں کا خوف ہے امن امان ہو نے تک
میرے پاس ٹھیر جا اُس کا ارادہ تھا کہ اتنے میں بادشاہ کے موت کی خبر تحقیق ہو جائیگی
تو اُس خزانے پر قبضہ کر لونگا۔ لیکن جب بادشاہ کی زندگی کی خبر تحقیق ہو گئی تو اُس
نے اُس امیر کو آگے جانے دیا۔ اِس امیر کا نام ضیاء الملک بن شمس الملک تھا
اور جب بادشاہ اڑھائی برس کے بعد دارالخلافہ میں واپس آیا تو سید ابراہیم اُس کے
سلام کو آیا۔ اُس کے ایک غلام نے بادشاہ کے پاس چغلی کھائی اور بادشاہ کو اُس کے
ارادے سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ اُس کو قتل کروا دے لیکن بادشاہ کو اُس
سے کچھ محبت تھی اِس لئے اُس ارادے کو ملتوی کر دیا۔ ایک دفعہ یہ اتفاق ہوا کہ
بادشاہ کے پاس ایک ہرن کا بچہ ذبح کیا ہوا لائے۔ بادشاہ اسکو ذبح ہوتے ہوئے
دیکھ رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ درست طور سے ذبح نہیں ہوا۔ اس کو پھینک دو۔ ابراہیم
نے اُس ہرن کے بچے کو دیکھ کر کہا کہ ذبح درست طور سے ہوا ہے اور میں اوس کو کھا لیتا
ہوں۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی وہ غصہ ہوا اور اُس کو قید کر لینے کا حکم دیا۔ پھر اس پر یہ الزام
لگایا کہ تو اُس خزانہ کو ضیاء الملک سندھ سے لا رہا تھا لینا چاہتا تھا ابراہیم کو معلوم
ہوا کہ بادشاہ اُس کے باپ کی بغاوت کے سبب سے اُس کو قتل کرنا چاہتا ہے اس لئے کوئی
عذر مفید نہو گا اور ناحق اسکو عذاب دیئے جائیں گے۔ پس اُس نے عذاب سے موت کو
سہل سمجھ کر اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں
اُس ملک میں دستور ہے کہ بادشاہ جس شخص کو قتل کرواتا ہے تو وہ تین دن تک
اُسی جگہ پڑا رہتا ہے۔ تین دن کے بعد جو کافر اس کام پر مقرر ہوتے ہیں اُٹھاتے
ہیں اور نعش کو شہر کی خندق کے باہر لے جا کر ڈال دیتے ہیں۔ اِن لوگوں کے گھر بھی خندق

ہوتے ہیں تاکہ مقتولوں کے وارث اُسکو اُٹھا کر لے جائیں۔ مقتولوں کے وارث ان لوگوں کو رشوت دے کر مقتولوں کو اوٹھا لے جاتے ہیں اور اُس کو دفن کر دیتے ہیں اسی طرح سید ابراہیم کو بھی دفن کیا گیا۔

تلنگانہ میں بغاوت

فصل (۱۰)۔ نائب سلطان کی تلنگانہ میں بغاوت

جب بادشاہ تلنگانہ سے واپس آیا اور اس کی موت کی خبر مشہور ہوئی تو تاج الملک نصرت خاں ترک بادشاہ کی طرف سے تلنگانہ میں حاکم تھا۔ وہ بادشاہ کے پُرانے مصاحبوں میں سے تھا۔ اُس کو بادشاہ کے مرنے کی خبر پہنچی۔ اُس نے بادشاہ کی تعزیت کی رسم ادا کی اور لوگوں نے اُس کے ساتھ بدر کوٹ (بیدر) تلنگانہ کے دارالخلافہ میں بیعت کی۔ بادشاہ کو جب خبر ہوئی تو اپنے اُستاد قتلو خاں کو ایک بڑا لشکر دے کر بھیجا۔ قتلو خاں نے ایک سخت لڑائی کے بعد جس میں بہت سے لوگ مارے گئے بدر کوٹ کا محاصرہ کیا۔ یہ شہر نہایت مضبوط تھا۔ اور قتلو خاں نے اُس میں سرنگ لگانی شروع کی لیکن نصرت خاں نے اپنی جان کی امان چاہی اور قتلو خاں نے اُس کو اماں دے دی۔ اور وہ شہر سے باہر چلا آیا۔ اور بادشاہ کے پاس بھیجدیا گیا۔ اور اس طرح سے تمام باشندگان شہر اور نصرت خاں کا لشکر بچ گیا۔

نصرت خاں کی بغاوت کا حال

؎ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق بادشاہ معبر کی طرف چلا تھا۔ تلنگانہ کے دارالخلافہ بیدر سے وبا کے سبب واپس ہو گیا۔ ابھی دولت آباد اور بیدر کے رستے میں تھا کہ وہ بیمار ہو گیا اور اُس کے فوت ہو جانے کی افواہ پھیل گئی۔ یہ افواہ سُنکر ملک ہوشنگ تو دولت آباد میں اور نصرت خاں بیدر میں باغی ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اول تو ملک ہوشنگ کو اطاعت پر بادشاہ کے اُستاد قتلغ خاں نے راضی کیا اور اُس سے فارغ ہو کر نصرت کو۔ لیکن بداونی بیدر کے حاکم کا نام شہاب الدین سلطانی لکھتا ہے اور اُس کی بغاوت [illegible]ھ میں بتلاتا ہے جبکہ بادشاہ سرگدوار میں رہتا تھا۔ اور فرشتہ لکھتا ہے کہ جب بادشاہ تلنگانہ سے واپس آیا اور ٹیٹن (واقع گجرات) میں پہنچا تو شہاب الدین سلطانی کو نصرت خاں کا خطاب دیکر تلنگانہ بھیجا اور ایک کروڑ تنکہ کے

Marfat.com

عوض وہ ملک اسکو ٹھیکہ پر دے دیا اور دولت آباد کا حاکم اپنے اُستاد قتلغ خاں کو مقرر کیا نصرت خاں نے ٹھیکہ تو لے لیا لیکن روپیہ وصول نہ کر سکا اور اس لیئے باغی ہو گیا۔ فرشتہ نے بھی یہ واقعہ ۷۴۴ھ کا لکھا ہے اور اس لیئے ابن بطوطہ کا یہ بیان کہ نصرت خاں بادشاہ کی موت کی خبر سُنکر باغی ہوا تھا غلط ہے۔ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ شہاب الدین نصرت خاں نے تلنگ کا علاقہ ایک کروڑ تنکہ سفید پر ٹھیکہ لے لیا لیکن تین سال کا زر ٹھیکہ ادا نہ کیا اور خود کھا گیا۔ بادشاہ نے اُس کا تقرر ضرور ۷۴۳ھ میں کیا اس لیئے اُس کی بغاوت ۷۴۴ھ میں ہوئی ہوگی۔ دیکھو فصل ۱۱۔

فصل (۱۱)۔ بادشاہ کا نہر گنگ کے کنارہ قحط میں چلے جانا

عین الملک کی بغاوت

جب ملک میں قحط پھیل گیا تو بادشاہ اپنا لشکر لے کر دریائے گنگ[۵] کے کنارے چلا گیا اس دریا کو ہندو بڑا متبرک سمجھتے ہیں اور ہر سال حج کے لیئے اُسپر جاتے ہیں۔ یہہ جگہہ جہاں بادشاہ نے قیام کیا تھا دلی سے دس منزل تھی۔ بادشاہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہاں مکان نہ بنائیں پہلے پھوس کے چھپر بنائے تھے اور اُس میں اکثر آگ لگتی رہتی تھی۔ لوگوں کو نہایت تکلیف ہوتی تھی۔ اُس کا علاج لوگوں نے یہ کیا تھا کہ زمین کے نیچے تہ خانے بنائے تھے۔ جب کبھی آگ لگ جاتی تھی تو اُس میں اپنا اسباب ڈال کر مٹی سے اُس کا مُنہ بند کر دیتے تھے۔ میں بھی بادشاہ کے کیمپ میں انہیں دنوں میں پہنچا تھا۔ دریائے گنگ کے مغربی طرف نہایت سخت قحط تھا لیکن مشرق کی طرف ارزانی تھی اور امیر عین الملک بادشاہ کی طرف سے عوض (اودھ) اور ظفرآباد اور لکھنؤ کا حاکم تھا۔ یہ امیر ہر روز بادشاہ کے ڈیرہ میں پچاس ہزار من گیہوں اور چاول اور چنے مویشی کے واسطے بھیجتا تھا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ کیمپ کے ہاتھی اور گھوڑے اور خچر دریا کے مشرق کی طرف چرائی کے لیے بھیجے جائیں عین الملک کو اُن کی نگہبانی کے لیئے مقرر کیا۔ اِس عین الملک کے چار بھائی اور تھے جن میں سے تین کا نام شہر اللہ۔ نصر اللہ اور فضل اللہ تھا۔ چوتھے کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ انہوں نے اپنے بھائی عین الملک کے ساتھ سازش کر کے ارادہ کیا کہ بادشاہ

کے ہاتھی اور مویشی بھگا کر لے جائیں اور عین الملک کے ساتھ بیعت کر کے اُس کو بادشاہ بنائیں
عین الملک بھی رات کو بھاگ گیا اور قریب تھا کہ ان لوگوں کا کام بنجائے اور بادشاہ
کو خبر بھی نہو۔ لیکن بادشاہان ہندوستان کا دستور ہے کہ ہر ایک چھوٹے اور بڑے
امیر کے پاس بادشاہ کا ایک غلام رہتا ہے جو بادشاہ کو اُس امیر کے کل حال کی خبر
دیتا رہتا ہے اور اسی طرح سے لونڈیاں اُس کے گھر میں رہتی ہیں یہ لونڈیاں جو کچھ
اُس امیر کے گھر میں ہوتا ہے۔ اُس کی خبر بھنگنوں کو دے دیتی ہیں۔ اور یہ بھنگنیں کل
خبر مخبروں کے افسر کو پہنچا دیتی ہیں اور وہ بادشاہ تک خبر پہنچا دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک
امیر اپنی عورت کے ساتھ سویا ہوا تھا اُس امیر نے اُس کے ساتھ جماع کا ارادہ کیا تو
عورت نے اُسکو بادشاہ کے سر کی قسم دلائی کہ وہ ایسا نہ کرے۔ اِس امیر نے اُس کی
بات نہ سُنی۔ صُبح کو بادشاہ نے بُلایا اور اُس سے کہا کہ تو نے ایسا کیا اور اسی سبب سے وہ امیر
قتل کیا گیا۔ بادشاہ کا ایک غلام ملک شاہ نام عین الملک کے پاس رہا کرتا تھا اُسنے
بادشاہ کو عین الملک کے بھاگ جانے کی خبر دی۔ یہ سُنتے ہی بادشاہ کے ہوش وحواس
جاتے رہے اور اُس نے سمجھا کہ اب موت آگئی کیونکہ اُس کے گھوڑے اور ہاتھی اور
غلہ کل چیزیں عین الملک کے پاس تھیں اور بادشاہی لشکر جگہ جگہ پراگندہ ہو رہا تھا
بادشاہ نے ارادہ کیا کہ وہ دارالخلافہ کو واپس چلا جاوے اور وہاں سے لشکر جمع
کر کے عین الملک کے مقابلہ کے واسطے واپس آئے لیکن اُس نے اپنے امیروں سے
مشورہ کیا اور چونکہ خراسانی اور پردیسی امیروں کو عین الملک سے بہت اندیشہ تھا
کیونکہ وہ ہندی تھا اور اہل ہند پردیسیوں سے اِس لئے ناراض رہتے تھے کہ بادشاہ
اُن پر بہت مہربانی کرتا تھا۔ اِن لوگوں نے بادشاہ کی صلاح کو منظور نہ کیا اور عرض کیا
اے اخوند عالم اگر آپ دارالخلافہ کو چلے جائیں گے تو عین الملک کو خبر ہو جائے گی
اور وہ اس عرصہ میں لشکر جمع کر لیگا اور فتنہ جو آدمی چاروں طرف سے اُس کے پاس

مخبری کا انتظام

Marfat.com

آکر جمع ہو جائینگے۔ بہتر صلاح یہ ہے کہ اُس پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ یہ بات اول ہی او
ناصر الدین اوہری نے کہی اور باقیوں نے اُس کی تائید کی۔ بادشاہ نے اُن کے مش
پر کام کیا اور قریب قریب جو امیر اور فوجیں تھیں اُن کو اسی رات خط لکھکر بلوا لیا
پہ چلے آئے اور بادشاہ نے یہ حیلہ کیا کہ اگر سو آدمی آتے تھے تو بادشاہ ہزار آدمیوں کو اُ
استقبال کے واسطے بھیجتا تھا اور وہ کل گیارہ سو ہوکر بادشاہ کے ڈیرے میں داخ
ہوتے تھے۔ تاکہ دشمن کو اُن کی تعداد بہت معلوم ہووے۔ بادشاہ دریا کے کنا
کنارے بڑھا۔ اُس کا ارادہ تھا کہ شہر قنوج کو اپنی پشت کے پیچھے کرے اور اُس م
قلعہ نشین ہو جائے۔ کیونکہ قنوج بہت مضبوط جگہ تھی لیکن قنوج اُس جگہ سے تی
منزل تھا۔ جب اول منزل طے کر چکا تو اپنے لشکر کو لڑائی کے واسطے آمادہ کیا اور
ایک صف میں کھڑا کیا۔ ہر ایک سپاہی کے ہتھیار اُس کے بدن پر تھے اور اُسکا
برابر میں تھا اور بادشاہ کے ساتھ ایک چھوٹا سا خیمہ تھا جس میں وہ کھانا کھاتا تھا اور غسل
کرتا تھا۔ بڑا کیمپ وہاں سے دور رہتا تھا۔ تین دن تک بادشاہ اپنے خیمہ میں نہ سویا
نہ کبھی سایہ میں بیٹھا۔ ایک دن میں اپنے خیمے میں تھا میرے ایک نوکر نے جس کا نا
سنبل تھا مجھے آواز دی اور کہا جلدی باہر آؤ۔ میں باہر نکلا اُس نے کہا بادشاہ نے ا
حکم دیا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اُس کی عورت یا لونڈی ہو اُس کو قتل کیا جائے
ساتھ لونڈیاں تھیں۔ یہ سُنکر امیروں نے بادشاہ سے عرض کی تو اُس نے حکم دیا
کوئی عورت کیمپ میں نہ رہے۔ اِن سب کو ایک قلعہ میں جس کا نام کنبیل تھا اور تین کو
کے فاصلے پر تھا بھیجدیا۔ اس کے بعد کیمپ میں کوئی عورت باقی نہ رہی یہاں تک کہ
بادشاہ کے ساتھ بھی کوئی عورت نہ تھی۔ وہ رات ہم نے تیاری میں گذاری جب دوسرا
دن ہوا تو بادشاہ نے اپنے لشکر کو فوجوں میں مرتب کیا اور ہر ایک فوج کیساتھ زرہ
ہووے والے ہاتھی تھے جنپر سپاہی بیٹھے ہوئے تھے۔ تمام لشکر کو زرہ پوش ہون

Marfat.com

دیا اور سب لڑائی کے لئے تیار ہوگئے یہ دوسری رات بھی تیاری میں خرچ ہوئی۔ جب تیسرا
ہوا یہ خبر پہنچی کہ عین الملک دریا سے عبور کر آیا ہے۔ بادشاہ کو یہ سنکر اندیشہ پیدا
اور سمجھا کہ وہ دریا کے پار باقی امیروں کے ساتھ خط کتابت کر کے آیا ہے۔ بادشاہ نے
دیا کہ ہر ایک مصاحب کو ایک گھوڑا دے دیا جاوے۔ میرے پاس بھی کچھ گھوڑے
بھے میرا ہمراہی ایک شخص میر میران کرمانی نام تھا یہ شخص بڑا بہادر شمار کیا جاتا تھا ایک
ڈا سبز رنگ کا میں نے اس کو دیا۔ جب وہ اس پر سوار ہوا تو گھوڑا بھاگ اٹھا اور اُس سے
کا۔ گھوڑے نے اُسکو نیچے گرا دیا اور وہ اسی وقت مر گیا۔ بادشاہ نے اُس روز چلنے
بہت جلدی کی اور عصر کے بعد وہ شہر قنوج میں پہنچ گیا۔ بادشاہ کو خوف تھا کہ کہیں
ن الملک اُس سے پہلے قنوج پر قبضہ نہ کرلے۔ اُس رات بادشاہ خود لشکروں کی ترتیب
بارہا۔ ہم اُس دن لشکر کے اگلے حصے میں تھے۔ بادشاہ کے چچا زاد بھائی ملک فیروز
ے ساتھی اور امیر غدا ابن مہنّا اور سید ناصر الدین اور اور خراسان کے امیر بھی ہمارے
تھ تھے۔ بادشاہ نے ہمکو اپنے خواص میں شامل کیا اور کہا کہ تم لوگ میرے ساتھ
د اور اسمیں خیر ہوئی کیونکہ عین الملک نے پچھلی رات کو لشکر کے اگلے حصے پر چھاپا
ا۔ وزیر خواجہ جہاں بھی اُس حصے میں شامل تھا اور لوگوں میں بڑا شور پڑا۔ بادشاہ
نے حکم دیا کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلے اور تلواروں سے لڑائی کی جائے۔ تمام
شکر نے تلواریں کھینچ لیں اور دشمن کی طرف بڑھے۔ لڑائی کا ہنگامہ خوب گرم ہوا۔ بادشاہ
نے اُس رات اپنی علامت دہلی اور غزنی مقرر کی تھی۔ جب ہمارے لشکر کا کوئی
وار دوسرے کو ملتا تھا تو دلی کا لفظ کہتا تھا۔ اگر دوسرے نے غزنی کا جواب دیا تو معلوم
وتا تھا کہ وہ ہمارے لشکر کا ہے ورنہ حکم تھا کہ اُس کو قتل کر دو۔ عین الملک کا ارادہ
جگہ چھاپا مارنے کا تھا جہاں بادشاہ کا ڈیرہ تھا لیکن اُس کے رہبر نے اُسکو دھوکا
دیا اور وہ وزیر کی جگہ پر آپڑا۔ عین الملک نے رہبر کو مار ڈالا۔ وزیر کے لشکر میں عجمی اور ترک

اور خراسانی بہت تھے اور چونکہ وہ ہندیوں کے دشمن تھے اِس لئے خوب جی توڑ کر لڑ
عین الملک کا لشکر پچاس ہزار کے قریب تہا۔ صبح ہوتے تک وہ کل کے کل بھاگ گ
ملک ابراہیم تاتاری جو ہنگی کر کے مشہور تھا اور سندیلہ کی طرف عین الملک کے ساتھ
عین الملک نے اُس کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ قطب الملک کا بیٹا داؤ داور ملک التجار
بیٹا جو بادشاہ کے گھوڑوں اور ہاتھیوں پر افسر تھے وہ بھی اُس سے مل گئے۔ اسی داؤد
عین الملک نے اپنا حاجب مقرر کیا تھا۔ جب عین الملک وزیر کے لشکر پر آپڑا تو داؤد
پکار پکار کر بادشاہ کو نہایت گندی گالیاں دے رہا تھا۔ بادشاہ سُنتا تھا اور داؤد کی آوا
کو پہچانتا تھا۔ جب عین الملک کے لشکر کو شکست ہوئی تو اُس نے اپنے نائب ابراہیم سے
کہا کہ اے ابراہیم اب تیری کیا رائے ہے اکثر لشکر اور بڑے بڑے بہادر سردار بھاگ
گئے اب تیری رائے ہو تو ہم بھاگ کر اپنی جان بچالیں۔ ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں سے
اپنی زبان میں کہا کہ جب عین الملک بھاگنے کا ارادہ کریگا تو میں اُس کی زلفیں پکڑ لوں گا
اور جس وقت میں اُس کی زلفیں پکڑوں تو تم اُس کے گھوڑے کے چابک مار کر اُس کو
نیچے گرا دینا اور پھر ہم اُس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے جائیں گے شاید بادشاہ میرا قصو
اس خدمت کے سبب معاف کر دے۔ جب عین الملک نے بھاگنے کا ارادہ کیا تو ابراہیم
نے کہا کہ سلطان علاء الدین کہاں جاتے ہو۔ عین الملک نے اپنا خطاب سلطان علاء الدین
رکھ لیا تھا۔ اور عین الملک کی زلفیں مضبوط پکڑ لیں اور اُس کے ساتھیوں نے عین الملک
کے گھوڑے کو چابک مار کر بھگا دیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ابراہیم نے اُسکو قابو میں کر لیا
اور جب وزیر کے ہمراہی اُسکو پکڑنے کو آئے اُن کو روکا کہ میں خود وزیر کے پاس
لے جاؤنگا۔ یا لڑ کر مر جاؤنگا لیکن کسی اور شخص کو اس کے ہاتھ نہیں لگانے دونگا۔ ا
عین الملک کو وزیر کے پاس لے گیا میں اُس وقت جبکہ صبح ہوگئی تھی۔ ہاتھیوں۔ اور
جھنڈوں کو جو سلطان کے سامنے پیش کئے جاتے تھے دیکھ رہا تھا۔ کسی عراقی

Marfat.com

مجھ سے کہا کہ عین الملک پکڑا گیا اور اسکو وزیر کے پاس لے آئے ہیں مجھے یقین نہ آیا۔ میں تھوڑی سی دور چلا تھا کہ ملک تیمور شربدار آیا اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا مبارک ہو عین الملک پکڑا گیا اور وزیر کے پاس ہے۔ یہ سنکر بادشاہ مع ہمارے، عین الملک کے کیمپ کی طرف گیا۔ لشکر نے اُس کے ڈیرے کو لوٹ لیا اور عین الملک کے بہت سے سپاہی دریا میں گھس گئے اور ڈوب گئے اور قطب الملک کا بیٹا اور ملک التجار کا بیٹا دونوں پکڑے گئے۔ بادشاہ نے اُسدن گھاٹ پر ڈیرہ کیا۔ اور جب وزیر عین الملک کو لیکر آیا تو وہ بیل پر سوار تھا اور بدن سے ننگا تھا۔ فقط ایک پرانے کپڑے کا لنگوٹ اُسکی شرمگاہ پر باندھا ہوا تھا اور اُسی کو گردن میں باندھ دیا تھا۔ وزیر نے عین الملک کو ڈیرہ کے دروازہ پر کھڑا کیا اور آپ بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے اُس کو شربت پینے کے لیئے دیا۔ امیروں کے لڑکے عین الملک کے پاس آتے تھے اور اُس کو گالیاں دیتے تھے اور اُس کے چہرے پر تھوکتے تھے اور اُس کے ہمراہیوں کو زدوکوب کرتے تھے۔ بادشاہ نے اُس کے پاس ملک کبیر کو بھیجا اور کہلا بھیجا کہ تو نے یہ کام کیا کیا لیکن اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو غریبوں جیسے کپڑے پہنائے جائیں اور پیروں میں چار بیڑیاں ڈالی جائیں اور اُس کے دونوں ہاتھ گردن پر باندھ کر وزیر کے سپرد کیا جائے تاکہ وزیر اُس کی حفاظت کرے۔ عین الملک کے بھائی دریا سے پار بھاگ گئے اور شہر اودھ میں پہنچکر اپنے بال بچوں کو اور دولت اور اسباب جس قدر اٹھا سکے اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے اپنے بھائی عین الملک کی عورت سے کہا کہ تو بھی اپنے بال بچوں کو لے کر ہمارے ساتھ چل اُس نے کہا کہ کیا میں ایک ہندو عورت سے بھی کم ہوں جو اپنے خاوند کیساتھ جل جاتی ہے اگر میرا خاوند مریگا تو مرونگی اگر زندہ رہیگا تو زندہ رہونگی بادشاہ کو اُس کے اس جواب کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوا اور بادشاہ کو اُس عورت پر رحم آگیا۔ ایک شخص سہیل نے عین الملک کے بھائی نصراللہ کو پکڑ لیا اور اُسکو قتل کر ڈالا

Marfat.com

اور اُس کے سر کو بادشاہ کے پاس لایا اور عین الملک کی عورت اور اُس کی بہن کو بھی ساتھ
لے آیا۔ بادشاہ نے ان کو بھی وزیر کے سپرد کیا اور اُن کے لیئے عین الملک کے خیمے کے
پاس ایک خیمہ لگا دیا۔ عین الملک اُن کے پاس آتا تھا اور اُن کے ساتھ بیٹھتا تھا اور پھر
قید خانہ میں چلا جاتا تھا۔ فتح کے روز عصر کے وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ بازاری اور
غلام اور کمینے لوگ جو ان کے ساتھ پکڑے گئے ہیں چھوڑ دئے جائیں۔ ملک ابراہیم بھنگی کو
بھی بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ سپہ سالار ملک بغرا نے کہا کہ اے اخوند عالم اُس کو
قتل کر دینا چاہیئے اس نے بھی بغاوت کی تھی۔ وزیر نے کہا کہ عین الملک کو گرفتار کرنے
سے اُسکا قصور معاف کر دیا گیا۔ بادشاہ نے بھی اُس کا قصور معاف کر دیا۔ اور حکم دیا
اپنی جاگیر میں چلا جائے۔ مغرب کے بعد بادشاہ چوبی برج میں بیٹھا اور عین الملک کے ہمراہیوں
میں سے باسٹھ بڑے بڑے آدمی اُس کے روبرو پیش کئے گئے اور ہاتھیوں کے سامنے
ڈالے گئے۔ بعضوں کو ہاتھیوں نے اپنے آہن پوش دانتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا
اور بعضوں کو اوپر اوچھال اوچھال کر مار ڈالا اور اُس وقت نوبت نقارے اور نفیری
بجائی جاتی تھیں۔ عین الملک کھڑا دیکھ رہا تھا اور اُن کے ٹکڑے اُس کی طرف پھینکے
جاتے تھے۔ پھر اُس کو اُس کے قید خانہ میں لے گئے۔ بادشاہ دریا کے کنارے آدمیوں
کی کثرت اور کشتیوں کی قلت کے سبب ٹھیرا رہا اور بادشاہی اسباب اور خزانہ
ہاتھیوں پر بار اُتارا گیا۔ اور کچھ ہاتھی بادشاہ کے خاص خاص امیروں میں تقسیم کئے گئے
کہ اپنا اسباب ہاتھیوں کی پشت پر دریا کے پار لے جائیں میرے پاس بھی ایک ہاتھی
بھیجا گیا تو میں نے اپنا اسباب اُس ہاتھی پر لاد کر دریا کے پار پہنچایا[۵] +

۵ لہ۔ دریائے گنگ۔ یہ دریا ریاست گڑھوال میں کوہ ہمالیہ سے نکلتا ہے اور پندرہ سو ستادن میل
بہ کر خلیج بنگالہ میں جا گرتا ہے۔ گنگوتری کی چوٹی جہاں سے ایک چشمہ بھاگیرتی نام نکلتا ہے سمندر سے
۱۳۰۰۰ فٹ بلند ہے۔ جب جانوی اور الک نندا بھاگیرتی کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں تو دریا کا
نام گنگا ہو جاتا ہے۔ دیو پریاگ میں یہ الک نندا بھاگیرتی سے ملتی ہے اور ہردوار میں پہاڑ سے

Marfat.com

نکلتی ہے اور پریاگ یعنی الہ آباد میں اُسمیں جمنا ملتی ہے الغرض یہ دریا منبع سے لے کر دہانہ تک متبرک سمجھا جاتا ہے۔ ویدوں کے زمانہ میں گنگا کے تقدس کا کچھ ذکر نہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ یہ رتبہ اُسکو دو ہزار برس کے اندر اندر حاصل کیا ہے۔ اگرچہ ہندوستان کے دریاؤں میں سے سندھ اور برہم پتر گنگا سے بھی لمبے ہیں لیکن جس قدر بڑا حصہ اس دریا کا میدان میں سے گذرتا ہے اور قابل تردد زمین کو فائدہ پہنچاتا ہے اُس قدر اور کوئی دریا نہیں پہنچاتا۔ سمندر میں داخل ہونے سے ۲۰۰ میل پہلے اس دریا کی بیشمار شاخیں ہوجاتی ہیں سب سے بڑی مشرقی شاخ کو میگنا کہتے ہیں اور مغربی کو ہوگلی ان دونوں کے درمیان اور بے شمار شاخیں ہیں۔ ہمالیہ اور وندھیاچل پہاڑوں کے درمیان کا تمام پانی اس دریا میں آتا ہے۔ ماہ مئی سے طغیانی شروع ہوتی ہے ستمبر میں طغیانی عروج پر ہوتی ہے اگرچہ اس دریا سے بڑے بڑے دریا دنیا میں ہیں لیکن جس قدر پانی اُس کے شکم میں گر کر سمندر میں داخل ہوتا ہے اس قدر پانی اور کسی دریا کے ذریعہ سے سمندر میں نہیں پہنچتا +

بداونی لکھتا ہے کہ جب ۷۳۸ھ میں بادشاہ دولت آباد اور دکن سے واپس آیا تو دیکھا کہ تمام ہندوستان میں نہایت سخت قحط ہے اور ملک ویران ہوگیا ہے۔ جب دہلی میں غلہ اور چارہ کی کمی ہوئی تو بادشاہ نے پہلے تو شہر کے غربا کو غلہ وغیرہ کی مدد دی لیکن جب قحط کی سختی زیادہ ہوگئی تو سب کو اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے پورب کے ملک میں چلا جائے "ہرکس کہ خواہد بجانب شرق و بہ ہند رفتہ ایام گرانی و تنگی را بگزارند۔ و بادشاہ مع لشکر خود بہ سرگدواری کہ در نواحی شمس آباد است رفت۔ فرشتہ لکھتا ہے "بادشاہ ہم از قحط لاعلاج شدہ از شہر برآمد و از پٹیالی و کمپیلہ (ضلع فرخ آباد میں ہیں) برلب آب گنگ اقامت نمودہ فرمود تا مردم آنجا چپرہا بستند و آں موضع را سرگدواری نامیدند از کڑہ و اودہ غلہ بدانجا میرسید و نسبت بشہر ارزانی حاصل شد۔ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ تین سال کے قریب سرگدواری میں رہا ہے۔ کیونکہ فرشتہ لکھتا ہے کہ جس عرصے میں بادشاہ سرگدواری میں رہا تو چار امیروں نے بغاوت کی (۱) نصرت خاں نے (۲) علی شاہ نے (۳) نظام مائن نے کڑہ میں اور (۴) عین الملک نے اودھ میں۔ بداونی نے ان چاروں بغاوتوں کے سال لکھے ہیں نظام مائن ۷۳۵ھ۔ نصرت خاں ۷۳۵ھ۔ علی شاہ ۷۴۲ھ و عین الملک ۷۴۱ھ ابن بطوطہ نے (فصل ۲ باب ۵ میں) صاف لکھا ہے کہ بادشاہ اڑھائی سال تک سرگدواری میں رہا۔ یہ بادشاہ ایک زبردست عالم اور معقول اور منقول سے واقف تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو ہندوؤں کے علوم سے بھی کچھ شوق تھا کیونکہ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ وہ اکثر جوگیوں کے ساتھ خلوت کیا کرتا تھا اور دولت آباد تک بھی دریائے گنگ کا پانی پیا کرتا تھا۔ اور اپنے کیمپ کا نام ہردوار کے وزن پر رکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو ہندوستان کی زبان اور علوم سے کچھ اُنس تھا۔ چونکہ یہ جگہ فقط عارضی چھاؤنی تھی اس لئے اب اس کا نام و نشان نہیں ہے شمس آباد کا شہر ضلع فرخ آباد میں ہے۔ سرگدواری میں جا کر ٹھیرنے کی تاریخ اور قحط کی تاریخ بھی جو

Marfat.com

بدادنی اور فرشتہ کے مطابق ۷۴۴ھ تا ۷۴۶ھ ہونی چاہیے صحیح معلوم نہیں ہوتی دیکھو حاشیہ نمبر فصل ۱۱۔ جہاں میں نے ثابت کیا ہے کہ ۷۳۹ھ و ۷۴۰ھ و ۷۴۱ھ میں بادشاہ سرگدواری میں تھا

۵۲۔ ظفرآباد۔ ابوالفضل کے وقت میں سرکار جونپور میں ایک محال تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ظفرخاں نے سلطان علاء الدین خلجی کے وقت میں آباد کیا تھا اُس وقت وہ حاکم نشین جگہ تھی۔

۵۳۔ کنبیل۔ سرکار قنوج میں ایک محال تھا۔ آئین اکبری۔ ابن بطوطہ کے لکھنے کے مطابق سرگدوارہ اُسی کے نواح میں واقع تھا اب یہ ایک گاؤں تحصیل قایم گنج ضلع فرخ آباد میں ہے۔ تین ہزار کے قریب آبادی ہے۔ کہتے ہیں کہ پانڈوں کی رانی دروپدی یہاں کے راجہ کی بیٹی تھی۔ اب تک وہاں ایک ٹیلے کو راجہ دروپد کا قلعہ بتلاتے ہیں۔ غیاث الدین بلبن کے وقت میں یہاں ڈاکوؤں کی جائے پناہ تھی اُسنے ڈاکوؤں کو نیست و نابود کر کے وہاں ایک قلعہ تیار کیا تھا اور اُس میں شاہی فوج رہتی تھی۔ مغلوں کے زمانہ میں اس شہر کا نام تاریخوں میں بہت کم آتا ہے۔ مترجم

۵۴۔ سندیلہ۔ یہ شہر ضلع ہردوئی ملک اودھ میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ لکھنؤ سے ۳۲ میل کے فاصلے پر شمال غرب کی طرف واقع ہے۔ شہر کی آبادی پندرہ سولہ ہزار کے قریب ہے۔ پان اور گھی کی تجارت کثرت سے ہوتی ہے۔

۵۵۔ اسجگہ بہت مشکل سوال پیدا ہوتا ہے۔ فرشتہ اور بدادنی سے جنھوں نے اغلبًا اپنی تحریر کو تاریخ الفی پر جو شہنشاہ اکبر بادشاہ غازی کے عہد میں سنہ وار مرتب کی گئی تھی مبنی کیا ہے دونوں نے اپنی تاریخوں کا سلسلہ اس طرح قایم کیا ہے۔

۷۳۴ھ میں سید جلال الدین احسن نے معبر میں بغاوت کی اور بادشاہ دہلی سے اُسکے فرو کرنیکے لئے چلا

۷۳۴ھ میں قحط شروع ہوا کیونکہ بادشاہ چند منزل گیا تھا کہ نرخ بڑھنا شروع ہوا۔

۷۳۴ھ میں جب بادشاہ دکہن میں گیا ہوا تھا کل چند گھکر اور امیر ہلاجوں نے لاہور میں بغاوت کی جنکو خواجہ جہان وزیر نے مغلوب کیا۔

۷۳۴ھ میں بادشاہ بیمار پڑکر دکہن سے گجرات میں واپس آیا اور وہاں سے شاہو افغان کی بغاوت کی خبر سُنکر واپس آیا تو دہلی میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔

" بادشاہ کی والدہ کا انتقال ہوا۔

" بادشاہ نے سرگدوارہ میں رہنا اختیار کیا کیونکہ دہلی میں غلہ اور چارہ نہ مل سکتا تھا۔

" حاجی سعید صرصری بادشاہ کے واسطے خلیفہ کا منشور لایا۔

۷۴۵ھ میں نظام الملک حاکم کڑہ نے بغاوت کی

۷۴۶ھ میں علی شاہ نے بیدر اور کلبرگہ میں بغاوت کی۔

۷۴۱ھ میں عین الملک کی بغاوت ہوئی۔

۷۴۱ھ میں امیران صدہ نے گجرات میں بغاوت شروع کی۔ بادشاہ گجرات میں گیا اور امیران صدہ

Marfat.com

کو دولت آباد سے طلب کیا انہوں نے بادشاہ کے ایلچیوں کو مار کر ایک پٹھان اسمٰعیل مخ کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ بادشاہ دولت آباد گیا۔ اور عماد الملک سرتیز کو بیدر میں بھیجا۔ امیران صدہ نے عماد الملک کو شکست دی اور مار ڈالا۔ امیران صدہ نے حسن کانگوی کو اپنا بادشاہ بنایا جو علاء الدین حسن بہمنی خاندان بہمنی دکھن کا پہلا بادشاہ ہوا۔

اس کے برخلاف ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں علاء الدین بہمنی کے سوا باقی ان تمام واقعات کا بہت مفصل ذکر کیا ہے گویا وہ چشم دید حالات لکھ رہا ہے۔ خصوصاً عین الملک کی بغاوت میں جس کا سال فرشتہ اور بدوانی دونوں ۷۴۲ھ بتلاتے ہیں وہ صاف صاف کہتا ہے کہ میں اس وقت بادشاہ کے ساتھ تھا اور اس کے بعد بادشاہ کے ساتھ بہرائچ میں سلطان مسعود سالار غازی کے مزار کی زیارت کو گیا۔ اور سرگدوارہ میں اپنا رہنا بیان کرتا ہے۔ اور قحط کا بھی مفصل حال لکھتا ہے کہ وہ اسوقت دہلی میں تھا اور چونکہ سلطان قطب الدین کے مقبرہ کے اوقاف اسکی تحویل میں تھے وہ غریبوں کو کھانا تقسیم کیا کرتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لکھتا ہے کہ ماہ جمادی الاول میں (سنہ نہیں لکھا) بادشاہ معبر کی طرف سید جلال الدین احسن کی بغاوت رفع کرنے کے لیے چلا گیا اور اسکو دہلی میں سلطان قطب الدین کے مقبرہ کے انتظام کے لیے چھوڑ گیا۔ اڑھائی سال کے بعد بادشاہ دہلی سے واپس چلا آیا۔ اور دریائے گنگ پر اڑھائی سال تک (دیکھو فصل ۲۵ باب) سرگدواری میں مقیم تو وہ بھی بادشاہ کے کیمپ میں چلا گیا اور وہاں عین الملک کی بغاوت کے وقت موجود تھا اور عین الملک کے پکڑے جانے کے وقت بھی موجود تھا اور بادشاہ کے ساتھ دہلی میں واپس آیا اور پھر کچھ مدت کے بعد جب بادشاہ سندھ کے ملک میں گیا تو اس نے ملازمت چھوڑ دی۔ بادشاہ نے اسی جمادی الثانی ۷۴۲ھ بمقام سیہوان واقعہ سندھ میں طلب کیا۔ اور اس کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا لیکن اس نے حج پر جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر ۹ رجب ۷۴۲ھ کو اسے بادشاہ نے طلب کر کے کہا کہ میں تجھے چین میں بطور سفیر کے بھیجنا چاہتا ہوں اور جب سفارت کا سامان مہیا ہو چکا تو ۱۷ صفر ۷۴۳ھ میں وہ چین کی سفارت پر دہلی سے روانہ ہوا۔ اور گندھار کے بندر سے جہاز میں بیٹھ کر کالی کٹ واقع مالابار میں پہنچا اور چین کے جہازوں پر سوار ہوا جہاز ٹوٹ گئے اور کل شاہی اسباب سامان سفارت غرق ہو گیا۔ وہ تنہا ساحل پر رہ گیا۔ بادشاہ کے خوف سے واپس دہلی نہ آیا اور جزائر مالدیپ کو چلا گیا۔ دو سال وہاں ٹھیر کر ربیع الثانی ۷۴۵ھ میں وہاں سے رخصت ہو کر سیلان میں گیا اور بابا آدم کے قدم کی زیارت کر کے معبر میں آیا۔ وہاں اسوقت غیاث الدین افغانی بادشاہ تھا اور اس سے پہلے بغاوت کے پانچ سال تک اس کا خسر جلال الدین احسن اور اس کے بعد اس کا ایک امیر علاء الدین دو سال تک اور اس کے بعد قطب الدین چالیس دن تک بادشاہ رہ چکے تھے (یعنی اس وقت سلطان جلال الدین احسن کی بغاوت کو سات سال ہو چکے تھے) وہاں سے ابن بطوطہ

Marfat.com

کہتا ہے کہ وہ مالدیپ میں پھر گیا اور وہاں سے بنگالہ اور وہاں سے سماترا اور جاوا دیکھتا ہوا چین میں پہنچا۔ اور وہاں سے واپس ہو کر کالی کٹ آیا۔ محرم ۷۴۸ھ میں ظفار واقع عرب میں پہنچ گیا +

اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یا تو تاریخی واقعات کے جو سال بدایونی اور فرشتہ میں لکھے ہیں اور جن کی تفصیل میں اوپر لکھ آیا ہوں غلط ہیں اور یا ابن بطوطہ نے سُنے سنائے حال بطور چشم دید کے لکھ دیئے ہیں؟

ابن بطوطہ ان واقعات کا اس ترتیب سے ذکر کرتا ہے:۔

(۱) جلال الدین احسن کی معبر میں بغاوت اور بادشاہ کا تلنگانہ کی طرف سے چلنا اور ابن بطوطہ کو دہلی میں چھوڑ جانا۔

(۲) بادشاہ کی غیبت میں کل چند گھکرا و امیر ہلاجوں کی بغاوت

(۳) بادشاہ کے لشکر میں بیدر میں وبا پڑنا اور دولت آباد کو واپس آنا اور بستی میں اسکی وفات کی خبر مشہور ہو جانا۔

(۴) یہ شنکر ملک ہوشنگ کا دولت آباد میں باغی ہو جانا۔ اور نصرت خاں کا بیدر میں باغی ہونا اور دہلی میں سید ابراہیم بن سید جلال الدین احسن کا سرسہ میں بغاوت کا ارادہ کرنا۔

(۵) قحط۔

(۶) بادشاہ کا قحط کے سبب سے سرگدواری میں جا کر قیام کرنا۔ ابن بطوطہ کا بھی بادشاہ کے کیمپ میں چلا جانا۔

(۷) عین الملک کی بغاوت اور اس کا مغلوب ہو کر اسیر ہونا اور بادشاہ کا بہرائچ جانا۔

(۸) بادشاہ کا دہلی میں واپس آنا اور علی شاہ کی بغاوت گلبرگہ میں۔

(۹) شاہو افغان کی بغاوت اور بادشاہ کا افغانوں پر ناراض ہونا اور ملک مقبل نائب گجرات کو لکھنا کہ اس نواح میں سب افغانوں کو قید کرے۔

(۱۰) قاضی جلال الافغان کی بغاوت اور اس کا ملک مقبل اور عزیز خمار کو شکست دینا اور شیخ الشیوخ رکن الدین کو جو خلیفہ کا جاب لے کر جاتا تھا لوٹنا

(۱۱) ابن ملک مل کا دولت آباد میں افغانوں کی مدد سے بغاوت کرنا اور ابن ملک مل کا ناصر الدین کا خطاب اختیار کرنا اور بادشاہ بن جانا

(۱۲) بادشاہ کا اس بغاوت کے رفع کرنے کے لیے کھمبایت اور دولت آباد کی طرف جانا اور قاضی جلال اور ناصر الدین کا قلعہ دولت آباد میں محصور ہونا۔

یعنی ابن بطوطہ کے مطابق یہ سب واقعات صفر ۷۴۳ھ یا ۷۴۴ھ ہجری کے اخیر تک کے ہیں دولت آباد کے محاصرے کا ذکر کر کے وہ کہتا ہے مجھے خبر نہیں پھر کیا ہوا۔

سب سے معتبر سند اس بارہ میں ضیاء الدین برنی کی تاریخ ہو سکتی تھی جس نے اپنی تاریخ سلطان

Marfat.com

محمد تغلق کے مرنے کے تھوڑی مدت کے بعد لکھی اور جو اس وقت بادشاہی ملازمت میں تھا لیکن بدقسمتی سے اس مورخ نے کسی واقعہ کا سنہ نہیں لکھا۔ فقط ملک عزیز خمار اور ملک مقبل کی شکست کا سال جو انہوں نے گجرات کے امیران صدہ یعنی قاضی جلال وغیرہ سے پائی تھی رمضان ۷۴۵ھ لکھا ہے یہ تاریخ ضرور صحیح ہے اور اس لیے یہ کہنا چاہئے کہ امیران صدہ گجرات کی لڑائی کا حال ابن بطوطہ نے مالدیپ سے واپس آنے کے بعد معبر میں سنا ہوگا جہاں وہ ۷۴۵ھ کے وسط میں تھا۔ لیکن اس واقعہ کے سوا باقی واقعات یعنی شاہو افغان کی بغاوت تک سب ابن بطوطہ کے سامنے ہوئے ہیں اور چونکہ رجب ۷۴۲ھ میں بادشاہ سندھ (سیہواں) میں تھا تو یہ موقع ضرور وہ تھا جب شاہو افغان کی بغاوت کے فرو کرنے کے لیئے بادشاہ ملتان گیا تھا۔

برنی لکھتا ہے کہ سرگدواری سے آکر بادشاہ تین چار سال دہلی میں رہا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بادشاہ کو پورے چار سال گجرات اور دولت آباد اور طغی کی بغاوتوں کے فرو کرنے میں لگے اگر عین الملک کی بغاوت کو بقول فرشتہ و بداونی ۷۴۱ھ میں سمجھیں تو بادشاہ کی وفات تک جو محرم ۷۵۲ھ میں ہوئی فقط چار سال باقی بچتے ہیں اور اسلئے عین الملک کی بغاوت کی تاریخ برنی کے بیان کے حساب سے بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔ دوسری جگہ برنی لکھتا ہے کہ سرگدواری سے آنے کے بعد بادشاہ نے اپنا نام سکے سے نکال کر خلیفہ کا نام لکھنا شروع کیا۔ مسٹر ایڈورڈ طاس نے جو سکے جمع کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا سکہ اس قسم کا جس میں بادشاہ کا نام نہیں ہے اور بجائے اس کے خلیفہ کا ہے ۷۴۱ھ کا ہے اور اس لئے معلوم ہوا کہ ۷۴۱ھ میں بادشاہ سرگدواری سے واپس آگیا تھا اور اس حساب سے عین الملک کی بغاوت ۷۴۰ھ یا ۷۴۱ھ میں ہوئی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۷۴۱ھ میں بادشاہ سرگدواری سے واپس چلا آیا۔

ایک اور جگہ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ فخرا نے قدر خاں حاکم لکھنوتی کو مار ڈالا اور لکھنوتی اور ساتگام اور سنارگاؤں پر قبضہ کر لیا اور یہ کل علاقہ بادشاہ کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اسیوقت میں بادشاہ نے ڈلمؤ اور قنوج کی طرف کوچ کیا اور وہاں کی باغی رعیت کو خوب سزا دی۔ جب بادشاہ قنوج میں یہ انتظام کر رہا تھا تو سید حسن نے معبر میں بغاوت کی۔ فخرا کی بغاوت اور خود سر ہو جانے کی تاریخ بداونی نے ۷۳۹ھ لکھی ہے لیکن یہ سنہ بداونی نے پھر غلط لکھا ہے کیونکہ مسٹر ایڈورڈ طامس نے جو سکے فخر الدین کے جمع کئے ہیں ان میں سے سب سے پہلا سکہ ۷۳۷ھ کا ہے۔ جس کے ایک طرح پر "السلطان الاعظم فخر الدنیا والدین ابو المظفر مبارک شاہ السلطان" اور دوسرے رخ پر "یمین خلیفۃ اللہ ناصر امیر المومنین" اور حاشیہ پر "ضرب ہذہ السکہ بحضرۃ جلال سنارگاؤں سبع وثلثین سبع مائۃ" درج ہے۔ اس بیرونی شہادت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بداونی اور فرشتہ کی تاریخیں غلط ہیں اور معبر کی بغاوت ۷۳۴ھ میں ہوئی اور حساب سے ابن بطوطہ کے کل سنہ اور واقعات کی ترتیب درست ثابت ہوتی ہے۔ اگر معبر کی بغاوت کا جمادی الاول ۷۳۴ھ قرار دیں تو بادشاہ کا دکن سے

واپس آنا ۷۳۶ھ میں ہوگا اور ۷۳۹ھ و ۷۴۰ھ و ۷۴۱ھ میں بادشاہ کا سرگدواری میں رہنا ثابت ہوتا ہے۔ اِس حساب سے عین الملک کی بغاوت ۷۴۱ھ میں سمجھنی چاہیئے اور شاہو افغان کی ۷۴۲ھ میں۔ اور چونکہ قحط کا ہونا فرشتہ کے نزدیک دو دفعہ تین تین سال تک اور تاریخ مبارک شاہی کے مطابق برابر سات سال تک ہونا ثابت ہے اِس لیے اول قحط گویا ۷۳۶ھ سے لے کر ۷۴۱ھ تک ہونا چاہیئے ایک اور شہادت ہے کہ بادشاہ ۷۳۸ھ میں دولت آباد گیا تھا جیسا کہ برنی نے لکھا ہے نہ کہ ۷۲۷ھ میں اور وہ یہ ہے کہ بدرالدین چاچی نے اس واقعہ کی تعریب میں ایک قصیدہ لکھا ہے ؎ بسال دولت ؎ بود غرہ شعبان کہ سوئے مملکت دیوگیر شد فرماں اس قصیدہ کی سرخی ہے "کیفیت رفتن بقلعہ دیوگیر واہل ساختن بادشاہ آں بقعہ را دولت آباد" کے عدد ابجد کے حساب سے ۷۳۸ھ ہوتے ہیں۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ جب بادشاہ پہنچا تو امیران صدہ نے یہ صلاح کی کہ وہ پراگندہ ہو جائیں اور اسمٰعیل مخ دھارا گڑھ کے قلعہ میں بیٹھ جائے۔ جب بادشاہ چلا جائیگا تو اپنا کام شروع کرینگے یہ حال دیکھ کر بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک فتحنامہ دہلی میں منبر پر پڑھا جائے اور خوشی کی جائے۔ میری رائے میں اس قدر ثبوت اس امر کے ثابت کرنے کے لیئے کہ براونی اور فرشتہ کے سال غلط ہیں اور ابن بطوطہ کا بیان صحیح ہے کافی ہے لیکن اگر کہیں سید جلال الدین حسن شاہ سلطان معبر کا سب سے پہلا سکہ دستیاب ہو جائے تو وہ قطعی ثبوت سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر برنی اور ابن بطوطہ کے سال مقابلہ کرنے سے یہ ضرور معلوم ہوگا کہ شاہو افغان کی بغاوت ابن بطوطہ کے دہلی سے روانہ ہونے سے پہلے کے ہیں اور نمبر ۱۰ و نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ اس کے چین جانے سے پہلے اور مالدیپ آنے کے بعد سُنے ہیں +

فصل (۱۲) بہرائچ سفر

پھر بادشاہ نے بہرائچ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ یہ ایک خوبصورت شہر دریا سرجو کے کنارے واقع ہے سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے۔ بادشاہ شیخ سالار مسعود کی قبر کی زیارت کے لیئے دریا پار گیا۔ شیخ سالار نے اس نواح کے اکثر ملک فتح کئے تھے اور ان کی بابت عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں لوگوں کے دریا سے پار ہونے کے وقت بڑی بھیڑ ہوئی چنانچہ ایک بڑی کشتی جس میں تین سو آدمی تھے ڈوب گئی اور ان میں سے ایک عرب جو امیر غدا کا ہمراہی تھا بچ گیا۔ ہم ایک چھوٹی کشتی میں تھے اس سبب سے اللہ نے ہمیں بچا لیا۔ اس عرب کا نام جو ڈوبنے سے بچ گیا تھا سالم

اور یہ ایک عجیب اتفاق تھا۔ اُس کا ارادہ تھا کہ ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھے لیکن ہماری کشتی ذرا آگے بڑھ آئی تھی اِس سبب سے وہ بڑی کشتی میں بیٹھ گیا تھا جو ڈوب گئی۔ جب وہ دریا سے نکلا تو لوگوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری کشتی میں تھا اِس لئے ہمارے ساتھیوں میں شور مچ گیا سب لوگوں نے خیال کیا کہ ہم بھی ڈوب گئے لیکن جب انہوں نے ہمیں صحیح وسالم دیکھا تو ہم کو مبارکباد دی۔ پھر ہم نے شیخ سالار کی قبر کی زیارت کی۔ ان کا مزار ایک برج میں ہے لیکن میں اژدحام کے سبب سے اُس کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ پھر اس نواح میں ہم بانس کے جنگل میں داخل ہوئے تو ہم نے گینڈا دیکھا لوگوں نے اُس کو مارا اور اُس کا سر لائے وہ ہاتھی سے چھوٹا تھا لیکن سر اُس کا چند در چند ہاتھی کے سر سے بڑا تھا۔ جب بادشاہ نے عین الملک[۴] پر فتحیابی تو اڑھائی برس کے بعد دار الخلافہ میں آیا۔ عین الملک کا قصور معاف کیا گیا اور نصرت خاں کو بھی جس نے تلنگانہ کے ملک میں بغاوت کی تھی معاف کر دیا گیا اور بادشاہ نے اُن دونوں کو اپنے باغوں کا ناظر مقرر کر دیا۔ اور اُن کو خلعت اور سواری عطا ہوئی اور آٹا اور گوشت یومیہ اُن کے واسطے سرکاری گودام سے مقرر ہوا +

[۱] - بہرائچ - ابوالفضل لکھتا ہے کہ یہ شہر دریائے سرجو کے کنارے بنا ہے۔ شہر بہت بڑا ہے نواح دلکشا ہے اور باغات بکثرت ہیں۔ سالار مسعود اور سالار رجب (فیروز شاہ کے باپ) کے اسجگہ مزار ہیں۔ فی الحال ملک اودھ میں یہ شہر ایک ضلع کا صدر مقام ہے۔ آبادی چوبیس ہزار کے قریب ہے۔ دریائے گھگر کے کنارے پر واقع ہے +

[۲] - سرجو - یہ دریا نیپال کے پہاڑ سے نکل کر اور ۷۰ میل بہ کر آج کل کٹائی گھاٹ کے قریب دریائے گھاگرا میں جا ملتا ہے۔ سو برس پہلے یہ دریا گونڈا کے ضلع میں سے ہو کر بہتا تھا اور آگے جا کر گھاگرا میں گرتا تھا۔ ایک یوروپین سوداگر نے جو پہاڑ سے کاٹ لایا کرتا تھا اُس کو کاٹ کے جلدی پہنچانے کے لیئے اس رستے پر ڈال دیا۔ لیکن عہد اسلام کی تاریخوں میں سرجو بجائے گھاگرا کے استعمال کیا گیا ہے +

[۳] ابن بطوطہ کی مراد یقیناً سلطان مسعود سالار غازی سے ہے جن کا مزار بہرائچ واقع ملک اودھ میں ہے مشہور ہے کہ آپ سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے۔ ایک شخص عبد الرحیم چشتی نے جہانگیر بادشاہ

Marfat.com

کے زمانہ میں ایک تاریخ مرأۃ مسعودی تصنیف کی ہے اُس نے آپ کے باپ کا نام ملک ساہو اور ماں کا نام ستر معلے لکھا ہے اور سال ولادت ۴۰۵ھ اور جائے ولادت اجمیر اور سال وفات ۴۲۴ھ لکھا ہے۔ لیکن یہ کتاب ایک قصہ معلوم ہوتا ہے اُس کے مستند تاریخ ہونے میں بہت کلام ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کچھ تو سنی سنائی باتیں کچھ دل سے بنا کر تاریخی واقعات کے ساتھ ملا کر ایک معجون بنا دیا ہے۔ ابو الفضل نے سالار مسعود کی بابت یہ لکھا ہے کہ "خویشاوند سلطان محمود غزنوی ست"۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ "از اقارب سلطان محمود غزنوی بودہ کہ در عہد اولاد سلطان محمود غزنوی در ۵۵۵ھ بدست کفار مقتول گردید"۔ داراشکوہ نے شیخ عبدالحق کے حوالہ سے اپنی کتاب سفینۃ الاولیا میں یہ لکھا ہے کہ از سرداران و غازیان لشکر سلطان محمود غزنوی اند و در اوائل اسلام در ہندوستان فتوحات بسیار نمودہ اند و بدرجہ شہادت رسید۔ شہادت ایشاں در چہار صد و نوزدہ ہجری بودہ"۔ لیکن شیخ کی کتاب اخبار الاخیار میں مجھے کہیں سالار مسعود کا حال نہیں ملا میری رائے میں فرشتہ کی تحریر درست ہے، کہ وہ سلطان محمود کی اولاد میں سے کسی کے عہد میں ہندوستان میں آئے تھے لیکن فرشتہ نے جو سال لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ۵۵۵ھ میں سلاطین غزنی کی میں اسقدر طاقت نہیں رہی تھی کہ وہ ہندوستان میں اتنی دور لشکر بھیجتے یہ زمانہ غالباً بہرام کا تھا دیکھو باب فصل ۳۔ بیانہ۔ جیٹھ کے مہینے میں جو پہلا اتوار ہوتا ہے اُس روز ہر شہر سے سالار غازی کے جھنڈے اور علم چلتے ہیں اور اُن کے مزار پر ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہندو مسلمان جمع ہو جاتے ہیں۔ مصنف طبقات اکبری لکھتا ہے کہ شہنشاہ اکبر ذکر کرتے تھے کہ ایک دن میں اکبر آباد میں شاہ سالار غازی کی چھڑیاں دیکھنے گیا۔ ایک شخص نے مجھے پہچان کر دوسرے سے کہا کہ بادشاہ جاتا ہے۔ میں نے فوراً اپنی آنکھوں کے کوئے باہر نکال لیے اور کچھ بُرا سا مُنہ بنا لیا۔ جب دوسرا شخص مجھے دیکھ کر تو کہنے لگا کہ بادشاہ کی ایسی آنکھیں نہیں ہیں۔ مصباح التواریخ کا مصنف مرأۃ مسعودی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ سالار مسعود محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اور یہ بھی لکھتا ہے کہ محمد بن حنفیہ بن علی کے دو بیٹے تھے عبدالفتاح اور عبدالمنان۔ خواجہ احمد یسوی پیر ترکستان عبدالفتاح کی اولاد سے ہیں اور سالار مسعود غازی عبدالمنان کی اولاد سے۔ لیکن ابن قتیبہ نے محمد بن حنفیہ کے بیٹوں کے یہ نام لکھے ہیں۔ حسن۔ عبداللہ۔ ابو ہاشم۔ جعفر۔ حمزہ۔ علی۔ جعفر اصغر۔ عون۔ اور مصنف عمدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ سوا جعفر بن محمد اور علی بن محمد کے محمد بن حنفیہ کے اور کسی بیٹے کی اولاد موجود نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ سالار مسعود علوی ہوں لیکن محمد بن حنفیہ کے بیٹوں کے یہ دو نام گھڑے ہوئے ہیں۔

[۲] فرشتہ نے لکھا ہے "سلطان فرمود کہ در ذات عین الملک ہیچ شرارت نیست۔ مردم او را بریں داشتہ اند۔ پس او را پیش طلبیدہ اسپ و خلعت دادہ عملہائے بزرگ حوالہ نمود"۔ ابن بطوطہ نے بغاوت کی وجہ نہیں لکھی لیکن بدادنی لکھتا ہے کہ بادشاہ عین الملک کی لیاقت سے جو اس نے بادشاہ

کہ آپ کو اس قدر عرصہ تک غلہ اور چارہ پہنچانے میں ظاہر کی تھی بہت خوش ہوا اور چونکہ دولت آباد اور دکن کی طرف شورش بھی ہوئی تھی اسلئے ارادہ ظاہر کیا کہ اپنے اُستاد قتلغ خاں کو وہاں سے طلب کرکے عین الملک کو دکن میں بھیج دے۔ عین الملک کو کچھ شبہ ہوگیا اور وہ بادشاہ کے کیمپ سے بھاگ پڑا۔ یہ بغاوت ۷۴۱ھ میں ہوئی تھی اس عین الملک کا نام اصل میں عین ماہرو تھا۔ وہ ہندوستان کے کسی ملا کا بیٹا تھا شمس سراج عفیف نے لکھا ہے کہ کتاب عین الملوکی اُس کی تصنیف سے ہے۔ فیروز شاہ نے اُس کی لیاقت کی یہاں تک قدر دانی کی کہ اسکو شرف الممالک کا خطاب دیکر وزیر خواجہ جہان کا نائب مقرر کیا لیکن وزیر کی اور اوسکی بن نہ سکی تو بادشاہ نے اُسکو ملتان اور بھکر اور سیوستان کا صوبہ دار مقرر کرکے بھیج دیا۔ اُس نے بادشاہ سے وعدہ لیا کہ وہ اپنے علاقہ کا حساب براہ راست بادشاہ کو دیگا۔ وزیر خواجہ جہان سے اُس کا کچھ تعلق نہوگا یہ دیکھ کر اور امیروں کو فکر پڑی اور انہوں نے مشورہ کیا کہ خان جہاں کی خاطر سے بادشاہ نے جب ایسے لایق اہلکار کو اُس کے کام سے علیحدہ کر دیا تو تمھارا کیا ذکر ہے۔ انہوں نے خان جہان کی طرف سے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیے بادشاہ کو بھی شبہ پڑ گیا۔ ابھی عین الملک ایک ہی منزل گیا تھا بادشاہ نے اوسکو واپس بلا بھیجا اور خاں جہاں کے بارہ میں اُس سے مشورہ طلب کیا۔ اُس نے ایمانداری سے اپنے بعض رقیبوں کو علیٰحدہ کرکے بادشاہ کے سامنے خاں جہاں کی وفاداری اور ایمانداری کی تصدیق کی اور کہا کہ اسکو علیٰحدہ نہیں کرنا چاہیئے یہ بات خاں جہاں کو بھی معلوم ہوئی اُس نے عین الملک سے معافی طلب کی اور اوس کو اپنے گھر لے جانا چاہا۔ لیکن عین الملک نے انکار کیا اور یہ کہا کہ میں نے جو سچ بولا ہے وہ تمھارے واسطے نہیں بولا بلکہ اپنے بادشاہ اور اوس کے خاندان کی بھلائی کی غرض سے کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اسی لایق تھا کہ سلطان محمد تغلق جیسے خونخوار بادشاہ نے بغاوت اور لڑائی کے بعد اسکو پھر اپنے عہدہ پر قایم کر دیا۔

فصل (۱۳)۔ بادشاہ کا دار الخلافہ میں واپس آنا اور علی شاہ بہرہ کی بغاوت

پھر یہ خبر پہنچی کہ قتلغ خاں کا ایک ہمراہی علی شاہ کر (یعنی بہرہ) بادشاہ سے باغی ہوگیا یہ شخص بڑا خوبصورت۔ اور بہادر اور اچھی خصلت کا آدمی تھا۔ اُس نے بدرکوٹ پر قبضہ کر لیا اور اوس کو اپنے ملک کا دار الخلافہ مقرر کیا۔ بادشاہ نے اپنے اُستاد کو حکم دیا کہ اُس سے لڑنے جائے۔ قتلغ خاں نے ایک بڑا لشکر اپنے ہمراہ لیا اور بدرکوٹ کا محاصرہ کیا۔ اور بُرجوں پر سرنگ لگائی۔ جب علی شاہ بہت تنگ ہوا تو اُس نے اماں طلب کی۔

Marfat.com

نے اُس کو امان دے دی اور بادشاہ کے پاس قید کرکے بھیجدیا۔ بادشاہ نے اُس کا قصور معاف کر دیا اور اُس کو شہر غزنی کی طرف جلاوطن کر دیا۔ وہاں وہ کچھ مدت تک رہا پھر اُسے وطن میں آنے کا شوق ہوا اور جب اُسکی قضا آگئی تو اوس نے واپسی کا ارادہ کیا۔ سندھ کے ملک میں اُس کو پکڑ لیا اور بادشاہ کے پاس لائے۔ بادشاہ نے کہا کہ تو میرے ملک میں پھر فساد کرنے کے لیے آیا ہے اور حکم دیا کہ اُس کو مار دیا جائے ۞

فصل (۱۴) امیر بخت کا بھاگ جانا اور پکڑا جانا

بادشاہ امیر بخت شرف الملک پر خفا ہوا۔ یہ شخص اُن لوگوں میں سے تھا جو ہمارے ساتھ بادشاہ کے پاس آئے تھے۔ بادشاہ نے اُسکا مرتبہ چہل ہزاری سے ایک ہزاری کر دیا اور اُسکو وزیر کے پاس دلی میں بھیجدیا۔ اتفاق سے امیر عبداللہ ہراتی وباسے تلنگانہ میں مرگیا اُس کا مال اُس کے ہمراہیوں کے پاس دلی میں تھا اونہوں نے امیر بخت کے ساتھ بھاگنے کی سازش کی۔ جب وزیر دلی سے بادشاہ کے استقبال کے لیے نکلا تو یہ لوگ امیر بخت کے ساتھ بھاگ گئے اور چالیس دن کا راستہ سات دن میں طے کرکے سندھ کے ملک میں پہنچے۔ اُن کے پاس بہت عمدہ گھوڑے تھے انہوں نے ارادہ کیا کہ نہر سندھ سے تیر کر عبور کر جاویں۔ امیر بخت اور اُس کا بیٹا اور وہ لوگ جو اچھی طرح تیرنا نہیں جانتے تھے انہوں نے نرسل کے ٹوکرے میں جو اسی غرض کے لیے بنائے جاتے ہیں پار ہونے کا ارادہ کیا اور اُنہوں نے ریشم کی رسیاں اس غرض کے واسطے تیار کر لی تھیں۔ جب وہ دریا پر پہنچے تو تیر کر عبور کرنے سے ڈر گئے اور اُنہوں نے دو شخص جلال الدین حاکم اوج کے پاس بھیجے۔ اُن دونوں نے جاکر جلال الدین سے کہا کہ بعض سوداگر دریا کو عبور کرنا چاہتے ہیں اور اُنہوں نے یہ زین تیرے پاس بطور نذر کے بھیجا ہے تاکہ اُن کو عبور کرنے کی اجازت دے دی جائے امیر نے فوراً پہچان لیا کہ ایسا زین تاجروں کے پاس نہیں ہوسکتا اور اُسنے حکم دیا کہ

Marfat.com

ان دونوں شخصوں کو پکڑلو۔ اُن میں سے ایک شخص بھاگ کر شرف الملک کے پاس آیا
وہ تکان اور پے درپے جاگنے کے سبب سے سوگئے تھے۔ اُس نے اُن کو خبر کی اور وہ فوراً
سوار ہوگئے اور بھاگ اٹھے جلال الدین نے حکم دیا کہ جو شخص پکڑا گیا ہے اُسکو خوب
زدوکوب کیا جاوے چنانچہ اُس نے شرف الملک کا حال بتا دیا۔ جلال الدین نے
اپنے نائب کو حکم دیا کہ وہ لشکر کے ساتھ شرف الملک اور اُس کے ہمراہیوں کیطرف
جائے جب وہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ سوار ہوگئے اور ڈر کر بھاگ گئے لیکن وہ
اُن کے سُراغ پر چلا گیا اور اُن کو جا لیا۔ لشکر نے تیر برسانے شروع کئے اور شرف الملک
کے بیٹے طاہر کے بازو پر نائب کا تیر لگ گیا اور نائب نے اسکو پہچان کر پکڑ لیا۔ وہ
سب جلال الدین کے سامنے لائے گئے اور اُس نے اُن کے پاؤں میں بیڑیاں
ڈال دیں اور اُن کے ہاتھ باندھ دیئے اور وزیر کی طرف لکھا کہ اُنکا کیا جائے
وزیر نے حکم دیا کہ اُن کو دارالخلافہ کی طرف بھیجدیا جاوے جلال الدین نے اُنکو دارالخلافہ کی
طرف بھیجدیا اور وہ وہاں قید کر دیئے گئے۔ طاہر قید میں مر گیا۔ اُسکے بعد بادشاہ نے حکم دیا
کہ شرف الملک کو سو دُرّے ہر روز مارے جائیں۔ وہ اُس مار پر بھی زندہ رہا۔ پھر بادشاہ
نے اُسکی خطا معاف کردی اور اُسکو امیر نظام الدین کے ساتھ چندیری کی طرف بھیجا
پھر اُس کی حالت ایسی ابتر ہوگئی کہ اُس کے پاس سواری کیواسطے گھوڑا بھی نہ رہا اور وہ
بیل پر سوار ہوتا تھا۔ مدت تک یہی حال رہا۔ پھر امیر نظام الدین نے بادشاہ کے پاس
کچھ آدمی بھیجے اور وہ بھی اُن کے ساتھ تھا۔ بادشاہ نے اُسکو اپنا چاشنی گیر مقرر کیا۔
اس عہدہ دار کا کام ہوتا تھا کہ وہ گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے بادشاہ کے دسترخوان
پر رکھتا جاتا تھا اور کھانا لے کر بادشاہ کے حضور میں جاتا تھا۔ پھر بادشاہ نے اُس پر
مہربانی کی اور اُس کا رتبہ یہاں تک بڑھایا کہ جب وہ بیمار ہوا تو بادشاہ اُس کی عیادت
کے لیے گیا اور اُس کے برابر سونا تول کر اُسکو دے دیا۔ ہم نے یہ حکایت پہلی جلد میں

Marfat.com

بیان کی ہے پھر اسکی شادی اپنی بہن سے کر دی اور اُسکو چندیری کا حاکم مقرر کر دیا جس جگہ وہ پہلے امیر نظام الدین کی ملازمت میں بیل پر سوار ہوا کرتا تھا۔ خدا بڑا مقلب القلوب ہے کچھ سے کچھ کر دیتا ہے +

فصل (۱۵) ۔ شاہ افغان کی بغاوت

شاہ[51] افغان نے ملتان کے ملک میں بغاوت کی اور وہاں کے امیر بہزاد کو مار ڈالا اور خود سلطنت کا دعوے کیا۔ بادشاہ نے اُس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن وہ بھاگ کر اپنی قوم کے پٹھانوں میں جو دشوار گذار پہاڑوں میں رہتے ہیں چلا گیا۔ بادشاہ کو نہایت غصہ آیا اور اُس نے اپنے اہلکاروں کو لکھا کہ اُس کے ملک میں جس جگہ کوئی پٹھان ہو پکڑ لیا جاوے اور یہی قاضی جلال الدین کی بغاوت کا سبب ہوا +

[51] بداؤنی اور فرشتہ نے اُسکا نام شاہو افغان لکھا ہے۔ فرشتہ نے اِس بغاوت کا وقت وہ لکھا ہے جب بادشاہ سنہ ۷۴۴ھ میں دکن سے واپس آتا ہوا گجرات میں بیمار تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ بادشاہ یہ خبر سُنکر ٹین (دیو) سے پالکی میں سوار ہو کر بیماری کی حالت میں چلا آیا۔ ابن بطوطہ نے اِس بغاوت کو سب سے آخر لکھا ہے اور اِس بغاوت کو سب پٹھانوں سے ناراض ہونے کی وجہ قرار دے کر گجرات اور دکھن کے امیران صدی سے بدظن ہونے کی وجہ قرار دیا ہے کیونکہ یہ لوگ اکثر افغان تھے افغانو پر سختی کرنے کے سبب سے گجرات میں اُن امیروں کی بغاوت عام ہوگئی۔ رفتہ رفتہ دکھن میں پہنچکر حسن کانکوی اور خاندان بہمنی کی سلطنت قایم ہونے پر ختم ہوئی۔ فصل ۱۱ کے حاشیہ سے معلوم ہوگا کہ میرے نزدیک یہ بغاوت سنہ ۷۴۲ھ میں ہوئی۔ اور جمادی الثانی سنہ ۷۵۱ھ میں بادشاہ سندھ میں اسی موقع پر گیا تھا +

شاہو افغان

بغاوت کی صحیح تاریخ

فصل (۱۶) ۔ گجرات کا فساد

قاضی جلال اور پٹھانوں کی ایک جماعت شہر کھمبایت اور بلوذرہ[52] کے پاس رہتی تھی جبکہ بادشاہ نے اپنے اہلکاروں کو حکم دیا کہ پٹھانوں کو پکڑ لو تو ملک[53] مقبل کے نام بھی جو وزیر کیطرف سے گجرات اور نہروالہ میں نائب تھا یہ حکم بھیجا کہ کسی حیلہ سے قاضی جلال اور اُسکے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ بلوذرہ کا علاقہ ملک الحکما کی جاگیر میں تھا اور

ملک الحکما کی شادی بادشاہ کے باپ کی بیوہ کی بیٹی سے ہوئی تھی جسکو بادشاہ نے پرورش کیا تھا۔ اِس عورت کے ایک دوسری بیٹی بادشاہ کے باپ کے نطفہ سے ہوئی تھی اس کا نکاح بادشاہ نے امیر غدا کے ساتھہ کیا۔ یہ ملک الحکما ان دنوں میں ملک مقبل کے ہمراہ تھا کیونکہ اُسکی جاگیر ملک مقبل کے علاقہ میں تھی۔ جب یہ گجرات کے ملک میں پہنچے تو ملک مقبل نے ملک الحکما کو حکم دیا کہ وہ قاضی جلال اور اُس کے ہمراہیوں کو اُس کے پاس لے آئے۔ جب ملک الحکما اُن کے علاقہ میں پہنچا تو پوشیدہ طور سے اُن کو خبر کر دی کیونکہ وہ اِس کے ہم وطن تھے اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ ملک مقبل نے تمہیں گرفتار کرنے کے واسطے بلایا ہے سو اُس کے پاس تم ہتیار باندھ کر جانا۔ قاضی جلال تین سو زرہ پوش جوانوں کو لے کر آیا اور کہا کہ ہم سب ایک ہی دفعہ اندر آئیں گے۔ ملک مقبل سمجھ گیا کہ ان کا گرفتار کرنا مشکل ہے اور اُن سے ڈر کر حکم دیا کہ تم واپس چلے جاؤ اور یہ بھی کہا کہ تمہیں کچھ ڈر نہیں انہوں نے بغاوت کی اور شہر کھمبایت میں داخل ہو کر بادشاہ کا خزانہ اور لوگوں کے مال لوٹ لیئے اور ابن الکولمی تاجر کا مال بھی لوٹ لیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے سکندریہ میں ایک بہت اچھا مدرسہ بنایا ہے جس کا ذکر اب میں آگے چل کر بیان کرونگا۔ ملک مقبل ان کے مقابلہ کے لیئے آیا اُسکو انہوں نے شکست دی۔ اُس کے بعد ملک عزیز خمار اور ملک جہان بنبل سات ہزار فوج لے کر آیا اُسکو بھی شکست دی۔ مفسد اور جرائم پیشہ لوگوں نے سنکر اُن کے پاس آنا شروع کیا۔ قاضی جلال نے سلطنت کا دعوے کیا اور اُس کے ہمراہیوں نے اُسکی بیعت کی۔ بادشاہ نے اُسکی طرف کئی لشکر بھیجے اُن کو بھی شکست دی۔ دولت آباد میں پٹھانوں کا ایک گروہ رہتا تھا انہوں نے بھی بغاوت کی۔ ملک مل دولت آباد میں ان پٹھانوں کے درمیان رہتا تھا۔ بادشاہ نے اپنے نائب نظام الدین کو جو اُس کے اُستاد قتلوخاں کا بھائی تھا اُن کے گرفتار کرنے کے لیئے بھیجا اور اُس کے ساتھہ بیڑیاں اور زنجیریں بھی بھیجیں اور موسم سرما کے خلعت

Marfat.com

بھی روانہ کئے۔ ہندوستان کا دستور ہے کہ بادشاہ جاڑے میں ہر ایک شہر کے حاکم کے پاس اور فوج کے افسروں کے لیے سال میں دو دفعہ خلعت بھیجتا ہے۔ ایک گرمی کا اور ایک جاڑے کا اور جب خلعت آتا ہے تو وہ حاکم اور کل لشکر اُس کے استقبال کیلئے باہر آتا ہے اور جب وہ خلعت لانے والے کے قریب پہنچتے ہیں تو اپنی سواریوں سے اُتر پڑتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنا اپنا خلعت لے لیتا ہے اور کندھے پر رکھ لیتا ہے اور بادشاہ کی طرف مُنہ کر کے تعظیم کرتا ہے۔ بادشاہ نے نظام الدین کو یہ لکھا تھا کہ جب پٹھان شہر سے باہر آئیں اور خلعت لینے کے لیے سواریوں سے اُتر پڑیں تو اُسی وقت اُن کو گرفتار کر لیا جائے۔ خلعت لانے والوں میں ایک سوار تھا اُس نے یہ خبر پٹھانوں کو بھی دے دی اور اس لئے نظام الدین کی تدبیر اُلٹی پڑ گئی۔ جب وہ اور پٹھان سوار ہو کر شہر سے باہر آئے اور خلعت لانے والوں کے قریب پہنچے تو نظام الدین اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا۔ پٹھانوں نے اُس پر حملہ کیا اور اُس کو گرفتار کر لیا اور اُسکے ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی قتل کر ڈالے اور شہر میں داخل ہو کر خزانوں پر قبضہ کر لیا اور ناصر الدین ملک مل کے بیٹے کو اپنا حاکم مقرر کیا اور اُن کے ساتھ اور بھی مفسد آ ملے اور اُن کی بھیڑ بھاڑ اور بھی زیادہ ہوئی جب بادشاہ کو کھمبایت کے اور دوسرے پٹھانوں کی بغاوت کی خبر پہنچی تو اُس نے خود کھمبایت کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور ملک اعظم بایزیدی کو جو بادشاہ کا داماد تھا چار ہزار سوار دے کر اپنے آگے بھیجا۔ قاضی جلال کے لشکر میں ایک شخص جلول نام تھا وہ بڑا بہادر تھا وہ لشکر پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو قتل کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھ سے مقابلہ کرنے والا اگر کوئی شخص ہو تو باہر آوے کوئی شخص اُس کے مقابلہ کی جرأت نہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اُس نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا وہ اُسکو لیکر ایک غار میں جا پڑا اور جلول گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور اُسکو کسی نے قتل کر ڈالا۔ اُس کے بدن پر معلوم ہوا

دوزہر ہیں بھیں اس کا سر بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور بدن کو شہر ملبو ذرہ کی فصیل پر لٹکا دیا اور اس کے ہاتھ اور پاؤں اور علاقوں میں بھیج دیئے۔ اتنے میں بادشاہ بھی اپنا لشکر لے کر آ گیا۔ قاضی جلال کا پاؤں نہ جم سکا اور وہ مع اپنے ہمراہیوں کے اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لشکر نے ان سب کو لوٹ لیا اور شہر میں داخل ہوئے۔ بادشاہ وہاں کئی دن تک ٹھیرا اور پھر وہاں سے کوچ کر کے اپنے داماد شرف الملک امیر بخت کو جس کا ذکر ہم پیچھے کر آئے ہیں وہاں چھوڑ گیا اور اسکو حکم دیا کہ جس جس آدمی نے قاضی جلال کی صحبت کی تھی ان کی تلاش کرے اور کئی فقیہ بھی اس کے پاس چھوڑے کہ ان کے فتوے کے مطابق عمل کرے۔ شیخ علی حیدری کا قتل جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں اسی موقع پر واقع ہوا تھا قاضی جلال بھاگ کر ناصر الدین بن ملک مل کے پاس دولت آباد میں آ گیا اور اس کے ہمراہیوں میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ خود وہاں پہنچا باغیوں نے چالیس ہزار افغان اور ترک اور ہندو اور غلاموں کا لشکر جمع کیا اور سب نے حلف اٹھایا کہ ہم بھاگیں گے نہیں اور بادشاہ کا مقابلہ کرینگے جب بادشاہ ان کے مقابلہ کے لیے آیا تو پہلے اپنے اوپر چھتر نہ لگایا وہ سمجھے کہ بادشاہ موجود نہیں جب لڑائی کا ہنگامہ گرم ہوا تو یکایک چھتر اٹھایا گیا۔ وہ چھتر کو دیکھ کر متحیر ہو گئے اور بھاگ گئے۔ ناصر الدین اور قاضی جلال اور چار سو آدمی جو ان کے خواصوں میں سے تھے قلعہ دیوگیر میں چلے گئے یہ قلعہ دنیا کے نہایت مضبوط قلعوں سے گنا جاتا ہے۔ بادشاہ دولت آباد کے شہر میں جا ٹھیرا دیوگیر قلعہ کا نام ہے اور دولت آباد شہر کا۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم قلعہ سے باہر چلے آؤ۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہمیں جان کی امان نہ دی جائے گی ہم قلعہ سے نیچے نہ اتریں گے۔ بادشاہ نے امان دینے سے انکار کیا لیکن ان کو نرمی دکھلانے کے واسطے کھانا ان کے پاس بھیجدیا۔ اور آپ وہاں قیام کیا۔ یہاں تک کا حال میرے سامنے کا ہے ؛

Marfat.com

۵۱ بلوذرہ۔ اور تاریخوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بلوذرہ سے ابن بطوطہ کی مراد غالباً بڑودہ ہے۔ کچھ کچھ شبہ بھڑوچ کا بھی ہوتا ہے۔

مقبل
بہ جہاں

۵۲ ملک مقبل۔ اُس کا صحیح نام ملک مقبول تھا۔ یہ شخص دراصل تلنگانہ کا رہنے والا تھا اور وہاں کے راجہ کا کوئی بڑا اہلکار تھا۔ شمس سراج عفیف نے لکھا ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے اُس کا نام کٹو تھا جب وہ راے تلنگانہ کے ساتھ دہلی میں آیا تو مسلمان ہوگیا بادشاہ نے اُسکا نام مقبول رکھا یہ شخص فارسی پڑھا ہوا نہیں تھا لیکن بہت ہوشیار اور منتظم آدمی تھا۔ سلطان محمد تغلق نے اوس کو قوام الملک کا خطاب دے کر ملتان کا حاکم مقرر کردیا۔ وہاں اُس کے ایک بیٹا پیدا ہوا اُس کا نام بادشاہ نے اپنے نام پر جوناشاہ رکھا۔ فیروزشاہ نے احمد ایاز خواجہ جہان کے مرنے کے بعد اُسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور اُس کو بھی خواجہ جہان کا خطاب عطا کیا۔ اور کل کاروبار سلطنت اُس کے سپرد کردیا۔ وہ ۷۷۰ھ میں اسی سال سے زیادہ عمر کا ہو کر مرگیا۔ اُس کی جگہ اُس کا بیٹا جوناشاہ خواجہ جہان اور وزیر اعظم بنا۔ یہ بھی بیس سال تک وزیر اعظم رہا۔ اخیر میں اُس کی فیروزشاہ کے بیٹے سلطان محمد کے ساتھ ان بن ہوگئی اور اُن کی عداوت کے سبب سے سلطنت کا کل کاروبار درہم برہم ہوگیا۔ شاہجہان آباد کے ترکمان دروازہ کے اندر جو کالی (کلاں) مسجد ہے وہ جوناشاہ خواجہ جہان کی بنائی ہوئی ہے۔ اس مسجد کا سنہ تعمیر ۷۸۹ھ ہے جو اُس کے دروازہ کے کتبہ پر درج ہے اور بانی کا نام "بندہ زادہ درگاہ جوناشہ مقبول الملقب خان جہان" لکھا ہوا ہے۔ لیکن میں تعین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ ملک مقبل اور ملک مقبول اور ملک قبولہ ایک ہی آدمی تھا۔ اگرچہ برنی نے اُسکو کسی جگہ ملک قبول اور کسی جگہ مقبول اور کسی جگہ مقبل لکھا ہے۔ ملک قبولہ وہی شخص ہے جس کی معرفت سلطان محمد تغلق نے پاک پٹن میں شیخ علاءالدین موج دریا کا مقبرہ بنوایا تھا اور اُس نواح میں ایک قصبہ قبولہ نام اُسکا آباد کیا ہے۔ ابن بطوطہ نے اُس کی آمدنی ۳۶ لاکھ دینار سالانہ لکھی ہے۔ ابن بطوطہ ملک قبولہ کو ایک موقع پر لاہوری لکھتا ہے شاید ملک مقبول ملک مقبل ایک ہی شخص ہو لیکن ملک قبولہ ایک علحدہ شخص تھا +

ملک قبولہ

خلعتوں کے
دہلی کے کپڑا

۵۳ مسالک الابصار کا مصنف لکھتا ہے کہ خلعت بادشاہ کے کارخانہ میں تیار ہوتے ہیں۔ جو کپڑا ریشمی۔ واونی۔ چین اور عراق اور اسکندریہ سے آتا ہے اُس کے علاوہ چار سو آدمی ہمیشہ بادشاہ کے کارخانہ میں ریشمی کپڑا تیار کرتے ہیں۔ یہ بادشاہ ہر سال دو لاکھ خلعتیں تقسیم کرتا ہے۔ ایک لاکھ موسم بہار میں اور ایک لاکھ موسم سرما کے شروع گرمی کا کپڑا اکثر اسکندریہ سے لاتے ہیں اور جاڑے کا یا تو دہلی میں تیار کرتے ہیں اور یا عراق اور چین سے آتا ہے۔ خانقاہوں اور مسجدوں کے شیوخ کو بھی خلعت دیے جاتے ہیں۔ پانسو آدمی زردوزی کا کام تیار کرتے ہیں +

۵۴ ناصرالدین کل اہل تاریخ متفق ہیں کہ جس شخص کو دولت آباد میں باغیوں نے بادشاہ بنایا وہ اسمعیل مخ افغان تھا اور اُسنے اپنا نام نصیرالدین کہہ لیا تھا لیکن ابن بطوطہ اُسکو ملک مل کا بیٹا لکھتا ہے اور کہتا ہے

Marfat.com

اس کا لقب ناصر الدین رکھا گیا۔ ملک بل دولت آباد کے راجہ کا نومسلم بیٹا تھا۔ یہ حقیقت میں ابن بطوطہ کی غلطی ہے کیسی ہم عصر کا یہ شعر اس کے مخالف ہے ؎

سماعیل مخ را ندان دارد و گیسر بشاہی بخواند ند شاہ نصیر

۵۹۔ میں فصل ۱۱۔ کے حاشیہ نمبر ۵ میں بیان کر آیا ہوں کہ "سامنے" مراد ابن بطوطہ کی اس جگہ یہ ہے کہ اس نے مالدیپ سے واپس آکر یہ حال ہندوستان میں سنے ہیں۔ اغلباً اُن دنوں میں جب وہ معبر میں تھا ورنہ ۷۴۴ھ یا ۷۴۵ھ کے شروع میں جب وہ ہندوستان سے مالدیپ کو چلا گیا تھا

فصل (۱۷) مقبل اور ابن الکولمی کی لڑائی

یہ لڑائی قاضی جلال الدین کی بغاوت سے پہلے ہوئی تھی۔ تاج الدین ابن الکولمی ایک بڑا سوداگر تھا۔ وہ ترکستان سے بہت قیمتی تحفے جن میں غلام اور اونٹ اور کپڑے اور ہتھیار وغیرہ شامل تھے بادشاہ کے لیے کر آیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اُس کو بارہ لاکھ دینار عطا کئے۔ کہتے ہیں کہ اُس کے تحفوں کی قیمت ایک لاکھ سے زیادہ نہیں تھی بادشاہ نے اُس کو کھمبایت کا حاکم مقرر کیا وہ علاقہ ملک مقبل نائب وزیر کے ماتحت تھا ابن الکولمی کھمبایت میں پہنچا اور وہاں سے معبر اور جزیرہ سیلان میں جہاز بھیجنے شروع کئے اور اُس کے پاس عجیب عجیب چیزیں جہازوں میں آتی تھیں۔ وہ بہت مالدار ہو گیا۔ جب اُس نے اپنے علاقہ کا سرکاری مال دارالخلافہ میں نہ بھیجا تو ملک مقبل نے اُس کو کہلا بھیجا کہ وہ حسب دستور اپنے تحفے اُس علاقہ کے مال کے ساتھ دارالخلافہ میں بھیجے۔ ابن الکولمی نے انکار کیا اور کہا کہ میں خود لے جاؤں گا یا اپنے نوکروں کے ساتھ بھیجونگا اور یہ بھی کہا کہ میں نائب وزیر یا وزیر کا ماتحت نہیں ہوں اور بادشاہ کی عنایت پر مغرور ہو گیا۔ مقبل نے وزیر کو لکھا۔ وزیر نے اُس کے خط کی پشت پر لکھ دیا کہ اگر تجھ سے میرے علاقہ کا بندوبست نہیں ہو سکتا تو چھوڑ کر چلا آ۔ اُس نے اوسی وقت سے لڑائی کا سامان کیا اور اپنے غلام اور لشکر جمع کر کے ابن الکولمی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ابن الکولمی کو شکست ہوئی اور فریقین میں سے بہت آدمی مارے گئے۔ ابن الکولمی کے لشکر کے امیروں کو مروا ڈالا

اور اوس خود کو کہلا بھیجا کہ اگر تو بادشاہ کا خراج اور تحفے بھیجدے تو میں تجھے امان دیتا
اُس نے منظور کر لیا۔مقبل نے یہ کل مال بادشاہ کے پاس بھیجدیا اور ابن الکولمی کی شکایت
لکھی۔ابن الکولمی نے بھی اُس کی شکایت کا خط بادشاہ کے پاس لکھا۔بادشاہ نے ملک الحک
کو بھیجا کہ اُن کے تنازعہ کا فیصلہ کرے۔اُس کے بعد قاضی جلال کی بغاوت ہوگئی اور
ابن الکولمی کا مال لوٹ لیا ابن الکولمی اپنے علاقہ میں بھاگ گیا اور وہاں سے بادشاہ کے پاس جا

فصل (۱۸)۔ہندوستان میں قحط

قحط

جب بادشاہ دارالخلافہ معبر کی طرف گیا تو ہندوستان میں بڑا سخت قحط پڑا اور نرخ بہت
مہنگا ہوگیا کہ ایک من کی قیمت ساٹھ درہم ہوگئی۔پھر اُس سے بھی زیادہ گرانی ہوئی اور لوگوں
کا حال نہایت تنگ ہوا۔ایک دفعہ میں وزیر کے ملنے کو جاتا تھا تو میں نے دیکھا کہ تین عورتیں
ایک مرے ہوئے گھوڑے کی کھال کاٹ کاٹ کر کھاتی تھیں یہ گھوڑا مہینوں کا مرا ہوا تھا
اور لوگ چمڑوں کو پکا کر بازار میں بیچتے تھے اور گایوں کے ذبح کرنے کے وقت جو خون
نکلتا تھا وہ کھا جاتے تھے۔بعض خراسانی طالبعلموں نے مجھ سے ذکر کیا کہ وہ اگروہہ کے
شہر میں جو ہانسی اور سرسہ کے بیچ میں ہے داخل ہوئے تو تمام شہر خالی پڑا ہوا تھا۔وہ
ایک گھر میں داخل ہوئے تاکہ شب گذاری کریں۔مکان کے ایک حصے میں اُنہوں نے
ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے آگ جلائی ہوئی تھی اور آدمی کی ٹانگ بھون بھون کر کھاتا
تھا۔جب لوگوں کو نہایت سخت تکلیف ہوئی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام دہلی کے باشندوں کو
چھ مہینے کے گذارے کا غلہ دیا جائے۔چنانچہ قاضی اور منشی اور امیر کوچہ کوچہ اور محلہ
محلہ پھرتے تھے اور لوگوں کے نام لکھتے تھے اور اُن میں سے ہر ایک کو چھ مہینے کا خرچ
ڈیڑھ رطل یومیہ کے حساب سے دیتے جاتے تھے۔میں بھی اُس زمانے میں لوگوں کو
سلطان قطب الدین کے مقبرے کے لنگر سے کھانا تقسیم کیا کرتا تھا۔لوگ سنبھلتے جاتے

ے۔ خدا تعالیٰ مجھے میری محنت اور نیت کا اجر دے +

۵ - قحط اور نرخ کی بابت میں باب فصل ۲۲- میں حاشیہ لکھ آیا ہوں +

۵ - اگروہہ - یہ شہر حصار سے ۱۳ میل کے فاصلے پر حصار اور فتح آباد کی سڑک پر واقع تھا اب محض ایک گاؤں ہے۔ گاؤں کے مغرب کی طرف پرانے شہر کے کھنڈرات واقع ہیں اُن کا رقبہ چھ سو ایکڑ ہے۔ کسی زمانے میں یہ شہر تجارت کی بڑی جگہ تھی۔ - قوم - اگروال کے بنئے اپنا نکاس اسی شہر سے بتلاتے ہیں اور اسی لیئے اگروال کہلاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ شہر اسی قحط سنہ ۱۲۰۰ء میں اُجڑ گیا ہو اگروال بنیوں میں ایک روایت چلی آتی ہے کہ جب کوئی اُن کی قوم کا آدمی اس شہر میں نیا آتا تھا تو اُس کے ہم قوم ایک ایک اینٹ اور ایک پیسہ اُس کو دیدیتے تھے اور وہ اُس کو مکان بنانے اور بیوپار کرنے کے لیئے کافی ہوتا تھا۔ کھنڈرات کے اوپر ایک ٹوٹا ہوا قلعہ موجود ہے کہتے ہیں کہ مہاراجہ پٹیالہ کے کسی اہلکار نے تعمیر کرایا تھا کھنڈرات کے رقبہ معلوم ہو جائے کہ اگر شہر کی آبادی ساٹھ ہزار کے قریب ہو گئی + اگروہہ

باب (۷) - اپنے حالات

فصل (۱) - ہمارا شاہی محل میں پہنچنا

میں نے یہاں تک بادشاہ کے زمانے کے واقعات کا ذکر کیا - اب میں اپنا خاص ذکر کروں گا اور اپنے دارالخلافہ میں پہنچنے کی کیفیت اور بادشاہ کی ملازمت میں داخل ہونے اور ملازمت کو چھوڑنے اور بادشاہ کی طرف سے چین میں سفیر ہو کر جانے اور پھر چین سے اپنے ملک میں واپس ہونے کا بیان کروں گا۔ جب ہم دارالخلافہ دہلی میں داخل ہوئے تو شاہی محل کی طرف چلے۔ پہلے اوّل دروازہ میں داخل ہوئے پھر دوسرے میں پھر تیسرے میں۔ تیسرے دروازہ میں نقیب لوگ موجود تھے جن کا مفصل حال میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ جب ہم نقیبوں کے پاس پہنچے تو اُن میں سے ایک نقیب ہمیں ایک وسیع صحن میں لے گیا۔ وہاں وزیر خواجہ جہاں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ سب سے آگے خداوند زادہ ضیاءالدین - اُس کے پیچھے اُس کا بھائی قوام الدین اسکے

پیچھے اُس کا بھائی عمادالدین۔ پھر میں اور میرے پیچھے اُن کا بھائی برہان الدین امیر مبارک سمرقندی اُس کے پیچھے ارنی بغاتر کی پھر ملک زادہ خداوند زادہ کا بھانجہ بدرالدین قفال۔ اس ترتیب سے ہم داخل ہوئے۔ جب ہم تیسرے دروازہ کے اندر ہوئے تو ہمیں ایک بڑا دیوانخانہ جس کا نام ہزار ستون تھا دکھائی دیا۔ اس میں بادشاہ جلوس عام کرتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر وزیر نے تعظیم ادا کی اور وہ اس قدر جھکا کہ اُس کا سر ... کے قریب ہوگیا۔ اور ہم نے بھی تعظیم ادا کی لیکن ہم رکوع کے موافق جھکے مگر ہماری ... بھی زمین تک پہنچ گئیں یہ تعظیم بادشاہ کے تخت کی تھی اور لوگ جو ہمارے ساتھ ... انہوں نے بھی تعظیم کی۔ جبکہ ہم تعظیم سے فارغ ہوئے تو چوبدار نے اونچی آواز سے ... کہا اور ہم باہر نکل آئے +

فصل (۲)۔ بادشاہ کی والدہ کے محل میں پہنچنا

بادشاہ کی والدہ کی خدمت میں حاضر ہونا

بادشاہ کی والدہ کو مخدومہ جہاں کہتے ہیں اور وہ ایک نہایت بزرگ عورت ... خیرات بہت کرتی ہے اور بہت سی خانقاہیں اُس نے تعمیر کرائی ہیں۔ جہاں مسافر کو کھانا ... ہے وہ آنکھوں سے نابینا ہے اور اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس کا بیٹا بادشاہ ہوا تو اُس کے پاس تمام بیگمیں اور امیروں کی بیٹیاں زرق و برق کپڑے اور زیورات پہن کر آئیں اور وہ ایک سونے کے تخت پر جس میں جواہر جڑے ہوئے تھے بیٹھی ہوئی تھی چمک کی چکا چوند سے اسی وقت اُسکی بینائی جاتی رہی۔ پھر طرح طرح کے علاج کئے لیکن فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ اُس کی تعظیم اور اطاعت بدرجہ غایت کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ سفر میں بادشاہ کے ساتھ گئی اور بادشاہ کچھ دنوں پہلے آیا۔ جب وہ دارالخلافہ میں داخل ہوئی تو بادشاہ نے اُس کا استقبال کیا اور گھوڑے سے اُتر پڑا۔ جب وہ پالکی میں سوار تھی تو اُسکے پاؤں کو بوسہ دیا اُس وقت سب لوگ دیکھ رہے تھے۔ اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں۔ جب ہم بادشاہ کے محل سے واپس ہوئے تو وزیر اور ہم سب حرم سرا کے دروازہ ...

طرف گئے مخدومہ جہاں اس مکان میں رہتی ہے۔ جب ہم اُس کے دروازہ پر پہنچے
سب سواریوں سے اُتر پڑے اور ہم میں سے ہر ایک مخدومہ جہان کے واسطے اپنی وسعت
موافق تحفے لایا تھا۔ ہمارے ساتھ قاضی القضاۃ کمال الدین ابن برہان الدین گئے
یر نے اور قاضی نے مخدومہ جہان کے دروازہ کے پاس جاکر تعظیم کی اور ہم نے بھی اسی
طرح تعظیم کی۔ ایک منشی نے جو دروازے پر تھا ہمارے تحفے قلمبند کر لیے۔ پھر کچھ جوان لڑکے
نکلے اور اُن میں سے جو بڑا تھا وہ وزیر کی طرف بڑھا اور اُس کے ساتھ چپکے سے
بات کر کے محل کی طرف واپس چلا گیا۔ وہ غلام وزیر کے پاس آئے اور پھر محل
میں چلے گئے اور ہم اتنی دیر کھڑے رہے۔ پھر ہمیں ایک دالان میں بیٹھنے کا حکم ہوا۔ اسکو
کھانا لائے اور اُس کے بعد طلائی مٹکے جن کو سین (سبوئے) کہتے ہیں لائے۔ یہ مٹکے
سبوں کی مانند تھے اور اُن کی گھڑونچیاں جن کو سبک (سبوکہ) کہتے ہیں طلائی تھیں پھر پیالے
اور رکابیاں اور لوٹے لائے یہ سب سونے کے بنے ہوئے تھے اور دسترخوان بچھائے گئے
پھر ایک دسترخوان پر دو دو صفیں تھیں۔ صف میں سب سے اول وہ شخص بیٹھتا ہے جو
مہمانوں سے درجہ میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔ جب ہم کھانے کے واسطے آگے بڑھے
حاجیوں اور نقیبوں نے تعظیم کی اور ہم نے بھی تعظیم کی۔ پہلے شربت لائے جب
ہم شربت پی چکے تو حاجیوں نے بسم اللہ کہا اُس وقت ہم نے کھانا شروع کیا۔ جب
کھانا کھا چکے بنیذ لائے۔ اُس کے بعد پان۔ پھر حاجیوں نے بسم اللہ کہا۔ ہم سب نے
تعظیم کی۔ اُس کے بعد ہم کو ایک جگہ بُلا کر لے گئے اور ہمیں زربفت کے خلعت دیئے گئے
پھر ہم محل کے دروازے پر آئے وہاں پہنچکر سب نے تعظیم کی حاجیوں نے بسم اللہ کہا
اور وزیر ٹھیر گیا اور ہم سب بھی ٹھیر گئے۔ پھر محل کے اندر سے ریشم اور کتان اور روئی کے
تھان بغیر سلے ہوئے لائے اور ہم میں سے ہر ایک کو حصہ دیا گیا اور اوس کے بعد
ایک طلائی سینی لائے۔ اسمیں سوکھے میوہ جات تھے اور دوسری سینی میں گلاب اور

Marfat.com

تیسرے میں پان تھے۔ اُس ملک میں دستور ہے کہ جس کے واسطے یہ چیزیں لائی جا
ہیں۔ وہ سینی کو ہاتھ میں لیتا ہے اور اُسکو اپنے ایک ہاتھ پر رکھ کر دوسرے ہاتھ سے
کو چھوتا ہے۔ وزیر نے سینی کو اپنے ہاتھ میں لیا تاکہ مجھے بتلائے کہ میں کس طرح کروں
میں نے بھی اسی طرح کیا۔ اس کے بعد ہم اس گھر میں جو ہمارے ٹھیرنے کے واسطے مقرر کیا
شہر میں گئے۔ یہ مکان پالم دروازے کے قریب تھا جب میں اُس گھر میں پہنچا تو میں نے اُس
ہر ایک چیز جس کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً فرش۔ بوریا۔ برتن۔ چارپائی۔ بچھونا۔ موجود پا
ہندوستان میں چارپائیاں ہلکی ہوتی ہیں ایسی کہ ایک آدمی اُٹھا سکتا ہے۔ اور ہر ایک شخص
میں چارپائی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو اُس کا غلام اُٹھا کر لے جاتا ہے۔ مخروطی شکل کے چار پائے
ہیں جن میں چار لکڑیاں عرضاً و طولاً لگی ہوئی ہیں۔ اور اُنکو ریشم یا روئی کی رسی
سے بنتے ہیں جب آدمی اُنپر سوتا ہے تو اُن کو تر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنی ذ
سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ چارپائی کے ساتھ دو گدیلے اور دو تکیے اور ایک لحاف
لائے۔ یہ سب ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ اس ملک میں دستور ہے کہ گدیلوں اور لحافوں
پر کتان یا روئی کے سفید غلاف چڑھا دیتے ہیں اور جب وہ میلا ہو جاتا ہے تو اُن کو دھو
ڈالتے ہیں اور اندر سے لحاف اور گدیلے محفوظ رہتے ہیں۔ اُسی رات دو آدمیوں کو لائے ایک
آٹے والا تھا جس کو خراس کہتے ہیں اور دوسرا گوشت والا جس کو قصاب کہتے ہیں اور ہم
کہا کہ تم اِن دونوں سے اس قدر آٹا اور اس قدر گوشت لیا کرو اور اسکی تعداد اب مجھ
یاد نہیں رہی اُس ملک میں دستور ہے کہ آٹا اور گوشت ہم وزن دیتے ہیں یہ ضیافت
بادشاہ کی والدہ کی طرف سے تھی۔ اِس کے بعد بادشاہ کی طرف سے ضیافت آئی جو
ہوئی جس کا ذکر ہم آگے بیان کریں گے +

سلہ۔ فرشتہ بھی اس بیگم کی لیاقت کی تصدیق کرتا ہے "والدہ او مخدومہ جہان کہ نظام دالیتام تمام خاندان تغلق شاہ ہا دوابستہ بود در دہلی برحمت حق پیوست۔ سلطان متالم و محزون شدہ بغرمود تا در شہر بروح او طعام و صدقات دادند" فرشتہ نے اس بیگم کی وفات ۷۴۲ھ کے قریب لکھی

ہے جب ابن بطوطہ جزائر مالدیپ میں تہا اور اسی لئے اُسنے اُسکو وفات کا کچھ ذکر نہیں کیا۔

ھ۔ اس لفظ میں کچھہ تصحیف واقع ہوئی ہے۔ میری رائے میں یہ لفظ تبسو اور سبو گہ معلوم ہوتے ہیں۔

فصل (۳)۔ بادشاہی محل میں جانا

اس کے بعد ہم بادشاہ کے محل میں گئے اور وزیر کو سلام کیا۔ وزیر نے مجھے دو تھیلیاں ہزار ہزار دینار کی دیں اور کہا کہ یہ تمھاری سرشستی کے واسطے ہیں یعنی سر دہونے کے لیئے اس کے بعد مجھے ایک خلعت ریشمی دیا۔ پہر وزیر نے میرے تمام ہمراہیوں اور غلاموں اور آدموں کے نام لکھے اور اُن کے چار درجے مقرر کیئے اول درجہ والوں کو دو دو سو دینار دیئے اور دوسرے درجہ والوں کو ڈیڑھ ڈیڑھ سو۔ اور تیسرے درجہ والوں کو سو سو دینار اور چوتھے درجہ والوں کو پچھتر پچھتر دینار دیئے میرے ساتھ کل چالیس آدمی تھے اور اُن سب کو چار ہزار دینار کے قریب دیا گیا۔ اِس کے بعد بادشاہ کی طرف سے ضیافت کا حکم ہوا۔ ایک ہزار رطل آٹا اور ایک ہزار رطل گوشت آیا اُس میں سے ایک ثلث میدا تہا اور باقی دو ثلث بن چہنا آٹا۔ اور چینی اور گہی اور فوفل[ك] (چھالیہ) بہی کئی کئی رطل آئی جس کی گنتی مجھے یاد نہیں اور ہزار ورق[ك] تنبول (پان) آئے۔ ہندی[ك] رطل مغرب کے بیس رطل کے برابر اور مصر کے پچیس رطل کے برابر ہوتا ہے خداوندزادہ کی ضیافت میں چار ہزار رطل آٹا اور چار ہزار رطل گوشت مع اور مناسب چیزوں کے ملا۔

چھالیہ

لے۔ فوفل۔ ہندی میں چھالیہ اور سوپاری کو کہتے ہیں۔ اس کا درخت ناریل کی مانند سیدھا ہوتا ہے اور چھتری دار۔ موٹا بہت کم ہوتا ہے۔ اور بلندی میں بہی کہجور اور ناریل سے چھوٹا ہوتا ہے۔ لچک دار اس قدر ہوتا ہے کہ ہوا کے صدمے سے زمین تک جاتا ہے اور پہر کھڑا ہو جاتا ہے۔ کچی سوپاری کا مزہ بادام کی مانند ہوتا ہے۔ پختہ ہو کر سخت ہو جاتی ہے۔ اس کا درخت دکھن اور بنگالہ میں ہوتا ہے کہجور کی طرح گچھے لگتے ہیں۔ جب پک جاتے ہیں تو توڑ کر جوش دیا جاتا ہے اور اُس کے چھلکے کو علیحدہ کر لیتے ہیں چھلکا علیحدہ کرنے کے بعد اُسکو چھالیہ کہتے ہیں اُس کے بعد سکھا لیتے ہیں۔ بنگالہ میں زیادہ تر ڈھاکہ کے قریب ہوتی ہے۔ چکنی چھالیہ دکن میں ہوتی ہے۔ جب کچی ہوتی ہے تو اوسکو دو دفعہ جوش دیتے ہیں اور جوش دینے کے بعد

کوٹ کر ذرا چوڑی کر لیتے ہیں۔ پھر ہرمن میں دو ٹکڑے کرکے چند مرتبہ دودھ میں جوش دیتے ہیں

پان کے لفظ کی تحقیق

ورق تنبول۔ صاحب مخزن اسکو تانبول لکھتا ہے۔ انگور کی مانند بیل ہوتی ہے جو ٹیٹوں پر چڑہائی جاتی ہے۔ امیر خسرو نے اسکو ہندوستان کے میوہ جات میں شمار کیا ہے۔ ع ۵۲

نادرہ برگے چو گل بوستاں　　خوب تریں میوۂ ہندوستان
گرسنہ را گرسنگی کم شود　　سیر خورد گرسنہ در دم شود

ابوالفضل نے آئین اکبری میں اُس کی مفصلہ ذیل اقسام لکھی ہیں:-

بلہری۔ رنگ میں سفید۔ کہانے سے زبان میں سختی پیدا نہیں ہوتی۔ مزہ میں سب اقسام کی بہ نسبت اچھا ہے

کاکیر۔ رنگ میں سفید لیکن اُسپر خال ہوتے ہیں۔ رگیں موٹی اور سخت ہوتی ہیں۔ زیادہ کہانے سے زبان میں سختی لاتا ہے۔

جھسوار سفید نہیں ہوسکتا۔ ادنی قسم ہوتی ہے۔

کپوری۔ رنگ میں زرد ہوتا ہے۔ رگیں سخت ہوتی ہیں لیکن مزہ دار اور خوشبودار ہوتا ہے

کپور کانت۔ رنگ میں سبز مائل بزردی۔ مزہ میں کالی مرچ کی مانند تیز۔ بو میں کافور کے مشابہ۔ بنارس کے سوا اور کہیں نہیں ہوتا

بنگلہ۔ اس کا پتہ چوڑا اور موٹا اور سخت ہوتا ہے تاثیر میں گرم اور مزہ میں تیز بھی ہوتا ہے +

صاحب مخزن نے اُس کی اقسام حسب ذیل لکھی ہیں۔ بھی۔ کنکیری۔ کافوری۔ سانچی۔ بنگلہ۔
پان کا پتہ شروع میں سفید نہیں ہوتا لیکن سفید بنایا جاتا ہے اُس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک گڑھا کھود کر اُس میں آگ جلاتے ہیں اور پھر اُس کو صاف کر لیتے ہیں۔ جب وہ گرم ہو جاتا ہے تو اُس میں پان کے ٹوکرے کو جس پر گیہوں یا چاول کی پرال ڈال دیتے ہیں رکھ دیتے ہیں اور گڑھے کو بند کر دیتے ہیں اور ایک رات دن رہنے دیتے ہیں۔ اوپر کوئی بھاری چیز رکھ دیتے ہیں پھر نکال کر گرمی ہو تو رات کو شبنم میں رکھتے ہیں اور جاڑا ہو تو کسی گرم جگہ میں رکھتے ہیں
ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ چیت کے مہینے میں اُس کی کاشت کرتے ہیں بیل کا چار پانچ اونگل کا ٹکڑا جس میں پان لگا ہوا ہوتا ہے زمین میں دبا دیتے ہیں۔ پتہ اور گرہ باہر رہتی ہے۔ پندرہ بیس دن کے بعد گرہ میں سے دوسری بیل اوگنی شروع ہوتی ہے۔ سات مہینے میں بیل اور پتے اچھی طرح سے لگ جاتے ہیں۔ ایک بیل میں تیس سے پتے زیادہ نہیں لگتے بیل کو ٹیٹوں پر چڑھا دیتے ہیں اور اُس کے اوپر اور چاروں جانب کو خس اور لکڑی سے ڈھک دیتے ہیں اور پتوں کی پرورش سایہ میں کرتے ہیں۔ بارش کے موسم کے سوا ہمیشہ پانی ڈالتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی دودھ اور تیل اور کھل بھی ڈالتے ہیں۔ دو سو پان کو ڈھولی کہتے ہیں پہلے گیارہ ہزار پان کو لہاسہ کہتے تھے اب چودہ ہزار کو کہتے ہیں۔ جب پانچ سے لیکر پچیس پان کو اوپر نیچے رکھ کر اور اوس میں چھالیہ اور کتھہ اور چونہ

Marfat.com

ملا کر لپیٹ دیتے ہیں اور ریشم کے دھاگے سے باندھ دیتے ہیں تو اوس کو بیڑا کہتے ہیں۔ بعضے لوگ کافور اور مشک بھی ڈالتے ہیں +

۵۔ ہندی رطل سے ابن بطوطہ نے ہندوستان کا من جو اس وقت رائج تھا مراد لی ہے۔ اسکا وزن موجودہ پختہ من کے لحاظ سے یعنی فصل ۲۲۔ باب ۸ میں ساڑھے چودہ سیر قایم کیا ہے لیکن فرشتہ نے سمجھنے کے مطابق بارہ سیر پختہ کا من ہوتا تھا اگر فرشتہ کا تولہ اسی قدر وزن کا ہو جو اب رائج ہے۔ علاء الدین خلجی کے ذکر میں فرشتہ کہتا ہے "من آں وقت چہل سیر بود و ہر سیر بیست و چہار تولہ"+

فصل (۴۰) میری دختر کا انتقال اور تجہیز و تکفین کے رسومات

جب مجھے آئے ہوئے ڈیڑھ مہینہ ہو گیا تو میری ایک بیٹی جس کی عمر سال بھر سے کم تھی رگئی۔ اس کے مرنے کی خبر وزیر کو پہنچی۔ وزیر نے حکم دیا کہ وہ اس خانقاہ میں جو اس نے لم دروازہ کے باہر شیخ ابراہیم قونوی کی خانقاہ کے پاس بنائی تھی دفن کی جائے۔ وزیر نے بادشاہ کو لکھا۔ بادشاہ کا جواب دوسرے دن شام کو آ گیا اگرچہ بادشاہ وہاں سے دس منزل تھا۔ اس ملک میں یہ دستور ہے کہ تیسرے دن صبح ہی صبح میت کی قبر پر جاتے ہیں اور قبر کے گرد اگرد ریشمی کپڑے اور گدیلے بچھاتے ہیں اور قبر پر پھول رکھتے ہیں۔ یہ پھول ہر موسم میں دستیاب ہو جاتے ہیں۔ مثلاً چمپہ اور گل یاسمن گل شبو (جو زرد پھول ہوتا ہے) اور رائے چنبیلی (جو سفید پھول ہوتا ہے) اور چنبیلی (جو دو قسم کی ہوتی ہے زرد اور سفید) نارنج اور لیموں کی ٹہنیاں بھی مع پھلوں کے قبر پر رکھتے ہیں اور اگر اس میں پھل موجود نہوں تو دھاگے کے ذریعے میووں کے دانے اُن میں لگا دیتے ہیں اور اپنے اپنے کلام اللہ لاتے ہیں اور وہاں پڑھتے ہیں جب ختم کر چکتے ہیں لوگوں کو گلاب پلایا جاتا ہے اور گلاب اُن پر چھڑکا جاتا ہے اور پان بھی دیے جاتے ہیں اس کے بعد لوگ چلے جاتے ہیں۔ جب تیسرے دن کی صبح ہوئی تو میں حسب دستور باہر نکلا اور جو کچھ مجھے میسر تھا تیار کیا مگر معلوم ہوا کہ وزیر نے سب کچھ تیار کرا رکھا ہے اور قبر کے اوپر ڈیرہ لگایا ہوا ہے

سویم کی رسم

Marfat.com

حاجب شمس الدین قوشنجی جس نے ہمارا استقبال سندھ میں کیا تہا اور قاضی نظام الدین کردانی اور شہر کے بڑے بڑے آدمی سب وہاں موجود تھے۔ میرے آنے سے پہلے یہ سب لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور حاجب اُن کے سامنے کہڑا ہوا تھا اور وہ قرآن پڑھ رہے تھے میں بہی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قبر پر بیٹھ گیا جب وہ پڑھ چکے تو قاریوں نے بہت اچھی آواز سے کلام اللہ پڑہنا شروع کیا اُس کے بعد قاضی کہڑا ہوا اور اُس نے مرثیہ پڑھا اور بادشاہ کی تعظیم ادا کی جب بادشاہ کا نام لیا گیا تو سب کہڑے ہو گئے سب نے تعظیم ادا کی اور اُس کے بعد پھر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد قاضی نے دعا مانگی اور حاجب اور اُس کے ہمراہیوں نے گلاب کے شیشے لے کر لوگوں پر گلاب چھڑکا اور پہر مصری کا شربت سب کو پلایا اور پان تقسیم کیے۔ اس کے بعد مجھے اور میرے ہمراہیوں کو گیارہ خلعت دیے گئے اور حاجب سوار ہو کر بادشاہ کے محل کیطرف گیا اور ہم بھی ساتھ گئے تخت شاہی کے پاس پہنچکر حسب دستور تعظیم ادا کی۔ پہر میں اپنے گہر چلا آیا یہاں آکر معلوم ہوا کہ اس روز کا کھانا بادشاہ کی والدہ کے محل سے آیا ہے اُن سب نے وہ کھانا کھایا اور غریبوں کو تقسیم کیا پھر بھی بہت سی روٹیاں اور حلوا اور شکر اور مصری بچ گئی جو کئی دن تک ختم نہ ہوئی۔ یہ سب بادشاہ کے حکم سے کیا گیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مخدومہ جہان یعنی بادشاہ کی والدہ کے گہر سے ڈولہ (پالکی) آیا۔ عورتیں اس ملک میں ڈولیوں میں آتی جاتی ہیں اور بعض وقت مرد بھی اس میں بیٹھتے ہیں یہ چارپائی کے مشابہ ہوتا ہے اور ریشم یا روئی کی رسیوں سے بُنا جاتا ہے اور اس کے اوپر ایک لکڑی ہوتی ہے جو ایک ٹھوس بانس کو ٹیڑھا کر کے بناتے ہیں۔ آٹھ آدمی باری باری اسکو اُٹھاتے ہیں چار آدمی اُٹھاتے ہیں اور چار آرام کرتے ہیں یہ ڈولیاں ہندوستان میں وہی کام دیتی ہیں جو مصر میں گدھے اکثر لوگوں کی روزی اسی پر منحصر ہے جس کے غلام ہوتے ہیں تو وہ ڈولی کو اُٹھاتے ہیں اگر غلام نہوں تو کرایہ کے آدمی جو شہر میں بہت ہیں اور بازاروں میں بادشاہی محل کے دروازے کے پاس یا لوگوں کے دروازوں کے پاس کہڑے رہتے ہیں کہ کوئی شخص اُن کو ڈولی اٹھانے کے واسطے اجرت پر لیجا وے۔

ڈولی

[عور]توں کی ڈولیوں پر ریشم کے پردے پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی طرح اُس ڈولے پر
[بھ]ی جو بادشاہ کی والدہ کے گھر سے اُسکے غلام لائے تھے ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا اُس میں میری
[دخ]تر کو جو متوفی لڑکی کی ماں تھی بٹھایا۔ میں نے اُس کے ساتھ ایک ترکی لونڈی بطور تحفہ کے بھیجی
[ر]ات کو میری کنیز بادشاہ کی والدہ کے پاس رہی اور دوسرے دن واپس آگئی اُس کو بادشاہ
[ک]ی والدہ نے ایک ہزار روپیہ اور سونے کے جڑاؤ کڑے اور سونے کا جڑاؤ ہار اور زردوزی کتان کا
[ک]رتہ اور زردوزی ریشم کا خلعت اور کپڑے کے کئی تھان دیئے جب وہ یہ سب کچھ لائی تو میں نے
[اپ]نے دوستوں اور اُن سوداگروں کو جن کا میں مقروض تھا اپنی آبرو کے قایم رکھنے کے واسطے
[د]ے دیا کیونکہ مخبر میرا ذرا ذرا سا حال بادشاہ کو لکھتے تھے۔ بادشاہ نے حکم بھیجا کہ میرے واسطے
[ج]اگیر میں کچھ گاؤں مقرر کیئے جائیں جن کی آمدنی پانچہزار دینار سالانہ کی ہو۔ وزیر اور اہل دیوان نے جاگیر کے گاؤں
[می]رے واسطے ایک موضع بادلی اور ایک موضع بسی اور نصف موضع بالڑے کا مقرر کیا یہ سب گاؤں
[د]ارالخلافہ سے سولکوس کے فاصلے پر واقع تھے اور سب کے سب ہندپت کی صدی میں صدی
[ش]امل تھے اور صدی اُس ملک میں سو گاؤں کے مجموعہ کو کہتے ہیں ہر ایک صدی پر ایک
[چ]وطری (چودھری) ہوتا ہے اور وہ ہندؤں میں سے بڑا آدمی ہوتا ہے اور ایک متصرف ہوتا ہے چودھری
جو خراج جمع کرتا ہے۔ اسی عرصہ میں بہت سی کافر عورتیں لوٹ میں آئیں ان میں سے دس لونڈیاں
وزیر نے میرے پاس بھجدیں میں نے اُن میں سے ایک لانے والے کو دیدی اور وہ اس پر
راضی نہ تھا میرے ہمراہیوں نے اُن میں سے تین چھوٹی چھوٹی لونڈیاں لے لیں۔ اور باقی کی
بابت میں نہیں جانتا کیا ہوا۔ لوٹ میں جو لونڈیاں آتی تھیں وہ اس ملک میں بہت سستی لونڈیاں
ہوتی ہیں کیونکہ وہ گندی ہوتی ہیں تہذیب سے واقف نہیں ہوتی اور یہاں سکھی سکھائی لونڈیاں
سستی ہوتی ہیں اس لیئے کوئی لوٹ کی لونڈیوں کو نہیں خریدتا۔ ہندوستان میں ہندو تمام
ملک میں مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں اور مسلمان اُن پر غالب ہیں بہت سے ہندو
دشوار گذار پہاڑوں اور بانس کے جنگلوں میں پناہ گزیں ہیں بانس اُس ملک میں کھوکھلا نہیں ہوتا اور بانس

بہت لمبا ہو جاتا ہے اور اُس کی شاخیں اس قدر پیچ در پیچ ہوتی ہیں کہ آگ بھی اثر نہیں کر
یہ ہندو لوگ بانسوں کے جنگلوں میں داخل ہو کر سکونت اختیار کر لیتے ہیں یہ بانس فصیل
کام دیتے ہیں اور اُس کے اندر اُن کے مویشی اور کھیت ہوتے ہیں اور بارش کا پانی جمع
کیا ہوا ہوتا ہے اور کوئی شخص اِن بانسوں کو مناسب اوزاروں کے ساتھ کاٹے
بغیر اُن پر غالب نہیں ہو سکتا ۔

سون پت

لے ہندپت ۔ شاید سنپت یعنی سنپت ہو ۔ کیونکہ بادلی یعنی سرائے بادلی کا گاؤں سنپت اور دہلی کی سڑک پر موجودہ دہلی سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ بادلی بھی اُس کے پاس ہے ۔ ابن بطوطہ نے اُس کو بالڑہ لکھا ہے ۔

لونڈی کی قیمت

سے مسالک الابصار کا مصنف جو ابن بطوطہ کا ہمعصر تھا شہادت دیتا ہے کہ معمولی خادمہ لونڈی کی قیمت اس ملک میں آٹھ ٹنکہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی ۔ اور ایسی لونڈیاں جن کو حرم کے طور پر رکھتے ہیں پندرہ ٹنکہ کو آتی تھی ۔ ابو صفا عمر بن اسحاق شبلی کی زبانی وہی مصنف لکھتا ہے کہ اُس نے ایک نوجوان غلام دو ٹنکے میں خریدا ۔ لیکن تہذیب یافتہ اور تعلیم یافتہ کنیزوں کی قیمت خوبصورتی اور تعلیم پر منحصر تھی اور ایک ایسی کنیز دو دو لاکھ ٹنکہ کو بھی بکتی تھی ۔ بدر چاچ کسی کنیز گلچہرہ نام پر عاشق ہو گیا تھا اس کی قیمت نو سو ٹنکہ تھی لیکن اُس کے پاس اس قدر رقم نہ تھی اس لیے اُس نے ایک قصیدہ میں اپنا مطلب عرض کیا جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

اگرچہ قیمت آن ماہ صد ہزار آمد — قرار بیع بصد حیلہ بست بر نہصد

فصل (۵) ۔ بادشاہ کے آنے سے پہلے جو عید ہوئی اسکا ذکر

خطیب کا جلوس عید کے دن

عید الفطر آئی اور بادشاہ اب تک دار الخلافہ میں واپس نہ آیا تھا جب عید کا دن ہوا تو خطیب ہاتھی پر سوار ہوا اور اُس ہاتھی کی پشت پر ایک چیز تخت کے مشابہ بچھائی گئی اور چار علم اُس کے چاروں کونوں میں لگائے گئے ۔ خطیب کالے کپڑے پہنے ہوئے تھا ۔ مؤذن ہاتھیوں پر سوار خطیب کے آگے آگے تکبیر پڑھتے جاتے تھے ۔ شہر کے مولوی اور قاضی بھی سوار تھے اور اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ صدقہ آیا جو وہ عید گاہ کے راستہ میں تقسیم کرتا جاتا تھا عید گاہ پر روئی کے کپڑے کا سائبان لگایا گیا تھا اور فرش بچھایا گیا تھا جب سب نمازی جمع ہو گئے تو خطیب نے

Marfat.com

نماز پڑھائی اور خطبہ پڑھا اور لوگ سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ہم بادشاہ کے محل کی طرف گئے اور وہاں امیروں اور پردیسیوں نے کھانا کھایا اور پھر اپنے گھروں کو واپس آئے +

فصل (۶)۔ بادشاہ کا استقبال

تلپت

شوال کی چوتھی تاریخ تھی کہ بادشاہ نے ایک محل میں جس کا نام تل پت تھا اور جو دار الخلافہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے قیام کیا۔ وزیر نے ہمیں حکم دیا کہ بادشاہ کے استقبال کیلئے باہر جاؤ۔ ہم سب استقبال کے لئے باہر گئے اور ہر ایک کے پاس نذر کے واسطے گھوڑے اور اونٹ اور خراسانی میوے اور مصری اور تلواریں اور غلام اور ترکستانی دنبے تھے جب ہم محل کے دروازے کے پاس پہنچے اور سب آنے والے جمع ہو گئے تو اپنے اپنے مرتبہ کیموافق داخل ہوتے گئے اُن میں سے ہر ایک کو کتاں کے زرد وز کپڑے کے خلعت ملتے جاتے

بادشاہ کی حضوری

تھے۔ جب میری باری آئی تو میں نے بادشاہ کو کرسی پر بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے گمان کیا کہ وہ کوئی حاجب ہے لیکن جب میں نے اُس کے پاس ملک الندما ناصر الدین کافی ہروی کو کھڑے ہوئے دیکھا جسکو میں پہچانتا تھا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ یہی ہے حاجب نے تعظیم ادا کی اور میں نے بھی تعظیم ادا کی امیر حاجب نے جو بادشاہ کا چچا زاد بھائی فیروز تھا۔ میرا استقبال کیا۔ پھر میں نے دوسری دفعہ تعظیم ادا کی پھر ملک الندما نے کہا کہ بسم اللہ مولانا بدر الدین۔ مجھے ہندوستان میں بدر الدین کہتے تھے اور ہر ایک عرب عالم کو مولانا کہتے ہیں میں بادشاہ کے قریب ہوا۔ بادشاہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت نرم الفاظ میں اور فارسی زبان میں کہا تمہارا آنا مبارک ہو خاطر جمع رکھو میں تم پر نہایت مہربانی کروں گا اور اس قدر انعام دونگا کہ تمہارے اور ہموطن سُنکر تمہارے پاس آئیں گے۔ پھر پوچھا کہ تمہارا ملک کونسا ہے میں نے کہا کہ مغرب۔ بادشاہ نے کہا کہ امیر المومنین کا ملک۔ میں نے کہا ہاں۔ اور جب وہ کوئی بات کہتا تھا میں اسکا ہاتھ چومتا تھا یہاں تک کہ سات دفعہ میں نے اُس کا ہاتھ چوما۔ مجھے خلعت دیا گیا اور میں واپس آیا۔ سب نووارد جمع ہو گئے تھے اُن کے لئے دسترخوان بچھایا گیا اور اُن کے

سروں پر قاضی القضاۃ صدر جہاں ناصر الدین خوارزمی (ایک بڑا فقیہ تھا) اور قاضی القضاۃ صدر جہاں[۶] کمال الدین غزنوی اور عماد الملک بخشی اور جلال الدین کیجی بہت سے حاجب امیر کھڑے ہوئے تھے۔ اس ستر خوان پر خداوند زادہ غیاث الدین بھی موجود تھا جو خداوند زادہ قوام الدین قاضی ترمذ کا چچا زاد بھائی تھا بادشاہ اُس کی نہایت عزت کرتا تھا اور اُس کو بھائی کہہ کر پکارتا تھا اور وہ اپنے ملک سے کئی دفعہ بادشاہ کے پاس آیا اور گیا تھا اُس روز مسافروں میں سے مندرجہ ذیل صاحبوں کو خلعت دیئے گئے خداوندزادہ قوام الدین اور اُس کے بھائی ضیاء الدین عماد الدین اور برہان الدین کو اور شان کے بھانجے امیر بخت بن سید تاج الدین کو جس کا دادا وجیہ الدین خراسان میں وزیر تھا اور جس کا ماموں علاء الدین ہندوستان میں امیر وزیر بھی تھا اور امیر ہبۃ اللہ ابن الفلکی تبریزی کو جس کا باپ عراق میں نائب وزیر تھا اور جس نے مدرسہ فلکیہ بنایا تھا اور ملک کراے کو جو بہرام چوبیں مصاحب نوشیرواں کی اولاد میں سے تھا اور وہ بدخشاں کے پہاڑوں کا رہنے والا تھا جہاں سے لعل بلخش (بدخشی) اور لاجورد لاتے ہیں اور امیر مبارک سمرقندی کو اور ارن بغا ترکی کو اور ملک زادہ ترمذی کو اور شہاب الدین گازرونی سوداگر کو جو تبریز سے بادشاہ کے لیئے تحفے لایا تھا اور راستے میں لٹ گیا تھا

[۵] امیر المومنین کا ملک۔ اِس سے مراد مراکو ہے۔ امیر المومنین سے اس جگہ عبد المومن بن علی کومی قیسی بادشاہ مراکو سے مراد ہے جسکو محمدؐ بن تومرت مہدی نے اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور اس کا خطاب اپنی وصیت میں امیر المومنین لکھا۔ اس وقت سے وہ اُس کی اولاد کے تمام بادشاہ امیر المومنین کہلاتے تھے ۵۲۴ھ سے لیکر چودہ اشخاص نے ۶۶۸ھ تک مغرب اور اندلس میں حکومت کی ہے۔ تاریخ نفح الطیب میں اس خاندان کا مفصل حال درج ہے اس خاندان کو موحدین کا خاندان ہی کہتے تھے اگرچہ ان دنوں میں مراکو میں ایک اور خاندان حکومت کرتا تھا لیکن عبد المومن اور اُسکی اولاد کی شہرت کے باعث سے سلطان محمد تغلق نے مراکو کو امیر المومنین کا ملک کہا +

صدر جہاں [۶] صدر جہاں اور قاضی القضات ایک ہی عہدہ دار ہوتا تھا۔ مسالک الابصار کے مصنف کا راوی کہتا ہے کہ جب وہ ہندوستان میں گیا تو اس عہدہ پر قاضی کمال الدین بن برہان الدین ممتاز تھا۔ اُس کی جاگیر میں دس قصبہ ہیں جن کی آمدنی ساٹھ ہزار تنکہ سالانہ ہیں۔ اس عہدہ دار کو صدر الاسلام ہی کہتے ہیں۔ کل

شیخ الاسلام جدیشل عہدہ دار اُس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ فقرا کا افسر شیخ الاسلام کہلاتا ہے۔ یہ عہدہ ہمارے

Marfat.com

ملک کے شیخ الشیوخ کے مساوی ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام کی جاگیر بھی ساٹھ ہزار ٹنکہ سالانہ ہوتی ہے۔

فصل (۷)۔ بادشاہ کا دارالخلافہ میں داخل ہونا

بادشاہ شہر میں داخل ہوتا ہے

دوسرے دن بادشاہ نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک گھوڑا اپنے خاص گھوڑوں میں سے عطا کیا اور اُن کے ساتھ زین اور لگام بھی دیئے جن پر سونے چاندی کا کام تھا دارالخلافہ میں داخل ہونے کے لئے بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا اور ہم بھی آگے آگے صدر جہاں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے۔ بادشاہ کی سواری کے آگے آگے سولہ ہاتھی تھے جن کو آراستہ کیا گیا تھا اور اُن ہاتھیوں پر نشان یعنی علم بلند کئے گئے تھے اور ہر ایک ہاتھی پر ایک ایک چتر لگا ہوا تھا۔ بعضے چتر جڑاؤ تھے اور بعضے طلائی اور ایک چتر بادشاہ کے سر پر لگایا گیا تھا اور آگے آگے جڑاؤ زین پوش اٹھائے لئے جاتے تھے۔ بعضے ہاتھیوں پر چھوٹی چھوٹی منجنیقیں رکھی ہوئی تھیں جب بادشاہ شہر کے پاس پہنچا تو منجنیقوں میں دینار اور درہم ملے جلے بھر کر پھینکے جاتے تھے اور بادشاہ کے آگے آگے جو ہزار ہا پیدل سپاہی اور عوام الناس تھے وہ اُنکو اُٹھاتے تھے محل میں پہنچنے تک یہ نچھاور ہوتے رہے۔ راستے میں جگہ جگہ لکڑی کے برج ریشمی کپڑوں سے منڈھے ہوئے رکھے تھے جن میں گانے والی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں انکا مفصل ذکر میں کر آیا ہوں +

فصل (۸)۔ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونا

دوسرے دن جمعہ تھا۔ ہم دیوانخانہ کے دروازہ میں داخل ہو کر تیسرے دروازہ کی صحنچیوں میں بیٹھ گئے اب تک ہمارے اندر جانے کی اجازت نہ آئی تھی شمس الدین فوشنجی حاجب آیا اور اوس نے متصدیوں کو حکم دیا کہ ہم سب کے نام لکھ لو۔ اور یہ بھی کہا کہ ان سب کو اندر آنیکی اجازت ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کیساتھ اول ہمراہیوں کی تعداد معین کی گئی جن کو اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی چنانچہ مجھے اجازت دی گئی کہ میں آٹھ آدمی اپنے ساتھ لے جاؤں ہم سب مع ہمراہیوں کے داخل ہوئے اتنے میں دیناروں کی تھیلیاں اور

نماز ولائے اور قاضی القضاۃ اور متصدی لوگ بیٹھ گئے وہ دروازہ سے پردیسیوں کو بلا
جاتے تھے اور ہر ایک کے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا تھا وہ اسکو بلا بلا کر دیتے جا
تھے میرے حصہ میں پانچہزار دینار آئے کل روپیہ اُن کے پاس اُس وقت ایک لاکھ تھا
مال بادشاہ کی والدہ نے اپنے بیٹے کے بخیر و عافیت واپس آنے کی تقریب میں صدقہ
لئے نکالا تھا اُس روز ہم واپس چلے گئے اُس کے بعد بادشاہ نے کئی دفعہ ہم کو اپنے دستر
پر کھانا کھلانے کے لئے بلایا اور نہایت نرمی سے ہمارا حال دریافت کیا۔ ایک دن کا
ہے کہ بادشاہ ہم سے کہنے لگا کہ تم جو میرے ملک میں تشریف لائے مجھ پر نہایت مہربا
کی میں تمہاری تکلیف کا صلہ کافی تم کو نہیں دے سکتا۔ تم میں سے جو بیر سال ہے وہ
باپ کی جگہ ہے اور میرا ہم عمر میرا بھائی ہے اور مجھ سے چھوٹا ہے وہ میرا بیٹا ہے میر
ملک میں کوئی شہر اس شہر سے بڑا نہیں۔ یہ شہر تمہاری ملک ہے۔ ہم نے یہ سنکر بادشاہ
شکریہ ادا کیا اور اُس کے حق میں دعا کی اس کے بعد ہماری تنخواہیں اور عہدے مقرر کئے
میری تنخواہ بارہ ہزار دینار سالانہ مقرر کی اور تین گاؤں میری جاگیر میں پہلے تھے اب
دو اور زیادہ کر دیئے ان گاؤں کے نام جوڑہ اور ملک پور تھے۔ ایک دن ہمارے پاس
خداوندزادہ غیاث الدین اور قطب الملک حاکم سندھ کو بھیجا انہوں نے آکر کہا کہ اخو
فرماتے ہیں کہ تم میں سے جس کو جس کام کرنے کی لیاقت ہو اور رغبت ہو وہ کام اُس کے سپرد کیا
جس کسی کو وزیر بننا ہو اُس کے لیے وزارت اور جس کو مدرس بننا ہو اُس کے لیے مدرسی اور جس
منشی بننا ہو اُس کے لئے منشی گری۔ جسکو امیر بننا ہو اُس کے لئے امارت اور جس کو شیخ بننا ہو
اُس کے لئے مشیخت کا عہدہ موجود ہے یہ سنکر ہم سب خاموش ہو رہے کیونکہ ہم سب کا
ارادہ تھا کہ ہمیں جو انعام ملیگا وہ لیکر اپنے گھر واپس چلے جائیں گے۔ آخر امیر بخت بن سیف
تاج الدین نے جس کا ذکر میں کر آیا ہوں کہا کہ میرے بزرگ وزیر تھے اور میں خود کاتب
ہوں۔ ان دو کاموں کے علاوہ تیسرا کام نہیں جانتا اور ہبۃ اللہ فلکی نے بھی کچھ ایسا ہی کہا

Marfat.com

خداوندزادہ نے میری طرف مخاطب ہو کر عربی زبان میں کہا کہ سیدنا آپ کیا فرماتے ہیں اس ملک کے آدمی سب عربوں کو سید کے لفظ سے پکارتے ہیں کیونکہ بادشاہ تعظیماً اُن کو اسی طرح خطاب کرتا ہے میں نے کہا کہ وزارت اور کتابت تو میرا کام نہیں میرا پیشہ قضا اور شیخت کا ہے اور یہی میرے باپ دادا کا پیشہ تھا اور امارت یعنی فوج کی افسری اُس کی بابت آپ خوب جانتے ہیں کہ عرب کی تلوار کے ڈر سے کل عجم مسلمان ہوا ہے مطلب یہ کہ یہ سپاہگری اور شمشیر زنی ہمارا قدیم پیشہ ہے۔ بادشاہ نے جب یہ جواب سُنا تو نہایت خوش ہوا۔ اُسوقت بادشاہ محل ہزارستون میں تھا اور کھانا کھا رہا تھا۔ ہم سب کو بلا بھیجا۔ ہم سب نے بھی بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا پھر ہم محل سے باہر آ گئے میرے ساتھی سب وہاں بیٹھ گئے میرے دنبل نکلا ہوا تھا اور میں بیٹھ نہیں سکتا تھا اس لئے واپس اپنے مکان کو چلا آیا۔ بادشاہ نے دوسری بار ہم سب کو بُلایا باقی سب گئے اور میری طرف سے عذر بیان کیا تھا میں بھی عصر کی نماز پڑھ کر گیا اور دیوانخانہ میں مغرب اور عشا کی نماز پڑھی اتنے میں حاجب باہر آیا اور ہم سب سے کہا کہ بادشاہ یاد کرتے ہیں۔ پہلے خداوندزادہ ضیاء الدین جو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اندر گیا۔ بادشاہ نے اُس کو میرداد مقرر کیا۔ اِس عہدہ پر بڑا آدمی ہوا کرتا ہے اُس کا کام ہوتا ہے کہ قاضی کے ساتھ بیٹھتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی امیر یا بڑے آدمی پر نالش کرتا ہے تو وہ اُس کو قاضی کے روبرو حاضر کرتا ہے اُسکی تنخواہ پچاس ہزار سالانہ مقرر تھی اور اوس کے لیے (مجاشر) جاگیر مقرر کی جسکا فائدہ اس مقدار کے برابر ہوتا تھا حکم دیا کہ اُس کو پچاس ہزار دینار خرچ دیئے جائیں اور ریشم کا زریں خلعت جسکو شیر صورت کہتے ہیں اُس کو پہنائی گئی اس خلعت کی پشت اور سینہ پر شیر کی تصویر ہوتی ہے اور خلعت کے اندر ایک پرچہ لپیٹ کر سی دیتے ہیں اُس میں درج ہوتا ہے کہ اس خلعت میں اس قدر سونا ہے اور ایک گھوڑا بھی اول درجہ کا اُس کو عطا ہوا۔ گھوڑے کے چار درجے اس ملک میں مقرر ہیں اور گھوڑے کی زین مصری زینوں کی مانند ہوتے ہیں اور اُن کے

میرداد

خلعت پر تصویر

اکثر حصے پر چاندی منڈھی ہوئی ہوتی ہے اور چاندی پر سونے کا ملمع ہوتا ہے۔ اس کے
امیر بخت اندر گیا اُس کے واسطے حکم ہوا کہ وزیر کے ساتھ مسند پر بیٹھا کرے اور دیوانوں
حساب کی پڑتال اُس کے ذمہ کی اور اُس کی تنخواہ چالیس ہزار دینار سالانہ مقرر کی اور اسی
جاگیر مقرر کی جس میں سے چالیس ہزار دینار فائدہ حاصل ہو سکے۔ چالیس ہزار دینار اُسے
دیے گئے اور ایک گھوڑا اور خلعت ویسا ہی جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اُسکو بھی ملا شرف الملک
اُسکو خطاب دیا گیا اُس کے بعد ہبتہ اللہ فلکی اندر گیا اُس کو بادشاہ نے رسول دار مقرر کیا
یعنے حاجب الارسال اُس کی تنخواہ چوبیس ہزار دینار مقرر ہوئی اُسی مقدار کی جاگیر
مقرر ہوئی اور چوبیس ہزار دینار اوسوقت دیے گئے اور اوس کو بہار الملک کا
خطاب ملا۔ اُس کے بعد میں اندر گیا۔ بادشاہ محل کی چھت پر تخت کا تکیہ لگائے بیٹھے
ہوئے تھے اور وزیر خواجہ سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اور ملک قبولہ کھڑا تھا جب میں نے
سلام کیا تو ملک کبیر نے کہا کہ تعظیم کر کیونکہ اخوند عالم نے تجھے دار الخلافہ دہلی کا قاضی مقرر
اور تیری تنخواہ بارہ ہزار روپیہ سالانہ مقرر کی اور اسی قدر جاگیر بھی تجھے دی جائیگی اور یہ بھی حکم
ہوا ہے کہ تجھ کو بارہ ہزار دینار کل کے روز خزانہ سے دیے جائیں اور ایک گھوڑا بھی مع
زین اور لگام کے تجھ کو عطا ہوا ہے اور ایک محرابی خلعت بھی تجھے ملیگا اِس خلعت کی پشت
اور سینہ پر محراب کی شکل بنی ہوئی ہوتی ہے۔ میں تعظیم بجا لایا اور ملک کبیر میرا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ
کے سامنے لے گیا بادشاہ نے کہا کہ دہلی کی قضا کا عہدہ کوئی چھوٹا عہدہ نہیں ہے ہم اسکو
بہت بڑا عہدہ سمجھتے ہیں۔ میں فارسی سمجھتا تھا لیکن اُس میں جواب نہ دے سکتا تھا اور
بادشاہ عربی سمجھتا تھا لیکن اُس میں جواب نہ دے سکتا تھا۔ میں نے کہا کہ یا مولانا میں تو امام
مالک کے مذہب پر ہوں اور اہل شہر کل حنفی ہیں اور علاوہ ازیں میں زبان سے ناواقف
ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے بہاء الدین ملتانی اور کمال الدین بجنوری کو تیری نیابت
میں مقرر کیا وہ تجھ سے مشورہ لیں گے اور کل دستاویزات پر تیری مہر ہوگی یہ بھی کہا کہ تو مجھ

شرف الملک

فنانشل سکرٹری

ابن بطوطہ قاضی مقرر ہوا

Marfat.com

منزلہ بیٹے کے ہے میں نے کہا کہ میں حضور کا غلام اور خادم ہوں پھر تواضعاً بادشاہ نے
عربی زبان میں کہا انت سیدنا مخدومنا اس کے بعد شرف الملک سے فرمایا کہ اس کی تنخواہ
کافی نہ ہوگی کیونکہ یہ خرچ والا آدمی ہے اس لیے میری صلاح یہ ہے کہ ایک خانقاہ
بھی اس کے سپرد کردوں اگر وہ فقیروں کے حال کی خبر گیری کرسکے۔ شرف الملک سے
کہا کہ یہ بات اس کو عربی میں کہو۔ بادشاہ سمجھتے تھے کہ شرف الملک عربی اچھی بول سکتا ہے
حالانکہ وہ بول سکتا تھا بادشاہ سمجھ گیا اور کہا برو یکجا بخسپی وآں حکایت برا و بگوئی وتفہیم کنی۔
فردا انشاء اللہ پیش من بیائی وجواب او بگوئی۔ یعنی جاؤ اور دونوں رات کو ایک ہی جگہ
سوؤ اور اسکو کل بات سمجھا دینا اور کل انشاء اللہ میرے پاس حاضر ہوکر تبلانا کہ وہ کیا
کہتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے اور ایک ثلث رات گذر چکی تھی اور نوبت بج چکی تھی نوبت
بجنے کے بعد کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا اس لئے ہم نے وزیر کا انتظار کیا اور اوس کے
ساتھ باہر آئے شہر کے دروازے بند ہوگئے تھے اس لئے ہم رات کو سید ابوالحسن عبادی
عراقی کے گھر سرا پور خاں کے کوچہ میں سو گئے یہ شخص بادشاہ کے مال سے تجارت کیا کرتا تھا
اور عراق اور خراسان سے بادشاہ کے لیے ہتیار اور اسباب خرید کرلایا کرتا تھا۔ دوسرے
دن ہم سب کو بلایا گیا اور نقدی اور گھوڑے اور خلعت دئے گئے ہم میں سے ہر ایک نے
اُس ملک کے دستور کے موافق خلعت کو کندھے پر رکھا اور اسیطرح بادشاہ کے حضور میں
داخل ہوکر تعظیم بجالائے گھوڑوں کے کھروں پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا ہم نے اُنکو بوسہ دیا اور
پھر لگام پکڑ کر ہم خود اُن کو بادشاہ کے محل کے دروازہ پر لے گئے اور وہاں اُن پر سوار
ہوئے اور گھروں کو واپس آئے۔ بادشاہ نے میرے ہمراہیوں کو بھی دو ہزار دینار اور دس
خلعت دیئے اور کسی کے ہمراہی کو کچھ نہیں ملا کیونکہ میرے ہمراہی ذرا دیکھنے میں صاف
اور چہرہ مہرہ والے تھے بادشاہ اُن کو دیکھ کر خوش ہوا وہ بھی بادشاہ کی تعظیم بجالائے
اور بادشاہ نے اُن کا شکریہ ادا کیا +

Marfat.com

لہ۔ جوڑہ اور ملک پور۔ سلک پور کا گاؤں قطب کے مغرب کی طرف دو تین میل کے فاصلے پر پہاڑی کی دوسری طرف

فصل (۹)۔ بادشاہ کا دوسرا عطیہ

قاضی مقرر ہونے کے بہت دنوں بعد ایک روز میں دیوان خانہ کے صحن میں ایک ... کے نیچے بیٹھا تھا اور میرے برابر مولانا ناصر الدین ترمذی واعظ بیٹھے ... مولانا ناصر الدین طلب ہوئے وہ اندر گئے اور بادشاہ نے اُن کو خلعت دیا اور ایک کلاہ بھی جس پر موتی جڑے ہوئے تھے اُن کو عنایت ہوا۔ اتنے میں ایک حاجب دو... ہوا میرے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ نے تیرے واسطے بارہ ہزار دینار کے انعام کا ... دیا ہے اگر مجھے کچھ دلواؤ تو میں خط خورد لے آتا ہوں۔ میں نے سمجھا کہ وہ ہنسی کرتا ... اور مجھ سے اس حیلہ سے کچھ لینا چاہتا ہے حالانکہ وہ درست کہہ رہا تھا۔ میرے ایک دوست نے کہا دو دینار دیتا ہوں جاؤ خط خورد لے آؤ چنانچہ وہ لے آیا۔ اس چٹھی میں درج ہوتا ہے کہ اخوند عالم کا حکم ہے کہ خزانہ موفورہ سے فلاں شخص کو فلاں حاجب ... شناخت پر اس قدر روپیہ دے دو۔ پہلے اس چٹھی پر چٹھی لانے والا جس کی شناخت ... روپیہ دیا جاتا ہے اپنے دستخط کرتا ہے اُس کے بعد تین امیروں کے دستخط ہوتے ہیں یعنی خان اعظم قتلو خان معلم سلطان کے اور خریطہ دار کے جس کے پاس بادشاہ کا قلمدان ہے اور امیر نکبہ دوادار کے جس کے پاس بادشاہ کی دوات رہتی ہے جب یہ سب اپنے دستخط کر چکتے ہیں تو دیوان وزارت کے پاس لے جاتے ہیں اُس کی متصدی نقل لیتے ہیں اُس کے بعد اسکی نقلیں دیوان اشراف میں ہوتی ہے اُس کے بعد دیوان النظر ... اُس کے بعد پروانہ لکھا جاتا ہے جس میں وزیر خزانچی کو حکم دیتا ہے کہ روپیہ دے دو ... خزانچی اُس کو اپنے حساب میں درج کرتا ہے اور ہر روز کے پروانوں کا ایک چٹھا بنا کر ... کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس کے لیے بادشاہ کا حکم ہوتا ہے کہ فوراً دے دو اُس ...

خط خورد

قت دے دیا جاتا ہے اور جس کے لئے حکم ہوتا ہے نہ دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں ں کو دیر سے تو ملتا ہے مگر ملتا ضرور ہے خواہ کتنے ہی دن ہو جائیں چنانچہ یہ انعام مجھے مہینے کے بعد دوسرے انعام کے ساتھ ملا جس کا ذکر میں آئندہ کروں گا۔ ہندوستان میں ور ہے کہ جس قدر انعام کا حکم دیا جائے اس کا دسواں حصہ وضع ہو کر ملتا ہے یعنی اگر کا حکم ہو تو نوے ہزار ملتے ہیں اور دس ہزار کا حکم ہو تو نو ہزار +

ل (۱۰)۔ قرضخواہوں کا تقاضا کرنا اور بادشاہ کا حکم دینا کہ قرضہ ادا کیا جائے

یں پہلے ذکر کر آیا ہوں کہ جو کچھ میرا راستے میں خرچ ہوتا رہا اور جو کچھ میں نے بادشاہ کے ور میں یہ یعنی نذر گذرانی اور جو کچھ اس کے بعد خرچ ہوتا رہا یہ سب میں نے سوداگروں سے ض لیا تھا۔ جب یہ سوداگر اپنے گھر جانے لگے تو تقاضا کرنے لگے میں نے بادشاہ کی تعریف ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع اور شروع کے چند ابیات درج کرتا ہوں:-

عربی قصیدہ

الیک امیر المومنین المبجلا	اتینا نجد السیر نحوک فی الفلا
فجئت محلا من علائک زائرا	ومغناک کهف للزیارة اهلا
فلو ان فوق الشمس للمجد رتبہ	لکنت لاعلاها اماما موهلا
فانت الامام الماجد الاوحد الذی	سجایاه حتما ان یقول ویفعلا
ولی حاجة من فیض جودک ارتجی	قضاها وقصدی عند مجدک سهلا
أأذکرها أم قد کفانی حیاؤکم	فان حیاکم ذکره کان اجملا
فعجل لمن وافی محلک زائرا	قضاء دینه ان الغریم تعجلا

یک دن بادشاہ کرسی پر بیٹھے تب میں نے یہ قصیدہ پیش کیا بادشاہ نے اس کو اپنے زانو پر رکھ لیا اور اس کا ایک کنارہ پکڑ لیا دوسرا کنارہ میرے ہاتھ میں رہا۔ میں ایک ایک شعر پڑھتا جاتا تھا اور قاضی القضاۃ کمال الدین اس کے معنے بیان کرتا جاتا تھا۔ بادشاہ بہت خوش ہوتا تھا۔ ہندی شعر عربی سے بہت محبت رکھتے ہیں جب میں نے ساتواں شعر پڑھا تو

Marfat.com

بادشاہ نے فرمایا مرحمت جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے تجھپر رحم کیا اُسوقت حاجب میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے کہڑے ہونے کے مقام پر لے گئے تاکہ میں تعظیم بجا لاؤں بادشاہ نے فرمایا چھوڑ دو اسکو قصیدہ پورا کرنے دو۔ میں نے قصیدہ پورا پڑھ کر سُنایا پھر تعظیم بجا لایا۔ لوگوں نے مجھے مبارکباد دی لیکن مدت تک کچھ پتہ نہ لگا اخیر میں نے ایک عرضداشت لکھی اور قطب الملک حاکم سندھ کو دی وہ اس نے بادشاہ کے سامنے پیش کی بادشاہ نے اُس کو کہا کہ خواجہ جہان کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ اس کا قرضہ ادا کر قطب الملک نے جا کر کہہ دیا۔ خواجہ جہان نے کہا اچھا لیکن پھر کچھ نتیجہ نہ نکلا اسی اثنار میں بادشاہ نے دولت آباد کے سفر کا حکم دیا اور کچھ دنوں کے لیے بادشاہ شکار کے لیے باہر چلا گیا اور وزیر بھی ساتھ گیا اور اس لیے مجھے بہت دن میں یہ انعام بلا دیر کا سبب میں مفصل بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب میرے قرضخواہوں نے سفر کا ارادہ کیا تو میں نے اُن کو کہا کہ جب میں شاہی محل کے دروازہ میں جاؤں تو تم اس ملک کے دستور کے موافق بادشاہ کی دروہی (دُہائی) دینا شاید بادشاہ کو خبر پہنچے اور وہ تمھارا قرضہ ادا کرے اُس ملک کا دستور ہے کہ جب کسی کا قرضہ کسی بڑے آدمی پر ہوتا ہے اور وہ ادا کرنے سے لاچار ہوتا ہے تو اُس کے قرضخواہ بادشاہ کے دروازہ پر جا کر کہڑے ہو جاتے ہیں اور جب وہ شاہی محل میں داخل ہونے لگتا ہے تو وہ پُکار پکار کر بادشاہ کی دُہائی دیتے ہیں اور بادشاہ کے سر کی قسم دلاتے ہیں کہ جب تک ہمارا قرضہ ادا نہ کر دے اندر نہ جائے اُس وقت مقروض کے لیے سوا اس کے اور کچھ چارہ نہیں ہوتا کہ یا تو اُس کا قرضہ ادا کر دے اور یا اُن کی خوشامد کر کے کچھ مہلت لے لے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ بادشاہ اپنے باپ کی قبر کی زیارت کے لیئے تشریف لے گئے تھے اور وہاں ایک محل میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے قرضخواہوں سے کہا کہ اسوقت موقع ہے۔ جب میں محل میں داخل ہونے لگا تو اونہوں نے بادشاہ کی دُہائی دی کہ تو جب تک قرضہ ادا نہ کر دے اندر نہ جا

...عدیوں نے یہ خبر فوراً بادشاہ کو لکھی - حاجب شمس الدین جو ایک بڑا فقیہ تھا - باہر نکلا اور اُن
...وں سے دریافت کیا کہ تم دُہائی کیوں دیتے ہو انہوں نے کہا کہ اس شخص پر ہمارا قرضہ ہے
...واپس اندر گیا اور بادشاہ کو جاکر خبر کی بادشاہ نے دریافت کیا کہ کس قدر قرضہ ہے
...وں نے کہا پچیس ہزار دینار اُس نے جاکر بادشاہ سے عرض کر دی اور پھر باہر آکر کہا کہ
...شاہ فرماتے ہیں کہ ہم ذمہ دار ہیں تمہارا قرضہ ہم چکا دیں گے اُس سے مطالبہ نکرو
...بادشاہ نے عماد الدین سمنانی اور خداوندزادہ غیاث الدین کو حکم دیا کہ دونوں ہزار ستون
...میں بیٹھکر دستاویزات کا معائنہ کرو اور تحقیقات کرو کہ یہ قرضہ گرفتنی ہے یا نہیں وہ
...نوں بیٹھ گئے اور قرض خواہ اُن کے پاس اپنی اپنی دستاویزات لاتے جاتے تھے
وہ دیکھتے جاتے تھے - اُن دونوں نے جاکر عرض کی کہ دستاویزات بالکل درست ہیں
...شاہ ہنسا اور ہنسکر کہا کہ میں جانتا ہوں وہ قاضی ہے اور اپنا کام خوب جانتا ہے
...خداوندزادہ کو حکم دیا کہ یہ قرضہ خزانہ سے ادا کرے - اُس نے رشوت کا لالچ کیا اور خط خورد
...نے میں دیر کی - میں نے اُس کے پاس دو سو تنکہ بھیجے اُس نے نہ لیے واپس کر دیے لیکن اُس کے
...غلام نے مجھ سے کہا کہ پانسو تنکے مانگتا ہے میں نے کہا کہ میں نہیں دیتا - میں نے عبدالملک
...عماد الدین سمنانی سے یہ حال کہہ دیا اُس نے اپنے باپ سے ذکر کیا اور اُس نے وزیر
...ے - وزیر اور خداوندزادہ کے درمیان عداوت تھی اُس نے بادشاہ سے عرض کر دی اور
...س کے ساتھ اور بھی شکایتیں کیں چنانچہ بادشاہ خداوندزادہ سے ناراض ہو گیا اور اُسکو
...ہر میں نظر بند کر دیا - بادشاہ نے فرمایا کہ فلاں شخص اُسکو یہ رشوت کیوں دیتا تھا اور حکم دیا
...اس بات کی تحقیقات کیجائے کہ آیا وہ رشوت دیتا تھا اور خداوندزادہ نے انکار کیا یا
...داوندزادہ رشوت مانگتا تھا اُس نے دینے سے انکار کیا اور اِس سبب سے میرے قرضہ
...ادائیگی میں دیر ہو گئی +

۵- مارکوپولو نے معبر کے ذکر میں یہ لکھا ہے کہ اُس ملک کا دستور ہے کہ جب متقروض باوجود کئی تقاضوں کے — دہائی کا دستور

کے قرضہ ادا نہیں کرتا تو قرضخواہ اُس کے گرد ایک لکیر کھینچ دیتا ہے۔ اُس لکیر سے باہر مقروض نہیں نکل سکتا جب تک کہ وہ قرضہ ادا نہ کر دے یا قرضخواہ اُس کو مہلت نہ دے۔ قزوینی نے سیلان کا ذکر کرتے ہوئے اُس دستور کا ذکر کیا ہے کہ جب کوئی قرضخواہ کسی مقروض کی شکایت بادشاہ سے کرتا ہے تو بادشاہ اپنا ایک ملازم اُس کے ساتھ کر دیتا ہے اور وہ ملازم جس جگہ مقروض اوسکو ملتا ہے اُس کے گرد لکیر کھینچ دیتا ہے۔ اگر مقروض اُس جگہ سے بغیر قرضہ ادا کرنے کے چلا جائے تو راجہ اُس پر سہ چند جرمانہ کرتا ہے دو حصے آپ رکھ لیتا ہے اور تیسرا حصہ قرضخواہ کو دیتا ہے۔ راجپوتانہ میں اب بھی یہ ہی دستور ہے کہ راج کی دوھائی دینے کے بعد اگر مقروض چلا جا ئے تو راج کا گنہگار ہو جاتا ہے۔

فصل (۱۱)۔ بادشاہ کا شکار کے لئے باہر جانا

جب بادشاہ شکار کے لیے دار الخلافہ سے باہر گئے میں بھی ساتھ گیا۔ میں نے تمام ضروری اشیاء اس سفر کے لئے خریدلی تھیں۔ ایک سراچہ (ڈیرہ) خرید لیا تھا۔ اِس ملک میں ڈیرہ ہر شخص رکھ سکتا ہے اور امیروں کے لیے تو وہ ایک ضروری چیز ہے۔ فرق فقط یہ ہوتا ہے کہ شاہی ڈیرہ سُرخ رنگ کا ہوتا ہے اور باقی امیروں کا سفید جس پر نیلے رنگ کے نقش ہوتے ہیں۔ میں نے ایک صیوان (سائبان) بھی خرید لیا تھا۔ یہ ڈیرہ کے اندر سایہ کے لیے لگایا جاتا ہے اور دو بڑے بانسوں پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ یہ بانس لوگ گردنوں پر لے جاتے ہیں ان لوگوں کو کیوانی کہتے ہیں ہندوستان میں دستور ہے کہ مسافر کیوانیوں کو کرایہ پر رکھ لیتا ہے اور اسی طرح وہ شخص بھی جو چوپایوں کے لئے گھاس لاتے ہیں نوکر رکھے جاتے ہیں کیونکہ اُس ملک میں بھُس گھوڑوں کو نہیں کھلاتے اور کہار بھی نوکر رکھے جاتے ہیں یہ لوگ باورچی خانہ کے برتن اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ ڈولہ اٹھانے والے بھی نوکر رکھے جاتے ہیں۔ یہ لوگ خیمے (سراچہ) لگاتے ہیں اور اوس میں فرش بچھاتے ہیں اور اسباب کو اونٹوں پر لادتے ہیں اور داودی بھی نوکر رکھے جاتے ہیں یہ لوگ آگے آگے دوڑتے ہیں اور رات کو مشعل لے کر چلتے ہیں۔ میں نے بھی یہ تمام لوگ یومیہ اجرت پر اپنے ساتھ لیے اور بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ چلا۔ میں تو اُسی روز شہر سے باہر نکل آیا جس روز بادشاہ

Marfat.com

سواری باہر نکلی تھی اور میرے سوا اور آدمی دو دو تین تین دن بعد آئے۔ بادشاہ نے سواری نکلنے کے دن عصر کے بعد ارادہ کیا کہ ہاتھی پر سوار ہو کر دیکھنے جائیں کہ کون کون حاضر ہیں اور کس کس نے جلدی تیاری کی اور کس کس نے دیر کی۔ اسوقت بادشاہ اپنے ڈیرہ سراچہ کے باہر کرسی پر بیٹھے تھے۔ میں نے آکر سلام کیا اور دائیں ہاتھ پر اپنی مقررہ جگہ پر کھڑا ہو گیا بادشاہ نے میرے پاس ملک قبولہ سرجامدار کو بھیجا جس کا یہ کام ہے کہ وہ بادشاہ پر سے مکھیاں ہٹاتا رہتا ہے (یعنی چنور ہلاتا ہے) اس نے کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ بیٹھ جاؤ اور یہ بادشاہ کی مہربانی تھی ورنہ اور کسی کو اس روز بیٹھنے کی اجازت نہ تھی اتنے میں ہاتھی آ پہنچا اور سیڑھی لگائی گئی بادشاہ اس پر سوار ہوئے اور چھتر لگایا گیا اور بادشاہ کے خواص بھی سوار ہو گئے تھوڑی دیر پھر کر بادشاہ ڈیرہ کی طرف واپس آ گئے۔ دستور یہ ہے کہ جب بادشاہ سوار ہوتے ہیں تو ہر ایک امیر اپنی اپنی فوج اور علم اور طبل اور نفیری اور سرنا (ان سب چیزوں کو مراتب کہتے ہیں) لے کر سوار ہو جاتا ہے۔ بادشاہ کے آگے آگے فقط پردہ دار یعنی حاجب اور اہل طرب یعنی طوائف اور طبلچی گلے میں طبلے لٹکائے ہوئے اور سرنا بجانے والے ہوتے ہیں اور دائیں طرف پندرہ آدمی ہوتے ہیں اور بائیں طرف بھی اسی قدر آدمی ہوتے ہیں اس جماعت میں وزیر اور بڑے بڑے امیر اور بعضے پردیسی شرفا شامل ہوتے ہیں اور میں بھی اہل راست میں سے تھا۔ بادشاہ کے سامنے پیدل اور راہبر ہوتے ہیں اور پیچھے ریشمی اور زریں علم ہوتے ہیں اور اونٹوں پر طبل رکھے ہوئے ہوتے ہیں اسکے پیچھے شاہی غلام اور خادم ہوتے ہیں اور ان کے بعد امیر ہوتے ہیں اور ان کے بعد عوام الناس۔ کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ کس جگہ قیام ہو گا۔ جب کوئی جگہ نہر کے کنارے یا درختوں کے جھنڈ میں بادشاہ کو اچھی معلوم ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اس جگہ اتر جاؤ جب تک بادشاہ کا ڈیرہ نہ لگ جائے کوئی شخص ڈیرہ نہیں لگا سکتا۔ بعد ناظر آتے ہیں ہر ایک شخص کو اسکی جگہ بتلاتے ہیں اور بیچ میں شاہی ڈیرہ لگتا ہے۔ بکری کا گوشت اور

مراتب

موٹی موٹی مرغیاں اور (کراکی) وغیرہ شکار پہلے ہی آگے آگے روانہ کر دیا جاتا ہے
کے لڑکے فوراً حاضر ہو جاتے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں سیخ ہوتی ہے وہ آگ رو
ہیں اور گوشت کو بھونتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا ڈیرہ لگایا جاتا ہے اس کے باہر باد
خاص خاص امیروں کے بیٹھ جاتا ہے دسترخوان آتا ہے اور بادشاہ جسکو چاہتا ہے
ساتھ کھانا کھانے کے لیئے بُلا لیتا ہے۔ ایک دن بادشاہ ڈیرہ کے اندر تھے۔ باد
نے دریافت فرمایا کہ باہر کون ہے۔ سید ناصر الدین مطہر اوہری نے جو بادشاہ کے ند
کہ فلاں شخص مغربی کھڑا ہے اور بہت نڈھال ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کیوں۔ سید نے
کہ اُس کے قرض خواہ اُس پر سخت تقاضا کرتے ہیں۔ اخوند عالم نے وزیر کو حکم دیا تھا کہ قرض
کر دیا جائے وزیر اُس سے پہلے ہی سفر کو چلا گیا یا تو حضور قرض خواہوں کو حکم دے د
کہ وزیر کے آنے تک جبر نہ کریں یا اُن کا قرضہ چکا دیں اُسوقت ملک دولت شاہ بھی
موجود تھا بادشاہ اُسکو چچا کہا کرتے تھے۔ اُس نے کہا اخوند عالم یہ شخص ہر روز مجھ سے کچھ عر
کہا کرتا ہے اور میں سمجھتا نہیں سید ناصر الدین سمجھتا ہوگا کہ کیا کہتا ہے اُس کا مقصد
کہ سید ناصر الدین پیر قرضہ کی ادائگی کا ذکر کرے۔ سید ناصر الدین نے کہا کہ وہ اسی قر
بابت کہا کرتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب ہم دارالخلافہ میں واپس جائیں تو تم چچا خزانہ میں
جا کر اُس کو یہ روپیہ دلوا دو۔ خداوندزادہ بھی حاضر تھا اُس نے کہا کہ اخوند عالم یہ شخص بڑ
خراج ہے اور یہی حال اُس کا سلطان طرمشیرین بادشاہ ماوراءالنہر کے دربار میں تھا
میری اُس سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ بات ہو چکی تھی کہ مجھے بادشاہ نے دسترخوان پر طلب کیا
مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری بابت کیا گفتگو ہو چکی ہے۔ جب میں باہر آیا تو سید ناصر الدین
نے کہا کہ ملک دولت شاہ کا شکرانہ ادا کرو اور ملک دولت شاہ نے کہا کہ خداوندزادہ کا شکر
کرو۔ ان ہی دنوں میں جب میں بادشاہ کے ساتھ شکار میں تھا۔ بادشاہ کیمپ میں سوار ہو کر
تھے اُن کا گذر میرے ڈیرے پر ہوا۔ میں بادشاہ کے ساتھ دائیں ہاتھ پر تھا اور میرے ہم

Marfat.com

میں تھے جب بادشاہ وہاں سے گذرے تو میرے ہمراہیوں نے کھڑے ہو کر سلام کیا۔ بادشاہ نے عماد الملک۔ اور ملک دولت شاہ کو بھیجا کہ ان لوگوں سے دریافت کرو کہ کیسا خیمہ اور ڈیرہ ہے۔ انہوں نے آکر جواب دیا کہ فلاں شخص کا ہے۔ بادشاہ سُنکر مُسکرائے دوسرے دن مجھے اور سید ناصر الدین اور ابن قاضی مصر اور ملک صبیح کو خلعت دیے گئے اور اجازت دی گئی کہ دار الخلافہ کو واپس چلے جائیں چنانچہ ہم واپس چلے آئے۔

شکار کی سواری

لہ مسالک الابصار کا مصنف لکھتا ہے کہ جب بادشاہ شکار کو جاتا ہے تو اوس کے ساتھ ایک لاکھ سوار اور دو سو ہاتھی ہوتے ہیں۔ دو چوبی خیمے دو منزلہ دو سو اونٹوں پر لاد کر لے جاتے ہیں۔ اور خیمے اُن کے علاوہ ہوتے ہیں جب بادشاہ فقط سیر کے لیے جاتا ہے تو تیس ہزار سوار اور دو سو ہاتھی اُس کے ساتھ ہوتے ہیں اور ایک ہزار کوتل گھوڑے بھی طلائی زین اور لگام اور مرصع زیورات سے سجے ہوئے ساتھ ہوتے ہیں۔

لہ کیوانی۔ اس لفظ کا پتہ نہیں لگ سکا کہ ہندی یا فارسی کا کیا لفظ ہے۔

فصل (۱۲)۔ میں نے بادشاہ کو ایک اونٹ نذر دیا

اُن ہی دنوں میں بادشاہ نے ایک روز مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ ملک ناصر اونٹ پر سوار ہوتا ہے کہ نہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور حج کے دنوں میں سانڈنی پر سوار ہو کر مصر سے مکہ شریف میں دس دن میں پہنچ جاتا ہے۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اونٹ ایسے نہیں ہوتے جیسے اس ملک کے ہوتے ہیں اور عرض کی تھی کہ میرے پاس اُس ملک کا ایک اونٹ ہے۔ جب میں دار الخلافہ میں واپس آیا تو میں نے ایک مصری عرب کو بلوایا اُس نے میرے لیے سانڈنی کی کاٹھی کا کابو وقیر کا بنوایا وہ میں نے ایک بڑھئی (نجار) کو دکھلایا اُس نے ایک بہت عمدہ پالان اُس نمونہ کے مطابق تیار کر دیا۔ میں نے اُس کو بانات سے منڈھوایا اور کابین بنوائیں اور سانڈنی کے اوپر ایک نہایت عمدہ جول ڈالا اور اُس کی مُہار ریشم کی تیار کرائی۔ میرے پاس ایک یمن کا باشندہ تھا اور وہ حلوا بنانے میں کاریگر تھا اُس نے حلوا تیار کیا۔ جس میں سے بعض قسم کا حلوا تو کھجوروں کے مشابہ تھا اور بعض اور

Marfat.com

قسموں کا اور یہ سانڈنی اور حلوا میں نے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیئے اور لے جانے والے کو ہدایت کی کہ یہ دونوں چیزیں ملک دولت شاہ کے سپرد کر دینا اور میں نے اوس کے واسطے بھی ایک گھوڑا اور دو اونٹ بھیجے۔ جب وہ شخص پہنچا تو ملک دولت شاہ ان کو بادشاہ کے پاس لے گیا اور جاکر عرض کی کہ اخوند عالم میں نے ایک عجیب چیز دیکھی بادشاہ نے کہا کیا ہے اُس نے کہا کہ اونٹ پر زین۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمارے سامنے لاؤ چنانچہ اونٹ کو ڈیڑہ کے اندر لے گئے بادشاہ بہت خوش ہوا اور میرے آدمی سے کہا کہ اس پر سوار ہوکر دکھلاؤ وہ سوار ہوا اور اونٹ کو بادشاہ کے سامنے چلایا۔ بادشاہ نے اُس کو دو سو دینار اور خلعت انعام میں دیئے اور وہ آدمی واپس آیا اور اُس نے تمام حال مجھ سے بیان کیا میں سنکر نہایت خوش ہوا اور میں نے اُس شخص کو دو اونٹ دیئے ؎

ملک ناصر مصر کی تاریخ

لہ ملک ناصر۔ عمرو بن العاص نے مصر کو حضرت عمرؓ کی خلافت میں فتح کیا۔ ۲۵۴ھ تک خلفائے بنی اُمیہ وخلفائے بنی عباس کی طرف سے مصر پر والی حکومت کرتے رہے۔ ۲۵۴ھ میں ایک شخص طولون جو پہلے نوح بن اسد سامانی کا ترکی غلام تھا اور پھر خلیفہ مامون کا غلام بنا وہ معتز باللہ خلیفہ المتوکل باللہ کی طرف سے مصر کا حاکم تھا خود سر ہو بیٹھا اور چالیس سال تک اُس کی اولاد خود مختار رہی اُس کے بعد پھر خلفائے بنی عباس کی طرف سے متفرق والی حکومت کرتے رہے۔ خلیفہ راضی باللہ کے وقت میں اخشید خود سر ہو بیٹھا ۳۵۸ھ تک اُس کی اولاد حکومت کرتی رہی۔ پھر اُس کا غلام کافور بادشاہ بن بیٹھا اور مصر اور شام اور حجاز پر حکومت کرتا رہا ۳۵۸ھ میں فاطمی خلفا کا دور شروع ہوا ۵۶۷ھ میں صلاح الدین یوسف خاندان فاطمی کو علیحدہ کرکے خود بادشاہ بن بیٹھا یہ وہی صلاح الدین ہے جس نے بیت المقدس کو اہل فرنگ کے قبضہ سے خلاص کیا اور تمام یورپ کے بادشاہوں اور جہادیوں کے دانت کھٹے کر دیئے ۶۴۸ھ تک اُس کی اولاد حکومت کرتی رہی اُس کے بعد اُن کے غلام جن کو ممالیک بحریہ کہتے تھے۔ بادشاہ بن بیٹھے اُن میں سب سے اول عزالدین ایبک تھا ۶۷۸ھ میں ملک منصور قلاوون جو ملک صلاح ایوبی کا ترکی غلام تھا بادشاہ ہوا اُس نے ۶۸۸ھ میں طرابلس کو اہل فرنگ کے قبضہ سے چھڑا لیا۔ ملک ناصر قلاوون اُس کا بیٹا ۶۹۳ھ میں اپنے بھائی ملک اشرف کے بعد بادشاہ ہوا۔ اُس نے ۴۸ سال تک یعنی ۷۴۱ھ تک حکومت کی۔ جب ابن بطوطہ مصر میں پہنچا تھا تو یہی بادشاہ تھا۔ اُس نے تاتاریوں کے حملات روکنے میں نہایت درجہ کی لیاقت ظاہر کی تھی۔ خلیفہ مستکفی باللہ کو جس سے سلطان محمد تغلق نے اجازت نامہ طلب کیا تھا اس بادشاہ نے قوص کے قلعہ میں قید کر دیا تھا۔ اُس کے بعد اوس کی اولاد

سنہ ۷۸۴ھ تک مصر پر حکومت کرتی رہی سنہ ۷۸۴ھ میں چراکسہ ملوکوں کی حکومت شروع ہوئی۔ سنہ ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم نے مصر کو فتح کیا اور اُس وقت سے محمد علی پاشا کے زمانہ تک سلاطین عثمانیہ کے نائب حکومت کرتے رہے۔ محمد علی پاشا سنہ ۱۲۲۰ھ میں نیم مختار ہو بیٹھا اب اُس کی اولاد مصر پر حکومت کرتی ہے اور سلاطین عثمانیہ کی باجگذار ہے۔

۵۔ قیر اصل لغت قار ہے رال سے علیٰحدہ ایک چیز ہوتی ہے۔ جو لوگ قیر اور رال کو ایک سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ رال تو ایک درخت کا گوند ہے اور قار گرم پانی کے ساتھ فرات کے کنارہ پر ہیت کے شہر کے پاس زمین سے نکلتی ہے۔ اُس کا رنگ سیاہ مائل بسُرخی ہوتا ہے۔ جب تازہ ہوتی ہے تو سیال ہوتی ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد سخت ہو جاتی ہے۔ بغداد اور بصرہ کے باشندے اِس میں مٹی ملا کر اُس کے ساتھ مکانوں کی دیواروں اور کشتیوں اور تختوں کو لیپتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں معدنی ٹار بھی کہتے ہیں۔ معمولی ٹار جس سے ریلوے اسٹیشن کی دیواروں اور شہتیروں کے سروں کو مٹی کے اثر سے بچانے کے لیے رنگتے ہیں۔ چیڑ کے درخت سے اُس کو آگ میں ایسی جگہ جلانے سے حاصل کرتے ہیں جہاں ہوا بہت کم پہنچ سکے اُس کو عربی میں قطران کہتے ہیں یہ گویا نباتاتی ٹار ہوتا ہے۔ معدنی ٹار یا تو پہاڑ میں سے یا زمین کی تہ میں سے جس میں پتھر کا کوئلہ ہوتا ہے پانی کے ساتھ یا تنہا اُبل کر نکلتا ہے اُس کی کسی قسم کو نفط کیسکو زفت کسی کو قفر الیہود کہتے ہیں کیونکہ وہ بحیرہ یہودیہ کے کناروں پر جو فلسطین میں تلخ پانی کی ایک جھیل ہے پتھروں میں سے اُبل کر نکلتی ہے ✤

قیر

فصل (۱۳)۔ دو اونٹ پھر نذر کرنا اور قرضہ کی ادائگی کا حکم ہونا

جب میرا آدمی اونٹ نذر کرکے واپس آیا تو میں نے دو پالان تیار کرلئے اور اُن کے اگلے اور پچھلے حصوں کو چاندی کے پتروں سے منڈھوایا جن پر سونے کا ملمع تھا اور پالان کو بانات سے منڈھا اور اوس پر چاندی کے پترے چڑھوائے اور دونوں اونٹوں پر زرد خانہ کا جُل جس کے کمخواب کا استر تھا ڈلوایا اور ملمع شدہ چاندی کی جھانجھیں اونٹوں کے پیروں میں پہنائیں اور گیارہ طباق حلوے کے تیار کرلئے ہر ایک طباق پر ریشم کا رومال ڈالا جب بادشاہ شکار سے واپس آئے اور دوسرے دن دربار عام میں بیٹھے تو میں اونٹوں کو لے گیا بادشاہ نے حکم دیا ان کو چلاؤ۔ میں نے سوار ہو کر دوڑا کر دکھلائے اُن میں سے ایک کی جھانجھ گر پڑی بادشاہ نے بہاء الدین فلکی کو حکم دیا کہ پایل برداری یعنی جھانجھ

Marfat.com

اٹھا لاؤ اس نے جھانج اٹھالی پھر بادشاہ نے طباقوں کی طرف دیکھا تو پوچھا کہ چہ داری دراں طبقہا حلوا است۔ یعنی تیرے پاس کیا ہے کیا طباقوں میں حلوا ہے میں نے کہا حضور! بادشاہ نے فقیہ ناصر الدین ترمذی واعظ کو کہا کہ میں نے ایسا حلوا جو فلاں شخص نے لشکر میں ہمارے پاس بھیجا تھا کبھی نہیں کھایا اور حکم دیا کہ طباق بادشاہ کی خاص مجلس میں اٹھا کر لے جائیں بادشاہ دربار عام سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے اندر بلایا اور کھانا منگوایا۔ میں بھی کھانا کھایا بادشاہ نے پوچھا جو حلوا تم نے ہمارے لئے بھیجا تھا اس کا کیا نام ہے میں نے عرض کیا کہ اخوند عالم وہ حلوا کئی طرح کا تھا معلوم نہیں کہ حضور کی مراد کون سے حلوے سے ہے۔ بادشاہ نے کہا یہ طبقاق لاؤ اس ملک میں طیفور کو طباق کہتے ہیں طباق پیش ہوئے اور رومال اٹھائے گئے بادشاہ نے ایک حلوے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کا کیا نام ہے میں نے عرض کی کہ اس کو لقیمات القاضی کہتے ہیں اس وقت ایک بغداد کا سوداگر جسکو سامری کہتے تھے اور اپنے تئیں آل عباس میں سے بتلاتا تھا اور بہت مالدار تھا اور جس کو بادشاہ باپ کہا کرتے تھے حسد کے سبب اور مجھے شرمندہ کرنے کی غرض سے بولا کہ یہ لقیمات القاضی نہیں ہے اس نے ایک دوسرے حلوے کو جس کا نام جلد الفرس تھا اٹھا کر کہا کہ اسکو لقیمات القاضی کہتے ہیں۔ اس کے مقابل ناصر الدین کافی ہروی جو بادشاہ کا ندیم تھا اور اس شیخ کے ساتھ بادشاہ کے روبرو اکثر ہنسی کیا کرتا تھا بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ خواجہ صاحب آپ جھوٹ بولتے ہیں اور قاضی سچا ہے بادشاہ نے کہا کہ کس طرح اس نے اخوند عالم یہ شخص قاضی ہے اور اپنے لقموں کو اوروں کی نسبت بہتر جان سکتا ہے بادشاہ نے ہنس کر کہا کہ سچ ہے۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو حلوا کھایا اور پھر فقاع پی اور پان لے کر ہم باہر چلے آئے۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میرے پاس خزانچی آیا اور کہا کہ آپنے آدمیوں کو بھیجو کہ روپیہ لے آئیں میں نے اپنے آدمی اس کے ساتھ کر دیے جب میں شام کو گھر واپس آیا تو تین تھیلیوں میں چھ ہزار دو سو تینتیس ۶۲۳۳ ٹنکے میرے گھر میں رکھے ہوئے تھے

Marfat.com

پن ہزار دینار تو جب مجھے قرضہ میں دینے تھے اور بارہ ہزار دینار کے انعام کا حکم ہو چکا تھا۔ یہ عشر وضع کرنے کے بعد ہوئی تھی۔ ٹنکہ مغرب کے ڈھائی دینار طلائی کے برابر ہوتا ہے

ٹنکہ کی بابت اور تحقیق

۵ ٹنکہ۔ اس لفظ کی بابت مفصل حاشیہ باب۔ فصل ۔ کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس موقع پر یہ لکھنا باقی رہ گیا تھا کہ شیر شاہ کے وقت سے روپیہ کے لفظ کا استعمال شروع ہوا ہے۔ اور اسی بادشاہ نے تانبے کے خالص سکے بنائے تھے۔ ورنہ پہلے کل تانبے کے سکوں میں کچھ نہ کچھ چاندی ضرور ہوتی تھی۔ بابر اور سکندر لودھی کے وقت کا ٹنکہ سیاہ نقرئی ٹنکہ کا بیسواں حصہ ہوتا تھا یعنی دو بہلولیوں کی برابر بہلولی کا وزن ایک تولہ ۸۔ ماشہ اور ۷۔ رتی تھا۔ ایک ٹنکہ سفید کے چالیس بہلولی ہوتے تھے۔ اسی بہلولی کو اکبر کے وقت میں دام کہنے لگے۔ چنانچہ ابو الفضل لکھتا ہے۔ دام مسین نقدیست وزن پنج ٹانک کہ یک تولہ و ہشت ماشہ و ہفت سرخ باشد۔ چہل بخش روپیہ نخست آنرا پیسہ گفتے و بہلولی نیز خواندے و امروز بدام اشتہار دارد۔ یک سو ضرب فلاں جائے و دیگر جانب سال و مہ

اس جگہ معلوم نہیں ابن بطوطہ نے کیا حساب کیا ہے۔ ٹنکہ سے اسکی مراد ٹنکہ سرخ یعنی اشرفی ہے اور دینار سے نقرہ سفید یعنی روپیہ۔ ۶۰ ہزار دینار کا عشر ۶۰۰۰ دینار ہوئے۔ عشر وضع کرنے کے بعد ۵۴۰۰۰ دینار ملنے چاہیں تھے۔ اگر ٹنکہ سرخ و سفید کا نرخ ایک اور دس ہوتا جیسا کہ وہ لکھتا ہے تو چھ ہزار تیس ٹنکے ملنے چاہیں تھے لیکن دو سو تین ٹنکے زیادہ آئے اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان دنوں میں نرخ ایک اور دس سے کچھ کم تھا۔ یعنی ۱ اور ۹ ۲ پائی کا تھا۔ ممکن ہے کہ قرضہ کی مقدار پوری پچپن ہزار نہ ہو اور کم و زیادہ ہو لیکن پھر بھی حساب درست نہیں بیٹھتا +

فصل (۱۴) ۔ بادشاہ کا معبر کو جانا اور مجھے دار الخلافہ میں چھوڑنا

۹۔ جمادی الاول کو بادشاہ ملک معبر کی طرف روانہ ہوا کیونکہ وہاں سید حسن شاہ باغی ہو گیا تھا۔ میں اپنا تمام قرضہ ادا کر چکا تھا اور سفر کا پختہ ارادہ کیا ہوا تھا اور کہاروں اور فراشوں اور دوڑوں کی نو مہینے کی تنخواہ بھی دے چکا تھا مجھے حکم ملا کہ میں دار الخلافہ میں رہوں حاجب نے مجھ سے اس مضمون کا خط لے لیا کہ مجھے اطلاع ہو گئی یہ اس ملک کا دستور ہے تاکہ جس کو خبر دی گئی ہے انکار نہ کر جائے۔ بادشاہ نے میرے لئے چھ ہزار درہمی دینار دینے کا حکم دیا اور قاضی مصر کو دس ہزار دینار کا اور اسی طرح سے ہر ایک پردیسی کو جس کو ٹھیرنے کا حکم ملا انعام دیا گیا۔ ہندیوں کو کچھ نہیں ملا۔ مجھے بادشاہ نے حکم دیا کہ سلطان قطب الدین کے مقبرے کا متولی مقرر کیا گیا ہے اس کی نگرانی رکھو۔ بادشاہ اس مقبرے کی نہایت تعظیم کرتے تھے کیونکہ

سلطان قطب الدین مقبرہ

وہ کئی زمانے میں سلطان قطب الدین نے نوکروں میں رہ چکا تھا میں نے کئی دفعہ دیکھا
بادشاہ اس مقبرہ میں آتے تھے تو سلطان قطب الدین کی پاپوش اوٹھا کر چومتے تھے اور سر پر رکھتے
تھے اس ملک میں دستور ہے کہ میت کی پاپوش اُس کی قبر کے پاس ایک چوکی پر رکھ دیتے
ہیں بادشاہ جب مقبرہ میں داخل ہوتے تھے تو تعظیم کیا کرتے تھے جیسے کہ بادشاہ کی زندگی
میں اُسکی تعظیم بجالاتے تھے اور اُس کی بیوہ کی بدرجہ غایت تعظیم کرتے تھے اور اُس کو بہن کہہ
پکارتے تھے اور اُس کو اپنے حرم میں جگہ دی ہوئی تھی بعد میں اُس کا نکاح قاضی مصر کے
ساتھ کر دیا تھا اور اُسی کے سبب سے قاضی کی بہی بہت خاطر ہوتی تہی بادشاہ ہر جمعہ کو اُس
پاس جایا کرتے تہے۔ جب بادشاہ روانہ ہونے لگے تو ہمیں رخصت کے واسطے بُلایا ابن قاضی
مصر نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں حضور سے جُدا ہونا نہیں چاہتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا
جا سفر کا سامان کر لے یہ اس کے واسطے اچھا ہوا۔ اُس کے بعد میں آگے بڑھا میں شہر میں
ٹھیرنا چاہتا تھا لیکن اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کچھ عرض کرنا ہے میں نے
اپنی یادداشت کا پرچہ نکالا بادشاہ نے فرمایا اپنی زبان میں کہو۔ میں نے عرض کی کہ اخوند عالم
حضور نے مجھے قاضی مقرر کیا اب تک میں نے یہ کام نہ کیا تھا اور قضا سے میری مراد فقط
اُس عہدہ کی بزرگی قایم رکھنا ہے بادشاہ نے مہربانی سے میرے دو نائب مقرر کر دیے
لیکن میں سلطان قطب الدین کے روضہ کیا کروں اُس میں چار سو ساٹھ آدمیوں کا روزینہ
میں نے مقرر کیا ہے اور اُس کے اوقاف کی آمدنی خرچ کے واسطے کافی نہیں۔ بادشاہ نے
وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اُس کی آمدنی پچاس ہزار ہے پہر میری طرف مخاطب ہو کر
کہا کہ بیشک اور وزیر سے کہا کہ لک من غلہ بدہ اور مجھ سے کہا کہ جب تک روضہ کا غلہ
آئے تو اس غلہ کو خرچ کر غلہ سے مراد گیہوں اور چاول ہیں اور اُس ملک کا من بیس — اُسوقت کا من
مغربی رطل کے برابر ہوتا ہے پہر بادشاہ نے فرمایا اور کیا عرض ہے میں نے عرض کی
کہ میرے ہمراہی اس سبب سے قیدمیں ہیں کہ انہوں نے اُن دیہات سے جن کے

من بادشاہ نے مجھے اور دیہات دیئے ہیں کچھ وصول کر لیا تھا اب اہل دیوان کہتے ہیں کہ مجھ کو تمہیں آمدنی ہوئی ہے وہ سرکار کے خزانہ میں داخل کرو ورنہ بادشاہ کا حکم لاؤ کہ وہ مطالبہ معاف کیا جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تجھے کس قدر آمدنی ہوئی ہے میں نے کہا کہ پانچ ہزار دینار بادشاہ نے فرمایا وہ تجھ کو ہم نے انعام میں دیئے پھر میں نے عرض کی کہ جو گھر بادشاہ نے مجھے دیا ہے وہ بالکل شکستہ اور ریختہ ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ عمارت کی جائے پھر بادشاہ نے فرمایا وصیت دیگر است میں نے کہا حضور۔ بادشاہ نے فرمایا تو قرض نہ کیا کر ممکن ہے کہ میں خبر نہ پہنچے اور تجھے قرضخواہ تکلیف پہنچائیں اور جس قدر میں دیا کروں اس سے زیادہ خرچ نہ کیا کر کیونکہ خداتعالے نے فرمایا ہے:۔ فلا تجعل یدك مغلولة ولا تبسطها كل البسط۔ وكلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ والذين اذا انفقوا لم يسرفوا وكان بين ذالك قواما میں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کے قدم لوں بادشاہ نے میرا سر پکڑ لیا اور مجھے روک دیا۔ میں نے بادشاہ کے ہاتھ کو چوما اور باہر نکلا۔ شہر میں آ کر میں نے اپنے گھر کی تعمیر شروع کی اور اس پر چار ہزار دینار خرچ کیے چھ سو دینار تو مجھے سرکاری خزانہ سے ملے اور باقی میں نے اپنے پاس سے خرچ کیے اور اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بھی بنوائی +

۵ - انجام اچھا نہ ہوا۔ پتہ نہیں لگ سکتا کہ اس سے ابن بطوطہ کی کیا مراد ہے۔ میرے قیاس میں ابن بطوطہ نے جو بادشاہ کی ناراضی کی وجہ فقط شیخزادہ جام کے پاس اپنی آمد و رفت بتائی ہو یہ درست نہیں ہے۔ اور اس مقبرہ کے انتظام کے متعلق مزور کوئی اور بات ہی جسکا ظاہر کرنا اس نے مناسب نہیں سمجھا

فصل (۱۵) مقبرہ کا انتظام

اس کے بعد میں سلطان قطب الدین کے مقبرہ کے انتظام میں مصروف ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ اس پر ایک گنبد بنایا جائے جس کی بلندی سو ہاتھ کی ہو یعنی غازان[۱] شاہ عراق کے مقبرہ کے گنبد سے بھی بیس ہاتھ زیادہ ہو اور یہ بھی حکم دیا کہ تیس گاؤں خرید کر جائیں

اور مقبرہ کے لیے وقف کیے جائیں اور خریدنے کا حکم بھی مجھے دیا تھا تاکہ اُس کے عشر
فائدہ مجھے ہو- اہل ہند کا دستور ہے کہ مُردوں کی قبروں پر کُل اشیاء جو اُن کی حیات میں
ضروری ہوتی ہیں موجود رہتے ہیں چنانچہ ہاتھی اور گھوڑے بھی قبروں پر باندھتے ہیں اور
قبر کی نہایت آرائش کرتے ہیں- میں نے بھی اسی طرح کیا اور ڈیڑھ سو قرآن پڑھنے والے
جن کو اس ملک میں ختمی کہتے ہیں نوکر رکھے اور اسی طالب علموں کی خورد و نوش کا انتظام
کیا اور آٹھ مکرّر رکھے اور ایک مدرس نوکر رکھا- اسی صوفیوں کے کھانے کا انتظام کیا اور ارباب
ایک امام اور کئی موذن خوش آواز اور قاری اور مدح خواں اور حاضری نویس اور معرّف
بھی نوکر رکھے اِن سب کو اس ملک میں ارباب کہتے ہیں اور فراش اور طباخ اور دروڑی
اور آبداری یعنی سقے اور شربت پلانے والے اور تنبولی اور سلحدار اور نیزہ دار اور چتر دار
اور طشت دار اور حاجب اور نقیب یعنی پردہ دار اور چوبدار بھی نوکر رکھے اِن لوگوں کو حاشیہ حاشیہ
کہتے ہیں- یہ سب تعداد میں چار سو ساٹھ آدمی تھے- بادشاہ کا حکم تھا کہ ہر روز بارہ من آٹا
اور بارہ من گوشت پکایا جائے مگر میں نے دیکھا کہ یہ کافی نہ ہوگا اور زمین بہت تھی میں نے
حکم دیا کہ ۳۵ من آٹا اور ۳۵ من گوشت ہر روز پکایا جائے اور اُس کے مطابق شکر اور
مصری اور گھی اور پان خرچ ہوتے تھے میں کل اہل مقبرہ کو اور مسافروں کو کھانا کھلاتا
تھا- قحط کا زمانہ تھا لوگوں کو بڑی مدد پہنچی اور میری شہرت ہوگئی- چنانچہ جب ملک صبیح
دولت آباد میں گیا اور بادشاہ نے اُس سے دہلی کے نوکروں کا حال دریافت کیا تو اُس نے
عرض کی کہ اگر دہلی میں فلاں شخص کی مانند دو تین اور آدمی ہوتے تو غریبوں کو کچھ بھی تکلیف
نہ ہوتی- بادشاہ سنکر بہت خوش ہوا اور مجھے اپنی خاص پوشش کا خلعت روانہ کیا اور میں
دونوں عیدوں کے دن اور مولد نبی کے روز اور یوم عاشورہ اور شبرات اور سلطان
قطب الدین کی وفات کے دن سو من آٹا اور گوشت پکواتا تھا اور مساکین اور فقرا کو کھانا
کھلواتا تھا- اور جن لوگوں کے گھر خوان بھیجنے پڑتے تھے وہ اس سے علیحدہ تھے اِس دستور

بیان ابھی کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ملک ہند اور سرائے (قبچاق) کا دستور ہے کہ جب کھانا کھا چکتے ہیں تو ہر ایک شریف (سید) اور فقیہ اور مشائخ اور قاضی کے سامنے خوان گہوارہ کی شکل کا ہوتا ہے اور جس کے نیچے چارپائے ہوتے ہیں اور کھجور کے پتوں سے بنا ہوا ہوتا ہے لاکر رکھتے ہیں اول اس میں چپاتیاں رکھتے ہیں اور اسکے اوپر بکرے کی بھنی ہوئی سری اور چار ٹکیاں جن کے اندر حلوا صابونیہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور اس کے اوپر چار خشت حلوے کی رکھی جاتی ہے اور ایک چمڑے کے چھوٹے سے طباق میں سموسہ اور حلوا ہوتا ہے یہ سب چیزیں اس میں رکھ کر اوپر ایک روئی کے کپڑے کا رومال ڈھک دیتے ہیں اور جو لوگ درجہ میں کم ہوتے ہیں ان کے واسطے تعداد کم کرتے جاتے ہیں اور ہر ایک شخص جس کے سامنے خوان لاکر رکھا جاتا ہے اسکو اٹھا کر لیجاتا ہے اول میں نے یہ رسم شہر سرائے میں سلطان ازبک کے دار الخلافہ میں دیکھی تھی میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی منع کیا کہ نہ اٹھاؤ کیونکہ یہ ہماری عادت کے خلاف تھا بڑے بڑے آدمیوں کے گھر اسی طرح خوان بنا کر بھیجے جاتے ہیں ✣

چنگیز خاں کے جانشین

۵ غازان خاں۔ چنگیز خاں کے چار بیٹے تھے سب سے بڑا تولے خاں تھا۔ دوسرا اوکتائی قاآن تیسرا چغتائی۔ چوتھا جوجی۔ چنگیز خاں کے بعد اوکتائی قاآن اس کا قایم مقام ہوا۔ اس کے بعد اسکے بیٹا کیک قاآن۔ کیک قاآن کے بعد تولے خاں کا بیٹا منگو قاآن اور منگو قاآن کے بعد قوبلا آن چین میں بڑا قاآن ہوا اس نے اپنے بھائی ہلاکو کو ایران کا ایلخان (بادشاہ ماتحت) بنادیا۔ اس کے بعد ہلاکو کی اولاد ایران میں حکومت کرتی رہی اور قوبلا آن کی چین میں اور برائے نام ماتحتی کے سوا بہت کم تعلق ان کے درمیانی باقی رہ گیا۔ ہلاکو خاں کی اولاد جو چین میں بادشاہ ہوئی اس کا شجرہ نسب میں ذیل میں درج کرتا ہوں :-

غازان خاں کا مقبرہ

غازان کا مقبرہ تبریز میں تھا اس نے اپنی زندگی میں تعمیر کرایا تھا۔ لب التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ تابوت اورا بہ تبریز بردند و در گنبد کہ خوابگاہ خود ساختہ بود و بہ شنب غازان مشہور است دفن کردند و در تجمل پادشاہان مغول پیش از وے ہیچ بادشاہ را گور (مقبرہ) آشکار نبود۔ لیکن بلندی اور عمارت کی خوبی کے لیئے غازان خاں کے بھائی سلطان خدا بندہ کا مقبرہ جو سلطانیہ میں واقع

Marfat.com

ہے بہت مشہور ہے۔ ایران کے سلاطین مغل میں غازان اول بادشاہ تھا جو مسلمان ہوا تھا کیونکہ نکودار (احمد) اپنے اسلام کو اچھی طرح سے ظاہر نہیں کر سکا تھا۔

سلاطین مغلیہ ایران کا شجرہ

چنگیز خاں سنہ ۶۲۴ھ میں فوت ہوا

تولی خاں۔ سنہ ۶۲۸ھ میں فوت ہوا

(۱) ہلاکو خاں۔ سنہ ۶۶۳ھ میں فوت ہوا

(۲) اباقا خان سنہ ۶۶۳ نہایت سنہ ۶۸۰ھ

طرغائی

(۳) نکودار (احمد) سنہ ۶۸۰ نہایۃ ۶۸۳ھ

(۶) بایدو خان

(۴) ارغون خان سنہ ۶۸۳ نہایۃ ۶۹۰ھ

(۵) کیخاتو خان سنہ ۶۹۰ نہایت ۶۹۴

(۷) غازان خان سلطان محمود سنہ ۶۹۴ نہایت ۷۰۳ھ

(۸) اولجایتو سلطان خدابندہ سنہ ۷۰۳ نہایۃ سنہ ۷۱۶ھ

(۹) سلطان ابوسعید سنہ ۷۱۶ تا ۷۳۶ھ

وہ کہاں دفن ہوتے تھے

لب التواریخ کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ غازان سے پہلے کسی مغل بادشاہ کا مقبرہ آشکارا نہیں اس کی وجہ مارکو پولو کے بیان سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے پہلے چنگیز خاں کی اولاد کی نعشیں کوہ الطائی میں لے جاتے تھے۔ یہ کوہ الطائی وہ پہاڑ نہیں ہے جو سائی بیریا کے جنوب میں ایک بہت بڑا کوہستانی سلسلہ ہے بلکہ تاتار چینی میں ایک پہاڑ ہے جسکو خان اولا (یعنی خان کا پہاڑ) کہتے ہیں۔ وہاں چنگیز خاں کی وصیت کے مطابق ایک خوشنما درخت کے نیچے اوسکی نعش دفن کی گئی تھی اور وہیں اس کی اولاد میں سے ہر ایک شخص کو خواہ وہ چین میں مرتا تھا یا روس میں یا عراق میں لے جا کر دفن کرتے تھے۔ اور مشکل یہ تھی کہ مغلوں کا دستور تھا کہ اس قدر فاصلے میں جو کوئی شخص نعش کے سامنے آجاتا تھا وہ مار دیا جاتا تھا یہ واقعہ مارکو پولو اور خواجہ رشید الدین جامع رشیدی کا مصنف دونوں لکھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ منگو قاآن چین میں کسی جگہ مرا تھا۔ اس کی نعش کے رستے میں بیس ہزار آدمی جو سامنے آگئے قتل کئے گئے۔ مارکو پولو نے اپنے سفرنامہ میں چنگیز خاں کا جانشین کیک قاآن کو بیان کیا ہے اور اوس کا جانشین باتو خاں کو اور اوس کا جانشین ہلاکو خاں کو اور اس کا جانشین منگو قاآن کو اور اس کا جانشین قوبلا قاآن کو وہ اوکتائی قاآن کا نام بالکل چھوڑ گیا اور باتو خاں اور ہلاکو خاں قاآن کبھی نہیں ہوئے باتو خاں روس میں اور ہلاکو خاں ایران میں قاآن کی طرف سے حاکم تھے +

۳۵ مکرر۔ قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکرر اشخاص کو کہتے ہیں جو فقط ایک ہی سورت کو کئی کئی دفعہ پڑھا کرتے

Marfat.com

فصل (۱۶) امروہہ کا سفر

بادشاہ کے حکم پر وزیر نے مجھے دس ہزار من غلہ تو دے دیا اور باقی کی بابت حکم لکھدیا کہ امروہہ کے علاقہ سے دیا جائے۔ اس وقت وہاں کا حاکم عزیز خمار تھا اور وہاں کا شمس الدین بدخشانی تھا۔ میں نے اپنے آدمی بھیجے انہوں نے کچھ تو بتلائے ہوئے غلہ سے وصول کر لیا اور امیر خمار کی سختی کی شکایت میرے پاس آکر کی۔ باقی غلہ لینے کے واسطے میں خود گیا۔ یہ علاقہ دہلی سے تین دن کی مسافت پر ہے۔ برسات کا موسم تھا میں ۳۳۔ آدمی اپنے ہمراہ لے کر گیا اور دو ڈوم میں نے اپنے ساتھ لیے وہ دونوں بھائی تھے اور گانا بہت اچھا جانتے تھے ہم بجنور میں پہنچے وہاں تین ڈوم اور ملے یہ بھی بھائی تھے کبھی تو ان دونوں بھائیوں سے گانا سنتا اور کبھی ان تینوں بھائیوں سے۔ ہم امروہہ پہنچے۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے اس کے اہلکار استقبال کے لئے باہر آئے شہر کا قاضی شریف علی اور خانقاہ کا شیخ دونوں آئے اور دونوں نے ملکر میری ضیافت بہت اچھی طرح کی۔ عزیز خمار اس وقت افغان پور میں تھا جو دریا سرجو کے کنارے ہے اور یہ دریا ہمارے اور افغان پور کے درمیان حائل تھا اور کوئی کشتی نہیں تھی۔ ہم نے لکڑی اور گھاس کی کشتی بنا کر اور اس میں اسباب رکھ کر پار اتارا اور ہم خود دوسرے دن دریا کے پار گئے۔ عزیز خمار کا بھائی نجیب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہمارے استقبال کو آیا اور ہمارے لیے انہوں نے ایک ڈیرہ لگایا پھر اس کا بھائی والی آیا۔ یہ شخص ظالم مشہور تھا اور ڈیڑھ ہزار گاؤں اوس کے ماتحت تھے جن کا محصل ساٹھ لاکھ تھا اس میں سے بیسواں حصہ اسکو ملتا تھا اس دریا کی خاصیت عجیب ہے برسات کے موسم میں کوئی شخص اس کا پانی نہیں پیتا اور نہ کسی جانور کو پلاتا ہے۔ ہم تین دن اس کے کنارے پر ٹھیرے ہم نے اسکا پانی بالکل نہ پیا اور نہ اس کے قریب گئے یہ دریا کوہ ہمالیہ سے نکلتا ہے اس

پہاڑ میں سونے کی کان ہے اور یہ دریا زہریلی بوٹیوں میں سے ہو کر گذرتا ہے اس
شخص اس کا پانی پیتا ہے مرجاتا ہے یہ پہاڑ تین مہینے کی مسافت تک برابر
ہے اس کے دوسری طرف تبت کا ملک ہے۔ جہاں مشک کا ہرن ہوتا ہے اس پہا
مسلمانوں کے لشکر کی درگت ہوئی وہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس شہر میں میرے پا
فقیروں کی ایک جماعت آئی انہوں نے پہلے تو سماع سنا اور پھر آگ جلوائی اور آگ
گھس گئے اور ان کو کچھ نقصان نہ پہنچا اس کا بیان میں پیچھے کر آیا ہوں۔ اس علا
امیر شمس الدین بدخشانی اور اس کے والی عزیز خمار کے درمیان کچھ تنازع ہو گیا
شمس الدین اس کے ساتھ لڑنے کے لیے آیا تو عزیز خمار اپنے گھر میں گھس کر بیٹھ گیا۔ ہر ایک
پاس شکایت کی۔ وزیر نے مجھے اور ملک شاہ امیر الممالک کو جس کے ماتحت چار ہزار
غلام تھے اور شہاب الدین رومی کو کہلا بھیجا کہ ان دونوں کے تنازع کا فیصلہ کر دو۔
جو جھوٹا ہو اس کو باندھ کر دارالخلافہ کو روانہ کر دو۔ سب کے سب میرے گھر میں جمع ہوئے
عزیز خمار نے شمس الدین پر کئی دعوے کیے جن میں سے ایک یہ تھا کہ اس کے ایک ملازم رضی ملت
نے جو عزیز خمار کے خزانچی کے گھر آکر اترا تھا شراب پی اور خزانچی کے مال میں سے پانچ ہز
چرا لیے میں نے رضی سے دریافت کیا کہ وہ کیا جواب دیتا ہے اس نے کہا کہ میں
آٹھ سال ہوئے ملتان سے آیا ہوں میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ میں نے پوچھ
ملتان میں تو نے شراب پی تھی اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس کے اسی درے لگ
اور عزیز خمار کے مقدمہ میں اوسکو قید کیا۔ میں امروہہ سے واپس آیا اور وہاں میں
تک رہا۔ ہر روز اپنے ہمراہیوں کے لیے ایک گائے ذبح کرتا تھا اور اپنے ہمراہ
پیچھے چھوڑ آیا کہ عزیز سے غلہ لے کر آدیں اس نے گاؤں والوں کو لکھ دیا کہ میں
غلہ تین ہزار بیلوں پر لاد کر پہنچا دیں۔ اہل ہند بیلوں پر بوجھ لادتے ہیں اور سفر میں
اسی پر لادا کرتے ہیں۔ گدھے پر سواری کرنے کو بڑا عیب سمجھتے ہیں گدھے اس ملک

Marfat.com

تے ہیں اور اُن کو لاشہ[۵] کہتے ہیں اگر کسی شخص کی تشہیر کرنی ہوتی ہے تو اُس کو دُرّے لگا کر گدھے پر سوار کرتے ہیں +

امروہہ ۵ امروہہ۔ مراد آباد کے ضلع میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ شہر کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہے، مراد آباد سے ۲۰ میل جنوب مغرب میں واقع ہے جس دریا کا ابن بطوطہ نے ذکر کیا ہے معلوم نہیں اُس کی مراد رام گنگا سے ہے یا سوت کی ندی (جس کو یار وفادار بھی کہتے ہیں) سوت کی بڑی ایک ڈل میں سے جو امروہہ کے قریب واقع ہے نکلتی ہے۔ اسکا پانی اس سبب سے شاید اچھا نہ ہو لیکن چونکہ ابن بطوطہ صاف کہتا ہے کہ وہ ندی ہمالیہ کے پہاڑ سے آتی ہے تو اغلباً اُسکی مراد رام گنگا سے ہے۔ سرو یعنی سرجو تو وہاں سے بہت فاصلے پر ہے۔ اس شہر میں شیخ سدو کی خانقاہ ہے۔ یہ بزرگوار عورتوں میں خصوصاً اپنا عمل کرتے ہیں۔ اور جیسے کہ پنجاب میں سکار یا بیار عورتوں میں پری اور سخی سرور آجاتے ہیں اسی طرح وہاں شیخ سدو بدنام ہیں +

بجنور ۵ یہ شہر بہت پُرانا ہے۔ ہوان تھسنگ چینی سیاح جو چھٹی صدی عیسوی میں ہندوستان میں آیا تھا اُس کا اور منڈاور کا ذکر کرتا ہے۔ اکبر بادشاہ کے وقت میں بجنور سرکار سنبھل میں ایک محال تھا۔ حال میں اس شہر کی آبادی سترہ ہزار کے قریب ہے، دریائے گنگ شہر سے تین میل کے فاصلہ پر بہتا ہے +

مشک کا ہرن ۶ مشک کا ہرن۔ ایک جانور ہے جس کے پاؤں اور دم ہرن کے مشابہ ہوتی ہیں۔ ہرن کے بچے سے بڑا نہیں ہوتا ہے۔ کھال کے بال بارہ سنگہ مانند موٹے ہوتے ہیں۔ سینگ نہیں ہوتے رنگ زرد اور سُرخی مائل ہوتا ہے گردن کے نیچے حلالی پر دو سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ اُس کی ناف میں کھال اور گوشت کے بیچ میں ایک تھوتھا غدود سا ہوتا ہے۔ جس میں خون بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس خون میں خوشبو ہوتی ہے۔ چڑھے چاند میں یہ غدود پُر ہو جاتا ہے اُس وقت شکاریوں کو اُسکی تلاش ہوتی ہے۔ اُس کے منہ میں فقط اوپر کے جبڑے میں دو کچلیاں ہوتی ہیں جو تین انچ لمبی تیز اور باریک اور آگے کو نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ بات کہ چار کچلیاں ہوتی ہیں جیسا کہ مارکوپولو نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے غلط ہے اور یہ بھی غلط ہے جیسا کہ صاحب مخزن نے لکھا ہے کہ اُس کے پیر کی ہڈی میں اوپر سے نیچے تک کوئی جوڑ نہیں ہوتا۔ سب سے عمدہ قسم خطا اور تبت میں ہوتی ہے۔ نیپال اور بھوٹان اور لداخ اور رنگپور میں ادنے درجہ کا ہوتا ہے۔ ٹے ورنیر ایک فرانسیسی سیاح شاہجہان کے وقت میں ہندوستان میں آیا تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے پٹنہ میں ۷۶۰۳ نافہ خریدے لیکن اب بہت مدت سے اس کثرت سے اس کی آمد ہندوستان میں نہیں ہوتی۔ چین کی طرف اب بھی ہندوستان کی بہ نسبت کثرت سے جاتا ہے۔ روسی اور چینی اور تاتاری اُس کا گوشت کھاتے ہیں نر کے گوشت میں مشک کی خوشبو آتی ہے +

لاشہ ۵ لاشہ لاغر حیوان اور لاغر انسان اور حیوان میں خصوصاً گدھا۔ جامع اللغات +

Marfat.com

فصل (۱۷)۔ بعضے دوستوں کی مہربانی

سید ناصرالدین اوہری جب وہ سفر کو گئے میرے پاس دو سو ساٹھ ٹنکہ چھوڑ گئے
وہ میں نے خرچ کر لیے تھے۔ جب میں امروہہ سے دہلی واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ناصرالدین
وہ روپیہ خداوندزادہ قوام الدین کو بتا دیا ہے وہ وزیر کا نائب ہو کر آیا تھا۔ مجھے یہ سن
شرم آئی کہ میں نے وہ روپیہ خرچ کر لیا۔ میں نے ایک تہائی تو اس کو دے دیا اور میں
کچھ دن اپنے گھر سے باہر نہ نکلا مشہور ہو گیا کہ میں بیمار ہوں۔ ناصرالدین خوارزمی
میری ملاقات کو آیا اور مجھے دیکھ کر کہا کہ تو بیمار تو نہیں معلوم ہوتا میں نے کہا کہ باطنی
ہے۔ مجھ سے پوچھا کیا۔ میں نے کہا کہ تم اپنے نائب شیخ الاسلام کو بھیجنا اس کو بتا دو
جب وہ آیا تو میں نے کل حال بتا دیا اس نے میرے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اس سے
پہلے اس کے ایک ہزار دینار میرے ذمہ اور تھے۔ جب خداوندزادہ نے باقی روپیہ مانگا
تو میں نے سوچا کہ صدر جہاں مالدار آدمی ہے وہی اس موقع پر مجھے مدد دے سکتا
میں نے اس کے ایک گھوڑا مع زین کے جس کی قیمت سولہ سو دینار تھی اور ایک دو
گھوڑا مع زین کے جس کی قیمت آٹھ سو دینار تھی اور دو خچر جن کی قیمت بارہ سو دینار
اور ایک چاندی کا ترکش اور دو تلواریں جن کے میانوں پر چاندی چڑھی ہوئی تھی
اور کہلا بھیجا کہ ان کی قیمت کر کے جو کچھ ہو میرے پاس بھیج دیں۔ اس نے تین ہزار
ڈالی اور میرے پاس ایک ہزار دینار بھیج دیئے اور اپنے دو ہزار دینار وضع کر لیے
میں نہایت رنجیدہ ہوا اور مجھے فکر کے سبب سے بخار چڑھ گیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر و
کے پاس شکایت کرتا ہوں تو فضیحت ہوتا ہوں پھر میں نے پانچ گھوڑے اور دو لونڈ
اور دو غلام مغیث الدین محمد بن عمادالدین سمنانی کے پاس بھیجے اس نوجوان نے
میرے پاس واپس کر دیئے اور دو سو ٹنکہ میرے پاس بھیج دیئے اور دو چند مہربانی

نے وہ روپیہ ادا کر دیا۔

فصل (۱۸) شاہی کیمپ میں جانا

جب بادشاہ معبر گیا تھا تو تلنگانہ کے ملک میں سے گذرا اور وہاں اُس کے لشکر میں وبا پھیل گئی اس سئے واپس دولت آباد کو چلا آیا اور پھر وہاں سے دریائے گنگ کے کنارے آکر ٹھیرا لوں کو حکم دیا کہ وہیں گھر بنالیں۔ میں بھی اُن دنوں میں وہاں گیا اُن ہی دنوں میں اتفاق سے ین الملک کی بغاوت واقع ہوئی میں بادشاہ کی خدمت میں رہا اور بادشاہ نے مجھے اپنے اصہ کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا دیا اور مجھے خواص میں داخل فرمایا پھر دشاہ کے ساتھ میں عین الملک کی لڑائی میں شامل ہوا اور دریائے گنگ کو عبور کیا بعد ازاں ریائے سرجو کے پار سالار مسعود غازی کی قبر کی زیارت کو گیا اور جب بادشاہ دہلی کیطرف اپس آیا تو میں بھی ہمرکاب تھا۔

فصل (۱۹)۔ بادشاہ کی خفگی میرا دنیا کو ترک کرنا

میں ایک روز شیخ شہاب الدین شیخ جام کی زیارت کو اُس غار میں جو اُس نے دہلی سے باہر نایا تھا گیا تھا۔ میرا مطلب زیادہ تر غار کے دیکھنے کا تھا۔ جب بادشاہ نے اُس کو گرفتار کیا و اُس کے بیٹوں سے پوچھا کہ تمھارے باپ سے ملنے کون کون آتے تھے تو اُنہوں نے یرا بھی نام لیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ چار غلاموں کا پہرہ میرے دیوان خانہ پر رہے جب ایسا ہوتا ہے تو اُس شخص کا جس پر پہرہ قایم ہوتا ہے بچنا مشکل ہوتا ہے مجھ پر جمعہ کے دن پہرہ لگا میں نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھنا شروع کیا اور اُس روز میں نے ۳۳ ہزار دفعہ یہ پڑھا رات کو میں دیوانخانہ میں رہا اور پانچ روز کا ایک روزہ رکھا ہر روز ایک کلام اللہ ختم کرتا تھا اور پانی سے افطار کرتا تھا۔ پانچ دن کے بعد میں نے روزہ کھولا اور چار دن کا پھر روزہ رکھا شیخ کے قتل کے بعد میری رہائی ہوئی الحمد للہ تعالےٰ۔ اس کے بعد میرا دل لازمت سے کھٹا ہوگیا اور میں شیخ امام عالم عابد زاہد خاشع فرید الدہر وحید العصر

Marfat.com

شیخ کمال الدین عبد اللہ غاری کی خدمت میں جا رہا یہ بزرگ اولیاء اللہ میں سے تھے
اور ان کی کرامات مشہور تھیں جن میں سے بعض کا ذکر میں کر آیا ہوں۔ میں نے دنیا
ترک کر کے اور اپنا سب مال فقراء و مساکین کو تقسیم کر کے شیخ کی خدمت اختیار کی شیخ دس دن
اور بعض دفعہ بیس بیس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ میرا دل بھی چاہتا تھا کہ میں بھی اسی طرح
روزے رکھوں مجھے شیخ روک دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ عبادت میں اپنے نفس پر
بہت سختی نہ کیا کرو اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ دل سے توبہ کرنے والے کے واسطے سفر
کرنے یا پیادہ چلنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ میرے پاس کچھ مال باقی تھا اس سبب سے میرے
دل میں قبض رہا کرتا تھا پھر میں نے جو کچھ میرے پاس تھا سب دے دیا اور اپنے کپڑے
بھی ایک فقیر کو دے دئیے اور اس کے کپڑے آپ پہن لئے اور پانچ مہینے تک اسی شیخ بادشاہ کا حکم
کے پاس رہا۔ بادشاہ ان دنوں ملک سندھ کو گیا ہوا تھا۔ جب بادشاہ کو خبر پہنچی کہ میں تارک کہ میں پھر
الدنیا ہو گیا تو اس نے مجھے بلوایا اور اس وقت بادشاہ سیوستان (سہوان) میں تھا۔ میں ملازمت اختیار
فقیروں کے لباس میں بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ مجھ سے نہایت ملائمت کے ساتھ کروں اور
گفتگو کی اور فرمایا کہ پھر ملازمت اختیار کرے میں نے انکار کیا۔ اور حج کے لیے اجازت میرا انکار
طلب کی بادشاہ نے اجازت دے دی۔ میں بادشاہ کے پاس سے واپس باہر چلا آیا
اور ایک خانقاہ میں جو ملک بشیر کے نام سے مشہور تھی ٹھیر گیا۔ اب ماہ جمادی الثانی کا اخیر ۲۲
تھا میں نے رجب کے مہینے میں شعبان کی دسویں تاریخ تک وہاں ایک چلہ کھینچا اور رفتہ
رفتہ پانچ پانچ دن کا روزہ رکھنے لگا۔ پانچویں دن تھوڑے سے چاول بغیر سالن کے کھاتا
تھا اور دن بھر قرآن پڑھتا رہتا تھا اور رات کو جس قدر اللہ نے چاہا تہجد پڑھتا تھا۔ جب
کھانا کھاتا تھا تو مجھے گرانی معلوم ہوتی تھی اور جب تک قے نہ کر دیتا تھا تو آرام نہیں ملتا
تھا اسی طرح سے میں نے چالیس روز پورے کئے۔ جب چالیس دن ہو چکے تو بادشاہ نے بادشاہ کا حکم کہ
میرے پاس ایک گھوڑا مع زین کے اور لونڈیاں اور غلام کپڑے اور خرچ بھیجا بطور سفیر کے چین جاؤ

Marfat.com

میں نے کپڑے پہن لئے میرے پاس ایک روئی کا استردار جبہ نیلے رنگ کا تھا اور وہ میں چلے کے دنوں میں پہنا کرتا تھا جب میں نے وہ اُتارا اور بادشاہی خلعت پہنا تو مجھے وہ اوپری چیز معلوم ہوئی اور جب میں جبہ کی طرف دیکھتا تھا تو اپنے دل میں نور پاتا تھا یہ جبہ اُس وقت تک میرے پاس رہا جب کافروں نے سمندر میں میرے کپڑے اُتار لئے اور مجھے لوٹ لیا تو وہ بھی جاتا رہا۔

باب (۸)۔ دہلی سے مالابار کا سفر

فصل (۱) چین کے سفر کا سامان

جب میں بادشاہ کے پاس پہنچا میری پہلے سے بھی زیادہ تعظیم کی اور فرمایا کہ میں تجھے اپنی طرف سے سفیر بنا کر بادشاہ چین کے پاس بھیجتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تجھے سفر اور گردش کا بہت شوق ہے۔ بادشاہ نے سفر کا تمام سامان مہیا کر دیا اور میرے ہمراہ جانے کے لئے آدمی مقرر کئے۔ بادشاہ چین نے بادشاہ کے پاس سو غلام اور لونڈیاں اور پانسو تھان کمخواب کے جن میں سو شہر زیتون کے بنے ہوئے تھے اور سو شہر خنسان کے اور پانچ من مشک اور پانچ خلعت جن میں جواہر جڑے تھے اور پانچ ترکش طلاکار اور پانچ تلواریں بھیجیں اور یہ بھی درخواست کی کہ کوہ ہمالہ میں جو بتخانے ہیں اُن کو بنانے کی پھر اجازت دی جائے اس پہاڑ میں ایک جگہ ہے جسکو سمھل کہتے ہیں وہاں چین کے لوگ جاترا کو آتے ہیں جب بادشاہ نے پہاڑ پر حملہ کیا تو اس شہر اور بتخانہ کو برباد کر دیا تھا۔ اب بادشاہ چین نے سلطان کو لکھا اور سلطان نے اُس کو یہ جواب بھیجا کہ ملک اسلام میں سوا اُس شخص کے جو جزیہ دیوے بتخانہ بنانے کی کسی اور شخص کو اجازت نہیں ہو سکتی اگر بادشاہ چین جزیہ دینا منظور کرے تو اجازت ہو سکتی ہے اور نذر بادشاہ چین کی نذر سے بھی بڑھ کر بھیجی۔ سو ہندو غلام اور سو لونڈیاں جو ناچنا اور گانا جانتی تھیں اور سو تھان بیرمیہ کپڑے کے

Marfat.com

جو روئی کا بنا ہوا ہوتا ہے اور خوبصورتی میں بے نظیر ہوتا ہے جن میں سے ایک ایک تھان کی قیمت سو سو دینار رہتی ہے اور سو تھان ریشمی کپڑے کے جسکو جز کہتے ہیں جس میں پانچ رنگ کا ریشم استعمال کیا جاتا ہے اور ایک سو چار تھان صلاجیہ کے اور سو تھان شیریں باف کے اور پانسو تھان مرعزی کے (جو ایک ادنی کپڑا مار دین سے بن کر آتا ہے) جس میں سے سو تھان سیاہ رنگ کے اور سو تھان سفید رنگ کے اور سو سرخ رنگ کے اور سو سبز رنگ کے اور سو نیلے رنگ کے اور سو تھان کتاں رومی کے اور سو چغے (بے آستین) قزاگند کے اور ایک ڈیرہ اور چھ خیمے اور چار شمعدان سونے کے اور چار شمعدان چاندی کے جن پر مینا کا کام تھا اور چار سونے کے طشت مع لوٹوں کے اور چھ چاندی کے طشت اور دس خلعت بادشاہ کی پوشش کے زردوز اور دس شاشیہ کلاہ جس میں سے ایک پر جواہر لگے ہوئے تھے اور دس ترکش طلاکار جس میں سے ایک پر موتی جڑے ہوئے تھے اور دس تلواریں جس میں ایک کے نیام پر موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور دس دست بان یعنی دستانے جن میں موتی جڑے ہوئے تھے اور پندرہ نوجوان غلام یہ سب چیزیں بادشاہ نے روانہ کیں اور میرے ساتھ جانے کے لئے امیر ظہیر الدین زنجانی کو حکم دیا یہ شخص بڑا عالم فاضل تھا اور یہ سب چیزیں اپنے غلام کافور شربدار کی تحویل میں روانہ کیں اور ہمیں سمندر تک پہنچانے کے لیے ہمارے ساتھ امیر محمد ہروی اور ہزار سوار بھیجے اور بادشاہ چین کی سفارت جس میں پندرہ آدمی تھے اور سفیر کا نام ترسی تھا اور سو خادم اس کے ہمراہ تھے یہ سب بھی ہمارے ساتھ چلے اس طرح سے ہمارے ساتھ ایک بڑی جماعت ہو گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام رستے میں ہماری ضیافت سرکار کی طرف سے ہوتی رہے۔

لہ بیرمیہ ہفت قلزم میں اس لفظ کے یہ معنے لکھے ہیں۔ نوعے از پارچہ ریسمانی باشد شبیہ تمنقالی عراق لیکن ازاں باریکتر و نازکتر است ۔

سے۔ شواش شاشیہ کی جمع ہے وہ ایک قسم کی ٹوپی تھی جو چاچ یا شاش یعنے تاشقند کی طرف منسوب ہے۔

Marfat.com

فصل (۲) - تلپت

ہندستان میں سفر کی تاریخیں

صفر سنہ ۴۳ھ کی سترھویں تاریخ کو ہم روانہ ہوئے۔ اس ملک میں اکثر دوسری، ساتویں بارھویں، سترھویں، بائیسویں یا ستائیسویں کو سفر کرتے ہیں۔ اول دن ہم نے موضع تلپت[1] میں قیام کیا دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس کے بعد آؤ[2] میں وراس کے بعد بیانہ میں پہنچے ؎

تل پت

[1] تلپت۔ اب متھرا کی سڑک کے متصل ضلع دہلی میں ایک پرانے گاؤں کا نام ہے۔ وہاں ایک سرکاری درسہ بھی ہے اس زمانے کی تاریخوں میں اس قصبہ کا نام بہت آتا ہے۔ کیونکہ وہ دہلی میں داخل ہونے سے پہلے ایک ایسی جگہ تھی کہ جہاں پورب سے آتے ہوئے جمنا کو پار کرکے مسافر ضرور گذرتا تھا۔ یہ اغلباً مہابھارت کے پانچ پتوں میں سے ایک ہے۔ اندرپت۔ تلپت۔ سونی پت۔ باگھپت۔ پانی پت اور اس لئے بہت قدیم شہر ہے۔ یہ سب شہر اس زمانہ میں جمنا کے غربی کنارہ پر تھے اب دریا مشرق کی جانب ہٹ گیا ہے۔ باگھپت جس کو اب باغپت کہتے ہیں شرقی کنارے پر ہے۔ سرہنری ایلیٹ کی تاریخ کے مترجموں نے غلطی سے اسکو کہیں پلی بیست اور کہیں تل بہٹ پڑھا ہے ؎

آو

[2] آؤ۔ یہ گاؤں اب بھی متھرا کے ضلع میں ادکہنا نہر سے چندمیل فاصلے پر بہرتپور اور متھرا کی سڑک کے قریب واقع ہے اور ایک اور بڑا نا گاؤں جو قصبہ آؤ کے نام سے مشہور ہے اسی نواح میں قلعہ ڈیگ کے قریب بہرتپور کی ریاست میں واقع ہے اغلباً ابن بطوطہ کی مراد قصبہ آؤ سے ہے۔ آئین اکبری میں ایک محال آؤ نام سرکار آگرہ میں شہزادوں کی ملکیت درج ہے ؎

فصل (۳) بیانہ

بیانہ ایک بہت بڑا اور خوشنما شہر ہے اس کے بازار بہت خوبصورت ہیں اور جامع مسجد بھی نادر بنی ہوئی ہے اسکی دیواریں اور چھت پتھر کی بنی ہوئی ہے اور مظفر بادشاہ کی دایہ کا بیٹا وہاں کا حاکم ہے اس سے پہلے ملک مجیر ابن ابی رجا وہاں کا حاکم تھا اس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں اپنے تئیں قریشی بتلاتا تھا لیکن ظالم اور بے رحم بڑے درجہ کا تھا اس نے اس شہر کے بہت سے باشندوں کو قتل کر ڈالا اور بہت لوگوں کے ہاتھ پیر کٹوا دئے

اس شہر میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو نہایت خوبصورت تھا اور اپنے گھر کی دہلیز میں بیٹھا ہوا تھا لیکن اُس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ کا گذر اس شہر میں ہوا تو وہاں کے باشندوں نے ملک مجیر کی شکایت کی۔ بادشاہ نے اُس کی گرفتاری کا حکم دیا اور اُسکی گردن میں طوق ڈلوا دیا وہ وزیر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور شہر کے آدمی آتے تھے اور جو ظلم اور زیادتی اُس نے ہر ایک شخص پر کی تھی وہ حاضر ہو کر لکھوا جاتا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ ان سب کو راضی کر و جب اُس نے سب کو مال دے کر راضی کر لیا تو اُس کو قتل کروا ڈالا۔ اِس شہر کے عالموں میں سے امام عزالدین زبیری تھے جو حضرت زبیر بن العوام صحابی رسول خدا کی اولاد میں سے تھے میری ملاقات اُن سے گوالیار میں ملک عزالدین ملتانی المشہور باعظم ملک کے مکان پر ہوئی تھی۔

بیانہ　ـــــہ بیانہ۔ دلی سے سو میل جنوب کی طرف اور بیس میل بھرتپور سے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بیانہ کی سرکار صوبہ آگرہ سے متعلق تھی۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ "بیانہ قدیم زمانہ میں مشہور شہر تھا۔ ایک قلعہ بھی ہے۔ پرانے محلات اور تہخانے بے شمار ہیں۔ اب تک ہتیار اور تانبے کے برتن کھنڈرات میں سے نکلتے ہیں۔ اس شہر میں ایک بڑا منارہ بھی ہے۔ آم اچھا ہوتا ہے۔ بعض آم وزن میں ایک سیر (اڑھائی پاؤ) سے زیادہ ہوتا ہے۔ شکر بھی بہت سفید بناتے ہیں۔ اور ایک کنواں اس شہر میں ایسا ہے کہ اُس کے پانی کی تاثیر سے شکر کے لڈو وزن میں سیر سیر سے زیادہ باندھ لیتے ہیں اور اُن کو گنڈورے کہتے ہیں۔ اور جگہ کے پانی میں یہ تاثیر نہیں۔ نیل اور حنا بھی بہت پیدا ہوتے ہیں۔ نیل یہ اور ہر جگہ کے نیل سے بکتا ہے۔ اور مہندی بہت عمدہ ہوتی ہے۔ اس شہر میں قبرستان بھی بہت ہیں۔" کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنواں ۸۲۳ ہجری میں محمد خاں اوحدی صدیقی حاکم بیانہ نے تعمیر کیا تھا اُس پر یہ کتبہ موجود ہے ؎

به عهدِ دولتِ خانِ کبیر اوحد خاں　　پناهِ جمله جهان سرورِ زمین و زمان
ملک معظم تیمور خانی از سرِ صدق　　بنا بکرد چنیں جائے طاعتِ رحمان
بنزد او چه زمزم صفت زخالص مال　　قبول باد بدرگاه خالقِ منان
ز هجری نبوی سال بود هشت و بست　　دگر سه سال بماهِ معظمِ رمضان

جنرل کننگھم نے اس تاریخ کے پڑھنے میں غلطی کی ہے اس کنوئیں پر ایک اور کتبہ فارسی اشعار میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۰۰ ہجری میں ٹھاکر امر سنگھ نے کنوئیں کی مرمت محمد خاں اوحدی کے عہد میں کرائی۔ کننگھم صاحب لکھتے ہیں کہ یہ کنواں اب بھی موجود ہے شکل میں مربع ہے اور اُس کے چاروں ضلع

Marfat.com

چاپیا گڑے ہیں لیکن شکلات ان نہیں بنی۔ قبروں میں ابوبکر قندھاری کی خانقاہ بہت مشہور ہے۔ یہ دوہرہ عوام کی زبان زد ہے۔

اگارہ سو تہتر بھاگن تج ربی وار | بجے مندر گڑھ توٹا ابو بکر قندھار

یعنی پھاگن کے مہینے میں تیسری تاریخ کو سمت ۱۱۷۳ میں ابوبکر قندھار نے بیانہ کے قلعے کو فتح کیا۔ یہ زمانہ ۵۱۱ہجری کے مطابق ہوتا ہے جو بہرام بن مسعود غزنوی کے جلوس کا سال تھا۔ بہرام کی شروع عملداری میں بھی غزنوی لشکر فتوحات کے لئے ہندوستان میں آیا ہے۔ چنانچہ روضۃ الصفا میں درج ہے۔ وبعد ازانکہ برتخت مملکت متمکن گشت لشکر بدیار ہند کشید وبیارے ازاں بلاد کہ اسلاف اوبداں موضع نرسیدہ بودند بگشاد" میری رائے میں سالار مسعود غازی شاید اسی لشکر کے سردار ہوں کیونکہ بیانہ کے قلعے کا فتح ہونا اُن کے ہاتھ پر بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس دوہرے سے سالار مسعود کے ہندوستان میں آنے کا صحیح سال معلوم ہو سکتا ہے۔ ابوالفضل نے جس منارہ کا ذکر کیا ہے موجود ہے۔ یہ مینار مسجد کا ماذنہ ہے اور قلعہ میں واقع ہے دور سے دکھائی دیتا ہے اب دو منزلیں باقی ہیں پہلی منزل ۴۶½ فٹ اونچی ہے اور دوسری ۲۲ فٹ۔ تیسری منزل کہتے ہیں میگزین کی بارود میں آگ لگنے سے گر پڑی ہے۔ کتبہ منارہ یہ ہے "اشار ببناء ہذہ المنارۃ المبارک المسند العالی والمحی المعالی اعظم ہمایوں داؤد خاں بن مسند عالی محمد خاں بن مسند عالی معین خاں صدیقی المعروف باوحدی خلد اللہ ملکہ فی سنہ احدی وستین وثمان مائۃ سنگ سرخ کی بنی ہوئی ایک باؤلی بھی جو سلطان قطب الدین خلجی کے عہد میں ۷۱۸ھ میں ملک کافور نے تیار کرائی تھی اب تک موجود ہے۔ اُس کی تاریخ بنایہ ہے ؎

در زمان ملک سلطان زمانہ قطب الدین | ملک دار الخلافہ شہر یار بحر و بر
بندۂ درگاہ او کافور سلطانی بگفت | تا شد ایں بائیں بنا ایں لطافت در گذر
چار در با چار گنبد بنگر د تاریخ آن | سال و ماہ از سال ہجرت ہفصد و ہژدہ شمر

موجودہ شہر آگرہ اور مہبئی کی سڑک پر بھرتپور کی ریاست میں واقع ہے۔ آبادی پانچ چھ ہزار کے قریب ہے۔

فصل (۴)۔ کول

کوئل

پھر ہم بیانہ سے چل کر شہر کول میں پہنچے۔ اس شہر میں باغ بہت ہیں اور اکثر باغ آم کے ہیں۔ ہم شہر کے باہر میدان میں ٹھیرے تھے۔ وہاں میں نے شیخ صالح عابد شمس الدین کی جو تاج العارفین کے لقب سے مشہور تھے زیارت کی۔ وہ نابینا تھے اور عمر بھی بہت زیادہ تھی اس کے بعد اُن کو بادشاہ نے قید کر دیا تھا اور وہ قید خانہ ہی میں مر گئے تھے یہ ذکر میں کر چکا ہوں جب ہم کول کے شہر میں پہنچے تو خبر آئی کہ ہندوؤں نے شہر جلالی کا محاصرہ کیا ہوا ہے یہ شہر کول سے ۷ میل کے فاصلے پر تھا ہم نے وہاں جانے کا ارادہ کیا اُس شہر کے باشندے

تاج العارفین شیخ شمس الدین

Marfat.com

ہندوؤں سے لڑ رہے تھے اور ہلاک ہونے کے قریب تھے۔ ہندوؤں کو ہمارے آنے کی خبر نہیں تھی۔ ہم نے اُن پر حملہ کیا۔ وہ ایک ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے ہم نے اُن کو مار ڈالا اور اُن کے گھروں اور ہتیاروں پر قبضہ کر لیا۔ ہمارے بھی تینتیس سوار اور پچاس پیادے شہید ہوئے اور کافور ساقی یعنی شربدار جس کی تحویل میں شاہ چین کی نذر تھی لڑائی میں شہید ہو گیا۔ ہم نے بادشاہ کو اوس کی شہادت کی خبر بھیجی۔ اور جواب کے انتظار میں اوسی شہر میں ٹہر گئے۔ ہندو پہاڑوں سے نکل نکل کر جلالی کے شہر پر حملہ کرتے تھے۔ اور ہمارا امیر ہر روز ہم کو لیکر اون کے مقابلہ کے لیئے جاتا تھا۔ ایک دن میں ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر باہر گیا اور ہم سب ایک باغ میں داخل ہوئے۔ گرمی کا موسم تھا ہم نے شور کی آواز سُنی۔ اور ہم سوار ہو کر ایک گاؤں کی طرف گئے۔ جس پر ہندو آپڑے تھے۔ ہم نے اون کا تعاقب کیا۔ وہ پراگندہ ہو گئے۔ اور میرے ہمراہی بھی اون کے تعاقب میں مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ میرے ساتھ فقط پانچ آدمی رہ گئے۔ ناگاہ ایک جھاڑی میں سے کچھ سوار اور پیادے نکلے اور اونہوں نے ہم پر حملہ کیا۔ ہم تعداد میں تھوڑے تھے بھاگ نکلے اونیں سے دس آدمیوں نے ہمارا تعاقب کیا اور فقط ہم تین آدمی رہ گئے تھے۔ زمین پتھریلی تھی اور کوئی رستہ ظاہر نظر نہ آتا تھا۔ میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں پتھروں میں پھنس گئے تھے۔ میں نیچے اوترا اور اوس کے پاؤں نکالے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اوس ملک میں دو تلواریں رکھتے ہیں ایک تو زین میں لٹکی ہوئی ہوتی ہے اوسکو رکابی کہتے ہیں اور دوسری ترکش میں ہوتی ہے۔ میری رکابی تلوار نیام سے نکلکر گر پڑی اوس کا دستہ سونے کا تھا۔ میں اوسکو اوٹھانے کے لیے گھوڑے سے اوترا۔ اور اوسکو اوٹھا کر پھر زین میں لٹکا لیا۔ اور سوار ہو کر چلا۔ دشمن میرے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ میں ایک خندق کے کنارے پہنچا۔ اور خندق میں اوتر گیا۔ اور پھر اون کی نظر سے غائب ہو گیا۔ خندق میں سے ایک باریک رستہ تھا۔ جس پر دونوں طرف درخت جھکے ہوئے تھے اوس کے وسط میں رستہ

تھا میں اُس رستے پڑ گیا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کہاں پہنچونگا ناگاہ تقریباً چالیس آدمی نظر آئے
کے پاس تیر تھے انہوں نے مجھے گھیر لیا مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں بھاگوں تو اُن میں سے کوئی
مارے کیونکہ اسوقت میرے بدن پر زرہ نہ تھی اس لیئے میں زمین پر لیٹ گیا اور اشارہ سے
کہ میں تمہارا قیدی ہوں جب کوئی ایسا کرتا ہے تو اُس کو یہ لوگ قتل نہیں کرتے انہوں
مجھے گرفتار کر لیا اور میرے کپڑے اتار لیئے اور فقط ایک جبہ اور پاجامہ اور قمیص میرے
ن پر چھوڑ دیا اور مجھے جھاڑی کے اندر لے گئے یہ لوگ ایک حوض کے کنارے اترے ہوئے
مجھے بھی وہاں لے گئے یہ حوض درختوں کے درمیان تھا وہاں پہنچکر انہوں نے مجھے ماش
روٹی دی میں نے وہ روٹی کھائی اور پانی پیا۔ اُن کے ساتھ دو مسلمان بھی تھے اُنہوں
نے مجھ سے فارسی میں دریافت کیا کہ میں کون ہوں میں نے اُن کو اپنا حال بتایا اور یہ نہ کہا
میں بادشاہ کا ملازم ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ لوگ تجھے ضرور قتل کر ڈالیں گے لیکن ایک
نص کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص اُن کا سردار ہے میں نے اُن دونوں مسلمانوں کی
رفت اُس سے گفتگو کی اور نرمی اور خوشامد کی باتیں کیں۔ اُس نے مجھے تین آدمیوں
کے سپرد کیا ایک اُن میں سے بوڑھا آدمی تھا دوسرا اُس کا بیٹا تھا اور تیسرا ایک کالا خبیث
تھا اُس نے کچھ بات اُن لوگوں سے کی۔ میں سمجھ نہ سکا کہ اُس نے اُن کو مجھے مار ڈالنے
کا حکم دیا۔ وہ مجھے اٹھا کر ایک غار کی طرف لے گئے۔ بوڑھا اور اُس کالے آدمی کو بخار
اور لرزہ ہو گیا اُس نے میرے اوپر اپنے دونوں پاؤں رکھ دیے۔ بوڑھا اور اُسکا بیٹا سو گئے جب
صبح ہوئی تو بات چیت کرنے لگے اور میری طرف اشارہ کیا کہ تو ہمارے ساتھ حوض پر چل میں
سمجھ گیا کہ وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں میں نے بوڑھے کی خوشامد کی اُسکو رحم آگیا میں نے اپنی
قمیص کی دونوں آستینیں پھاڑ کر اُسکو دے دیں تاکہ وہ اپنے ہمراہیوں کو دکھلا کر کہہ سکے
کہ قیدی زبردستی بھاگ گیا جب ظہر کا وقت ہوا تو ہم نے سنا کہ کچھ شخص حوض کے کنارے
باتیں کر رہے ہیں بوڑھے نے جانا کہ اُس کے ساتھی آن پہنچے اس لئے اُس نے مجھے اشارہ

ابن بطوطہ کا قید ہو جانا

Marfat.com

کہا کہ میرے ساتھ چلا آ۔ جب ہم حوض پر پہنچے تو وہاں اور بہت سے آدمی موجود تھے انہوں
نے کہا کہ ہمارے ساتھ چل بوڑھے نے اور اس کے ساتھیوں نے اُن کے ہمراہ جانے سے
انکار کیا اور وہ تینوں میرے سامنے بیٹھ گئے اور بھنگ کے درخت کی رسی کو جوان کے ہاتھ
میں تھی زمین پر رکھ دیا میں دیکھتا جاتا تھا اور اپنے دل میں کہتا جاتا تھا کہ اب یہ مجھے
اس سے باندھ کر قتل کرینگے پھر تین آدمی اور اُن کے پاس آئے۔ میں یہ سمجھا کہ انہوں نے اُن سے
کہا کہ تم نے اُس شخص کو قتل کیوں نہیں کیا تو بوڑھے نے کالے آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا
یہ شخص بیمار تھا اس لیے ابھی قتل نہیں کیا ان تینوں شخصوں میں سے ایک نوجوان شکل میں
خوبصورت تھا اُس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے میں چھوڑ دوں میں نے کہا
اُس نے کہا کہ جا چلا جا میں نے اپنا جبہ اُس کو دے دیا اور اُس نے مجھے اپنی پرانی کمری دے دی
اور مجھے کہا کہ وہ رستہ ہے اُس رستے چلا جا۔ میں چل دیا اور ڈرتا جاتا تھا کہیں اور آدمی دیکھ
نہ لیں میں بانس کے جنگل میں داخل ہو گیا اور وہاں سورج کے غروب ہونے تک چھپا رہا غروب کے
بعد وہاں سے نکل کر اُس رستے پڑ لیا جو مجھے اُس نوجوان نے دکھایا تھا پھر ایک پانی پر پہنچا اور
وہاں میں نے پانی پیا اور ایک تہائی رات تک چلتا رہا ایک پہاڑ پر پہنچا اور اُس کے نیچے
سو گیا صبح ہوتے ہی پھر چلنا شروع کیا۔ دوپہر کے وقت ایک بلند پہاڑی پر پہنچا اُس پر کیکر اور
بیری کے درخت تھے میں نے وہاں بیر کھائے اور میرے پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو گئے
اُس کے نشان اب تک موجود ہیں۔ پھر میں پہاڑ سے اُتر کر ایک گھاس کے کھیت میں داخل
ہوا اُس میں ارنڈ کے درخت تھے اور وہاں ایک بائیں (باؤلی) تھی۔ بائیں ایک بڑے
کنوئیں کو جس میں نیچے اوترنے کے واسطے سیڑھیاں ہوتی ہیں کہتے ہیں۔ اور بعض سیڑھیاں
پانی کے اندر بھی ہوتی ہیں اُس کے چاروں طرف گنبددار مکان بنے ہوئے تھے اور دالان
بھی تھے اُس ملک کے امیر ایسے مکانات اور کنوئیں بنانے میں فخر ظاہر کرتے ہیں اور
کنوئیں اکثر ایسے ملکوں میں ہوتے ہیں جہاں پانی کمیاب ہوتا ہے جب میں پانی پر پہنچا تو میں

Marfat.com

پیا اور وہاں کچھ سرسوں کے پتے اور شاخیں پڑی تھیں معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے بیٹھ کر یہاں
[illegible]ں ہوئی تھی۔ میں نے کچھ سرسوں کی شاخیں تو کھائیں اور باقی اپنے پاس باندھ لیں اور
[illegible]کے درخت کے نیچے سو گیا۔ اتنے میں چالیس سوار بائیں پر آپہنچے یہ کل زرہ پوش تھے
[illegible]میں سے بعض تو کھیت میں داخل ہو گئے خدا تعالیٰ نے اُن کو اندھا کر دیا کہ کسی نے مجھے
[illegible]دیکھا اُن کے بعد پچاس آدمی اور بائیں پر آکر ٹھیرے اور اُن میں سے ایک میرے مقابل کے
[illegible]ت پر آکر کھڑا ہوا اُس نے بھی مجھے نہ دیکھا میں گھاس کے کھیت میں چلا گیا اور باقی
[illegible]ن میں چھپا رہا وہ لوگ بائیں پر ٹھیرے رہے اور غسل کر کر کھیلتے کودتے رہے جب رات
[illegible]ی تو اُن کی آواز آنی بند ہو گئی میں نے جانا کہ وہ چلے گئے یا سو گئے اُس وقت میں باہر
[illegible]اور گھوڑں کے کھوج پر چل پڑا۔ رات چاندنی تھی چلتے چلتے میں دوسری بائیں پر پہنچا
[illegible]پر ایک گنبد تھا میں بائیں میں اترا اور پانی پیا اور سرسوں کے پتے جو میرے پاس تھے وہ
[illegible]ں نے کھائے پھر میں گنبد میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ اُس میں گھاس پڑی ہوئی ہے
[illegible]ھاس کے تنکے پرندوں نے لا لا کر جمع کئے تھے میں اُس پر سو گیا۔ رات کو معلوم ہوتا تھا کہ
[illegible]ئی جانور اُس گھاس میں سُرسُرا رہا ہے شاید کہ سانپ ہو لیکن میں نے تکان کے سبب سے
[illegible]کچھ پروا نہ کی صبح ہو گئی تو میں ایک وسیع سڑک پر چل دیا آگے چل کر ایک اُجڑا گاؤں آیا
[illegible]پھر میں دوسرے گاؤں کی طرف چلا وہ بھی ویران تھا کئی دن اسی طرح گذر گئے ایک دن میں
[illegible]ایک درختوں کے جھنڈ کی طرف گیا اُن کے بیچ میں پانی کا ایک حوض تھا اُس کے اندر ایک
گھر سا تھا اور اوس کے اوپر کھجور کے درخت کھڑے تھے میں نے ارادہ کیا کہ وہاں بیٹھ جاؤں
اور اگر خدا کسی شخص کو بھیجے تو اُس سے آبادی کا رستہ دریافت کروں۔ میرے جسم میں
کچھ طاقت آگئی تو میں پھر چلا۔ رستے پر مجھے بیلوں کے کھروں کے نشان معلوم ہوئے اور
ایک بیل دکھائی دیا اُس پر ایک کنبل اور درانتی رکھی ہوئی تھی چونکہ یہ رستہ کفار کے علاقہ
کی جانب جاتا تھا میں نے دوسرا رستہ اختیار کیا اور ایک ویران گاؤں میں پہنچا وہاں

Marfat.com

مجھے دو آدمی رنگ کے کالے اور ننگے دھڑنگے ملے میں ڈر گیا اور درخت کے نیچے بیٹھ گیا
رات ہوئی تو گاؤں کے اندر گیا اور ایک ویران گھر میں ایک مٹی کی کوٹھی دیکھی جو غلہ بھر
کے کام میں لائی جاتی ہے۔ اُس کے نیچے ایک سوراخ تھا اتنا چوڑا کہ ایک آدمی اُس میں د
ہو سکتا تھا میں اُس کے اندر گھس گیا۔ اندر توڑی کا فرش تھا اور ایک پتھر وہاں پڑا ہوا تھا
تکیہ لگا کر سو گیا اُس کے اوپر تمام رات ایک جانور کی پھڑپھڑ کی آواز آتی رہی معلوم ہوتا
کہ یہ جانور مجھ سے ڈرتا تھا اور اُس طرف میں اُس سے ڈر رہا تھا۔ اُس روز مجھے سات
ہو گئے تھے ہفتہ کا دن تھا۔ ساتویں دن میں ہندوؤں کے ایک گاؤں میں پہنچا اُس
ایک پانی کا حوض تھا اور سبزی بھی نظر آئی تھی میں نے وہاں کے لوگوں سے کچھ کھا
کے لیے مانگا انہوں نے نہ دیا وہاں کنوئیں کے ارد گرد مولی کے پتے پڑے ہوئے تھے
وہ میں نے کھائے میں گاؤں میں آیا تو وہاں کافروں کا ایک گروہ تھا اُن کا ایک پہرہ
تھا اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کچھ جواب نہ دیا اور زمین پر بیٹھ گیا اُن میں
سے ایک شخص تلوار کھینچ کر میری طرف بڑھا اور اُس نے میرے مارنے کے لیئے تلوار اُٹھائی
میں نے اُس کی طرف نہ دیکھا کیونکہ میں بالکل تھکا ہوا تھا اُس نے میری تلاشی لی اور جب
میرے پاس کچھ نہ ملا تو میں نے اُسکو اپنا قمیص دیا جسکی آستینیں میں مُڑ رہے کوٹ دآیا تھا
دوسرا دن ہوا تو مجھے پیاس نے تنگ کیا اور پانی نہ ملا۔ میں ایک ویران گاؤں کی طرف گیا
وہاں کوئی تالاب نہ تھا اُس مُلک میں بارش کا پانی تالابوں میں جمع کر لیتے ہیں اور تالابوں
سے پیتے رہتے ہیں میں ایک رستے پر پڑ لیا آگے ایک کچا کنواں آیا اُس پر مونج کی رسی
پڑی ہوئی تھی لیکن ڈول نہ تھا میں نے رسی میں اپنی دستار باندھی اُس میں جو کچھ پانی
لگ گیا وہ چوسنے لگا لیکن پیاس نہ بجھی پھر میں نے اپنا موزہ رسی سے باندھا رسی ٹوٹ
گئی اور موزہ کنوئیں میں جا پڑا پھر میں نے دوسرا موزہ باندھا اور پیٹ بھر کر پانی پیا پھر میں نے
موزہ کاٹ کر اُس کے اوپر کا حصّہ کنوئیں کی رسی اور ایک دھجی کے ذریعہ سے پاؤں پر

دیا۔ جب میں اُسے پاؤں پر باندھ رہا تھا مجھے ایک شخص نظر پڑا میں نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو
کالے رنگ کا تھا اور اُس کے ہاتھ میں لوٹا اور عصا تھا اور اُس کے کندھے پر جھولی تھی
اُس نے مجھ سے سلام علیکم کی میں نے علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جواب دیا۔ اُس نے مجھ کو
فارسی میں دریافت کیا۔ چہ کسی۔ میں نے کہا کہ میں رستہ بھول گیا ہوں اُس نے کہا میں بھی رستہ
بھولا ہوا ہوں پھر اُس نے اپنا لوٹا رسی میں باندھا جو اُس کے پاس تھی اور پانی کھینچا۔ میں نے
ارادہ کیا کہ پانی پیوں اُس نے کہا صبر کرو اپنی جھولی میں سے بھنے ہوئے چنے اور چاول
نکالے میں نے وہ کھائے اور پانی پیا اس نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی میں نے بھی وضو کیا
اور نماز پڑھی۔ مجھ سے اُس نے نام پوچھا میں نے کہا محمد میرا نام ہے پھر میں نے اُس سے
اُس کا نام دریافت کیا تو اُس نے کہا قلب فارح (خوش دل) میں نے کہا فال تو اچھی ہے
پھر اُس نے کہا کہ میرے ساتھ چل میں نے کہا اچھا۔ تھوڑی دور میں اُس کے ساتھ
چلا میرے اعضا نے جواب دے دیا اور میں کھڑا نہ رہ سکا اور بیٹھ گیا اُس نے پوچھا کہ کیا حال ہے
میں نے کہا کہ تیرے ملنے سے پہلے میں چل سکتا تھا اب چلا نہیں جاتا اُس نے کہا سبحان اللہ
میری گردن پر سوار ہو لے میں نے کہا تو ضعیف آدمی ہے مجھے اُٹھا نہیں سکیگا۔ اُس نے
کہا تجھے سوار ہونا پڑے گا خدا مجھے طاقت بخشے گا۔ میں اُس کی گردن پر سوار ہو لیا اُس نے
مجھ سے کہا کہ تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتا چلا جا۔ میں نے اُس کا ذکر شروع کیا اور
مجھے نیند آ گئی جب اُس نے مجھے زمین پر ٹکایا تو اُس وقت میری آنکھ کھلی۔ میں بیدار ہوا
تو اس آدمی کا پتہ نہ لگا میں اپنے تئیں ایک آباد گاؤں میں پایا۔ میں اُس میں داخل
ہوا تو اس میں ہندو رہتے تھے مگر وہ بادشاہ کی رعیت تھے اور اُن کا حاکم مسلمان تھا اُس کو
لوگوں نے خبر کی تو وہ میرے پاس آیا اس سے میں نے دریافت کیا کہ اس گاؤں کا کیا
نام ہے اُس نے کہا تاج پورہ اور یہاں سے کول دو فرسخ ہے وہ حاکم مجھے اپنے گھر
لے گیا اور مجھے گرم گرم کھانا کھلایا اور غسل دلایا اور کہا کہ میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک

ایک کامل درویش ملتا ہے

عمامہ ہے جو ایک شخص مصری کول کے کیمپ سے آکر میرے پاس رکھہ گیا تھا میں
لاؤں میں اُن کو کیمپ جانے تک پہن لوں جب وہ لایا تو معلوم ہوا کہ میرے ہی کپڑے
ہیں یہ کپڑے میں نے اُس مصری کو دیے تھے جب میں کول میں تھا۔ میں نہایت
متعجب ہوا اور سوچ رہا تھا کہ وہ شخص جو مجھے اپنی گردن پر سوار کر کے لایا کون تھا مجھے
کہ مجھے ولی اللہ ابو عبداللہ مرشدی نے اس سے پہلے فرمایا تھا کہ تو ہندوستان
اور وہاں میرا بھائی تجھے ملیگا اور وہ تجھے ایک سختی سے رہائی دے گا اب مجھے یاد آیا
اُس کا نام دریافت کیا تھا تو اُنہوں نے دلشاد نام بتلایا تھا اور قلب فارح کا بھی یہی ترجمہ
مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی شخص تھا جسکی خبر مجھے شیخ ابو عبداللہ مرشدی نے دی تھی اور وہ
ولی اللہ تھا میں نے افسوس کیا کہ مجھے اُس کی صحبت زیادہ دیر تک نصیب نہ ہوئی۔ اُسی رات
میں چل کر کیمپ میں آیا اور اُن کو اپنے سلامتی سے واپس آنے کی خبر دی وہ میرے پاس
گھوڑا اور کپڑا لائے اور میرے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ اس عرصہ میں بادشاہ کا جواب
آگیا تھا اُس نے ایک اور غلام سنبل نام کو بجائے کافور شہید کے روانہ کیا تھا اور یہیں حکم
تھا کہ ہم آگے بڑھیں اور سفر جاری رکھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے میرا حال بھی بادشاہ
لکھہ دیا تھا اور کافور کے مرنے اور میرے قید ہو جانے کو فال بد سمجھ کر بادشاہ سے واپسی
کی درخواست کی تھی جب بادشاہ نے سفر جاری رکھنے کی تاکید کی تو میں نے بھی تائید کی
اپنے ارادے کو مضبوط کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ شروع سفر میں ہم پر یہ مصیبت عاید ہوئی
یا تو ہمیں واپس جانا چاہیئے اور یا بادشاہ کے جواب آنے تک ٹھیرنا چاہیئے۔ میں
کہا کہ ٹھیرنا مناسب نہیں جواب ہمارے پاس رستے میں آجائیگا +

بیانہ سے کوئل کیوں آیا؟

لہ۔ کول وجلالی۔ اگرچہ ابن بطوطہ نے بیانہ کے بعد کول کا ذکر کیا ہے اور اس سے شبہ پڑتا ہے کہ وہ
کوئی مقام بیانہ اور گوالیار کے بیچ میں ہوگا۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ کوئل سے یہ کوئل مراد ہے
جسکو اب علیگڈھ کہتے ہیں کیونکہ جلالی ایک پرانا قصبہ اب بھی اُس کے قریب مشرق میں واقع ہے
لیکن یہ ایک عقدہ ہے کہ بیانہ جاکر پھر کیوں ابن بطوطہ کوئل کی جانب جو بیانہ سے شمال شرقی ہیا

وہ قنوج سے واپس ہٹا اور قنوج کی طرف جاکر پھر کیوں گوالیار کی جانب آیا۔ اگر وہ تنہا ہوتا تو یہ قیاس کہ وہ قنوج کی شہرت سنکر اُسکو دیکھنے چلا گیا ہوگا درست ہوتا۔ لیکن وہ قیاس بھی غلط ہوتا کیونکہ سرگرداری میں وہ عین الملک کی لڑائی میں بادشاہی لشکر کے ساتھ تھا اور اُسوقت بادشاہ قنوج میں سے ہوکر بہرائچ کو گیا تھا۔ اس موقع پر اُس کے ساتھ تمام سفارت کا ساز و سامان لشکر تھا۔ بیانہ سے کوئل اور کوئل سے قنوج جانا اور پھر قنوج سے گوالیار کو وزیر پور ہوتا ہوا جانا کچھ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کوئل یا علیگڈھ کی موجودہ آبادی ستر ہزار کے قریب ہے۔ وہ راجپوتوں کے زمانے کا ایک قلعہ ہے۔ اُس کے وسط میں اب صلابت خاں کی مسجد واقع ہے جو دور سے نظر آتی ہے کوئل میں ایک مینار سلطان ناصر الدین محمود کے وقت ٦٥٢ھ کا بنا

کوئل

ہوا موجود تھا اُسکو وحشی افسران ضلع نے ۱۸۶۲ء کے قریب منہدم کرادیا۔ اُس پر یہ کتبہ تھا:۔ "ہذہ العمارۃ فی عہد مملکۃ السلطان الاعظم مالک رقاب الامم ناصر الدنیا والدین سلطان السلاطین وارث ملک سلیمان صاحب الخاتم فی ملک العالم ابی المظفر محمود بن السلطان خلد اللہ ملکہ وسلطانہ بنا ر الملک العالم الکبیر المعظم قتلغ خاں بہاء الحق والدین ملک ملوک الشرق والصین بلبن الشمسی فی ایام ایالتہ دام معالیہ فی العاشر من ربیع اثنی خمسین وستمائۃ"۔ مسٹر طامس نے جو غلطیاں اس کتبہ کے پڑھنے میں کی تھیں وہ صحیح کردی ہیں۔ جلالی کوئل کے قریب ایک قصبہ ہے۔ موجودہ آبادی پانچ ہزار کے قریب ہے +

بائیں

ہ بائیں یا وائیں۔ باؤلی کو کہتے ہیں۔ باؤلی کا لفظ اصل میں با ہولی تھا کیونکہ باہلہ اُس چشمہ کو کہتے ہیں جو فوارہ کی مانند زور سے زمین کے اندر سے نکلتا ہے۔ بابر نے لکھا ہے "کہ در ہندوستان چاہ کلانے زینہ دار را وائیں مے گویند" جو بعینہ وہی الفاظ ہیں جو ابن بطوطہ نے استعمال کئے ہیں +

فصل (۵) - برج پورہ

ہم نے کول سے کوچ کیا۔ دوسرے دن برج پورہ میں منزل کی اور وہاں ایک نہایت عمدہ خانقاہ تھی اور اُس میں ایک شیخ کی جو صورت اور سیرت دونوں میں اچھا تھا اور جس کا نام محمد عریاں تھا زیارت کی یہ شیخ فقط ایک تہ بند بدن پر باندھے ہوئے تھے اور باقی تمام بدن ننگا رکھتے تھے اور وہ شیخ صالح ولی اللہ محمد عریاں ساکن قرافہ مصر کے شاگرد تھے۔ یہ شیخ اولیاء اللہ میں سے تھے اور مجرد رہتے تھے اور فقط ایک تہ بند ناف سے لے کر پاؤں تک باندھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ عشا کی نماز کے بعد جو کچھ اُن کی خانقاہ میں کھانا یا غلہ یا پانی وغیرہ ہوتا تھا اُسکو نکال کر غریب لوگوں کو تقسیم کردیا کرتے تھے اور چراغ کی بتی بھی پھینک دیتے تھے اور

محمد عریاں

اس شیخ کا حال

صبح کے وقت نیا توکل شروع کرتے تھے۔ اُن کا دستور تھا کہ صبح ہی صبح اپنے خادموں کو روٹی اور باقلا کھلایا کرتے تھے۔ صبح ہی صبح روٹی والے اور باقلا فروش خانقاہ میں آجاتے تھے اور جو ضرورت ہوتی تھی شیخ اُن سے خرید لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم بیٹھے رہو پہلے جو کوئی شخص نذر لائیگا تھوڑی ہو یا بہت وہ تم کو دے دی جائے گی۔ جب بادشاہ غازان[52] اپنے لشکر سمیت شام کے ملک میں پہنچا اور دمشق پر قبضہ کر لیا اور قلعہ اُس کے ہاتھ نہ آیا تو ملک ناصر اُس کے مقابلہ کے لیئے باہر نکلا اور دمشق کے دو دن کے رستہ پر ایک جگہ جسکا نام قشحب ہے لڑائی ہوئی۔ ملک ناصر اُس وقت نوجوان تھا پہلے کبھی اُس کو لڑائی کا کام نہ پڑا تھا شیخ محمد عریان بھی اُس کے لشکر میں تھے انہوں نے ملک ناصر کے گھوڑے کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی تاکہ گھوڑا بھاگ نہ سکے اور ملک الناصر کے بھاگنے سے مسلمان نہ بھاگ جائیں چونکہ ملک ناصر اپنی جگہ پر قائم رہا تو تاتاریوں کے لشکر کو فاش شکست ہوئی بہت سے تاتاری مارے گئے اور بہت سے دریا میں ڈوب گئے اور پھر کبھی تاتاریوں نے شام اور مصر کا رخ نہ کیا۔ شیخ محمد عریان ہندوستان میں مجھے ملے کہتے تھے کہ میں بھی اس لڑائی میں موجود تھا اور اُسوقت نوجوان تھا +

۵۱۔ برج پور۔ اسجگہ کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ آئین اکبری میں ایک جگہ بھوج پور سرکار قنوج دستور سکینہ میں درج ہے۔

۵۲۔ یہ لڑائی ۷۰۲ھ میں ہوئی غازان خاں نے شام پر حملہ کیا۔ ملک ناصر مصر سے دمشق کے قلعہ کو بچانے کے لیئے چلا۔ تاتاریوں کے لشکر کو ایسی سخت شکست ہوئی کہ غازان خاں اسی رنج میں مر گیا۔

فصل (۶)۔ کالی ندی اور قنوج

برج پور سے چل کر ہم ایک دریا پر جس کو آب سیاہ (کالی ندی)[53] کہتے تھے پہنچے۔ قنوج[54] پہنچے یہ بہت بڑا شہر ہے قلعہ بڑا مضبوط ہے اور شکر کی ارزانی اور پیداوار کے لیئے مشہور ہے۔ شکر یہاں سے دہلی لے جاتے ہیں اسکی فصیل بھی بہت اونچی ہے اس

کرہم پہلے کر آئے ہیں اس شہر میں شیخ معین الدین باخرزی رہتے تھے انہوں نے ہماری دعوت کی اور اس شہر کا حاکم فیروز بدخشانی بہرام چوبین صاحب کسریٰ کی اولاد سے ہے اس شہر میں بہت سے نیک مرد اور فاضل جو شرف جہاں کی اولاد میں سے ہیں سکونت رکھتے ہیں انکا دادا دولت آباد میں قاضی القضاۃ تھا اور وہ نیکوکاری اور خیرات میں بہت مشہور تھا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ قاضی صاحب معزول ہو گئے اُن کے دشمن بہت سے تھے اُن میں سے ایک نے اُس قاضی کے بعد جو اُن کی جگہ مقرر ہوا یہ دعوےٰ کیا کہ میرے دس ہزار دینار قاضی صاحب کے پاس ہیں لیکن میرا گواہ کوئی نہیں ہے اُس کا ارادہ تھا کہ قاضی صاحب حلف اُٹھائیں قاضی نے اُنکو بلوایا اُنہوں نے پوچھا کہ اس شخص کا کیا دعوےٰ ہے اُس نے کہا کہ دس ہزار دینار کا دعویٰ کرتا ہے قاضی شرف جہاں نے دس ہزار قاضی کے پاس بھیج دیے کہ مدعی کو دے دو۔ سلطان علاء الدین کو بھی خبر ہو گئی کہ یہ دعوےٰ جھوٹا تھا اُس نے قاضی شرف جہاں کو بحال کر دیا۔ اور اُس کے پاس دس ہزار دینار بھیج دیے۔ ہم قنوج میں تین دن ٹھہرے وشاد کا جواب بھی آ پہنچا اُس میں لکھا تھا کہ اگر شیخ ابن بطوطہ کا پتہ نہ معلوم ہو تو وجیہ الملک یعنی دولت آباد سفارت کے ساتھ جائے۔

کالی ندی

۵۔ کالی ندی۔ میان دوآب میں دو ندیاں اس نام سے مشہور ہیں۔ مغربی کالی ندی تو کوہ سوالک سے نکل کر مظفر نگر اور سہارنپور کے اضلاع میں بہتی ہوئی دریائے ہنڈن میں شامل ہو جاتی ہے۔ مشرقی کالی ندی مظفر نگر کے ضلع سے نکلتی ہے۔ تھوڑے فاصلے تک اُس کو ناگن کہتے ہیں۔ خورجہ کے قریب پہنچکر اپنا رُخ بدل لیتی ہے اور ۳۱۰ میل بہ کر میرٹھ اور بلند شہر علیگڈھ۔ ایٹہ اور فرخ آباد کے اضلاع سے گذرتی ہوئی قنوج سے چار میل پرے دریائے گنگ میں شامل ہو جاتی ہے۔ ابن بطوطہ کی مراد اسی ندی سے ہے۔

قنوج

۶۔ قنوج۔ یہ شہر فرخ آباد کے ضلع میں ہے سولہ سترہ ہزار کے قریب آبادی ہے۔ زمانہ قدیم میں بہت بڑا شہر تھا۔ محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین غوری کے وقت میں قنوج کے راجا ہندوستان شمالی میں مہاراجہ اور سراج سمجھے جاتے تھے۔ پہلے دریائے گنگ قنوج کی دیواروں کے نیچے بہتا تھا لیکن اب وہ کالی ندی کے کنارہ پر واقع ہے اور دریائے گنگ نے اس سے چار میل کے فاصلے پر بہتا ہے۔ روضۃ الصفا میں درج ہے کہ جب محمود نے ۴۰۹ ہجری میں قنوج پر قبضہ کیا تو اس شہر میں اُس وقت سات قلعے

تھے اور دو ہزار بتخانے تھے۔ اُن پہاڑوں یا ٹیلوں کے نشان جن پر یہ قلعے تھے اب بھی موجود ہیں اُنمیں سے ایک ٹیلہ پر جامع مسجد ہے جسکو سیتا کی رسوئی کہتے ہیں۔ یہ مسجد ۸۰۹ھ ہجری میں ابراہیم شاہ شرقی بادشاہ جونپور نے بنائی تھی۔ مسعودی اور بوزید نے بھی جو محمود غزنوی سے سو برس پہلے تھے اس شہر کا ذکر کیا ہے۔ چینی سیاح ہیون تھسنگ نے جو ۶۳۴ء میں ہندوستان میں آیا تھا لکھا ہے کہ اُسوقت شہر ۳ ۱/۲ میل لمبا اور ۳/۴ چوڑا تھا اور دریائے گنگ اُس کے نیچے مشرق کیطرف بہتا تھا اس سے دو سو برس پہلے ۴۰۵ء میں فاہیان ایک دوسرا چینی سیاح بدھ کے مزار کی زیارت کیلئے آیا تھا اُسوقت بھی دریائے گنگ اس شہر کے نیچے بہتا تھا بطلیموس یونانی جغرافیہ دان نے بھی ۱۴۰ء میں اس شہر کا ذکر کیا ہے۔ اس شہر کا زوال راجہ جے چند راٹھور کے مرنے کے بعد شروع ہوا یہ راجہ محمد غوری سے شکست کھا کر دریائے گنگ کو عبور کرتا ہوا ڈوب گیا تھا۔ محمود کے وقت میں جو راجہ تھا جے پال نام تھا وہ خاندان تور سے تھا۔

فصل (۷)۔ ہنول۔ وزیر پور۔ بجالسہ۔ موری

قنوج سے چل کر ہم ہنول پہنچے وہاں سے وزیر پور۔ پھر بجالسہ۔ پھر موری۔ یہ چھوٹا سا شہر ہے لیکن بازار اچھے ہیں وہاں میں نے شیخ قطب الدین حیدر غازی کی زیارت کی وہ بیمار تھے انہوں نے میرے لئے دعا کی اور ایک جو کی روٹی مجھے عنایت کی وہ کہتے تھے کہ میری عمر ڈیڑھ سو سال کی ہے۔ اُن کے دوست کہتے تھے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں اور بعض وقت کئی کئی دن کے بعد افطار کرتے ہیں اور اکثر اعتکاف اور چلہ میں بیٹھتے ہیں اور چالیس دن میں فقط چالیس کھجوریں ایک کھجور ہر روز کھاتے ہیں۔ دہلی میں شیخ رجب برقعی کو میں نے دیکھا کہ وہ چالیس کھجوریں لے کر چلہ میں بیٹھے اور جب چلہ سے نکلے تو تیرہ کھجوریں باقی تھیں۔

(حاشیہ: شیخ قطب الدین حیدر غازی)

اُس کے بعد ہم شہر مرہ میں پہنچے یہ بڑا شہر ہے اور اکثر باشندے ذمی ہندو ہیں اُس میں قلعہ بھی ہے گیہوں اسجگہ بہت اچھا ہوتا ہے دہلی میں لے جاتے ہیں ایسا گیہوں میں نے چین کے سوا کہیں نہیں دیکھا دانہ لمبا اور زرد اور میٹھا ہوتا ہے یہ شہر قوم مالوہ کی طرف منسوب ہے یہ ہندوؤں کا ایک قبیلہ ہے جو ڈیل ڈول میں بڑے اور خوبصورت ہوتے ہیں اُن کی عورتیں بھی حسن و خوش خلقی اور راحت میں مشہور ہیں جیسے کہ مرہٹہ عورتیں اور مالدیپ کی عورتیں۔

Marfat.com

بجالسہ ۱ - بجالسہ - اس شہر کے نام سے ایک دروازہ بھی شہر دہلی کا مشہور تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی بڑا شہر ہوگا اور ابن بطوطہ کے اس بیان سے کہ وہ وزیر پور سے چل کر گوالیار کی طرف ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اٹاوہ کے قریب جمنا کے شرق میں یا غرب میں کسی جگہ تھا - اگرہ سے تین کوس کے فاصلے پر جالیسر ایک جگہ اس زمانہ کی تاریخوں میں بہت مذکور ہے ممکن ہے کہ جالیسر کی جگہ ابن بطوطہ بجالسہ لکھ دیا ہو ورنہ بجالسہ نہ کسی تاریخ میں اور نہ آئین اکبری میں درج ہے - آگرہ اس زمانہ میں گاؤں تھا - سکندر لودی نے اسکو شہر بنا دیا تھا ؛

وزیر پور ۲ - وزیر پور - اب اس نام کا کوئی قصبہ یا بڑا گاؤں نہیں ہے لیکن آئین اکبری میں ایک محال وزیر پور نام سرکار آگرہ دستور متھرا میں درج ہے +

موری ۳ - موری - اس نام کا کوئی شہر نہ آئین اکبری میں ہے نہ اب کچھ پتہ لگتا ہے +

مڑہ ۴ - مڑہ اس شہر کا بھی کچھ پتہ نہیں لگتا - لیکن اسی نواح میں ایک شہر مترہ نام اب بھی گوالیار کی ریاست میں دریائے سندھ پر واقع ہے ممکن ہے کہ کاتب نے غلطی سے بجائے واؤ کے مرف رے لکھدی ہو یا وہ شہر مڑہ ہی ہو - مڑہ کے معنے خانقاہ کے ہیں یا مندر کے +

مالوہ ۵ - مالوہ - ابن بطوطہ گوالیار کے شرق سے ہی مالوہ کا آغاز لکھتا ہے لیکن آئین اکبری میں مالوہ چندیری سے شروع ہوتا ہے اور گجرات کی حدود تک چلا گیا ہے اور حقیقت میں مالوہ اسی قدر ملک کا نام ہے آئین اکبری میں صوبہ مالوہ کا طول باناں گڈھ سے بانسواڑہ تک جنوباً شمالاً ۲۴۵ کوس اور چندیری سے نذر بار تک شرقاً غرباً ۲۳۰ کوس درج ہے - لیکن آج کل جو سنٹرل انڈیا ایجنسی ہے اسمیں وہ تمام ملک شامل ہے جو ابن بطوطہ مالوہ میں شمار کرتا ہے +

فصل (۸) علاپور

علاپور پھر ہم شہر علاپور پہنچے - یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے - اکثر ہندو باشندے ہیں جو سلطان کی رعیت ہیں اس شہر سے ایک دن کی مسافت پر ایک ہندو راجہ کا علاقہ ہے جس کا نام کتم ہے اس کی راجدھانی کا نام جنبل ہے اس راجہ نے گوالیار کا محاصرہ کیا تھا اور اس کے بعد قتل کیا گیا تھا اس راجہ نے رابڑی کا بھی محاصرہ کیا تھا یہ شہر دریائے جمنا کے کنارے پر ہے بہت سے دیہات اور مزرعے اس کے متعلق ہیں وہاں کا حاکم خطاب افغان تھا یہ شخص بڑے بہادروں میں شمار ہوتا ہے اس نے بادشاہ سے مدد طلب کی اور راجہ کتم نے راجہ رجو سے مدد طلب کی جس راجدھانی سلطانپور میں ہے دونوں نے مل کر رابڑی کا

رابڑی خطاب افغان

Marfat.com

محاصرہ کیا۔ بادشاہ نے مدد بھیجنے میں دیر کی کیونکہ یہ جگہ دارالخلافہ سے چالیس منزل ہے
خطاب افغان نے خوف کیا کہ کہیں ہندو غالب ہو جائیں۔ اُس نے تین سو پٹھان اور تین
غلام اور چار سو کے قریب اور لوگ جمع کئے اور سب نے اپنے عمامے گھوڑوں کے گلو
باندھ دیئے۔ اس ملک کا دستور ہے کہ جب مرنا مارنا منظور ہوتا ہے تو ایسا کرتے ہیں۔
اپنے لوگوں کو لے کر شہر سے باہر نکلا اور ہندوؤں پر حملہ کر کے پندرہ ہزار آدمیوں کو شکست
دی اور دونوں راجہ بھی مارے گئے اور اُن کے سر سلطان کے پاس دہلی بھیجے گئے۔
ہندوؤں کے لشکر میں سے وہی بچا جو بھاگ گیا۔

بدر حبشی — علاپور کا حاکم بدر حبشی تھا یہ شخص بادشاہ کے غلاموں میں سے تھا اور بہادری اور جرأت
میں ضرب المثل تھا وہ ہمیشہ اکیلا جا کر ہندوؤں کے علاقہ پر تاخت و تاراج کرتا تھا اور بہت
آدمیوں کو قتل کرتا تھا اور بہت سے قید کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا شہرہ تمام ملک میں پڑ گیا
اور ہندو اُس کے نام سے ڈرنے لگے یہ شخص قد کا لانبا اور موٹا تھا۔ یہاں تک ایک پوری
بکری ایک جگہ بیٹھ کر کھا جایا کرتا تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ کھانے کے بعد تین پاؤ گھی
حبشیوں کے دستور کے موافق پی جایا کرتا تھا اُس کا بیٹا بھی ایسا ہی شجاع تھا۔ ایک دفعہ
اتفاق ہوا کہ اُس نے ہندوؤں کے کسی گاؤں پر حملہ کیا اُس کے غلام بھی اُس کے ساتھ
اُس کے گھوڑے کا پاؤں کسی گڑھے میں گھس گیا گاؤں والے اُس پر آن پہنچے اور اُن میں
ایک نے اُسکو قتارہ (کٹارہ) سے قتل کر ڈالا اُس کے غلام خوب لڑے اور گاؤں کے بالغ
کو قتل کیا اور اُن کی عورتوں کو پکڑ لائے اور گھوڑے کو بھی صحیح و سالم اُس کے بیٹے کے
پاس لے آئے پر عجیب اتفاق یہ ہوا کہ اُس کا بیٹا بھی اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی کی
جاتا تھا رستے میں کافروں نے اُس پر حملہ کیا اُس نے اُن کا مقابلہ کیا اور مارا گیا گھوڑا بھاگ
اُس کے آدمیوں کے پاس آ گیا وہ پھر اُس کے گھر لے آئے پھر اُس کا داماد اُس پر
ہوا وہ بھی اُسی گھوڑے پر کافروں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

Marfat.com

علاپور۔ یہ شہر کہیں گوالیار کے قریب تہا۔ ایک علاپور بداؤں سے ۱۱ میل ہے وہ سید علاءالدین بادشاہ دہلی کا آباد کیا ہوا ہے اور ابن بطوطہ کے زمانہ سے پیچھے آباد ہوا ہے۔ یہ علاپور سلطان علاءالدین خلجی کے نام پر آباد کیا گیا ہوگا۔ آئین اکبری میں ایک قلعہ سرکار گوالیار میں اس نام کا درج ہے اس کا پرانا نامم کہارایا اکہار لکہا ہے۔ اور اغلباً ابن بطوطہ کا علاپور یہی ہے +

کوسم

کثم و جنبل۔ اس شہر کا کچھہ پتہ نہیں لگ سکتا۔ ممکن ہے کہ جنبل راجہ کا نام ہو اور کثم (کوسم) شہر کا نام ہو۔ اس نام کا بہت پرانا شہر جمنا کے کنارے پر الہ آباد سے ۳۳ میل ورے واقع تہا اب بہی ایک گاؤں ہے۔ سلطان پور وہاں سے گنگا کے پار ۱۱۷ میل کے فاصلے پر ہے +

رابڑی

رابڑی۔ اب بہی ایک گاؤں تحصیل شکوہ آباد ضلع مین پوری میں جمنا کے کنارے پر مین پوری سے جنوب مشرق میں ۴۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ کہتے ہیں راؤ زورآور سنگہ نے جس کا دوسرا نام ابرنر تھا اسکو آباد کیا تہا اُس کی اولاد سے ۱۱۹۲ء میں سلطان محمد غوری نے فتح کیا تہا۔ مسلمانوں کے وقت میں یہ شہر بہت بڑا تہا علاءالدین خلجی کے عہد کے بہت سے مکانات پر کتبے موجود ہیں۔ شیر شاہ اور جہانگیر نے بہی بہت سے مکانات اس جگہ بنوائے تہے۔ جمنا کے دوسری طرف بٹیسر واقع ہے جو گھوڑوں کے میلہ کے لیے مشہور ہے۔ یہ ابن بطوطہ کی غلطی معلوم ہوتی ہے کہ اُس نے دہلی سے رابڑی کا فاصلہ چالیس منزل لکہا ہے حالانکہ رابڑی آگرہ سے فقط چالیس میل ہے +

سلطان پور

۵ سلطانپور۔ ممکن ہے کہ سلطانپور سے مراد ہو جو گومتی کے کنارے ایک ضلع کا صدر مقام ہے۔ یہاں چھٹی صدی ہجری میں بہار راجپوت حکومت کرتے تہے۔ کہتے ہیں کہ دو سید علاءالدین اور محمد نام گھوڑے فروخت کرنے کے لیے وہاں پہنچے تو راجہ نے اُن کے گھوڑے چھین لیئے اور دونوں سیدوں کو مار ڈالا سلطان علاءالدین غوری نے یہ حال سُنا تو اُس نے ایک لشکر بہیجا۔ اسوقت اِس شہر کا نام کوسا پور یا کوسا بہاون پور تھا غوریوں کا لشکر ایک سال تک پڑا رہا لیکن قلعہ فتح نہوا۔ آخر سلطان ایک چال چلا اُس نے کوسا پور کے راجہ کو کہلا بہیجا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں اور اگر تم واپسی کے وقت دق نہ کرو تو میں تم کو بہت کچھہ نذرانہ دونگا۔ راجہ نے منظور کیا۔ سلطان نے پالکیوں میں اسباب اور روپیہ کے بہانہ سے بہت سے جوانوں کو بٹھا دیا۔ اور جب وہ قلعہ کے اندر پہنچ گئے تو یکایک پالکیوں سے مسلح سپاہی کود پڑے اور راجہ اور اوسکی فوج کو قتل کر ڈالا۔ شہر کو مسمار کر کے نیا شہر سلطانپور کے نام سے آباد کیا۔ اب یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے دس گیارہ ہزار آدمی کی آبادی ہے +

کٹارہ کی تصویر

قتار۔ کٹارہ سے مراد ہے۔ کٹارہ کی تصویر آئین اکبری سے نقل کی جاتی ہے +

Marfat.com

فصل (۸)۔ گوالیار

پھر ہم (گالی پور) گوالیار کی طرف چلے اُس شہر کو گوالیر بھی کہتے ہیں یہ ایک بڑا شہر ہے اور اُس کا قلعہ ایک علیٰحدہ چٹان پر نہایت مضبوط بنا ہوا ہے جس کے دروازے پر ہاتھی اور فیلبان کا بُت کھڑا ہوا ہے اس شہر کا حاکم احمد بن شیر خاں فاضل ہے۔ اس سفر سے پہلے میں اُس کے پاس ٹھیرا تھا اُس نے میری بہت مدارات کی تھی۔ ایک روز اُس کے پاس گیا اور وہ ایک کافر مجرم کے دو ٹکڑے کرنا چاہتا تھا میں نے اُس کو قسم دلائی کہ ایسا نہ کر کیونکہ میں نے اپنے سامنے آجتک کسی کو قتل ہوتے نہیں دیکھا اُس نے میری خاطر سے اُس کو قید کرنے کا حکم دیا اور اس طرح سے اُس کا چھٹکارا ہوا۔

[1] گوالیار کی بابت میں پیچھے ایک حاشیہ لکھ آیا ہوں۔ گوالیر کا قلعہ ایک چٹان پر واقع ہے جو زمین سے تین سو فٹ اونچی۔ پونے دو میل لمبی ہے اور کہیں ۶۰۰ فٹ اور ایک جگہ ۲۸۰۰ چوڑی ہے۔ قلعہ کی دیواریں ۳۰ سے ۳۵ فٹ تک بلند ہیں۔ دیواروں کے نیچے پہاڑی کو اس طرح تراشا ہے کہ نیچے سے اوپر تک ایک دیوار سی کھچی چلی گئی ہے۔ قلعہ کے شمال کی طرف نیچے پرانا شہر بستا ہے اور جنوب کی طرف ایک میل کے فاصلے پر لشکر ہے۔ قلعہ پر چڑھنے کا راستہ مشرقی طرف ہے۔ پہلے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اب آدھ میل لمبی چکردار سڑک ہے۔ مشرق کی طرف آٹھ دروازے ہیں (۱) عالمگیری دروازہ (۲) بادل گڈھ دروازہ اس دروازہ پر کانسی کا ڈھلا ہوا ایک بیل کھڑا تھا جس کو ابراہیم لودھی ۱۵۱۸ء میں دہلی لے گیا تھا (۳) ہنڈولہ دروازہ (۴) بھروں دروازہ (۵) گنیش دروازہ (۶) لچھمن دروازہ (۷) ہتیا پول دروازہ یہ دروازہ راجہ مان سنگھ نے ۱۴۸۶ء لغایت ۱۵۱۶ء میں بنایا تھا۔ کننگھم صاحب لکھتے ہیں کہ ہاتھی جو یہاں تھا اُسی نے بنایا ہوگا لیکن ابن بطوطہ نے اُس کو مان سنگھ کے وقت سے بھی پہلے دیکھا تھا معتمد خاں کا منشی ہیرامن لکھتا ہے کہ یہ ہاتھی مظفر خاں نے بنایا تھا جو ۱۶۲۸ء سے ۱۶۳۳ء تک اس قلعہ کا حاکم رہا ہے۔ لچھمن دروازہ کے قریب بھی ایک ہاتھی پتھر کا بنا ہوا موجود ہے لیکن اُس کا نیچے کا کل دھڑ کسی نے کاٹ کر کے کسی بت کا سایہ بان بنا دیا ہے۔ گوالیر کا قلعہ نہایت مضبوط اور ناقابل فتح سمجھا جاتا ہے۔ ابوریحان بیرونی بھی گوالیر اور کالنجر کے قلعوں کی بابت لکھتا ہے کہ یہ دونوں تھوڑی سی خبرداری کرنے سے مضبوط ہو سکتے ہیں کہ دشمن اُن پر غالب نہیں ہو سکتا لیکن محمود کے حملے کے وقت یہاں کے راجہ نے مقابلہ نہیں کیا اور اطاعت منظور کی تھی۔

شمس الدین التمش کے وقت راجہ نے مقابلہ کیا۔ ایک سال کے محاصرے کے بعد یہ قلعہ فتح ہوا۔ اور پھر ابراہیم لودھی نے اُسکو دو سال کے محاصرے کے بعد لیا۔ مغرب کی طرف بعض مقام ایسے ہیں کہ وہاں سے ایک بہادر اور جری دشمن قلعہ کو زیادہ تر آسانی سے فتح کر سکتا ہے۔ میجر پوفم نے ۱۷۸۰ء میں اور جنرل وائٹ نے ۱۸۰۵ء میں اور ۱۸۵۸ء میں لفٹنٹ روز نے اس قلعہ کو فتح کیا۔ کالنجر کی بہ نسبت اس قلعہ میں پانی کا ذخیرہ زیادہ تر کافی ہے۔ مغرب کی جانب ایک گھاٹی ہے جسکو اروا ہی کہتے ہیں اُسمیں

تالاب

آٹھ کنوئیں اور نو باولیاں ہیں۔ اُن کا پانی بہت شیریں اور مصحت ہے شمس الدین التمش نے ایک دیوار بنا کر ان چاہات اور باوڑیوں کو قلعہ کے اندر لے لیا تھا اُن کے علاوہ قلعہ کے اندر بھی چند تالاب ہیں اُن میں سب سے پرانا سورج کنڈ ہے جو کہتے ہیں سنہ۳۰۰ء میں راجہ بسواپتی نے ایک سورج کے مندر کے ساتھ تیار کرایا تھا (۲) ترکونیا تالاب شمالی گوشہ میں واقع ہے (۳) جواہر تلاؤ شاہجہاں کے محل کے مقابل واقع ہے (۴) ساس بہو کا تلاؤ یہ تالاب اب خشک پڑا ہوا ہے کہرگ رائے بہاٹ نے اوس کا ذکر نہیں کیا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقط دو تین صدی پرانا ہے (۵) مان سروور قلعہ کے مغرب کیجانب واقع ہے راجہ مان سنگھ کا بنایا ہوا ہے اس میں اب پانی نہیں ٹھیرتا (۶) رانی تال سنہ۱۵۰۰ء میں راجہ مان سنگھ کی رانی نے بنوایا تھا اُس کے متصل چھیدی تالاب ہے جو اُس رانی کی کنیزک نے بنایا تھا فضل علی جو کہرگ رائے اور ہیرامن کی طرح گوالیر کا مورخ ہے شاہجہاں کے وقت میں لکھتا ہے کہ یہ تالاب خشک پڑا رہتا تھا آخرکار اسکو ایک سُرنگ کے ذریعہ سے رانی کے تالاب سے ملا دیا گیا۔ (۷) گنگولہ تلاؤ قلعہ کے وسط میں واقع ہے (۸) کٹورا تلاؤ (۹) اک کھمبہ تلاؤ (۱۰) دھوبی تلاؤ (۱۱) نوری ساگر معتمد خاں نورالدین کا بنایا ہوا ہے سنہ۱۶۶۰ء۔ مغرب کی جانب ڈہونڈہ دروازہ کے مقابل قلعہ کی حد سے باہر نکلا ہوا ایک قیدخانہ ہے جس میں شاہزادے قید میں رکھے جاتے تھے اسکو نوچوکی کہتے ہیں مسلمانی عمارتوں میں جہانگیر اور شاہجہاں کے محل اور ایک نہایت خوشنما جامع مسجد جو عالمگیری

قلعہ کی تاریخ

دروازہ کے متصل واقع ہے اور خواجہ محمد غوث گوالیری اور تان سین کے مقبرے ہیں گوالیر کی تین تاریخیں موجود ہیں (۱) کہرگ رائے بہاٹ نے شاہجہاں کے شروع زمانے میں لکھی اور بادلی داس نے اُس کو ۱۶۹۶ء تک مکمل کیا (۲) فضل علی نے شاہجہاں کے زمانہ میں ایک تاریخ لکھی اور زیادہ تر اُس نے ایک برہمن لکھنشام کی تاریخ سے ترجمہ کیا ہے (۳) ہیرامن ولد گردھرداس معتمد خاں کے منشی نے ایک مفصل تاریخ سنہ۱۶۶۶ء کے قریب تحریر کی فیضل علی کی تاریخ کے مطابق گوالیار کا قلعہ سمت ۳۳۲۔ بکرماجیتی میں بنایا گیا۔ روایت چلی آتی ہے کہ اس پہاڑی پر ایک رشی گوالی پا رہتا تھا۔ راجہ سورسین کچھواہہ جراحی تھا ایک روز شکار میں اُسکو پیاس لگی اور وہ رشی کی مڑہ میں پانی پینے آیا۔ رشی نے اُسکو پانی دیا تو وہ پانی پیتے ہی اچھا ہو گیا۔ راجہ نے کہا کہ میں شکریہ میں کیا کروں تو رشی نے کہا کہ اس پہاڑی پر ایک قلعہ بناؤ اور جس تالاب کا یہ پانی تھا اُسکو پختہ کر کے وسیع کر دو۔ رشی نے یہ بہی کہا کہ آج سے تیرا نام سوہن پال ہے اور تیری اولاد سے چوراسی راجہ راج کریں گے۔ اور جب تک وہ اپنے نام میں پال لگاتے جائینگے

Marfat.com

راج اُن کے پاس رہیگا۔کھرگ رائے کہتا ہے کہ چوراسی ویں راجہ نے اپنا نام تیج کرن رکھ لیا کہتے ہیں کہ یہ راجہ سنہ ۱۱۲۳ء میں دیوسہ کو راجہ رنل کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے گیا اور قلعہ میں اپنے بھانجے پرمل دیو پنوار کو چھوڑ گیا۔تیج کرن کو وہاں ایک سال لگ گیا۔اتنے میں بھانجے کے دل میں دغا آئی اور اُس نے قلعہ واپس دینے سے انکار کر دیا اور خود راجہ ہو بیٹھا۔التمش کے زمانہ تک پنوار راجہ حکومت کرتے رہے سنہ ۱۲۳۲ء میں التمش نے ایک سال کے محاصرہ کے بعد اس قلعہ کو فتح کیا۔اگرچہ اس سے پہلے قطب الدین ایبک نے بھی قلعہ کو فتح کر لیا تھا لیکن اُس پر پنوار راجہ پھر قابض ہوگئے تھے سنہ ۱۲۳۲ء سے لیکر سنہ ۱۳۹۸ء تک یہ قلعہ مسلمان بادشاہوں کے قبضہ میں رہا اور اکثر اُسکو قید خانہ کی طور پر استعمال کیا جاتا تہا۔تیمور کے آنے سے کچھ دن پہلے اس قلعہ کو تور خاندان کا ایک راجہ بیر سنگھ دیو فریب کے ذریعے دبا بیٹھا اور سید خضر خاں اور اُس کے بیٹے کو خراج ادا کرتا رہا۔لیکن اُس کے بعد جونپور اور مالوہ کے مسلمان بادشاہوں کی رقابت کے سبب جن میں سے ہر ایک گوالیار پر قابض ہونا چاہتا تہا یہ قلعہ بدستور ہندوؤں کے قبضہ میں رہا۔راجہ مان سنگھ نے خراج اور نذریں دے کر بہلول اور سکندر لودہی کو خوش رکہا ابراہیم لودھی کا بھائی جلال خاں بغاوت کے بعد اپنے بھائی سے شکست کہاکر راجہ کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ابراہیم کو بہادر کار تہا کیونکہ اُس کا باپ اور دادا دونوں اس آرزو میں مرگئے تہے کہ کسی طرح گوالیر کے قلعہ کو مسخر کریں۔ابراہیم نے خان اعظم ہمایوں کے ماتحت تیس ہزار لشکر بہیجا اس عرصہ میں مان سنگہ مرگیا اور اُس کے بیٹے بکرماجیت نے ایک سال کے مقابلہ کے بعد اطاعت منظور کی اور قلعہ کو حوالہ کرکے بادشاہی ملازمت اختیار کر لی وہ پانی پت کی لڑائی میں ابراہیم کے ساتھ مارا گیا۔پانی پت کی لڑائی کے بعد ہمایوں نے آگرہ کی جانب کوچ کیا۔یہ قلعہ اُن دنوں میں راجہ بکرماجیت کے سپرد تہا۔مقابلہ کے بعد بکرماجیت کی اولاد اور رانیوں نے کہیں نکل جانیکا بندوبست کیا لیکن وہ سب گرفتار ہو گئے۔ہمایوں نے اُن کے ساتہ شریفانہ سلوک کیا اور انہوں نے اس احسان کے شکریہ میں اُسکو وہ مشہور ہیرا دیا جو وزن میں تین سو تیس رتی تہا اور جس کی بابت بعض مصنف یہ بیان کرتے ہیں کہ کوہ نور وہی ہے۔یہ ہیرا پہلے سلطان علاء الدین خلجی مالوہ کے بادشاہ کے پاس تہا معلوم ہوتا ہے کہ رانا کہمبو راجہ چیتوڑ اور سلطان کی لڑائی کے وقت گوالیار کا راجہ رانا کا معاون ہوگا اور شکست یہ ہیرا اُس کے ہاتھ آگیا ہوگا بابر نے فوراً رحیم داد خاں اپنے ایک افسر کو گوالیر کے قلعہ کی تسخیر کے لئے بہیجا اور اُس نے آخر کار شیخ محمد غوث کی مدد سے قلعہ کو تاتار خاں کے قبضہ سے لے لیا۔اس کے بعد دو دفعہ سنکت رائے اور رام سہائے تور نے قلعہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن سود مند نہ ہوئی۔بکرماجیت کا بیٹا رام سہائے چیتوڑ میں رانا کا پناہ گزیں ہوا۔چیتوڑ کی فتح کے بعد اُس کے بیٹے سالباہن نے اکبر ملازمت اختیار کر لی تہی اور گوالیر کا ضبط چہوڑ دیا۔مغلی گورنروں میں سے مظفر خاں جہان و سید عالم اور معتمد خاں نے قلعہ کی تعمیر اور مضبوط کرنے میں نہایت کوشش کی ہے۔عالمگیری دروازہ کے پاس جو خوشنما مسجد ہے وہ معتمد خاں کی بنوائی ہوئی ہے کرنل سلیمن صاحب لکھتے ہیں کہ یہ مسجد ایسی

ایسی خوبصورت بنی ہوئی ہے کہ گویا اُس پرسے آج معمار اترے ہیں۔ ایک اور مسجد قلعہ کے وسط میں گوالی پا کے مندر کو توڑ کر معتمد خاں نے بنوائی تھی۔ اب اُس جگہ سندھیا کا بالا قلعہ ہے۔ اس مسجد کی تاریخ منشی ہیرامن نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے ؎

در زمانِ خدیوِ عالمگیر — نوربخشِ جہاں چو بدرِ منیر
بلله الحمد کیں خجستہ مقام — معتمد خاں زصدق کرد تمام
بود بتخانۂ گوالی زشت — مسجدے ساختہ چو کشتِ بہشت
خانِ روشن دل و سراپا نور — نورِ حق کرد روشنی چو ظہور
کرد مسمار خانۂ طاغوت — آفریں شد ز ملک تا ملکوت
نور چوں دور کرد ظلمتِ دیر — گفت ہاتف کہ نور باد بخیر

معتمد خاں نے قحط کے ایام میں عوام کی خبرگیری میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت دکھائی اور عالمگیری دروازہ اور باولی گڈھہ کے پاس کچہری کا مکان بھی اُسی کا بنایا ہوا ہے۔ دروازہ کی تاریخ حسبِ ذیل ہے ؎

در زمانِ خجستہ عالمگیر — کہ ز فیضش زمانہ یافت مراد
معتمد خاں ز فطرتِ عالی — درِ دولت بروئے قلعہ کشاد
گفت ہاتف ز سالِ تاریخش — باد دایم مکان بفیض آباد

سلاطین مغلیہ کے زوال کے زمانہ میں گوہد کے جاٹ رئیس نے قلعہ پر قبضہ کرلیا لیکن ۱۷۸۴ء میں مادھوجی سندھیا نے اُس سے یہ قلعہ چھین لیا۔ ۱۸۴۴ء سے انگریز سرکار نے قبضہ کرلیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں یہاں کی فوج بھی باغی ہوگئی تھی لیکن اگلے سال پھر قلعہ فتح کیا گیا اور لارڈ ڈفرن کے زمانہ تک سرکار انگریزی کے قبضہ میں رہا۔ اس سال شہر جہانسی کیساتھ اس کا تبادلہ کرلیا گیا۔ اسی تبادلہ کرنے میں سرکار انگریزی نے مہاراجہ گوالیار پر بہت بڑی مہربانی کی ہے۔ کیونکہ گوالیار اور اجمیر کے قلعوں کا قبضہ راجپوتانہ اور مالوہ میں ہمیشہ بادشاہان ہند کی طاقت کی علامت سمجھا گیا ہے اور اس لیے ہر ایک بادشاہ نے اس قلعہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کوشش کی ہے +

فصل (۹)۔ بَرْوَنْ

گوالیار سے چل کر ہم برون گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے ہندوؤں کے درمیان یہ شہر مسلمانوں کا ہے اس کا حاکم محمد بن بیرم ترکی ہے۔ اس شہر میں درندے بکثرت ہیں وہاں کا ایک باشندہ مجھ سے ذکر کرتا تھا کہ دروازہ بند ہونے کے بعد ایک شیر اس شہر میں داخل ہوجاتا تھا اور بہت سے آدمیوں کو مار جایا کرتا تھا۔ اور معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ شہر میں کس طرح داخل ہوتا تھا

محمد تو فیری اِس شہر کے ایک باشندہ نے مجھ سے ذکر کیا کہ میرا ایک ہمسایہ تھا شیر اُس کے گھر میں داخل ہوا اور اُس کے بچے کو چارپائی پر سے اُٹھا کر لے گیا ایک شخص ذکر کرتا تھا کہ ہم ایک دفعہ شادی میں جمع تھے ایک شخص کسی کام کے واسطے باہر گیا شیر نے اُس کو پھاڑ ڈالا اُس کے ہمراہی جو تلاش میں نکلے تو اُس کو بازار میں پڑا ہوا پایا شیر نے اُس کا خون پی لیا تھا اور گوشت کو بالکل نہ چھیڑا تھا کہتے ہیں کہ شیر اسی طرح کیا کرتا ہے +

سلہ برون - اس نام کا بھی آجکل کوئی شہر نہیں لیکن آئین اکبری میں جو ایک محال اور قلعہ برونی نام سرکار نرور صوبہ آگرہ میں درج ہے وہ اغلباً یہی شہر ہے کیونکہ گوالیار سے جو سڑک مئو کو جاتی ہے وہ اب بھی نرور کے علاقہ میں سے گذرتی ہے اور ابن بطوطہ کا رستہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے - نرور گوالیار میں دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہے یہ دریائے چنبل سے چند میل پرے جنوب کی طرف جمنا میں مل جاتا ہے

فصل (۱۰) - جوگی اور ڈائن

جوگی

بعضے شخص یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شیر نہیں ہوتا بلکہ آدمی ہوتا ہے جس کو جوگی[سلہ] کہتے ہیں جو شیر کی صورت بنکر آجاتا ہے مجھے اِس بات کا یقین نہ آیا - جوگی عجیب عجیب کام کرتے ہیں بعضے مہینوں تک نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور بعض ایک غار زمین میں کھود کر اُس پر عمارت بنا دیتے ہیں اور فقط ہوا کے لیئے ایک سوراخ رکھتے ہیں اور اُس میں مہینوں تک رہتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ برس دن تک اسی طرح رہ سکتے ہیں - منجرور (منگلور) کے شہر میں میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو جوگیوں کی شاگردی کرتا تھا اور ایک بلند ڈھول میں بیٹھا تھا اور وہاں بغیر کھانے پینے کے رہتا تھا پچیس دن تو اُسے ہو چکے تھے پھر میں چلا آیا معلوم نہیں کہ وہ کتنے دن تک اِس طرح رہا - لوگ کہتے ہیں کہ یہ جوگی ایک قسم کی گولیاں تیار کرتے ہیں اور ایک گولی ہر روز کھا لیتے ہیں اور اِس لیئے اُن کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں ہوتی - یہ لوگ غیب کی باتوں کی بھی خبر دیتے ہیں - بادشاہ اِن لوگوں کی بہت تعظیم کرتا ہے اور اُن کو اپنی صحبت میں رکھتا ہے بعضے فقط ترکاری کھاتے ہیں اور بعضے گوشت بھی کھاتے ہیں مگر اکثر گوشت نہ کھانے والے ہوتے ہیں - ظاہر سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ریاضت سے اپنے نفس کو عادی کر لیتے ہیں دنیا کی زیب و

سلہ اغلباً جو چڑے کے چاول کی گولی ہوگی ۱۱

Marfat.com

ے اُن کو سروکار نہیں ہوتا اُن میں سے بعضے ایسے بھی ہیں کہ اگر کسی کی طرف نظر بھر کر دیکھ لیں
آدمی فوراً مر جاتا ہے عوام الناس کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی نظر سے مر جاتا ہے اگر اُس کا سینہ
جائے تو اُس میں دل نہیں ہوتا نظر والا آدمی اُس کا دل کہا لیتا ہے یہ کام اکثر عورتیں کرتی ہیں
ی عورتوں کو کفتار کہتے ہیں۔ جب ہندوستان میں قحط عظیم پڑا بادشاہ اُس وقت ملنگانہ
تھا بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ دہلی کے ہر ایک باشندے کو ڈیڑھ رطل یومیہ کے حساب سے
نے کے لیئے دیا جائے وزیر نے اُن کو جمع کر کے امیروں اور قاضیوں کے ایک ایک
ت سپرد کر دی کہ وہ اُن کو کھانا کہلائیں میری سپردگی میں پانسو آدمی تھے میں نے اُن کے
اپنے گہر میں دالان بنوا دیئے تھے وہ وہاں رہتے تھے اور پانچ پانچ دن کا غلہ اُن کو
دفعہ تقسیم کر دیا کرتا تھا ایک روز میرے پاس ایک عورت کو لائے اور کہا کہ یہ ڈائن ہے
نے اپنے برابر کے گھر والے کے لڑکے کا دل کھا لیا ہے اور لڑکا مر گیا میں نے حکم دیا کہ
و نائب السلطان کے پاس لے جائیں اُس نے آزمائش کا حکم دیا اور وہ اس طرح کرتے ہیں کہ
مٹکے پانی کے بہر کر اُس کے چاروں ہاتھوں اور پاؤں پر باندہ دیتے ہیں اور اُس کو دریائے
میں ڈال دیتے ہیں اگر وہ نہیں ڈوبتی تو جانتے ہیں کہ وہ ڈائن ہے اور اگر ڈوب جاتی ہے
دائن نہیں نائب نے حکم دیا کہ اُسکو جلا دیا جائے لوگ عورت مرد اُس کی راکھ لے گئے اُنکا
ن ہے کہ جو شخص اُس راکھ کی دہونی لے لیتا ہے تو وہ اُس سال تک ڈائن کی نظر سے
محفوظ رہتا ہے۔ ایک روز بادشاہ نے مجھے بلوایا میں اُن دنوں دار الخلافہ میں تہا میں حاضر
ا بادشاہ اُس وقت خلوت میں تہے اور خاص خاص امیر موجود تہے اور وہ جوگی بہی موجود تہے
جوگی رضائی اوڑہے رہتے ہیں اور سر کو بہی ڈہکا رہتے ہیں کیونکہ وہ راکھ سے سر کے بالوں
نوچ لیتے ہیں جیسا کہ اور لوگ بغلوں کے بالوں کو نوچتے ہیں بادشاہ نے مجھے بیٹھنے کی اجازت
ی میں بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ شخص بڑے دور دراز کے ملک سے آیا ہے اُس کو کوئی ایسا
نر دکھاؤ جو اُس نے پہلے نہ دیکھی ہو انہوں نے کہا بہت اچھا اُن میں سے ایک جوگی آسن مار کر

نظر بد اور ڈاین

جوگی کا اوپر چڑھنا

Marfat.com

جو کرسی بیٹھ گیا زمین سے بلند ہوا اور اُسی طرح ہمارے اوپر ہوا میں اُدھر ہو گیا مجھے نہایت
اور وہم غالب ہو گیا یہاں تک کہ میں زمین پر گر پڑا بادشاہ نے مجھے دوا پلائی مجھے افاقہ ہوا
بیٹھ گیا اور وہ شخص اُسی طرح ہوا میں اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے جوگی نے اپنی کھڑاویں ہاتھ
لیں اور غصے میں آکر کئی دفعہ اُن کو زمین پر دے مارا وہ کھڑاویں ہوا میں چرتیں گئیں
اور جو جوگی ہوا میں بیٹھا ہوا تھا اُس کی گردن میں لگنے لگیں وہ تھوڑا تھوڑا اُترتا جاتا تھا
اور آخرکار ہمارے پاس آ بیٹھا بادشاہ نے مجھے بتلایا کہ کھڑاؤں بھیجنے والا اُستاد ہے ا
ہوا میں اُڑنے والا شاگرد ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر تیری عقل سلب ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا
ہم تجھ کو اس سے زیادہ تماشہ دکھلاتے میں وہاں سے چلا آیا مجھے خفقان ہو گیا اور بیمار
ہو گیا بادشاہ نے ایک شربت بھیجا اُس کے پینے سے میں اچھا ہوا۔

دبستان اور جوگی

لہ جوگی: دبستان کا مصنف کیخسرو بن آذر کیوان پارسی (داراشکوہ کا ہم عصر تھا) جوگیوں کی بابت اس طرح لکھتا ہے: "جوگیان طایفہ اند در ہند معروف۔ جوگ در لغت سنسکرت پیوستن ست و ایں گروہ خود را واصلان حق گیرند و خدا را الک گویند۔ و در اعتقاد ایشاں برگزیدہ حق بلکہ عین حق گورکناتھ است و نزد ایشاں برہما و بشن و مہیش ہم از شاگرداں گورکھناتھ ہستند و ایں طائفہ دوازدہ پنتھ اند. . . . . . .
و جمعے از ایشاں نزد مسلمانان مقید صوم و صلوٰۃ باشند و پیش ہندواں بدیں آں گروہ عمل کنند و ہیچ چیز از محرمات در کیش ایں گروہ حرام نباشد حتے کہ آدمی را نیز ہم بکشند و بخورند۔ و در طریق ایشاں گرفتن دم (حبس نفس) بسیار خوب ست چنانکہ در پارسیاں یزدانی و در ہندوان و پارسیان برتر ازیں عبادت نیست۔ چوں کسے آہنگ نگاہ داشتن دم کند از جماع و خورش شور و تلخ و ترش و از صحبت پرہیز واجب دانند پس بدیں کار روآوردند و بدانند کہ از نشست گاہ تا تارک ہفت پایہ است کہ پارسیان آنرا ہفت خم و جوگیاں ست چکر گویند. . . . . . . و باد را دہ گونہ شناسند و آنچہ معرفت آں ضروری ست باد فوقانی و تحتانی ست کہ بہندی آنرا پران و بپارسی آلائی و پاسائی گویند. . . . . .
پسندیدہ ترین آسن ہا نزد ایشان کت آسن است و طریقش آنکہ پاشنہ پائے چپ بر در مقعد گزارد و پاشنہ دیگر بر زبر از آلہ تناسل و تن راست کند و چشم برہم زند و در میان دو ابرو بنگرد پس مقعد را حرکت دہد و باد پس زبان فراز یں بسوئے بالا کشد و پایہ بپایہ بالا برد تا بسر رساند. . . . . . .
عامل ایں نزد ایشاں تواند پریدن و بیمار نشود و از مرگ بر ہد و گرسنہ و تشنہ نگردد و خلع بدن تواند کرد و باز بتن تواند پیوست و قادر بود بر جمیع کارہا و بعقیدہ جمع از ہندوان ہر کس

Marfat.com

خداوند ایں کردار باشد حق مطلق گردد۔ نامہ نگار چنداں از جوگیان دیدہ کہ نامہ وسعت بیان آں ندارد۔ در جوگیان ستم ست کہ چون مرض برایشاں برتری یا بد خویش را زندہ دفن نمایند +

کفتار

۵۲ کفتا۔ کفتار لغت میں جرک کو کہتے ہیں جس کی ہڈیاں چلتے ہوئے بولا کرتی ہیں۔ اور چونکہ یہ مشہور ہے کہ ڈاکنوں اور جادوگروں کی یہ جانور سواری ہے اس لئے ڈاکن کو ہی کفتار کہنے لگے۔ آئین اکبری میں ابوالفضل نے صوبہ سندھ کے ذکر میں ڈاکن یا جگر خوار کا مفصل حال لکھا ہے۔ چونکہ ابوالفضل کی فارسی خانہ ساز اور اس لیے غیر متعارف ہے میں اس کا ترجمہ اردو میں کرتا ہوں۔ ابن بطوطہ کا بیان بھی ابوالفضل سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے "جگر خوار وہ آدمی ہوتا ہے جو جادو اور نظر کے زور سے دوسرے آدمی کا کلیجہ نکال لیتا ہے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ طاقت ان میں ہمیشہ نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی وارد ہوتی ہے اس وقت جس شخص پر اس کی نظر جا پڑتی ہے وہ بیہوش ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ انار دانہ کے مشابہ کوئی چیز اس آدمی میں سے نکالتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اس کو اپنی پنڈلی میں گوشت کے اندر چھپا لیتا ہے اور وہ آدمی اسی وقت بے خبر ہو جاتا ہے۔ جب اس کا علاج کر چکتے ہیں اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو جگر خوار اس دانہ کو آگ پر رکھتا ہے وہ پھول کر اور پھیل کر طباق کی مانند ہو جاتا ہے۔ جگر خوار اس میں سے کچھ خود کھاتا ہے اور کچھ اور جگر خواروں کو تقسیم کر دیتا ہے اس وقت وہ شخص مر جاتا ہے۔ جگر خوار کو یہ بھی طاقت ہے کہ جس کسی کو چاہے اپنی مانند بنا لیتا ہے اس کو کچھ تو منتر سکھاتا ہے اور جگر کا ٹکڑا کھلاتا ہے۔ جب جگر خوار کو گرفتار کر لیتے ہیں تو اس کی پنڈلی چیر کر یہ دانہ نکال لیتے ہیں شخص ماؤف کو کھلا دیتے ہیں وہ فوراً اچھا ہو جاتا ہے۔ اکثر عورتیں جگر خوار ہوتی ہیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ دور دراز فاصلے کی چیز اسی جگہ بیٹھی ہوئی بتا دیتی ہیں اور اگر پاؤں باندھ کر ان دریا یا تالاب میں ڈبو دیں تو نہیں ڈوبتیں۔ جگر خوار کا علاج یہ بتلاتے ہیں کہ اس کی آنکھوں میں نمک بھر کر اور دونوں پنڈلیوں پر داغ لگا کر چالیس دن تک کسی سرداب میں لٹکا دیویں۔ بے نمک کا کھانا کھانے کو دیں۔ ان دنوں میں اسی کو ڈیہرہ بولتے ہیں۔ اس کے بعد اس میں جگر خواری کی طاقت نہیں رہتی لیکن وہ اور ڈاکنوں کو پہچان لیتی ہے۔ ابوالفضل نے اس تمام خرافات پر کہیں اعتراض نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی یقین تھا۔ باوجودیکہ خود اجتہاد کا دعوے کرتا تھا اور بادشاہ سے خدائی کا دعویٰ کروا دیا تھا۔ لیکن یہ نہ سمجھے کہ جب کسی آدمی کو پیر باندھ کر دریا میں ڈال دیں گے تو وہ اول تو ضرور ڈوب جائیگا۔ اگر کسی اتفاق سے باہر بھی آ جائے گا تو جگر خوار سمجھا جائیگا بہر صورت اس کی سزا موت ہوگی۔ یہ پہچان ہی جو بیان کی گئی ہے کافی گواہ ہے کہ یہ تمام بناوٹ ہے اور جس غریب پر یہ شبہ ہو جاوے وہ کسی طرح بن آئی موت سے بچ نہیں سکتا +

ہندوستان میں بڑے بڑے قحط

۵۳ قحط۔ بڑے بڑے قحط جن کا حال تاریخوں میں درج ہے اس جگہ تفصیل کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر دہلی گزیٹر کے مولف نے ذکر کئے ہیں۔ مگر مندرجہ ذیل فہرست میں

Marfat.com

بہت سی نئے تاریخیں دیکھ کر زیادہ کر دیے ہیں:-

(۱) ۷۳۹ھ لغایت ۷۴۲ھ سلطان محمد تغلق شاہ کے زمانہ میں
(۲) ۸۰۱ھ امیر تیمور صاحبقران کے دہلی سے واپس جانے کے بعد
(۳) ۸۱۱ھ سلطان محمود شاہ تغلق و خضر خاں کے زمانہ میں
(۴) ۸۲۷ھ سید مبارک شاہ کے ایام حکومت میں
(۵) ۹۶۲ھ سلطان محمد عادل سد "
(۶) ۱۶۳۱ء شاہجہان بادشاہ "
(۷) ۱۶۶۱ء اورنگزیب عالمگیر "
(۸) ۱۷۳۱ء محمد شاہ "
(۹) ۱۷۷۰ء شاہ عالم ثانی "
(۱۰) ۱۸۰۳-۴ء لارڈ ہیسٹنگز "
(۱۱) ۱۸۰۳-۰۵ء مارکوئس ویلزلی "
(۱۲) ۱۸۱۲-۱۳ء مارکوئس آف ہیسٹنگز کے ایام حکومت
(۱۳) ۱۸۱۹ء "
(۱۴) ۱۸۲۵ء لارڈ ایمہرسٹ
(۱۵) ۱۸۲۹ء لارڈ ولیم بینٹنک
(۱۶) ۱۸۳۷-۳۸ء لارڈ آکلنڈ
(۱۷) ۱۸۴۸ء لارڈ ڈلہوزی
(۱۸) ۱۸۶۰-۶۱ء لارڈ کیننگ
(۱۹) ۱۸۶۵ء لارڈ لارنس
(۲۰) ۱۸۶۹ء "
(۲۱) ۱۸۷۷ء لارڈ لٹن
(۲۲) ۱۸۹۴-۹۵ء لارڈ ایلگن

سحر اور شریعت

۵۴ سحر کی بابت شریعت کا جو حکم ہے وہ ہم کتاب رحمت الامہ فی اختلاف الائمہ سے نقل کرتے ہیں:-
جادو۔ عملیات اور منتر اور گنڈے ہوتے ہیں جو جسم اور دل میں اثر پذیر ہوتے ہیں۔ اُن کے سبب سے آدمی مریض ہو جاتا ہے اور خاوند و عورت میں جُدائی پڑ جاتی ہے اور قتل کیا جاتا ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام حنبل کے نزدیک سحر کی حقیقت ہوتی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ سحر کی حقیقت کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس کی تاثیر جسم میں نہیں ہوتی۔ ابو جعفر استرآبادی شافعی کا بھی یہ ہی مذہب ہے۔ سحر کا سیکھنا سب کے سب حرام سمجھتے ہیں۔ جو شخص سحر سکھاتا ہے یا سیکھتا ہے اُس کے حق میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ اگر اپنے تئیں بچانے اور حفاظت کرنے کی نیت سے سیکھے تو کافر نہیں ہوتا لیکن اگر اس نیت سے سیکھیگا کہ سحر جائز ہے یا نافع ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بھی عقیدہ رکھیگا کہ شیاطین جو چاہیں ساحر کے لیے کر سکتے ہیں تو بھی کافر ہو جاتا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں جو شخص سحر کی تعلیم کرتا ہے اُس کو کہنا چاہیئے کہ اپنے سحر کا بیان کر۔ اگر وہ کوئی ایسی بات بیان کرے جیسا کہ اہل بابل کا اعتقاد تھا یعنی ہفت سیارات میں کسی کے ساتھ تقرب یا اُن سے مدد طلب کرنا تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اگر ایسی بات ہو جس سے کفر لازم نہیں آتا تو اُسی شکل میں کافر ہوتا ہے جب اُس کو جائز سمجھے۔ اب سوال یہ ہے۔ آیا ساحر کو بمجرد اُس کی تعلیم کرنے اور استعمال کرنے کے قتل کر دیا جائے یا نہیں۔ امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ فوراً قتل کر دیا جائے۔ اگر اُس نے کسی کو اپنے سحر سے قتل کیا ہے تو سوا امام ابو حنیفہ کے سب امام اُس کے قتل کا فتوے دیتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر وہ بار دوسری

ساحر کی سزا

Marfat.com

یا کسی کو قتل کرے تو قتل کیا جائیگا اور ایک یہ بھی روایت ہے کہ جب تک وہ خود اقرار نہیں کریگا کہ اس نے جادو سے قتل کیا ہے قتل نہیں کیا جائیگا۔ جادوگر عورت کی بابت تینوں اماموں کا حکم ہے قتل کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ قتل نہیں کی جائے گی فقط قید کی جائے گی سحر اور ساحر کی بابت حنفیوں کی متداول کتابوں میں کچھ درج نہیں اور عملاً سحر اور ساحر سے کوئی باز پرس نہیں کی جاتی اور اسی لیے ابن بطوطہ نے تو اُن کی بابت کوئی حکم نہیں دیا اور جاہل حاکم نے اُس کو خلاف شریعت مار ڈالا۔ حالانکہ تہذیب یافتہ انگلینڈ کے قانون کی کتابوں میں سو برس پہلے تک جادوگری کی سزا موت تھی اور بعض دفعہ اُس پر عمل بھی کیا جاتا تھا۔

فصل (۱۱)۔ امواری۔ کجراد

کجراد شہر برون سے ہم امواری گئے وہاں سے کجراد۔ اس جگہ ایک بڑا حوض ہے جسکی لمبائی ایک میل کی ہے اور اُس کے کنارے پر مندر اور بتخانے ہیں جن کے آنکھ ناک کان سب مسلمانوں نے کاٹ ڈالے ہیں۔ تالاب کے وسط میں سرخ پتھر کے تین گنبد بنے ہوئے ہیں اور چاروں کونوں پر چار گنبد ہیں اور اُن گنبدوں میں جوگی رہتے ہیں انہوں نے بالوں میں بھبوت ملا ہوا ہے اور اپنے قدموں تک بال لمبے کیے ہوئے ہیں ریاضت کے سبب سے اُن کا رنگ زردی مائل ہو گیا ہے بہت سے مسلمان بھی اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں تاکہ اُن سے یہ فن سیکھیں لوگ کہتے ہیں کہ برص اور جذام والے اشخاص اِن جوگیوں کے پاس آکر ٹھیرتے ہیں۔ اور خدا کے حکم سے اچھے ہو کر چلے جاتے ہیں۔

جوگی اول ہی اول میں نے جوگیوں کو سلطان طرمشیرین بادشاہ ماوراء النہر کے کیمپ میں دیکھا تھا وہ تعداد میں پچاس تھے اور اُن کے واسطے زمین کے نیچے ایک غار کھدوایا گیا تھا اُسی میں رات دن رہتے تھے فقط قضائے حاجت کے لئے باہر نکلتے تھے صبح اور شام اور رات کو سینگ کے مشابہ ایک چیز تھی اُسکو بجایا کرتے تھے اُن کے طریق عجیب تھے ایک جوگی نے سلطان غیاث الدین دامغانی بادشاہ معبر کے لیے گولیاں بنادی تھیں اُن سے قوت باہ بڑھ جاتی تھی اُس کا ایک جزو فولاد کا برادہ تھا جب اُن کا اثر عجیب معلوم ہوا تو بادشاہ معبر نے کچھ زیادہ کھالیں اور مر گیا اُس کے بعد اُس کا بیٹا

Marfat.com

ناصر الدین بادشاہ ہوا وہ اُس جوگی کی نہایت تعظیم کرتا تھا +

امواری — ۵۱ امواری - اب کچھ پتہ نہیں لگتا - لیکن آئین اکبری میں اس نام کا ایک شہر بیانواں کی سرکار میں درج ہے جو یہ ہی ہے جس کا ذکر ابن بطوطہ کرتا ہے - بیانواں کی سرکار چندیری کے مشرق میں تھی

کجرا(؟) — ۵۲ کجراؤ - ابن بطوطہ کی مراد کھجراؤ سے ہے جو چھتر پور سے مشرق میں ۲۷ میل کے فاصلے پر اور پنا ۲۵ میل شمال مغرب میں واقع ہے - اول ہی اول اس شہر کا ذکر ابوریحان بیرونی نے کیا ہے جو سنہ میں کالنجر کے حملہ میں محمود غزنوی کے ساتھ تھا اُس نے اُس کا نام کجوراہہ لکھا ہے - قنوج سے جنوب مشرق میں ۳۰ فرسخ کے فاصلے پر لکھا ہے لیکن صحیح سمت جنوب ہے اور فاصلہ بھی دوچند یعنی ۱۸۰ میل ہے جس تالاب کا ذکر ابن بطوطہ نے کیا ہے وہ اب بھی موجود ہے اُس کو کھجور ساگر کہتے ہیں اور اب بھی اُس کے گرداگرد بے شمار بت اور مندر موجود ہیں - ابوریحان نے اُس کو جھجوتی کے ملک کا پائے تخت لکھا ہے جھجوتی بندیلکھنڈ کا پرانا نام تھا اب کھجراؤ محض ایک گاؤں ہے - لیکن کھنڈرات پونے چار میل کے رقبہ میں پائے جاتے ہیں - کالنجر سے پہلے یہ شہر چندیل راجپوتوں کا دارالخلافہ تھا محمود کے حملات سے بچنے کیلئے راجہ کالنجر میں چلا گیا - آئین اکبری میں کھجراؤ کا ذکر بالکل نہیں کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے زمانہ میں وہ بالکل بے حیثیت گاؤں ہو گیا لیکن پھاگن میں شوراتری کے دن اب بھی ایک بڑا بھاری میلا ہوتا ہے اور ہزارہا ہندو جاتے ہیں پانچ چھ میل کے اندر ہجوم ہوتا ہے +

فصل (۱۲) چندیری

پھر ہم چندیری[۱] پہنچے یہ ایک بڑا شہر ہے بازاروں میں بہت اژدحام ہوتا ہے تمام ملک کا امیر الامرا عز الدین ملتانی جو اعظم ملک کے لقب سے مشہور ہے وہیں رہتا ہے وہ بڑا خیر اور فاضل ہے اہل علم سے صحبت رکھتا ہے اور فقیہ عز الدین زبیری اور وجیہ الدین بیانوی جو شہر بیانہ کی طرف منسوب ہے اور قاضی خاصہ اور امام شمس الدین اس کے مصاحب ہیں اُس کا نائب خزانہ قمر الدین ہے اور نائب فوج سعادت تلنگی ہے یہ شخص بڑا بہادر ہے اور وہی لشکر کا جائزہ لیتا ہے - ملک اعظم فقط جمعہ کے دن باہر نکلتا اور کسی دن بہت نادر +

چندیری — ۱ چندیری - یہ شہر اب فقط ایک گاؤں کے برابر رہ گیا ہے - بیتوا ندی کے کنارے پر واقع ہے گوالیار سے ۱۰۵ میل - آگرہ سے ۲۰۱ اور دہلی سے ۲۰۸ میل دور ہے - ایک سنگین قلعہ اب بھی پہاڑی پر واقع ہے - پہلے زمانہ میں یہ قلعہ بڑا مضبوط سمجھا جاتا تھا - بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں

Marfat.com

قلعہ اور اس کے گرد و نواح کا مفصل بیان کیا ہے۔ ابو الفضل نے لکھا ہے کہ کسی زمانے میں اس شہر میں چودہ ہزار پتھر کے محل اور تین سو چوراسی بازار اور تین سو ساٹھ سرائیں اور بارہ ہزار مسجدیں تھیں اس گنتی میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ اس شہر میں ایک منار اس قدر بڑا تھا کہ اس میں نقارہ بجاتے تھے تو اس کی آواز باہر نہیں نکلتی تھی۔ بابر کہتا ہے کہ میں نے اس قلعہ کو تین گھڑی میں فتح کر لیا تھا۔ یہ شہر سرکار انگریزی نے جھانسی کے عوض لے لیا تھا

فصل (۱۳)۔ دھار

چندیری سے ہم ظہار (دھار) میں پہنچے۔ یہ مالوہ کا سب سے بڑا شہر ہے زراعت اس ملک بہت ہوتی ہے خصوصاً گیہوں بہت پیدا ہوتا ہے۔ یہاں سے پان دہلی تک جاتے ہیں جو یہاں سے چوبیس منزل ہے تمام سڑک پر پتھر کے ستون یعنی میل جن پر فاصلہ لکھا ہے لگے ہوئے ہیں جب مسافر کو منظور ہوتا ہے کہ وہ معلوم کرے کہ آج کتنا چلا ہے یا منزل تک کتنا فاصلہ باقی رہا ہے یا جس شہر کو جاتا ہے وہ کتنی دور ہے تو ستون پر دیکھنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ شہر شیخ ابراہیم مالدیبی کی جاگیر میں ہے۔ یہ شیخ ابراہیم اس شہر کے باہر آکر ٹھیرا اور غیر آباد زمین کو اس نے مزروعہ کیا اسمیں فقط خربوزے بویا کرتا تھا یہ خربوزے نہایت شیریں ہوتے تھے اور اس کے آس پاس کی زمین میں جو لوگ خربوزے بوتے تھے وہ شیریں نہ ہوتے تھے وہ فقیروں اور مسکینوں کو کھانا دیا کرتا تھا۔ جب بادشاہ معبر کی طرف چلے تو اس نے ایک خربوزہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا بادشاہ کھا کر بہت خوش ہوا۔ اور شہر دھار اس کی جاگیر میں بخش دیا اور حکم دیا کہ وہ ایک ٹیلہ پر جو شہر سے اونچا تھا ایک خانقاہ بنائے اس نے ایک بہت اچھی خانقاہ تعمیر کی اور ہر مسافر کو روٹی دیتا تھا اور برسوں تک وہ اسی طرح کرتا رہا ایک دفعہ بادشاہ کے پاس آیا اور تیرہ لاکھ دینار بادشاہ کی نذر کیے اور کہا کہ یہ میری آمدنی میں سے غریبوں کے کھانا کھلانے کے بعد بچا ہے اور بیت المال کا حق ہے بادشاہ نے وہ مال اس سے لے لیا لیکن بادشاہ کو اس کا فعل کہ اس نے روپیہ جمع کیا اور غریبوں کو کل نہ کھلایا پسند نہ آیا۔ اس شہر میں وزیر کے بھانجے اپنے ماموں خواجہ

جہاں کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تھا تاکہ وزیر کے کل خزانے پر قابض ہو جائے اور جن باغی کے پاس معبر میں چلا جائے اُس کے ماموں کو خبر ہو گئی اُس نے فوراً اُس کو گرفتار کر اُس کو اور اُس کے ہمراز امیروں کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا بادشاہ نے اُن امیروں مروا ڈالا اور کہتے ہیں جب وزیر کا بھانجا اُس کے پاس واپس لایا گیا تو اُس نے قتل کا حکم دیا اُس کے پاس ایک کنیز تھی جس پر وہ عاشق تھا اُس نے درخواست کی کہ کنیز کو اُس سامنے بلایا جائے اُس کے ہاتھ سے پان کھایا اور آپ پان بنا کر اُس کو دیا اور پھر لگا کر اُس کو رخصت کر دیا اُس کے بعد اُس کو ہاتھی کے سامنے ڈال دیا اور اُس کی کھال کھچوا کر اُس میں بھوسہ بھروا لیا گیا۔ جب رات ہوئی تو کنیز باہر نکلی اور اُس کے قتل ہونے کی جگہ کے قریب ایک کنواں تھا اُس میں گر کر مر گئی دوسرے دن مردہ پائی گئی اُس کو نکالا اور دونوں کو ایک قبر میں دفن کر دیا اس قبر کو گور عاشقاں کہتے ہیں +

۵۱ دھار آئین اکبری میں صحیح ہے کہ دھار راجہ بھوج کا پائے تخت تھا۔ یہاں انگور دو دفعہ پھل دیتا ہے پہلا پھل شیریں ہوتا ہے۔ پہلے پواروں کا دار الخلافہ اجین تھا راجہ بھوج نے دھار کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔ موجودہ راجہ بھی اپنے تئیں بکرماجیت کی اولاد بتلاتا ہے بنشہ ہ کے قریب پواروں کا خاندان ضعیف ہو گیا تھا اور دکن میں پونا کی طرف چلا گیا تھا۔ مسلمانوں کے وقت میں اول میں مالوہ کا دار الخلافہ دھار تھا۔ بعد میں منڈو مقرر ہوا۔ اب دھار ایک چھوٹی سی ریاست ہے شہر کی آبادی سو دو ستر ہزار کے قریب ہے مئو اور بڑودہ کی سڑک پر مئو سے ۳۳ میل مغرب کی جانب اور بڑودہ سے ۱۸۳ میل شرق کی طرف ہے۔ مسلمانوں کے عہد میں یہ شہر بہت بڑا تھا اب بھی سنگ سرخ کی دو مسجدیں مرمت طلب حالت میں موجود ہیں +

۵۲۔ خربزہ کی بابت قزوینی لکھتا ہے۔ مصنف کتاب فلاحت نے لکھا ہے کہ اگر خربوزہ کے بیج کو شہد اور دودھ میں بھگو لیں اور اس کے بعد بو دیں تو نہایت شیریں پھل لگیگا اور اگر بیجوں کو گلاب کے پھولوں میں باد دیں اور پھر اُس کو بو دیں تو پھل میں گلاب کی خوشبو ہو گی عجائب المخلوقات صفحہ ۹۴ جلد دوم۔ خربزہ کے اصلی معنے دُھوپ کی پکی ہوئی شے" ہیں +

فصل (۱۴) ۔ اُجین

دھار سے چل کر ہم اجین پہنچے یہ ایک خوبصورت شہر ہے عمارتیں بلند ہیں اور ملک نامرالدین

...الملک جو کہ ایک بڑا فاضل اور کریم النفس آدمی تھا اس شہر میں رہا کرتا تھا اور سندابور ...کی فتح کے وقت شہید ہو گیا تھا۔ اس شہر میں فقیہ اور طبیب جمال الدین مغربی غرناطی ...تھا۔

۵ اُجین۔ دریائے سپرا پر واقع ہے۔ یہ شہر مالوہ کا قدیم دارالخلافہ تھا۔ اب گوالیار کی ریاست میں ...اخل ہے۔ موجودہ آبادی بتیس ہزار ہے۔ علاؤالدین خلجی نے اس شہر کو فتح کیا ۱۳۰۰ء لوسی ۱۵۳۱ ...لک مالوہ کے بادشاہ خود سر رہے۔ بہادر شاہ بادشاہ گجرات نے مالوہ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل ...کر لیا ۱۵۷۱ء میں اکبر بادشاہ نے اس کو پھر سلطنت دہلی سے شامل کیا ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب اور ...دارا شکوہ کی لڑائی اسی شہر کے نواح میں ہوئی ۱۸۰۱ء میں ہولکر نے شہر کو جلا دیا ۱۸۱۰ء تک یہ شہر ...سندھیا کا دارالخلافہ رہا اس کے بعد گوالیر پائے تخت مقرر ہوا۔ اس شہر سے ہند و ہیئت داں طول شمار ...کرتے تھے محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں راجہ جے سنگھ نے ایک رصد گاہ بھی بنوائی تھی۔ موجودہ شہر کا محیط ۱ کوس ہے۔ پرانے شہر کے کھنڈرات ایک میل کے فاصلے پر شمال میں پائے جاتے ہیں۔

فصل (۱۵)۔ دولت آباد

اُجین سے چل کر ہم دولت آباد پہنچے۔ یہ بہت بڑا شہر ہے دہلی کا مقابلہ کرتا ہے اس کے ...حصے ہیں ایک حصے کو دولت آباد کہتے ہیں اس میں بادشاہ اور شاہی لشکر رہتا ہے اور ...دوسرے حصے کو کتکہ کہتے ہیں تیسرے حصے کو جو قلعہ ہے دیوگیر کہتے ہیں یہ قلعہ مضبوطی میں ...نظیر ہے خان اعظم قتلغ بادشاہ کا اُستاد اسی قلعہ میں رہتا ہے ساگر اور تلنگانہ بھی اسی کے ...ت ہیں اس کا علاقہ تین مہینے کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے اس کی طرف سے نائب ...حاکم جگہ جگہ رہتے ہیں دیوگڑھ کا قلعہ سطح زمین میں ایک چٹان پر واقع ہے اس چٹان کو ...کھود کر اس کی چوٹی پر قلعہ بنایا ہے قلعہ پر چڑھنے کے بنے ہوئے زینے سے چڑھتے ہیں اور ...زینے کے لیے رات کو اس زینے کو اوپر اٹھا لیتے ہیں قلعہ کے محافظ مع اولاد کے اس میں رہتے ...ہیں اس میں غار بنے ہوئے ہیں ان غاروں میں بڑے بڑے مجرم قید رکھے جاتے ہیں ان غاروں ...میں ایسے ایسے بڑے چوہے ہیں جن سے بلی بھی ڈرتی ہے اور بغیر حیلہ کے ان کا شکار نہیں کر سکتی ...قطب افغان بیان کرتا تھا کہ وہ ایک دفعہ اس قلعہ کی ایک غار میں قید کیا گیا جس کو چوہوں کا

Marfat.com

غار کہتے تہے رات کو وہ جمع ہو کر مجھ پر حملہ کرتے تہے اور میں تمام رات اُن کے ساتہ لڑتا رہا
ایک رات میں سویا ہوا تہا کسی نے خواب میں کہا کہ تو سورۂ اخلاص ایک لاکہہ دفعہ پڑھ
خدا تعالےٰ تجہے خلاصی دیگا میں نے سورۂ اخلاص اُتنی بار ختم کر لی تو میری خلاصی کا حکم آگیا
میری خلاصی کا یہ سبب ہوا کہ میرے برابر کے غار میں ملک مل قید تہا وہ بیمار ہو گیا تو چوہے اُ
اُنگلیاں اور آنکھیں کہا گئے وہ مرگیا۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے کہا کہ خطاب کو نکال
اُس کو بھی چوہے نہ کہا جائیں۔ اِسی قلعہ میں ناصرالدین بن ملک مل اور قاضی جلال الدین
پناہ لی تہی جبکہ بادشاہ نے اُسکو شکست دی۔ دولت آباد کے باشندے مرہٹے ہیں اُ
عورتیں نہایت خوبصورت ہوتی ہیں خصوصاً اون کی ناک اور ابرو بے نظیر ہوتی ہیں
خوش خلقی اور لذت جماع میں بہی مشہور ہیں۔ اِس شہر کے ہندو سوداگری کرتے ہیں اک
جواہرات کی سوداگری کرتے ہیں اور بہت مالدار ہیں۔ اُن کو شاہ (ساہوکار) کہتے ہیں
کہ مصر میں تاجروں کو مکارم کہتے ہیں۔ دولت آباد میں آم اور انار بہت ہوتے ہیں اور سال
دو دفعہ پہلتے ہیں اِس ملک کا محاصل بہی بسبب آبادی اور وسعت کے اور صوبوں
زیادہ ہے ایک ہندو نے کل علاقہ کا ٹہیکہ تیرہ کروڑ میں لیا تہا لیکن وہ پورا نہ کرسکا
باقی رہ گئی اُس کا کل مال ضبط کیا گیا اور کہال کھچوائی گئی۔ دولت آباد میں اہل طرب کا ایک
بازار ہے جسکو طرب آباد کہتے ہیں۔ یہ بازار بہت خوبصورت اور وسیع ہے دوکانات
بہت ہیں ہر ایک دوکان میں ایک دروازہ گہر کی طرف کہلتا ہے اور گہر کا دوسرا
بہی دروازہ ہوتا ہے۔ دوکان میں بہت مکلف فرش ہوتا ہے اور اُس کے وسط میں
ایک گہوارہ ہوتا ہے جس میں گانے والی عورت بیٹھ جاتی ہے یا لیٹ جاتی ہے اُس کی
لونڈیاں گہوارہ کو ہلاتی رہتی ہیں۔ گہوارہ بہت آراستہ ہوتا ہے۔ بازار کے بیچ میں
ایک بڑا گنبد ہے جو نہایت آراستہ اور فرش سے پیراستہ ہوتا ہے اُسمیں مطربوں
چودہری عصر کی نماز کے بعد ہر جمعرات کے دن آکر بیٹھتا ہے اور اُس کے غلام اور خادم حاضر

ہر ایک طوائف باری باری آکر اس کے سامنے مغرب کے وقت گاتی بجاتی ہیں اور مغرب کے بعد وہ اپنے گھر چلا جاتا ہے اس بازار میں مسجدیں بھی ہیں اور وہاں تراویح کی جماعت بھی ہوتی ہے۔ اکثر راجہ اس بازار کی سیر کرنے آتے ہیں تو اس گنبد میں ٹھیر جاتے ہیں اور طوائف ان کے سامنے آکر گانا بجانا کرتی ہیں اور بعضے مسلمان بادشاہ بھی ایسا کرتے ہیں +

۵ ابن بطوطہ دولت آباد کیوں گیا؟۔ اس موقع پر یہ امر غور طلب ہے کہ اُجین سے ابن بطوطہ کو کھمبایت جانا تھا۔ اُجین سے کھمبایت بڑودہ ہو کر دو سو میل کے قریب ہے لیکن بجائے سیدھا جانے کے ابن بطوطہ پہلے دولت آباد گیا ہے۔ دولت آباد اُجین سے جنوب کی طرف سوا دو میل ہے گویا ساڑھے چار سو میل کا چکر لگا کر نندربار ہوتا ہوا پھر ساگر میں آگیا ہے جو اُجین کی نواح میں واقع ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر اس نے وہی بڑودہ کا رستہ اختیار کیا ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس چکر کاٹنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ سیدھا رستہ پر خوف تھا کیونکہ آخر کار وہ پھر اسی رستہ گیا ہے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ اکیلا دولت آباد کو دیکھنے کے چلا گیا ہو کیونکہ پیچھے ہم لکھ آئے ہیں کہ جب ابن بطوطہ کوئل کے قریب گم ہوگیا تھا تو بادشاہی حکم یہ آیا تھا کہ اگر ابن بطوطہ مرگیا ہو تو دولت آباد کے قاضی کو سفارت کے ساتھ لے لینا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا سفارت کا رستہ دولت آباد ہو کر مقرر کیا گیا تھا۔ اور اِس طرح کوئی اطمینان دلانے والی توجیہ نہیں ہو سکتی جیسا کہ پہلے کوئل اور قنوج کا جانا بے معنی تھا ایسا ہی یہ دولت آباد کا جانا ایک معمّا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ چینی سفارت کو جو اُن کے ساتھ تھی قنوج اور دولت آباد دکھانے کے لیے یہ رستہ مقرر کیا گیا ہو +

لہ دولت آباد دیوگیر۔ اب یہ شہر نظام حیدر آباد کی ریاست میں اورنگ آباد سے ۱۰ میل کے فاصلے پر اور بمبئی سے ۱۷۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ موجودہ آبادی ایک گاؤں کی برابر ہے اور ڈیڑھ ہزار کے قریب ہوگی۔ قلعہ کو اب بھی دیوگری کہتے ہیں۔ یہ قلعہ ایک پہاڑ کی چٹان پر واقع ہے۔ اُس کی بیرونی دیوار کا حلقہ پونے تین میل ہے۔ سب کے اوپر ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جو ۱۲۰ فٹ بلند ہے۔ یہ پہاڑ بھی جس پر قلعہ ہے زمین سے چھ سو فٹ بلند ہے۔ سنہ ۱۲۹۴ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے اس شہر کو فتح کیا۔ اُس وقت یہاں کا راجہ خاندان یادو سے رام چند تھا۔ علاء الدین نذرانہ لے کر واپس ہوگیا تھا۔ راجہ نے اطاعت قبول کر لی تھی لیکن پھر بغاوت کی اور ملک کافور نے سنہ ۱۳۰۶ء میں پھر اس شہر کو فتح کیا اور راجہ کو پکڑ کر دہلی لے گیا۔ بادشاہ نے اُس کی اچھی توقیر کی اور اس کو واپس بھیج دیا۔ لیکن اُس کے بیٹے شنکر نے پھر بغاوت کی۔ ملک کافور نے شہر کو دوسری دفعہ فتح کیا اور شنکر مارا گیا۔ دولت آباد کے قلعہ میں کافور نے بادشاہی لشکر چھوڑ دیا تھوڑے دن کے بعد ہرپال نے جو راجہ کا داماد تھا پھر بغاوت کی لیکن مبارک خلجی نے اُس کو شکست دے کر زندہ جلوا دیا۔ سنہ ۱۳۲۶ء میں محمد شاہ تغلق نے دہلی کو اُجاڑ کر

اِس شہر کو آباد کیا۔ یہ مقام دہلی سے پورا ۔۔ میل ہے۔ محمد تغلق کی زندگی ہی میں یہ قلعہ باغیوں نے چھین لیا اور ۱۵۲۶ء تک سلاطین بہمنیہ کے قبضہ میں رہا۔ اُن کے بعد احمد نگر کے نظام شاہی سلاطین کے قبضہ میں رہا۔ ان سے عالمگیر بادشاہ نے چھین لیا ۱۶۳۷ء سے وہ نظام حیدر آباد کے قبضے میں چلا آتا ہے جس وقت ۷۳۵ھ میں ابن بطوطہ دولت آباد پہنچا تہا اُس وقت تک یہ شہر آباد تہا۔ ۱۳۳۷ء میں بادشاہ نے دہلی کے باشندوں کو واپس آنے کی اجازت دی ہے +

فصل (۱۶) نذر بار

دولت آباد سے چل کر ہم نذر بار[۱] میں پہنچے یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے اور اس کے باشندے اکثر مرہٹے ہیں وہ دستکاری میں مشہور ہیں اور طبیب اور منجم بھی اُن میں اچھے ہوتے ہیں شرفا مرہٹے برہمن اور کھتری (چھتری) ہوتے ہیں۔ چاول اور سبزی اور سرسوں کا تیل ان کی غذا ہے گوشت بالکل نہیں کہاتے اور کسی حیوان کو تکلیف نہیں دیتے۔ کہانے سے پہلے غسل کرتے ہیں جیسے جنابت کے بعد غسل لازم ہوتا ہے۔ اپنے قریبوں میں رشتہ نہیں کرتے جب تک سات دادوں کا فرق نہ ہوجائے۔ شراب نہیں پیتے اور شراب پینا سخت عیب سمجھا جاتا ہے اور ہندوستان میں مسلمان بھی شراب پینے کو سخت عیب سمجھتے ہیں اگر کوئی مسلمان شراب پی لیتا ہے تو اُس کے اسی درہ لگائے جاتے ہیں اور تین دن ایک تہ خانہ میں قید کیا جاتا ہے جسکو کہانے کے وقت کے سوا کبھی نہیں کہولتے +

[۱] نذر بار۔ حال میں اس کو نندربار کہتے ہیں۔ ضلع خاندیس احاطہ بمبئی میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے یہ تحصیل دریائے تاپتی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ آئین اکبری میں صوبہ مالوہ میں ایک سرکار نذربار نام کی درج ہے اور ایک شہر بھی ہے۔ یہ مالوہ کی مغربی سرکار تھی۔ ابوالفضل نے لکھا ہے یہاں کا خربزہ بہت مشہور ہوتا ہے۔ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ملک کا فوردیو گیری کے لینے کے لیے گیا تو اُس وقت اُس نے سلطانپور اور نذربار۔ دو شہر آباد کیے تہے۔ لیکن اب نندربار میں یہ روایت مشہور ہے کہ اُس نے سلطانپور اور نذربار دو شہر آباد کیے تہے۔ اب نندربار کی موجودہ آبادی آٹھ سات ہزار سے زیادہ نہیں لیکن کسی زمانے میں یہ بہت بڑا شہر تہا اور تجارت گاہ تہا یہاں ایک گہاس کا تیل نکالتے ہیں جس کو روبا کہتے ہیں وہ وجع مفاصل پر بہت مفید ہوتا ہے ۱۶۱۸ء میں یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک تجارتی کوٹہی بہی تہی جو پیچھے احمد آباد کو منتقل کر دی گئی۔ باجی راؤ کے

Marfat.com

عہد حکومت میں یہ شہر غیر آباد ہو گیا اور جب ۱۸۱۸ء میں وہ سرکار انگریزی کے قبضہ میں آیا تو تقریباً بے چراغ تھا۔ چند پرانی مسجدیں اور عمارات اب تک موجود ہیں۔

فصل (۱۷) ساگر

اس شہر سے چل کر ہم ساگر[۵] پہنچے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے اور اسی نام کے دریا پر واقع ہے اس دریا کے کنارے بہت سے رہٹ چلتے ہیں اور انبہ اور کیلہ اور نیشکر کے بہت سے باغ ہیں۔ اس شہر کے باشندے دیندار اور نیک چلن ہیں باغوں میں انہوں نے خانقاہ اور تکیئے بنا رکھے ہیں جن میں مسافر اترتے ہیں اور جو شخص خانقاہ بناتا ہے اس کے ساتھ باغ ضرور لگاتا ہے اور اولاد کو اس کا متولی مقرر کر جاتا ہے اور اگر اولاد باقی نہ رہے تو قاضی متولی ہو جاتا ہے اس شہر میں عمارات بہت ہیں بہت سے لوگ زیارت کے لیئے اس شہر میں آتے ہیں اور خرچ مال محصول نہیں لیا جاتا اس لیئے بہت سے مسافر وہاں آتے ہیں۔

۵۔ ساگر۔ یہ ساگر غالباً وہ شہر ہے جو اب ہی مو اور آگرکی چھاؤنیوں کے قریب علاقہ اجین میں واقع ہے۔

فصل (۱۸) کھمبایت

ساگر سے چل کر ہم کھمبایت[۶] پہنچے۔ یہ شہر سمندر کے ایک کھاڑی پر واقع ہے جو سمندر کے مشابہ ہے اس میں جہاز داخل ہو سکتے ہیں اور مدوجزر بھی ہوتا ہے۔ پانی اتر جانے کے وقت میں نے وہاں بہت سے جہاز کیچڑ میں دھنسے ہوئے دیکھے۔ جب سمندر کا پانی چڑھ آتا تھا تو وہ تیرنے لگ جاتے تھے۔ یہ شہر اور تمام شہروں کی بہ نسبت مضبوط اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اس میں عمارات اور مسجدیں بہت اچھی اچھی ہیں اکثر باشندے پردیسی سوداگر ہیں وہ اکثر عالی شان محل اور بڑی بڑی مسجدیں بنواتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتے ہیں سب سے بڑے گھروں میں سے اس شریف سامری کا گھر ہے جس نے مجھے حلوے کی قسم کی بابت بادشاہ کے سامنے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔ اس گھر میں جو لکڑی لگی ہوئی ہے اس سے مضبوط اور موٹی لکڑی میں نے کسی گھر میں لگی ہوئی نہیں دیکھی۔ اس گھر کا دروازہ اتنا بڑا ہے

Marfat.com

جیسے کہ شہر کے دروازے ہوتے ہیں اُس کے ایک پہلو میں ایک بڑی مسجد ہے جو سا
کی مسجد کہلاتی ہے ملک التجار گازرونی کا بھی گھر بڑا ہے اُس کے پہلو میں بھی مسجد ہے
شمس الدین کلاہ دوز کا گھر بھی بہت بڑا ہے۔ جب قاضی جلال کی بغاوت واقع ہوئی تو
شمس الدین نے اور ناخدا الیاس نے جو پہلے اِس ملک کا ہندو تھا اور ملک الحکمار نے
میں پناہ لی اور شہر کے گرد خندق کھودنی شروع کی کیونکہ فصیل نہ تھی جب اُن کو ہزیمت ہو
بادشاہی لشکر شہر میں داخل ہوا تو یہ تینوں شخص ایک گھر میں جا چھپے اور گرفتاری سے ڈر کر
کیا کہ ایک دوسرے کو کٹار سے مار ڈالے اُن میں سے دو تو مر گئے اور ملک الحکمار نہ مرا اسی
نجم الدین جیلانی ایک بڑا بھاری سوداگر تھا وہ شکل میں مقبول اور مالدار تھا اُس نے بھی ایک
اور مسجد تعمیر کی تھی۔ بادشاہ نے اُس کو بلا بھیجا اور اُس کو کھمبایت کا حاکم مقرر کیا اور مراتب
یعنی طبل و علم بھی اُس کو بخش دیا اِس سبب سے ملک الحکمار نے بغاوت کی اور اپنے مال و جان کو
تلف کیا۔ جب ہم کھمبایت میں پہنچے تو وہاں کا حاکم مقبل تلنگی تھا۔ بادشاہ اُس کی قدر بہت
کرتا تھا شیخ زادہ اصفہانی اُسکی صحبت میں رہتا تھا اور اُس کی طرف سے کل امور اُس کے
سپرد تھے یہ شیخ امور سلطنت سے خوب واقف تھا اور بہت مالدار ہو گیا تھا اور اپنے ملک
میں اپنی دولت بھیجا جاتا تھا اور بھاگنے کے لئے کسی حیلہ کی فکر میں تھا بادشاہ کو اسکی
بھی کسی نے ذکر کیا کہ وہ بھاگنا چاہتا ہے بادشاہ نے مقبل کو لکھا کہ اُس کو ڈاک میں دارالخلافہ
کی طرف روانہ کر دے ملک مقبل نے اُس کو بھیج دیا۔ جب وہ بادشاہ کے روبرو حاضر ہوا تو
پہرہ میں دے دیا اور یہ اُس ملک کا دستور ہے جب کسی کو پہرہ میں دیتے ہیں تو شاذ و نادر
وہ بچتا ہے اس شیخ نے پہرہ دار سے سازش کرلی اور اُس کو بہت سامال دینا کیا دونوں بھاگ
گئے۔ ایک معتبر آدمی ذکر کرتا تھا کہ میں نے اُس کو شہر قلہات ملک مسقط میں ایک شہر کی
کی مسجد میں دیکھا پھر وہ اپنے وطن کو چلا گیا اور اپنے مال پر قابض ہو گیا اور جان سے بھی بچ
ہو گیا۔ ملک مقبل نے ہماری ضیافت اپنے گھر میں کی لطف یہ ہوا کہ قاضی شہر آنکھ

Marfat.com

تھا اُس کے سامنے شریف بغدادی جو شکل میں قاضی کے بہت مشابہ تھا لیکن بائیں آنکھ سے
ا تھا بیٹھا ہوا تھا۔ شریف قاضی کیطرف دیکھتا تھا اور ہنستا تھا۔ قاضی نے اُس کو جھڑک دیا۔
شریف نے کہا کہ غصہ ہونے کی کوئی بات نہیں میں تم سے زیادہ خوبصورت ہوں قاضی نے
کہ کس طرح اِس نے جواب دیا کہ میری بائیں آنکھ کانی ہے اور تیری دہنی آنکھ۔ ملک مقبل
ر تمام حاضرین ہنس پڑے اور قاضی شرمندہ ہوگیا اور اُس کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ
ریفوں کی ہندوستان میں بڑی تعظیم اور تکریم کرتے ہیں۔ اس شہر میں قاضی ناصر حود با
ر کے رہنے والے ہیں بڑے نیک مرد ہیں وہ جامع مسجد کے ایک حجرہ میں رہتے ہیں ہم
ں اُن کی زیارت کو گئے اور اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔ جب قاضی جلال نے کھمبایت میں
اخل ہو کر بغاوت کی تو وہ اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا بادشاہ سے کسی نے ذکر
ر دیا کہ اُنہوں نے بھی قاضی جلال کے واسطے دعا کی تھی اس سبب سے یہ بادشاہ کے آتے
ی اس خوف سے بھاگ گئے کہ کہیں اُن کے ساتھ بھی حیدری جیسا سلوک نہو دوسرے
خواجہ اسحٰق
رگ اس شہر میں خواجہ اسحاق ہیں اُنکی خانقاہ میں ہر مسافر کو کھانا ملتا ہے اور فقیروں
ور مسکینوں کو روپیہ نقدبھی دیا جاتا ہے کہتے ہیں کہ باوجود اس خرچ کے اُن کے مال میں روز
بروز افزونی ہوتی ہے ✣

کھمبایت
ه کھمبایت۔ اس شہر کی وجہ تسمیہ اور آبادی کی بابت جانگیر نے اپنی تزک میں سب سے زیادہ عمدہ اور معتبر حال لکھا ہے جو میں نقل کرتا ہوں "از بندرہائے قدیم ست بقول برہمنان چندیں ہزار سال از زمانے این گزشتہ در ابتدا نامش ترنباوتی بودہ و راجہ ترنبک کمار حکومت ایں ملک داشتہ چوں نوبت ریاست براجہ ابھے کمار کہ از نبایر او بود مے رسد بقضائے آسمانی بلائے دریں شہر نازل مے شود چندان گرد و خاک مے ریزد کہ تمام منازل و عمارات شہر در زیر ایں خاک پنہاں مے گردد۔ پیش از نزول بلا بتے دھا دیو کی مورتی جو لکڑی کے ستون میں جڑی ہوئی تھی) کہ راجہ آنرا پرستش مے کرد بخوابش آمدہ ازیں حادثہ آگاہ مے سازد و راجہ با عیال خود بجہاز دے آید و آں بت را با خود ہمراہ مے برد قضا را جہاز ہم از طوفان بلا مے شکند چوں مدت حیات راجہ باقی بود بمدد آں ستون کشتی وجودش بساحل سلامت مے رسد و باز ارادہ تعمیر ایں شہر مے نماید و ایں ستون را بجہت علامت آبادانی و فراہم آمدن مردم نصب مے کند چوں بزبان ہندی ستون را کھمبہ استھنب ہر دو مے گویند بدیں سبب استھنب نگری و کھنباوتی میگویند

Marfat.com

وکھنبادتی بکثرت استعمال کھنبایت شد۔ جبار ہا دہ نور (کھادی) کھمبایت نے آمد۔ و بندر گوگہ از توابع کھمبایت است و نزدیک بدریا واقع شدہ لنگر بے کنند و اندا انجا اسباب را بجراب با کشتی ہائے سبک) انداختہ در کھمبایت مے آرند۔ مسعودی نے بھی اس شہر کا ذکر کیا ہے۔ ۱۲۹۸ء میں جب مسلمانوں نے نہروالہ کے راج کو مفتوح کیا تو یہ شہر اس ریاست میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ اس سے پہلے اس شہر میں پارسیوں کی اسقدر کثرت ہوگئی تھی کہ انہوں نے شہر پر اپنا قبضہ کر لیا تھا۔ جب ساتویں صدی عیسوی کے اخیر میں پارسی ایران سے ہندوستان میں آئے وہ سیجم میں پہنچے جو سورت سے ۱۰۰ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ وہاں کے راجہ نے ان کو اس شرط پر اس ملک میں آباد ہونے کی اجازت دی کہ وہ گجراتی زبان بولیں گے اور گائے کا کھانا چھوڑ دیں گے۔ وہاں سے رفتہ رفتہ پارسی گجرات کے تمام ساحل پر پھیل گئے۔ اب یہ شہر ایک نواب کے ماتحت ہے جو مومن خاں صوبہ دار گجرات کی اولاد سے ہیں کھمبایت کے نوابوں نے مرہٹوں کو کبھی خراج نہیں دیا۔ حالانکہ کل گجرات کو مرہٹہ سرداروں نے تقسیم کر لیا تھا۔ یہ شہر مئو سے ۲۰۲ میل اور احمدآباد سے ۵۲ میل ہے۔ موجودہ آبادی چالیس ہزار کے قریب ہے۔ اس شہر کی جامع مسجد سلطان محمد تغلق کے زمانہ کی بنی ہوئی اب بھی موجود ہے مارکو پولو نے بھی اس شہر کا ذکر کیا ہے +

فصل (۱۹)۔ گاوی و قندھار

اس شہر سے چلکر ہم کاوی[ا] میں پہنچے یہ ایک کھاڑی کے کنارے پر ہے جس میں مد و جزر ہوتا ہے یہ راے جالینسی ایک ہندو راجہ کے علاقہ میں ہے اسکا ذکر ہم عنقریب کریں گے وہاں سے چل کر ہم قندھار پہنچے یہ ایک بہت بڑا شہر ہندوؤں کا سمندر کے کنارے پر واقع ہے وہاں کے راجہ کا نام جالینسی ہے وہ بادشاہ اسلام کے ماتحت ہے اور ہر سال خراج ادا کرتا ہے۔ جب ہم قندھار پہنچے تو وہ ہمارے استقبال کے لیے باہر آیا اور ہماری بڑی تعظیم کی اور اپنا محل ہمارے لیئے خالی کر دیا اور ہم اس میں اترے بڑے بڑے مسلمان امیر اسکی طرف سے ہمارے استقبال کو آسے ان میں خواجہ بُہرہ کے بیٹے تھے اور ناخدا ابراہیم تھا اس شخص کے چھ جہاز اپنی ملکیت کے ہیں + قندھار

[ا] کاوی اور گندھار۔ یہ دونوں بندر اب نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ ابو الفضل کے زمانہ تک موجود تھے چنانچہ آئین اکبری میں یہ درج ہے۔ بھڑوچ کا قلعہ بہت عمدہ ہے۔ اس کے قریب نربدا کا دریا سمندر میں شامل ہوتا ہے۔ یہ بندر بہت بڑا شمار کیا جاتا ہے۔ گندھار اور کاوی۔ ہانسوت کے بندر اس کے توابع ہیں۔

Marfat.com

شمار کئے جاتے ہیں یہ سب بندر نربدا کے دہانہ کے پاس واقع تھے۔ گندھار کی نسبت ابوالفضل لکھتا ہے "بندر ست واکثر سفرگاہ جہاز ست" ؎

باب (۹) مغربی ساحل پر جہاز کا سفر

فصل (۱) - جہاز میں سوار ہونا

اس شہر سے ہم سمندر میں سوار ہوئے۔ ہم ناخدا ابراہیم کے جہاز جاگیر نام میں سوار ہوئے ور تحفہ کے گھوڑوں میں سے ستر گھوڑے بھی ہم نے اس میں سوار کرلئے اور باقی گھوڑے ور نوکر ابراہیم کے بھائی کے جہاز میں جس کا نام منورت تھا سوار ہوئے رائے جالنسی نے ہیں ایک جہاز دیا اس میں ظہیر الدین کے گھوڑے اور سنبل اور ان کے نوکر جاکر سوار ہوئے ائے جالنسی نے ہمارے لیئے پانی اور زاد راہ اور چارہ مہیا کر دیا اور ایک جہاز میں جس کا نام ملکیری تھا اپنے بیٹے کو ہمارے ساتھ کیا۔ وہ غراب کشتی کے مشابہ تھا۔ لیکن اس سے بڑا تھا س جہاز میں ساٹھ چپو تھے لڑائی کے وقت جہاز پر چھت ڈال لیتے تھے جس سے چپوؤں والوں کو پتھر یا تیر نہیں لگ سکتا تھا۔ جہاز جاگیر میں جس میں میں سوار تھا پچاس تیرانداز اور پچاس حبشی سپاہی تھے یہ لوگ اس سمندر کے مالک ہیں اگر کسی جہاز میں ان میں سے ایک آدمی بھی ہوتا ہے تو ہندو چور اور باغی اسکو کچھ نہیں کہتے ؎

فصل (۲) بیرم و قوقہ

دو دن سفر کرنے کے بعد جزیرہ بیرم میں پہنچے۔ یہ جزیرہ غیر آباد ہے اور خشکی سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ ہم اس جزیرہ میں ٹھیرے اور وہاں سے پانی لیا۔ اسکے غیر آباد ہونے کی یہ وجہ بتلاتے ہیں کہ مسلمانوں نے یہاں کے کافروں پر حملہ کیا تھا اور پھر ہندوؤں نے اسکو آباد نہیں کیا ملک التجار نے جس کا ذکر میں کر آیا ہوں اس کے آباد کرنیکا ارادہ کیا اور فصیل بنا کر اس پر منجنیق لگائے اور مسلمانوں کو اس میں آباد کیا۔ وہاں سے چل کر ہم دوسرے دن

Marfat.com

قوقہ[1] میں پہنچے یہ بہت بڑا شہر ہے اُس کے بازار وسیع ہیں ہم نے شہر کے چار میل کے فاصلہ پر لنگر ڈالا کیونکہ اس وقت جزر کا وقت تھا اور پانی اُترا ہوا تھا ہم کشتیوں میں بیٹھ کر شہر کی طرف چلے جب شہر ایک میل رہا تو کشتی پانی نہ ہونے کے باعث کیچڑ میں دھنس گئی میں کیچڑ میں اپنے دو آدمیوں کے سہارے سے گیا کیونکہ لوگ کہتے تھے کہ پانی چڑھ گیا یعنی مد کا وقت آگیا تو مشکل ہو گی اور میں اچھی طرح سے تیرنا بھی نہیں جانتا تھا۔ میں نے شہر میں پہنچ کر بازاروں کی سیر کی اور ایک مسجد جو حضرت خضر اور حضرت الیاس کی طرف منسوب ہے دیکھی اُس میں مغرب کی نماز پڑھی اس مسجد میں حیدری فقیروں کا ایک گروہ تھا اور اُن کا شیخ بھی ساتھ تھا پھر میں جہازوں کی طرف واپس چلا آیا۔ وہاں کے راجہ کا نام دنکول ہے وہ برائے نام بادشاہ کا مطیع ہے اور حقیقت میں نافرمان ہے۔

قوقہ

[1] ۔ بیرم۔ یہ جزیرہ ایک میل لمبا اور ۳۰۰ سے ۵۰۰ گز تک چوڑا خلیج کھمبایت میں گوگہ سے ۴/۱ ۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ نے ایک لائٹ ہوس یعنی منارہ بنایا ہے جس پر سمندر کی سطح کے سو فٹ کی بلندی پر ۸ لال ٹین جلتی ہیں۔ ابو الفضل لکھتا ہے بیرم پہلے حاکم نشین جگہ تھی یہ سمندر کے درمیان ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔

[2] قوقہ۔ یعنی گوگھا۔ اب ضلع احمد آباد میں واقع ہے۔ کاٹیا واڑ میں بمبئی سے ۱۹۳ میل کے فاصلے پر ہے آبادی تقریباً دس ہزار کے قریب ہے۔ یہاں کے باشندے جہازوں پر خلاصی یا لشکر کے طور پر ملازم ہیں اور جہاز رانی میں بہت مشاق ہیں۔ اب اس کی تجارت تنزل پر ہے اکثر تاجر بھاؤ نگر میں چلے گئے جو گھوگھ کے متصل ہی واقع ہے۔ آئین اکبری میں اسکو سرکار بھڑوچ کا ایک بندر لکھا ہے۔

فصل (۳) سندا پور

اس شہر سے چل کر تین دن کے بعد ہم جزیرہ سندا پور میں پہنچے اس جزیرہ میں چھتیس گاؤں ہیں اور ایک گھاڑی اس کے گرداگرد پھرتی ہے جزر کے وقت اسکا پانی میٹھا ہوتا ہے اور مد کے وقت کھاری نمک ہوتا ہے اس جزیرہ کے وسط میں دو شہر ہیں ایک پرانا جو ہندوؤں کے وقت کا آباد کیا ہوا ہے اور دوسرا شہر مسلمانوں نے اُس وقت آباد کیا تھا جب اُنہوں نے اس جزیرہ کو پہلی بار فتح کیا۔ اس میں ایک بڑی مسجد جامع ہے جو بغداد

سندا پور یعنی گوا کا جزیرہ

Marfat.com

معدوں کی ہم شکل ہے نا خدا حسن نے جو سلطان جمال الدین محمد ہنوری کا والد تھا اُس کو تعمیر کیا۔
دوسری دفعہ اِس جزیرہ کے فتح کرنے کے وقت اُس کے ساتھ میں بھی تھا اُس کی تفصیل
میں آیندہ بیان کروں گا۔ اس جزیرہ سے چل کر ہم ایک چھوٹے سے جزیرہ میں پہنچے جو خشکی
کے بالکل قریب تھا اُس ایک گرجا گھر اور ایک باغ اور پانی کا ایک حوض تھا وہاں میری
ملاقات ایک جوگی سے ہوئی وہ ایک بتخانہ کی دیوار سے تکیہ لگائے دو بتوں کے بیچ میں بیٹھا
تھا اُس کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے ریاضت اور مجاہدہ بہت کچھ کیا ہے۔ ہم نے
اس کے ساتھ باتیں کیں تو اُس نے جواب نہ دیا۔ ہم نے دیکھا کہ اُس کے پاس کچھ کھانے
پینے کو ہے یا نہیں تو کچھ نظر نہ آیا اُس نے اُسی وقت ایک چیخ ماری تو فوراً اُس کے سامنے
ایک ناریل درخت سے ٹوٹ کر آپڑا وہ ناریل اُس نے ہمیں دیا۔ ہمیں نہایت تعجب ہوا۔
اسکو ہم نے دینار اور درہم دیئے اُس نے نہ لیئے پھر ہم نے اُسے کہانے کی چیزیں دیں وہ بھی
اس نے نہ لیں اُس کے سامنے ایک جبہ اونٹ کی اون کا پڑا ہوا تھا میں نے اُس کو اٹھا کر
دیکھا تو اُس نے وہ مجھے دے دیا۔ میرے ہاتھ میں زیلعہ (عدن کے مقابل افریقہ کے ساحل پر
ایک شہر ہے) کی بنی ہوئی ایک تسبیح تھی اُس نے اُس کے دانے اُلٹ پلٹ کر دیکھے
میں نے وہ تسبیح اُس کو دے دی اُس نے اُسکو ہاتھ میں لے کر سونگھا اور اُس کو رکھ لیا
اور آسمان کی جانب اشارہ کیا اور پھر قبلہ کی طرف اشارہ کیا میرے ہمراہی کچھ نہ سمجھے
کہ کیا کہتا ہے میں سمجھ گیا کہ وہ مسلمان ہے اور جزیرہ کے باشندوں کے سبب سے اپنے اسلام کو
مخفی کیا ہوا ہے اور ناریل کھا کر گذارہ کرتا ہے۔ جب ہم اُس سے رخصت ہوئے تو میں نے
اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا میرے ہمراہی ناراض ہوئے وہ سمجھ گیا اُس نے بھی میرے
ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور مسکرایا اور ہمیں اشارہ کیا چلے جاؤ ہم چل پڑے۔ میں سب سے پیچھے تھا
اُس نے میرا کپڑا کھینچا۔ میں نے منہ موڑ کر دیکھا تو اُس نے مجھے دس دینار دیئے جب ہم
باہر آگئے تو میرے ہمراہیوں نے مجھ سے کہا کہ تیرا کپڑا پکڑ کر اُس جوگی نے کیوں کھینچا تھا

ایک عجیب جوگی

مسلمان تھا

میں نے کہا اس نے مجھے دس دینار دیئے ہیں اُن میں سے تین دینار تو میں نے ظہیرالدین کو
اور تین سنبل کو اور اُس وقت میں نے اُس سے کہا کہ یہ شخص مسلمان ہے کیونکہ جب اُس
آسمان کی طرف اُنگلی کی تھی تو اُس کی مراد تھی کہ میں خدا تعالےٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور
کی طرف اشارہ کیا تھا تو مراد تھی کہ پیغمبر پر ایمان ہے۔ اُس کا تسبیح کا لے لینا اس خیال
تصدیق کرتا ہے۔ جب میں نے اُن سے یہ کہا تو وہ دونوں واپس گئے اور اُس جوگی کو
نہ پایا۔ اُسوقت ہم سوار ہو گئے +

گوا ۱؎ سنداپور۔ حال کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنداپور گوا کے شہر کا نام تھا ۱۳۱۲ء میں ملک کافور نے اُسکو فتح کیا۔ ۱۳۶۷ء میں ہری ہر بیجانگر کے وزیر نے اُسکو پھر فتح کر لیا۔ لیکن ۱۴۶۹ء میں محمد شاہ بہمنی نے اُس کو پھر فتح کر لیا۔ اُس کے بعد یہ شہر عادل شاہیوں کے قبضہ میں رہا۔ ۱۵۱۰ء میں پرتگیزوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ جب سے وہ اب تک پرتگیزوں کے قبضے میں چلا آتا ہے۔ اس شہر کی آبادی پرتگیزوں کے عروج کیوقت دولاکھ کے قریب تھی۔ اب بالکل غیر آباد ہے اور دارالخلافہ گوا کا پانجم کے شہر میں ہے جسکو نیا گوا کہتے ہیں ۱۷۵۹ء سے پُرانا شہر چھوڑ دیا گیا۔ نئے گوا کی آبادی بھی نو ہزار سے زیادہ نہیں +

فصل (۴)۔ ہنور

دوسرے دن صبح کو ہنور میں پہنچے یہ شہر ایک بڑی کھاڑی پر واقع ہے جس میں جہاز جا سکتے
ہیں یہ سمندر سے نصف میل کے فاصلے پر واقع ہے برسات کے موسم میں سمندر بہت چڑھتا
اور اُسمیں طوفان آتا ہے تو چار مہینے تک کوئی شخص سوا مچھلی کے شکار کرنے کے سمندر میں
نہیں جاتا جب ہم ہنور میں پہنچے تو ایک جوگی ہمارے پاس آیا اور مجھے چھ دینار دے گیا
اور مجھ سے کہا کہ جس برہمن کو تو نے تسبیح دی تھی اُس نے یہ دینار بھیجے ہیں میں نے اُس سے
یہ دینار لے لیے اور میں اُس کو ایک دینار دینے لگا اُس نے نہ لیا اور چلا گیا۔ میں نے اپنے
ہمراہیوں سے یہ بات کہی اور کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو اپنا حصہ لے لو انہوں نے کہا نہیں
اور اُس وقت مجھے تبلایا کہ پہلے جو چھ دینار تو نے ہم کو دیے تھے اُس میں ہم نے چھ دینار
اور ملا کر اُسی جگہ جہاں جوگی بیٹھا ہوا تھا رکھ دیے تھے مجھے اور بھی زیادہ تعجب ہوا اور

Marfat.com

نے احتیاط سے اپنے پاس رکھے۔ شہر ہنور کے باشندے شافعی مذہب ہیں وہ دیندار اور
ت اور بحری طاقت کے لیے مشہور ہیں۔ سنداپور فتح ہونے کے بعد ان کو زمانہ نے خوا
یا۔ اس کا ذکر میں عنقریب کرونگا۔ اس شہر کے عابدوں میں سے شیخ محمد ناگوری ہیں انہوں
میری دعوت اپنی خانقاہ میں کی وہ اپنا کھانا آپ پکاتے ہیں تاکہ غلام اور لونڈی کے ناپاک
لگیں۔ فقیہ اسمعیل جو کلام اللہ پڑھاتے ہیں اس شہر میں رہتے ہیں وہ نہایت پرہیزگار
خلق اور فیاض ہیں۔ اس شہر کا قاضی نورالدین علی ہے خطیب کا نام مجھے یاد نہیں رہا
شہر کی عورتیں اور کل اس ساحل کی عورتیں سیا ہوا کپڑا نہیں پہنتیں بلکہ بے سلا کپڑا
ہتی ہیں چادر کے ایک آنچل سے تمام بدن لپیٹ لیتی ہیں اور دوسرے کو سر اور چھاتی پر
لیتی ہیں۔ یہ عورتیں خوبصورت اور باعفت ہوتی ہیں ناک میں سونے کا بلاق پہنتی ہیں اور
ن کی خصوصیت ہے کہ سب کی سب حافظ قرآن ہوتی ہیں۔ اس شہر میں تیرہ مکتبیں لڑکیوں
اور تیئیس مکتبیں لڑکوں کی دیکھیں۔ سوا اس شہر کے یہ بات میں نے کہیں نہیں دیکھی یہ لوگ
تجارت بحری سے گذارہ کرتے ہیں زراعت نہیں کرتے مالابار کے لوگ بھی سلطان جمال الدین
معین خراج دیتے ہیں کیونکہ اس کے پاس بحری طاقت بہت بڑی ہے اور چھ ہزار پیادہ
سوار بھی رکھتا ہے۔ یہ بادشاہ جمال الدین محمد بن حسن بڑا نیک بخت ہے وہ ایک ہندو راجہ
ماتحت ہے جس کا نام ہریب ہے اس کا ذکر میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کرونگا۔ سلطان
ل الدین ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور اس کا دستور ہے کہ صبح ہونے سے
پہلے مسجد میں چلا جاتا ہے اور صبح ہونے تک تلاوت کرتا رہتا ہے اول وقت نماز پڑھتا
ہے پھر شہر کے باہر سوار ہو کر چلا جاتا ہے چاشت کے وقت واپس آتا ہے پہلے مسجد میں دوگانہ
پڑھ کر پھر محل میں جاتا ہے ایام بیض کے روزے رکھتا ہے۔ جب میں اس کے پاس ٹھہرا ہوا
تھا تو افطار کے وقت مجھے بلا لیتا تھا فقیہ علی اور فقیہ اسمعیل بھی موجود ہوتے تھے زمین پر
چھوٹی کرسیاں ڈال دیتے تھے ان میں سے ایک پر وہ خود بیٹھ جاتا تھا اور باقی تین پر ہم

شیخ محمد ناگوری

وہاں کی عورتیں

حافظ قرآن سب ہوتی ہیں

سلطان جمال الدین ہنوری

Marfat.com

کھانے کی ترتیب یہ تھی کہ اول تانبے کے دسترخوان جس کو خونچہ کہتے ہیں لاتے تھے اُس پر ایک طباق تانبے کا رکھتے ہیں اُسکو طالم کہتے ہیں اُس کے بعد ایک کنیز ریشمی کپڑے پہنے آتی اور کھانے کی دیگچیاں لاتی ہے اور بڑے بڑے تانبے کے چمچے بھی لاتی ہے چاولوں ایک ایک چمچ بھر کر طباق میں ڈالتی ہے اُس کے اوپر گھی ڈالتی ہے اور اُسی طباق میں دوسری طرف مرچوں کا اچار اور ادرک کا اچار اور لیموں کا اچار اور آم کا اچار رکھ دیتی ایک ایک لقمہ کے پیچھے اچار کھاتے ہیں۔ جب یہ چاول ہو چکتے ہیں تو دوسرا چمچہ بھر طباق میں ڈالتی ہے اور اُس پر مرغے کا گوشت سرکہ میں پکا ہوا ڈالتی ہے اُس کے ساتھ چاول کھائے جاتے ہیں جب یہ چاول ہو چکتے ہیں تو تیسرا چمچہ ڈالتی ہے اُس پر مرغی کا گوشت دوسری طرح کا پکا ہوا ڈالتی ہے پھر طرح طرح کی مچھلی ہر ایک چمچہ کے ساتھ ڈالتی جاتی ہے پھر سبزی گھی میں پکی ہوئی لاتی ہے جو چاولوں کے ساتھ کھائی جاتی ہے جب یہ سب کھانے ہو چکتے ہیں تو کوشان یعنی دہی یا لسی لاتی ہے اسپر کھانا ختم ہو جاتا ہے جب یہ دہی آتا ہے تو جاننا چاہیئے کہ سب کھانے ختم ہو چکے اُس کے بعد گرم پانی پیتے ہیں کیونکہ برسات میں ٹھنڈا مضر ہوتا ہے۔ میں اس بادشاہ کے پاس دوسری دفعہ گیارہ مہینے ٹھیرا تھا اور اتنے دن کبھی روٹی نہیں کھائی کیونکہ ان لوگوں کی خوراک فقط چاول ہے اسی طرح جب تک میں جزائر مالدیپ۔ اور سیلان اور ملیبار اور معبر میں تین برس تک رہا تو سوا چاول کے اور کچھ نہ کھایا یہاں تک کہ میں اُن کو پانی کے ساتھ نگلتا تھا ورنہ منہ میں نہیں چلتے تھے یہ بادشاہ ریشم اور باریک کتاں کے کپڑے پہنتا ہے اور کمر میں چادر باندھتا ہے اور دو رضائیاں ایک پر دوسری لگا کر اوڑھتا ہے اور اپنے بالوں کو گوندھا ہوا رکھتا ہے اُس پر چھوٹا عمامہ باندھتا ہے جب سوار ہوتا ہے تو قبا بھی پہن لیتا ہے اور اُس کے اوپر رضائی بھی اوڑھ لیتا ہے اُس کے آگے لوگ نقارے اور طبل بجاتے ہیں اور بجاتے ہوئے چلا کرتے ہیں۔ اس دفعہ ہم اُس کے پاس فقط تین دن ٹھیرے تھے اُس نے ہمیں زاد راہ دیا

Marfat.com

ہنور کو اب ھونور کہتے ہیں۔ احاطہ بمبئی میں شمالی کنڑہ کے ضلع میں ایک تعلقہ کا صدر مقام اور بندرگاہ ہے موجودہ آبادی سات ہزار کے قریب ہے جن میں سے فقط پانسو کے قریب مسلمان ہیں ابوالفدا نے ۷۲۱ھ میں اس کا ذکر کیا ہے اُس وقت یہ بڑا شہر تھا۔ سولہویں صدی کے شروع میں پرتگیزوں نے اس جگہ ایک قلعہ بنایا اور راجہ بیجانگر کے ساتھ لڑائی ہو جانے پر شہر کو جلا دیا۔ اس کے بعد اس شہر کو تنزل ہوتا گیا۔ پرتگیزوں کی طاقت کے زوال کے بعد راجہ بدنور نے اُس پر قبضہ کر لیا لیکن جب حیدر علی نے بدنور کو فتح کیا تو اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ ٹیپو سلطان کی آخری شکست کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آیا۔ یہ شہر دریائے جرسوپہ کے کنارے پر سمندر سے دو میل اندر کی طرف ایک کھاڑی میں واقع ہے۔ اس شہر سے ۳۰ میل کے فاصلے پر یہ دریا پہاڑ کی چٹان پر سے نیچے گرتا ہے اور یہ آبشار نہایت مشہور اور فضا کی جگہ ہے ؎

فصل (۵)۔ ملیبار

وہاں سے چل کر ہم تین دن کے بعد ملیبار[1] کی حد میں پہنچے یہ وہ ملک ہے جہاں سیاہ مرچ پیدا ہوتی ہے اس ملک کا طول دو مہینے کا رستہ ہے اور دریا کے کنارے کنارے سندابور سے کولم تک چلا گیا ہے اور سڑک پر برابر دو رویہ درخت ہیں ہر نصف میل کے بعد ایک لکڑی کا مکان آتا ہے جس میں دوکانیں اور چبوترے بنے ہوئے ہیں اور ہر مسافر ہندو ہو یا مسلمان آرام کرتا ہے اور ہر ایک گھر کے پاس ایک کنواں ہے جس پر ایک ہندو پانی پلاتا ہے ہندوؤں کو برتن میں پانی پلاتا ہے اور مسلمانوں کو اوک سے پلاتا ہے اُس کے ہاتھوں پر جو وہ منہ کے سامنے کر لیتا ہے پانی ڈالتا رہتا ہے جب وہ اشارہ سے منع کرتا ہے تو بند کر دیتا ہے ملیبار میں دستور ہے کہ مسلمان کو گھر میں نہیں آنے دیتے اور نہ اپنے برتنوں میں کھانا کھلاتے ہیں اور اگر کھلاتے ہیں تو یا تو وہ برتن توڑ ڈالتے ہیں اور یا مسلمان کو ہی دے دیتے ہیں اور جس جگہ مسلمان نہ ہو تو وہ مسلمان کے لئے کھانا پکا دیتے ہیں اور کیلے کے پتے پر رکھ دیتے ہیں اور کری سالن ڈال دیتے ہیں جو باقی بچتا ہے اُسکو پرندے اور کُتے کھا لیتے ہیں اس رستے میں تمام منزلوں میں مسلمانوں کے گھر ہیں اُن کے پاس مسلمان مسافر جا اُترتے ہیں اور وہ ہر ایک چیز خرید کر اُن کے لئے کھانا پکا دیتے ہیں اگر مسلمانوں کے گھر نہ ہوتے تو اس ملک میں مسلمان

کے لیے سفر کرنا مشکل تھا۔ اس دو مہینے کے رستے میں ایک چپہ بھر بھی زمین ایسی نہیں
آباد نہ ہو ہر ایک شخص کا گھر علیحدہ علیحدہ ہے اور اس کے گرد چمن ہوتا ہے اور ہر ایک
کے گرد لکڑی کی دیوار ہوتی ہے کل سڑک باغوں کے درمیان سے گذرتی ہے جب
ایک باغ ہو چکتا ہے تو اوس کی دیوار میں سیڑھیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں اس سے چڑھکر د
باغ میں پہنچتے ہیں کوئی شخص اس ملک میں گھوڑے یا کسی اور جانور پر سوار ہو کر نہیں جا
گھوڑے پر فقط بادشاہ سوار ہوتا ہے اکثر لوگ یا تو ڈولہ (پالکی) پر سوار ہوتے ہیں جس کو م
یا غلام اٹھا کرے جاتے ہیں اور یا پیدل چلتے ہیں خواہ کوئی ہو۔ اگر کسی شخص کے پاس اسباب
تجارت وغیرہ یا ساز و سامان زیادہ ہو تو وہ مزدور کرایہ کر لیتا ہے وہ اپنی پشتوں پر اسباب
جاتے ہیں چنانچہ بعضے سوداگر ایسے نظر آئیں گے کہ ان کے ساتھ سو سو ادمی اسباب اٹھانے
والے ہوتے ہیں ہر ایک مزدور کے ہاتھ میں ایک موٹا عصا ہوتا ہے جس کے نیچے لوہے کی باربرداری
میخ لگی ہوتی ہے اور اوپر لوہے کا آنکڑا ہوتا ہے جب وہ تھک جاتا ہے اور کوئی دوکان
ٹھیرنے کے واسطے قریب نہیں ہوتی تو زمین میں اپنا عصا گاڑ دیتا ہے اور اس پر اسباب
کی گٹھری لٹکا دیتا ہے۔ جب سانس لے چکتا ہے تو اسباب اٹھا کر چل پڑتا ہے میں نے کو
رستے میں ایسا امن نہیں دیکھا جیسا کہ اس رستے میں۔ اس ملک میں ایک ناریل کی چوری پر
چور کو مار ڈالتے ہیں۔ جب کوئی پھل گر پڑتا ہے تو کوئی شخص اسکو نہیں اٹھاتا جب مالک آتا چور کی سزا
وہی اٹھاتا ہے کہتے ہیں کہ کسی ہندو نے ایک ناریل اٹھا لیا حاکم کو خبر ہوئی اس نے ایک لکڑی
زمین میں گاڑی اور اس کے سرے پر جو لوہے کی انی تھی ایک تختہ لگا دیا اور انی اس کی
پار کر دی پھر اس شخص کو اس تختہ پر لٹایا انی اس کے پیٹ میں سے پار ہو کر پشت میں جا نکلی
اور وہ اور لوگوں کی عبرت کے لیئے وہیں شکار ہا ایسی لکڑیاں بہت جگہ رستے میں لگی
ہوئی ہیں تاکہ مسافر ان کو معلوم ہو جائے۔ رات کو ہمیں بہت سے ہندو رستے میں سے
ملتے وہ ایک طرف کھڑے ہو جاتے تھے اور جب ہم آگے چلے جانے تھے تو چلنا شروع

Marfat.com

تھے اس ملک میں مسلمانوں کی بدرجہ غایت تعظیم کرتے ہیں یہ ضرور ہے کہ اُن کیسا تھ کھاتے نہیں اور نہ گھروں میں داخل ہونے دیتے ہیں۔ ملک ملیبار میں بارہ راجہ ہیں سب سے بڑے راجہ کا لشکر پندرہ ہزار ہے اور سب سے چھوٹے کا تین ہزار ان میں کبھی تنازعہ نہیں ہوتا اور قوی ضعیف کا ملک چھیننے کی کوشش نہیں کرتا۔ جب ایک راجہ کا علاقہ ہو چکتا ہے اور دوسرے کا شروع ہوتا ہے تو ایک لکڑی کا دروازہ آتا ہے اور اس پر آگے آنے والے علاقہ کے راجہ کا نام کندہ ہوتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ فلانے راجہ کی امان (پناہ) کا دروازہ ہے اگر کوئی ہندو یا مسلمان ایک علاقہ میں جرم کرکے دوسرے کے دروازہ میں داخل ہو جائے تو اُسکو کچھ ڈر نہیں رہتا اور اگرچہ وہ راجہ قوی ہو لیکن وہ ضعیف کو مجبور نہیں کرسکتا کہ اس مجرم کو اُسکے حوالہ کرے۔ اِن راجاؤں کے بیٹے راج کے وارث نہیں ہوتے بلکہ بھانجے اُن کے وارث ہوتے ہیں یہ دستور میں نے سوا ملک سوڈان کی قوم مسوفا کے اور کسی جگہ نہیں دیکھا اُس کا ذکر میں عنقریب ہی کرونگا۔ جبکہ ملیبار کے کسی راجہ کو منظور ہوتا ہے کہ کسی دوکاندار کی خرید و فروخت بند کردے تو راجہ کے غلام آکر اس دوکان پر درختوں کی شاخیں لٹکا دیتے ہیں جب تک وہ شاخیں رہتی ہیں تو کوئی شخص اُس دوکان سے خرید و فروخت نہیں کرسکتا۔ سیاہ مرچ کا بوٹا انگور کی بیل کے مشابہ ہوتا ہے اُس کو ناریل کی برابر بوتے ہیں وہ ناریل کے درخت پر بیل کی طرح چڑھ جاتا ہے اِس درخت کی شاخیں نہیں ہوتیں جیسے کہ انگور کی ہوتی ہیں اُس کے پتے گھوڑے کے کان کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض درختوں کے پتے علیق (یہ ایک گھاس ہوتا ہے جسکو چار پائے کھا کر بہت تیار ہو جاتے ہیں) کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں اُس کا پھل چھوٹے چھوٹے گچھوں میں لگتا ہے جب خریف کا موسم ہوتا ہے تو اُن کو توڑ کر بوریہ پر دھوپ میں سکھا دیتے ہیں جیسے کہ کشمش بنانے کے لیے انگور کو سکھاتے ہیں اور اُن کو اُلٹتے پلٹتے رہتے ہیں جب خشک ہو جاتے ہیں اور رنگ سیاہ ہو جاتا ہے تو سوداگروں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں عوام کا خیال ہے کہ اُن کو آگ میں بھونتے ہیں

فلفل

اور اسی سبب سے اُن میں کرارہ پن آجاتا ہے لیکن یہ درست نہیں یہ کرارہ پن دھوپ سے پیدا ہوتا ہے۔ شہر قالقوط (کالی کٹ) میں میں نے دیکھا ہے کہ اُس کو پیمانہ سے ناپتے ہیں جیسا کہ ہمارے ملک میں جوار کو ناپتے ہیں ؎

مالابار

۵۱ ملیبار۔ وجہ تسمیہ تلی پہاڑ اور بار ملک ہے۔ زمانہ قدیم میں اس ملک کو کرالہ کہتے تھے۔ اس ملک کی قدیم راس کماری سے لے کر سند اپور یعنی گوا تک تھی۔ اب ٹراونکور کوچین کی ریاستیں مالابار اور جنوبی کانڑا کے ضلعے قدیم مالابار کی حدیں ہیں۔ اس ساحل کی چوڑائی ۲۵ سے ۷۰ میل تک ہے۔ ساحل کے برابر مغربی گھاٹ کا پہاڑ جس کی بلندی تین ہزار فٹ سے سات ہزار فٹ تک ہے برابر چلا جاتا ہے

راجہ پیرمل کا مسلمان ہوجانا

چیرامن پیرمل نے ۸۲۴ء میں اسلام قبول کیا اور وہ ہجرت کر کے چلا گیا۔ مگر ظفار کے شہر میں جہاں اُس کی قبر ہے ۸۳۱ء میں مر گیا۔ اُس نے جانے سے پہلے اپنے ملک کو متعدد ریاستوں میں تقسیم کر گیا۔ اُن میں سے کالی کٹ کا سامری اور ایلی کا کولا تری سب سے بڑے شمار ہوتے تھے۔ فرشتہ نے اس قصہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ تاریخ ہجری کے دو سو سال گذرے تھے کہ عرب اور عراق کے کچھ درویش باوا آدم کے قدم کی زیارت کے لیے سراندیپ کو جاتے تھے۔ رستہ میں انہوں نے کدنگلور کے شہر میں جہاں سامری الحال ٹھا قیام کیا۔ وہاں سامری سے اُن کی ملاقات ہوئی اور اُس نے پیغمبر اسلام کے معجزات سنے۔ اُن میں سے ایک شق القمر بھی تھا۔ اس کی بابت اُس نے اپنے دفتر سے دریافت کیا کہ اُس زمانہ میں ایسا کوئی واقعہ درج ہے یا نہیں تو معلوم ہوا کہ ایک دفعہ چاند دو ٹکڑے دکھلائی دیا تھا۔ اس تصدیق سے اُس کا عقیدہ اسلام پر پختہ ہو گیا اور وہ مسلمان ہو گیا لیکن ابھی اپنا اسلام پوشیدہ رکھا اور جب وہ زائرین سراندیپ سے واپس آئے تو اپنے تمام اہلکاروں اور ماتحت راجاؤں کو بلا کر اُن میں ملک تقسیم کر دیا اور اُن کو وصیت کی کہ ایک دوسرے پر ہرگز تعدی نہ کرے اور ایک دوسرے کے علاقہ چھیننے کا ارادہ ہرگز دل میں نہ لائے اور خود پوشیدہ طور سے زائرین کے ساتھ جہاز میں بیٹھ لیا اور سحر (ش۔ حا۔ ے حلی۔ ر) کے شہر میں جو حضرموت کا ایک بندر ہے مر گیا۔ مرنے سے پہلے اُس نے مالک بن دینار کے ہاتھ اپنے مقرر کردہ راجاؤں کے پاس ایک وصیت بھیجی کہ عرب کے تاجروں کو جس جگہ یہ مسجد یا سرائے یا مکان بنانا چاہیں اجازت دی جائے۔ سب سے پہلے مسجد اُس نے کدنگانور میں جو اُس وقت سامری کا پایۂ تخت تھا بنائی اب اس شہر کو کرنگانور کہتے ہیں۔ پھر وہاں سے کولم گیا وہاں مسجد اور باغ تیار کیا پھر ہیلی ماراوی میں مسجد بنائی اُس کے بعد جرفتن میں اُس کے بعد درفتن اور فندرینہ اور چالیات وغیرہ اور منگلور اس وقت سے اس ملک میں اسلام کا رواج ہوا ہے اور اس ساحل کی تجارت پرتگیزوں کی آمد اور زور پکڑنے سے پہلے بالکل عربوں کے ہاتھ میں تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن بطوطہ کے وقت تک ملیبار کے راجہ پیرمل کی وصیت پر عمل کرتے رہے اور آپس میں کوئی جھگڑا نہیں کرتے تھے لیکن ۱۷۳۲ء میں آپس کی نزاع کے سبب اُن میں ایک نے میسور کے راجہ سے مدد مانگی اور اسی دعوے پر حیدر علی نے مالابار پر ۱۷۶۶ء سے کر ۱۷۹۲ء تک کئی دفعہ چڑھائی کی اور کل ملک کو فتح کر لیا۔ ۱۷۹۲ء میں

ٹیپو سلطان نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ صلح کرنے کے وقت یہ کل علاقہ کمپنی کو دے دیا۔ دس برس میں کمپنی نے بمشکل تمام علاقہ کو مطیع کیا اور شنشہ ہے کہ آج تک امن چلا آتا ہے لیکن مالابار کے مسلمان جنکو ماپلی کہتے ہیں کئی دفعہ بغاوت کر چکے ہیں جس کی وجہ نابر زمینداروں کی تعدی ہے +

۲۵ ہنٹر صاحب نے اپنی گزیٹیر میں ٹراونکور کے حال میں کہا ہے۔ مالابار اور ٹراونکور کی ریاست میں قوم نایر میں جو اکثر زمین کے مالک ہیں یہ رواج ہے کہ لڑکیوں کی شادی بچپن میں بطور رسم کر دیتے ہیں لیکن جب وہ بڑی ہو جاتی ہیں تو اون کو اختیار ہے کہ اپنی قوم میں سے یا برہمن کی قوم سے جس کو چاہیں اپنا خاوند بنائیں اور پہلا خاوند کچھ دعوے نہیں کر سکتا۔ وراثت بہنوں اور بہنوں کی اولاد کو ملتی ہے اگر بہن نہ ہو یا بھانجی نہ ہو تو کسی رشتہ میں بانٹے ہیں ورنہ وہ شخص لاوارث سمجھا جاتا ہے ٹراونکور کا راجہ اگرچہ ذات کا چھتری ہے لیکن راج کی وراثت وہاں بھی اسی طرح پہنچتی ہے نایر کی اولاد اپنے ماموں کا ورثہ پاتی ہے اور اسی کا کریا کرم کرتی ہے باپ کی وراثت اسکو نہیں ملتی نایر کو اختیار ہے کہ مردہ کی نعش جلا دیں یا دفن کریں لیکن خواہ دفن کریں یا جلا دیں اپنے باغ کے ایک گوشہ میں کرتے ہیں۔ جو ملی سو آگے کی حرف ٹکاتے ہیں۔ یہ وراثت کا طریقہ ایک عورت کے کئی خاوند کرنے کی رسم کا نتیجہ ہے جابتک بھی کہیں کہیں باقی ہے۔ فرشتہ نے تحفۃ المجاہدین سے نقل کیا ہے "نعایلے ملیبار اکثر کفارند و عشائر آنجا را نیار (نائر) گویند و عقد نیار با زن خیطہ ایست درگردن زن بعد ازاں سرکار آں زن نسبت بعاقد و غیر عاقد یکسانست۔ چنانچہ یک زن سے تواند بود کہ بے عقد شوہر متعدد داشتہ باشد و ہر شب نوبتے بہ یکے مے رسد و دیگر قومہا غیر از براہمہ دریں امر با نیار موافقت جویند (ہم چنیں قوم گہکر در پنجاب قبل از اسلام ایں رسم مے داشتند ہر زنے چندیں شوہرے داشت و ہر شوہر کہ بخانہ زن مے آمد علامتے از خود بیرون درے گذاشت تا دیگر شوہر آن را دیدہ باز گردد و ہر گاہ دختر متولد مے شد ہمانم از خانہ بیرون آوردہ بانگ مے کردند کہ کسے مے خواہد اگر یکے میخواست باوے دادند و الا در ساعت میکشتند) قاعدہ برہمنان ملیبار چنان است کہ ہر گاہ چند برادر باشند یک زن مے گردد و دیگراں بلا عقد با زنان نیار و غیرہ مے سازند و وراثت درمیان قوم نیار بہ ہمشیرگان کہ از یک مادر باشند و اولاد ہمشیرگان و اولاد ہمشیرگان والدہ مے رسد و با ولاد متوفی نمے رسد +"

۲۶ فلفل بضم و بکسر فا ہر دو۔ ثمر ہندی ست کہ در بعضے بلاد ہند و بنگالہ و جزائر دکہن بہم مے رسد و نبات آں دو نوع شنیدہ شد (۱) یکے شبیہ نبات دار فلفل (پیپل) و لبلاب (عشق پیچہ) کہ بر درختہا خود مے پیچد و برگ آن شبیہ بہ برگ تنبول و از اں کوچکتر و صنوبری شکل و تند طعم با عفونت و تلخی و ثمر آں خوشہ دار در ہر خوشہ دہ ہشت دانہ متصل بہم پیوستہ شبیہ بہ توت در طول یک و بند انگشت و دانہائے آں بجای سبز و بعد از رسیدن بنفش و بعد از خشک شدن سیاہ و با شکنج و چین دار میگردد (۲) و دوم نبات آں بقدر دو سہ فسح و برگ آن شبیہ بہ برگ عنب الثعلب (مکوہ) و از اں در طول

قوم نایر کا عجیب رواج

سعید [?] فلفل

Marfat.com

اندک زیادہ و در عرض کمتر و با صلابت و اندک تلخی۔ خوشہ او مشابہ خوشہ جوار و مکوہ ساز جوار خورد تر و از مکوہ بزرگتر و دانہ او مشابہ دانہ عنب الثعلب و آنچہ مشہور ست کہ سفید نیز سے باشد سے گویند قسم علیحدہ نیست بلکہ در حمل و نقل چناں میگردد و بعضے گویند درخت آں جدا است (از مخزن)۔ مارکو پولو بھی چین کے جزائر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہاں گول مرچ ایسی سفید ہوتی ہے جیسا کہ برف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید مرچ فقط گھسنے سے سفید نہیں رہ جاتی بلکہ علیحدہ قسم ہوتی ہے ابو الفدا ملیبار کو "دار فلفل" یعنی مرچوں کا ملک بھی کہتا ہے۔

فصل (۶)۔ ابی سرور

ملیبار کا سب سے پہلا شہر جس میں ہم داخل ہوئے ابی سرور تھا یہ ایک چھوٹا سا شہر ایک بڑی کھاڑی کے کنارے پر ہے ناریل کے درخت بہت ہیں مسلمانوں میں سب سے بڑا آدمی وہاں شیخ جمعہ ہے جو ابی ستہ کے نام سے مشہور ہے یہ شخص بڑا سخی ہے اپنا سب مال اُس نے فقیروں اور مسکینوں پر خرچ کر دیا۔ دو دن کے بعد ہم فاکنور کے شہر میں پہنچے یہ بھی ایک کھاڑی پر واقع ہے یہاں پونڈا بہت عمدہ ہوتا ہے جس کا نظیر اس ملک میں کہیں نہیں ہوتا۔ اس شہر میں بہت سے مسلمان ہیں اُن میں سب سے بڑا حسین سلاط ہے اس شہر میں قاضی اور خطیب بھی ہیں اور حسین سلاط نے ایک مسجد جامع بھی وہاں بنوائی ہے۔ اس شہر کے راجہ کا نام باسدیو ہے تیس جنگی جہاز اُس کے پاس ہیں لیکن اُن سب کا افسر مسلمان لولا نام ہے پہلے یہ شخص سمندر کا ڈاکو تھا جو سوداگروں کو لوٹا کرتا تھا۔ جب ہم نے اس شہر کے پاس لنگر ڈالا تو راجہ نے اپنا بیٹا ہمارے پاس بھیجدیا وہ جہاز میں ہمارے پاس بطور یرغمال کے رہا اُس کے بعد ہم شہر میں گئے۔ راجہ نے ہماری تین دن تک ضیافت کی یہ ضیافت بادشاہ ہند کی تعظیم اور اپنا فرض مہماں نوازی اور ہمارے جہازوں کے ساتھ تجارت کرنے سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے کی گئی تھی۔ اس شہر کا دستور ہے کہ جب کوئی جہاز وہاں پہنچتا ہے تو اُس کو وہاں ٹھیرنا پڑتا ہے اور راجہ کو کچھ محصول دینا پڑتا ہے جسکو حق بندر کہتے ہیں اور جب کوئی جہاز یہ محصول نہیں دیتا تو راجہ کے جہاز اُس کو زبردستی بندر میں لے آتے ہیں۔ اور جب تک وہ یہ حق ادا نہیں کرتا اُس کو جانے نہیں دیتے۔

ابی سرور - اس شہر کا کچھ پتہ نہیں لگ سکا +
فاکنور - اب اسکو برکور کہتے ہیں - احاطہ مدراس جنوبی کانڑا کے ضلع میں واقع ہے - جب ابن بطوطہ اس ملک میں آیا تو اس شہر کو بیجانگر کے راجاؤں نے فتح کر لیا تھا اور جب دکن کے مسلمانوں نے بیجانگر کے راجہ کو ۱۵۶۵ء میں مغلوب کیا تو یہ علاقہ راجہ بدنور کے قبضہ میں آگیا - اب اس شہر کو جو پرانے برکور یا باکنور سے ۵ میل کے فاصلے پر بستا ہے ہنگر کٹہ کہتے ہیں - وہ یلاندی کے دہانے پر واقع ہے - اب بھی چاول اور کپڑے اور ناریل اور نمک کی تجارت ہوتی ہے +

فصل (۷) منجرور

تین دن کے بعد ہم منجرور کے شہر میں پہنچے - یہ شہر بڑا ہے اور خلیج کے کنارے پر ہے جس کو ...ب کہتے ہیں - یہ کھاڑی اس ملک میں سب سے بڑی ہے اور اس شہر میں فارس اور ...ن کے اکثر سوداگر آتے ہیں اور سیاہ مرچ اور سونٹھ وہاں بکثرت ہوتی ہے اس شہر کا راجہ ملیبار میں ...ے بڑا ہے اور اس کا نام رام دیو ہے اس شہر میں چار ہزار کے قریب مسلمان رہتے ہیں انکی ...دی شہر کے باہر ایک طرف ہے کبھی کبھی شہر والوں کی اور اُن کی لڑائی ہو جاتی ہے تو راجہ ...ح کروا دیتا ہے کیونکہ وہ تاجروں کا محتاج ہوتا ہے اس شہر میں ایک شافعی قاضی ہے جس کا ...م بدرالدین معبری ہے وہ تعلیم بھی دیتا ہے یہ قاضی ہمارے جہاز میں آیا اور ہمیں کہا کہ ہمارے ...ہر میں چل کر ٹھیرو - ہم نے کہا جب تک راجہ اپنا بیٹا بطور یرغمال کے نہیں بھیج دیگا جیسا کہ ...اکنور کے راجہ نے کیا تھا ہم جہازوں میں سے نہیں اتریں گے اس نے کہا کہ فاکنور میں ...سلمانوں کی آبادی کم ہے اور وہاں مسلمانوں کا زور کچھ بھی نہیں لیکن اس شہر میں راجہ ...م سے خود خوف کرتا ہے اور اس لیئے کسی یرغمال کی ضرورت نہیں - ہم نے نہ مانا - راجہ نے ...پنا بیٹا جہاز پر بھیجدیا تب ہم جہاز سے اُتر کر شہر میں گئے انہوں نے ہماری بدرجہ غایت ...ظیم کی اور ہم تین دن تک اِس شہر میں ٹھیرے رہے +

۵ منجرور - اب اس شہر کو منگلور کہتے ہیں - شاید منگل دیوی کے نام پر جسکا مندر شہر کے قریب ہے اس شہر کا نام رکھا گیا ہو جنوبی کانڑا ضلع احاطہ مدراس میں واقع ہے - حال میں ۲۵ ہزار کے قریب آبادی ہے یہ شہر نہایت خوبصورت اور صاف ہے - کرگ اور میسور کا قہوہ اسی بندر سے باہر جاتا ہے +

فصل (۸) - ہیلی

اُس کے بعد ہم ہیلی[1] کیطرف گئے اور دو دن میں وہاں پہنچے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے عمدہ بنا ہوا ہے ایک بڑی کھاڑی کے کنارے بسا ہوا ہے اِس کھاڑی میں بڑے بڑے جہاز آتے ہیں اِس شہر تک چین کے جہاز آتے ہیں اور سوا قالقوط اور کولم اور ہیلی کے اور کسی جگہ نہیں جا سکتے۔ ہیلی کے شہر کو ہندو و مسلمان متبرک سمجھتے ہیں کیونکہ اُسمیں ایک جامع مسجد ہے جو برکت والی مشہور ہے۔ جہازوں کے سوار ہونے والے خیر و عافیت سے پہنچنے کے لئے اِس جامع کی نذر مانتے ہیں اور بڑی بڑی نذریں چڑھاتے ہیں خطیب حسین اور حسن وزان کے ماتحت اُس کا خزانہ ہے یہ حسن وزان وہاں کے مسلمانوں میں سب سے بڑا ہے اس مسجد میں طالب علموں کو سبق بھی پڑھائے جاتے ہیں اور روزینہ بھی مقرر ہے اُس کے بیچ میں ایک باورچی خانہ بھی ہے جس میں مسافر اور مسلمان فقیر کو کھانا دیا جاتا ہے۔ اس مسجد میں میری ملاقات ایک نیک مرد فقیہ سے ہوئی جس کا نام سعید تھا اور وہ مقدشو کا رہنے والا ہے۔ بہت خوب شکل اور خوش خلق آدمی ہے۔ ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور وہ کہتا تھا کہ میں چودہ سال تک مکہ معظمہ اور چودہ سال تک مدینہ منورہ میں رہا ہوں اور امیر ابو نمی سے مکہ میں اور امیر المنصور بن جماز سے مدینہ میں ملا ہوں اور ہندوستان اور چین کا بھی سفر کر آیا ہوں +

شیخ سعید

[1] ہیلی - اب اس نام کا کوئی شہر نہیں ہے۔ لیکن کنا نور سے ۱۶ میل شمال کیطرف ایک پہاڑ کا کونا سمندر میں نکلا ہوا ہے اُسکو کوہ ایلی کہتے ہیں۔ ابوالفداؔ نے لکھا ہے کہ ہیلی ایک پہاڑ ہے جو سمندر میں نکلا ہوا ہے اُسکو کوہ ایلی کہتے ہیں۔ رشید الدین لکھتا ہے کہ منگلور اور فندرینہ کے بیچ میں ہیلی کا ملک ہے۔ تحفۃ المجاہدین نے جو مالابار کے مسلمانوں کی تاریخ ہے اِس شہر کو ہیلی ماراوی لکھا ہے۔ مخزن میں لکھا ہے کہ چھوٹی الائچی کو ہیلی واقع مالابار میں پیدا ہوتی ہے۔ فارسی میں الائچی کو ہیل کہتے ہیں۔ اور سنسکرت میں ایل ممکن ہے یا تو الائچی کا نام اس شہر سے مشتق ہو یا اس شہر کا الائچی سے۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ہیلی زمانۂ حال کے گاؤں یاین گاڑی کے قریب واقع ہے۔

فصل (۹) جُرفتن

ہیلی سے چل کر ہم جرفتن[1] پہنچے جو ہیلی سے فقط تین فرسنگ ہے وہاں میں ایک فقیہ سے ملا جو بغداد کا رہنے والا ہے اور صرصری کہلاتا ہے صرصر بغداد اور کوفہ کے رستے پر بغداد سے دس میل کے فاصلے پر ایک شہر ہے اس کا ایک بھائی اِس شہر میں رہتا تھا وہ نہایت مالدار تھا اور چھوٹے بچے چھوڑ کر مر گیا اور اُس کو وصی مقرر کر گیا تھا جب میں روانہ ہوا تو وہ اُن کو بغداد لے جا رہا تھا۔ ہندوستان میں بھی سودان کی طرح یہ دستور ہے کہ جب کوئی مسافر وہاں مر جاتا ہے خواہ ہزاروں کا مال ہو وہ مال کسی مسلمان کے پاس امانت کے طور سے رہتا ہے اور جب تک کوئی شرعی وارث نہ آئے کوئی اُس میں تصرف نہیں کر سکتا۔ اس شہر کے راجہ کا نام کویل ہے یہ ملیبار کے بڑے راجاؤں میں سے ہے اس کے پاس بہت سے جہاز ہیں جو عمان اور فارس اور یمن میں تجارت کے لیے جاتے ہیں۔ دہ فتن اور بدتین بھی اسی کے شہر ہیں ؛

[1] جُرفتن بعض کہتے ہیں یہ پرانا نام بلیاپتن کا ہے جو اب بھی مالابار کے ضلع میں ایک قصبہ ہے کنانور سے ۹ میل ہے۔ یُول صاحب لکھتے ہیں کہ جرفتن کی بابت یقین کیا جاتا ہے کہ اب اُس کو سری کنداپورم کہتے ہیں اور مالابار کے ضلع میں اور چیرا کل کے تعلقہ میں واقع ہے۔ اب یہ چھوٹا سا گاؤں ہے اس میں ماپلے یعنی مالابار کے مسلمان بستے ہیں۔ مالک ابن دینار نے نویں صدی عیسوی میں چیرامن پیرومل کے حکم سے جو نو مسجدیں مالابار کے شہروں میں تعمیر کی تھیں اُن میں سے ایک یہاں بھی تھی وہ اب بھی موجود ہے ؛

جُرفتن

فصل (۱۰)۔ دہ فتن

جُرفتن سے ہم دہ فتن[1] پہنچے۔ یہ بڑا شہر ہے دریا کے کنارے پر بستا ہے اُس میں باغات بکثرت ہیں اور ناریل اور سیاہ مرچ اور چھالیہ اور پان بھی ہوتے ہیں اور اروی بھی بہت ہوتی ہے اُس کو گوشت میں پکاتے ہیں۔ کیلا تو اس کثرت اور ارزانی کے ساتھ میں نے کسی ملک میں نہیں دیکھا۔ اس شہر میں ایک بڑی بائیں (باؤلی) ہے اُس کا طول پانسو قدم ہے اور

عرض تین سو قدم ہے سرخ اور تراشے ہوئے پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ اُس کے کناروں اٹھائیس بڑے بڑے گنبد ہیں اور ہر ایک گنبد میں چار نشستگاہیں پتھر کی بنی ہوئی ہیں ہر گنبد میں بائیں کے نیچے سے سیڑھیاں چڑھتی ہیں اور بیچ میں ایک بڑا گنبد ہے جس کی تین منزلیں ہیں ہر ایک منزل میں چار نشستگاہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ راجہ کویل کے باپ نے یہ بائیں بنوائی تھی۔ بائیں کے مقابل مسجد جامع ہے مسجد سے بھی سیڑھیاں بائیں میں اُترتی ہیں لوگ نیچے جاکر وضو اور غسل کرتے ہیں۔ فقیہ حسین نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ یہ بائیں اور مسجد راجہ کویل کے ایک دادا نے تعمیر کی تھی اور وہ مسلمان تھا اُس کے اسلام لانے کے متعلق ایک عجیب قصہ بیان کرتے ہیں میں نے بھی دیکھا ہے کہ جامع مسجد کے سامنے ایک بڑا درخت کھڑا ہے اُس کے پتے انجیر کے پتوں کے مشابہ ہیں لیکن وہ ذرا زیادہ نرم ہیں اس درخت کے گرد دیوار بنی ہوئی ہے اور وہاں ایک محراب بنی ہے میں نے وہاں دوگانہ ادا کیا۔ اس درخت کو درخت شہادت کہتے اور یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ ہر خریف کے موسم میں اس درخت سے ایک پتہ پہلے زرد ہوتا ہے پھر سرخ اور اُس کے بعد گر پڑتا ہے اُس پر قلم قدرت سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہوتا ہے فقیہ حسین اور اور ثقہ آدمیوں نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ انہوں نے یہ پتہ دیکھا ہے اور اُس میں کلمہ لکھا ہوا پڑھا ہے۔ جب یہ پتہ گرتا ہے تو اُس کا نصف تو مسلمان لے لیتے ہیں اور نصف راجہ کے خزانہ میں رکھا جاتا ہے اور اُس سے بہت سے مریضوں کو شفا ہو جاتی ہے اسی پتہ کے ذریعہ سے راجہ کویل مسلمان ہو گیا تھا جس نے مسجد اور بائیں تعمیر کی تھی وہ عربی خط پڑھ سکتا تھا جب اُس نے پتہ میں کلمہ لکھا ہوا پڑھا تو وہ مسلمان ہو گیا اور بڑا پکا مسلمان ہوا۔ یہ روایت متواتر چلی آتی ہے فقیہ حسین کہتا تھا کہ کویل کے بعد اُس کا ایک بیٹا مرتد ہو گیا اور اُس نے درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا اور اُس کا کچھ نشان نہ چھوڑا لیکن وہ درخت پھر اُگ آیا اور پہلے سے بھی زیادہ پھلا اور پھیلا اور وہ راجہ جلد ہی مر گیا +

ایک عجیب درخت کی کہانی

ا۵ - رونتن - ور بزتن - ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بندر تیلی چیری کے بندر کے قریب ہی واقع تھا۔

Marfat.com

چری اب ایک بڑا بندرگاہ شمالی مالابار کے ضلع میں واقع ہے۔ یہاں بھی ابن دینار کی نو مسجدوں میں سے
ایک مسجد تھی۔

فصل (۱۱)۔ بُدفتن

اس کے بعد ہم شہر بُدفتن میں گئے یہ بھی ایک بڑا شہر ہے اور ایک بڑے دریا کے کنارے پر
... ملنے کے کنارے پر ایک مسجد ہے اس میں مسافر مسلمان آکر ٹھیرتے ہیں کیونکہ اس شہر میں
کوئی مسلمان نہیں ہے اس شہر کا بندرگاہ نہایت خوبصورت ہے اور پانی بہت شیریں ہے
... یہ بکثرت پیدا ہوتی ہے وہاں سے چین اور ہندوستان کو لے جاتے ہیں۔ اکثر باشندے
... ن ہیں۔ ہندو ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن وہ مسلمانوں سے سخت عداوت رکھتے ہیں
اسی سبب سے اس شہر میں کوئی مسلمان نہیں رہتا کہتے ہیں کہ انہوں نے اس مسجد کو اس لیئے
... نہیں کیا کہ ایک برہمن نے مسجد کی چھت گرا کر اس کی کڑیاں اپنے مکان میں لگائی تھیں اس کے
... آگ لگ اٹھی اور وہ اور اس کی اولاد اور اسباب وغیرہ سب جل کر راکھ ہو گئے اور
اس کے بعد یہ لوگ مسجد کی تعظیم کرنے لگے اور پھر کسی نے اس کی بے ادبی نہیں کی اس کے باہر
ایک حوض بھی بنا دیا کہ اس سے مسافر پانی پی سکیں اور اس کے دروں پر جالیاں لگا دیں
کہ پرندے داخل نہ ہو سکیں ۔ مسجد کی بے ادبی کی سزا

۔ بُدفتن اس شہر کا کچھ پتہ نہیں لگ سکا۔ مسجد کے ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر جالیام ہو جو زمانہ
حال کے شہر بے پور کے قریب واقع تھا۔ کیونکہ وہاں بھی ابن دینار کی نو مسجدوں سے ایک مسجد تھی۔ بدفتن

فصل (۱۲) فندرینا

وہاں سے چل کر ہم فندرینہ پہنچے یہ بھی ایک بڑا شہر ہے بازار اور باغات اس میں بکثرت
... اس میں مسلمانوں کے تین محلے ہیں ہر محلہ میں مسجد ہے اور جامع مسجد سمندر کے کنارہ پر ہے
... ن میں سمندر کیطرف نشستگاہیں بنی ہوئی ہیں اور ایک عجیب نظارہ ہے اس کا قاضی اور
خطیب عمان کا رہنے والا ہے اور اس کا بھائی بھی جو بڑا فاضل ہے یہیں رہتا ہے اس شہر میں

Marfat.com

چین کے جہاز گرمی میں ٹھیرتے ہیں +

سلہ - فندرینہ پندارانی یا پنتالاتی کالی کٹ سے ۱۶ میل شمال میں ہے +

فصل (۱۳) - کالی کٹ

وہاں سے چل کر ہم شہر کالی کٹ میں پہنچے - مالابار میں یہ بہت بڑا بندر ہے چین اور جا
اور سیلان اور مالدیپ اور یمن اور فارس کے سوداگر یہاں آتے ہیں بلکہ تمام دنیا کے تاجر یہا
جمع ہوتے ہیں اور اس کا بندرگاہ دنیا کے بڑے بندروں میں سے ہے وہاں کا راج
ہندو ہے جس کو سامری کہتے ہیں عمر میں زیادہ ہے اور اسی طرح داڑھی منڈواتا ہے جی
فرنگیوں کا ایک گروہ جو وہاں رہتے ہیں ڈاڑھی منڈواتے ہیں امیر التجار کا نام ابراہیم شاہ
ہے وہ بحرین کا باشندہ ہے بڑا عالم اور سخی ہے اور ہر طرف کے سوداگر جمع ہوکر اسکے دسترخوا
پر کھانا کھاتے ہیں - اس شہر کا قاضی فخر الدین عثمان بھی بڑا سخی ہے خانقاہ کا شیخ شہاب الدین
گازرونی ہے - جو اشخاص چین اور ہندوستان میں شیخ ابو اسحاق گازرونی کی منت مانتے ہیں
وہ اسی کو نذر دیتے ہیں - ناخدا مثقال بھی اسی شہر میں رہتا ہے - یہ شخص بہت مشہور اور مالدا
اور اس کے جہاز ہندوستان اور چین اور یمن اور فارس میں تجارت کرتے ہیں - جب ہم
اس شہر کے پاس پہنچے تو شیخ شہاب الدین اور ابراہیم شاہ بندر اور بڑے بڑے سوداگر
راجہ کا نائب جسکو قلاج کہتے ہیں استقبال کو آئے اور ان کے ساتھ نوبت نقارے او
بھی جہازوں پر تھے اور ہم بڑے جلوس کے ساتھ بندرگاہ میں داخل ہوئے - بندرگاہ بڑا
ایسا بندر میں نے اس ملک میں نہیں دیکھا - ہم نے لنگر ڈالا - اس وقت اس شہر میں ملک چین
تیرہ جہاز ٹھیرے ہوئے تھے - ہم جہاز سے اتر کر شہر میں آرہے اور ایک ایک گھر کرایہ لے
تین مہینے تک چین کیطرف چلنے کے موسم کا انتظار کیا اتنی مدت تک ہماری ضیافت راجہ
محل سے آتی رہی +

سلہ - قالقوط - یعنی کالی کاٹ احاطہ مدراس میں مالابار کے ضلع میں ایک شہر ہے - سمندر کے ساحل پر — کالی کٹ

Marfat.com

ے پورے ۱ میل شمال کی جانب واقع ہے۔ موجودہ آبادی ۷۵ ہزار کے قریب ہے۔ جس میں سے ۱۰ ہزار کے قریب مسلمان ماپلے ہیں۔ اب بھی بڑی تجارت کی جگہ ہے۔ کروڑ ہا روپیہ کے مال کی درآمد برآمد ہوتی ہے۔ ماپلوں کی پے در پے بغاوت کے سبب سے ۱۸۵۵ء سے کچھ فوج بھی رہتی ہے ... اور ... کے لحاظ سے ... عمدہ گنا جاتا ہے چیرامن پیرومل نے جس کے مسلمان ہونے اور ہجرت ... کے چلے جانے کا حال ہم درج کر آئے ہیں اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن موجودہ آبادی تیرھویں صدی میں بسائی گئی تھی۔ کہتے ہیں جس وقت چیرامن پیرومل نے تمام مالابار کو اپنے اہلکاروں میں تقسیم کر دیا تو سامری کرم ایک سردار غیر حاضر تھا جب وہ آیا تو اس کو چیرامن پیرومل نے اپنی تلوار دی اس کی اولاد کے تمام راجہ سامری کہلاتے ہیں۔ اول ہی اول انہوں نے فقط کالی کٹ کا شہر حاصل کیا تھا۔ لیکن لعبذ ماپلوں اور عرب سوداگروں کی مدد سے اپنے علاقہ کو بڑھا لیا۔ یہ ماپلے اُن تیرہ عربوں کی اولاد ہیں جو چیرامن پیرومل کا خط لے کر شحر کے شہر سے آئے تھے۔ پرتگیزوں کے زور پکڑنے پر سامری اور پرتگیزوں میں ایک عرصہ تک تنازع رہا۔ ۱۴۹۸ء میں اول ہی اول واسکوڈی گاما کالی کٹ میں پہنچا لیکن چونکہ وہاں عرب سوداگروں کا دور تھا اس لیے سامری نے اُس کی مدارات اچھی طرح سے نہ کی۔ اس کے بعد جب پرتگیزوں نے وہاں تجارتی کوٹھی نکالنی چاہی تو سامری اور عرب سوداگروں نے اُس کو گرا دیا۔ پرتگیزوں نے کئی دفعہ شہر کو لوٹ لیا اور چونکہ یہ پرتگیز مسلمان حاجیوں کو سمندر میں لوٹ لیتے تھے اس لیے تمام مسلمان بادشاہ اُن سے ناراض تھے انہوں نے بھی سامری کو مدد دی لیکن چونکہ اُن کی بحری طاقت کمزور تھی اس لیے سامری کو آخر کار پرتگیزوں کے ساتھ صلح کرنی پڑی ۱۶۱۶ء میں انگریزوں نے اول ہی اول ایک تجارتی کوٹھی بنائی ۱۷۶۶ء میں حیدر علی نے شہر کا محاصرہ کیا۔ سامری مع اپنے عیال و اطفال کے قلعہ کے اندر جل کر مر گیا +

فصل (۱۴)۔ چین کے جہازوں کا بیان

چین کے سمندر میں جب تک چینی جہاز ساتھ نہ ہوں کوئی سفر نہیں کر سکتا۔ چین کے جہاز تین قسم کے ہوتے ہیں بڑے جہازوں کو جنک کہتے ہیں اور متوسط کو زَو اور چھوٹے کو ککم۔ بڑے جہاز کے بارہ مستول ہوتے ہیں اور چھوٹے کے تین اور یہ مستول خیزران (بید) کی لکڑی کے بنے ہوئے ہیں اور بادبان بوریہ کی طرح سے بُنے ہوئے ہوتے ہیں اُنکو کبھی نیچے نہیں گراتے بلکہ رُخ اُن کو پھیر دیتے ہیں جب جہاز لنگر ڈالتے ہیں تو بھی بادبان کھڑے رہتے ہیں اور ہوا کے ساتھ اڑتے رہتے ہیں۔ ہر ایک جہاز میں ہزار آدمی ہوتے ہیں چھ سو تو جہاز رانی کے متعلق

چین کے جہاز کس طرح بنائے جاتے ہیں۔

کام کرتے ہیں اور چار سو سپاہی ہوتے ہیں جن میں سے کچھ تیر انداز اور چرخی کے ذر[یعہ] نفت پھینکنے والے ہوتے ہیں۔ ہر ایک بڑے جہاز کے پیچھے تین چھوٹے جہاز ہوتے ایک بڑے سے آدھا اور دوسرا اس سے ثلث اور تیسرا اس سے چوتھائی۔ یہ جہاز چین شہر زیتون میں بنائے جاتے ہیں یا چین کلاں میں۔ ان کے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ دو دیواریں لکڑی کی بناتے ہیں اور پھر ان دونوں دیواروں کو موٹی موٹی لکڑیوں سے وصل [کرتے] ہیں ان لکڑیوں کے عرض اور طول میں تین تین گز کی میخیں جڑتے ہیں جب یہ دیواریں تیار اس طرح ملائی جاتی ہیں تو ان دیواروں کے اوپر فرش بناتے جو جہاز کے سب سے نیچے حصہ فرش ہوتا ہے ان کو پھر سمندر میں ڈال دیتے ہیں یہ ڈھانچ پانی میں کنارہ کے قریب پڑا رہتا لوگ اس پر آکر غسل کرتے ہیں اور قضائے حاجت کرتے ہیں پیچھے کے لٹھوں کے پہلو میں چپو لگائے جاتے ہیں جو ستونوں کے موافق موٹے ہوتے ہیں ایک ایک چپو پر دس سے لے کر پندرہ تک ملاح کھینے کا کام کرتے ہیں۔ یہ ملاح لوگ کھڑے ہو کر کام کرتے ہیں۔ ہر جہاز کی چار چھتیں ہوتی ہیں۔ ہر جہاز میں گھر اور کوٹھریاں (مصریہ) اور کھڑکیاں سوداگروں کے بنی ہوئی ہوتی ہیں مصریہ میں رہنے کا گھر اور سنڈاس بھی ہوتا ہے اسکے دروازہ بھی ہوتا ہے جس پر قفل لگ جاتا ہے جو شخص مصریہ لیتا ہے وہ دروازہ بند کر لیتا ہے اور اپنے ساتھ عورتیں کو لے جاسکتا ہے بعض وقت مصریہ میں رہنے والے کو جہاز والے اور اور لوگ جان بھی نہیں سکتے کہ ہے یا نہیں جب تک ان کی ملاقات کسی شہر میں جہاں جہاز لنگر ڈالتا ہے نہ ہو جائے بحری لوگ یعنی ملاح اور سپاہی جہاز میں ہی رہتے ہیں ان کے بال بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں اور وہ لکڑی کے حوض سے بنا کر ان میں ترکاریاں اور ادرک وغیرہ بو دیتے ہیں۔ جہاز کا وکیل ایک شان وشوکت والا آدمی ہوتا ہے جب وہ خشکی پر جاتا ہے تو تیر انداز اور حبشی لوگ ہتیار [لیے] ہوئے اس کے آگے آگے ہوتے ہیں اور نوبت اور نقارہ بھی ساتھ ہوتے ہیں اور جب منزل پر پہنچتے ہیں اور وہاں ٹھیرنا چاہتے ہیں تو اپنے نیزوں کو اس جگہ کے دونوں

Marfat.com

چھوڑ دیتے ہیں اور جب تک وہاں ٹھیرتے ہیں نیزے گڑے رہتے ہیں اہل چین بعض اوقات کئی کئی جہازوں کے مالک ہوتے ہیں اور اپنے وکیل جہازوں پر رکھتے ہیں اہل چین سے زیادہ دنیا میں کسی ملک والے مالدار نہیں ہیں +

جنک - اب بھی چین میں جہاز کو جنک کہتے ہیں - یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اہل چین نے کس زمانہ میں ملیبار کا آنا چھوڑ دیا - یوسف کرنگانوری ایک عیسائی مورخ ۱۵۰۰ء میں لکھتا ہے کہ راجہ کالی کٹ نے اہل چین کے ساتھ کچھ بدسلوکی کی تھی - وہ دوسری دفعہ زور باندھ کر آئے اور کالی کٹ کے بہت سے باشندوں کو قتل کرکے چلے گئے اور پھر نہیں آئے اس کے بعد انہوں نے مچھلی پٹن میں جو مشرقی ساحل پر ہے تجارت شروع کردی +

فصل (۱۵) - جہاز میں سوار ہونا اور جہاز کی تباہی

جب چین کی طرف سفر شروع کرنے کا وقت قریب آیا تو سلطان سامری نے ہمارے لیے ایک جنک اُن تیرہ جنکوں میں سے جو بندرگاہ میں ٹھیرے ہوئے تھے تیار کرایا اس جنک کا وکیل سلیمان صفدی شامی تھا - میری اُس سے واقفیت تھی میں نے کہا مجھے ایک مصریہ درکار ہے جس میں کوئی اور شریک نہ ہو کیونکہ میرے ساتھ کنیزیں تھیں اور میں بغیر کنیزوں کو ساتھ لیے کبھی سفر نہیں کرتا - اُس نے جواب دیا کہ چین کے سوداگروں نے تمام مصریوں کو روک لیا ہے وہ آنے جانے کے لیے پہلے ہی کرایہ پر لے چکے ہیں - اُس نے کہا کہ میرے داماد کے پاس ایک مصریہ ہے وہ میں تجھے دے دونگا مگر اس میں سنڈاس نہیں ہے لیکن اُس کا میں کچھ بندوبست کردونگا - میں نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ میرا اسباب چلوا دو غلام اور کنیزک جنک میں چڑھ گئے جمعرات کا دن تھا میں نے ارادہ کیا کہ میں دوسرے دن جمعہ کی نماز پڑھ کر سوار ہونگا ظہیر الدین اور سنبل بھی جنک پر سوار ہوگئے اور کل سفارت کا اسباب اور جانور بھی اُن ہی کے پاس تھے پھر میرا غلام ہلال جمعہ کی صبح کو میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مصریہ جو ہم نے کرایہ لی ہے بہت تنگ ہے کام نہیں چل سکیگا میں نے ناخدا سے ذکر کیا اُس نے کہا لاچاری ہے اس سے بہتر انتظام نہیں ہوسکتا - اگر تم بھی سب سے چھوٹے جہاز میں کوئی مصریہ لو تو

بہتر سے بہتر مل سکتی ہے۔ میں نے کہا منظور ہے میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میری کن
اور اسباب کو جنک سے اُتار کر ککم میں لے جاؤ اور جمعہ کی نماز سے پہلے جا کر اس میں ڈیرہ کرو
سمندر میں یہ قاعدہ ہے کہ عصر کے بعد تلاطم ہوتا ہے اُسوقت کوئی سوار نہیں ہوسکتا اب جن
چل پڑے تھے اور فقط وہ جنک جس میں سفارت کے تحفے تھے باقی تھا ایک اور جنک
جس کا ارادہ تھا کہ وہ فندرینا میں ٹھیرے اور ایک وہ ککم جس میں میں نے مکان لیا تھا ب
رہ گئے۔ شنبہ کی رات کو ہم سمندر کے ساحل پر رہے نہ ککم میں سے کوئی نیچے کنارہ پر آ
اور نہ ہم ککم میں سوار ہوسکے میرے پاس سوا بستر کے اور کچھ نہیں تھا صبحکو جنک اور ک
دونوں بندرگاہ سے دور فاصلے پر جا پڑے وہ جنک جو فندرینا میں ٹھیرا چاہتا تھا موج
ٹکرا کر ٹوٹ گیا اُس کی بعض سواریاں بچ گئیں اور بعض ڈوب گئیں ایک سوداگر کی کنیز بھی
اُس میں تھی وہ اُس سے بہت محبت رکھتا تھا اُس نے اعلان دیا کہ جو کوئی کنیز کو زندہ
نکال لائیگا اُسکو وہ دس دینار دیگا وہ جنک کے پچھلے حصے پہ ایک لکڑی کو پکڑے ہوئے
تھی ایک شخص جہازی ہرمز کا رہنے والا تھا اُس کو نکال لایا اور اُس نے دینار نہ لیے اور کہا
میں نے یہ کام فقط اللہ کے واسطے کیا ہے رات کو سمندر کی موج اُس جنک سے ٹکرائی
جس میں سفارت کے تحفے تھے اور وہ ٹوٹ گیا کل اہل جہاز مر گئے صبحکو میں نے
سب کو کنارہ پر پڑے ہوئے دیکھا ظہیر الدین کا سر پھٹ گیا تھا اور دماغ نکل آیا تھا اور
ملک سنبلی کے کان میں لوہے کی میخ گھس گئی تھی اور دوسری طرف جا نکلی تھی ہم نے اُن کے
جنازہ کی نماز پڑھی اور اُن کو دفن کیا۔ کالی کٹ کا ناہ دھوتی باندھے ہوئے اور سر چھوٹی
پگڑی رکھے ہوئے ننگے پاؤں آیا اُس کا غلام چھتر لگائے ہوئے تھا اور اُس کے سامنے آگ جلتی
ہوئی آتی تھی اُس کے سپاہی لوگوں کو مارتے تھے کہ جو کچھ چیز سمندر کے کنارے پڑی ہو اُس
کوئی نہ اُٹھائے۔ ملک مالا بار میں دستور ہے کہ ایسا مال سرکاری خزانہ میں جاتا ہے لیکن خاص
کالی کٹ کا یہ دستور ہے کہ وہ کل مال جہاز والوں کا ہوتا ہے اور اسی سبب سے یہ شہر نہایت

جہازوں کی تباہی

اصلی بہادری

Marfat.com

بادہے اور اس میں جہازوں کی آمد و رفت بکثرت ہے۔ کلم کے جہاز رانوں نے جب جنک کا یہ حال دیکھا تو انہوں نے اپنے بادبان اٹھا دیئے اور چل دیئے اس میں میرا کل اسباب اور میری کنیزکیں اور غلام اور ہمراہی چلے گئے اور میں اکیلا ساحل پر رہ گیا۔ ایک غلام میرے ساتھ تھا اسکو میں آزاد کر چکا تھا وہ بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور میرے پاس فقط وہ دس دینار رہ گئے جو جوگی نے مجھے دیے تھے اور ایک بستر ا تھا لوگوں نے کہا کہ یہ کلم بہر حال کولم کے بندر میں ضرور ٹھیریگا۔ اس لیئے میں نے خشکی کے رستے کولم جانے کا ارادہ کیا خشکی اور نہر کے راستہ سے کولم دس منزل ہے میں نے نہر کے راستہ سفر کیا اور ایک مسلمان مزدور میں نے اپنے ساتھ لیا جو میرا بستر اٹھائے جاتا تھا۔ نہر میں سفر کرنے والے رات کو خشکی پر کسی قریب کے گاؤں میں ٹھیر جاتے ہیں اور دوسرے دن صبحکو پھر کشتی پر آجاتے ہیں ہم بھی اسی طرح کرتے رہے کشتی میں اور کوئی مسلمان نہ تھا سوا اس مزدور کے جو میں نے نوکر رکھ لیا تھا۔ یہ شخص منزل پر پہنچکر ہنود کے ساتھ شراب پی لیا کرتا تھا اور مجھ سے لڑا کرتا تھا اس لیے میری طبیعت اور بھی خراب ہو جاتی تھی +

فصل (۱۶)۔ کنجی گری اور کولم

پانچویں دن ہم کنجی گری میں پہنچے وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور وہیں یہودی رہتے ہیں ان کا امیر علیحدہ ہے اور وہ کولم کے راجہ کو جزیہ دیتے ہیں اس نہر پر دار چینی اور بقم کے درخت ہیں اور ان ہی درختوں کی لکڑی جلانے کے کام میں آتی ہے دسویں دن ہم کولم میں پہنچے مالابار میں یہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے بازار بہت اچھے ہیں اور وہاں کے سوداگر کو صولی کہتے ہیں وہ بڑے مالدار ہیں بعض سوداگر جہاز کا جہاز بھرا ہوا خرید لیتے ہیں اور اپنے گھر میں تجارت کے لیئے ڈال سکتے ہیں مسلمان سوداگر بھی اس شہر میں بہت ہیں ان میں سب سے بڑا علاء الدین آوجی شہر آوہ کا رہنے والا ہے وہ رافضی ہے اور اس کے ہمراہی بھی اس طریقہ کے ہیں اور وہ لوگ تقیہ نہیں کرتے۔ اس شہر کا قاضی قزوین کا ایک فاضل

Marfat.com

ہے مسلمانوں میں بہت بڑا آدمی محمد شاہ بندر ہے اُس کا بھائی تقی الدین بڑا فاضل ہے
اس شہر کی جامع مسجد بھی عجیب ہے خواجہ مہذب نے اُس کو تعمیر کیا تھا یہ شہر مالابار کے شہروں
میں چین سے سب سے زیادہ قریب ہے اور اس لئے چین کے بہت سے آدمی یہاں سفر کر کے آتے
ہیں مسلمانوں کی اس شہر میں بہت عزت ہے۔ راجہ کا نام تیروری ہے وہ مسلمانوں کی
نہایت تعظیم کرتا ہے اور چوروں اور فاسقوں پر نہایت سختی کرتا ہے۔ کولم میں میں نے دیکھا
ہے کہ ایک عراقی تیر انداز نے دوسرے کو مار ڈالا اور آوجی کے گھر میں جا گھسا وہ شخص بہت
مالدار تھا مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ مقتول کو دفن کر دیں لیکن راجہ کے نائب نے اُن کو منع کیا
کہ جب تک اس کا قاتل ہمارے سپرد نہ کیا جائیگا مقتول دفن نہیں ہو سکتا اُس کا تابوت
آوجی کے دروازہ پر رکھ دیا جب اُس میں سے بو آنے لگی تو آوجی نے قاتل کو راجہ کے سپرد کر دیا
کہا کہ مقتول کے ورثا کو مال دلوا دیں اور قاتل کو نہ ماریں۔ راجہ کے اہلکاروں نے انکار کیا اور
اُس کو قصاص میں مروا ڈالا اُس کے بعد مقتول کو دفن کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ کولم کا راجہ ایک دن
شہر کے باہر سوار جاتا تھا اور باغوں کے درمیان سے گذرتا تھا اُس کے ساتھ اُس کا داماد
تھا وہ بھی کسی راجہ کا بیٹا تھا اُس نے ایک آم کا دانہ اٹھا لیا جو کسی درخت کے نیچے پڑا تھا
راجہ اُسکی طرف دیکھ رہا تھا حکم دیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں ایک ٹکڑا رستہ کے
ایک طرف رکھا جائے اور دوسرا رستہ کے دوسری طرف اِس طرح آم کے بھی دو ٹکڑے کئے
اور وہ بھی جداگانہ دونوں طرف رکھ دیے تاکہ ناظرین کو عبرت ہو کالی کٹ میں ایک دفعہ
کے نائب کے بھتیجے نے ایک مسلمان سوداگر کی تلوار زبردستی چھین لی اُس سوداگر نے اُس کے
چچا سے شکایت کی اُس نے وعدہ کیا کہ میں انصاف کرونگا اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھ
گیا جب اُس کا بھتیجا وہ تلوار باندھے ہوئے آیا تو اُس سے پوچھا کہ یہ فلانے مسلمان کی تلوار
اُس نے کہا ہاں میں نے اُس سے خرید لی ہے نائب نے حکم دیا کہ اسکو پکڑ لو اور اس کا سر
اسی تلوار سے اُڑا دو میں کولم شہر میں شیخ فخر الدین کی خانقاہ میں ٹھیرا رہا۔ یہ بزرگ شیخ

شہاب الدین گازرونی کے بیٹے ہیں جن کا ذکر میں کالی کٹ کے احوال میں کر آیا۔ کم کی کچھ خبر نہ لگی اسی اثنا میں بادشاہ چین کی سفارت جو دہلی سے واپس آئی تھی اور ہمارے ساتھ تھی وہ دوسرے جنک میں سوار ہوئی تھی کولم میں داخل ہوگئی اُن کا جنک بھی ٹوٹ گیا تھا اہل چین نے اُن کو کپڑے وغیرہ دے کر پھر اپنے ملک کی طرف روانہ کر دیا تھا وہ بعد میں چین میں ملے

کنجی کری	لـه کنجی کری۔ زمانہ حال میں اس شہر کو کرنگ نور کہتے ہیں۔ اس کی آبادی دس ہزار کے قریب ہے کوچین کی ریاست میں واقع ہے۔ یہودی اس شہر میں زمانہ قدیم سے رہتے ہیں۔ نصرانی بھی بہت دن سے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ توما حواری ۵۲ء میں یہاں آئے تھے۔ پرتگیزوں کے ظلم کے سبب ۱۵۶۵ء میں یہودی اس شہر سے اٹھ کر کوچین میں جا رہے تھے +
بقم	لـه بقم یعنی تینگ کی لکڑی۔ یہ لکڑی مشرق اور امریکہ دونوں میں ہوتی ہے ملک برازیل سے آتی ہے اس لیے انگریزی میں اسکو برازیل کی لکڑی کہتے ہیں۔ یہ ایک خاردار درخت ہوتا ہے اور گو اسے یکسر ٹرانکور تک خودرو پیدا ہوتا ہے۔ رنگریز چند سال پہلے اس کا استعمال سُرخ رنگ بنانے کے لیے کرتے تھے۔ اب معدنی رنگوں نے اس کی سرد بازاری کر دی۔ گلال جو ہندو ہولی میں استعمال کرتے ہیں اسی لکڑی کا برادہ ہے۔ ماپلے لوگ یعنی مالابار کے مسلمان اسکو بوتے بھی ہیں اور جب اُن میں سے کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس کے پیدا ہونے کے بعد دو یا تین تینگ کے درخت لگا دیتے ہیں چودہ پندرہ سال میں جب لڑکی شادی کے قابل ہوتی ہے تو یہ درخت بھی کاٹنے کے لایق ہو جاتے ہیں اُن کو کاٹ کر اور بیچکر لڑکی کو جہیز دے دیتے ہیں + ۳۲ صفحہ
کولم	لـه کولم۔ یہ شہر اب ٹراونکور کی ریاست میں واقع ہے۔ قدیم زمانہ میں یہ شہر چین اور فارس کی تجارت کی بڑی جگہ تھی ۸۵۱ء میں ابوزید نے اس کا نام کولم مالی لکھا ہے۔ ابوالفدا نے اسکو بلاد فلفل کا انتہائی شہر لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اس شہر میں ایک مسجد بہت عمدہ عالی شان اور ایک بازار مسلمانوں کا ہے ۱۵۰۵ء تک کولم تجارت کی ایک بڑی جگہ رہی اس کے بعد تنزل ہوتا گیا۔ زمانہ حال میں اس کی آبادی پندرہ ہزار کے قریب ہے۔ انگریزی چھاونی کی ایک رجمنٹ اب وہاں رہتی ہے +
تروری	لـه تروری۔ بربوسا نے لکھا ہے کہ کولم کے راجہ کو بناتے ڈیری کہتے ہیں۔ اخیر لفظ کو اگر تے سے پڑھا جائے تو تقریباً تروری ہو جاتا ہے +

فصل (۱۷)۔ ہنور کو واپس جانا

میں نے ارادہ کیا تھا کہ کولم سے دہلی واپس چلا جاؤں اور بادشاہ کو کُل حال جو گذرا تھا بیان کروں لیکن میں ڈر گیا کہ کہیں مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ تو تحایف سے علیحدہ کیوں ہوا تھا۔

اِس لیئے میں نے سلطان جمال الدین کے پاس ہنور کے شہر میں آنے کا ارادہ کیا کہ جب تک کچھ پتہ نہ لگے میں اُس کے پاس ٹھیرا رہوں جب میں کالی کٹ میں پہنچا تو وہاں بادشاہ کے جہاز تھے جس میں اُس نے سید ابوالحسن پردہ دار کو بہت سا مال دے کر بھیجا تھا کہ ہرمز اور قطیف میں جاکر جس قدر عرب لاسکے ہندوستان میں لے آئے کیونکہ بادشاہ کو عربوں کے ساتھ بدرجہ کمال محبت تھی میں سید ابوالحسن کے پاس گیا معلوم ہوا کہ اُس کا ارادہ ہے کہ کالی کٹ میں موسم گرما بسر کرے اور اُس کے بعد عرب کی طرف سفر کرے میں نے اُس سے مشورہ لیا کہ میں بادشاہ کے پاس واپس جاؤں یا نہیں اُس نے بھی واپس جانے کی صلاح نہ دی۔ میں کالی کٹ سے جہاز پر سوار ہوا یہ اُس موسم کا سب سے اخیر سفر تھا آدھے دن تک تو ہم چلتے تھے اور آدھے دن لنگر ڈال کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ راہ میں ہمیں ڈاکوؤں کی چار کشتیاں ملیں ہمیں اُن سے خوف تھا لیکن انہوں نے کچھ تعرض نہ کیا اور ہم ہنور کے شہر میں پہنچ گئے میں سلطان ہنور کے پاس گیا اور سلام کیا اُس نے مجھے ایک شخص کے گھر ٹھیرا دیا کیونکہ میرے پاس کوئی نوکر نہ تھا پھر مجھے کہلا بھیجا کہ میں اُس کے ساتھ نماز پڑھا کروں۔ میں اکثر مسجد میں بیٹھا رہتا تھا اور ہر روز ایک کلام اللہ ختم کرتا تھا۔ اور پھر دو کلام اللہ ختم کرنے شروع کر دیئے ایک تو صبح سے شروع کر کے ظہر کے وقت تک اور دوسرا ظہر سے مغرب کے وقت تک تین مہینے تک میں اسی طرح کرتا رہا اور چالیس دن تک اعتکاف میں بھی رہا۔ سلطان جمال الدین نے باون جہاز تیار کیئے اُس کا ارادہ سندا پور پر چڑھائی کرنے کا تھا۔ وہاں کے راجہ اور اُسکے راجہ کے درمیان کچھ نقیض تھا راجہ کے بیٹے نے سلطان کو لکھا کہ اگر سلطان سندا پور کو فتح کرے گا تو وہ مسلمان ہو جائیگا اور اپنی بہن کا نکاح سلطان کے ساتھ کر دے گا۔ جب جہاز تیار ہوئے تو میرے دل میں آیا کہ میں بھی جہاد کے ثواب میں شامل ہوں۔ میں نے کلام اللہ میں فال دیکھی تو آیت نکلی یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ۔ اس میں فتح کی بشارت تھی جب سلطان عصر کی نماز کیواسطے مسجد میں آیا تو میں نے اُس سے کہا کہ

میں بھی سفر کرنا چاہتا ہوں اُس نے کہا اچھا میں تجھے جہاد کا امیر مقرر کرتا ہوں میں نے کہا کلام اللہ میں یہ فال نکلی ہے وہ بہت خوش ہوا اور خود بھی چلنے کو تیار ہو گیا پہلے اُس کا ارادہ مکمل نہ تھا۔ میں اور وہ ایک جہاز پر سوار ہوئے یشنبہ کے دن ہم چلے منگل کے دن سنداپور میں پہنچے اور کھاڑی میں داخل ہوئے معلوم ہوا کہ سنداپور کے باشندے لڑائی کیلئے تیار ہیں اور منجنیق لگائے ہوئے ہیں رات کو ہم ٹھیرے رہے صبح ہوتے ہی نوبت نقارے بجنے شروع ہوئے اور جہاز لڑائی کے لیے تیار ہوئے دشمن نے جہازوں پر منجنیق سے تیر پھینکنے شروع کیے ایک شخص بادشاہ کے قریب کھڑا تھا اُس کے تیر آکر لگا جہاز والے پانی میں کود پڑے اُن کے ہاتھوں میں تلواریں اور ڈھالیں تھیں اور سلطان حکیری بھی اُتر گیا اور میں بھی پانی میں کود پڑا۔ ہمارے پاس دو جہاز تھے جن کے پیچھے کھلے ہوئے تھے اُن میں گھوڑے بھی سوار تھے۔ یہ جہاز ایسے بنے ہوئے تھے کہ اُن کے اندر ہی اندر آدمی گھوڑے پر سوار ہو سکتا تھا اور زرہ پہن کر گھوڑے پر چڑھا ہوا باہر نکل آتا تھا۔ ہم نے بھی اسی طرح کیا خدا نے مسلمانوں کو فتح دی ہم تلواریں پکڑ کر شہر میں داخل ہوئے اور اکثر ہندو راجہ کے محل میں پناہ گزیں ہوئے ہم نے اُن پر آگ برسائی اور اُن کو گرفتار کر لیا سلطان نے اُن کو امان دے دی اور اُن کی عورتیں واپس کر دیں۔ یہ لوگ دس ہزار کے قریب تھے اور اُن کو شہر کے باہر رہنے کیلئے جگہ دی۔ سلطان محل میں جا رہا اور آس پاس کے گھر اپنے ملازموں اور امیروں کو دینے مجھے ایک لونڈی دی اُس کا نام لمکی تھا۔ میں نے اُس کا نام مبارک رکھا اُسکا خاوند مجھے فدیہ دیتا تھا میں نے لینے سے انکار کیا۔ سلطان نے مجھے ایک مصری جبّہ (فرجیہ⁵) بھی دیا جو راجہ کے توشہ خانہ سے برآمد ہوا تھا۔ میں سلطان کے پاس سنداپور میں ۱۳۔ جمادی الاول سے نصف شعبان تک رہا اور پھر سفر کرنے کی اجازت طلب کی۔ سلطان نے مجھ سے عہد لیا کہ میں پھر واپس آؤں گا۔

۵ ۔ فرجیہ بے بند و کشادہ پیش باشد و برخے تکمہ افزایند۔ پیشتر بر فراز جامہ پوشند (از آئین اکبری) جبہ یا لبادہ تو

فصل (۱۸)۔ شالیات

پھر میں جہاز پر سوار ہو کر ہنور۔ فاکنور۔ منجرور۔ ہیلی جرفتن۔ دہ فتن۔ اور بدفتن فندرینہ اور کالی کٹ ہوتا ہوا شہر شالیات[1] میں پہنچا۔ یہ شہر خوبصورت ہے اسمیں وہ کپڑا جو اس شہر کی طرف منسوب ہے بنایا جاتا ہے۔ میں نے اس شہر میں بہت دن تک قیام کیا۔ پھر میں کالی کٹ میں واپس آیا تو میرے دو غلام جو کلم پر بیٹھے تھے ملے انہوں نے کہا کہ میری کنیزک جو حاملہ تھی اور جس کی بابت مجھے بہت فکر رہتا تھا مر گئی اور جاوا کے راجہ نے سب لونڈیاں اور اسباب چھین لیا اور میرے ہمراہی کچھ جاوا میں اور کچھ چین میں کچھ بنگالہ میں پراگندہ ہو گئے یہ حال معلوم کر کے میں ہنور میں اور وہاں سے سنداپور میں واپس آیا اور محرم کے اخیر میں وہاں پہنچا اور ربیع الثانی کی دوسری تاریخ تک وہاں ٹھیرا رہا۔ وہاں کا راجہ جس سے ہم نے یہ شہر فتح کیا تھا کہیں سے آپہنچا تمام ہندو اس کے پاس جمع ہو گئے۔ سلطان کا لشکر دیہات میں پراگندہ تھا انھوں نے سلطان کا محاصرہ کر لیا اور آمد و رفت بند کر دی۔ میں کسی طرح وہاں سے نکل آیا اور کالی کٹ کیطرف چلا اور جزائر مالدیپ کے سفر کا ارادہ کیا۔

[1] شالیات۔ اب شالیا کہتے ہیں کالی کٹ کے قریب ہی واقع ہے۔ سرشتہ نے اس کا نام چالیات لکھا ہے۔

باب (۱۰) جزائر مالدیپ

فصل (۱)۔ جزائر ذیبۃ المہل

ان جزیروں کا حال میں سنتا رہتا تھا۔ دسویں دن ہم وہاں پہنچ گئے۔ یہ جزائر دنیا کے عجائبات میں سے ہیں تعداد میں دو ہزار کے قریب ہیں۔ سو سو جزیروں یا اوس سے کم کا ایک مجموعہ ہے جو دائرہ کی شکل کا ہوتا ہے جس کا فقط ایک دروازہ ہوتا ہے جسمیں جہاز جا سکتے ہیں۔ جہازوں کے لیئے رہبر کی ضرورت ہے۔ ان جزیروں کا باشندہ ہو تو وہ تمام جز

ان پھر اسکتا ہے۔ ایک مجموعہ دوسرے مجموعہ کے ایسا قریب ہے کہ اگر ایک سے نکلتے ہیں۔ دوسرے کے کھجور کے درخت نظر آنے لگتے ہیں۔ اگر سمت کی غلطی ہو جائے تو پہنچنا مشکل ہے جہاز کو سیلان یا معبر کے ملک میں جا ڈالتی ہے۔ اِس جزیرہ کے کل باشندے مسلمان ہیں اور دیندار اور نیکبخت ہیں اور ان جزیروں میں علیحدہ علیحدہ اقلیمیں ہیں ہر اقلیم پر جُدا جُدا والی ہے والی کو کردوبی کہتے ہیں۔ اقلیموں کے نام یہ ہیں۔ بالپور۔ کنلوس۔ مہل (اس اقلیم کے نام سے کل جزیرہ مشہور ہے اور بادشاہ بھی اِسی جزیرہ میں رہتا ہے)۔ تلادیب کرایدو۔ تیم۔ تلدمتی۔ ہلدمتی۔ پریدو۔ کندکل۔ ملوک۔ سوید (یہ سب سے کنارہ پر ہے)

• دیبۃ المہل۔ دیبۃ۔ دیب کا واحد اور معرب ہے۔ دیپ سنسکرت میں جزیرہ کو کہتے ہیں۔ مہل یا مال سب سے بڑے جزیرہ کا نام ہے بجائے مالدیپ کہنے کے دیپ کو دیبۃ بنا کر مہل یا مال کے ساتھ مضاف کر دیا ہے۔ یہ جزیرے مجموعوں میں واقع ہیں ہر ایک مجموعہ کو اٹل کہتے ہیں۔ بڑے اٹل انیس ہیں مگر ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی ہیں۔ بڑے بڑے جزیرے سب آباد ہیں لیکن بعضے بالکل ریت کا ٹیلہ یا مونگے کی چٹان ہیں یہ جزیرے خط استوا سے ۲۰ درجہ جنوب میں شروع ہوتے ہیں۔ اور ۷۔ درجہ ۶ ثانیہ شمال تک چلے گئے ہیں۔ سب سے بڑا جزیرہ مہل یا مالی ہے وہ ایک میل لمبا اور پون میل چوڑا ہے۔ وہ سلطان کا پایۂ تخت ہے اور اس کے باشندوں کی تعداد ۱۵۰۰ ہے۔ کہاوت میں بارہ ہزار جزیرے اور تیرہ اٹل کہلاتے ہیں لیکن آباد جزیرے فقط ۱۷۵ ہیں اور کل آبادی دو لاکھ کے قریب ہے۔ یہاں کا سلطان ہر سال سیلان کے گورنر کے لیے کوڑیاں اور مچھلیاں وغیرہ بطور نذر کے بھیجتا ہے اور متابعت کا اقرار کرتا ہے اور اس کے عوض گورنر کی طرف سے اسکو اس کے دشمنوں سے بچانے کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ سلطان کا یہی ذمہ ہے کہ اگر کوئی انگریزی رعیت کا جہاز ٹوٹ جائے تو وہ مدد دیگا۔ تیرہ اٹلوں کے موجودہ نام یہ ہیں (۱) تلادومتی۔ (۲) ملادومادو (۳) پدی پولو (۴) مالوسمدو (۵) اری (۶) مالی (۷) فلیدو (۸) مولک (۹) نلندو (۱۰) کلومندو (۱۱) اودمتی (۱۲) سوادیو (۱۳) ادو۔ نمبر ا ۲ و ۶ و ۷ و ۸ و ۱۲۔ ابن بطوطہ کے ناموں سے ملتے ہیں۔

فصل (۲) پیداوار

ان جزائر میں سوا سوید کے اور کہیں زراعت بالکل نہیں ہوتی فقط سوید میں ایک قسم کا غلہ ہوتا ہے جو انلی یعنی کنگنی کے مشابہ ہے اور وہاں سے اس کو مہل کے جزیرہ میں لے جاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے ایک مچھلی کو کھاتے ہیں جو لیروں کے مشابہ ہوتی ہے اسکو وہاں کے

لوگ قلب الماس[1] کہتے ہیں اُس کا گوشت سُرخ ہوتا ہے اس میں بو نہیں ہوتی۔ بلکہ چو
کے گوشت کی طرح بو آتی ہے۔ جب اُس کو پکڑتے ہیں تو چار ٹکڑے کر لیتے ہیں تھوڑا سا
ہیں پھر کھجور کے پتوں کی زنبیل میں رکھ کر دھوتے ہیں اور دھوئیں پر لٹکا دیتے ہیں جب
بالکل خشک ہو جاتی ہے تو کھاتے ہیں اور ہندوستان اور چین اور یمن میں بھی لیجاتے ہیں۔ ا
جزائر میں درختوں میں سب سے زیادہ کثرت سے ناریل[2] ہوتا ہے اس کو مچھلی کے ساتھ کھا
ہیں۔ ناریل کا درخت عجیب ہوتا ہے ایک سال میں بارہ دفعہ پھل دیتا ہے ہر مہینے نیا پھل
ہے۔ اُن میں سے بعض تو چھوٹا ہوتا ہے بعض بڑا بعض خشک بعض سبز۔ ناریل سے دو
اور تیل اور شہد بناتے ہیں اس کا بیان میں نے اول جلد میں مفصل کیا ہے۔ اس کے شہد
حلوا بناتے ہیں اور ناریل کی گری کے ساتھ کھاتے ہیں۔ ناریل کی تمام چیزوں میں اور اس مچھلی
میں جس کا ذکر میں کر آیا ہوں عجیب اور بے نظیر قوت باہ ہوتی ہے اور اس جزیرہ کے باشند
اس امر میں عجائبات ظاہر کرتے ہیں میرے نکاح میں وہاں چار بیویاں تھیں اور کنیزکیں اُنکے
علاوہ تھیں + + + + + + + + + + + + + + + ڈیڑھ سال تک
میں اُس جزیرے میں رہا برابر یہی دستور رکھا۔ اِن جزائر میں جموح اور کھٹہ اور لیموں اور
اروی ہوتے ہیں۔ اروی کی جڑوں کو نکال کر اُس کا آٹا پیستے ہیں اور اس سے سوئیاں
(اطریہ) بناتے ہیں اور ناریل کے دودھ میں اُس کو پکاتے ہیں نہایت خوشگوار کھانا
ہے مجھے بہت پسند تھا اور میں اُس کو اکثر کھاتا تھا +

[1] اس مچھلی کو ان جزیروں میں بوَنی تو کہتے ہیں۔ اکثر باشندے فقط اس مچھلی پکڑنے کا کام کرتے ہیں۔
جزائر میں بھی زیادہ تر یہی خوراک ہے اور باہر کے ملکوں میں بھیجتے ہیں۔ بعضے کشتی والے ایک دن میں
ایک ہزار مچھلیاں پکڑ لیتے ہیں ورنہ چھ سات سو میں تو شک نہیں +

ناریل [2] ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ان جزائر میں ناریل کی کاشت بکثرت کرتے ہیں اور سڑکوں کے دونوں طرف
بھی اسی کے درخت لگاتے ہیں۔ اُس کا درخت تیس گز تک اونچا ہوتا ہے اور گری ہندوستان کے درخت
کی گری سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ صاحب مخزن نے لکھا ہے عربی میں جوز ہندی اور انگریزی میں
کوکو کہتے ہیں۔ اس کا درخت جس قدر دریائے شور کے قریب ہوتا ہے اسی قدر پھل زیادہ اور بامزہ

ہوتا ہے بونے کے آٹھ سال بعد پھل دینے لگتا ہے اور سو سال تک پھل دیتا ہے۔ کھجور کی طرح خوشہ لگتا ہے ہر ایک خوشہ میں سات سے پندرہ تک پھل ہوتے ہیں۔ اوپر کے چھلکے کی رسیاں بنتی ہیں جو جہاز کے کام میں اکثر آتی ہیں کیونکہ وہ رسی دریائے شور کے پانی میں گلتی نہیں۔

فصل (۳)۔ مالدیپ کے باشندے

اس جزیرہ کے آدمی نیکوکار اور دیندار اور نیک بخت اور ایماندار ہوتے ہیں۔ حلال کی روزی کھاتے ہیں اور مستجاب الدعا بھی ہوتے ہیں جب کوئی آدمی اُن کو دیکھتا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ میرا رب ہے اور محمد میرا نبی ہے اور میں غریب جاہل ہوں۔ بدن کے پتلے دُبلے ہوتے ہیں۔ لڑائی کے عادی نہیں ہوتے۔ ان کا ہتھیار دعا ہے۔ ایک دفعہ میں نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اہل مجلس ہیبت سے بیہوش ہو گئے۔ ہندوستان کے چور اور ڈاکو بھی ان کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتے کیونکہ اُن کو تجربہ ہو چکا ہے کہ جو کوئی اُن کا مال چراتا ہے یا زبردستی چھینتا ہے تو اس پر فوراً مصیبت نازل ہوتی ہے۔ جب کافروں کے جہاز اُن کے نواح میں آتے ہیں تو اُن کے سوا جو اور آدمی اُن کو ملتا ہے پکڑ لیتے ہیں لیکن اس جزیرہ کے باشندوں کو کچھ نہیں کہتے اور اگر کوئی کافر ایک لیموں بھی اُن کا لے لیتا ہے تو اُن کا امیر عذاب الٰہی کے خوف سے اُس کو سخت سزا دیتا ہے اگر یہ خوف نہ ہوتا تو ان بیچاروں کا خدا حافظ تھا کیونکہ یہ لوگ بسبب ضعیف الجثہ ہونے کے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک جزیرہ میں مسجدیں ہیں۔ اکثر لکڑی کی بنی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ پاک و صاف رہتے ہیں اور اکثر دن میں دو دفعہ غسل کرتے ہیں کیونکہ وہاں گرمی بہت ہوتی ہے اور پسینا بہت آتا ہے۔ خوشبو اور عطریات کا استعمال بکثرت کرتے ہیں اور مقدشو (افریقہ کے ساحل پر صومالیوں کے ایک علاقہ کا نام ہے) سے جو غالیہ آتا ہے وہ ملتے ہیں صبح کی نماز کے بعد اُن کا دستور ہے کہ ہر ایک عورت اپنے خاوند کے پاس یا اپنے بیٹے کے پاس سرمہ دانی اور گلاب اور غالیہ لاتی ہے اُس کی آنکھوں میں سرمہ ڈالتی ہے اور گلاب اور غالیہ سے اُس کا منہ اور بدن ملتی ہے جس سے اُس کا بگڑا ہوا چہرہ سنور جاتا ہے اور بدن

پر دق آجاتی ہے۔ وہ فقط ایک چادر اپنی کمروں میں پاجامہ کی بجائے باندھتے ہیں اور اپنی پیٹھ ولیان کپڑا ڈال لیتے ہیں جو احرام کے کپڑوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ بعضے سر پر عمامہ رکھتے اور بعضے بجائے عمامہ کے رومال باندھ لیتے ہیں۔ جب اُن میں سے کوئی شخص قاضی یا خطیب کو رستہ میں مل جاتا ہے تو اپنے کندھوں پر سے کپڑا اُتار لیتا ہے اور پشت کو برہنہ کر لیتا ہے اور اُس کو مکان تک پہنچاتا ہے۔ اُن کا یہ بھی دستور ہے کہ جب کسی شخص کا نکاح ہوتا ہے اور اپنی زوجہ کے گھر جاتا ہے تو زوجہ کے گھر کے بیرونی دروازہ سے اندر کے دروازوں تک کپڑا بچھایا جاتا ہے اور اُس کے دائیں بائیں کوڑیوں کی کہڑکیاں بنائی جاتی ہیں اور زوجہ اندر کے دروازہ پر منتظر کھڑی ہوتی ہے۔ جب وہ دولہا اُس کے پاس پہنچتا ہے تو اُس کے دونوں پاؤں تک ایک کپڑا ڈالتی ہے جس کو دولہا کے خادم اُٹھا لیتے ہیں۔ اور جب عورت خاوند کے گھر آتی ہے تو اسی طرح فرش کیا جاتا ہے۔ اور کہڑکیاں بنائی جاتی ہیں اور اُس وقت بھی عورت مرد کے پاؤں پر کپڑا ڈالتی ہے۔ اور جب بادشاہ کو سلام کرتے ہیں تو بھی اُس کے پاؤں پر کپڑا ڈالتے ہیں +

۵۱۔ ہنٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ان جزائر کے باشندے تہذیب یافتہ ہیں۔ بنگالہ اور چاٹگام اور سیلان اور ملیبار کے شہروں سے تجارت کرتے ہیں۔ جہاز رانی میں بڑے مشاق ہیں اور اس کو ایک فن کے طور پر سیکھتے ہیں۔ کئی جزیروں میں جہاز رانی کے کام کے سکھانے کے لیے مدرسے ہیں۔ باشندے نہایت غریب مزاج اور ڈرپوک ہیں اور اُن میں جرائم کی کثرت ہرگز نہیں۔ قتل عمد چوری اور شراب خوری کو بالکل نہیں جانتے۔ اُن کا رنگ تانبے کا سا ہوتا ہے اور قد چھوٹے ہوتے ہیں اور مالابار اور سیلان کے باشندوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ لیکن سیلان کے باشندے رنگ کے سیاہ ہوتے ہیں۔ محل کے خاص جزیرہ میں حبشی اور زنگی اور مختلف ولایت کے باشندوں کا میل پایا جاتا ہے عورتیں خوبصورت نہیں ہوتی۔ ہیں اور غیر ممالک کے آدمیوں سے بہت نالف ہوتی ہیں۔ مگر پیرارڈ فرانسیسی سیاح (۱۶۰۲ء) لکھتا ہے کہ عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں اور بعضے ایسے گورے رنگ کے ہوتے ہیں جیسے کہ یورپ کی عورتیں۔ اُن کے بال سیاہ ہوتے ہیں اور بالوں کو سیاہ کرنے کے لیے وہ آٹھ نو برس کی عمر تک لڑکی کو بال نہیں رکھنے دیتے اور اُس کا تمام سر مونڈتے ہیں اور لڑکوں سے تمیز کرنے کے لیے فقط ایک چھوٹی سی چوٹی رکھتے ہیں۔ ابن بطوطہ بھی اُن کے حسن کی تعریف کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جن مصنفوں

کی کتابوں سے ہنٹرلے لیا ہے انہوں نے فقط جنوبی جزائر کے کم درجہ کی عورتیں دیکھی ہوں گی آب وہوا
ان جزیروں کی نہایت گرم ہے کیونکہ وہ خط استوا کے عین اوپر واقع ہیں۔ رات دن ہمیشہ برابر ہوتے ہیں
رات کو شبنم بہت پڑتی ہے اور اس لیے ٹھنڈ ہو جاتی ہے۔ اپریل سے اکتوبر تک جاڑا رہتا ہے
اور اکتوبر سے اپریل تک گرمی۔ جاڑے میں ہمیشہ۔ بارش ہوتی ہے۔ گرمی میں بارش نہیں ہوتی لیکن
سایہ میں تھرما میٹر ۸۰ درجہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ کنوؤں کا پانی دوپہر کے وقت نہایت ٹھنڈا
اور رات کو گرم رہتا ہے ÷

(۴)۔ غالیہ۔ از ادویہ مرکبہ قدیمہ ست وگفتہ اند از مخترعات جالینوس۔ اصل آن مرکب از عنبر و لوبان و روغن بان و عرقہائے خوشبو ست۔ جہت اغراض دیگر عود و لادن را کہ اشان اینہا اضافہ نمایند۔ مخز

فصل (۴)۔ اُن کے گھر

اُن کے گھر لکڑی کے بنے ہوئے ہیں اور گھر کا فرش زمین سے اونچا رکھتے ہیں۔ نمی سے
بچنے کے لیئے پہلے دو دو تین تین گز لمبے پتھر تراشتے ہیں اور اُن کی صفیں بناتے ہیں پھر اُن کے
پر ناریل کی لکڑی بچھاتے ہیں اور اُس پر لکڑی کی دیواریں کھڑی کرتے ہیں۔ مکان بنانے میں
ایت درجہ کی صنعت کرتے ہیں دہلیز میں ایک کوٹھہ بناتے ہیں جس کو مالم کہتے ہیں اُس کا ایک
وازہ دہلیز کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا گھر کی طرف۔ اُس کے دروازہ پر ایک ماٹ (خُم)
نی کا بھرا ہوا ہوتا ہے اُس میں ناریل کے چھلکے کا ایک ڈول پڑا ہوا ہوتا ہے جس میں دو گز
تی رسی ہوتی ہے اس ڈول کو ولنج کہتے ہیں اسی سے کنوئیں میں سے بھی پانی نکالتے ہیں
یونکہ یہاں پانی بہت قریب ہے۔ یہاں کے لوگ سب ننگے پاؤں رہتے ہیں۔ خواہ شریف ہو
واہ کم ذات اور اُن کے کوچے اور گلیاں صاف ہوتی ہیں اور اُن میں جھاڑو دی ہوتی ہے او
ونوں طرف درخت ہوتے ہیں جس کے سایہ میں چلنے والا ایسا چلتا ہے گویا وہ باغ میں جا رہا
ہے لیکن پھر بھی گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہر شخص اپنے پاؤں خم میں سے پانی نکال کر دھوتا
ہے اور ناریل کی چھال کا بنا ہوا ایک موٹا بوریہ وہاں پڑا رہتا ہے اس پر پاؤں کو خوب
پونچھ لیتا ہے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے بھی اسی طرح کرتے ہیں ÷

(۵)۔ میری آرڈ لکھتا ہے کہ مکانات بنانے کے لیے یہ لوگ سمندر میں سے پتھر نکالتے ہیں بڑی بڑی سلیں

ساحل کے پاس بکثرت پڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ لوگ تیراکی میں نہایت مشاق ہیں اور غوطہ بھی خوب لگاتے ہیں۔ پتھر کو اس طرح اٹھاتے ہیں کہ ایک آدمی غوطہ لگا کر پتھر کی سل میں رسی باندھ آتا ہے۔ اس ملک میں ایک لکڑی ہوتی ہے جس کو کوندہ کہتے ہیں وہ کاک سے بھی زیادہ ہلکی ہوتی ہے۔ اس کے چھوٹے بڑے ٹکڑے تراش لیتے ہیں اور ان ٹکڑوں میں سوراخ کر کے ایک ٹکڑا رسی میں پرو کر پتھر تک لے جاتے ہیں جب آٹھ دس ٹکڑے اس طرح بندھ جاتے ہیں تو پتھر ذرا سی حرکت کیساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور پتھر کراو پر آجاتا ہے +

فصل (۵)۔ اہل جہاز کا استقبال اور مہمان نوازی

اِس ملک میں یہ بھی دستور ہے کہ جب کوئی جہاز آتا ہے تو وہاں کے لوگ چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جن کو کندرہ کہتے ہیں اہل جہاز کا استقبال کرتے ہیں اور پان اور ناریل کی گری اپنے ساتھ لے جاتے ہیں جس شخص کو چاہتے ہیں وہ پان اور گری دیتے ہیں وہ شخص اُس کا مہمان سمجھا جاتا ہے اور اُس کا اسباب اُٹھا کر اپنے گھر لے جاتے ہیں گویا کہ وہ اُس کا کوئی قریب ہے اگر وہ مسافر نکاح کرنا چاہتا ہے تو اُس کا نکاح بھی کر دیتے ہیں۔ جب وہ جاتا ہے تو اُس عورت کو طلاق دے جاتا ہے کیونکہ وہاں کی عورتیں جزیرہ سے باہر نہیں جاتیں اور اگر نکاح کرنا نہیں چاہتا تو اوس شخص کی عورت مسافر کا کھانا پکاتی ہے اور خدمت کرتی ہے اور جب سفر پہ جاتا ہے تو اُس کو توشہ دیتی ہے اور اُس کے عوض جو تھوڑا بہت وہ دے دیتا ہے اُس کو لے کر بہت خوش ہوتی ہے اگر کوئی کچھ بھی نہ دے تو جو فائدہ خزانہ کا ہوتا ہے اُس کو کافی سمجھتے ہیں خزانہ کو بندر کہتے ہیں جہاز کے مال کا ایک حصہ ایک معین رقم کے مقابلہ میں بندر کے لیے خرید اجاتا ہے خواہ اسباب اُس قیمت کی مالیت کا ہو یا زیادہ کا اس کو شرع بندر کہتے ہیں اور ہر جزیرہ میں بندر کے لیے ایک لکڑی کا مکان بنا ہوتا ہے جس کو بجنسہ مار کہتے ہیں اُس میں والی تمام اسباب جمع رکھتا ہے اور وہیں اُس کی خرید و فروخت ہوتی ہے +

فصل (۶)۔ ناریل کی رسّی

ان جزیروں کے باشندے مٹی کے برتن مرغیوں کے عوض خریدتے ہیں چنانچہ ایک دیگچی

Marfat.com

...بت پانچ یا چھ مرغیاں ہوتی ہیں۔ان جزیروں سے جہاز مچھلی کا گوشت اور ناریل اور چادریں
...ن اور عمامے روئی کے بنے ہوئے اور تانبے کے برتن اور کوڑیاں اور قنبر یعنی ناریل کی
...لے جاتے ہیں۔ناریل کے اوپر کے چھلکے کو سمندر کے کنارے غاروں میں بھگوتے ہیں
...کر ان کو سوٹوں سے کوٹتے ہیں پھر عورتیں اس کو کاتتی ہیں اور اوس کی رسیاں جہاز کے
...واسطے بناتی ہیں اور یمن اور ہند اور چین میں بیچنے کے واسطے لے جاتے ہیں۔یہ رسی بھنگ
...ی سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ہندوستان اور یمن میں جہازوں کی لکڑیاں ان
...وں سے جوڑتے ہیں اور لوہے کی میخیں استعمال نہیں کرتے کیونکہ لوہے کی میخیں پتھر کے
...نے سے ٹوٹ جاتی ہیں۔لیکن اگر ان رسیوں سے تختے جکڑے ہوئے ہوں تو خواہ کسیقدر
...دمہ پہنچے جہاز کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا +

۵ ناریل اور کوڑیوں کے لیے یہ جزیرے ہمیشہ سے مشہور چلے آئے ہیں۔ابوریحان بیرونی نے
...ن جزائر کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے ناریل کی رسی کے جزائر اور کوڑیوں کے جزائر۔یہی تقسیم
...ابوالحسن جرجانی مصنف مجمل التواریخ نے اپنی کتاب میں کی ہے یہ کتاب ۵۱۲ھ میں تصنیف کی گئی تھی

فصل (۷)۔کوڑیاں

...ان جزیروں میں کوڑیوں کا چلن ہے۔کوڑی ایک جانور ہوتا ہے سمندر میں سے ان کو
...کر کنارے پر ایک غار میں جمع کر دیتے ہیں وہ جانور سوکھ جاتا ہے اور اس کی ہڈی سفید
...ہو جاتی ہے۔سو کوڑیوں کو سیاہ کہتے ہیں اور سات سو کوڑیوں کو فال اور بارہ ہزار کو
...اور لاکھ کوڑیوں کو بستو۔چار بستو کو ایک طلائی دینار کے عوض بیچتے ہیں اور بعضے وقت
...سستی ہو جاتی ہیں تو دس بستو بھی ہو جاتی ہیں اہل بنگال ان کے عوض چاول دے جاتے
...ہ بنگالہ کے ملک میں بھی کوڑیوں کا چلن ہے اہل یمن بھی کوڑیاں خریدتے ہیں اور وہ بجائے
...ت کے اپنے جہازوں میں انہیں بچھا لیتے ہیں۔سودان میں بھی کوڑیوں کا چلن ہے اور مالی
...اور جوجو کے ملک میں ایک طلائی دینار کے عوض گیارہ سو پچاس کوڑیاں بکتی ہیں +

Marfat.com

؎ کوڑیوں کا رواج پہلے سمندر کے کنارے اکثر ملکوں میں تھا۔ چین کے صوبہ یونان اور جزائر ہند
و بنگالہ و دکن و جزائر مالدیپ اور افریقہ میں اس کا رواج کثرت کے ساتھ تھا۔ چودھویں صدی میں بنگالہ
میں سوا کوڑی کے کسی سکہ کا رواج نہیں تھا۔ ۱۸۰۰ء سے ۱۸۱۳ء تک سلہٹ میں سرکاری مالیہ
لاکھ کے قریب تھا کوڑیوں میں وصول ہوتا تھا۔ ایک روپیہ کی پانچ ہزار ایک سو بیس کوڑیاں آتی تھیں
جہازوں میں بھر بھر کر کلکتہ بھیجی جاتی تھیں۔ ۱۸۷۰ء میں ایک پیسہ (۳ پائی) کی اسی کوڑیاں آتی تھیں
کوڑیاں زیادہ تر سیام اور سولو (جاوا کے پاس) اور فلپائن اور مالدیپ کے جزیروں میں ہوتی ہیں لیکن
دس بیس برس کے اندر رفتہ رفتہ تمام دنیا سے کوڑیوں کا استعمال معدوم ہوتا جاتا ہے۔ یہ روپیہ کی
کی کثرت کی علامت ہے۔ سیر المتاخرین میں صوبہ بنگال کے حالات میں درج ہے "داد و ستد بجز مہرہ معین
کوڑی شود و آں را از دریائے شور حاصل کنند۔ چہار عدد آں را گنڈہ گویند و پنج گنڈہ بودی (ب و دی) و چہار
بوڈی را پن (پ ن) نامند و شانزدہ پن را کہاون (ک ہ اون) و کہاون یک روپیہ شود۔"
ہنٹر صاحب اپنی گزیٹر میں لکھتے ہیں کہ جزائر مالدیپ میں آجکل بھی بارہ ہزار کوڑیوں کو کوٹہ کہتے ہیں
اور گولہ بھی کہتے ہیں۔ ایک روپیہ کی بارہ ہزار کوڑیاں آتی ہیں۔ روپیہ آجکل ہندوستان کا لگ ہے
۱۸۶۰ء میں ایک روپیہ کی دو ہزار چار سو کوڑیاں آتی تھیں۔ گنی کے ساحل پر حبشی فقط کوڑیوں کو بطور روپیہ
پیسہ کے استعمال ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے زیورات بھی بنا کر عورت اور مرد پہنتے ہیں اور وہ کوڑیاں بھی
نہایت سفید اور چمکدار ہوتی ہیں حبشیوں کے کالے رنگ پر نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ یہ کوڑیاں
ان جزیروں کے کناروں پر ڈھیر کی ڈھیر پڑی ہوتی ہیں اور ہوا سے بہہ کر جمع ہو جاتی ہیں بلکہ بعض جزیروں
میں زمین کھودنے سے اندر سے بھی کوڑیاں نکلتی ہیں۔

فصل (۸)۔ عورتیں

ان جزیروں میں عورتیں اپنا سر نہیں ڈھکتیں اور ان کی ملکہ بھی سر نہیں ڈھکتی۔ بالوں میں کنگھی کرتی ہیں اور بالوں کا جوڑا سر پر ایک طرف کو باندھ لیتی ہیں۔ اکثر تو فقط ایک چادر رکھتی ہیں اور ناف سے نیچے پاؤں تک بدن ڈھک لیتی ہیں اور باقی کل بدن ننگا رکھتی ہیں اور بازاروں میں بھی اسی طرح پھرتی ہیں۔ جب میں وہاں کا قاضی مقرر ہوا تو میں نے بہت کوشش کی کہ یہ دستور چھڑا دوں اور ان کو لباس پہننے کا حکم دیا لیکن میں کامیاب نہ ہوا۔ آخر یہ حکم دیا کہ میرے سامنے کوئی عورت مقدمہ کی پیشی کے وقت ننگے بدن نہ آئے۔ اس سے زیادہ میں بھی کچھ نہ کر سکا۔ بعض عورتیں تو ساڑھی کے اوپر ایک چھوٹی اور عریض آستین کی کرتی پہن لیتی ہیں۔ میری کنیزوں کا لباس اہل دہلی کی مانند تھا وہ اپنا

Marfat.com

کا کہتی تھیں لیکن وہاں کی عورتیں اُن کو بُرا جانتی تھیں۔ اُن کا زیور کنگن ہے وہ دونوں
ہاتھوں کو پہونچے سے لے کر کہنی تک اُن سے بھرتی ہیں۔ یہ کنگن چاندی کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ
بادشاہ اور اُس کے رشتہ داروں کی عورتوں کے کوئی عورت سونے کے کنگن نہیں پہن سکتی
پاؤں میں جھانجن پہنتی ہیں جس کو پائل کہتے ہیں سونے کی حمائل گلے میں پہنتی ہیں اُسکو
بادرد کہتے ہیں۔ اس جزیرہ میں ایک عجیب رسم ہے کہ وہاں کی عورتیں پانچ دینار یا کم لے کر
گھروں میں فقط روٹی کپڑے پر خدمت کرتی ہیں اور اُس کو عیب نہیں جانتی ہیں۔ چنانچہ دولتمند
لوگوں کے گھروں میں ایسی دس دس اور بیس بیس عورتیں ہوتی ہیں اگر وہ کوئی برتن توڑ ڈالتی
ہیں تو اُس کی قیمت پیشگی روپیہ میں زیادہ ہو جاتی ہے اگر وہ ایک گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں
جانا چاہتی ہیں تو جو گھر اُسے لینا چاہتا ہے پہلے گھر والے کو وہ دینار جس کے عوض وہ گروی
رہی ہے ادا کر دیتا ہے اور آئندہ سے وہ اُن کا قرضہ سمجھا جاتا ہے اور اِس طرح کی عورتیں
قنبر یعنی ناریل کی رسّی کے کاتنے کا کام کرتی ہیں۔ نکاح اِس جزیرہ میں بہت آسانی سے
ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مہر تھوڑا ہوتا ہے اور عورتیں حُسن معاشرت کے لئے مشہور ہیں اور اکثر
لوگ مہر مقرر ہی نہیں کرتے ایسی صورت میں مہر مثل دلایا جاتا ہے۔ جب کوئی جہاز نیا آتا ہے
جہاز والے وہاں کی عورتوں کے ساتھ نکاح کر لیتے ہیں جب وہ واپس جاتے ہیں تو اُن
عورتوں کو طلاق دے جاتے ہیں یہ ایک قسم کا متعہ ہوتا ہے یہ عورتیں اپنے جزیرہ سے باہر
ہرگز نہیں جاتی ہیں۔ عورت فقط ایک ہی خدمت اپنے خاوند کی نہیں کرتی بلکہ وہی اُس کے
سامنے کھانا لاتی ہے وہی لے جاتی ہے وہی ہاتھ دُھلاتی ہے وہی وضو کے لئے پانی
لاتی ہے وہی سوتے وقت پاؤں دباتی ہے وہاں کی عورتیں خاوند کیساتھ ہرگز نہیں کھاتیں
اور خاوند کو معلوم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیا کھاتی ہے۔ میں نے وہاں کئی عورتوں سے نکاح
کیا بعض نے بعد قیل وقال کے میرے ساتھ کھانا منظور کر لیا اور بعض نے میرے ساتھ نہ کھایا
میں نے بہت ہی کوشش اور تدبیر کی کہ اُن کو کھاتے ہوئے دیکھوں لیکن میں ناکام رہا۔

Marfat.com

فصل (۹)۔ ان جزیروں کے باشندوں کا اسلام قبول کرنا

ان جزیروں کے بعض ثقہ آدمیوں نے جیسے کہ فقیہ عیسےٰ یمنی اور فقیہ معلم علی اور قاضی وغیرہ ہیں مجھ سے یہ روایت کی کہ اس جزیرہ کے باشندے پہلے بُت پرست تھے اور ہر مہینے سمندر کیطرف سے ایک جن آتا تھا جس کی شکل ایسی ہوتی تھی کہ گویا ایک جہاز ہے اور قندیلیں لگی ہوئی ہیں۔ اُن کا دستور تھا کہ جس وقت اُس کو دیکھتے تھے تو ایک ناکتخدا لڑکی کو بناؤ سنگار کرکے ایک بتخانہ میں جو سمندر کے کنارے پر تھا چھوڑ دیتے تھے صبحکو آتے تو اس کو مرا ہوا اور اس کی بکارت کو زائل پاتے تھے ہر مہینے میں آپس میں قرعہ ڈالتے تھے جس کے نام پر قرعہ آتا تھا اوسکو اپنی بیٹی بھیجنی پڑتی تھی۔ ایک دفعہ اُن کے جزیرہ میں ایک مغربی ابوالبرکات بربری نام بطور مسافر کے وارد ہوا یہ شخص حافظ قرآن تھا وہ جزیرہ مہل میں ایک بڑھیا کے گھر میں ٹھیرا۔ ایک روز گھر کے اندر جب داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ بڑھیا اور اُس کے رشتہ دار رو رہے ہیں جیسا کہ کوئی ماتم ہو گیا ہو۔ اُس نے حال دریافت کیا تو اُس کی سمجھ میں نہ آیا ایک ترجمان بُلایا گیا اُس نے کل حال سُنایا اور کہا کہ اس بڑھیا کے نام قرعہ پڑا ہے اور اس کے فقط اکلوتی بیٹی ہے اس کو اب وہ جن مار ڈالیگا۔ ابوالبرکات نے کہا کہ تیری بیٹی کی جگہ میں جاؤں گا۔ یہ شخص کوسہ تھا ڈاڑھی موچھ نہ رکھتا تھا اُس کو اُٹھا کر بُت خانہ میں چھوڑ آئے اُس نے وضو کرکے کلام اونچا پڑھنا شروع کیا۔ جن ظاہر ہوا لیکن اُس نے کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہوئے سُنا تو واپس سمندر میں چلا گیا۔ صبح ہوئی تو مغربی کو تلاوت کر رہا تھا جب بڑھیا اور اُس کے رشتہ دار حسب معمول اُس کی لاش لینے کو آئے تو مغربی کو زندہ پایا اُس کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے جس کا نام شنورازہ تھا اور اوس سے کل حال سُنایا اُس کو نہایت تعجب معلوم ہوا۔ مغربی نے اُس کو مسلمان ہونے کی رغبت دی بادشاہ نے کہا تو اگلے مہینے تک صبر کر اگر اگلے مہینے بھی تو سالم رہا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا

Marfat.com

ں ٹھیر گیا اور ابھی مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ بادشاہ کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی اور وہ
اپنے امیروں اور کنبہ کے مسلمان ہوگیا جب مہینہ ہو چکا تو مغربی کو ساتھ لیکر پھر بتخانہ میں لے گئے
ن نہ آیا اور وہ صبح تک کھڑا ہوا کلام اللہ کی تلاوت کرتا رہا صبح کو بادشاہ اور عوام آئے تو اسکو
وت کرتے پایا اس وقت انہوں نے بتخانہ توڑ دیے اور کل جزیروں کے باشندے
ان ہوگئے اور انہوں نے باقی جزیروں کے باشندوں کو بھی مسلمان کر دیا مغربی کی
تعظیم اور تکریم کرتے رہے مغربی کے سبب یہ لوگ بھی کل امام مالک کے مذہب کے
وہ ہوگئے۔ یہ لوگ اب تک مغرب کے لوگوں کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور ایک مسجد بھی
بر کی تھی اب تک اس کے نام سے مشہور ہے اور اس مسجد کی محراب پر کتبہ لکھا ہوا ہے
اس روایت کی تائید ایک کتبہ سے
سلطان احمد شنورازہ ابوالبرکات مغربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اس بادشاہ نے ان جزیروں
محصل کا تہائی مسافروں کے لئے مقرر کر دیا کیونکہ اس کے مسلمان ہونے کا سبب ایک
افر ہوا تھا اب تک وہی عملدرآمد چلا آتا ہے۔ اس جن کے سبب سے اکثر جزیرے غیر آباد
گئے تھے جب میں ان جزیروں میں وارد ہوا تو میں نے ایک رات کو دیکھا کہ لوگ کلمہ
ایک عجیب تماشا
تکبیر پکار پکار کر پڑھتے ہیں اور بچے اپنے سروں پر کلام اللہ لئے ہوئے ہیں اور عورتیں طشت
تانبے کے برتن بجا رہی ہیں مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا کرتے ہیں اور میں نے سبب دریافت کیا
انہوں نے کہا کہ سمندر کیطرف دیکھ میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بڑا جہاز جس میں چراغ
اور مشعلیں جل رہی ہیں آتا ہے انہوں نے کہا کہ یہ جن ہے مہینہ میں ایک دفعہ آتا ہے
ہم اس طرح کرتے ہیں تو واپس چلا جاتا ہے اور کچھ نقصان نہیں کرتا +

فصل (۱۰)۔ ان جزیروں کی ملکہ

یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ ان جزیروں کی بادشاہ ایک عورت ہے خدیجہ اس کا
نام ہے اور سلطان جلال الدین عمر بن سلطان صلاح الدین صالح بنگالی کی بیٹی ہے اس کا
دادا بادشاہ تھا پھر اس کا باپ بادشاہ ہوا جب اس کا باپ مر گیا تو اس کا بھائی شہاب الدین

Marfat.com

بادشاہ ہوا وہ کم سن تھا۔ وزیر عبداللہ بن محمد حضرمی نے اُس کی ماں کے ساتھ نکاح کر
اور کل امور سلطنت پر غاصب ہوگیا اُس نے وزیر جمال الدین کے مرنے کے بعد اس ملکہ
کے ساتھ بھی نکاح کرلیا۔ یہ ہم عنقریب بیان کرینگے۔ جب شہاب الدین بالغ ہوا تو وزیر عبداللہ
کو نکال دیا اور جزیرہ سویدیں جلاوطن کردیا اور خود مستقل بادشاہ ہوکر اپنے غلام کلکی کو وزیر
بنایا تین برس کے بعد اس کو بھی جلاوطن کردیا۔ یہ شہاب الدین رات کو اپنے امیروں۔ اور
مصاحبوں کے گھروں میں چلا جاتا تھا اس لیئے اُس کو معزول کردیا اور جزیرہ ہلدمتی میں بھیج
وہاں ایک آدمی کو بھیجکر اس کو قتل کروا ڈالا۔ شاہی خاندان سے تین بہنیں رہ گئیں خدیجہ
اور مریم اور فاطمہ۔ لوگوں نے خدیجہ کو اپنی ملکہ بنالیا وہ اُن کے خطیب جمال الدین کے نکاح
میں تھی اُس نے اپنے بیٹے محمد کو اپنی جگہ خطیب مقرر کیا اور آپ بادشاہ بن گیا اور کل امور سلطنت
پر قابض ہوگیا لیکن کل حکم ملکہ خدیجہ کے نام سے جاری ہوتے تھے۔ اس جزیرہ میں کل حکم
نامے کھجور کی شاخوں پر ایک لوہے کے چاقو سے جو ٹیڑھا ہوتا ہے لکھتے ہیں اور کاغذ پر
فقط کلام اللہ اور کتابیں لکھتے ہیں۔ اور یہ محکم خطیب جمعہ کے دن یا اور کسی روز سناتا ہے
اور اس طرح شروع کرتا ہے "اے خدا اپنی لونڈی کی مدد کر جس کو تونے اُس کے علم کے
سبب تمام عالم کے لوگوں میں سے برگزیدہ کیا ہے اور اُس کو تمام مسلمانوں کے لیے
ذریعہ رحمت بنایا ہے وہ کون ہے سلطانہ خدیجہ سلطان جلال الدین کی بیٹی جو سلطان
صلاح الدین کا بیٹا تھا"۔ اس ملک کا دستور ہے کہ جب کوئی مسافر وارد ہوتا ہے اور شاہی
محل میں جاتا ہے تو دو کپڑے اپنے ساتھ لے جاتا ہے ایک تو ملکہ کو سلام کرنیکے وقت اسکے
پائوں پر ڈالتا ہے اور دوسرا جمال الدین وزیر کے سلام کرنے کے وقت اُس کے پاؤں پر
ڈالدیتا ہے۔ اس ملکہ کا لشکر ایک ہزار کے قریب ہے وہ کل پردیسی ہیں اور کوئی کوئی اُس
ملک کے بھی ہیں وہ ہر روز شاہی محل میں آتے ہیں اور سلام کرکے چلے جاتے ہیں اُن کو تنخواہ
میں چاول ملتے ہیں جو اُن کو سرکاری خزانہ (بندر) سے ہر مہینے ملتی ہے۔ جب مہینہ

ملکہ کا خاوند

لشکر

Marfat.com

جاتا ہے تو اہل لشکر شاہی محل میں آتے ہیں اور سلام کرتے ہیں وزیر سے کہتے ہیں ہمارا
ملکہ کو پہنچا دے اور کہہ دے کہ ہم اپنی تنخواہ طلب کرنے آئے ہیں۔ اُسوقت وزیر حکم
ہے کہ مقررہ مشاہرہ دے دو۔ قاضی اور کل وزیر بھی ہر روز آتے ہیں غلام اُن کا سلام
پہنچاتے ہیں اور وہ خوش چلے جاتے ہیں۔ وزیر اعظم کو جو ملکہ کا نائب بھی ہے کلکی کہتے (وزیر)
ہیں۔ قاضی کو فندیار قالو کہتے ہیں قاضی کا عہدہ سب سے بڑا ہے اس کا حکم بادشاہ سے (قاضی)
زیادہ چلتا ہے وہ شاہی محل میں ایک مسند پر بیٹھتا ہے تین جزیروں کا محصول قاضی
میے سلطان احمد شنورازہ کے وقت سے معاف چلا آتا ہے خطیب کو ہندیجری کہتے
اور دیوان کو فامل داری اور صاحب اشغال کو مافاکلوا اور حاکم کو فیتایک اور امیر البحر (عہدہ دار)
مانایک کہتے ہیں۔ یہ سب عہدہ دار وزیر کہلاتے ہیں۔ اس ملک میں قید خانہ نہیں ہوتا اگر (قید خانے)
ت قیدی ہوں تو لکڑی کے گھروں میں جو سوداگروں کے اسباب رکھنے کیلئے بنے ہوئے
تے ہیں بند کر دیتے ہیں اور ایک قیدی ہو تو اُس کو کاٹ میں دے دیتے ہیں جیسا کہ
مارے ملک میں فرنگی قیدیوں کو بند کیا جاتا ہے +

(ان جزائر کا بادشاہ زمانہ حال میں)
لے حال میں ان جزائر کا بادشاہ موروثی ہے جس کو سلطان کہتے ہیں۔ اس بادشاہ کے چھ وزیر ہوتے ہیں جن میں سے (۱) فندیاری یعنی قاضی (۲) دُری بند یعنی سپہ سالار (۳) ہندی جری خزانچی (۴) امیر البحر سب سے بڑے ہوتے ہیں۔ یہ سلطان اور وزیر محل کے جزیرہ میں رہتے ہیں۔ ہر ایک اٹل کا حاکم جُدا جُدا ہے وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ سلطان کو دیتا ہے۔ غیر ملکوں کے باشندوں کے ساتھ فقط محل کے جزیرہ میں تجارت ہو سکتی ہے اور اس کی آمدنی سلطان کا حق ہے۔ (ہنٹر)۔ بڑا تعجب یہ ہے کہ یہ جزیرے اس قدر عرصہ تک یورپ کی تجارت پیشہ قوموں یعنی پرتگیزوں اور ڈچ اور انگریزوں کے ہاتھ سے اب تک کس طرح بچے رہے۔ اس کے دو سبب بیان کیے جاتے ہیں۔ اول تو باشندے نہایت ڈرپوک اور غریب ہیں کسی قوم کو ناراض ہونے کا موقع نہیں دیتے۔ لیکن اصل سبب یہ ہے کہ اِن جزائر کی آب و ہوا غیر ملک کے لوگوں کے لیے نہایت مضر ہے اور ان پر قبضہ کرنے میں کسی بڑے فائدے کی اُمید نہیں۔ فران سس پہری اور ایک فرانسیسی جہاز ران جس کا جہاز (فروری سنہ ۱۶۰۲ء) ان جزائر کے قریب ٹوٹ گیا تھا۔ اور جو چند سال تک ان جزیروں میں رہا۔ بیان کرتا ہے کہ اُس وقت یہ ہی دستور تھا کہ جو جہاز ٹوٹ جاتا تھا اُس کا تمام اسباب سلطان کی ملکیت ہو جاتا تھا۔ اس زمانہ میں بھی یہ خیال باقی ہے چنانچہ جب سنہ [illegible] میں ایک جہاز نغی نام ٹوٹ گیا تو کسی باشندہ نے بغیر سلطان کی خاص اجازت

Marfat.com

کے اُس کے مال کو غرق ہونے سے بچانے میں مدد دی۔ پھری آ، داس کے علاوہ سلطان کی آمدنی کا ذریعہ یہ بھی لکھتا ہے کہ جس قدر عنبران جزیروں کے ساحل پر آکر پڑتا تھا وہ سلطان کی ملکیت تصور ہوتا تھا اور اگر کوئی شخص اُس میں سے کچھ لے لیتا تھا تو اُس کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا علاوہ ازیں دریائی ناریل بھی جو ساحل پر بہہ کر آجاتے تھے سلطان لے لیتا تھا۔

فصل (۱۱) میں ان جزیروں میں کس طرح پہنچا

میں اوّل ہی اول کنلوس کے جزیرہ میں پہنچا۔ یہ جزیرہ بہت خوبصورت ہے مسجدیں بکثرت ہیں۔ میں وہاں ایک نیک مرد کے گھر میں ٹھیرا فقیہ علی نے جو بڑا فاضل تھا میری ضیافت کی طالبعلم اس کی اولاد ہیں اس جزیرہ میں مجھے ایک شخص ظفار کا رہنے والا ملا جس کا نام محمد اُس نے میری ضیافت کی اور مجھ سے کہا کہ اگر تو جزیرہ محل میں جائیگا تو وزیر تجھے وہیں رکھ لیگا کیونکہ اُن کے پاس آجکل کوئی قاضی نہیں ہے۔ میرا مطلب تھا کہ میں اس جزیرہ کو دیکھ کر معبر اور سراندیپ اور بنگالہ ہوتا ہوا چین کو جاؤں۔ میں یہاں ناخدا عمر ہنوری کے جہاز میں آیا تھا۔ یہ شخص حاجی اور فاضل تھا کنلوس کے جزیرہ میں وہ دس دن تک ٹھیرا پھر اُس نے ایک کشتی (کندرہ) کرایہ کی اور ملکہ اور وزیر کے لیئے تحفے لے کر چلا میں نے بھی اُس کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا اُس نے کہا کہ ہماری کشتی میں تمہارے ساتھیوں کے لیے گنجائش نہیں اگر تنہا جانا چاہتے ہو تو چلو میں نے تنہا جانے سے انکار کیا وہ روانہ ہوگیا باد مخالف کی تکلیف اُٹھا کر وہ چوتھے روز واپس آگیا مجھ سے عذر کرنے لگا اور مجھے اور میرے ہمراہیوں کو ساتھ لے چلا ہم صبح سے دوپہر تک چلتے تھے اور دوپہر کو کسی جزیرہ میں ٹھیر کر رات بھر وہیں رہتے تھے اور پھر دوسرے دن صبح کو سفر کرتے تھے اس طرح چلتے چلتے چوتھے دن ہم تیم کے جزیرہ میں پہنچے وہاں کا والی جلال نام تھا اُس نے مجھے سلام کیا اور میری ضیافت کی اور جب وہ آیا تو چار آدمی اُس کے ساتھ تھے دو کے کندھوں پر ایک لاٹھی تھی اُس میں چار مرغیاں لٹکائی ہوئی تھیں اور دوسرے دو آدمیوں کے کندھوں پر بھی ایک لاٹھی تھی

Marfat.com

اس میں دس ناریل لٹکائے ہوئے تھے۔ میں نے تعجب کیا کہ یہ کیا حقیر چیز ہے لیکن مجھے
وم ہوا کہ یہ اُن کے ملک میں نہایت تعظیم و تکریم کی علامت تھی۔ چھٹے دن ہم عثمان کے جزیرہ
پہنچے یہ شخص بڑا فاضل اور نیک بخت ہے اُس نے ہماری ضیافت کی آٹھویں دن ہم وزیر کے
یرہ میں پہنچے جس کو تلمدی کہتے ہیں اور دسویں دن محل کے جزیرہ میں پہنچ گئے جہاں ملکہ
اس کا وزیر رہتے ہیں۔ ہم نے وہاں لنگر ڈالا۔ وہاں کا دستور ہے کہ کوئی شخص جہاز سے
جازت کے نہیں اُتر سکتا جب اجازت آ گئی تو میں نے کسی مسجد کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو خادموں
ہا کہ تمہیں پہلے وزیر کے پاس جانا پڑے گا۔ میں نے ناخدا کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ اگر مجھ سے
ری بابت دریافت کریں تو لاعلمی بیان کرنا کیونکہ میں ڈرتا تھا کہ کہیں مجھے اس جزیرہ میں ٹھیرا
۔ مجھے خبر بھی نہیں تھی کہ میرے پہنچنے سے پہلے کسی فضول آدمی نے اُن کو لکھ دیا تھا کہ یہ
ص فلانا ہے اور دہلی میں قاضی رہ چکا ہے۔ جب ہم شاہی محل میں پہنچے تو ہم تیسرے
وازہ میں جو ستہ دری ہے وہاں ٹھیرے۔ قاضی عیسیٰ یمنی میرے پاس آیا اس نے مجھے
لام کیا اور میں نے وزیر کو سلام کیا۔ ناخدا ابراہیم آیا اور دس گھوڑے اپنے ساتھ لایا اول
ں نے ملکہ کی تعظیم کی اور ایک کپڑا پھینک دیا۔ پھر وزیر کی تعظیم کی اور اُس کے پاؤں پر
دسرا کپڑا پھینک دیا اور اسی طرح جب دس کے دس کپڑے پھینک چکا تو اُس سے میری بابت
یافت کیا گیا اُس نے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ پھر اُنھوں نے میرے پاس پان اور گلاب بھیجا
ان کے ملک میں بڑی تعظیم سمجھی جاتی ہے اور میں شاہی محل میں ٹھیرا۔ اُس کے بعد ہمارے
لے کھانا آیا۔ ایک بڑی قاب کے درمیان خشکہ تھا اور اردگرد کئی پیالے تھے جن میں طلیع کا
شت اور مرغ کا گوشت اور مکھن اور مچھلی تھی۔ دوسرے دن میں ناخدا اور قاضی عیسیٰ یمنی کے
ہمراہ ایک خانقاہ کی زیارت کے لیے جزیرہ کے ایک گوشہ میں گئے۔ خانقاہ شیخ نجیب کی بنائی
ہوئی ہے۔ رات کو ہم واپس آ گئے۔ دوسرے دن صبح ہی صبح وزیر نے میرے پاس ایک خلعت
بھیجی جس میں چاول اور گھی اور طلیع گوشت اور ناریل کا شہد تھا۔ ناریل کے

Marfat.com

شہد کو یہ لوگ قربانی کہتے ہیں یعنی شکر کا پانی اور ایک لاکھ کوڑیاں بھی خرچ کے واسطے بھیجیں
کے بعد سیلان کے جزیرہ سے ایک جہاز آیا اس میں عرب اور عجم کے فقیر بھی تھے وہ لوگ
جانتے تھے انہوں نے وزیر کے نوکروں سے کل حال بیان کر دیا اُس کے بعد وہ اور بھی
تعظیم کرنے لگا۔ رمضان کے چاند کی رات مجھے وزیر نے بلا بھیجا میں گیا تو امیر اور وزیر
تھے کھانا آیا اور دستر خوان پر بہت سے آدمی موجود تھے وزیر نے مجھے اپنی پہلو میں بٹھایا
اُس کے پاس قاضی عیسےٰ اور وزیر فالملداری اور وزیر عمر دھری یعنی سپہ سالار موجود
خشکہ اور مرغ بریاں اور مکھن اور مچھلی اور طلیع گوشت اور کیلوں کی بھجیاں دستر خوان پر رکھی
کھانا کھانے کے بعد یہ لوگ ناریل کا شہد جس میں خوشبوئیں ملی ہوئی ہیں پیتے ہیں وہ کھانا
ہضم کرتا ہے۔ رمضان کی نویں تاریخ کو وزیر کا داماد مر گیا پہلے اس لڑکی کا خاوند سلطان شہاب
تھا اُس کے بعد اِس شخص سے نکاح ہوا تھا لیکن یہ لڑکی اب تک بالغہ نہیں ہوئی تھی اُس
باپ نے اُس کو اپنے گھر بھیج دیا اور وہ گھر مجھے رہنے کے لیئے دے دیا۔ یہ گھر بہت خوبصورت
تھا۔ میں نے وزیر سے اجازت مانگی کہ جو فقیر لوگ حضرت آدم کے قدم کی زیارت کر کے سیلان
واپس آئے ہیں میں اُن کی ضیافت کرنا چاہتا ہوں وزیر نے اجازت دی اور پانچ بکریاں
دیں (اُس ملک میں بہت گراں ہوتی ہیں کیونکہ معبر اور مالابار اور مقدشو سے لاتے ہیں) اور
اور گھی اور گرم مصالح میرے لیئے بھیجا۔ یہ سب چیزیں میں نے سلیمان امیر البحر کے گھر بھیجدیں
اُس نے بہت عمدہ کھانا پکوایا اور اپنی طرف سے بھی اُس میں زیادہ کر دیا۔ وزیر نے فرش
تانبے کے ظروف بھی بھیجدیئے ہم نے حسب دستور شاہی محل میں وزیر کے ساتھ روزہ
میں نے وزیر سے عرض کیا کہ وہ فقیروں کو ضیافت میں شامل ہونے کی اجازت دے دے
اجازت دے دی اور کہا کہ میں بھی آؤں گا میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گھر
واپس آ گیا تھوڑی دیر کے بعد وزیر مع دیگر وزیروں کے آ گیا اور لکڑی کے بلند چبوترے
بیٹھ گیا۔ جو امیر و وزیر آتا جاتا تھا وزیر اعظم کو سلام کرتا جاتا تھا اور کپڑا حسب دستور اُس

[...]وں پر پھینکتا جاتا تھا چنانچہ سو کپڑے جمع ہو گئے اور وہ فقیروں کو دے دیئے گئے پھر کھانا آیا سب نے
[کھ]ایا پھر قاریوں نے خوش الحانی سے کلام اللہ پڑھا پھر اس کے بعد سماع اور رقص ہوا اور آگ
[جل]ائی گئی فقیر اس میں گھستے تھے اور رقص میں سے انگاروں کو روندتے تھے اور بعضے اُن کو اس طرح
[م]نہ میں رکھ لیتے تھے جیسے کہ حلوے کو یہاں تک کہ وہ انگارے بجھ جاتے تھے۔ جب رات ختم
[ہ]و چکی تو وزیر اپنے گھر کو واپس گیا میں بھی اس کے ساتھ گیا ہم بیت المال کے ایک باغ میں سے
[گ]ذرے وزیر نے کہا یہ باغ میں نے تجھ کو دیا اس میں تیرے رہنے کے لیئے میں ایک
[گ]ھر بنوا دوں گا میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی دوسرے دن میرے لیے ایک کنیزک بھیجدی اور
کہلا بھیجا کہ اگر یہ کنیزک تجھے پسند ہو تو رکھ لے ورنہ ایک اور مرہٹی کنیزک بھیجدی جائے گی۔
مرہٹی کنیزکیں مجھے بہت پسند تھیں میں نے کہا کہ مرہٹی کنیزک بھیجدو۔ وزیر نے بھیجدی اس کا نام
گلِ بستاں تھا وہ فارسی بول سکتی تھی میں ان جزیرہ والوں کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ دوسرے
دن ایک معبری کنیزک میرے پاس بھیجدی جس کا نام عنبری تھا۔ تیسری رات نماز عشا کے بعد وزیر اپنے
چند مصاحبوں کے ہمراہ میرے مکان پر آیا دو چھوٹے چھوٹے غلام اس کے ساتھ تھے
میں نے سلام کیا اس نے میرا حال احوال دریافت کیا میں نے دعا کی اس کے بعد ایک غلام ایک بقچہ
(البقشہ) سامنے رکھ دیا اور اس میں سے ریشمی کپڑے نکالے اور ایک ڈبہ نکالا جس میں موتی اور زیورات
تھے وہ سب مجھے دے دیئے اور کہا کہ اگر یہ چیزیں میں کنیزکوں کے ساتھ بھیجتا تو وہ جانتیں کہ ہمارا
مال ہے ہمارے آقا نے بھی یہ مال عطا کیا ہے اب یہ تیرا مال ہے تو اپنی طرف سے ان کو دے دے
میں نے اس کے حق میں دعائے نیک کی اور شکریہ ادا کیا کیونکہ وہ شکریہ کا مستحق تھا۔

ملہ خلیع۔ لحم مخلوع۔ گوشت باشد کہ با توابل (مصالح) پختہ کنند در خنورے (خم) نہند و بقدر حاجت برآوردہ خورند (از سامی ۱)

فصل (۱۲)۔ وزیر کے ساتھ بگاڑ

وزیر سلیمان امیر البحر نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں اس کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر لوں میں نے وزیر
جمال الدین سے اجازت طلب کی تو اس نے ناراضی ظاہر کی اور کہلا بھیجا کہ میں خود اپنی بیٹی

فقیروں کا آگ کھا جانا

جو سلطان شہاب الدین کی بیوہ ہے تجھے دینا چاہتا ہوں عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کر
میں نے انکار کیا کیونکہ میں اُسکو منحوس سمجھتا تھا دو خاوند اُس کے پہلے مر چکے تھے اور اسی
میں مجھے بھی بخار آنے لگا۔ اس جزیرہ میں جو نیا مسافر وارد ہوتا ہے اُس کو بخار ہوتا ہے بخار
اس لئے میں نے سفر کا ارادہ پختہ کر لیا بعض زیورات میں نے کوڑیوں کے عوض فروخت
ڈالے اور بنگالہ جانے کے لیے ایک جہاز بھی کرایہ کر لیا۔ جب میں وزیر سے رخصت
گیا میرے پاس قاضی آیا اور وزیر کا پیام دیا کہ اگر تو سفر کرنا چاہتا ہے تو جو کچھ ہم
تجھے دیا ہے واپس کر دے میں نے کہا کہ بعض زیورات بیچکر تو میں نے کوڑیاں خرید لی ہیں
لے جاؤ۔ قاضی میرے پاس واپس آیا اور کہا کہ وزیر کہتا ہے ہم نے تجھے سونا دیا تھا ہم کوڑیاں
لیتے۔ میں نے کہا کہ میں کوڑیاں بیچکر سونا دیتا ہوں۔ میں سوداگروں کے پاس گیا کہ
خرید لو۔ اُن سے وزیر نے کہلا بھیجا تھا کہ اس شخص سے کوڑیاں مول نہ لینا۔ وزیر کا ارادہ یہ تھا کہ
نہ جاؤں پھر اس نے اپنا ایک مصاحب میرے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تو ہمارے پاس ٹھیر
جو چاہے وہ تیرے واسطے حاضر کر دیں میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اس وقت اُنکی حکومت
میں ہوں اگر خوشی سے رہنا منظور کر لوں تو اُس سے بہتر ہوگا کہ ٹھیرنے پر مجبور کیا جاؤں
اُس مصاحب سے کہا کہ اچھا میں ٹھیر جاتا ہوں اُس نے جا کر وزیر سے کہا۔ وزیر سُنکر بہت خوش
ہوا اور مجھے بلا بھیجا۔ جب میں اُس کے پاس گیا تو میری تعظیم کے لیے کھڑا ہوا۔ اور گلے لگا
ملا اور کہا کہ ہم تجھے قریب کرنا چاہتے ہیں اور تو دور ہونا چاہتا ہے میں نے کچھ عذر کیا
اوس نے منظور کر لیا۔ میں نے کہا کہ اگر تم مجھے ٹھیرانا چاہتے ہو تو چند شرائط پیش کرتا ہوں وزیر
کہا کہ ہم کل شرائط منظور کریں گے بیان کر۔ میں نے کہا کہ میں پیدل نہیں چل سکتا۔ او
اُس ملک کا یہ دستور ہے کہ سوا وزیر کے کسی شخص کو گھوڑے پر سوار ہونے کی اجازت نہیں
وزیر نے ایک گھوڑا دیا جب میں اُس پر سوار ہوتا تھا تو عوام الناس اور لڑکے مجھے ایک تماشہ
تھے سب پیچھے پیچھے ہو جاتے تھے میں نے وزیر سے شکایت کی وزیر نے (ڈونقرہ) ڈھنڈورا پٹوا

Marfat.com

ڈھنڈورا

شخص میرے پیچھے نہ جائے۔ ڈنقرہ ایک بڑا طشت تانبے یا پیتل کا ہوتا ہے اُس پر لوہے
سلاخ مارتے ہیں تو اُسکی آواز بہت دور تک جاتی ہے جس کسی شخص کا اعلان کرنا منظور ہوتا ہے
نقرہ (ڈھنڈورا) پٹوا دیتے ہیں۔ وزیر نے کہا کہ اگر ڈولہ پر سوار ہونا چاہتے ہو تو ڈولہ موجود ہے
گھوڑا یا گھوڑی جو پسند ہو لے لو۔ میں نے ایک گھوڑی پسند کی اُسیوقت حاضر کی گئی۔ اور
خلعت بھی لائے۔ اس کے بعد میں نے وزیر سے کہا کہ میں کوڑیوں کو کیا کروں اُس نے
یا اپنے ہمراہیوں میں سے ایک کو بنگالہ بھیجدو وہ وہاں بیچ لائیگا میں نے کہا درست ہے
ی وقت میں نے اپنے رفیق ابو محمد بن فرحان کو بنگالہ بھیجدیا اور اُس کے ساتھ ایک شخص
حی علی کو کردیا ایسا اتفاق ہوا کہ سمندر میں باد مخالف آگئی اور طوفان بڑھ گیا انھوں نے
د کچھ ان کے پاس تھا یہاں تک کہ توشہ اور پانی اور مستول اور مشک بھی پھینک دی۔ اور
ولا روز تک بغیر بادبان یا لنگر کے سمندر میں رہے اس کے بعد جزیرہ سیلان میں پہنچے
ور بھوک اور پیاس کی سخت تکلیف برداشت کی۔ برس دن کے بعد ابو محمد حضرت آدم کے قدم
ا زیارت کر کے واپس آیا اور پھر اس نے میرے ساتھ دوسری دفعہ زیارت کی +

فصل (۱۳) عید

جب رمضان کا مہینہ ختم ہو چکا تو وزیر نے میرے پاس ایک خلعت بھیجا اور ہم عیدگاہ کو گئے
وزیر کے گھر سے عیدگاہ تک تمام رستہ آراستہ کیا گیا اور کپڑے بچھائے گئے اور دائیں بائیں
کوڑیوں کے ڈھیر لگائے گئے اور رستہ پر جہاں کہیں کسی امیر کا گھر تھا اُس کے دروازہ پر ناریل اور
چھالیہ اور کیلہ کے درخت لگوائے اور ایک درخت سے دوسرے درخت تک رسیاں باندھی گئیں اور
اُن میں سبز ناریل لٹکائے گئے گھر والا اپنے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ جب وزیر وہاں سے گذرا
تو اس نے وزیر کے پاؤں پر روئی یا ریشم کا کپڑا ڈالا جو کچھ کوڑیاں اور کپڑے رستہ پر تھے۔ وہ
سب وزیر کے غلاموں نے لے لیتے۔ وزیر پیادہ گیا اور مرعز کا بنا ہوا مصری جبہ پہنے ہوئے تھا
سر پر بڑا عمامہ تھا اور ریشم کی چادر حمائل کے طور پر گلے میں ڈالی ہوئی تھی اور چار چھتر اُسکے

Marfat.com

سر پر تھے اُس کے پاؤں میں جوتا تھا اور سب آدمی ننگے پاؤں تھے نوبت نقارے اور نفیر اُس کے سامنے بجتی جاتی تھی اور لشکر بھی آگے آگے جاتا تھا سب کے سب تکبیر پڑھتے جاتے عیدگاہ میں وزیر کے بیٹے نے نماز کے بعد خطبہ پڑھا اُس کے بعد وزیر محفہ (تام جہام) میں بیٹھ گیا اور تمام امیروں اور وزیروں نے تعظیم ادا کی اور حسب دستور اُس کے قدموں پر کپڑے ڈالے۔ یہ وزیر اس سے پہلے کبھی محفہ پر سوار نہ ہوا تھا۔ کیونکہ سوا بادشاہوں کے اور کوئی محفہ سوار نہ ہو سکتا تھا محفہ کو اُٹھا کر لے گئے اور میں گھوڑی پر سوار ہوا اور محل میں داخل ہوا اور ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گیا اور امیر اور وزیر اُس کے پاس بیٹھ گئے پھر غلام ڈھال اور تلوار اور عصا لے کر کھڑے ہو گئے پھر کھانا آیا کھانے کے بعد پان اور چھالیہ لائے اُس کے بعد ایک طشت میں مقاصری صندل لائے۔ جب کوئی جماعت کھانا کھا چکتی ہے تو اُس کے صندل ملا جاتا ہے اُس روز اُن کے دستر خوان پر سرزین (سارڈین) مچھلی بھی تھی جس کو نمک دیا گیا تھا لیکن کچی تھی یہ مچھلی کسی نے کولم سے بطور ہدیہ کے بھیجی تھی کیونکہ مالابار کے ملک میں یہ مچھلی بہت ہوتی ہے وزیر نے ایک سرزین مچھلی مجھے بھی دی اور کہا کہ اس کو کھاؤ۔ میں نے کہا کہ یہ کچی ہے میں کس طرح کھاؤں وزیر نے کہا نہیں پکی ہوئی ہے میں نے کہا کہ میں خوب پہچانتا ہوں یہ مچھلی ہمارے ملک میں بہت ہوتی ہے +

فصل (۱۴)۔ نکاح اور قاضی مقرر ہونا

شوال کی دوسری تاریخ کو وزیر سلیمان امیر البحر سے اُس کی لڑکی کی بابت گفتگو ہوئی اُس نے کہا کہ آج نکاح ہو جائے۔ میں نے وزیر سے کہلا بھیجا کہ اُس کے محل میں اُس کے روبرو نکاح پڑھا جائے وزیر نے منظور کر لیا۔ پان اور صندل حسب دستور لایا گیا اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ لیکن وزیر سلیمان کو دیر ہو گئی کہلا کر بھیجا تو کہا آتا ہوں پھر بھی نہ آیا۔ دوسری دفعہ آدمی بھیجا تو اُس نے کہلا بھیجا کہ اُس کی لڑکی بیمار ہے۔ وزیر نے میرے کان میں کہا کہ لڑکی نہیں مانتی اور وہ اپنے نفس کی مالک ہے لیکن لوگ جمع ہو گئے ہیں اگر تمہاری مرضی ہو تو ملکہ کے باپ کی بیوہ سے

پہلا نکاح

تمہارا نکاح کردیں جس کی بیٹی کے ساتھ میرے بیٹے کا نکاح ہوا ہے میں نے کہا اچھا وزیر نے اُسی وقت قاضی کو اور گواہوں کو بلوایا اور نکاح ہوگیا۔ وزیر نے میری طرف سے مہر ادا کیا۔ اور چند روز کے بعد وہ میرے گھر آئی نہایت نیک بخت عورت تھی اول ہی روز اُس نے میرے بدن پر خوشبو ملی اور میرے کپڑوں کو خوشبو کی دھونی دی اور وہ ہمیشہ ہنستی رہتی تھی کبھی رنج اُس کے چہرہ پر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اِس نکاح کے بعد وزیر نے مجھے قاضی بننے پر مجبور کیا اُس کا سبب یہ ہوا

ابن بطوطہ قاضی مقرر ہوا

کہ قاضی ترکوں کے تقسیم کرنے کے وقت اُس میں سے دسواں حصہ آپ لیتا تھا۔ میں نے کہا کہ تمہارا حق وہ ہے کہ جس پر وارث راضی ہو جائیں اور وہ اچھی طرح اپنا کام بھی نہ کرتا تھا جب میں قاضی ہوا تو میں نے رسومات شرع کے قایم کرنے میں کوشش کی۔ اِس جزیرہ میں ہمارے ملک کی طرح بہت مقدمات اور تنازعے نہیں ہوتے۔ اِس ملک میں دستور تھا کہ طلاق کے بعد بھی عورت مطلقہ اپنے پہلے خاوند کے گھر اُس وقت تک رہتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ میں نے ایسے پچیس آدمی اپنے روبرو طلب کیے اُن کو دُرّے لگائے۔ اور تشہیر کیا اور عورتوں کو اُن کے گھر سے نکلوا دیا۔ نماز کی پابندی میں بھی میں نے سختی کی اور حکم دیا کہ جمعہ کی اذان کے بعد جو کوئی شخص بازار یا کوچہ میں ملے اُس کو پکڑ لو۔ اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں اور تمام جزیروں میں اسی طرح کے حکم جاری کیے عورتوں کو کپڑے پہننے کا حکم دیا لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ وزیر عبداللہ بن محمد حضرمی کا حال میں بیان کر آیا ہوں کہ اُس نے سلطان شہاب الدین کی ماں سے نکاح کر لیا تھا اور سلطان شہاب الدین کی صغر سنی میں خود تمام ملک کا حاکم بن بیٹھا تھا اور شہاب الدین نے بالغ ہوتے ہی اُس کو جلا وطن کر دیا تھا۔ اب وزیر جمال الدین نے اُسے واپس بلایا۔ اِس شخص کی بیوی کی بیٹی سے جو سلطان شہاب الدین کی بہن تھی میں نے نکاح کر لیا تھا جس کا میں ابھی بیان کر آیا ہوں۔ جب یہ وزیر جزیرہ مہل میں آگیا تو میں نے اُس کے پاس تحفے بھیجے اور اُس کا استقبال کیا اور محل تک اُس کے ساتھ ساتھ گیا۔ وزیر نے مجھے سلام کیا اور اُس کو ایک مکان میں اُتارا میں اُس مکان میں اُس کے

Marfat.com

پاس جایا کرتا تھا اتفاق سے رمضان کے مہینے میں میں اعتکاف میں بیٹھا سب لوگ میرے پاس
ملنے کو آئے لیکن وزیر عبداللہ نہ آیا اور جب وزیر جمال الدین آیا تو اس کے ساتھ آیا اس سے
میں ناراض ہوگیا جب میں اعتکاف سے باہر آیا تو میری عورت کے ماموں نے جو وزیر جمال الدین
سنجری کی بیٹی تھی اور جس کا وصی یہ وزیر عبداللہ تھا میرے پاس آکر شکایت کی کہ ہمارا کچھ مال اس کے
پاس باقی ہے اور اب ہم بالغ ہوگئے ہیں ہمیں وہ مال دلایا جاوے۔ میں نے یہ قاعدہ مقرر کیا
تھا کہ کسی ولی کو طلب کرنے وقت ایک رقعہ اس کو بھیج دیتا تھا کہ جس وقت یہ رقعہ اس کو ملے فوراً
حاضر ہو جاوے اور اگر حاضر نہ ہوتا تھا تو میں اس کو سزا دیتا تھا۔ اس کے پاس بھی میں نے
رقعہ بھیج دیا وہ بہت خفا ہوا اور میرا دشمن ہوگیا لیکن وہ بات دل میں رکھی اور اپنی طرف سے
وکیل بھیج دیا۔ مجھے خبر پہنچی کہ وہ میرے حق میں ناشایستہ کلام کرتا ہے۔ لوگ اسکی بھی ویسی ہی تعظیم کیا
کرتے تھے جیسی وزیر کی تعظیم کا قاعدہ اس جزیرہ میں یہ تھا کہ تعظیم کرنے والا شہادت کی
انگلی زمین پر ٹیکتا تھا اور پھر اس کو چوم کر سر پر رکھتا تھا۔ میں نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص
سوا وزیر کے ایسی تعظیم کسی اور شخص کی نہ کرے اور جو کوئی وزیر عبداللہ کی تعظیم اس طرح کرے گا اس کو
سزا ملیگی اور اس کو بھی حکم بھیجا کہ وہ ایسی تعظیم اپنے سامنے نہ کرنے دے اس سے اور بھی عداوت
دوسرا نکاح — بڑھ گئی۔ میں نے اس کے بعد دوسرا نکاح کیا وہ بھی ایک بڑے وزیر کی بیٹی تھی اس وزیر کا
دادا سلطان داؤد شنورازہ[5] کا نواسہ تھا اور اس کے بعد سلطان شہاب الدین کی بیوہ سے
تیسرا نکاح — بھی میں نے نکاح کر لیا اور اس باغ میں جو وزیر نے مجھے دے دیا تھا میں نے تین مکان بنائے
اور چوتھی بیوی جو وزیر عبداللہ کی عورت کی بیٹی تھی اپنے گھر میں علٰحدہ رہتی تھی اور وہ مجھے
چوتھا نکاح — سب سے زیادہ پیاری تھی جب میں نے یہ رشتے کر لیے تو وزیر اور کل اہل جزیرہ مجھ سے خوف
کرنے لگے اور انہوں نے وزیر سے میری چغلیاں کھانی شروع کیں۔ زیادہ تر اہتمام اس کام
میں وزیر عبداللہ نے کیا اور آخر کار ہمارے درمیان بغض پیدا کرا دیا۔ اتفاق سے
ایک روز سلطان جمال الدین کے ایک غلام کی شکایت اس کی عورت نے وزیر سے کی کہ

Marfat.com

یہ غلام بادشاہ کی ایک لونڈی کے پاس جاتا ہے اور اُس کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ وزیر نے
گواہ بھیجے وہ اُس لونڈی کے مکان میں جا گھسے اور دیکھا کہ غلام اور لونڈی ایک بستر پر سوئے
پڑے ہیں انہوں نے اُن دونوں کو گرفتار کر لیا۔ جب صبح ہوئی اور مجھے معلوم ہوا تو میں شاہی
محل میں گیا اور اپنے بیٹھنے کی جگہ جا کر بیٹھ گیا اور لونڈی اور غلام کے معاملہ کا کچھ ذکر نہ کیا۔
میرے پاس ایک خاص آیا اور پوچھا کہ وزیر صاحب دریافت کرتے ہیں کہ آپ کو کچھ کام ہے
میں نے کہا نہیں اُن کا مطلب تھا کہ میں لونڈی اور غلام کے مقدمہ کا ذکر کروں کیونکہ میرا
دستور تھا کہ کسی مقدمہ کا فیصلہ نہ ہونے دیتا تھا جب تک میں اپنا حکم اس میں نہ دیتا تھا چونکہ میں
ناراض تھا اس لئے فقط یہ ہی کہہ کر اپنے گھر کو واپس چلا گیا اور اپنی کچہری میں جا بیٹھا پھر میرے
پاس وزیر نے ایک وزیر کو بھیجا کہ کل رات کو ایسا ایسا وقوعہ ہوا اس میں جو شرعی حکم ہو وہ نافذ کر
میں نے کہا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ شاہی محل میں ہونا چاہیئے۔ میں وہاں گیا لوگ بھی جمع ہو گئے میں نے
حکم دیا کہ ان دونوں کو ایک طرف لے جا کر اُن کے دُرّے لگاؤ عورت کو میں نے چھوڑ دیا
اور غلام کو قید کر لیا اور اپنے گھر چلا آیا وزیر نے میرے پاس چند بڑے بڑے امیر بھیجے اور سفارش
کی کہ غلام کو بھی چھوڑ دیا جائے میں نے کہا کہ کیا وزیر ایک زنگی غلام کی سفارش کرتا ہے جس نے
اپنے آقا کی عزت کا خیال نہ کیا اور کل کا ذکر ہے کہ تم نے سلطان شہاب الدین کو فقط اس لئے تخت
سے اتار دیا اور اُس کو قتل کر ڈالا کہ وہ اپنے غلام کے گھر چلا گیا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ غلام کے
بید لگائے جائیں بید دُرّے سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور اُس کی گردن میں رسی ڈال کر تمام
جزیرہ میں تشہیر کیا امیروں نے جا کر وزیر سے کہا وہ غصہ سے جل کر کبھی اُٹھتا تھا کبھی بیٹھتا تھا
اس وقت وزیر نے تمام وزیروں اور فوج کے سرداروں کو جمع کیا اور مجھے بھی بلوایا۔ میں گیا اور
دستور کے برخلاف اُسکی تعظیم ادا نہ کی فقط سلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے حاضرین سے
کہا تم گواہ رہو میں نے آج سے قضا سے استعفا دیا اور اپنے تئیں معزول کر دیا کیونکہ
میرا حکم نہیں چل سکتا۔ وزیر نے کچھ کہا تو میں اونچی جگہ پر اُس کے مقابل جا بیٹھا اور سخت الفاظ

Marfat.com

میں اُس کا جواب دیا استنے میں مغرب کی اذان ہوگئی۔ وزیر محل میں چلا گیا اور کہتا جاتا تھا
کہتے ہیں کہ میں اُن کا بادشاہ ہوں میں نے اِس شخص کو طلب کیا کہ میں اُس پر غصہ ظاہر کروں وہ
میرے پر غصہ ہوگیا۔ یہ لوگ میری عزت اِس لیئے ہی کرتے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ میں بادشاہ
ہند کا مقرب ہوں اور اگرچہ اُن کا جزیرہ اُس سے دور ہے لیکن وہ پھر بھی ڈرتے تھے جب
اپنے گھر چلا گیا تو میرے پاس معزول قاضی کو بھیجا یہ شخص بڑا زبان اور تھا اُس نے آکر
کہا کہ وزیر نے کہا ہے کہ تو نے میری توہین بھرے دربار میں کی اور تعظیم ادا نہ کی میں نے
جب تک میرا دل صاف تھا میں تعظیم کرتا تھا اور جب صفائی نہ رہی تو میں نے تعظیم نہ کی
مسلمانوں کا معمولی سلام کیا۔ قاضی میرے پاس دوسری دفعہ آیا اور کہا کہ تیرا مطلب جز
سے چلے جانے کا ہے اگر تو اپنا قرضہ اور عورتوں کا مہر ادا کرے تو چلا جا میں نے کہا بہت اچھا
میں اپنے گھر گیا اور کل قرضہ ادا کردیا۔ اِن ہی دنوں میں وزیر نے میرے لئے مکان کا فرش اور
کا سامان ظروف وغیرہ بھیجے تھے اور جو کچھ میں مانگتا تھا بھیجدیتا تھا اور میرے ساتھ محبت رکھتا
تھا لیکن اب اُس کا دل صاف نہ رہا اور مجھ سے ڈرنے لگا۔ جب اُس کو معلوم ہوا کہ میں نے
کل قرضہ بھی ادا کردیا تو سفر کی اجازت دینے میں دیر کی۔ میں نے سخت قسمیں کھائیں کہ میں ہرگز
نہ ٹھیروں گا اور اپنا کل اسباب لے کر ایک مسجد تھی وہاں چلا گیا ایک عورت کو طلاق دی
اور دوسری حاملہ تھی اُس کے لئے نو مہینے کی میعاد مقرر کی اگر میں اِس میعاد میں آؤں تو اُس
اختیار ہے۔ سلطان شہاب الدین کی بیوہ کو اپنے ساتھ لیا کہ جزیرہ ملوک میں اُس کا باپ رہتا
ہے۔ وہاں چھوڑ جاؤنگا اور میری پہلی بیوی جسکی بیٹی ملکہ کی بہن تھی اُس کو بھی میں نے ساتھ
وزیر سپہ سالار اور وزیر امیر البحر کے ساتھ میں نے یہ عہد و پیمان لیا کہ میں معبر کے ملک میں جاؤں
وہاں کا بادشاہ میرا ساڈھو ہے اُس کا لشکر میں اِن جزیروں میں لاؤں گا اور اِن جزائر کو پھر
اُس کے زیر حکومت کردونگا اور اُس کا نائب ہو کر میں رہونگا۔ ہم نے یہ علامت مقرر کی
جسوقت ہم جہازوں میں سفید جھنڈا کھڑا کریں تم جزیرے کے اندر بغاوت کردینا اور یہ بات اُس وقت

...ولیث گذری تھی جب تک ہمارا معلم کھلا بگاڑنہ ہوگیا۔ وزیر مجھ سے ڈرتا تھا اور کہا کرتا تھا
یہ شخص میری زندگی میں یا میرے بعد ضرور وزیر ہو جائیگا اور اکثر میرا حال دریافت کیا کرتا تھا
کہا کرتا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ بادشاہ ہند نے اس کے پاس مال بھیجا ہے تاکہ وہ بغاوت کرے
میرے چلے جانے سے بھی ڈرتا تھا کہ کہیں ایسا نہو کہ میں ملک معبر سے لشکر لے کر جزیرہ کو
... کرنے کے لیے واپس آؤں۔ میرے پاس پیغام بھیجا کہ جب تک تمہارے لیئے جہاز کا انتظام
... جائے تم ٹھیرے رہو اور ملکہ نے بھی شکایت کی کہ اس کی والدہ جزیرہ سے باہر جانی نہ چاہئے
... میں نے ٹھیرنے سے انکار کیا اور ملکہ کی والدہ نے میرے ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا
... کچھ نہیں کرسکتے تھے لیکن انہوں نے کہلا بھیجا کہ اس کے زیورات بیت المال کا حق ہے
واپس کردے اگر کوئی گواہ ہوں کہ سلطان جلال الدین نے وہ زیورات تجھے بخش دیئے تھے۔ تو
... مضائقہ نہیں اپنے ساتھ لیجاسکتی ہے اُس نے وہ تمام زیورات واپس دے دیئے اگرچہ وہ بہت
... قیمت کے تھے۔ پھر میرے پاس وزیر اور امیر آئے میں اس وقت مسجد میں چلا گیا۔ انہوں نے مجھ سے
... خواست کی کہ میں واپس چلوں میں نے کہا کہ میں حلف کرچکا ہوں اس لیئے لاچار ہوں
... دں نے کہا کہ حلف تو اُترسکتی ہے تم ایک دفعہ یہاں سے چلے جاؤ اور پھر کسی جزیرہ سے واپس
... آؤ میں نے کہا اچھا منظور ہے۔ سفر کی رات کو میں وزیر کے پاس رخصت ہونے گیا وہ مجھ سے
... گلے لگ کر ملا اور رونے لگا اُس کے آنسو میرے قدموں پر پڑتے تھے اور اُس روز تمام رات
... جزیرہ کی محافظت کرتا رہا کہ کہیں میرے خسرو داماد میرے ساتھ مل کر بغاوت نہ کریں۔ میں
... سے چل کر وزیر علی کے جزیرہ میں پہنچا وہاں پہنچ کر میری عورت کے سخت درد اُٹھا اور
... پہلے واپس جانے کی خواہش کی میں نے اُس کو طلاق دے کر وہیں چھوڑ دیا اور وزیر کو
... مضمون کا خط بھیجا کہ دوسری عورت کو بھی میں نے طلاق دے دی اور پہلے جو میعاد تو
... مقرر کی تھی وہ منسوخ کردی۔ اپنے ساتھ فقط ایک لونڈی لی جس کے ساتھ محبت تھی۔

... سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان شنورازہ کو جس کے وقت میں اس جزیرہ کے باشندے مسلمان ہوئے پانچ سو برس گذر چکے تھے۔

فصل (۱۵)۔ مالدیپ سے رخصت ہونا

اُس کے بعد تسلیم ان تمام جزیروں میں پھرے۔ ان جزیروں میں سے ایک میں میں نے ایک چھاتی والی عورت دیکھی اُس کی دو بیٹیاں تہیں ایک تو ایک چھاتی وا ہتی اور دوسری کے دو چھاتیاں تہیں ایک چھوٹی ایک بڑی۔ بڑی چھاتی میں دودھ تہا چھوٹی میں دودھ نہیں تہا مجھے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ ایک جزیرہ بہت چھوٹا تہا اُس میں ایک گہر تہا وہ جولاہہ کا کام کرتا تہا اُس کی عورت بچے تہے۔ ناریل کے درخت لگائے تہے اور ایک چھوٹی سی کشتی اُس کے پاس تہی اُس میں بیٹھ کر مچھلی کا شکار کیا کرتا تہا جانا ہوتا تہا تو اُس میں سفر کیا کرتا تہا اس جزیرہ میں کیلہ کے درخت بھی تہے اور خشکی کا سوا دو کتوں کے اور کوئی نہ تہا یہ دونو کتے ہمارے جہاز کو دیکھ کر اُس کے پاس لگے اُس کے گرداگرد پہرنے لگے۔ میں نے اس جولاہے کی با امن زندگی پر رشک کیا اور دل میں کہا کہ اگر یہ جزیرہ مجھے مل جائے تو میں اس میں گوشہ نشین ہو جاؤں اور وہیں مر جا پہر ہم جزیرہ ملوک میں پہنچے وہاں ناخدا ابراہیم کا جہاز تہا جس میں میں نے معبر جانے کا کیا تہا۔ ناخدا کے ساتھ اُس کے ہمراہی بھی تہے انہوں نے میری دعوت کی۔ وزیر نے لکھ جب میں اس جزیرہ میں پہنچوں تو مجھے ایک سو بیس بستو کوڑیوں کے اور تیس پیالہ اور تنبول اور چھالیہ اور مچھلی ہر روز دی جایا کرے۔ میں اِس جزیرہ میں ستر دن تک ٹہہ اور وہاں دو عورتوں سے شادی کی۔ جزیرہ اِس قدر سرسبز ہے کہ درخت سے شاخ اور زمین یا دیوار میں گاڑ دو تو اُس کے پتے نکل آتے ہیں اور درخت بن جاتا ہے۔ انار بارہ مہینے پہل دیتا ہے۔ اِس جزیرہ کے آدمیوں کو خوف تہا کہ کہیں ناخدا ابراہیم اُن کو لوٹ نہ لے اور اس لئے اُنہوں نے کہا کہ جہاز والوں کے کل ہتیار ان کے پاس رکھ جب چلنے لگیں لے جائیں اس سبب سے جھگڑا ہو گیا اور ہم پہر جزیرہ محل کی طرف

ایک چھاتی والی عورت

دو اور نکل گئے

Marfat.com

جزیرہ میں داخل نہ ہوئے۔ میں نے ہتیاروں کے بارے میں وزیر کو ایک خط لکھا وزیر نے
جواب دیا کہ ہتیار ضرور دیئے جائینگے ہم واپس جزیرہ ملوک کو آگئے اور ۱۵۔ ربیع الثانی ۷۴۵ھ کو
وہاں سے چلے شعبان کے مہینے میں اُسی سال وزیر جمال الدین مرگیا خدا اُس پر رحمت کرے ملکہ خدیجہ
کی اُس کے پیچھے بچہ ہوا اور وزیر عبداللہ نے اُس کے ساتھہ نکاح کر لیا +

باب (۱۱) سیلان

فصل (۱) شہر بطالہ

جب ہم چلے تو ہمارے ساتھہ کوئی واقعہ نہ ہوا ان جزیروں سے معبر کا فاصلہ فقط تین دن کا
ہے لیکن ہم نو دن سفر کرتے رہے اور نویں دن سیلان کے جزیرہ میں جا نکلے۔ سراندیپ کا پہاڑ
اس کی چوٹی آسمان میں گھسی ہوئی تھی دکھائی دیا وہ دور سے ایسا نظر آتا تھا کہ گویا دھوئیں کا ستون
ہے۔ جب ہم پہنچے تو جہاز والوں نے کہا کہ یہ بندرگاہ اُس راجہ کا نہیں ہے جہاں تاجر لوگ بلا
خوف و خطر جا سکتے ہیں بلکہ یہ شہر ڈاکوؤں کے سردار کا ہے اس کے جہاز سمندر میں غارت کرتے
پھرتے ہیں ہم نے وہاں لنگر ڈالنے سے خوف کیا۔ لیکن ہوا تیز ہو گئی تھی اور ہمیں غرق ہونیکا
خوف تھا۔ میں نے ناخدا سے کہا مجھے ساحل پر اُتار دے۔ میں اس راجہ سے تیرے لیئے امان
لے آتا ہوں۔ اُس نے مجھے کنارے پر اُتار دیا۔ میرے پاس کافر آئے اور کہا تم کون ہو میں نے
کہا کہ میں بادشاہ معبر کا ہم زلف ہوں اور راجہ سے ملنے آیا ہوں اور اس جہاز میں راجہ کے
لیئے تحفے بھرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جاکر راجہ کو خبر کی اُس نے مجھے بلا بھیجا اور میں بطالہ کے
شہر میں اُس کے ملنے کے لیے گیا یہ اُس راجہ کا پایہ تخت ہے اور چھوٹا سا شہر ہے اُس کے گرداگرد
لکڑی کی فصیل ہے اور لکڑی ہی کے برج ہیں اور سمندر کے تمام کنارے پر قرفہ (دارچینی) کی
لکڑی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ یہ لکڑی سمندر میں بہہ کر آجاتی ہے معبر اور مالابار کے لوگ
لکڑیاں مفت لے جاتے ہیں لیکن راجہ کو کپڑا وغیرہ بطور نذرانہ کے دیا کرتے ہیں معبر اور اس ملک

کے درمیان فقط ایک دن اور ایک رات کا رستہ ہے۔ اس ملک میں بقم کی لکڑی بھی ہوتی ہے اور عود ہندی بھی جس کو کلخی کہتے ہیں بکثرت ہوتا ہے لیکن وہ قاقلا اور قماری سے کم درجہ ہوتا ہے +

؎ سیلان۔ اس جزیرہ کو ہندو لنکا کہتے ہیں اور اُن کی کتابوں میں اور رامائن میں اُس کے حجم اور فاصلہ اور دولت اور آبادی وغیرہ کی بابت ناقابل تعین باتیں درج ہیں۔ عرب اس کو سراندیپ بھی کہتے تھے۔ اور سیران سے ہی سیلان کا لفظ بنایا گیا ہے۔ خوبصورتی کے باعث سے اس جزیرہ کو سمندر کا ہیرا بھی کہتے ہیں۔ خط استوا کے شمال میں ۵۔درجہ ۵۵ ثانیہ سے شروع ہو کر ۹۔درجہ ۵۱ ثانیہ تک واقع ہے ہندوستان کے اور اس جزیرہ کے درمیان فقط چالیس میل کا فاصلہ ہے۔ لمبائی ۲۷۰ میل اور چوڑائی ۱۵۶ میل ہے رقبہ ۲۵۳۶۵ مربع میل اور آبادی ۳۰ لاکھ کے قریب ہے۔ جزیرہ کا وسطی حصہ پہاڑی علاقہ ہے۔ سب سے اونچی پہاڑ کی چوٹی ۸ ہزار دو سو فٹ ہے۔ بیشمار دریا ان پہاڑوں سے نکل کر چاروں طرف بہتے ہیں۔ اور سمندر میں جا گرتے ہیں۔ سب سے بڑا دریا مہاولی گنگا ہے۔ جواہرات یعنی یاقوت۔ یشم۔ فیروزہ۔ اور نیلم بھی بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ نباتاتی پیداوار میں سے ناریل۔ دارچینی اور قہوہ بہت مشہور ہیں۔ جنوبی اضلاع میں سنگھالی اور شمالی اضلاع میں تامیل یعنی مدراسی بکثرت ہیں۔ مسلمان جو اکثر عربوں کی اولاد ہیں تمام جزیرہ میں پائے جاتے ہیں اور تجارت کا کام کرتے ہیں +

سیلان کی سب سے قدیم تاریخ مہاونس ہے۔ اس میں ۵۴۳ ق م سے ۳۰۱ء تک کے حالات درج ہیں اول اُس کو راجہ دھوت سین کے چچا مہانام نے ۴۵۹ء لغایت ۴۷۷ء کے درمیان تالیف کیا تھا پھر راجہ پراکرم باہو کے وقت میں ۱۲۶۶ء میں اُس زمانہ تک کے حالات درج کئے گئے اور آخر میں راجہ کرتی سری راجہ کانڈی نے ۱۷۵۸ء میں اپنے زمانہ تک کے تاریخی حالات اور شامل کرائے۔ اس طرح ۲۳ صدی کے تاریخی حالات اس کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ یہ فخر شاید کسی اور ملک کو حاصل ہو۔ وجایا سے لے کر جو ۵۴۳ ق م میں سب سے پہلا راجہ تھا سری وکرم راج سنگھ تک جس کو انگریزوں نے ۱۸۱۵ء میں ریاست سے علیحدہ کر دیا۔ اور جو ۱۸۳۲ء میں مر گیا ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ راجہ اس ملک میں گذرے ہیں کہتے ہیں کہ وجایا بنگالہ یا بہار کے کسی راجہ کا بیٹا تھا اُس کو اُس کے باپ نے کسی شرارت کے سبب دیس نکالا دے دیا تھا۔ وہ کچھ تھوڑے سے آدمی اپنے ساتھ لے کر تبلام کے شہر میں آنکلا اور یکشو (دیو) اور ناگے (سانپ) جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے آسانی سے مغلوب کر لیے اُس کے آنے کے ڈیڑھ سو سال پیچھے بودھ مذہب سیلان میں رائج ہوا۔ مہندو جو چندر گپت کی اولاد سے تھا ۳۰۷ء میں وعظ کرتا ہوا سیلان میں آ پہنچا اور ایک دن اُس کے وعظ کی تاثیر سے راجہ اور چالیس ہزار آدمی اور اُس کے ساتھ بودھ ہو گئے۔ ۲۸۸ء میں مگدہ دیس (بہار) سے ایک بڑ کا درخت لا کر انارج پور میں لگایا گیا۔ یہ درخت اب تک موجود ہے اور اس حساب سے اُس کی عمر دو ہزار

ایک سو سینتالیس سال کی ہوئی ۱۰۲۳ء تک دہایا کا خاندان حکومت کرتا رہا۔ اُس کا آخری راجہ مہاسن تہا۔ اسی سال میں ایک نیا خاندان جس کو سولونس یعنی سورج بنسی کہتے ہیں شروع ہوا۔ دکہن کے باشندے جن کو تاریخوں میں مالابار لکہا ہے سیلان کے کناروں پر آنے شروع ہوگئے اور انہوں نے رفتہ رفتہ زور حاصل کرکے سیلان کے راجاؤں کو جنوب کی طرف دہکیلنا شروع کیا اور اُن کی لوٹ مار اور سیلان کے راجاؤں کی ناقابلیت سے اِس ملک کی حالت اچہی نہیں رہی اور بودہ مذہب تقریباً جزیرہ سے نیست نابود ہو چلا تہا۔ ۱۱۵۳ء میں پراکرم باہو کے وقت میں اِن کی سلطنت نے پہر سنبہالا لیا۔ لیکن اُس کے جانشین ویسے لایق نہ نکلے۔ اور سیکے بعد دیگرے جنوب کی طرف اور پہاڑوں میں ہٹتے گئے اور آخرکار ۱۲۳۵ء میں کرونگلا سے بہی آگے گم پولا میں چلے گئے۔ اِس زمانے میں نصف جزیرہ بالکل تمول یعنی دکہنیوں کے قبضہ میں آگیا۔

ایسی حالت میں ۱۵۰۵ء میں یورپ کی اقوام کی آمد و رفت شروع ہوئی اُس وقت راجہ دہرم پراکرم کا عہد سلطنت تہا۔ پرتگیزوں کا اول جہاز ۱۵۰۵ء میں اِس جزیرہ میں پہنچا۔ ۱۵۲۰ء میں انہوں نے کولمبو کا قلعہ تیار کیا اور ساحل کے تمام ملک پر قابض ہوگئے۔ سیلان کے راجاؤں سے کبہی صلح اور کبہی لڑائی رہتی تہی۔ اِس اثنا میں پرتگیزوں کا دور جاتا رہا اور اُن کے مذہبی تعصب اور ظلم نے اُن کو تمام مشرق میں ایک مہیب دریائی ڈاکو سے زیادہ کبہی وقعت نہ دی۔ ۱۶۵۶ء میں راجہ کانڈی نے پرتگیزوں سے کولمبو بہی چہین لیا۔ اِس عرصہ میں قوم ڈچ نے جو پرتگیزوں کے حریف اور دشمن تہی زور پکڑا اور ۱۶۵۸ء میں انہوں نے منار اور جافنا پاٹم پر قبضہ کر لیا۔ یہ لوگ اپنے تجارتی فایدے کو ہر ایک چیز پر مقدم سمجہتے تہے اور جہاں تک ہو سکتا تہا لڑائی جہگڑے سے پرہیز کرتے تہے لیکن خود غرض پرلے درجے کے تہے اور مسلمان تاجروں پر جو عربوں کی اولاد سے تہے اور اُن کے حریف تجارت میں سے تہے طرح طرح کی زیادتی کرتے تہے۔ اُن پر اور لوگوں کی بہ نسبت دُگنا محصول لگایا تہا لیکن یہ لوگ اِس قسم کے تاجر ہیں کہ اُن کے برخلاف نہ پرتگیزوں کے وحشیانہ ظلم اور نہ ڈچ لوگوں کی حریفانہ زیادتیاں کامیاب ہو سکیں اور سیلان کی تجارت کا بہت بڑا حصہ ہر ایک زمانہ میں جیسا کہ اب ہے اُن کے ہی ہاتہ میں رہا۔

۱۷۳۹ء میں سنگہالی راجاؤں کا پرانا خاندان معدوم ہوگیا اور سری وجایا ایک مالاباری راجہ ہوگیا ۱۷۶۶ء میں ڈچ کی فوج کانڈی پر چڑہ آئی اور صلح کے وقت بہت سا علاقہ حاصل کر لیا۔ ۱۷۹۵ء میں کانڈی کے راجہ نے انگریزوں کی مدد سے اُنکو نکالنا چاہا جیسا کہ ڈیڑہ سو برس پہلے اُس نے ڈچ کی مدد سے پرتگیزوں کو نکالا تہا۔ ۱۷۹۶ء میں ڈچ تمام قلعے خالی کرکے ملک سے باہر ہوگئے۔

ابو زید حسن سیرافی نے ۳۰۳ھ میں دو عربی سیاحوں کے سفر کے حالات اپنی کتاب اخبار الہند والسند میں درج کیے ہیں یہ سیاح ۲۳۷ھ میں ہندوستان اور چین میں سفر کر گئے انہوں نے کوہ آدم کا نام الرہون لکہا ہے اور لکہا ہے کہ اِس پہاڑ میں حضرت آدم کا قدم ستر ہاتہ لمبا بنا ہوا ہے اور نیلم و پکہراج اور یاقوت کی کانیں ہیں۔

موتیوں کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس جزیرہ میں دو بادشاہ ہیں سنگھالی کتابوں میں بھی سرندیپ کے جنوبی حصہ کا نام

۵۱ بطالہ۔ اب اس شہر کو پٹلام کہتے ہیں لیکن سرائے ٹی ننٹ نے جو ایک پرانا نقشہ دیا ہے اُس میں بطالہ ہی نام لکھا ہے۔ اس شہر میں مسلمانوں کے قبرستان ہیں۔ ایک درخت ہے جس کے تنہ کا محیط ۴۰ فٹ ہے اور بلندی فقط ۰۰ فٹ ہے۔ اس علاقہ میں ناریل کا درخت بھی بہت کثرت سے ہوتا ہے۔ اس تمام جزیرہ میں اور خصوصاً مغربی ساحل پر اس درخت کی بہت کثرت ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اُن کی تعداد دو کروڑ ہے۔

یہ درخت انسان کے لیے کھجور سے بھی زیادہ مفید ہے۔ خودرو پیدا نہیں ہوتا اور اس لیے جنگلوں میں نہیں بلکہ ہمیشہ آبادی کے قریب ہوتا ہے۔ اس ملک میں ایک کہاوت مشہور ہے کہ اس درخت کو انسان ہر جگہ استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ لکڑی عمارت اور جلانے۔ جہاز اور اسباب خانگی کے کام آتی ہے۔ پتوں سے چھپر بوریہ۔ ٹوکرے بناتے ہیں۔ پھول کا اچار مربہ اور شراب بناتے ہیں اُس کے دودھ سے شراب تاڑی شکر۔ اور سرکہ تیار کرتے ہیں۔ گری کا تیل اور شہد بناتے ہیں۔ چھلکے کے پیالہ۔ حقہ۔ چراغ اور اس کو جلا کر منجن بناتے ہیں۔ چھلکے کے اوپر جو بھوسے ہوتے ہیں اُن کی رسی بناتے ہیں اور بستر دری میں بھرتے ہیں جیسے کہ عرب کھجور کو محبت کے سبب عمتی یعنی پھوپی کہتے ہیں اسی طرح لنکا کے سنگھالی ناریل کی بابت کہتے ہیں کہ اُس کو انسان کیساتھ اس قدر محبت ہوتی ہے کہ اگر انسان کی آواز اُس کے کان میں نہ پڑے تو وہ سوکھ جاتا ہے۔ سنہ ۱۷۹۷ء میں گورنمنٹ سیلان نے ان درختوں پر ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا تو بغاوت ہوگئی۔

۵۲ قرفہ۔ بکسر قاف عربی میں درخت کی چھال کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں خاص درخت کی چھال کو کہتے ہیں جس کو دارچینی بھی کہتے ہیں۔ صاحب مخزن کی تحقیقات کے مطابق تج اور دارچینی اور قرفہ ایک ہی چیز ہے باریک شاخوں کی چھال قرفہ ہے۔ اور اس سے موٹی شاخوں کی دارچینی اور تنہ کی تج۔ یہ درخت فقط سیلان اور مالابار میں پیدا ہوتا ہے۔ سیلان کی دارچینی بہت عمدہ ہوتی ہے اور مالابار کی ادنے درجہ کی ابن بطوطہ اول مصنف ہے جس نے یہ ذکر کیا ہے کہ سیلان میں دارچینی بکثرت ہوتی ہے ورنہ اس سے پہلے کسی مصنف نے سیلان کے ذکر میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ دار کے معنے درخت کے ہیں اور چینی چین کی طرف منسوب ہے لیکن چین میں دارچینی بالکل نہیں ہوتی تھی۔ پہلے زمانہ میں عرب عمانی کے ملک سے دارچینی لے جاتے تھے۔ اور تعجب یہ ہے کہ بودھ مذہب اور سنگھالیوں کی کتابوں میں اسکا کچھ ذکر نہیں اس لیے قیاس کیا گیا ہے کہ دارچینی عرب سمالی یعنی حبش کے جنوب سے لائے اور جیسا کہ قہوہ کو وہاں سے لاکر انہوں نے یمن میں رواج دیا اسی طرح دارچینی کو سیلان میں رواج دے دیا اور وہاں کی زمین اور آب ہوا اس کے موافق آگئی اور کثرت سے ہونے لگی۔ پٹلام میں دارچینی نہیں ہوتی چیلاؤ کے جنوب میں ہوتی ہے۔ سرکار انگریزی نے اپنی عملداری میں پہلے تو دارچینی کی خرید و فروخت اپنے ہاتھ میں رکھی اُس کے بعد خرید و فروخت کی تو اجازت دی۔ لیکن محصول لگا دیا۔ اس سبب سے اُس کی کاشت جاوا اور چین اور سماٹرا میں بھی ہونے لگی۔

مقم

۵۳ بقم اس لفظ پر پہلے ایک حاشیہ درج کیا گیا ہے۔ صاحب مخزن لکھتا ہے کہ بقم کا درخت بہت بڑا

ہوتا ہے اور سال بارہ دن تک بار سیلان میں ہوتا ہے۔ اس کا پتہ بادام کے پتہ سے مشابہ ہوتا ہے پھل ندرداور پھل گول اور سرخ ہوتا ہے۔ اس کے پھل کو بھگو کر رنگ نکالتے ہیں۔ صاحب مخزن نے یہ جو لکھا ہے کہ عین الدیک یعنی گھنچی بقم کا پھل ہے غلط ہے کیونکہ گھنچی لٹی کی بیل کا پھلی ہے۔

فصل (۲)۔ راجہ سیلان

اس راجہ کا نام ایری شکروتی ہے۔ یہ راجہ سمندر میں صاحب قوت ہے۔ ایک دفعہ میں معبر میں تھا تو اُس کے سو جہاز چھوٹے بڑے وہاں موجود تھے اُس وقت بادشاہ معبر کے بھی آٹھ جہاز بندر میں موجود تھے جو یمن کی طرف جانے کو تیار تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تیار رہو اور لوگ بھی اپنی اپنی کشتیوں کی حمایت کے لیے جمع ہو گئے جب راجہ کے جہازوں نے دیکھا کہ موقع نہیں ہے تو کہنے لگے ہم بھی یمن کو جاتے ہیں اور اس لئے آئے تھے کہ سلطان کے جہازوں کی حمایت میں چلے جائیں۔ جب میں اس راجہ کے پاس گیا تو وہ میری تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنے برابر مجھے بٹھا لیا اور مجھ سے نرمی اور مہربانی کی باتیں کیں اور یہ بھی کہا کہ تمھارے ہمراہی بلا خوف و خطر جہاز سے اُتریں اور جب تک ٹھیرینگے میرے مہمان ہوں گے کیونکہ بادشاہ معبر کی اور میری دوستی ہے میں اس کے پاس تین دن تک ٹھیرا۔ ہر روز پہلے روز سے زیادہ تعظیم اور تکریم ہوئی وہ فارسی زبان سمجھتا تھا۔ جب میں نے اس کو تمام ملکوں اور شہروں کا احوال سُنایا تو بہت خوش ہوا۔ ایکدن میں اس کے پاس گیا اُس کے پاس بہت اچھے اچھے موتیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا کیونکہ اس کے علاقہ میں غوطہ خور سمندر میں سے موتی نکالتے ہیں۔ پرکھنے والے وہاں بیٹھے ہوئے اچھے اچھے موتی علیحدہ کرتے جاتے تھے اُس نے کہا کہ تم نے بھی کہیں موتی نکلتے دیکھے ہیں میں نے کہا ہاں جزیرہ قیس اور جزیرہ کش میں جس کا حاکم ابن السوا ملی ہے اُس نے کہا کہ میں نے بھی سُنا ہے پھر اُس نے چند دانے اُٹھائے اور کہا کیا وہاں اس قدر بڑے بڑے موتی ہوتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں وہ چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ سنکر بہت خوش ہوا اور کہا یہ دانے میں نے تم کو دیئے۔ مجھ سے یہ کہا کہ شرم نہ کرو جو کچھ تمہیں درکار ہو مجھ سے طلب کرو۔ میں نے کہا میری غرض

Marfat.com

یہاں آنے سے یہ تھی کہ میں قدم شریف کی زیارت کروں سیلان میں آدم کو باوا اور حوا کو ماما کہتے ہیں۔ راجہ نے کہا کہ میں تیرے ساتھ آدمی کر دوں گا وہ تجھے پہنچا دیں گے یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے میں نے کہا یہ جہاز جس میں میں آیا ہوں اس کو معبر کے رستے میں کوئی مزاحم نہ ہوا اور جب واپس آؤں مجھے تم اپنے جہازوں میں پہنچا دینا۔ اُس نے کہا اچھا۔ جب میں نے جہاز والے سے کہا تو اُس نے کہا کہ میں بغیر تیرے نہیں جاؤنگا اگر تو برس دن میں واپس آئیگا تو میں ٹھیرا رہوں گا میں نے راجہ سے کہا اُس نے کہا جب تک تو واپس آوے جہاز یہاں پر ٹھیرا رہے اور کل اہل جہاز ہمارے مہمان رہیں۔ راجہ نے مجھے ایک ڈولہ دیا اور غلام دیے جو مجھے ڈولہ میں اُٹھا کر لے جاتے تھے اور چار جوگی میرے ساتھ کیئے جو ہر سال قدم کی زیارت کو جاتے ہیں اور تین برہمن اور دس اپنے اہلکار اور پندرہ آدمی میرا زاد راہ اُٹھانے کے لیے میرے ساتھ کئے پانی اس رستہ میں کثرت ہوتا ہے۔ پہلے دن ہم ایک دریا پر پہنچے اور بید کی چھڑیوں سے بنی ہوئی کشتی میں اُس دریا کو عبور کیا۔ وہاں سے ہم منار مندلی پہنچے۔ یہ ایک اچھا خاصہ شہر ہے اور اس راجہ کی عملداری کی حد پر واقع ہے وہاں راجہ کے اہلکاروں نے ہماری دعوت کی وہ ضیافت میں گاؤ میش کے کٹڑے جن کو جنگل سے شکار کرتے ہیں اور زندہ پکڑ لاتے ہیں اور چاول اور گھی اور مچھلی اور مرغیاں اور دودھ دیتے ہیں۔ اس شہر میں سوا ایک خراسانی کے اور کوئی مسلمان نہ تھا جو بسبب مریض ہونے کے رستہ میں ٹھیر گیا تھا وہ بھی ہمارے ساتھ ہو لیا +

لہ۔ آریا چکرورتی قوم کا تمول تھا۔ اس قوم نے سیلان کا شمالی نصف فتح کر لیا تھا۔ اول دفعہ یہ لوگ ۱۰۱۵ء میں آئے۔ اور رفتہ رفتہ سنگالی راجاؤں کو اندر کیطرف ہٹاتے ہوئے تمام شمالی جزیرہ پر قابض ہو گئے یہ لوگ دراصل معبر کے ملک سے آئے تھے اور پانڈیہ خاندان کے راجہ تھے سیلان کی تاریخ میں ان کا نام الاباری کر کے لکھا ہے اور بعض کتابوں میں تاموا بھی لکھتے ہیں۔ ابن بطوطہ کے وقت میں شمالی اور مغربی کنارہ کے بندرگاہ سب اس قوم کے قبضہ میں تھے۔ ابن بطوطہ نے جو کنکار کے راجہ اور اُس کے سفید ہاتھی کا ذکر کیا ہے وہ پُرانے خاندان سنگالی کا راجہ تھا۔

سے۔ موتی۔ موتی صدف کے اندر سے نکلتا ہے جو ایک ریشہ دار جانور ہوتا ہے اُس کے دل کی جگہ بسبب بیماری کے پیدا ہو جاتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا بقدر دانہ خشخاش کے اور بڑے سے بڑا چڑیا کے انڈے جتنا

Marfat.com

ہوتا ہے۔ کبوتر کے انڈے جتنا بہت کمیاب۔ جو موتی رنگ میں سفید۔ صاف۔ ہموار اور چمک دار ہو وہ بہتر ہوتا ہے۔ بحرین اور ہرمز اور عمان کے قریب خلیج فارس میں اور خلیج منار کے کنارہ پر سیلان اور ہندوستان کے درمیان پیدا ہوتا ہے۔ ادنے درجہ کا سلہٹ اور ڈھاکہ اور مرشد آباد میں بھی ہوتا ہے جس جگہ سمندر کے نیچے زمین میں سنگلاخ ہو وہاں کا موتی اچھا ہوتا ہے۔ یہ جو مشہور ہے کہ بادوں کے مہینے میں صدف اپنا منہ کھلا رکھتی ہے اور اُس میں بارش کا قطرہ جا پڑتا ہے اور موتی بن جاتا ہے بے اصل بات ہے (مخزن)۔ ایک پتھر کو رسی میں باندھتے ہیں اور پتھر میں پاؤں رکھنے کی جگہ بنا دیتے ہیں اُس میں پاؤں رکھ کر غوطہ خور اپنا کل زور لگا کر غوطہ مارتا ہے۔ فوراً ساحل کی تہ میں جا پہنچتا ہے۔ اُس کے ساتھ لوہے کی جالی کا ایک ٹوکرا ہوتا ہے۔ پہنچتے ہی پتھر کو ڈال دیتا ہے اور ٹوکرے کو بھرنا شروع کرتا ہے جب اُس کو سیپیوں سے بھر لیتا ہے تو کوئی علامت مقرر ہوتی ہے وہ رسی پکڑ کر مع ٹوکرے کے اوپر آجاتا ہے۔ ٹے ننٹ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ کوئی غوطہ خور ایک منٹ یا سوا منٹ سے زیادہ پانی کے اندر نہیں رہ سکتا اور ۹ فیدم سے زیادہ سمندر میں نہیں جا سکتا۔ کبھی کبھی دس دس بیس بیس سال تک سیپیاں گم ہو جاتی ہیں اور موتی نہیں نکلتے۔ اِس کا باعث ابوریحان بیرونی نے یہ لکھا ہے کہ ان دنوں میں یہ جانور کہیں اور چلے جاتے ہیں چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ سرانذیپ میں کئی سال موتی نہ نکلے تو معلوم ہوا کہ اسفالا میں جو افریقہ کے مشرقی کنارہ پہ ہے اور جہاں پہلے موتی نہ ہوتے تھے ان دنوں میں وہاں موتی نکلنے لگے۔ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ غوطہ خور سوا مچھلی کے گوشت اور کھجور کے اور کچھ نہیں کھاتے اور اپنے کانوں کی جڑوں میں سوراخ کر لیتے ہیں تاکہ ان میں سے سانس نکلتا رہے۔ ناک میں کوئی شے سینگ یا کھونگہ کی قسم کی رکھ لیتے ہیں اور کانوں میں تیل میں بھگو کر روئی بھر لیتے ہیں۔ اندر جا کر اس میں سے تیل نچوڑ لیتے ہیں اور چراغ جلا لیتے ہیں اور اپنے چہرہ کو سیاہ کر لیتے ہیں۔ تاکہ سمندر کے درندے (شارک مچھلی) اُن سے ڈر کر اُن پر حملہ نہ کرے (مروج الذہب جلد اول صفحہ ۲۱۳)۔ بحر فارس کے غوطہ خور اب تک یہ سب عمل کرتے ہیں۔ لیکن سیلان کے غوطہ خور اس قسم کا کوئی فعل نہیں کرتے۔ وہ فقط ایک پتھر اور ایک ٹوکرا ساتھ لے جاتے ہیں +

۵ منار منتلی۔ اب بھی یہ مقام منری منڈل کہلاتا ہے اور مغربی ساحل پر واقع ہے +

فصل (۳) سلاوات

پھر ہم بندر سلاوات[1] میں پہنچے یہ چھوٹا سا شہر ہے۔ اس کے بعد جنگل میں آئے جن میں پانی بکثرت تھا اور ہاتھی بھی رہتے تھے۔ لیکن یہ ہاتھی پردیسیوں اور زائروں کو کچھ تکلیف نہیں دیتے یہ سب شیخ عبداللہ[2] بن خفیف کی برکت ہے۔ شیخ موصوف نے اول ہی اول یہ رستہ دریافت

کیا تہا ورنہ وہاں کے کافر اس رستہ سے مسلمانوں کو جانے سے روکتے تہے اور اُن کو تکلیف
تہے نہ اُن کے ساتہ کہاتے تہے نہ اُن کے ہاتہ کچُہ بیچتے تہے۔ جب شیخ موصوف کے ساتہیوں
ہاتہی کے بچے کو مارا اور اس میں سے شیخ نے گوشت نہ کہایا اور رات کو اُن سب کو ہاتہی مار
اور شیخ کو کچہ نہ کہا بلکہ ایک ہاتہی اُن کو اپنی پشت پر سوار کرکے آبادی میں چہوڑ گیا۔ اس زمانہ
کا فرلوگ مسلمانوں کی تعظیم کرتے ہیں اور اپنے گہروں میں اُن کو ٹہیراتے ہیں اور اُن کے ساتہ
کہانا کہالیتے ہیں اور اپنے اہل وعیال اور بال بچوں میں اُن کو اطمینان کے ساتہ چہوڑ د
ہیں کچہ فکر نہیں کرتے اور وہ اب تک شیخ عبد اللہ خفیف کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور اُن کو
شیخ کبیر کہتے ہیں +

۵۱ سلاوات۔ چیلاوٗ (چ۔ ی۔ ل۔ ا۔ و۔ ا و) اس کو تمول یعنی مدراسی سالایم کہتے تہے یعنی منافع کی جگہ۔ ٹےننٹ صاحب نے جو قدیم لنکا کا نقشہ دیا ہے۔ اُس میں اس کا نام سلاوٹ دیج ہی۔ یہ شہر پُتلام اور کولمبو کے درمیان سمندر کے ساحل پر واقع ہے +

۵۲ ابو عبد اللہ خفیف۔ آپکے والد کا نام اسفکشار تہا سفینۃ الاولیا میں لکہا ہے وہ شیراز کے شاہی خاندان سے تہے آپ کی والدہ نیشاپور کی تہیں۔ اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام اور شیخ المشائخ تہے رویم علیہ الرحمۃ کے دیکہنے والے تہے اور رویم جنید علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تہے اور ابو طالب کے شاگرد تہے۔ علم تصوف میں بڑے مصنف گذرے ہیں۔ شیخ الاسلام احمد جام کا قول ہے کہ متقدمین میں سے کسی بزرگ نے اس قدر تصنیفات نہیں کیں۔ سیرت اور اعتقاد۔ دونوں پاک رکہتے تہے۔ شافعی مذہب تہے آپ کی وفات بقول نفحات ۳۳۱ھ میں ہوئی اور سفینۃ الاولیا میں سال وفات ۳۷۱ھ درج ہی۔ آپ کی قبر شیراز میں ہی۔ ہاتہی کے بچہ کی کہانی کی حکایت کو مولانا روم نے بہی مثنوی میں دفتر سوم کے شروع میں نظم کیا ہے لیکن یہ نہیں لکہا کہ یہ واقعہ شیخ ابو عبد اللہ خفیف کے ساتہ گذرا ہے ؎

آن شنیدی تو کہ در ہندوستاں ۔۔۔ دیدہ دانائے گروہ دوستاں
گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور ۔۔۔ مے رسید از سفر و ز راہ دور

حیات الحیوان میں دمیری نے یہ حکایت کتاب حلیہ سے اس طرح نقل کی ہے کہ شیخ ابو عبد اللہ قلانسی ایک دفعہ سمندر میں سفر کر رہے تہے۔ ہوائے مخالف چل پڑی اہل کشتی نے نذر مانی کہ اگر خدا ہمیں اس خطرہ سے نجات دے تو ہم گوشت کہانا چہوڑ دینگے کشتی تو ٹوٹ گئی لیکن اُن سب کی جانیں بچ گئیں۔ ایک ساحل پر جا پڑے یہ لوگ کئی دن سے بہوکے تہے ہاتہی کا ایک بچہ ملا اُس کو کہا گئے۔ شیخ اپنی نذر پر قائم رہے۔ جب رات کو سوگئے ہتہنی آئی اور سب کے منہ سونگہ سونگہ کر مارتی گئی اور شیخ کو جگا کر اپنی کمر پر بٹہا کر چل دی صبح کو ایک شہر میں پہنچے۔ وہاں

Marfat.com

لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ آٹھ دن کے رستہ سے آتے ہیں +

فصل (۴) - کنکار

اس کے بعد ہم شہر کنکار میں پہنچے۔ یہ سلان کے سب سے بڑے راجہ کا دار الخلافہ ہے یہ پہاڑ ایک گھاٹی میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک دریا پر واقع ہے دریا کا نام دریائے یاقوت ہے کیونکہ اس میں سے یاقوت ملتا ہے۔ شہر کے باہر شیخ عثمان شیرازی کی جو شاوش کر کے مشہور ہیں مسجد ہے اس شہر کا راجہ اور اس کے باشندے اس قبر کی زیارت کو آتے ہیں اور اوسکی تعظیم کرتے ہیں وہ قدم کے جلنے والوں کا رہبر تھا جب اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے گئے تو اس کے بیٹے اور پوتے اور غلام بھی یہی کام کرتے رہے۔ اس کے ہاتھ پیر اس لئے کاٹے گئے تھے کہ اس نے ایک گائے ذبح کر لی تھی اور ہندوؤں کا قاعدہ ہے کہ جو کوئی شخص گائے ذبح کرتا ہے تو اس کو بھی ذبح کر دیتے ہیں اور یا گائے کی کھال میں رکھ کر جلا دیتے ہیں لیکن شیخ عثمان کی رعایت ان کو بہت منظور تھی اس لئے فقط ان کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا اور چند بازاروں کا محصول ان کے مزارہ کے واسطے معاف کر دیا۔ اس شہر کے راجہ کو کنار کہتے ہیں۔ اس کے ہاں ایک سفید ہاتھی ہے میں نے سوا اس ہاتھی کے دنیا میں سفید ہاتھی نہیں دیکھا یہ راجہ اسپر تہوار کے دن سوار ہوتا ہے اور اس کے سر پر بڑے بڑے یاقوتوں کا ہار باندھتا ہے۔ اتفاق سے اس راجہ سے اس کے وزیر اور اہلکار باغی ہو گئے اور اس کی آنکھ میں سلائی پھیر کر اس کے بیٹے کو راجہ بنا لیا اب یہ راجہ اندھا ہے۔ وہ یاقوت جس کو بہرمان کہتے ہیں اس شہر میں ہوتا ہے بعض یاقوت تو دریا سے نکلتے ہیں اور بعض کھود کر نکالتے ہیں۔ جزیرہ سیلان میں یاقوت سب جگہ نکلتا ہے۔ جو شخص یاقوت نکالتے ہیں زمین کا ایک ٹکڑا خرید لیتے ہیں اور یاقوت تلاش کرتے ہیں جہاں کہیں سفید شاخدار پتھر نکلتا ہے تو اس کے اندر یاقوت ہوتا ہے اس پتھر کو سنگتراشوں کے پاس لے جاتے ہیں وہ تراش کر یاقوت کو بیچ میں سے نکال لیتے ہیں بعض یاقوت سرخ ہوتا ہے بعض زرد اور بعض نیلا ہوتا ہے نیلے یاقوت کو نیلم کہتے ہیں۔ یہ دستور ہے کہ جو یاقوت مالیت میں سو فنم

Marfat.com

سے زیادہ ہو وہ راجہ کا ہوتا ہے راجہ اُس کی قیمت دے کر خرید لیتا ہے اور جو اُس قیمت کم کا ہو وہ یاقوت والا اپنے پاس کہتا ہے سو فنم چھ طلائی دینار کی برابر ہوتے ہیں سیلانی عورتیں رنگ رنگ کے یاقوت کے ہار پہنتی ہیں اور ہاتھوں اور پاؤں میں بھی اُسی کے کنگن جھانجن پہنتی ہیں اور راجہ کی کنیزکیں یاقوتوں کی جالی (اشبکہ) بنا کر سر پر رکھتی ہیں سفید ہاتھی کے سر پر سات یاقوت ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک مرغی کے انڈے سے بڑا ہے۔ راجہ ایری شکرورتی کے پاس میں نے ایک پیالی یاقوت[۵۳] کی دیکھی جو کف دست کے برابر تھی اور اُس میں تیل رکھا ہوا تھا میں تعجب کرنے لگا تو اُس نے کہا کہ ہمارے پاس اس سے بھی بڑے یاقوت ہیں کنکار سے چل کر ہم ایک غار میں پہنچے اُس کو استا محمود لوری کا غار کہتے ہیں یہ شخص ولی تھا اور اوس نے یہ غار پہاڑ کے اوپر ایک چھوٹے سے چشمے کے قریب بنایا تھا۔ وہاں سے چل کر ایک دریا پر پہنچے جس کو خور لوزنہ یعنی بندروں کا دریا کہتے ہیں۔ اس پہاڑ میں بندر بہ کثرت ہیں وہ سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں اور اُن کی دُمیں لمبی لمبی ہوتی ہیں اور نر کے ڈاڑھی بھی ہوتی ہے شیخ عثمان اور اُن کے بیٹے نے اور اُن کے علاوہ اور آدمیوں نے بھی ذکر کیا کہ ایک بندر[۵۴] ان میں مقدم ہوتا ہے اُس کو بادشاہ کے طور پر مانتے ہیں۔ اُس کے سر پر درخت کے پتوں کا سہرا بندھا ہوا ہوتا ہے اور وہ ہاتھ میں عصا لے کر چلتا ہے اُس کی داہنی طرف دو بندر ہوتے ہیں اور بائیں طرف دو۔ اُن کے ہاتھوں میں عصا ہوتے ہیں۔ جب بڑا بندر بیٹھ جاتا ہے تو یہ چاروں اُس کے سر پر کھڑے ہو جاتے ہیں اُس کی بندریہ اور بچے آکر اُس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اور بندر آکر دور فاصلہ سے بیٹھ جاتے ہیں پھر چار بندروں میں سے ایک کچھ کہتا ہے تو سب بندر چلے جاتے ہیں۔ پھر ایک بندر آتا ہے اور ایک لیموں یا کیلا[۵۵] یا کوئی اور شے لاتا ہے یہ چیز وہ بڑا بندر اُس کی بندریہ اور بچے اور چاروں بندر کھاتے ہیں کسی جوگی نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ میں نے چاروں بندروں کو دیکھا کہ وہ ایک بندر کو لاٹھیوں سے مارتے تھے اور مارنے کے بعد اُس کے بال اکھاڑتے تھے ⁂

Marfat.com

(ہم) دریائے خیزران (بیدر) پر پہنچے یہ وہی دریا ہے کہ اُس میں شیخ عبداللہ خفیف کو دُو (یا) قوت ملے تھے جو اُنھوں نے اِس جزیرہ کے راجہ کو دے دئے تھے اور جس کا بیان میں پہلے (ب)یں کر آیا ہوں۔ پھر ہم ایک جگہ پہنچے جس کو "بڑھیا کا گھر" کہتے اِس کے آگے آبادی نہیں ہے (اس) کے آگے بابا طاہر کا غار آتا ہے جو ایک ولی تھے +

(کن)کار۔ سرای لے ننٹ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کنکار سے ابن بطوطہ کی مراد گم پولا ہے جس کا (د)وسرا نام گنگا سری پورا یا گنگالی تھا۔ راجہ کا نام کنار لکھا ہے لیکن راجہ کا نام بھوانی کا بہاؤ تھا اور یہ (ر)اجہ تامول لوگوں کے ڈر سے گم پولا میں جا بسا تھا +

(ف)یل یعنی ہاتھی فیل کو ہندی میں ہاتھی۔ گج۔ ہستی کہتے ہیں۔ یہ جانور افریقہ اور ہندوستان اور سیلان اور برہما وسیام وجزائر شرق الہند کا باشندہ ہے۔ سیلان میں ساحل کے سوا میدان اور پہاڑ اور گھاٹی در چوٹی اور جنگل میں یکساں کثرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان میں بیانواں نزور (و)یل کھنڈ۔ صوبہ مالوہ۔ صوبہ الہ آباد۔ ہوشنگ آباد۔ صوبہ بنگالہ۔ اُڑیسہ میں بھی ہوتا تھا اب فقط برہما (او)ر آسام کے درمیانی پہاڑوں میں۔ ہمالیہ کی ترائی کے بعض جنگلات میں۔ اور کرگ اور میسور اور (ملا)بار کے جنگلات میں ہوتا ہے +

اس کی ناک جس کو سونڈ کہتے ہیں زمین تک لمبی ہوتی ہے۔ اور اُس کے ذریعہ سے وہ ڈیڑھ سو من کا پتھر بھی اُٹھا لیتا ہے اور سوئی کو بھی زمین پر سے چُن لیتا ہے۔ آدمی کے ہاتھوں کا کام بھی اُسی سے لیتا ہے۔ اور بدن پر پانی اُسی سے ڈالتا ہے۔ اُس کے جسم میں سے سونڈ سے زیادہ کار آمد کوئی عضو نہیں ہوتا +

اُس کی زبان گول اور گرہ دار ہوتی ہے جیسے کہ طوطی کی کسی کا قول ہے کہ ہاتھی کی زبان سیدھی اور چپٹی ہوتی تو وہ آدمی کی طرح بولتا۔

سیلان میں ہاتھیوں کے بڑے دانت بہت شاذونادر ہوتے ہیں ورنہ افریقہ اور ہندوستان کی طرح دانت کے لالچ سے اِس جزیرہ کی تو ہاتھی کا تخم اُٹھ جاتا۔ دس لاکھ پونڈ یعنی ساڑھے بارہ ہزار من ہاتھی دانت فقط گریٹ برٹن میں خرچ ہوتا ہے اور اگر ایک دانت کا وزن تیس سیر سمجھا جائے تو گویا فقط برطانیہ کے خرچ کے لیے آٹھ ہزار تین سو سینتیس ہاتھی مارے جاتے ہیں لیکن یہ تقریباً کل دانت افریقہ سے اور کچھ تھوڑا ہندوستان سے جاتا ہے۔ سیلان کے ہاتھی کا دانت بہت خوبصورت اور پتلا اور خم دار ہوتا ہے۔ افریقہ کے ہاتھی کا دانت لمبا سیدھا اور بدصورت ہوتا ہے۔ لیکن سیلان کے ہاتھی کا دانت پچیس یا تیس سیر سے زیادہ ہرگز نہیں ہوتا اور افریقہ میں دو یا سوا دو من تو عام اور بعض بعض دفعہ چار من کے قریب بھی وزن دیکھا گیا ہے یہ غلط ہے کہ ہاتھی کے دانت ہر دسویں سال نئے نکلتے ہیں بلکہ دودھ کے دانت ایک دفعہ گر کر پھر مستقل دانت نکل آتے ہیں۔ ہاتھی کو کسی خاص جانور سے نفرت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ دنیا وانہ دیکھ کر ڈر

گھبراتا ہے۔ گھوڑا خصوصاً ہاتھی کی بُو سے بھی ڈرتا ہے۔ ہاتھی اپنے دانتوں سے بہت کام نہیں لیتا اور اُس کے نہ ہونے سے اُس کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ سونڈ اور پاؤں اور ناخن اُس کے بڑے ہتھیار ہیں۔ دشمن سے لڑنے یا اپنے تئیں بچانے کے لیئے یہ آلات اُس کے پاس کافی خوفناک ہیں۔ تعلیم یافتہ ہاتھی دانتوں سے طرح طرح کے کام لینے لگ جاتا ہے۔ بعض ہاتھی اپنے دانتوں پر ڈیڑھ ڈیڑھ سو من سے زیادہ وزن کا پتھر یا لکڑی کا شہتیر اُٹھا لیتا ہے۔ مخزن میں درج ہے کہ دانت کا طول تین ہاتھ سے چار ہاتھ تک ہوتا ہے۔ بعضے ہاتھی کے دانت نصف کے قریب اندر سے مجوف ہوتے ہیں اور بعضوں کا سارا دانت ٹھوس ہوتا ہے۔ خوبصورتی کے لئے اور اس لیئے کہ کسی صدمہ یا آفتاب کی تابش سے نہ پھٹ جائیں اُن پر پیتل یا چاندی کا کڑا چڑھا دیتے ہیں۔ کھانا چبانے کے دانت اندر ہوتے ہیں آٹھ اوپر اور آٹھ نیچے گویا کل دانت تعداد میں اٹھارہ ہوتے ہیں۔ افریقہ اور سیلان کے ہاتھیوں میں مندرجہ ذیل فرق ہے سیلان کے ہاتھی کے عموماً بڑے دانت نہیں ہوتے۔ پیشانی زیادہ اونچی ہوتی ہے کان چھوٹے ہیں اور چبانے کے دانت لوز کی شکل ہونے کی بجائے سناخیں سی ہوتی ہیں پچھلے پاؤں میں چار ناخن ہوتے ہیں اور افریقہ کے ہاتھی کے تین۔ بعضے ہاتھیوں کے بیس ناخن ہوتے ہیں لیکن عموماً اٹھارہ ہستی سلپ ایک سنگھالی کتاب ہے اُس میں ہاتھی کے وصف مندرجہ ذیل درج ہیں "کھال نرم ہو۔ منہ اور زبان کا رنگ سرخ۔ پیشانی وسیع اور اُس میں گڑھا ذرا بڑا ہو۔ کان بڑے بڑے ہوں اور دُم لمبی نہ ہوں۔ سونڈ جڑ میں سے موٹی ہو اور اُس کے منہ کے قریب سفید چھینٹے ہوں۔ آنکھیں روشن ملائم مہربان ہوں۔ رخسارے بڑے بڑے اور گردن موٹی ہو۔ کمر سیدھی ہو۔ سینہ مربع ہو۔ اگلی ٹانگیں چھوٹی اور گٹھنے آگے نکلے ہوئے ہوں یعنی اُس جگہ آگے کی طرف گولائی ہو۔ پچھلی ٹانگیں موٹی ہوں۔ ہر ایک پاؤں میں پانچ ناخن ہوں۔ ناخن صاف اور گول اور چمکدار ہوں" لیکن ایسا ہاتھی جس میں یہ سب وصف ہوں ہزار میں سے ایک بھی نہیں ہوتا۔ سیلان کے مندروں میں جو ہاتھی ہوتے ہیں وہ اکثر بے عیب اور خوبصورتی کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ اگر سر دو گنبدوں کی مانند ہو اور کان چھاج کی مانند ہوں اور آنکھ میں سرخی و سیاہی و زردی و سفیدی ملی ہوئی ہو پیشانی ہموار ہو اور نکلی ہوئی نہ ہو تو ہاتھی عمدہ سمجھا جاتا ہے +

ہاتھی کا قدرتی رنگ سیاہ مائل بھورا اور میلا ہوتا ہے۔ لیکن ملے ہوئے ہاتھی کا رنگ بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ بار بار کے غسل اور تیل کے استعمال سے اور اکثر ناریل یا پتھر سے ملنے کے سبب سے سیاہی بڑھ جاتی ہے۔ سونڈ کے سرے پر اور کانوں پر اور پاؤں پر اور پیشانی پر بعض اوقات خون کے فساد سے بال مڑ کر سیاہ تہ اُڑ جاتی ہے اور گوشت کا رنگ نکل آتا ہے ان دھبوں کو جو حقیقت میں عیب ہوتا ہے۔ ہندوستان اور سیلان کے باشندے وصف گنتے ہیں اور سفید ہاتھی جو مشہور ہے وہ بھی حقیقت میں سفید نہیں ہوتا اُس کا اصلی رنگ اُڑا ہوا ہوتا ہے اُس کو وہ خود دھو دھو کر زیادہ سفید کر لیتے ہیں۔ اِس رنگ کا ہاتھی بہت کم ہوتا ہے۔ برما میں

Marfat.com

سی کی پرستش کرتے ہیں اور آسام میں اُس کو بادشاہی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ہورلیس ایک رومی
مؤرخ نے لکھا ہے کہ اُس کے زمانہ میں رومتہ الکبریٰ (روم) میں ایک سفید ہاتھی آیا تھا ۱۶۳۳ء
میں ڈچ اپنے ملک میں ایک سفید ہاتھی لائے تھے۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ کانڈی کے راجہ کے پاس
بھی ایک سفید ہاتھی تھا۔ ابن الاثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ شہاب الدین غوری کو تھورا کی لڑائی
کے بعد جو ہاتھی ہاتھ آئے اُن میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا۔

ہاتھی کی بلندی کی بابت عموماً مبالغہ کیا جاتا ہے۔ پچھلی صدی کی کتابوں میں بھی اُس کی بلندی بیس فٹ
لکھی ہے۔ لیکن سیلان میں ہاتھی کی بلندی ۹ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ ہندوستان کے ہاتھی کی زیادہ
سے زیادہ بلندی جرڈن صاحب ۱۰ فٹ لکھتے ہیں۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ۸ ہاتھ بلند اور ۹ ہاتھ لمبا اور
دس ہاتھ پشت اور شکم کا دور ہو تو اچھا سمجھا جاتا ہے۔

ایک بات قدیم سے مشہور چلی آتی ہے لیکن بہت صحیح نہیں اور وہ یہ ہے کہ ہاتھی کی ٹانگوں میں جوڑ نہیں
ہوتے اور اس لئے وہ درختوں کا سہارا لگا کر سو جاتا ہے۔ شکاری درخت کو چیر دیتے ہیں۔ درخت گر جاتا ہے
وہ ہاتھی بھی گر جاتا ہے اور وہ پھر اٹھ نہیں سکتا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہاتھی اکثر سہارا لگا کر اور کھڑا کھڑا سو
جاتا ہے۔ لیکن اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس کی ٹانگوں میں جوڑ نہیں بلکہ اپنے جثہ کے لحاظ سے بیٹھنے کی نسبت
اس کو کھڑے کھڑے رہنے میں زیادہ آرام معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو اور چوپایوں کی مانند پچھلی ٹانگوں
کو اندر کی طرف نہیں سکیڑتا بلکہ آدمی کی طرح پیچھے کی طرف موڑ کر بیٹھتا ہے اور اس میں اس کو اٹھنے
میں آسانی ہوتی ہے ورنہ ممکن نہیں تھا کہ اس ڈیل ڈول کا جانور گھوڑے کی طرح اٹھ سکے کیونکہ گھوڑے کو
اٹھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ حیات الحیوان کا مصنف لکھتا ہے کہ ہاتھی کی ٹانگوں میں جوڑ نہیں ہوتا
اور اسی لئے اس کی مادہ پانی میں کھڑی ہو کر بچہ دیتی ہے۔ قزوینی نے بھی یہی لکھا ہے کہ ہاتھی کے سوائے
ران اور بازو اور گٹے کے اور کہیں جوڑ نہیں ہوتا۔ مخزن میں درج ہے کہ اس کی ٹانگوں میں جوڑ تو ہوتے ہیں
لیکن ران کا جوڑ ایک ہاتھ نیچے ہوتا ہے اور گٹے والا جوڑ ناخن سے فقط ایک ہاتھ اوپر ہوتا ہے
اور اسی لیے وہ بیٹھے ہوئے اپنی اگلی ٹانگوں کو موڑ نہیں سکتا اور سامنے رکھتا ہے۔

ہاتھی کے معدہ کی ساخت اور چوپایوں کے معدہ سے مختلف ہوتی ہے۔ لمبا زیادہ اور چوڑا کم ہوتا ہے اور آگے
کے سرے کی سطح اٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ ہاتھی کا یہ خاصہ ہے کہ وہ سونڈ ڈال کر پانی اپنے معدہ میں نکال لیتا
ہے۔ ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے "آب از درون بخرطوم کشد و برخود افشاند و بعے ناخوش
نہ بود و گاہ خورد درار و زدیگر بیرون آورد و دگرگوں نبود"۔ ہاتھی کے معدہ میں دس گیلن یعنی سوا
دو من کے قریب پانی آ سکتا ہے۔ ہاتھی کھانے میں جلدی یا حرص ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ آہستگی اور وقار
سے جنگل میں بھی چیز کو صاف کر کے کھاتا ہے اس کی وجہ مترجم کے بڑے بھائی حکیم علاء الدین صاحب
یہ بیان کرتے ہیں کہ ہاتھی کا ہاضمہ بہت ضعیف ہوتا ہے اور اگر وہ چبا چبا کر اور صاف کر کے اپنا
کھانا نہ کھائے تو قولنج کے ہونے کا بہت اندیشہ ہوتا ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ ہاتھی سوا جنگل اور وحشت کی حالت کے بچہ نہیں دیتا اگرچہ کبھی کبھی کوئی ہتھنی قید کی حالت میں بچے دے دیتی ہے لیکن ایسا بہت ہی شاذ ہوتا ہے۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ اکبر نے خانگی ہاتھی اور ہتھنی سے بچہ حاصل کیا۔ ہتھنی چار روز تک بچہ کو کمر پر رکھتی ہے یا ہاتھی دانتوں بعد کھتا زمین میں نہیں لگاتے۔ پانچ سال تک دودھ پیتا ہے

ہاتھی کی عمر کی بابت عجیب عجیب کہانیاں مشہور ہیں بعضے تین سو اور چار سو سال تک اس کی عمر بتاتے ہیں۔ ارسطو نے لکھا ہے کہ ہاتھی کی عمر ۲۰۰ سال تک ہوتی ہے۔ قزوینی نے زیادی سے روایت کی ہے کہ میں نے خلیفہ منصور کے زمانہ میں ایک ہاتھی دیکھا کہتے تھے کہ وہ شاپور ذوالاکتاف کے وقت کا تھا۔ شاپور اور منصور کے زمانہ میں چار سو سال کا فرق ہے۔ کرنل رابرٹس نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۷۹۹ء میں جب سیلان کو سرکار انگلشیہ نے فتح کیا تو ایک ہاتھی تھا جو سرکار ڈچ کے پاس سنہ ۱۶۵۶ء میں بھی موجود تھا لیکن سیلان میں اندازہ کیا گیا ہے کہ اس کی اوسط عمر انسان کی عمر ہے۔ یعنی ستر برس اگرچہ بعضے بعضے ہاتھی ایک سو چالیس برس کی عمر کے بھی دیکھے گئے ہیں۔ یہ بات نہایت تعجب کی ہے کہ جنگلوں میں جہاں ہزارہا ہاتھی رہتے ہیں کسی نے مرے ہوئے ہاتھی کی نعش پڑی ہوئی نہیں دیکھی۔ اس سے لوگ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وحشی ہاتھی بغیر مارے نہیں مرتا۔ صاحب مخزن نے بھی عمر کی بابت یہی لکھا ہے "وے گویند عمر او مثل انسان است"۔ ابوالفضل نے بھی یہی لکھا ہے "کہ عمر طبعی او آدم آسا صد و بیست سال است"۔ مدت حمل عربی مصنف پانچ اور سات سال لکھتے ہیں۔ لیکن صاحب مخزن اور ابوالفضل نے اٹھارہ مہینہ لکھے ہیں۔ . . . .

. . . .

ابوالفضل لکھتا ہے کہ اس جانور میں تعلیم حاصل کرنے کی قابلیت بہت ہے۔ موسیقی کی تال پر اعضا کو حرکت دیتا ہے۔ کمان کھینچ سکتا ہے۔ تیر پھینک سکتا ہے۔ جو چیز رستہ میں پڑی ہوئی ہو اس کو اٹھا کر فیلبان کو دے دیتا ہے۔ اگر مہاوت اس کے دانہ میں چرانا چاہے تو ہاتھی کو کہہ دیتا ہے اور ہاتھی اسی قدر دانہ اپنے منہ میں چھپا رکھتا ہے اور جب ناظر چلا جاتا ہے مہاوت کو نکال کر دے دیتا ہے۔

ہاتھی کی ذہانت اور ذکا کی بابت بہت سی حکایتیں مشہور ہیں۔ سر ای ٹے نینٹ نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے مجھ سے سیلان میں ذکر کیا کہ ایک رات بجلیاں چمک رہی تھیں تو میں نے دیکھا ہاتھی درختوں سے نکل کر باہر ایک کھلی جگہ میں جمع ہو گئے اور جب تک بجلیاں چمکتی رہیں وہ جنگل سے باہر رہے۔ قزوینی نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک مہاوت نے ہاتھی کے ساتھ کچھ بدسلوکی کی وہ ایک روز ذرا فاصلہ سے سویا ہوا تھا۔ ہاتھی نے درخت کی ایک شاخ توڑی اور اس کو سونڈ میں پکڑ کر اس کا سرا مہاوت کے بالوں پر رکھ کر اس کو کئی بل دیئے اور جب خوب مضبوط ہو گیا تو جھٹکے سے مہاوت کو اپنی طرف کھینچ کر مار ڈالا۔ یہ روایت ابوالفضل نے اکبر بادشاہ کے زمانہ کی لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک ہتھنی نے بہانہ کیا اور دم کھینچ کر ایسی پڑ گئی گویا مر گئی۔ ہم اس کو چھوڑ گئے دوسرے دن اس کا پتہ بھی نہ لگا معلوم ہوا کہ

Marfat.com

یہ دم دیا تھا +

ہاتھی کو اپنے مہاوت سے محبت ہو جاتی ہے اور اگر دوسرا مہاوت اُس کے ساتھ اُسی قدر مہربانی سے پیش آئے تو کوئی دقت نہیں ہوتی لیکن ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سیلان میں ایک سرکاری ہاتھی کا مہاوت مر گیا۔ اُس نے تین دن تک دوسرے مہاوت کو اپنے پاس نہ آنے دیا۔ آخر کار کسی نے کہا کہ فلانی جگہ ایک بارہ تیرہ برس کا لڑکا ہے اُس کے ساتھ یہ ہاتھی بہت محبت کیا کرتا تھا اُس لڑکے کو لائے تو ہاتھی نے فوراً پہچان لیا اور اُس کے ہاتھ سے کھانے لگا اور پھر رفتہ رفتہ دوسرے مہاوت سے بھی ہل گیا +

حساب کیا گیا ہے کہ ہاتھی کے کام اور خرچ کا مقابلہ کرنے سے اور جانوروں کی بہ نسبت کچھ زیادہ کفایت نہیں ہوتی۔ اُس کے خرچ کا اندازہ ڈیڑھ روپیہ یومیہ سے دو روپیہ تک کیا جاتا ہے +

شہنشاہ اکبر کے وقت میں کی قیمت سو روپیہ سے لے کر ایک لاکھ تک ہوتی تھی۔ پنجہزاری قیمت کے ہاتھی اکثر ہوتے تھے اور کوئی کوئی دس ہزار کا بھی ہوتا تھا۔ ایک لاکھ قیمت اول درجہ کے تعلیمیافتہ اور خوبصورت کی ہوتی ہوگی۔ یہ قیمت معلوم ہوتا ہے بازاری نہیں تھی۔ بلکہ کوئی بات کسی امیر یا بادشاہ کے پسند آگئی تو وہ یہ قیمت دے دیتا ہوگا +

ہاتھیوں کا گلہ ایک کنبہ ہوتا ہے۔ ایک ہی ہاتھی کی اولاد بیٹے پوتے بیٹیاں نواسے اُسمیں شامل ہوتے ہیں اور یہ پتہ اس طرح لگا کہ تمام گلہ کے خد و خال اور خصوصیات یکساں ہوتی ہیں۔ گلے کے ہاتھیوں کی تعداد تیس چالیس سے زیادہ نہیں ہوتی اگرچہ کئی گلے اتفاق سے ایک جگہ چرنے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں لیکن کسی خوف یا اندیشہ کی صورت میں فوراً علیحدہ علیحدہ گلے بن جاتے ہیں۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ ہاتھی کے گلہ کو سہن کہتے ہیں اور ایک گلہ میں بعض وقت ہزار ہاتھی ہوتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ ہر ایک گلہ میں مادہ بہ نسبت نر کے زیادہ ہوتی ہیں اُس کا باعث یہ معلوم ہوتا ہے کہ نر زیادہ مارے اور پکڑے جاتے ہیں اگر اتفاق سے کوئی ہاتھی اپنے گلہ سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو دوسرے گلے اُس کو نہیں ملاتے۔ ایسے ہاتھی گنڈے کہلاتے ہیں۔ یہ باغوں اور کھیتوں کا زیادہ نقصان کرتے ہیں اور آدمی پر بھی حملہ کرتے ہیں +

سیلان کے مسلمان ہاتھیوں کے پکڑنے میں غایت درجہ کی جرأت اور صنعت ظاہر کرتے ہیں۔ دو آدمی بڑے سے بڑے ہاتھی کو پکڑ کر قابو میں کر لیتے ہیں۔ بھینسے کے چمڑے کا ایک رسہ بنا ہوا ہوتا ہے اُس کا پھندہ بنا کر کسی نہ کسی طرح پچھلی ٹانگ میں ڈال دیتے ہیں۔ یا تو وہ یہ پھندہ دوڑتے یا چلتے ہوئے ہاتھی کی ٹانگ میں ڈال دیتے ہیں یا پیچھے پیچھے جا کر جب وہ آرام کرتا ہے دھوکہ سے اُس کے پاؤں میں ڈال دیتے ہیں۔ کیونکہ اُس وقت ہاتھی کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی ٹانگیں پیچھے کی طرف وقتاً فوقتاً جھاڑا کرتا ہے۔ یا پتوں یا گھاس میں چھپا کر پھندہ کو زمین پر ڈال رکھتے ہیں۔ ایک آدمی کو کسی طرح اس موقع پر لے آتا ہے۔ دوسرا آدمی جبکہ اُس پھندہ کے حلقے میں ہاتھی کا پاؤں پڑتا ہے تو فوراً درخت پر بیٹھ کر پھندہ کو کھینچ لیتا ہے اُس کا دوسرا سرا درخت میں مضبوط باندھ دیتا ہے اگر پھندہ میدان میں ڈالا جاوے تو اُن میں سے ایک آدمی ہاتھی کو کسی بات یا اشارہ سے چڑاتا ہے

اور جب ہاتھی تعاقب کرتا ہے تو درختوں کی طرف دوڑتا ہے۔ دوسرا آدمی رسی کو جو اس کے پیچھے گھسٹتی ہوئی آتی ہے فوراً کسی درخت سے لپیٹ دیتا ہے۔ ہاتھی دیکھتے ہی اس آدمی کی طرف دوڑتا جو رسی کو درخت کے گرد لپیٹتا ہے۔ لیکن اگلا آدمی کسی چوٹ سے یا کسی اشارہ سے اس کو تھوڑی سی دیر کے لیے روک لیتا ہے اور جب وہ اس کی طرف پشت کرتا ہے تو پیچھے سے دوسرا پھندا اس کے اگلے پاؤں میں ڈال دیتا ہے اور اسی طرح سے تھوڑی سی دیر میں اس کے چاروں پاؤں رسوں سے جکڑ دیتے ہیں۔ ہاتھی قابو میں آجاتا ہے اور زور لگا لگا کر تھک جاتا ہے۔ دھوپ سے بچانے کے لیے اس کے اوپر درختوں کی شاخوں کا سایہ کر دیتے ہیں اور وہیں ڈیرہ ڈال دیتے ہیں اور وہیں کھانا پکاتے ہیں اور وہیں کھاتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد اس کو کمزور کر دیتے ہیں پھر جنگل سے سمندر کے ساحل پر لے جاتے ہیں اور یہی زیادہ تر ہوشیاری اور محنت درکار ہوتی ہے۔ کیونکہ اب تک وہ ایسا تو پلا ہوا نہیں ہوتا کہ کسی کو پشت پر سوار ہونے دے اور ایسے جانور کا ہانکنا ناممکن ہے۔ اس لیے جس سمت میں اس کو لے جانا منظور ہوتا ہے اس طرف ایک آدمی آگے جا کر اس کو چھیڑتا ہے وہ اس کی طرف دوڑتا ہے۔ دوسرا آدمی اس کو خوشامد کر کے دلاسا دیتا ہے اور اسی طرح سمندر تک لے آتے ہیں۔ اس عرصہ میں اس کی وحشت کم ہو جاتی ہے۔ سمندر کے ساحل پر عرب سوداگر موجود ہوتے ہیں۔ وہ گھوڑے لاتے ہیں اور ان کے عوض ہاتھی خرید کر ہندوستان کو یا کسی اور ملک میں لے جاتے ہیں۔ جب ہاتھی کے گلہ کو پکڑنا منظور ہوتا ہے تو بنگالہ میں اس طرح کرتے ہیں کہ جنگل کے وسط میں ایک بڑا احاطہ لکڑی کے بڑے بڑے شہتیر ڈال کر گھیرتے ہیں اور اس کا ایک دروازہ رکھتے ہیں۔ تین احاطے بناتے ایک دوسرے کے اندر ہوتا ہے۔ پہلے احاطہ میں سے دوسرے احاطہ میں دروازہ ہوتا ہے اس میں پانی کا ایک تالاب یا کول بنا دیتے ہیں۔ تیسرے احاطہ میں ایک تنگ نالی سی ہوتی جس میں ہاتھی ایک دفعہ داخل ہو کر مڑنے نہیں پاتا۔ اس احاطہ کو کیدہ کہتے ہیں۔ پہلے جب بہت سے آدمی ایک میدان کو گھیر لیتے ہیں اور جگہ جگہ آگ جلا دیتے ہیں۔ ہاتھی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اس حلقہ کو تنگ کرتے جاتے ہیں تو ہاتھی پہلے احاطہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کا دروازہ بند کرتے اگر ہاتھی نکلنے کی کوشش کرتے ہیں تو برچھیوں اور مشعلوں سے ان کو ڈراتے ہیں اور پھر اندر گھس ان کو ڈھول وغیرہ سے ڈرا کر دوسرے احاطہ میں لے جاتے ہیں وہاں ہاتھی تھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ پانی پیتے ہیں اور اس میں نہاتے ہیں اور آخر کار چارہ اور خوراک دکھا کر ان کو نالی میں لیجاتے ہیں ہاں گلہ کا گلہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے گھس جاتا ہے اور چونکہ مڑنے کی گنجائش نہیں ہوتی اس لئے قید ہو جاتے ہیں وہاں ان سب کے پاؤں رفتہ رفتہ مضبوط رسوں کے ساتھ درختوں سے باندھ دیتے ہیں۔ احاطوں کی دیواریں جو بڑے بڑے شہتیروں سے بنائی جاتی ہیں اگرچہ بہت مضبوط ہوتی ہیں لیکن اگر کل ہاتھی اس پر حملہ کریں تو امید نہیں کہ وہ باہر نکلنے میں کامیاب نہ ہوں۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے تو ہاتھی دیوانہ

بھاگ جاتے ہیں لیکن ہاتھی بالطبع ڈرپوک ہے اس لیے اِن دیواروں کے توڑنے کی زیادہ تر کوشش نہیں کرتا۔ سیلان میں فقط ایک احاطہ بناتے ہیں اور نہ تو دوسرا احاطہ جس میں پانی ہوتا ہے اور نہ نالی بناتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ پانی پی کر ہاتھی کی طاقت پھر عود کر آتی ہے اور ندنالی میں اکثر کے چوٹ لگ جاتی ہے اور بہت سے ہاتھی اس طرح مر بھی جاتے ہیں۔ سیلان میں احاطہ میں داخل ہوتے ہی ہاتھی باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور آخر کار تھک جاتے ہیں۔ پھر پلاؤ ہاتھیوں کی مدد سے جو دانستہ اپنے جنگلی بھائیوں کے قید کرنے کے لئے اُن کو طرح طرح کے دھوکے اور دلاسے دیتے ہیں ہر ایک ہاتھی کے پاؤں میں پھندہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اور ایک ایک جنگلی ہاتھی کے ادھر اُدھر دو پلاؤ ہاتھی رہتے ہیں اور اُن کے عادت وحشی ہاتھی کے ہر ایک حملہ کو اپنی پر روکتے ہیں جس سے اُسکی سونڈ بالکل زخمی ہو جاتی ہے لیکن دو مہینے کے عرصہ میں وہ ہاتھی بالکل آدمی بن جاتا ہے۔ اور کام دینے لگتا ہے۔ یہ عرصہ بھی ہر ایک ہاتھی کے واسطے ضروری نہیں۔ سرای ٹے ننٹ نے لکھا ہے کہ میں نے ایک ہاتھی دیکھا کہ دوسرے ہی دن ہاتھ سے کھانے لگ گیا اور تیسرے دن اپنے سر پر تھپکی لگانے دیتا تھا۔ لیکن اس تعلیم کے زمانہ میں ہاتھی کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے اور ہمیشہ محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیئے ؛

پہلے جو شخص چاہتا تھا ہاتھی کو اپنے شکار کی ملت دکھانے کے لیے یا دانتوں کے لالچ سے مار لیتا تھا لیکن ۱۸۹۰ء میں ایکٹ نمبر ۹ جاری کیا گیا جس کی رو سے کوئی شخص سوا سرکاری ٹھیکہ دار کے ہاتھی کو پکڑ اور مار نہیں سکتا اور اگر کوئی خلاف ورزی کرتا ہے تو اُس کو اول دفعہ ۵۰۰ جرمانہ کی اور دوسرے جرم پر چھ ماہ کی قید کی سزا دی جاتی ہے ؛

گرمی یا جنگل کا ہونا ہاتھی کی بود و باش کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اگر پانی بکثرت ہو تو نہایت اونچے اور ٹھنڈے پہاڑوں میں بھی رہتا ہے۔ دھوپ کو عموماً آنکھ کی چھوٹائی اور نظر کی کمی کے سبب سے ناپسند کرتا ہے۔ رات کو اکثر باہر نکلتا ہے اور رات کو پانی میں نہاتا ہے۔ دن میں درختوں کے سایہ میں جہاں روشنی کم ہو اور ٹھنڈک ہو گھس جاتا ہے۔ تمام شکاری متفق ہیں کہ ہاتھی بہت دور نہیں دیکھ سکتا لیکن اس کی قوت شامہ نظر کے نقص کو پورا کر دیتی ہے۔ سیدھی چڑھائی پر ایسی ہوشیاری اور سبکی سے چڑھتا ہے کہ خچر یا بکری بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی چنانچہ کوہ آدم پر جو ۷۴۲۰ فٹ ہے اور جہاں آدمی بھی زنجیروں اور زینوں کے رستہ سے چڑھتا ہے ہاتھی کا گوبر پڑا ہوا دیکھا گیا ہے۔

بعضے ہاتھی جاڑے میں اور بعضے گرمی میں اور بعضے برسات میں مست ہو جاتے ہیں مستی کی حالت میں دیوار کو گرا دیتا ہے۔ درخت کو اکھیڑ ڈالتا ہے اور سوار کو مع گھوڑے کے اٹھا لیتا ہے۔ اِن دنوں میں پٹ پٹیوں سے ایک سخت بدبودار تیز نکلتی ہے۔ اگر زیادہ نکلتی ہے تو جلدی ہوش میں آ جاتا ہے اور اگر ایک ایک قطرہ ٹپکتا ہے تو بہت دن تک مست رہتا ہے ؛

۵۲ یاقوت۔ ایک معدنی پتھر ہوتا ہے۔ نہایت قیمتی۔ کئی رنگ کا ہوتا ہے۔ سُرخ کو لعل اور چنی کہتے ہیں۔ زرد کو پکھراج اور نیلے کو نیلم۔ جو رنگ میں انار دانہ کی مانند ہو۔ آگ کی مانند چکنا ہو اور بے داغ ہو سب سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ بدخشاں زورہ، حما اور سیلان اور برادیل میں سب سے بہتر ہوتا ہے۔ الماس کے سوا اور سب پتھروں سے یاقوت زیادہ سخت ہوتا ہے۔ صاحب مخزن نے لکھا ہے کہ یاقوت گندگ اور خالص پارہ سے سردی کے اثر سے بنتا ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں ایک تولہ چار ماشہ السرتی یاقوت کی قیمت پچاس ہزار روپیہ لکھی ہے۔ سیلان میں راجہ کے نوکروں اور ٹھیکہ داروں کے سوا اور کسی کو جواہرات تلاش کرنے کی اجازت نہ تھی اب کچھ روک نہیں تلاش کرنے کا کام اکثر سنگھالی کرتے ہیں اور وہ دریاؤں کے شکم میں جاڑے کے موسم میں تلاش شروع کرتے ہیں اکثر مسلمان لوگ اس کی تجارت کرتے ہیں اور رتن پورہ کے میلہ میں وہ تمام جواہرات خرید لیتے ہیں اور پھر جلا کر بیچتے رہتے ہیں۔ یاقوت کے لیے یہ جزیرہ بہت مشہور ہے۔ نویں صدی میں عربی مصنفوں نے سیلان کا نام جزیرہ یاقوت ہی لکھا ہے۔ مارکو پولو نے لکھا ہے کہ قوبلا قاآن نے ایک بڑی یاقوت کی تعریف سُن کر ایک سفیر سیلان میں بھیجا تھا اور یہ یاقوت راجہ سے طلب کیا تھا اور کہا تھا جو قیمت راجہ مانگیگا وہ دے گا۔ لیکن اس راجہ نے یاقوت دینے سے انکار کیا۔ مارکو پولو اس یاقوت کی موٹائی بازو کے برابر اور لمبائی پونے دس انچ کے برابر لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی یاقوت اس قدر بڑا نہیں ہے +

۵۳۔ بندر۔ بندر کو سیلان میں ونڈیرو کہتے ہیں۔ بکثرت ہوتا ہے۔ کولمبو کے شہر میں بھی کثرت سے ہیں اور چونکہ وہاں اکثر مکان کھپریل کے ہیں۔ اگر کسی شخص کو اپنے دشمن سے کوئی بغض نکالنا ہوتا ہے تو اُس کی چھت پر کسی صبح چاول پھینک دیتا ہے۔ چاول کے پھینکتے ہی بے شمار بندر جمع ہو جاتے ہیں اور چاولوں کی تلاش میں ایک ایک کھپریل کو جُدا جُدا کر دیتے ہیں اور تمام چھت کو برباد کر دیتے ہیں رنگ کی سیاہی اور دم کی لمبائی اور داڑھی سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن بطوطہ لنگوروں کا ذکر کرتا ہے یہ جانور ان سے اور کل جانوروں کی بہ نسبت زیادہ تر مشابہ ہے۔ قابل تعلیم ہوتا ہے۔ حیات الحیوان اور قزوینی میں درج ہے کہ خلیفہ متوکل کے واسطے ملک نوبہ سے دو بندر تحفہ میں آئے تھے اُن میں ایک درزی کا کام جانتا تھا اور دوسرا رنگریز کا۔

۵۴ کیلا۔ عربی میں موز اور طلع کہتے ہیں۔ یہ درخت بھی ہندوستان اور سیلان میں زیادہ اور عرب اور فارس اور یمن اور عدن میں بھی ہوتا ہے۔ درخت دو۔ قد آدم سے زیادہ ہو جاتا ہے پتے بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں تنہ غلاف پر غلاف چڑھا ہوا اور پُر رطوبت ہوتا ہے۔ اول تنہ میں ایک بنفشے کے رنگ کا صنوبری شکل کا شگوفہ نکلتا ہے وہ پھٹ کر اُس میں خوشے لگتے ہیں۔ ایک ایک خوشے میں ساٹھ ستر ہوتے دانے ہوتے ہیں وہ دانے رفتہ رفتہ پھل بن جاتے ہیں۔ اس کا درخت فقط ایک دفعہ پھل دیتا ہے۔ پھر اس کو جڑ کے اوپر سے ایک ہاتھ چھوڑ کر کاٹ دیتے ہیں اس جڑ سے بہت سی

Marfat.com

شاخیں پھوٹ آتی ہیں اُن کو وہاں سے کاٹ کر جگہ جگہ لگا دیتے ہیں اور چند شاخیں وہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر زمین اچھی ہو تو دو تین درختوں سے ایک سال کے اندر سینکڑوں درخت ہو سکتے ہیں بنگالہ میں ایک کیلا جس میں بیج نہیں ہوتا ہے جس کو مرتبانی کہتے ہیں بہت لذیذ ہوتا ہے فقط ڈھاکہ میں ہوتا ہے لیکن نام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتبان علاقہ برہما اُس کا اصلی وطن ہے۔ اس درخت کے پتوں اور تنہ کو خشک کر کے جلاتے ہیں اُس میں سے ایک قسم کا نمک بھی نکالتے ہیں اور راکھ سے دھوبی کپڑے دھوتے ہیں۔ بنگالہ میں کیلا بارہ مہینے پھل دیتا ہے برسات میں ذرا زیادہ ؛

فصل (۵)۔ غار سبیک و قدم شریف

اُس کے آگے سبیک کا غار آتا ہے۔ سبیک ایک راجہ تھا وہ دنیا کو ترک کر کے اِس غار میں رہا تھا۔ اِس جگہ ہم نے اُڑنے والی جونک دیکھی وہ پانی کے قریب جو درخت یا گھاس ہوتا ہے اُس پر بیٹھی رہتی ہے جب کوئی انسان قریب جاتا ہے تو کود کر اس کو چمٹ جاتی ہے اور جہاں چمٹتی ہو وہاں سے بہت سا خون نکال دیتی ہے۔ وہاں کے لوگ لیموں تیار رکھتے ہیں وہ نچوڑ دیتے ہیں۔ جونک گر پڑتی ہے پھر ایک لکڑی کی چھری سے جو تیار رہتی ہے اس موقع کو صاف کر دیتے ہیں کہتے ہیں کہ کوئی زاہد اس جگہ سے گذرا اُس کے جونک چمٹ گئی اور اُس نے تمام چمڑا اُڑا دیا اُس کے پاس لیموں نہ تھا۔ اس جونک نے اُس کا تمام خون پی لیا۔ اور وہ مرگیا۔ اِس شخص کا نام باباخوزی تھا۔ اس جگہ ایک غار ہے جو اُس کی طرف منسوب ہے۔ اُس کے بعد ہم ہفت غار کی طرف گئے پھر عقبہ اسکندر کی طرف پھر غار اصفہانی کی طرف پھر چشمہ کی طرف وہاں ایک غیر آباد قلعہ ہے اس کے نیچے ایک دریا بہتا ہے جس کو غوطہ گاہ عارفان کہتے ہیں وہاں ایک غار ہے جس کو غار نارنج کہتے ہیں اور ایک دوسرا غار ہے اُس کو راجہ کا غار کہتے ہیں۔ اُس کے پاس پہاڑ کا دروازہ ہے جس کو جبل سرندیب کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ دنیا کے بلند پہاڑوں میں سے ہے ہم نے اُس کو سمندر میں سے دیکھا تھا حالانکہ وہ ساحل سے نو منزل ہے۔ جب ہم اُس کے اوپر گئے تو بادل ہمیں نیچے نظر آتے تھے اور پہاڑ کی جڑ اور ہمارے درمیان حایل تھے اِس پہاڑ میں ایسے بہت درخت ہوتے ہیں جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور رنگ برنگ نکلتے ہیں۔ سُرخ گلاب کا پھول ہتیلی کے برابر ہوتا ہے لوگوں کا

Marfat.com

گمان ہے کہ اس پتھر میں اللہ اور محمد کا نام قلم قدرت سے لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اس پہاڑ میں قدم تک جانے کے دو رستے ہیں ایک کو بابا کا رستہ کہتے ہیں اور دوسرے کو ماما کا یعنی آدم اور حوا کے رستے۔ ماما کا رستہ آسان ہے اس رستے سے زائر واپس آتے ہیں اور اگر کوئی اس رستے سے جاتا ہے تو سمجھتے ہیں کہ اس نے زیارت ہی نہیں کی لیکن بابا کا رستہ بڑا دشوار گذار ہے اور چڑھنا نہایت مشکل ہے۔ پہاڑ کے نیچے جہاں اس کا دروازہ ہے ایک غار ہے جس کو اسکندر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پانی کا ایک چشمہ ہے پہلے آدمیوں نے پہاڑ میں سیڑھیاں کھدوا رکھی ہیں جن پر چڑھتے ہیں اور ان میں لوہے کی میخیں گاڑ کر ان سے لوہے کی زنجیریں لٹکائی ہیں تاکہ چڑھنے والا ان کو پکڑتا جائے۔ یہ دس زنجیریں ہیں دو پہاڑ کے نیچے جہاں دروازہ ہے اور سات اس کے بعد پے در پے آتی ہیں دسویں زنجیر کو زنجیر شہادت کہتے ہیں کیونکہ جب انسان وہاں پہنچتا ہے اور پہاڑ کے نیچے کی طرف دیکھتا ہے تو اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں اور گرنے کے خوف سے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کرتا ہے۔ جب اس زنجیر سے گذر جاتے ہیں تو رستہ ملتا ہے۔ دسویں زنجیر سے لیکر غار خضر تک سات میل کا فاصلہ ہے وہ ایک وسیع میدان میں واقع ہے اس کے پاس پانی کا ایک چشمہ ہے وہ بھی حضرت خضر کی طرف منسوب ہے اس چشمہ میں مچھلیاں بکثرت ہیں کوئی شخص ان کو پکڑ نہیں سکتا۔ اس کے قریب رستہ کے دونوں طرف دو حوض ہیں جو پہاڑ میں کھودے ہوئے ہیں غار خضر میں سب زائر جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھوڑ جاتے ہیں اور دو میل اوپر جہاں قدم ہے چڑھتے ہیں۔ یہ قدم بابا آدم کے پاؤں کا نشان ایک سخت سیاہ پتھر میں ہے جو سطح سے اونچا ہے اور میدان میں پڑا ہوا ہے قدم مبارک پتھر میں گھس گیا تھا اور اس کا نشان ہو گیا تھا اس کی لمبائی گیارہ بالشت ہے۔ پہلے یہاں اہل چین آتے تھے وہ انگوٹھے کی جگہ پتھر میں سے توڑ کر لے گئے اور شہر زیتون میں ایک مندر میں اس کو جا رکھا۔ وہاں ہی اہل چین تمام ملک سے زیارت کو آتے ہیں۔ قدم کے پاس پتھر میں نو گڑھے کھدے ہوئے ہیں ہندو زائر اس میں سونا اور یاقوت اور موتی بھر جاتے ہیں اسی لئے فقیر لوگ جب غار خضر پہنچتے ہیں تو جلدی کر کے سب سے پہلے پہنچتے ہیں تاکہ جو کچھ

اُن گڑھوں میں ہو رہے لیں۔ ہم جب آئے تو بہت تھوڑا سونا اور جواہرات اُس میں تھے وہ ہم نے اپنے بدرقہ کو دے دیا۔ دستور یہ ہے کہ زائر لوگ غار خضر میں تین دن تک ٹھیرتے ہیں اور تین دن برابر صبح اور شام قدم کی زیارت کو آتے ہیں ہم نے بھی ایسا ہی کیا ہے ✤

۵۱ جونک۔ یہ جانور سیلان میں مسافر کے لیے ایک مصیبت ہے۔ میدان میں نہیں ہوتا۔ اکثر پہاڑ کی ترائی میں ملتا ہے۔ پانی میں نہیں رہتا بلکہ زمین پر یا درختوں سے چمٹی ہوئی بکثرت پائی جاتی ہے لمبائی میں فقط ایک انچ ہوتی ہے اور موٹائی میں دھاگہ کی مانند باریک لیکن خون پی کر قلم کی مانند موٹی اور تین انچ لمبی بن جاتی ہے۔ باریک سے باریک کپڑے میں گھس جاتی ہے۔ اِس ملک کے باشندے بدن پر تیل اور عرق لیموں اور تمباکو کی راکھ مَل رکھتے ہیں۔ لیموں کے عرق سے فقط خون ہی بہنے سے نہیں تھم جاتا بلکہ زخم بھی فوراً اچھا ہو جاتا ہے۔ رستوں پر کسی پتہ یا گھاس کی اوٹ میں سیدھی کھڑی رہتی ہے جہاں مسافر یا جانور گذرا اور جست کر کے اُس کے چمٹی۔ گھوڑے تو دیوانہ ہو جاتے ہیں ٹاپ مارتے مارتے تھک جاتے ہیں۔ اگر ایک آدھ سال بارش نہ ہو تو یہ جونکیں بالکل معدوم ہو جاتی ہیں لیکن ذرا سا چھینٹا پڑا نہیں اور یہ جانور مینڈک کی طرح آناً فاناً میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک قسم کی جونک تالابوں میں رہتی ہے جو جانوروں کے نتھنوں میں گھس جاتی ہے اور جانور مر جاتا ہے۔ ٹےننٹ صاحب نے جونک کے اُڑنے کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ جس تیزی اور چالاکی سے وہ انسان پر حملہ کرتی ہوں اُس کے سبب سے اُس ملک میں وہ اُڑنے والی جونکیں مشہور ہو گئی ہوں ✤

۵۲ قدم شریف۔ بُودھ مذہب کے پیرو اُس کو ساکیا منی کے قدم کا نشان بتلاتے ہیں اور ہندو شو کے قدم کا اور مسلمان بابا آدم کے قدم کا۔ اب اس کا طول ۵ یا ۵½ فٹ ہے۔ مختلف مصنفوں اور سیاحوں نے اُس کا طول مختلف دیا ہے۔ سیلان کے باشندوں میں یہ نقل مشہور ہے کہ ہر ایک شخص کو قدم کی لمبائی اُس کے ایمان کے مطابق نظر آتی ہے۔ ابو زید حسن سیرافی نے اُس کی لمبائی ۷۰ ہاتھ لکھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ایمان سب سے بڑا تھا۔ بودھ مذہب کے پیرو کہتے ہیں کہ بودھ اسی پہاڑ سے آسمان کو چڑھا ہے قرآن شریف میں یا حدیث میں اس قدم کی بابت کوئی سند نہیں۔ بے شک یہ سب مؤرخ لکھتے ہیں کہ بابا آدم سراندیپ میں ایک پہاڑ پر جس کو نود کہتے ہیں پھینکے گئے تھے۔ اور حوّا جدہ میں اور سانپ سمنان میں اور شیطان اصفہان میں۔ سر ایمرسن ٹےننٹ کے بیان سے جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں ابن بطوطہ کی بہت کچھ تائید ہوتی ہے۔ اب یہ جگہ بُدھ مذہب والوں کے اہتمام میں ہے اسکو سری پد یعنی قدم شریف کہتے ہیں۔ یہ کوہستان سراندیپ کے جنوبی حصہ میں واقع ہیں۔ کوہ آدم سب سے اونچی چوٹی نہیں ہے لیکن مشہور سب سے زیادہ ہے اُس کی بلندی سطح سمندر سے ۷۴۲۰ فٹ ہے زمانہ حال میں اکثر لوگ اس پہاڑ کے دیکھنے کے لئے کولمبو اور رتن پور کے رستہ سے جاتے ہیں ساحل سے یہ چوٹی ۶۵ میل ہے دو ثلث رستہ میدان میں ہے۔ رتن پورہ سے فقط گھوڑے اور

Marfat.com

پیدل کا رستہ رہ جاتا ہے۔ اول اول تو رستہ جنگل میں سے ہے جس میں درختوں کی کثرت سے سورج بھی نظر نہیں آتا۔ جگہ جگہ مسافر خانے بنے ہوئے ہیں ...۔ فٹ کی بلندی فقط نو میل میں طے ہو جاتی ہے۔ چھ میل تک اصلی چوٹی نظر نہیں آتی۔ لیکن جب تین میل کی چڑھائی باقی رہ جاتی ہے۔ تو وہ چوٹی نظر آنے لگتی ہے۔ اس کے بعد چڑھائی ایسی سیدھی ہے کہ پتھر میں کاٹ کاٹ کر سیڑھیاں بنائی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد فقط زنجیروں کے ذریعہ سے چڑھتے ہیں اگر ذرا پاؤں چوک جائے یا چڑھنے والا نیچے کی طرف دیکھے تو سر پھر جاتا ہے اور مسافر کا کچھ پتہ نہیں لگتا اس لیے اُن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ نیچے کی طرف نہ دیکھیں اور سنبھال سنبھال کر قدم رکھیں اس کے بعد ایک لوہے کا زینہ ۴۰ فٹ اونچا ہے اور اچھی طرح قدم کا نشان بھی نہیں ایک لمبا گڑھا سا نظر آتا ہے لیکن اس چوٹی کے اوپر سے زمین اور سمندر کا نظارہ قابل دید ہے۔ بودھ مذہب کی سب سے پرانی کتاب جس میں اس قدم کا ذکر ہے مہاونس ہے جو ۵۰۰ء کی لکھی ہوئی ہے۔

اشرف ایک ایرانی شاعر نے اپنے سکندر نامہ میں لکھا ہے کہ یہ زنجیریں سکندر نے جب وہ سیلان میں گیا اور چڑھنے کے لیے بنوائی تھیں۔ ابن بطوطہ کی روایت کہ اس جگہ کو باب سکندر کہتے ہیں۔ اسی کہانی کی تائید ہے لیکن یہ فقط کہانی ہو کیونکہ سکندر نے سیلان کو خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا یہ زنجیریں اب بھی موجود ہیں اور اُن پر کچھ کھدا بھی ہے جو پڑھا نہیں جاتا۔ مارکو پولو نے قدم کا کچھ ذکر نہیں کیا لیکن یہ لکھا ہے کہ سیلان میں بودھ یعنی ساکیامنی کے دانت اور پیالہ تھا۔ وہ قوبلہ قاآن نے بے شمار دولت دے کر حاصل کیا تھا اور پیکن میں اُس کو چینی سفیر لے آئے تھے۔ پیالہ کی بابت کہتے ہیں کہ اُس میں کھانا پھر کر چاہے جس قدر آدمیوں کو کھلاتے جاؤ سب سیر ہو جاتے ہیں۔ فوہیان نے جو ایک چینی سیاح تھا اور آٹھویں صدی کے قریب ہندوستان میں آیا تھا ذکر کیا ہے کہ وہ پیالہ پشاور میں ہے اور سر ہنری رالن سن بیان کرتے ہیں کہ وہ پیالہ قندھار میں مسلمان فقیروں کے پاس ہے جس کو وہ کشکول شریف کہتے ہیں۔ اور اُس کی طرف اسی قسم کے معجزے منسوب کرتے ہیں۔

فصل (۶)۔ قدم کی زیارت سے واپسی

جب ہمیں تین دن ہو چکے تو ہم ماما حوا کے رستے واپس ہوئے۔ پہلی منزل غار شیم (شیث) میں ہوئی پھر دریائے سمک پر پہنچے۔ پھر کُرکلہ میں پھر جبر گاؤں میں پھر دل دی نور میں پھر آت قلنجہ میں یہاں شیخ ابو عبداللہ بن خفیف گرمی بسر کیا کرتے تھے۔ یہ سب گاؤں اور منزلیں پہاڑ میں ہیں پہاڑ کی جڑ کے قریب درخت رواں ہے یہ ایک بڑا درخت ہے اُس کے پتے نہیں گرتے اور نہ کسی نے اُس کو

Marfat.com

دیکھا ہے اُس کو رواں اس لئے کہتے ہیں کہ اگر اُس کو پہاڑ کے اوپر سے دیکھو تو وہاں سے دور
ور جب بڑ کے قریب معلوم ہوتا ہے۔ یہاں بہت سے جوگی ٹھیرے ہوئے تھے وہ اس درخت کے پتوں کے
گرنے کا انتظار کیا کرتے ہیں لیکن اُن کی یہ اُمید کبھی پوری ہوتی معلوم نہیں ہوتی۔ اس درخت کے
پتوں کی بابت یہ جوگی بہت سی جھوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جو کوئی یہ پتہ کھا لیوے تو
پھر جوان ہو جاتا ہے خواہ بوڑھا پھوس ہی کیوں نہ ہو۔ اس پہاڑ کے نیچے وہ دریا ہے جس میں
سے یاقوت نکلتا ہے اُس کا پانی بالکل نیلا نظر آتا ہے۔

فصل (۷)۔ دین ور

وہاں سے چل کر ہم دو دن میں دین ورپہنچے[۱] یہ شہر بہت بڑا ہے اور سمندر کے کنارے پر ہے
اُس میں سوداگر رہتے ہیں اور ایک بُت جس کا نام دینور ہے ایک بڑے بتخانہ میں رکھا ہوا ہے
اُس میں تین ہزار کے قریب برہمن اور جوگی رہتے ہیں اور پانسو ہندوؤں کی بیٹیاں ہیں جو ہر روز
بُت کے سامنے ناچتی اور گاتی ہیں اس شہر کا کُل محصول بتخانہ کے لئے معاف ہے اور اہل بتخانہ
اور مسافروں کو اس میں سے روٹی دی جاتی ہے بُت سونے کا بنا ہوا ہے اور آدم قد ہے اُس کی
دونوں آنکھوں کی جگہ دو بڑے یاقوت لگے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ وہ رات کو قندیل کی مانند روشنی دیتے
ہیں۔ پھر ہم شہر قالی[۲] (گالی) میں پہنچے یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے دینور سے چھ فرسنگ کے فاصلے پر
ہے اُس میں ایک مسلمان ناخدا ابراہیم رہتا ہے اُس نے ہماری ضیافت کی۔ اس کے بعد کلنبو[۳]
کی طرف چلے سراندیپ میں یہ شہر سب سے بڑا ہے اور خوبصورت ہے اور اُس راجہ کا وزیر حاکم
بحر ہے اور جالستی کہلاتا ہے رہتا ہے اُس کے ساتھ پانسو حبشی بھی رہتے ہیں وہاں سے چل کر تین
دن کے بعد ہم بطالہ میں پہنچا اور وہاں کے راجہ سے جس کا ذکر پہلے کر آیا ہوں ملا ناخدا
ابراہیم میرا انتظار کر رہا تھا۔

[۱] دین ور۔ اس کا قدیم نام دیوان ڈیرہ لکھا ہے اور اب اُس کو ڈوندرا کہتے ہیں لیکن اس موقع پر
کوئی شہر نہیں بستا فقط ایک راس کا نام ہے جو سمندر میں نکلا ہوا ہے اور سیلان کا سب سے جنوبی سرا
ہے۔ سر ولیم ٹے ننٹ نے اپنی کتاب سیلان جلد اول صفحہ ۱۱۳ پر لکھا ہے کہ ڈوندرا میں پہلا ایک بڑا

شامندر تھا۔ بودھ کے پیروؤں سے پہلے بھی اس جگہ ہندوؤں کا ایک مشہور مندر وشنو کا تھا۔ اہل مذہب والوں نے بھی وہاں سب سے پہلے اپنا مندر بنایا۔ کوہ آدم کے سوا اور کوئی اس سے زیادہ متبرک جگہ تمام سیلان میں نہیں سمجھی جاتی تھی۔ مندر اس قدر بڑا تھا کہ خاصا ایک شہر معلوم ہوتا تھا۔ اس پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے تھے ۱۵۸۸ء میں پرتگیزوں نے ڈی سوزا کے ماتحت اس مندر کو تباہ کردیا اور اس میں گائے ذبح کرائیں اور لاتعداد جواہرات اور سونا اور چاندی اور صندل ان کے ہاتھ لگا۔ اب محض کھنڈرات نظر آتے ہیں +

۵۲ قالی۔ اس سے گالی مراد ہے جو سیلان کے جنوب میں ایک بندر ہے جہاں آسٹریلیا اور چین کے جہاز یورپ کو آتے جاتے ٹھہرتے ہیں +

۵۳ کلمبو۔ یہ شہر سیلان کا دارالخلافہ ہے اور جزیرہ میں سب سے بڑا بندر ہے تین طرف سمندر ہے۔ ایک طرف خشکی سے ملا ہوا ہے ۱۷۹۶ء میں انگریزوں کے قبضہ میں آیا۔ موجودہ آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ بندر کا مقام کچھ اچھا نہیں بڑے بڑے جہاز شہر کے قریب تک نہیں آسکتے +

باب (۱۲) معبر

فصل (۱) معبر کی طرف روانگی

پھر ہم معبر کی طرف چلے ہوا بہت تیز ہوگئی اور پانی جہاز میں آنے لگا۔ ہمارے جہاز پر کوئی واقف دکپتان (رئیس) نہ تھا پھر ہم پتھروں میں جا پہنچے قریب تھا کہ جہاز ان پتھروں سے ٹکرا کر ٹوٹ جائے پھر ہم ایک چھوٹی سی کھاڑی میں چلے گئے۔ جہاز بیٹھنے لگا اور موت ہمیں سامنے نظر آنے لگی لوگوں کے پاس جو کچھ تھا انہوں نے پھینک دیا اور وصیت کرنے لگے۔ ہم نے جہاز کے مستول کاٹ کر پھینک دیئے اور جہاز والوں نے لکڑی کی ایک کشتی بنائی خشکی وہاں سے دو فرسنگ تھی میں نے بھی کشتی میں اترنے کا ارادہ کیا دو لونڈیاں اور ہمراہی میرے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ تو ہم کو کہاں چھوڑتا ہے میں نے کہا کہ تم اور یہ لونڈی چلے جاؤ میں جہاز ہی میں ٹھہرتا ہوں اس لونڈی نے کہا کہ میں خوب تیرنا جانتی ہوں کشتی کی ایک رسی پکڑ کر لٹک جاؤں گی اور تیرتی چلی جاؤں گی محمد بن فرحان اور ایک شخص مصری اور ایک لونڈی کشتی میں بیٹھ گئی اور دوسری لونڈی تیرتی ہوئی آئی

Marfat.com

ہاز والوں نے بھی کشتی کی رسیاں باندھ لیں اور وہ بھی تیرنے لگے۔ میں نے اپنا بیش قیمت اسباب
موتی اور عنبر وغیرہ اُن کے ساتھ بھیج دیا اور وہ سب صحیح و سالم کنارہ پر پہنچ گئے کیونکہ ہوا موافق تھی
یں خود جہاز میں رہا اور جہاز کا مالک بھی بمشکل خشکی تک پہنچ گیا۔ جہاز والوں نے کشتیاں بنانی
روع کیں اُن کے پورا ہونے سے پہلے رات ہوگئی اور پانی جہاز میں چڑھ آیا میں جہاز کے پچھلے حصہ
ی جا بیٹھا اور صبح تک وہاں رہا۔ صبح کے وقت کئی ہندو ایک کشتی لے کر آئے اور انہوں نے
ں کنارے پر اتارا میں نے اُن سے کہا کہ میں اُن کے بادشاہ کا رشتہ دار ہوں وہ بادشاہ کی رعیت
ے انہوں نے فوراً اُس کو لکھا بادشاہ وہاں سے دو دن کے رستہ پر غزا کے لئے آیا ہوا تھا میں نے
ں اپنا کل حال لکھا۔ یہ لوگ ہمیں ایک جنگل میں لے گئے اور ایک میوہ لائے جو خربوزہ کے مشابہ
ھا ہے اور گوگل[1] کے درخت سے لگتا ہے اُس میں کوئی چیز روئی کے پھویے کے مشابہ ہوتی ہے اور
ں میں شہد کی مانند عرق ہوتا ہے اور اِس شہد کو نکال کر اس کا حلوا بناتے ہیں جسکو تل کہتے ہیں
ر وہ چینی کے مشابہ ہوتا ہے اور ایک بہت عمدہ مچھلی بھی لائے۔ وہاں ہم تین دن ٹھیرے تین
ن کے بعد بادشاہ معبر کیطرف سے ایک امیر قمرالدین نام چند سواروں اور پیادوں کو ساتھ لیکر
یا اور دس گھوڑے اور ایک ڈولہ لائے میں اور میرے ہمراہی اور مالک جہاز پر سوار ہوگئے۔
یک کنیزک سوار ہوگئی دوسری کو میں نے ڈولہ میں بٹھا دیا اُس روز ہم ہرکاتو کے قلعہ میں پہنچے
ور رات کو وہیں رہے۔ میں نے اپنی کنیزکیں اور غلام اور ہمراہی وہاں ہی چھوڑے دوسرے دن
ہم بادشاہ کے کیمپ میں پہنچے +

لہ۔ معبر تیرہویں اور چودھویں صدی عیسوی میں عرب اور ساحل ایران ہندوستان کے اوس ساحل
کو جس کو ہم اب کارومنڈل اور کرناٹک کہتے ہیں معبر کہتے تھے۔ معبر کے معنی گھاٹ کے ہیں اور چونکہ
ان دونوں ساحلوں کو گھاٹ بھی کہتے ہیں اس لئے اغلباً عربوں نے گھاٹ کا ترجمہ کر لیا ہو۔ ادریسی کے
کے جغرافیہ میں یہ نام موجود نہیں ہے اور بارہویں صدی عیسوی سے پہلے بھی اس لفظ کا استعمال نہیں تھا
ابوالفدا نے لکھا ہے کہ راس کماری پر مالابار ختم ہو جاتا ہے اور معبر شروع ہو جاتا ہے اور نیلور تک اسکی
حد ہے۔ وصاف نے بھی یہی لکھا ہے کہ معبر کا مالک کولم سے نیلور تک ہے اُس کی لمبائی تین سو فرسنگ
کے قریب ہے، وصاف نے معبر کو ہندوستان کی کنجی لکھا ہے اُس کے راجہ کا نام سندر پانڈے اور

Marfat.com

وزیر کا نام تقی الدین عبدالرحمان لکھتا ہے۔ راجہ کی وفات سنہ ۱۲۹۳ء میں ہوئی۔ ان اجاڑ کا دارالح[illegible] ٹرا تھا جس کو شہر پانڈی بھی کہتے تھے اور جو بگڑتے بگڑتے فارسی کتابوں میں شہر مانڈی اور شہر منڈ[illegible] ہو گیا۔ سنہ ۱۳۱۱ھ میں اس ملک کو کافور ہزار دیناری علاءالدین خلجی کے غلام نے فتح کیا تھا۔ اس وقت ویرا پانڈی راجہ تھا۔ خاندان پانڈی اس ملک پر کئی ہزار سال سے حکومت کرتا تھا۔ یونانی مورخ میغاس تھی نیس (سنہ ۳۰۰ ق م) نے بھی اس خاندان کا ذکر کیا ہے سنہ ۱۳۱۱ء سے لے کر سنہ ۱۳۵۸ء تک مسٹر نکسن نے آٹھ صوبہ داروں کا نام دیا ہے جو بادشاہ دہلی کی طرف سے معبر میں حکومت کرتے تھے۔

ملک نائب کافور	سنہ ۱۳۱۰ء	سے	سنہ ۱۳۱۳ء تک
علاءالدین۔	سنہ ۱۳۱۳ء	سے	سنہ ۱۳۱۹ء تک
اتم الدین خاں	سنہ ۱۳۱۹ء	سے	سنہ ۱۳۲۲ء تک
قطب الدین (داماد)	سنہ ۱۳۲۲ء	سے	سنہ ۱۳۲۷ء تک
نقال الدین	سنہ ۱۳۲۷ء	سے	سنہ ۱۳۳۴ء تک
سوادا ملک / احمد ملک	سنہ ۱۳۳۴ء	سے	سنہ ۱۳۴۶ء تک
فندق ملک	سنہ ۱۳۴۶ء	سے	سنہ ۱۳۵۸ء تک

یہ فہرست بالکل غلط اور فرضی ہے نام بھی غلط اور اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ سنہ ۱۳۱۱ء سے سنہ ۱۳۳۸ء تک۔ جب جلال الدین احسن شاہ نے محمد تغلق کے وقت میں بغاوت کی بادشاہان دہلی کی طرف سے کون کون صوبہ دار رہا۔ ابن بطوطہ کے ناموں سے فقط دو نام علاءالدین اور قطب الدین اس فہرست میں پائے جاتے ہیں ابن بطوطہ کی تحریر کے مطابق یہ قطب الدین علاءالدین کا داماد تھا۔ اور وہ جلال الدین احسن شاہ کے بعد تیسرا بادشاہ تھا۔ سنہ ۱۳۳۸ء سے پہلے سید جلال الدین احسن شاہ صوبہ دار تھا اور سنہ ۱۳۴۲ء تک وہ خود مختار [illegible] کے بعد بادشاہ رہا۔ اس کے بعد سنہ ۱۳۴۵ء میں اس کا داماد قطب الدین بادشاہ ہوا لیکن چالیس دن [illegible] اس کے بعد سنہ ۱۳۴۶ء میں غیاث الدین دامغانی سید جلال الدین احسن شاہ کا داماد [illegible] ہوا [illegible] علاءالدین۔ لیکن چونکہ ان بادشاہوں کا تعلق دہلی سے کچھ نہ رہا تھا اور بہمنی بادشاہوں [illegible] اور ان کے درمیان بیجانگر کا راج تھا اس لیے ان کو شمال سے کچھ مدد نہ مل سکی اور مسلمانوں کی حکومت تھوڑے دن رہی۔ تعجب ہے کہ کسی مسلمان مورخ نے بھی ان بادشاہوں کا ذکر نہیں کیا اور اگر ابن بطوطہ ان کا ذکر نہ کرتا تو تاریخ کا یہ حصہ دنیا سے معدوم ہو چکا تھا +

۵۲۔ عنبر [illegible] کی ماہیت میں اب تک اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خاص قسم کی مچھلی کی آنتوں کے اندر کسی بیماری کے سبب کوئی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مرارہ اور مثانہ میں پتھر۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک قسم کی مکھیوں کا چھتہ ہے اس میں شہد ہوتا ہے۔ بارش کے دنوں میں چھتہ سمندر میں گر جاتا ہے شہد تو پانی میں مل جاتا ہے اور چھتہ بہہ کر کناروں پر آ لگتا ہے یا پانی پر تیرتا پھرتا ہے بعض مچھلیاں

Marfat.com

ونگل جاتی ہیں لیکن ہضم نہیں کر سکتیں اس لیے یا تو مر جاتی ہیں اور یا اُس کا پیٹ پھول جاتا ہے
کی پر آپڑتی ہیں اُن کے پیٹ میں سے نکال لیتے ہیں۔ مخزن کا مصنف لکھتا ہے کہ میں نے عنبر
یک ٹکڑے میں چھوٹے جانوروں کے سر اور گردن اور اعضا دیکھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سمندر کی
ں تہ سے کوئی چیز مومیائی اور قیر کی طرح اُبل کر نکلتی ہے تلاطم امواج اور مد و جزر کے باعث سے
ہ آجاتی ہے اور بہتی بہتی خشکی پر آپڑتی ہے۔ مخزن کا مصنف اس تیسرے قول کو ترجیح دیتا ہے
ابو زید سیرافی نے بھی اپنے سفرنامہ (۳۰۳ھ) میں اُس کی ماہیت یہی بیان کی ہے اور بو علی سینا بھی
س قول سے متفق ہے۔ چوتھا قول یہ تھا کہ سمندر میں ایک گائے ہوتی ہے اور عنبر اوس کا گوبر ہوتا ہے
ؒ سعدی کا شعر ہے ؎ ناکس اگر بمال کند کبر چکیم ✣ غرش شمار اگر گا و عنبر است ✣
ن یہ قول بالکل غلط ثابت ہو گیا ہے۔ ابو الفضل کے نزدیک شہ چیتہ ہے۔ ماہیت کی بابت اب تک
ئی تشفی کے قابل تحقیق نہیں ہوئی۔ سب سے عمدہ قسم اشہب ہوتا ہے۔ توڑا جاتا ہے تو اندر سے سفید
ردی مائل برآمد ہوتا ہے اسی قدر اچھا ہوتا ہے۔ اُس کے بعد فستقی اُس کے بعد خشخاشی اور سیاہ رنگ
اسب سے خراب ہوتا ہے۔ مچھلی کے شکم میں سے جو عنبر نکلتا ہے اُس کو مندل کہتے ہیں۔ جزائر مالدیپ
ز مدغاسکر اور یمن اور حضر موت اور ڑاپخ کا بنا میں اکثر ملتا ہے وزن نوعی اُس کا آب سے
ئاکہ ہلکا ہوتا ہے۔ ٹواکٹر اُس کا ست نکالتے ہیں اور اُس کو عنبرین کہتے ہیں [illegible]
ور ایتھر میں حل ہو جاتا ہے (ہلال ۱۵۔ دسمبر ۱۸۹۷ء)
مُقل بضم میم و سکون قاف۔ ہندی میں اُس کو گوگل اور فارسی میں بوئے جہودان کہتے ہیں کیونکہ
یہودی لوگ اُس کی خوشبو کا بہت استعمال کرتے ہیں۔ اس کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے۔ عمان اور حضر موت
اور ہندوستان جنوبی میں ہوتا ہے۔ آگ پر ڈالنے سے خوشبو دیتا ہے۔ پانی میں جلدی گل جاتا ہے مخزن

فصل (۲) معبر کے بادشاہ

معبر کا بادشاہ غیاث الدین دامغانی ہے وہ پہلے ملک مجیر بن ابی الرجا کے سواروں میں نوکر تھا
ر یہ امیر سلطان محمد تغلق کے خادموں میں سے تھا اُس کے بعد سلطان جلال الدین کے بیٹے [illegible]
اجی کا ملازم ہو گیا اور اس کے بعد بادشاہ بن بیٹھا پہلے اس کا نام سراج الدین [illegible]
ہو گیا تو اُس نے سلطان غیاث الدین لقب اختیار کیا۔ یہ معبر کا ملک پہلے سلطان [illegible]
تھا لیکن اُس پر میرے خسر شریف جلال الدین احسن شاہ باغی ہو گیا اور پانچ برس [illegible]
حکومت کی پھر وہ قتل کیا گیا اور حسن کا ایک امیر علاء الدین اُدیجی بادشاہ ہوا۔ ایک سال بعد [illegible]

کسی ہندو راجہ پر چڑھائی کی اور بہت سامال لوٹ کر اپنے ملک کو واپس آیا۔ دوسر
چڑھائی کی اور بہت سے کافروں کو مار کر ان کو شکست دی۔ اس نے لڑائی میں ایک دن پانی
لیے اپنے سر پر سے خود اٹھایا اسی وقت اس کے ایک تیر آلگا فوراً مرگیا۔ اس کے بعد اس
قطب الدین کو بادشاہ بنایا لیکن وہ اچھی خصلت کا نہ نکلا اس کو چالیس دن کے بعد مار ڈا
بعد سلطان غیاث الدین کو بادشاہ بنایا اس نے سلطان جلال الدین کی بیٹی کے ساتھ جس
ساتھ دہلی میں میرا نکاح ہوا تھا نکاح کر لیا۔ جب میں کیمپ کے قریب پہنچا تو اس نے میرے
لیے ایک حاجب کو بھیجا وہ لکڑی کے برج میں بیٹھا ہوا تھا۔ دستور ہے کہ بادشاہ کے
بے موزہ پہنے نہیں جا سکتا میرے پاس اس وقت موزے نہ تھے ایک ہندو نے مجھے موز
حالانکہ بہت سے مسلمان موجود تھے میں نے اس ہندو کی مروت پر تعجب کیا۔ میں بادشاہ کے
گیا مجھے بیٹھ جانے کا حکم دیا اور قاضی حاجی صدر الزماں بہاء الدین کو بلوایا اور اس کے
خیمے مجھے ٹھیرنے کے لئے دیئے اور فرش اور کھانا یعنی چاول اور گوشت بھجوائے۔ اس ملک
ہمارے ملک کی طرح کھانے کے بعد دودھ کی لسی پیتے ہیں۔ پھر میں بادشاہ کے پاس گیا اور
مالدیپ میں لشکر بھیجنے کی ترغیب دی اس نے ارادہ پختہ کر لیا اور جہاز بھی مقرر کر دیئے اور
ملکہ کے واسطے تحفے اور امیروں اور وزیروں کے واسطے خلعتیں بھی تیار کیں اور مجھے ملکہ
کے ساتھ اپنا نکاح کرنے کے لئے وکیل مقرر کیا اور حکم دیا کہ تین جہازوں میں جزیرہ کے
کے لیے صدقہ روانہ کیا جائے اور مجھ سے کہا کہ پانچ دن کے بعد واپس آجاؤ۔ امیر البحر خواجہ
نے کہا کہ جزائر مالدیپ کی طرف تین مہینے تک سفر کرنا ممکن نہیں۔ تبھی بادشاہ نے کہا کہ تو تم
اور جب یہ عرصہ منقضی ہو جائے تو دار الخلافہ متراہیں واپس آجاؤ اور پھر وہاں سے روا
میں اس کے پاس ٹھیرا اور اس عرصہ میں میری کنیزکیں اور ہمراہی بھی آملے جس زمین
ہم سفر کر رہے تھے بالکل جنگل تھا درخت اور بانس اس میں اس کثرت سے تھے کہ آدمی بید
اس میں نہیں چل سکتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ لشکر کا ہر ایک آدمی اپنے ساتھ ایک ایک

کو کاٹا جائے جہاں کہیں اترتے تھے تو سب کے سب سوار ہو کر جنگل میں چلے جاتے تھے جا شت زوال کے وقت تک درخت کاٹتے تھے پھر ایک ایک جماعت کھانا کھاتی تھی پھر درخت شروع کرتے تھے اور شام تک کاٹے جاتے تھے اور جو کوئی ہندو جنگل میں ملتا تھا اُس کو ... کر لیتے تھے اور ایک لکڑی جس کے دونو سرے تیز بنا لیے جاتے تھے اس کے کندھے پر ... تے تھے اور وہ اُس کو اُٹھا کر کیمپ میں لے جاتا تھا اور اُس کی عورت اور بچے بھی تہ ہو ... ن کا دستور تھا کہ کیمپ کے گرد لکڑی کی دیوار بناتے تھے جس کے چار دروازے ہوتے تھے ... نگھر کہتے تھے اور اس میں جو بادشاہ کا ڈیرہ ہوتا تھا اُس کے گرد دوسرا کٹنگھر تیار کرتے ... کٹنگھر کے باہر نصف آدم قد اونچے چبوترے بناتے تھے رات کو اُن پر آگ روشن کرتے تھے ... ت کو پیدل اور غلام جاگتے تھے اور جب ہندو رات کو کیمپ پر چھاپہ مارنے کے واسطے ... تے تھے تو اُس وقت ہر ایک شخص ایک بانس کی چھڑی جو اُس کے ہاتھ میں ہوتی تھی روشن کر لیتا ... سے ایسی روشنی ہوتی تھی گویا دن نکلا ہوا ہے سوار لوگ فوراً دشمن کے تعاقب میں چلے ... تھے اور جو قیدی شام کو پکڑ کر لاتے تھے اُن کو چار جماعتوں میں تقسیم کرتے تھے ہر ایک ... کٹنگھر کے ایک ایک دروازہ پر لے جاتے تھے اور ہر ایک دروازہ کے قریب وہ لکڑی جو ... یدی اپنے کندھوں پر جنگل سے لائے تھے گاڑ دیتے تھے پھر اُس لکڑی میں ہر ایک قیدی ... دیتے تھے اور اُن کی عورتوں کے بال اُسی لکڑی سے باندھ دیتے تھے اور بچوں کو اُن کی ... دل میں ذبح کرتے تھے اور اُن کو وہیں چھوڑ کر پھر سب کیمپ میں آ کر جنگل کے کاٹنے میں مشغول ... تے تھے اور یہ بے رحم اور قابلِ نفرین کارروائی میں نے کسی بادشاہ کو کرتے ہوئے نہیں دیکھی ... اسی وبال سے یہ بادشاہ جلدی مر گیا۔ ایک روز میں بادشاہ کی ایک طرف بیٹھا ہوا تھا ... قاضی دوسری طرف اور ہم کھانا کھا رہے تھے ایک کافر کو اُس کی عورت اور بیٹے ... ت لائے اُس کے بچے کی عمر سات سال کی تھی اُس نے جلادوں کو حکم دیا کہ اس قیدی ... ڈالو اور یہ بھی کہا کہ اسکی عورت اور بیٹے کو بھی۔ اُن کی گردنیں اُڑا دی گئیں۔ میں نے

اپنا منہ اُس طرف سے پھیر لیا جب میں اُٹھا تو اُن کے سر خاک میں پڑے ہوئے تھے ایک
اُس کے پاس موجود تھا ایک کافر کو لائے۔ بادشاہ نے کچھ کہا میری سمجھ میں نہ آیا اُس کے جلاد
فوراً تلواریں سونتیں میں جلدی کر کے اٹھا اور چلنے لگا۔ بادشاہ نے کہا کہاں جاتے ہو میں
کہ عصر کی نماز پڑھنے جاتا ہوں وہ سمجھ گیا اور ہنس پڑا اُس نے اُس شخص کے ہاتھ پاؤں کا
دیا اور جب میں واپس آیا تو وہ خاک و خون میں لوٹ رہا تھا۔ اس بادشاہ کے قرب وجوار میں ایک
بلال دیو تھا۔ یہ بڑا عظیم الشان راجہ تھا اُس کا لشکر ایک لاکھ کے قریب تھا اُس کے سا
مسلمان بھی تھے جن میں سے اکثر چور اور ڈاکو اور بھاگے ہوئے غلام تھے اُس نے معبر پر حم
اُس وقت بادشاہ کے پاس فقط چھ ہزار فوج تھی جن میں سے نصف تعداد تو اچھے سپا
کی تھی اور باقی یوں ہی فضول اور بے سامان تھے۔ شہر کُبان کے باہر مقابلہ ہوا معبر
لشکر نے شکست کھائی اور وہ سب شہر متره دارالخلافہ کو واپس آگئے اور راجہ نے کبان
محاصرہ کیا یہ شہر بہت بڑا اور مضبوط تھا اُس نے دس مہینے تک اس کا محاصرہ کیا اور قلعہ
پاس فقط چودہ دن کی خوراک باقی رہ گئی، راجہ نے اُن کو پیغام بھیجا کہ اگر تم قلعہ چھوڑ دو تو
امان ہے انہوں نے کہا کہ ہم پہلے بادشاہ سے خبر منگا لیں راجہ نے کہا اچھا اسی چا
کے عرصہ میں اجازت منگا لو۔ راجہ نے سلطان غیاث الدین کو لکھا اُس نے جمعہ کے د
خط سب لوگوں کو سنایا۔ حاضرین سنکر روئے اور کہا ہم اپنی جانیں اللہ کے رستہ میں قربان کر
کیونکہ اگر راجہ نے وہ شہر لے لیا تو ہمارے شہر پر آئیگا۔ گرفتار ہونے سے تلواروں کے سایہ میں
بہتر ہے انہوں نے ایک دوسرے کیسا تھ عہد کیا کہ کوئی نہ بھاگے اور دوسرے دن سب نے
اپنے عمامے گھوڑے کی گردن میں باندھ لئے یہ علامت اس بات کی تھی کہ مرجائیں گے بھاگ کر
آئیں گے اُن میں سے دلیر اور بہادر سب آگے بڑھے وہ تعداد میں تین سو کے قریب تھے میمنہ
سیف الدین بہادر کو کھڑا کیا یہ شخص بڑا عالم اور پرہیزگار اور بہادر تھا اور میسرہ پر ملک
سلحدار کو اور سلطان قلب میں تھا اُس کے ساتھ اسکی تین ہزار فوج تھی اور باقی تین

Marfat.com

کے پیچھے کیا اور ان پر اسد الدین کیخسرو فارسی کو سردار بنایا۔ زوال کے وقت انہوں نے سفر
کیا دشمن بالکل غافل تھا۔ ان کے گھوڑے چراگاہ میں گئے ہوئے تھے! اسد الدین نے ان پر ناگہاں
کیا۔ راجہ نے سمجھا کہ چور ہیں اس لیے بغیر کسی تیاری کے ان کے مقابلہ کیلئے باہر نکلا اور ان کا مقابلہ
اتنے میں بادشاہ غیاث الدین بھی جا پہنچا۔ راجہ نے فاش شکست کھائی اور ارادہ کیا کہ سوار ہو کر
بھاگ جائے وہ عمر میں اسی برس کا تھا۔ ناصر الدین نے جو غیاث الدین کا بھتیجا تھا اس کو پکڑ لیا اور
چاہتا تھا کہ اس کو قتل کرے کیونکہ وہ اس کو پہچانتا نہ تھا لیکن اس کے ایک غلام نے کہا کہ یہ راجہ ہے
اس لیے ناصر الدین نے اس کو قید کر لیا اور اپنے چچا کے پاس پکڑ کر لے آیا۔ بادشاہ نے ظاہر میں
تعظیم کی اور خراج میں بہت سا مال اور ہاتھی اور گھوڑے لے لیے کیونکہ اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ تجھ
کو زندہ چھوڑ دوں گا جب اس کے پاس کچھ نہ رہا تو اس کو ذبح کر ڈالا اور اس کی کھال کھنچوا کر اس میں
بھس بھروا کر متھرہ کی فصیل پر اس کو لٹکا دیا۔ میں نے بھی اس کو وہاں لٹکا ہوا دیکھا۔

ال دیو۔ یہ راجہ ہویسالا خاندان کا دوار سمندر میں ۱۲۹۲ء میں تھا۔ جس راجہ کے وقت میں کافور نے حملہ کیا تھا اس کا نام بھی ویرا بلال دیو تھا۔ اس نے ۱۲۹۲ء سے ۱۳۴۲ء تک حکومت کی تھی۔

فصل (۳)۔ پتن

اب میں اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ میں نے کیمپ میں سے کوچ کیا اور شہر پتن میں پہنچا
یہ شہر ہے اس کا بندرگاہ عجیب ہے۔ اس کے بندرگاہ میں ایک بہت بڑا لکڑی کا برج بنا ہوا
ہے جو موٹی موٹی لکڑیوں پر بنایا گیا ہے اوپر سے مسقف ہے اور لکڑیوں کا زینہ ہے جب دشمن کا خوف
ہوتا ہے جو جہاز بندر میں ہوتے ہیں وہ اس کے قریب لگائے جاتے ہیں جہاز والے برج پر چڑھ جاتے
ہیں اور دشمن سے بے خوف ہو جاتے ہیں۔ اس شہر میں ایک مسجد بھی پتھر کی بنی ہوئی ہے اس میں
انگور اور انار بکثرت ہیں۔ وہاں میں شیخ صالح محمد نیشاپوری سے ملا یہ ان مجذوب فقیروں میں سے
تھا جو اپنے بال بڑھاتے ہیں اور شانوں پر چھوڑتے ہیں اس کے پاس سات لومڑیاں تھیں جو
فقیروں کے ساتھ کھاتی تھیں اور ان کے ساتھ بیٹھی رہتی تھیں اور اس کے ساتھ تیس ایک فقیر

Marfat.com

اور تھے اُن میں سے ایک کے پاس ایک ہرنی تھی جو شیر کے پاس کھڑی ہو جاتی تھی اور شیر اسے کچھ نہیں کہتا تھا۔ میں پتن کے شہر میں ٹھیرا۔ سلطان غیاث الدین کے لیئے کسی جوگی نے باہ کی گولیاں بنا دی تھیں کہتے ہیں کہ اُس کا ایک جزو فولاد کا برادہ تھا اُسکو وہ معتاد سے زیادہ کھا گیا اس سے بیمار ہو گیا اور پتن میں آیا میں اُس کے ملنے کے واسطے گیا۔ میں نے کچھ تحفے اُس کی نذر کئے جب پتن میں ٹھیرا امیر البحر خواجہ سرور کو بُلایا اور کہا کہ جو جہاز جزائر مالدیپ کے جانے کے لیئے مقرر کئے گئے ہیں اُن کو کسی اور کام پر مت لگانا اور ارادہ کیا کہ مجھے میرے تحایف کی قیمت ادا کرے میں نے انکار کیا پھر میں اِس انکار سے نادم ہوا کیونکہ سلطان مرگیا اور مجھے کچھ نہ ملا۔

ل پتن یا کاویری پتن دریائے کاویری کے دہانہ پر ایک بڑا بندرگاہ تھا جس کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱۳۰۰ء کے قریب سمندر کی طغیانی کے سبب سے برباد ہو گیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی بربادی بعد میں ہوئی ہے کیونکہ اِس زمانہ تک یعنی سنہ ۱۳۴۵ء میں یا سنہ ۱۳۴۴ء تک وہ موجود تھا۔

ل۲ کہتے ہیں کہ سنہ ۱۲۹۰ء میں ایک جوگی ارغون بادشاہ ایران کے پاس آیا اور دعوے کیا کہ میں ایک ایسی معجون جانتا ہوں جس سے عمر دراز ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس معجون کے اجزا میں گندک اور زر تیون بھی تھے ارغون نے یہ دوا واتیار کی گئی اور آٹھ ماہ وہ کھاتا رہا۔ اُس کے بعد وہ ایک چلّہ میں بیٹھا اور اُسی اثنا میں اُس پر ایسا مرض غالب ہوا کہ بادشاہ کو تبریز سے شوغان کو جانا پڑا۔ وہاں طبیبوں کے علاج سے کچھ فائدہ ہوا لیکن پھر جوگی کی دوا کی گئی اور بادشاہ کا مرض بڑھ گیا یہاں تک کہ وہ مرگیا۔

فصل (۴)۔ متّرا (مدرا)

بادشاہ پتن میں پندرہ دن ٹھیرا اس کے بعد اپنے دار الخلافہ متّرا کو چلا گیا۔ میں اُس کے بعد پندرہ دن وہاں اور ٹھیرا پھر میں بھی دار الخلافہ کی طرف گیا۔ یہ ایک بڑا شہر ہے۔ بازار اور کوچے نہایت وسیع ہیں۔ اول ہی اول اُس کو میرے خسر سید جلال الدین احسن شاہ نے دار الخلافہ بنایا تھا اور دہلی کی نقل پر اُس کی بنیاد ڈالی اور اچھی اچھی عمارتیں بنوائیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں وبا پھیلی ہوئی تھی جب کوئی مریض ہوتا تھا دوسرے دن یا تیسرے دن مرجاتا تھا اگر بہت دیر لگتی تھی تو چوتھے دن سے زیادہ دیر تک کوئی شخص بیمار نہ رہتا تھا۔ جب میں باہر نکلتا تھا تو یا تو مریض اور یا کوئی مردہ نظر آتا تھا۔ میں نے ایک کنیزک خریدی وہ بالکل صحیح وسالم تھی۔ دوسرے دن ہی مرگئی۔

... روز میرے پاس ایک عورت آئی اُس کا خاوند سلطان حسن شاہ کا وزیر تہا اُس کے ساتہ ایک
... برس کا لڑکا تہا جو نہایت ذہین اور تیز معلوم ہوتا تہا اُس نے اپنے افلاس کی شکایت کی
... نے اُس کو کچہ دیا اُس وقت ماں بیٹا دونوں بالکل تندرست تہے دوسرے دن وہ آئی اور
... اپنے بیٹے کے کفن کے لیے کچہ مانگنے لگی معلوم ہوا کہ وہ مرگیا۔ میں دیکہتا تہا کہ سلطان کے
... میں سینکڑوں عورتیں ہر روز مرتی تہیں یہ عورتیں اُن چاولوں کے کوٹنے کیلئے لائی گئی
... تہیں سوا بادشاہ کے کہانے کے اور لوگوں کے کہانے میں خرچ ہوتے تہے۔ جب مریض ہوتی تہیں تو
... پ میں پڑجاتی تہیں اور مرجاتی تہیں۔ جب بادشاہ متروہ میں داخل ہوا تو اُس کا بیٹا اور اُس کی
... اور بیوی بیمار تہیں۔ بادشاہ شہر میں فقط تین دن ٹہیرا پہر ایک نہر میں جو شہر سے تین میل کے
... فاصلے پر تہی چلا گیا۔ وہاں ہندوؤں کا ایک مندر تہا میں بہی جمعرات کے دن وہاں پہنچ گیا مجہے حکم
... کہ تم قاضی کے برابر کے خیمہ میں ٹہیرو۔ اُس وقت میں نے سُنا کہ لوگ دوڑے ہوئے جاتے ہیں کوئی
... کہتا تہا کہ بادشاہ مرگیا اور کوئی کہتا تہا اُس کا بیٹا آخر درست یہ خبر تہی کہ بادشاہ کا بیٹا مرگیا اور
... شنبہ کے روز بادشاہ کی والدہ مرگئی تیسری جمعرات کے دن سلطان غیاث الدین مرگیا میں خبر سُنکر
... کے خوف سے شہر میں چلا آیا۔ ناصر الدین بادشاہ کا بہتیجا شہر سے نکلتا ہوا اور کیمپ کی طرف
... آتا ہوا ملا۔ بادشاہ نے اُس کو ولیعہد بنایا تہا کیونکہ بادشاہ کے اور کوئی بیٹا باقی نہ رہا تہا اُس نے مجہے
... کہ میرے ساتہ واپس چلو میں نے انکار کیا یہ بات اُس نے اپنے دل میں رکہی یہ ناصر الدین دہلی میں
... شاہ کا ملازم تہا جب اُس کا چچا معبر کا بادشاہ ہوگیا تو یہ شخص دہلی سے فقیروں کا بہیس بنا کر بہاگ آیا
... اُن کی تقدیر میں غیاث الدین کے مرنے کے بعد بادشاہ ہونا لکہا تہا جب اسکی بیعت کیگئی تو شاعر
... اُس کی تعریف میں قصیدے پڑہے اُن کو اُس نے بڑے بڑے صلے دیئے سب سے پہلے قاضی
... صدر الزماں نے مبارکبادی کے اشعار پڑہے اُس کو پانسو دینار اور ایک خلعت دیا پہر وزیر نے جس کو
... قاضی کہتے ہیں اُس کو دو ہزار دینار دیئے اور مجہے تین سو دینار اور ایک خلعت دیا فقرا اور مساکین کو
... بہت سی خیرات تقسیم کی گئی اور جب خطیب نے اُس کے نام کا خطبہ پڑہا تو اُس پر سے دینار اور درہم

Marfat.com

جو سونے اور چاندی کے طباقوں میں تھے نثار کئے گئے سلطان غیاث الدین کی قبر پہ قاضی
کئے جو اس کی قبر پہ ہر روز کلام مجید ختم کرتے تھے پھر عشر خواں آتے تھے اور پڑھتے تھے اس
بعد کھانا آتا وہ سب لوگ کھاتے تھے پھر ہر ایک شخص کو اس کے مرتبے کے مطابق درہم د
جاتے تھے اسی طرح چالیس دن تک کرتے رہے پھر ہر سال اس کی وفات کے روز اسی طرح کر
تھے جیسے کہ پہلے وفات کے دن کیا تھا۔ اول ہی اول جو کام ناصر الدین نے کیا وہ یہ تھا کہ اپنے چچا
کو معزول کر دیا۔ اور اس سے مال طلب کیا اور اپنا وزیر ملک بدر الدین کو بنایا جس کو اس کے چچا
میرے استقبال کے لیئے پتن میں بھیجا تھا وہ جلدی ہی مر گیا پھر اس کے بعد خواجہ سرور امیر ا
کو وزیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ اس کو خواجہ جہاں کہا کریں جیسا کہ دہلی کا وزیر کہلاتا ہے اور یہ حکم
جو کوئی وزیر کو خواجہ جہاں نہیں کہیگا اس پر اس قدر جرمانہ ہوگا پھر سلطان ناصر الدین نے اپنی پھوپھی
بیٹے کو جس کے ساتھ سلطان غیاث الدین کی لڑکی بیاہی ہوئی تھی قتل کروا دیا اور اس کی بیوہ سے
آپ نکاح کر لیا اور جب اسکو یہ خبر پہنچی کہ ملک مسعود اس کی پھوپھی کے بیٹے سے قید خانہ میں ملتا
تو اس کو بھی مروا ڈالا اور ملک بہادر کو بھی قتل کروا دیا یہ شخص بڑا فاضل سخی اور بہادر تھا۔ میرے لئے
کہ جو جہاز اس کے چچا نے جزائر مالدیپ کے لیے نامزد کئے ہیں وہ میرے ساتھ کئے جائیں۔ ابھی تما
مجھے وہی بخار ہو گیا جو وبائے مہلک کی طرح پھیلا ہوا تھا میں سمجھا کہ بس اب میں زندہ نہیں رہ سک
لیکن خدا تعالےٰ نے میرے دل میں یہ ڈال دیا کہ میں نے آدھ سیر املی گھول کر پی لی۔ اس سے
تین دن تک دست آتے رہے اور میں اچھا ہو گیا۔ میں نے اس شہر کو چھوڑنا چاہا اور سفر کرنے
بادشاہ سے اجازت طلب کی اس نے کہا کہ تمہارے مالدیپ جانے کے وقت میں فقط ایک مہینہ
رہ گیا ہے تم یہیں ٹھیر جاؤ تاکہ میں اخوند عالم کے حکم کی تعمیل کروں اور جو کچھ تمہارے ساتھ ابھی
جانے کے لیے نامزد کیا ہے سپرد کر دوں میں نے کہا میں نہیں ٹھیر سکتا۔ پھر اس نے پتن کے اہلکا
کو حکم لکھ دیا۔ کہ جس جہاز میں میں جانا چاہوں مجھے لے جائیں میں پتن آیا تو وہاں آٹھ جہاز
یمن کیلئے تیار کھڑے تھے میں ان میں سے ایک جہاز میں بیٹھ گیا۔ رستہ میں ہمیں چار جہاز ملے ان کے

Marfat.com

ہم نے تہوڑا مقابلہ کیا وہ واپس چلے گئے۔ ہم کولم میں پہنچے۔ اب تک مجھ میں مرض کا کچھ بقیہ موجود تہا میں وہاں تین مہینے ٹہیرا +

ف ۵ متر ا۔ حال میں اس شہر کو مڈورا کہتے ہیں۔ ضلع مڈورا احاطہ مدراس میں کلکٹر کے رہنے کی جگہ ہے اب بہی یہ شہر بہت بڑا ہے۔ اسی ہزار کے قریب آبادی ہے۔ پہلے یہ شہر پانڈی راجاؤں کا دارالخلافہ تھا۔ یہ خاندان پانسو برس قبل مسیح سے ۱۳۲۴ء تک حکومت کرتا رہا۔ آخر راجہ کو ملک کافور نے فتح کیا اُس کے بعد یہاں کچھ عرصہ تک شاہان دہلی کی طرف سے صوبہ دار آتے رہے۔ یہ تو ہندوستان کی کل تاریخوں سے پتہ لگتا ہے کہ ۱۳۳۸ء کے قریب اُن میں سے ایک صوبہ دار سید جلال الدین احسن شاہ نے محمد تغلق کے وقت میں بغاوت کی اور بادشاہ جب اُس بغاوت کو رفع کرنے گیا تو رستہ میں اُس کے لشکر میں وبا پڑ گئی۔ اور وہ واپس ہو گیا۔ اس کے بعد اُن تاریخوں میں کچھ ذکر نہیں۔ ابن بطوطہ کے سفرنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلال الدین احسن شاہ نے بغاوت کے بعد پانچ برس مستقل ہو کر حکومت کی اور اُس کے بعد ۱۳۴۴ء تک جب ابن بطوطہ وہاں آیا ایک شخص ناصر الدین وہاں حکومت کرتا تہا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُن دنوں میں بیجانگر کے راجہ وہاں لشکر بہیجتے تہے۔ قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاقہ بیجانگر کے راجہ نے اُن ہی دنوں میں فتح کر لیا +

وبائی بخار اب بہی اس علاقہ میں بڑی شدت کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ ۱۸۰۹ء و ۱۸۱۰ء میں یہ بخار وبا کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور ہزاروں آدمی تلف ہو گئے +

یہ شہر ڈنڈی گل سے ۳۰ میل جنوب میں دیگائی ندی کے جنوبی کنارہ پر واقع ہے۔ شہر کے بیچ میں ایک بڑا قدیم مندر ہے جو ۸۴۰ فٹ لمبا اور ۷۴۴ فٹ چوڑا ہے۔ شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک بہت بڑا تالاب ہے جس کی دیواریں سنگ سرخ کی ہیں۔ بیچ میں ایک مندر ہے اور چاروں کونوں پر چار گنبد ہیں سال میں ایک دفعہ اس تالاب پر ایک لاکھ چراغوں کی روشنی کی جاتی ہے اور مندر کے بتوں کو تالاب کی سیر کرائی جاتی ہے۔ موجودہ عمارتیں تیرمل نائک کی بنوائی ہوئی ہیں جس کا عہد سلطنت ۱۶۲۳ء سے ۱۶۵۹ء تک تہا +

فصل (۵)۔ دریائی لٹیرے اور ابن بطوطہ کا لٹ جانا

پہر ایک جہاز میں بیٹھ کر میں سلطان جمال الدین ہنوری کیطرف چلا۔ ہنور اور فاکنور کے بیچ میں ہم پر ہندوؤں نے حملہ کیا۔ اُن کے پاس بارہ جنگی جہاز تہے ہمارے ساتھ اُن کی سخت لڑائی ہوئی اور ہم مغلوب ہو گئے جو کچھ میرے پاس تہا اور کسی اڑے وقت کے واسطے میں نے لگار کہا تہا سب چہین لیا۔ موتی اور یاقوت جو مجھے راجہ سیلان نے دئے تہے اور میرے کپڑے اور تبرکات

جو مجھے اولیا راللہ نے عطا کئے تھے کچھ نہ چھوڑا فقط میرے بدن پر ایک پیجامہ رہ گیا اسی طرح سب اہل جہاز کو لوٹ کھسوٹ لیا اور ہمیں ساحل پر اتار دیا۔ میں کالی کٹ میں واپس آگیا اور ایک مسجد میں داخل ہوا ایک فقیہ نے میرے واسطے کپڑا بھیجا قاضی نے عمامہ بھیجا اور سوداگر نے کچھ اور کپڑا بھیجدیا۔ یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ وزیر عبداللہ نے جمال الدین وزیر کی وفات کے بعد ملکہ خدیجہ کے ساتھ نکاح کر لیا ہے اور جس عورت کو میں حاملہ چھوڑ آیا تھا اُس کے لڑکا پیدا ہوا ہے میرے دل میں آیا کہ میں جزائر مالدیپ میں جاؤں لیکن ساتھ ہی عبداللہ کی عداوت کا خطرہ گذرا میں نے کلام اللہ میں فال دیکھی تو یہ آیت نکلی۔ تتنزل علیھم الملٰئکۃ ان لا تخافو ولا تحزنوا میں اِس کو فال نیک سمجھ کر چل پڑا +

۱؎ شمالی مالابار اور کونکن میں ہمیشہ دریائی ڈاکوؤں کا زور رہا ہے مارکوپولو نے لکہا ہے کہ مالابار اور گجرات میں یہ ڈاکو میں بیس تیس جہاز لے کر سمندر میں پہرتے ہیں اور جب کبھی کسی اکیلے جہاز کو دیکھتے ہیں تو سمندر میں آگ یا روشنی کی علامت سے دوسرے جہازوں کو خبر کر دیتے ہیں اور وہ مل کر جہاز کو لوٹ لیتے ہیں ہیلی کے بیان میں مارکوپولو لکھتا ہے کہ جب کوئی جہاز جو اِس جگہ کے لیے نہیں آتا اور اُس کو کسی اور جگہ جانا ہوتا ہے اور کسی اتفاق سے اس شہر میں داخل ہو جاتا ہے تو وہاں کا راجہ اُس کو لوٹ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہارا ارادہ کسی اور شہر میں جانے کا تہا اور ہمارے واسطے خدا نے تم کو یہاں بھیجدیا لیکن اگر کوئی جہاز خاص اِسی شہر کے ارادہ سے آتا ہے تو اُس کی خاطر و مدارات بدرجہ غایت کرتے ہیں +

فصل (۶)۔ جزائر مالدیپ میں دوسری دفعہ جانا

دس دن کے بعد میں جزائر مالدیپ میں پہنچا اور کنلوس کے جزیرہ میں اترا اس کا حاکم عبدالعزیز مقدشاوی تھا اُس نے میری خاطر مدارات کی اور میری ضیافت کی اور میرے ساتھ ایک کشتی کر دی اس کے بعد میں ہیلی کے جزیرہ میں پہنچا اس جزیرہ میں ملکہ اور اُس کی بہنیں سیر کے واسطے آیا کرتی تھیں اور جہازوں میں بیٹھ کر سمندر میں کھیلتی کودتی تھیں اس موقع پر وزیر اور امیر ملکہ کے واسطے تحفے بھیجتے ہیں اور اس جگہ ملکہ کی بہن اور اُس کا شوہر محمد بن جمال الدین خطیب اور اُس کی ماں جو میری زوجہ تھی موجود تھیں خطیب میرے ملنے کے لیے آیا اور کھانا بھی لایا۔

ایک آدمی نے وزیر عبداللہ کو میرے آنے کی خبر جا دی اُس نے دریافت کیا کہ وہ اکیلا ہے یا کوئی اُس کے ساتھ ہے اُس آدمی نے کہا کہ وہ اپنے بیٹے کے لینے کے واسطے آیا ہے۔ وہ اُس وقت دو برس کا تھا۔ اُس لڑکے کی ماں وزیر کے پاس آئی اور شکایت کی وزیر نے کہا کہ میں اُس کو منع نہیں کرسکتا۔ جزیرہ میں داخل ہونے کے لئے مجھ پر جبر نہ کیا اور مجھے اپنے محل کے سامنے ایک برج میں اُتارا تاکہ اُس کو اطلاع رہے کہ میں کیا کرتا ہوں اور ایک پورا خلعت اور پان اور عرق گلاب حسب دستور میرے پاس بھیجا اور میں دو ریشمی کپڑے سلام کے وقت پاؤں میں ڈالنے کو لایا تھا وہ مجھ سے لے لیے اُس روز وزیر میرے پاس نہ آیا اور میرے بیٹے کو میرے پاس بھیجدیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اُس کا وہیں ٹھیرنا اُس کے لیے بہتر ہوگا میں نے وہ بچہ اُس کی ماں کو ہی واپس دے دیا اور میں وہاں پانچ دن تک ٹھیرا۔ مجھے وہاں سے جلدی کوچ کرنا مناسب معلوم ہوا اس لئے میں نے اجازت طلب کی مجھے وزیر نے طلب کیا اور میں اُس کے پاس گیا اُس وقت دو کپڑے جو میں پاؤں میں ڈالنے کے واسطے لایا تھا مجھے دئیے میں نے سلام کرکے وہ کپڑے وزیر کے پاؤں میں حسب دستور ڈالے اُس نے مجھے اپنی برابر بٹھا لیا اور میرا حال دریافت کیا۔ میں نے اُس کے ساتھ کھانا کھایا اور ایک ہی طشت میں ہم دونوں نے ہاتھ دھوئے یہ وزیر تعظیم کسی کی نہیں کرتا تھا۔ پان لائے اور میں واپس گھر کو چلا آیا۔ پھر میرے پاس کپڑوں کے تھان اور کوڑیاں بھیجیں اور میرے ساتھ بہت کچھ احسان کیا میں ہاں سے چل پڑا۔ تینتالیس رات تک جہاز میں چلتے رہے اور بنگالہ میں پہنچے۔

باب (۱۳) - بنگالہ

بنگالہ ایک بہت وسیع ملک ہے چاول بکثرت ہوتا ہے ایسی ارزانی میں نے اور کسی ملک میں نہیں دیکھی لیکن یہ ملک اچھا نہیں تاریک ہے چنانچہ اہل خراسان اُس کو دوزخ پر نعمت کہتے ہیں چاول وہاں ایک دینار نقرئی کے پچیس رطل آتے ہیں یہ دہلی کا رطل مغرب کے بیس رطل کے برابر ہوتا ہے

ہے اور دینار نقرئی آٹھ درہم کا ہوتا ہے اور درہم اُن کا اوزن ہمارا مساوی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سال گرانی تھی۔ محمد بصمودی مغربی جو اولیاء اللہ میں سے تھے اور دہلی میں میرے مکان کے قریب رہتے تھے ذکر کیا کرتے تھے کہ میری ایک بیوی اور ایک نوکر تھا اور ہم تینوں برس دن کی خوراک ایک دفعہ آٹھ درہم میں خرید لیا کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ اُن دنوں میں ہاں آٹھ درہم میں اسی رطل دہلی کے آتے تھے کوٹنے کے بعد اُن میں پچاس رطل چاول نکلتے تھے اور یہ دس قنطار ہوئے۔ دودھ والی بھینس وہاں تین دینار نقرئی کو آتی ہے اس ملک میں گائے نہیں ہوتی۔ اچھی موٹی مرغیاں ایک درہم کی آٹھ آتی ہیں اور کبوتر کے بچے ایک درہم کے پندرہ اور موٹا مینڈھا دو درہم کا اور شکر رطل (دہلوی) چار درہم کو اور گلاب کا رطل آٹھ درہم کو اور گھی کا رطل چار درہم کو اور میٹھے تیل کا رطل دو درہم کو اور روئی کا ایک کپڑا تیس گز لمبا دو دینار میں اور خوبصورت کنیزک ایک دینار طلائی کو (جو مغرب کے ڈھائی دینار کے برابر ہوتا ہے) اس قیمت کو میں نے ایک کنیزک عاشورہ نام خریدی وہ نہایت خوبصورت تھی اور میرے ایک ساتھی نے ایک غلام چھوٹی عمر کا جس کا نام لولو تھا دو دینار میں خریدا۔

سلہ اس فصل میں رطل سے مراد دہلی کا من ہے جیسا کہ ابن بطوطہ کہتا ہے۔ یہ من بقول فرشتہ موجودہ وزن میں چودہ سیر کا اور بقول مصنف مسالک الابصار ساڑھے چودہ سیر کا ہوتا تھا۔ دینار نقرئی موجودہ روپیہ کے مساوی تھا۔ اس حساب سے گرانی کے ایام میں وہاں چاول ایک روپیہ کے ساڑھے سات من ہوئے اور ارزانی کے زمانہ میں ایک روپیہ کے پندرہ من پختہ۔

فصل (۲) سدگاواں

بنگالہ کا اول شہر جس میں ہم داخل ہوئے سدگاواں تھا یہ ایک بڑا شہر سمندر کے کنارہ پر ہے اس جگہ دریائے گنگ اور دریائے جون ملتے ہیں اور وہ دونوں مل کر سمندر میں داخل ہوتے ہیں اس شہر کے بندر میں بہت سے جہاز ہیں جن کے ذریعہ سے یہ لوگ اہل لکھنوتی سے مقابلہ کرتے ہیں بنگالہ کا بادشاہ فخر الدین ہے وہ فخرہ کے نام سے زیادہ مشہور ہے یہ بادشاہ بڑا فاضل ہے پردیسیوں اور فقیروں اور صوفیوں سے نہایت محبت رکھتا ہے۔ اصل میں یہاں کا

Marfat.com

شاہ سلطان ناصر الدین تھا جس کا بیٹا معز الدین دہلی میں بادشاہ تھا اُن کے مقابلہ اور ملاقات کا ذکر میں کر آیا ہوں جب وہ مر گیا تو اُس کا بیٹا شمس الدین بادشاہ ہوا اُس کے بعد شہاب الدین۔ شہاب الدین کو غیاث الدین بہادر المعروف بہ بہنور لنے مغلوب کر لیا۔ شہاب الدین نے سلطان غیاث الدین تغلق سے مدد طلب کی۔ سلطان غیاث الدین نے اُس کو قید کر لیا۔ لیکن سلطان محمد تغلق اس کے بیٹے نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب حسب وعدہ اُس نے ملک کے تقسیم کرنے میں بدعہدی کی تو بادشاہ نے اُس پر چڑھائی کی اور وہ مارا گیا اُس کے بعد اُس کا داماد بادشاہ ہوا اُس کو لشکر نے قتل کر ڈالا۔ علی شاہ اُن دنوں میں لکھنوتی میں بادشاہ بن بیٹھا فخر الدین نے جب دیکھا کہ اُس کے آقا ناصر الدین کے خاندان سے بادشاہت نکلی جاتی ہے تو اُس نے سدگاواں میں بغاوت کی اور اُس کے اور علی شاہ کے درمیان سخت لڑائی ہوئی گرمی اور کیچڑ کے موسم میں لکھنوتی پر فخر الدین نے جہازوں کے ذریعہ سے حملہ کیا کیونکہ اُس کی بحری طاقت بہ نسبت علی شاہ کے زیادہ تھی اور جب برسات ہو چکی تو علی شاہ نے فخر الدین پر حملہ کیا کیونکہ اُس کی بری فوج زیادہ تھی۔ فخر الدین فقیروں اور صوفیوں سے اسقدر محبت رکھتا تھا کہ اُس نے ایک صوفی شیدا نام کو ساتگام میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود ایک دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے لگا شیدا نے اوس کی عدم موجودگی میں بغاوت کی اور مستقل ہو جانے کا ارادہ کیا اور بادشاہ کا ایک ہی بیٹا تھا اُس کو قتل کر ڈالا۔ فخر الدین فوراً دار الخلافہ کو واپس آیا اور شیدا اور اوس کے ہمراہی سنار گاؤں کی طرف بھاگ گئے یہ بہت مضبوط جگہ تھی بادشاہ نے وہاں فوج بھیجی وہاں کے باشندوں نے خائف ہو کر شیدا کو پکڑ لیا اور اُس کو شاہی لشکر میں بھیجدیا اہل لشکر نے بادشاہ کو لکھا کہ کیا کیا جاوے اُس نے حکم دیا کہ اُس کا سر کاٹ کر بھیجدو۔ چنانچہ اُس کا سر بھیج دیا گیا اور اوس کے بہت سے فقیر قتل کئے گئے۔ جب میں ساتگام میں پہنچا تو میں نے وہاں کے بادشاہ سے ملاقات نہیں کی۔ کیونکہ اُس کی بادشاہ دہلی سے لڑائی تھی اور اس لیے میں سمجھا کہ ملاقات کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

۵ سدگاواں۔ ابن بطوطہ کی مراد ساتگام سے ہے (چاٹ گاؤں سے نہیں) جو ہوگلی کے بہت قریب

ایک بند تھا۔ آئین اکبری میں درج ہے کہ ہوگلی اور ساتگام ایک کوس کے فاصلہ میں دو بندر واقع ہیں اور پرتگیزوں کے قبضہ میں ہیں۔ اس وقت ست گاؤں ایک سرکار تھی جس میں ہوگلی اور کلکتہ و بست پرگنہ اور بردوان کے موجودہ اضلاع شامل تھے۔ یہ شہر بہت پرانا گنگا جی کی شاخ سرسوتی پر واقع تھا یہ شاخ مٹی اور ریت سے پُر ہو کر بند ہوگئی اور اس کا پانی دوسری شاخ یعنی ہوگلی میں شامل ہوگیا۔ اس کے پرتگیزوں نے ۱۵۳۷ء میں ہوگلی کو آباد کر لیا تھا۔

۵۲ جمنا کو دریائے جون کہتے ہیں لیکن یہاں جون سے گنگا کی ایک شاخ مراد ہے نہ کہ دریائے جمنا جو الٰہ آباد میں گنگا میں شامل ہو جاتا ہے۔ ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے "نزد موضع قاضی ہٹہ از سرکار بابک آباد دریائے گنگ دو بخش (حصہ) شود یکے بسوئے خاور (مشرق) رفتہ نزد بندر چاٹ گاؤں بدریائے شور در شود و بدہاولی نام گیرد و دیگرے رو بجنوب آورد سہ بخش (حصہ) گردد یکے راسرستی گویند دیگر راجون و سوم را گنگ بہندی زبان این مقام راتربینی خوانند و بس گرامی دارند" معلوم یہ ہوتا ہے کہ الٰہ آباد میں جیسا کہ سرسوتی کا ملنا فرضی خیال کیا ہوا ہے اسی طرح اس موقع پر واقعی طور سے ان تینوں کو علیحدہ کر دیا ہے +

۵۳ لکھنوتی۔ اس شہر کا قدیم نام گور تھا بنگال کے ہندو راجاؤں کا دار الخلافہ تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ شہر کا نام لکھنوتی یعنی لکھنوتی تھا اور علاقہ کا نام گوڑ بنگالہ تھا ۱۲۰۳ء میں جب مسلمانوں نے بنگال کو فتح کیا تو اپنا دار الحکومت اسی شہر میں رکھا اور تین سو سال مسلمان بادشاہ اسی شہر میں رہے۔ بیچ میں کچھ دنوں بعضے بادشاہ پنڈوہ میں جا رہے تھے جس کو حضرت پنڈوہ کہتے ہیں وہ بھی مالدہ کے ضلع میں گور کے قریب ہی واقع ہے۔ فیروز آباد بھی اسی شہر کے نواح میں واقع تھا شمس سراج عفیف نے لکھا ہے کہ فیروز شاہ نے ۷۵۴ھ میں لکھنوتی پر چڑھائی کی تو اس وقت اس شہر کا نام فیروز آباد رکھا تھا لیکن یہ غلط ہے کیونکہ اس زمانہ سے پہلے سکوں میں فیروز آباد نام درج ہے اور اغلباً یہ نام سلطان شمس الدین فیروز بن ناصر الدین بغرا ابن بلبن نے رکھا تھا۔ جب گنگا کی وہ شاخ جس پر یہ شہر واقع تھا سوکھ گئی اور اس کا پانی کبھی اور رستہ پڑ لیا تو دلدل کے باعث شہر کی آب و ہوا بگڑ گئی بنگال کے بادشاہوں نے اپنا پایہ تخت بدل لیا لیکن پھر بھی وہ حاکم نشین جگہ رہی ۱۵۳۷ء میں اس کو شیر شاہ نے لوٹ لیا اور ۱۵۷۵ء میں منعم خاں خان خاناں نے جو اکبر کا سپہ سالار تھا اس پر حملہ کیا۔ آب و ہوا کے بگڑ جانے کے سبب سے حملہ آور لشکر میں وبا پھیل گئی اور خانخاناں بھی وہیں مر گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے بعد پھر گور بالکل غیر آباد ہوگیا لیکن یہ غلط ہے کیونکہ ابوالفضل نے جو آئین اکبری میں اس شہر کی بابت لکھا ہے اس سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ شجاع کے وقت مغل صوبہ دار اسی شہر میں رہتے تھے حقیقت میں یہ شہر اس وقت غیر آباد ہوا ہے جب شاہ شجاع نے راج محل کو بنگالہ کو دار الخلافہ بنا لیا۔ اور اس کے بعد آباد نہیں ہوا۔ پچیس تیس میل مربع میں مسجدوں اور بازاروں اور محلوں کے کھنڈرات اب نظر آتے ہیں۔ اجڑنے کے بعد ایسی کثرت سے جنگل ہوگیا کہ آدمی کو وہاں جاتے دہشت آتی

Marfat.com

لیکن اب کچھ عرصہ سے جنگل صاف کیا گیا ہے اور وہاں چھوٹی بستیاں ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ اس کی اینٹوں سے انگریز آبادہ مرشد آباد اور مالدہ بور پرنیہ کی عمارتیں بنائی گئی ہیں۔ کھنڈرات سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی زمانہ میں یہ شہر کلکتہ سے کم نہیں تھا۔ اور چھ یا سات لاکھ کی آبادی ہوگی۔ اس کی فصیل جو فقط شمال کی طرف بنی ہوئی تھی کھود کر دیکھی گئی تو اس کی بنیادیں سو فٹ چوڑی ہیں اور کبھی کہیں خندق کا نشان ملتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوا سو فٹ سے کم چوڑی نہیں تھی۔ فصیل کے شمال مشرقی کنارہ پر ایک محل کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں جو چار سو گز لمبا اور چار سو گز چوڑا تھا اس کو راجہ بلال سین کا محل کہتے ہیں فصیل کے باہر ایک آبادی کے کھنڈرات ہیں اس میں ایک تالاب ساگر ڈگی۔ سولہ سو گز چوڑا اور آٹھ سو گز لمبا اب تک موجود ہے۔ اس کی دیواریں پختہ اینٹوں کی ہیں اور پانی نہایت صاف اور خوشگوار ہے۔ قلعہ کے پاس ایک تالاب پیاس باڑی نام اب تک ہے اس کا پانی کھاری ہے کہتے ہیں کہ یہ تالاب قیدیوں کے استعمال کے واسطے بنایا گیا تھا ابوالفضل نے بھی اس تالاب کا ذکر کیا ہے قلعہ اور پیاس باڑی کے درمیان سنہری مسجد ہے جو ۶ گز لمبی اور ۴۰ گز چوڑی اور ۲۰ گز اونچی عمارت ہے کہتے ہیں کہ اس کی چھت میں ۴۴ گنبد تھے۔ ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے: "جنت آباد پرانا شہر ہے۔ پہلے پایہ تخت تھا۔ لکھنوتی کہتے تھے اور بعضے گور بھی کہتے تھے۔ ہمایوں بادشاہ نے اس کا نام جنت آباد رکھا ہے۔ یہاں ایک بہت عمدہ قلعہ ہے۔ اور مشرق میں ایک تالاب ہے اس کا نام چھیتا بیتلہ ہے اس میں بہت سے ٹاپو ہیں۔ اگر اس کا بند ٹوٹ جائے تو تمام شہر ڈوب سکتا ہے۔ شہر سے شمال میں ایک کوس کے فاصلے پر ایک عمارت اور حوض ہے جس کا پانی زہر کی خاصیت رکھتا ہے اس حوض کو پیاز (پیاس) باڑی کہتے ہیں جن قیدیوں کو مار ڈالنا منظور ہوتا تھا وہاں قید کرتے تھے یہ پانی پی پی کر تھوڑے دنوں میں مر جاتے تھے۔ ہمارے بادشاہ نے اس کی ممانعت کر دی ہے۔" شیخ اخی سراج کی خانقاہ بھی گوڑ میں ہے۔ آپ سلطان المشائخ سلطان نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے یہ خانقاہ شہر کے ایک نواح میں ہے جسکو سعداللہ پور کہتے ہیں ساگر ڈگی تالاب کے شمال مشرقی گوشہ پر واقع ہے آپ کا انتقال ۷۵۸ھ میں ہوا ہے۔ باہر کے دروازہ پر ایک کتبہ ہے جس پر ۱۰۹۶ھ درج ہے اور یہ دروازہ حسین شاہ بادشاہ بنگال کا بنایا ہوا ہے خانقاہ اغلبًا سکندر شاہ کی بنائی ہوئی ہے لیکن کچھ تحقیق نہیں کتبہ کی جگہ خالی پڑی ہوئی ہے۔ کلکتہ کے عجائب گھر میں کچھ اینٹیں گوڑ سے آئی تھیں ان میں غیاث الدین بن سکندر شاہ کا نام لکھا ہے اور تاریخ سات سو اور کچھ معلوم ہوتی ہے لیکن کلم صاحب کا خیال ہے کہ پیمایش کے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اینٹیں اسی کتبہ کی جگہ کی ہیں۔ لیکن یہ محض قیاس ہے ممکن ہے کہ درست ہو کیونکہ یہ سلطان غیاث الدین سکندر شاہ کا بیٹا تھا اور وہ بادشاہ تھا جس نے خواجہ حافظ کو شیراز سے طلب کیا تھا اور آپ نے وہ غزل جس کا یہ شعر ہے ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

اس کے پاس بھیجکر آنے کا عذر کیا تھا۔ کتاب اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ شیخ سراج الدین عثمان

شیخ اخی سراج علیہ الرحمۃ

المشہور باخی سراج از مشاہیر خلفائے شیخ نظام الدین است و وے از عنفوان شباب کہ ہنوز موئے بر آغاز نشد بود در حلقہ ارادت شیخ در آمدہ بود و در سلک خدمتگاران پرورش یافتہ بعد از چند سال برائے دیدن والدہ بمقام لکھنوتی کہ الآن بگور مشہور است رفت و باز بخدمت مے رسید در وقت عطائے خلافت او را شیخ فرمود کہ اول درجہ دریں کار علم است او را چنداں نصیبے از علم نیست مولانا فخر الدین زرادی عرض کرد کہ او را در شش ماہ عالم میکنم بعد ازاں در خدمت مولانا فخر الدین زرادی تعلیم کرد مولانا برائے او تصریفے تصنیف کرد و او را عثمانی نام نہاد بعد ازاں پیش مولانا رکن الدین کافیہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحصیل کرد بعد از انتقال شیخ سال دیگر تعلیم کرد و بعضے کتب از کتابخانہ شیخ کہ وقف بود جامہا و خلافت نامہ کہ از خدمت شیخ یافتہ بود با خود برد و آں دیار را بجمال ولایت خود بیاراست۔ وبابِ او نفس شیخ چنیں رفتہ بود کہ او آئینہ ہندوستان است ✤

بنگالہ کی اُس وقت کی تاریخ بداؤنی

ؔ فخر الدین وعلی شاہ۔ پہلے غیاث الدین بہنورہ کے حال میں یہ لکھ آیا ہوں کہ اُس کو بادشاہ نے ۷۲۴ھ میں مار کر تاتار خاں کو سنار گاؤں میں اور ملک بیدار خلجی یعنی بہدر خاں کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کیا۔

(۱) بداؤنی نے اُس زمانہ کی بنگالہ کی تاریخ کے واقعات یہ لکھے ہیں۔ در ۷۳۹ھ بہرام خاں حاکم سنارگاؤں وفات یافت و ملک فخر الدین سلاحدار او سر بطغیان بر آوردہ خود را خطاب سلطانی داد و با قدر خاں ضابطہ لکھنوتی باتفاق ملک حسام الدین ابو رجا و عز الدین یحییٰ اعظم الملک جنگ کردہ شکست یافت و اسباب تجمل و خزینہ و حشم او بر دست قدر خاں افتاد چوں بشکال رسیدہ بود اسپاں قدر خاں سقط گشتہ داد و روپیہ بسیار جمع کردہ بود و بہ نیت پیشکش سلطان در محل خویش نہادہ بود و ہر چند حسام الدین او را از جمع اموال و طمع بستن مردم دراں و منجر بفتنہ شدن منع مے کرد قدر خاں نشنود آخر الامر ہماں طور شد و ملک فخر الدین باز آمد و سپاہیان قدر خاں با و یار شدہ صاحب خود را کشتند و ہمہ زر نصیب فخر الدین گشت و حکومت سنارگاؤں یک قلم او را مسلم شد و داد مخلص غلام خود را بر لکھنوتی نامزد کرد و علی مبارک عارض لشکر قدر خاں مخلص را کشتہ دم از استقلال زد و عرایض مصلحت آمیز بدرگاہ سلطان نوشت و سلطان ملک یوسف را نامزد کرد و او در راہ فوت شد و سلطان را شغل دیگر پیش آمد کسے دیگر بآنجانب نہ فرستاد و دریں مرتبہ علی مبارک بجہت عداوت فخر الدین علامات بادشاہی ظاہر ساختہ خود را بسلطان علاء الدین مخاطب گردانید و ملک الیاس حاجی کہ صاحب قبیلہ و حشم بود بعد از چندروز باتفاق بعضے از مراد ملوک لکھنوتی علاء الدین را بقتل رسانید و خود را سلطان شمس الدین خطاب کرد و در ۷۴۱ھ سلطان محمد بقصد تسخیر سنارگاؤں رفتہ فخر الدین را باسیری گرفتہ در لکھنوتی آورد و بقتل رسانید۔ و شمس الدین بادشاہ باستقلال دراں دیار شد و حکومت و سلطنت آں ملک تا مدت مدید در عہدہ فرزندان او ماند و دیگر در قبض سلطان محمد نیامد ✤

(۲) ابو الفضل آئین اکبری میں اس طرح لکھتا ہے۔ در مرزبانی سلطان تغلق قدر خاں از جانب او در بنگالہ بود۔ ملک فخر الدین سلاحدار او از آزمندی و بے آزرمی بجا لشکری قدر خاں را و خویش ہمت بست

یین گرفتہ از ہم گذرانید و بدستان سرائی و حیلہ فروشی نام بزرگے برخود نہاد و از فرماندہان دہلی سر باز کشید
علی مبارک کہ از سرکشیدگان قدر خاں بود سلطان علاء الدین خود را نام کردہ با وی فخر الدین بر خاست
در کارزار او را زندہ برگرفتہ بگوشتی فرستاد۔ حاجی الیاس کہ از امرائے بنگالہ بود چندے را ہمداستان
ساختہ علاء الدین را جان بشکرد و خود را شمس الدین لقب نہاد +

نظام الدین احمد بخشی

(۳) نظام الدین احمد بخشی نے ان ہی واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ملک فخر الدین سلاحدار قدر خاں
والی لکھنوتی ولی نعمت خود را بغدر کشتہ نام سلطنت بر خود اطلاق کرد۔ مخلص نام غلام خود را بالشکر آراستہ
بقصبائے بنگالہ فرستاد۔ ملک علی مبارک عارض لشکر قدر خاں بمخلص جنگ کرد او را شکست داد تمام
اسباب وحشم کہ ہمراہ او بود متصرف شد و سلطان فخر الدین چو نو دولت بود از مردم اطمینان خاطر نداشت
ملاحظہ کردہ بر سر علی مبارک نہ رفت تا آنکہ علی مبارک سامان خود کردہ خود را سلطان علاء الدین نام کرد۔
در سنہ احدی واربعین وسبعمائة (۷۴۱ھ) فخر الدین بہ لکھنوتی رفت و در جنگ آمدہ بدست علی مبارک
بقتل رسید۔ زمان سلطنت فخر الدین مدت دو سال و چند ماہ بود +

فرشتہ

(۴) فرشتہ اس طرح لکھتا ہے۔ ملک فخر الدین کہ از سلاحداران قدر خاں حاکم بنگالہ بود شمشیر او با خود برے
داشت چوں در سنارگاؤں فوت شد ملک فخر الدین در ۷۳۹ھ او را متصرف شدہ خود را فخر الدین سلطان
خطاب دادہ خطبہ بنام خواند۔ سلطان محمد بر این معنی آگاہی یافت قدر خاں حاکم لکھنوتی را با جمیع از امرا
چوں عزیز الدین وغیرہ بر سر او نامزد کرد چوں مقابل شدند فخر الدین منہزم گشتہ در جنگل دور دست گریخت
قدر خاں ہمانجا ماندہ امرا باقطاع خود رفتند چوں موسم برشکال رسید قدر خاں در مقام زر جمع کردن
شدہ از فراہم آوردن سپاہ غافل گردید و داعیہ اش آں بود کہ بعد از انصرام برشکال بخدمت
سلطان رفتہ پیش تخت انبار ہائے زر سرخ و سفید سازد و قضارا فخر الدین خبر این معنی یافتہ پنہاں کسان
نزد لشکریاں فرستادہ ہمہ را از خود ساخت وعدہ کرد کہ ہرگاہ بر قدر خاں ظفر یابم خزائن بر شما تقسیم نمایم
چوں فخر الدین از جنگل برآمدہ متوجہ سنارگاؤں شد لشکریان عاصی مدامیران باغی اتفاق کردہ قدر خاں
را بکشتند و خزانہ را برداشتہ بفخر الدین پیوستند فخر الدین وعدہ را وفا نمودہ خزائن را بر ایشاں
ارزانی داشت و سنارگاؤں را تختگاہ ساختہ بحکومت آں دیار مشغول گشت و غلام خود مخلص نام
را با لشکر بسیار بضبط لکھنوتی تعیین کرد و علی مبارک کہ عارض لشکر قدر خاں بود ہمت در زیدہ و مردانگی
نمودہ از روئے اخلاص و دولت خواہی جماعتے را با خود یار ساخت و با مخلص جنگ کردہ شکست داد تمام
و عریضہ نزد سلطان محمد تغلق فرستاد کہ اگر حکم شود ضابطہ لکھنوتی باشم و سلطان او را ندانستہ بجواب
ملتفت نہ شدہ یوسف شحنہ دہلی را ضابطہ لکھنوتی گردانیدہ رواں کرد او آنجا نرسیدہ متوفی شد و لکھنوتی
بعلی مبارک شاہ ماند چوں اسباب بادشاہی مہیا بود خود را سلطان علاء الدین خطاب دادہ ازدحام
نزد وی ملک الیاس نام کہ در آں نواحی مے بود لشکر مستعد داشت بہ لکھنوتی تاختہ بندگان سلطان
علاء الدین را بقتل رسانید و خود را بسلطان شمس الدین مخاطب کردہ در ۷۴۳ھ لشکر بہ سنارگاؤں کشید

Marfat.com

وفخرالدین سازندہ گرفتہ بہ لکھنوتی آوردہ وبحلق کشیدہ خطبہ وسکہ را بنام خود گردانید علی مبارک چون فخرالدین را بقتل آورد باستظہار تمام در لکھنوتی تہانہ گذاشتہ متوجہ بنگالہ گردید وبعد از چندروز ملک حاجی الیاس کہ حاجی پود از آثار دست لشکر سلطان علاء الدین را با خود متفق ساختہ لکھنوتی وبنگالہ را بحوزہ تصرف خود درآورد۔ خود را شمس الدین نامید ومدت سلطنت علاء الدین یکسال وپنج ماہ بود۔ چون شاہ علاء الدین کشتہ شد تمام لکھنوتی وبنگالہ بتصرف حاجی الیاس درآمد باتفاق امرا خود را شاہ شمس الدین خطاب دادہ خطبہ بنام خود خواند ولقب او بنگرہ است تا سیزدہ سال وچند ماہ احدے از بادشاہان دہلی معترض او نشدہ درکمال استقلال بادشاہی مے کرد تا آنکہ شوال ۷۵۴ھ فیروز شاہ با لشکر گران دہلی متوجہ لکھنوتی گردید وجنگ کردہ بسبب برشکال واپس شد۔ در ۷۵۵ھ شمس الدین پیشکش لائق فرستادہ صلح نمود۔ سلطان شمس الدین در ۷۵۸ھ فوت شد۔

(۵) مسٹر طامس نے جن سکوں کا ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔ مسٹر طامس کے سکے

(الف) سلطان فخرالدین۔ دارالضرب سنارگاؤں۔ وزن ۱۶۶ گرین۔

۷۳۷ھ و ۷۴۱ھ و ۷۴۲ھ و ۷۴۳ھ و ۷۴۴ھ و ۷۴۵ھ و ۷۴۶ھ و ۷۴۸ھ

و ۷۴۹ھ و ۷۵۰ھ

نمونہ حسب ذیل ہے

رُخ ۔۱ السلطان الاعظم فخرالدنیا والدین ابوالمظفر مبارک شاہ السلطان

رُخ ۲۔ یمین خلیفۃ اللہ ناصر امیرالمومنین

حاشیہ۔ ضرب ہذہ السکۃ بحضرۃ جلال سنارگاؤں سنۃ سبع وثلاثین وسبعمائۃ

(ب) سلطان علاء الدین علی شاہ۔

فیروزآباد ۷۴۲ھ و ۷۴۳ھ و ۷۴۰ھ و ۷۴۱ھ

رُخ ۔۱۔ السلطان الاعظم علاء الدنیا والدین ابوالمظفر علی شاہ السلطان

رُخ ۔۲۔ سکندر الزمان المخصوص بعنایت الرحمن ناصر امیرالمومنین۔

حاشیہ۔ ضرب ہذا الفضۃ السکۃ فی البلدۃ فیروزآباد سنۃ اربعین وسبعمائۃ

(ج) سلطان اختیارالدین غازی شاہ

۷۵۱ھ و ۷۵۳ھ بسنارگاؤں

رُخ ۔۱۔ السلطان الاعظم اختیار الدنیا والدین ابوالمظفر غازی شاہ السلطان ابن السلطان

رُخ ۔۲۔ یمین الخلیفہ ناصر امیرالمومنین

حاشیہ۔ ضرب ہذہ السکۃ بحضرہ جلال سنارگاؤں سنۃ احدی وخمسین وسبعمائۃ

(د) سلطان شمس الدین الیاس شاہ

فیروزآباد ۷۴۴ھ و ۷۴۵ھ و ۷۴۶ھ و ۷۴۷ھ و ۷۴۸ھ و ۷۴۹ھ و ۷۵۰ھ و ۷۵۱ھ و ۷۵۲ھ

Marfat.com

...۷۵۵ھ و ۷۵۶ھ و ۷۵۷ھ و ۷۵۸ھ
سنارگانوں ۷۵۳ھ و ۷۵۴ھ و ۷۵۵ھ و ۷۵۶ھ و ۷۵۸ھ

...ا اور ب سے معلوم ہوتا ہے کہ مبارک نام علی شاہ کا نہیں تہا جیسے کہ ہندوستان کے تمام مؤرخ
...ہیں بلکہ اُس کے مخالف سلطان فخرالدین کا نام مبارک تہا +

تاریخی واقعات جو قائم کئے جاتے ہیں۔

...چہ اِن چاروں مورخوں کے بیان میں جو شمس سراج عفیف اور تاریخ مبارک شاہی پر مبنی ہیں اسقدر ...ف ہیں کہ وہ خود قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتے ہیں لیکن ابن بطوطہ کی تحریر کی مدد سے اور ...سکّوں کی مدد سے جو دستیاب ہوئے ہیں ہم صحیح واقعات اور صحیح تاریخیں اخذ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس صاحب ...سکّوں کی طرف توجہ نہ کرتے اور ابن بطوطہ کی یہ تحریر نہ ہوتی تو بنگالہ کی اُس زمانہ کی تاریخ کی وہ ...ت ہوتی جو اِن چار مورخوں کے بیان سے معلوم ہوتی ہے۔ ابن بطوطہ اور سکّوں کے مقابلہ کرنے ...معلوم ہوگا کہ ان سب میں علاوہ باہمی تناقض کے کئی سخت غلطیاں ہیں +

...ن بطوطہ ۷۴۶ھ کے شروع میں بنگالہ میں تہا۔ اُس کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت ...ارگانوں میں سلطان فخرالدین زندہ تہا اور اُس وقت تک اُس کے اور علی شاہ کے درمیان لکھنوتی ...تہا لڑائی قایم تہی۔ اگر فرشتہ و بدوانی و احمد نظام اور ابوالفضل کا یقین کیا جائے تو فخرالدین کو ۷۴۱ھ ...یں کوئی کہتا ہے سلطان شمس الدین نے اور کوئی کہتا ہے علی شاہ نے اور کوئی کہتا ہے سلطان محمد ...ن نے مار ڈالا تہا۔ لیکن اُس کے سکّے ۷۵۰ھ تک کے پائے جاتے ہیں اور اس لئے کچھ شک نہیں ...ن بطوطہ کی تحریر صحیح اور ہمارے مورخ سب کے سب غلط ہیں۔ یہ سب مورخ لکھتے ہیں کہ فخرالدین نے ...ی کہتا ہے قدرخاں کو اور کوئی کہتا ہے تاتارخاں کو مار ڈالا حالانکہ اُس نے اِن میں سے کسی کو ...ں مارا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تاتارخاں کا شمشیر بردار تہا جب تاتارخاں مرگیا تو وہ موقع پاکر ...۷۴۳ھ میں نہیں بلکہ ۷۳۹ھ میں شرقی بنگالہ میں بادشاہ ہو بیٹھا۔ اِس سے آگے فرشتہ ...بیان اس قدر درست معلوم ہوتا ہے کہ فخرالدین کی بغاوت کی خبر سُنکر بادشاہ نے قدرخاں ...لم لکھنوتی کو لکھا اور اُس کی مدد کے لیے حسام الدین اور ابوالرجا اور امیروں کو نامزد کیا انہوں نے ...الدین کو شکست دی اور جنگل میں بہگا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی کئی سال تک رہی کیونکہ ۷۳۹ھ ...کے بعد کئی سال تک کوئی سکہ فخرالدین کے نام کا نہیں ہے۔ اس مدت میں وہ جنگل میں بادشاہی فوج کو ...پرتا رہا ہوگا آخر اُس نے موقع پاکر قدرخاں کے امیروں اور نوکروں کے ساتہ سازش کی اور اُن کو ...انہ کی تقسیم کا لالچ دے کر قدرخاں کو مروا ڈالا اور یہ سب امیر خزانہ کو لیکر فخرالدین کے پاس چلے گئے ...ان سنارگانوں میں فخرالدین مستقل بادشاہ ہو بیٹھا۔ یہ واقعہ ۷۴۱ھ کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُس ...سال سے لے کر برابر ۷۵۰ھ تک اُس کے نام کے سکّے پائے جاتے ہیں۔ فخرالدین ...نے لکھنوتی میں اپنے غلام مخلص کو بہیجا لیکن وہاں قدرخاں کے کبشی علی شاہ نے مخلص ...کو مار ڈالا۔ اور بادشاہ کو عرضداشت روانہ کی۔ بادشاہ اُس سے واقف نہ تہا۔ اس لئے

اُس نے یوسف شحنہ کو دہلی سے لکھنوتی کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یہ شخص رستے میں مرگیا۔ چونکہ اِن د
میں قحط اور عین الملک کی بغاوت کے باعث سے بادشاہ کے ہوش اُڑے ہوئے تھے اِ
اُس نے بنگالہ کی خبر نہ لی۔ علی شاہ ۷۴۰ھ میں موقع دیکھ کر لکھنوتی میں سلطان علاء الدین بن
سکوں سے معلوم ہوگا کہ اُس کا پہلا سکہ بھی ۷۴۲ھ کا ہے۔ لکھنوتی میں علی شاہ یعنی سلطا
علاء الدین رہا اور سنار گاؤں میں فخرالدین لیکن سکوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس علی
پہلے حاجی الیاس نے لکھنوتی میں مستقل ہونا چاہا تھا کیونکہ اُس کا سکہ ۷۴۰ھ کا موجود ہے۔ اُس
اور علی شاہ کے درمیان معلوم ہوتا ہے برابر کئی سال تک کشمکش رہی اور آخر میں علی شاہ کے
میں مرجانے سے اُس کا خاتمہ ہوا ہے۔ جب حاجی الیاس یعنی سلطان شمس الدین مغربی بنگال
لکھنوتی میں خودمختار بادشاہ ہو بیٹھا تھا۔ علی شاہ چار پانچ سال تک ایک طرف حاجی الیاس
سلطان شمس الدین سے لڑتا رہا اور دوسری طرف سلطان فخرالدین سے۔ آخر ۷۴۶ھ میں علی شاہ
کے مرنے کے بعد وہ مغربی بنگال میں اکیلا رہ گیا اُدھر مشرقی بنگالہ میں فخرالدین بادشاہ رہا۔ دہلی
طرف سے چونکہ سلطان محمد تغلق اس زمانہ میں اپنی مصیبتوں میں مبتلا تھا اور اُس کو ایک بغاوت کے
بعد دوسری بغاوت کا سامنا ہوتا تھا کسی شخص نے بنگالہ کا رُخ نہ کیا +

۷۴۶ھ کے بعد ابن بطوطہ چلا گیا اور اُس کے بعد اُس کے سفرنامہ سے کوئی مدد نہیں مل سکتی
لیکن سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۵۰ھ تک فخرالدین زندہ رہا۔ اُس کے بعد کوئی شخص اختیار الدین
غازی شاہ بادشاہ ہوا اور وہ دو سال تک رہا اُس کے سکے پر سلطان ابن السلطان نقش ہے اس
معلوم ہوتا ہے کہ وہ فخرالدین کا بیٹا تھا لیکن ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اُس کے ایک ہی بیٹا تھا
اُس کو شیدا نے مار ڈالا تھا۔ سلطان شمس الدین کے سکے سنار گاؤں کے ۷۵۳ھ سے شروع
ہوتے ہیں اِس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ سلطان شمس الدین نے ۷۵۳ھ میں سنار گاؤں یعنی مشرقی بنگ
بھی فتح کر لیا تھا اور وہ تمام بنگالہ کا بادشاہ ہوگیا تھا۔ اور اسی سبب سے سلطان فیروز شاہ نے اُس
مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ۷۵۹ھ میں فقط نذر لے کر اُس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ یہ بادشا
۷۵۹ھ میں مرگیا۔ اُس کی اولاد بنگالہ میں اِس کے بعد کئی پشت تک حکومت کرتی رہی۔ اِس
معلوم ہوگا کہ سلطان ناصرالدین بن بلبن کے وقت سے لے کر سلطان شمس الدین بھنگرہ کے ز
تک بنگال کی تاریخ کو ہمارے ملک کے مورخوں نے نہایت غلط طور سے مرتب کیا تھا اور اُ
صحیح کرنے میں ہمیں ابن بطوطہ کے سفرنامہ اور مسٹر طامس کے سکوں سے بہت کچھ مدد ملی ہے
اور اُس دور کی ایک نسبتی قابل اعتبار تاریخ حاصل ہوگئی ہے +

فصل (۳)۔ کامرودیس

ماتگام سے میں کامرو کے پہاڑوں کی طرف ہو لیا یہ ملک ماتگام سے ایک مہینے کے رستے

شیخ جلال الدین تبریزی

...ت وسیع پہاڑی ملک ہے اور چین اور تبت سے ملحق ہے جہاں مشک کے ہرن ہوتے ہیں اِس ملک کے باشندے شکل میں ترکوں کے مشابہ ہیں اور ایسے مضبوط خدمت کرنے والے شاید ہی کہیں ہوں گے۔ وہاں کا ایک غلام اور جگہ کے کئی غلاموں سے زیادہ کام دیتا ہے وہ جادوگری میں مشہور ہیں۔ میرا ارادہ اِس ملک میں جانے سے یہ تھا کہ میں شیخ جلال الدین تبریزی کی جو مشہور اولیا اللہ میں سے تھے زیارت کروں۔ یہ شیخ اپنے وقت کے قطب تھے اُن کی کرامتیں مشہور ہیں عمر بھی اُنکی بہت زیادہ ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے خلیفہ مستعصم باللہ کو بغداد میں دیکھا ہے اور جس وقت اس کو قتل کیا وہ وہاں موجود تھے وہ ایک سو پچاس برس کی عمر پوری کر کے مرے ہیں اور چالیس برس سے وہ برابر روزہ رکھتے تھے دس دس دن کے بعد ایک دفعہ افطار کرتے تھے۔ بدن کے دبلے پھلکے تھے قد لانبا تھا اور رخسارے لگے ہوئے تھے اُن کے ہاتھ پر اس ملک کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اُن کا ایک ہمراہی مجھ سے کہتا تھا کہ اُنہوں نے اپنے اصحاب دوستوں کو مرنے سے ایک دن پہلے بلایا اور وصیت کی کہ خدا سے ڈرتے رہو میں انشاء اللہ کل تم سے رخصت ہونگا اور میرا جانشین تمہارے میں اللہ ہے ظہر کی نماز کے بعد آخر سجدہ میں اُن کا دم نکل گیا اور اُن کے غار کی برابر اک کھدی ہوئی قبر نکلی اُس پر کفن اور خوشبو موجود تھی اُن کے ہمراہیوں نے اُن کو غسل دیا اور کفن دے کر اور نماز پڑھ کر دفن کیا۔ خدا اُن پر رحمت کرے۔ جب میں اِس شیخ کی زیارت کے لئے گیا تو شیخ کے مسکن سے دو منزل ورے مجھے اُن کے چار ہمراہی ملے اور وہ کہتے تھے کہ اکثر فقیروں کو شیخ نے کہا تھا کہ ایک مغربی سیاح ہمارے پاس آتا ہے اُس کا استقبال کرو اور ہم شیخ کے حکم سے آئے ہیں۔ اُن کو میری بابت بالکل کچھ علم نہ تھا جو کچھ معلوم ہوا مکاشفہ سے معلوم ہوا۔ میں اُن کے ساتھ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اُن کی خانقاہ میں گیا جو غار کے باہر تھی اور کوئی آبادی اُس کے پاس نہ تھی۔ اِس ملک کے ہندو مسلمان سب شیخ کی زیارت کو آتے ہیں اور اُن کے واسطے تحفے اور نذر لاتے ہیں اُس میں سے فقرا اور مساکین کھاتے ہیں لیکن شیخ فقط اپنی گائے کے دودھ پر گذر کرتے ہیں جب میں اُن کے

Marfat.com

پاس خدمت میں حاضر ہوا تو کھڑے ہو کر مجھے گلے لگایا اور میرے وطن اور میرے سفروں کا
دریافت فرمایا میں نے کُل حال بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ تو عرب کا مسافر ہے۔ اُن کے ایک ہمرا
کہا کہ حضور یہ مسافر عرب وعجم دونوں کے ہیں شیخ نے بھی فرمایا مسافر عرب وعجم ہے اسکی خا
تواضع کرو۔ پھر مجھے خانقاہ میں لے گئے اور تین دن تک میری مہمانی کی جب میں اول دن شیخ
کی زیارت کو گیا تو شیخ ایک مرعز (ماردین کے اونی کپڑے کا) جُبہ پہنے ہوئے تھے میں نے
اپنے دل میں کہا کہ اگر شیخ صاحب مجھے یہ جُبہ عطا کر دیں تو کیا اچھی بات ہو۔ جب میں رخصت
لگا تو شیخ نے غار کی ایک جانب ہو کر جبہ اپنے بدن سے اُتار دیا اور مجھ کو پہنا دیا اور اپنے سر
طاقیہ یعنی ٹوپا اُتار کر میرے سر پر رکھ دیا۔ فقیروں نے کہا کہ شیخ کا دستور جُبہ پہننے کا نہیں
اور فقط تیرے آنے کی خبر سُنکر شیخ نے یہ جُبہ پہنا تھا اور فرماتے تھے کہ مغربی اس جُبے کو
طلب کریگا اور اُس سے ایک کافر بادشاہ چھین لیگا اور وہ میرے بھائی برہان الدین کو دیگا
جب میں نے فقیروں سے یہ سُنا تو اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ شیخ نے مجھے اپنا لباس
عطا کیا ہے اور مجھے ایک غیر مترقبہ نعمت حاصل ہوئی ہے میں کبھی جُبہ کو پہن کر کسی مسلمان یا کا
بادشاہ کے پاس ہرگز نہ جاؤنگا۔ میں شیخ کے پاس سے رخصت ہو گیا اور مدت دراز کے بعد
مجھے چین میں جانے کا اتفاق ہوا اور شہر خنسا میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پھر رہا تھا ہجوم
سبب ایک جگہ میں اپنے ہمراہیوں سے علٰحدہ ہو گیا اور یہ جُبہ میں پہنے ہوئے تھا رستے
مجھے وزیر ملا اُس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر میرا حال پوچھا اور باتیں کر
کرتے ہم بادشاہ کے محل کے دروازہ پر پہنچ گئے میں نے اُس سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا
اُس نے اجازت نہ دی اور مجھے بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے مجھے مسلمان بادشا
کا حال دریافت کیا۔ میں نے جواب دیا۔ پھر بادشاہ کی نظر جُبے پر جا پڑی اُس نے اُس کی تعریف
کی وزیر نے کہا کہ اس کو اُتار دو اُس وقت مجھے حکم ماننا پڑا۔ بادشاہ نے جُبہ لے لیا اور
عوض مجھے دس خلعت اور ایک گھوڑا مع ساز و سامان کے اور خرچ کے دا

شیخ کی عجیب کرامات

دی عطا کی۔ مجھے نہایت رنج ہوا اور شیخ کا قول یاد آیا اور مجھے کمال تعجب ہوا۔ دوسرے سال خان باتق
خلافہ چین میں گیا اور شیخ برہان الدین صاغرجی کی خانقاہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا شیخ کتاب
پڑھ رہے تھے اور وہی چغہ پہنے ہوئے تھے مجھے نہایت تعجب ہوا اور میں نے چغہ کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔
مجھ سے شیخ نے کہا تو اس کو کیوں الٹتا ہے کیا اس کو پہچانتا ہے میں نے کہا ہاں مجھ سے یہ چغہ غنا
بادشاہ نے لیا تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین نے یہ چغہ میرے واسطے تیار کیا تھا اور مجھ خط
لکھا تھا کہ فلاں شخص کی معرفت تیرے پاس یہ چغہ پہنچیگا شیخ نے مجھے وہ خط دکھلایا میں نے وہ خط پڑھا
شیخ کے صدق یقین پر کمال تعجب ہوا۔ اس پر میں نے کل حکایت شیخ برہان الدین کے سامنے بیان
کی شیخ نے کہا کہ میرا بھائی شیخ جلال الدین کا رتبہ اس سے بھی زیادہ ہے اور اس کو کل معاملات
عالم میں دخل ہے اور اب وہ انتقال کر گئے ہیں پھر کہنے لگے کہ مجھے خبر ہے کہ وہ ہر روز صبح کی نماز
مکہ معظمہ میں پڑھتے تھے اور ہر سال حج کرتے تھے عرفہ اور عید کے دن غائب ہو جاتے تھے کسی کو
خبر نہ ہوتی تھی +

؎ کامروپ۔ اب یہ آسام کے ایک ضلع کا نام ہے۔ برہم پوتر کا دریا اس ضلع کے بیچ میں سے گذرتا ہے
تمام سال اس میں جہاز رانی ہو سکتی ہے۔ دریائے ازرق سے ابن بطوطہ کی مراد برہم پوتر ہے۔ ضلع کا
ایک بڑا حصہ سرکاری جنگل ہے جس میں گینڈا، ہاتھی، شیر اور ریچھ وغیرہ جانور بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ نام
اس ملک کا بہت پرانا ہے۔ مہابھارت میں بھی یہی نام درج ہے لیکن اس وقت میں اور ابن بطوطہ کی
حدود کے مطابق بھی اس نام سے آسام کا تمام ملک نامزد تھا۔ جادو کی بابت یہ ملک ہمیشہ سے مشہور
ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ اس ملک کو عوام کانور دیس کہتے ہیں۔ خوبصورتی اور
جادو کے لئے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایسا گھر بناتے ہیں جس کے ستون اور چھت اور دیوار سب
آدمیوں کی ہوتی ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں بتلادیتے ہیں۔ اس ملک پر کئی دفعہ مسلمانوں نے
کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے اور کچھ تو جنگل اور پانی کی فراوانی سے گھبرا گئے اور کچھ اس قسم کی
افواہ جو تمام ہندوستان میں مشہور تھی ہر ایک ارضی وسماوی اور اتفاقی آفت کو ان کے سامنے جادو کے
پاس میں پیش کرتے تھے +

؎۵۲ شیخ جلال الدین تبریزی۔ اخبار الاخیار میں درج ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی شیخ ابوسعید تبریزی کے
مرید تھے لیکن اپنے پیر کی وفات کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہے اور ایسی خدمت کی
کہ کسی غلام نے اپنے آقا کی اور مرید نے پیر کی نہ کی ہوگی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی

Marfat.com

کے ساتھ اُن کی دوستی تھی۔ ہندوستان میں آکر دہلی میں قیام کیا۔ وہاں شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ سے اُن کا بگاڑ ہوگیا۔ شیخ نجم الدین نے ایک فاحشہ عورت کو بہکا کر اُن پر کوئی الزام لگوادیا۔ شیخ بہاء الدین کی مدد سے اِس مخمصہ سے خلاصی پائی اُس کے بعد بنگالہ کیطرف چلے گئے۔ وہاں ایک روز اپنے مریدوں سے کہنے لگے کہ آؤ شیخ الاسلام کے جنازہ کی نماز پڑھیں اُس نے ہمیں دہلی سے نکالا تھا خدا نے اُس کو اِس جہان سے نکال دیا۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ شیخ جلال تبریزی کی قبر بنگالہ میں ہے۔ لیکن نہ تو کوئی سال لکھا ہے اور نہ قبر کا مقام۔ ابوالفضل نے اِس قدر زیادہ کیا ہے کہ اُن کی قبر بنگالہ بندر دیومحل میں ہے۔ لیکن یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ بندر کس موقع پر واقع تھا۔ پنڈوہ کے قریب ایک جگہ دیوتھل تو موجود ہے۔

پنڈوہ میں لکھنوتی یعنی گوڑ کے قریب ضلع مالدہ میں ایک پُرانا دارالخلافہ ہے اُس میں شیخ جلال تبریزی کی خانقاہ سلطان علاء الدین علی شاہ کی بنائی ہوئی موجود ہے۔ اِس بادشاہ کا عہد ۷۴۲ھ سے ۷۴۳ھ تک تھا۔ بلاکمین صاحب نے ان شیخ جلال تبریزی کا سال وفات ۶۴۲ھ لکھا ہے۔ لیکن معلوم نہیں کس سند پر۔ خانقاہ کے بننے کے سال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ شیخ جلال تبریزی وہی ہیں جن کا ذکر ابن بطوطہ کرتا ہے۔ ابن بطوطہ نے کسی شہر کا نام نہیں لکھا کہ وہ شیخ جلال تبریزی سے کس جگہ ملا تھا۔ اُس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن بطوطہ کے بنگالہ سے جاتے ہی یعنی ۷۴۶ھ میں شیخ جلال تبریزی کا انتقال ہوگیا۔ اور چونکہ ۷۴۳ھ تک سلطان علاء الدین علی شاہ زندہ تھا اُن کے مرتے ہی خانقاہ بنائی گئی ہوگی اس لئے بلاکمین صاحب نے جو شیخ جلال کی وفات کا سال ۶۴۲ھ لکھا ہے وہ غلط ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کا زمانہ ۵۳۹ھ سے ۶۳۲ھ تک تھا اور چونکہ ابن بطوطہ شیخ جلال کی عمر ڈیڑھ سو سال کی لکھتا ہے اِس حساب سے اُن کی پیدائش ۵۹۶ھ میں ہونی چاہیئے گویا شیخ شہاب الدین کی وفات کے وقت وہ چھتیس سال کے تھے اور یہ عمر خدمت کرنے اور فیض اُٹھانے کے لیے کافی ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت پنڈوہ میں جو خانقاہ شیخ جلال تبریزی کی بارہ دری کے نام سے مشہور ہے وہ ان ہی شیخ جلال تبریزی کی ہے جن کا ذکر ابن بطوطہ کرتا ہے اور جن کا ذکر اخبار الاخیار میں درج ہے۔

فصل (۴) ستارگاؤں

شیخ جلال الدین سے رخصت ہوکر میں شہر حبنق (ح ب ن ق) کی طرف گیا یہ ایک بڑا شہر ہے۔ دریا اس کے بیچ میں سے گذرتا ہے اِس دریا کو جو کامرو کے پہاڑوں میں سے آتا ہے دریائے ارزق کہتے ہیں اِس دریا کے رستے آدمی بنگالہ اور لکھنوتی میں پہنچ جاتے ہیں اِس پر جھلار اور باغ اور دیہات دونوں طرف نظر آتے ہیں جیسے کہ دریائے نیل پر مصر میں۔ وہاں کے باشندے

Marfat.com

...ر ہیں لیکن بادشاہ کی رعایا ہیں اُن سے نصف پیداوار بطور بٹائی کے لی جاتی ہے اور کریں ا... وہ ہیں۔ ہم نے اِس دریا میں پندرہ دن تک سفر کیا۔ دیہات اور باغات کی کثرت سے ایسا معلوم ...تھا گویا ایک بازار میں چل رہے ہیں۔ بلا تعداد جہاز اِس دریا میں آمدورفت کرتے ہیں ہر جہاز پر ایک ...ارہ ہوتا ہے جب دو جہاز آمنے سامنے ہوتے ہیں تو وہ نقارے بجاتے ہیں اور یہ اُن کا سلام ہے ...لطان فخر الدین کا حکم ہے کہ اِس دریا میں فقیروں سے کوئی محصول نہ لیا جائے اور جس کے پاس کھانے ...نہ ہو اُس کو دیا جائے جب فقیر کسی شہر میں پہنچتا ہے تو اُس کو بادشاہ کی طرف سے آدھا دینار ملتا ہے۔ پندرہ دن تک سفر کرنے کے بعد ہم سُنار گاؤں میں پہنچے۔ اِس شہر کے باشندوں نے شیدا کو پکڑ کر ...لطان کے حوالے کر دیا۔

۱ جنبق۔ نام کے کسی شہر کا پتہ نہیں لگتا لیکن اغلباً نام خنبق (خ ب ن ق) ہوگا اور کمخیہ (ک م خ ی ا) سے مراد ہے جہاں اب بھی ایک بڑا میلہ ہوتا ہے جس میں فقط آسام سے نہیں بلکہ بھوٹان تک لوگ آتے ہیں

۲ سُنارگاؤں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر ہندوؤں کے زمانہ سے شرقی بنگال کا دارالخلافہ چلا آتا تھا۔ تاریخ میں اِس کا نام اول دفعہ مغیث الدین طغرل کے ذکر میں آتا ہے جب اُس نے بلبن سے بغاوت کی تو وہ بھاگ کر سُنارگاؤں کی طرف چلا گیا اور وہاں پکڑا گیا۔ اُس وقت وہاں کا راجہ دنج رائے تھا بلبن نے اُس سے موافقت کرلی تھی۔ یہ علاقہ چونکہ لکھنوتی سے فاصلہ پر تھا اور برسات کے موسم میں پانی اور دریاؤں کی طغیانی سے وہاں جانا دشوار ہوتا تھا اِس لیے وہاں کے حاکم خواہ بادشاہان دہلی کی طرف سے ہوتے تھے خواہ شاہان بنگالہ کی طرف سے باغی ہو بیٹھتے تھے۔ چنانچہ ابن بطوطہ کے وقت میں بھی یہ حال تھا فقط یہ فرق تھا کہ سُنار گاؤں میں سلطان فخر الدین عرف فخرا باغی ہو کر خود سر ہو بیٹھا تھا اور گور میں علی شاہ اور اُس کا کوکہ حاجی الیاس آپس میں کشمکش کر رہے تھے۔ جب یہ شہر بسایا گیا تو برہم پترا اور میگنا کے اتصال کے قریب دونوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس طرح سے وہاں سے بنگالہ کے دونوں حصے دریا کے رستہ سے قریب تھے اور اِس لیے تجارت اور پایۂ تخت ہونے کے لحاظ سے اس کی جگہ بہت عمدہ واقع ہوئی تھی۔ اب اُس کی جگہ فقط ایک گاؤں "بے نام" بستا ہے۔ اور اکثر کھنڈرات بید کے جنگل میں پوشیدہ ہیں اِن بیدوں کے درخت اِس قدر گنجان ہیں کہ اُن میں پیدل آدمی بھی بمشکل جا سکتا ہے۔ یہ شہر ڈھاکہ سے پندرہ میل کے فاصلے پر اور برہم پترا کے کنارہ سے دو میل کے فاصلے پر اندر کی طرف واقع ہے۔ ۱۵۸۶ء میں وہاں عیسےٰ خاں بادشاہ بنگال اکبر بادشاہ کے حملات کے سبب سے بھاگ رہا تھا۔ اُس زمانہ میں ایک انگریز سوداگر رالف فیچ ہندوستان میں آیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ سُنار گاؤں میں تمام ہندوستان میں سب سے عمدہ روئی کا کپڑا تیار ہوتا ہے۔ ابو الفضل بھی آئین اکبری میں لکھتا ہے کہ وہاں خاصہ کپڑا بہت عمدہ ہوتا ہے

Marfat.com

اندر اُس کے پاس ایک قصبہ گیارہ سندر ہے وہاں ایک حوض ہے اُس کے پانی کی تاثیر ہے جو کپڑا دھویا جاوے اُس میں عجیب سفیدی اور صفائی آ جاتی ہے۔ اس کپڑے کے خرید کرنے کے لیے ایسٹ کمپنی نے بھی ایک کوٹھی وہاں بنائی تھی۔ یہ جگہ اب بھی آم اور پان کے لیے مشہور ہے شاہ پسند او رسند وریہ آم بہت اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے اور کافوری پان تمام ہندوستان میں یہاں سے جاتا ہے یہاں کا دہی بھی بہت مشہور ہے۔ شیر شاہ کی مشہور سڑک جو اٹک سے شروع ہوتی تھی اس جگہ ختم ہاتی تھی۔ اسی جگہ سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کا مقبرہ ہے جس نے خواجہ حافظ کو طلب کیا

باب (۱۴)۔ جزائر ہند چینی

فصل (۱)۔ برھنکار

وہاں پہنچتے ہی ہمیں ایک جنک (چینی جہاز) جاوا کے لیے تیار ملا۔ جاوا یہاں سے چالیس دن کا رستہ ہے ہم اس جہاز میں سوار ہوئے اور پندرہ دن کے بعد ملک برھنکار میں پہنچے یہاں کے باشندوں کے منہ کتوں کی مانند ہیں اور یہ لوگ قوم ہمج میں سے ہیں نہ ہندو ہیں نہ مسلمان بانس کے گھروں میں رہتے ہیں جن کی چھتیں پھوس کی ہوتی ہیں۔ سمندر کے کنارے پر رہتے ہیں او کیلا اور چھالیہ اور پان کے درخت اس ملک میں بہت ہیں اُن کے مرد ہم جیسے ہیں لیکن اُن منہ کتوں کے منہ کے مشابہ ہیں مگر عورتوں کے منہ اچھے ہیں اور بہت حسین ہوتی ہیں۔ اُن مرد بالکل ننگے رہتے ہیں فقط عضو مخصوص اور انثیین کو ایک بانس کی نلکی میں جس پر نقش ہوئے ہوتے ہیں رکھ لیتے ہیں اور اُس کو پیٹ پر باندھ لیتے ہیں۔ اور اُن کی عورتیں اپنا ستر د کے پتوں سے ڈھک لیتی ہیں ان کے شہروں میں جاوا اور بنگالہ کے مسلمان علیحدہ محلوں رہتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ لوگ چوپایوں کی طرح علی الاعلان جماع کرتے ہیں ایک ایک مرد تیس تیس عورتیں ہوتی ہیں نہ کم نہ زیادہ۔ یہ لوگ زنا کبھی نہیں کرتے اگر کوئی زنا کرتے ہوئے گرفتار ہو جاوے تو مرد کو پھانسی دے دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنی بجائے کوئی اپنا ہمراہی یا غلام

Marfat.com

ں کو چھوڑ دیتے ہیں اور عورت کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ راجہ کے کل غلام اس سے مباشرت
تے ہیں حتٰے کہ وہ مرجاتی ہے پھر اس کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں اور اسی لیے وہ کسی جہاز والے
پنی آبادی میں نہیں آنے دیتے۔ لیکن اگر وہ قیام کرنا چاہے تو مضائقہ نہیں اور اکثر ساحل پر آکر
و فروخت کرنے جاتے ہیں۔ جہاز والوں کے واسطے وہ ہاتھیوں پر پانی لے جاتے ہیں کیونکہ
ل کے پاس میٹھا پانی نہیں ہے اور پانی لانے کے واسطے جہاز والوں کو نہیں جانے دیتے
ا ان کی عورتیں حسین مردوں کو دیکھ کر ان کی طرف راغب ہو جاتی ہیں۔ ہاتھی اس ملک میں
ت ہیں لیکن سوا بادشاہ کے اور کوئی اُس پر سوار نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ جہاز والوں سے کپڑا خرید لاتے
ان کی بولی عجیب ہے سوا اُن میں رہنے والے اور آمد و رفت رکھنے والے کے اور کوئی
سمجھ سکتا۔ جب ہم پہنچے تو وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر آئے ہر کشتی ایک لکڑی کے
ے کو کھود کر بنائی ہوئی تھی۔ بادام اور چاول اور پان اور چھالیہ اور مچھلی وہ کشتیوں میں
ئے تھے اُن کا راجہ ہاتھی پر سوار ہو کر آیا تھا اور وہ ایک چمڑے کی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور اس کے
ے بھی بکریوں کی کھال کے بنے ہوئے تھے جن کے بال باہر کی طرف تھے۔ اُس کے سر پر ریشم
ین پٹیاں تین مختلف رنگوں کی بندھی ہوئی تھیں اُس کے ہاتھ میں ایک بانس کا ہتیار (حربہ)
ا اُس کے ساتھ بیس اُس کے رشتہ دار تھے وہ بھی ہاتھیوں پر سوار تھے ہم نے اُس کے
ں کالی مرچ سونٹھ دارچینی اور مالدیپ کی مچھلی اور بنگال کے کپڑے تحفہ کے طور پر بھیجے یہ لوگ
ڑے خود نہیں پہنتے۔ لیکن تہوار کے دن ہاتھیوں کو پہناتے ہیں۔ ہر جہاز جو اس راجہ کے
لاقہ میں ٹھیرتا ہے اُس کو ایک لونڈی اور ایک غلام اور ہاتھیوں کے واسطے کپڑے اور اس کی
یوں کے واسطے سونے کا بُلاق اور پاؤں کے چھلے بطور نذر کے دینے پڑتے ہیں اگر کوئی جہاز
نذر نہ دے تو وہ جادو کر دیتے ہیں اور سمندر میں اُس جہاز کو طوفان آگھیرتا ہے یا تو وہ ڈوب جاتا
ہے یا مشکل سے بچتا ہے ایک رات کو جب ہم اُن کے بندر میں ٹھیرے ہوئے تھے یہ اتفاق ہوا
مالک جہاز کے ایک غلام نے جو ان لوگوں کے پاس کاروبار کے واسطے آمد و رفت کیا کرتا تھا

Marfat.com

عورت سے بات چیت کی اور رات کو ایک غار کے پاس وہ دونوں اپنے وعدہ کے موافق
عورت کے خاوند کو خبر ہوگئی وہ اُن دونوں کو راجہ کے پاس لے گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اس غلام کے
خصیے کاٹ ڈالو اور اُس کو پھانسی دے دو اور عورت کے واسطے حکم دیا کہ اُس کے ساتھ
حاضرین جماع کریں حتے کہ وہ مرگئی پھر راجہ ہمارے پاس سمندر کے کنارے پر آیا اور عذر کیا
ہیں اس حکم کے دینے میں اور اُس کی تعمیل کرنے میں مجبور تھا لیکن مالک جہاز کو ایک غلام
عوض دے دیا +

سلہ برھنکار۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مراد اس ملک سے اراکان ہے۔ قمج سے مراد قوم مگھ ہے جو اراکان میں رہتی ہے۔ جیسا کہ مگھ سے مج بنا لیا ہے ممکن ہے کہ برہنکار کے لفظ میں بھی کچھ تغیر و تبدل ہوا ہو اراکان کا قدیم دارالخلافہ میروہانگ تھا۔ اُس سے برھنکار بن جانا آسان ہے۔ ابوالفضل لکھتا ہے بنگالہ کے شرق اور جنوب میں ارخنگ (اراکان) ایک وسیع ملک ہے۔ چاٹگاؤں اُس کا بندر ہے ہاتھی بہت ہوتے ہیں اور گھوڑا کم اور چھوٹے قد کا ہوتا ہے۔ اونٹ بہت کمیاب گائے۔ اور بھینس نہیں ہوتی لیکن ایک اور جانور رنگ میں ابلق ہوتا ہے کچھ گائے اور کچھ بھینس سے مشابہ ہوتا ہے رنگ میں بھی طرح طرح کا ہوتا ہے۔ یہاں کے باشندے اُس کا دودھ پیتے ہیں۔ یہ لوگ نہ ہندو ہیں نہ مسلمان۔ فقط حقیقی ماں کو چھوڑتے ہیں بہن تک نکاح میں لے آتے ہیں۔ اُن کے برہمن راولی کہلاتے ہیں۔ اِن کا کہنا مانتے ہیں۔ بادشاہ کے دربار میں مرد نہیں آتے۔ فوج اور ملازموں کی بجائے عورتیں حاضر ہوتی ہیں۔ اس ملک کے پاس پیگو کا ملک ہے۔ اُس کو چین کا دارالملک بھی کہتے ہیں۔ یہ ابوالفضل کی غلطی ہے بیکن دارالخلافہ چین اور شہر ہے) ہاتھی بہت ہوتا ہے اور سفید ہاتھی بھی کبھی نظر آجاتا ہے اس ملک کے ایک طرف خشکی ہے اور دوسری طرف سمندر۔ یاقوت اور سونے کی کان اسی ملک میں ہے اُس میں سے گندک اور نفط بھی نکلتا ہے۔ قوم مگھ اور پیگو کا اس کان پر جھگڑا رہتا ہے اور اسی کان پر پیگو کے بادشاہ کے ساتھی ہی تکرار رہتی ہے +

فصل (۲)۔ جزیرہ جاوا یعنی سماٹرا

وہاں سے چل کر ہم پچیس دن کے سفر کے بعد جزیرۂ جاوا میں پہنچے لوبان جاوی اس جزیرہ کی طرف منسوب ہے۔ آدھے دن کے رستہ سے وہ نظر آیا۔ نہایت سرسبز اور تر و تازہ ملک ہے ناریل اور چھالیہ اور لونگ اور عود ہندی اور کٹھل اور آم اور جامن اور نارنج اور کافور کے درخت اس جزیرہ میں بکثرت ہیں وہ لوگ خرید و فروخت قلعی کے ٹکڑوں کے ساتھ کرتے ہیں یا چاندی سونے کے ساتھ

Marfat.com

...ف کیا ہوا نہیں ہوتا۔ خوشبوئیں اس جزیرہ میں اکثر پیدا ہوتی ہیں لیکن اُن میں سے بہت کافروں ...لاقہ میں ہیں مسلمانوں کے علاقہ میں کم ہیں۔ جب ہم بندرگاہ میں پہنچے تو وہاں کے باشندے ہمارے ...تقبال کے لیے چھوٹے بڑے جہازوں میں بیٹھ کر آئے وہ ناریل اور بادام اور آم اور مچھلی بطور تحفہ ...لائے اُن کا دستور ہے کہ یہ چیزیں وہ سوداگروں کے واسطے بطور تحفہ کے لاتے ہیں اور ہر ایک ...ز والا اپنی وسعت کے موافق اُن کو صلہ دیتا ہے پھر ہمارے پاس امیر البحر کا نائب آیا اور سب ...ہوں سے ملاقات کی اور ہمیں خشکی پر اُترنے کی اجازت دی پھر ہم بندرگاہ میں اُترے۔ یہ ... بڑا گاؤں ہے دریا کے کنارے پر گھر بسے ہوئے ہیں اس کا نام سرحا ہے شہر وہاں سے ...یل ہے۔ پھر ہر روز نائب البحر نے سلطان کو لکھا۔ اور میرے آنے کی اُس کو خبر دی۔ سلطان نے ...رو دسا کو حکم دیا کہ میرا استقبال کرے او قاضی شریف امیر سید شیرازی اور تاج الدین اصفہانی ...ہت سے فقیہ میری ملاقات کو آئے اور شاہی اصطبل سے ایک گھوڑا لائے اور اور بھی گھوڑے لائے ...اور میرے ہمراہی سوار ہو گئے اور ہم سلطان کے دار الخلافہ کی طرف چلے یہ شہر بہت بڑا ہے ...ی کی فصیل اُس کے گرد اور برج بھی لکڑی کے ہیں وہاں کے بادشاہ کا نام ملک ظاہر ہے یہ شخص ...ت بڑا فاضل اور سخی ہے شافعی مذہب کا اور اہل علم سے نہایت درجہ محبت رکھتا ہے۔ اور ...ا کی مجلس میں ہمیشہ علم و فضل کا چرچا اور تکرار رہتا ہے جہاد بھی اکثر کرتا رہتا ہے متواضع بھی بدرجہ ...بت ہے جمعہ کی نماز کے لئے ہمیشہ پیادہ آتا ہے وہاں کے کل باشندے شافعی مذہب ہیں ...اد کے بہت شائق ہیں اور کافروں پر غالب ہیں آس پاس کے کافران کو جزیہ دیتے ہیں ...ب ہم شاہی محل کی طرف چلے اور محل کے قریب پہنچ گئے تو ہمارے دونوں طرف رستہ پر ...رے زمین میں گڑے ہوئے تھے یہ اس بات کی علامت تھی کہ جو کوئی سوار ہو کر آوے اس حد سے ...گے نہ بڑھے ہم وہاں گھوڑوں سے اُترے اور شاہی محل کے چوک میں داخل ہوئے وہاں ...ں بادشاہ کا نائب جس کو عمدۃ الملک کہتے ہیں ملا اُس نے اُٹھ کر ہمیں سلام کیا اور سلام کی جگہ وہ لوگ ...ا فر کرتے ہیں ہمیں اپنے پاس بٹھایا اور بادشاہ کے پاس ایک رقعہ لکھ کر جس میں ہمارے آنے کی

خبر تھی اُس پر مہر لگا کر ایک غلام کو دے دیا اُسی کی پشت پر جواب آ گیا۔ پھر ایک غلام ایک لایا نائب نے اُس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک گھر میں لے گیا جس کو وہ کہتے ہیں یہ اُس کے دن کے وقت آرام کرنے کی جگہ ہے کیونکہ نائب صبح کو آتا ہے اور عشا بعد اپنے گھر جاتا ہے اور بڑے بڑے امیر اور وزیر بھی اسی طرح کرتے ہیں وہاں جا کر اس میں سے تین چادریں نکالیں اُن میں سے ایک خالص ریشم کی تھی دوسری ریشم اور روئی کی بنی تھی اور تیسری ریشم اور کتان کی بنی ہوئی۔ پھر اُس میں سے تین اور کپڑے نکالے جن کو تحتانیہ ہیں اور پھر تین اور کپڑے نکالے جس کو وسطانی کہتے ہیں پھر تین کپڑے ارمک کے نکالے جن میں ایک سفید تھا پھر تین عمامے نکالے اُن میں سے میں نے ایک چادر تو بجائے پیجامے کے اور ایک ایک کپڑا ہر ایک قسم کا لے لیا اور باقی کپڑے میرے ہمراہیوں نے لے لیئے پھر کھانا لائے جس زیادہ چاول تھے پھر نبیذ لائے پھر پان لائے جس وقت پان آتا ہے تو گویا یہ علامت رخصت ہونے کی ہوتی ہے پان لے کر ہم اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نائب بھی ہمارے ساتھ سوار ہو کر آیا اور ایک باغ میں لے گیا اُس کے گرد لکڑی کی فصیل تھی اور بیچ میں لکڑی کا مکان بنا ہوا تھا مخمل کا فرش تھا اور بید کی بنی ہوئی چارپائیاں تھیں اوپر ریشم کے گدیلے اور ہلکے پھلکے لحاف اور تکیے بھی تھے ہم گھر میں بیٹھ گئے اور ہمارے ساتھ نائب بھی بیٹھ گیا پھر امیر دولسہ آیا اور لونڈیاں لایا اور دو غلام لایا اور مجھ سے کہا کہ بادشاہ فرماتے ہیں کہ یہ خاطر ہمارے مرتبہ کے مطابق ہے سلطان محمد بادشاہ ہند کی شان کے مطابق نہیں ہے پھر نائب چلا گیا اور امیر دولسہ میرے پاس رہا۔ میری واقفیت اُس سے پہلے سے تھی کیونکہ وہ ایک دفعہ سلطان کی طرف سے سفیر ہو کر بادشاہ دہلی کے دربار میں گیا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ بادشاہ سے کب ملاقات ہوگی اُس نے کہا کہ ملک کا یہ دستور ہے کہ کوئی مسافر تین دن تک بادشاہ کے پاس نہیں جا سکتا ہے جب سفر کی تکلیف رفع ہو جاتی ہے اور اُس کے ہوش و حواس درست ہو جاتے ہیں تو اُس وقت بادشاہ سلام کی اجازت ہوتی ہے۔ ہم تین دن تک ٹھیرے رہے ہمارے لیئے ہر روز تین دفعہ کھانا آتا تھا

Marfat.com

ور شام میوے اور نادر چیزیں آتی تھیں۔ جب چوتھا دن ہوا تو وہ جمعہ کا دن تھا امیر دولسہ
ے پاس آیا اور کہا کہ آج مسجد میں بادشاہ کا سلام ہوگا۔ میں مسجد میں گیا اور جمعہ کی نماز پڑھی بادشاہ
جب قیران میرے ساتھ تھا۔ پھر میں بادشاہ کے پاس گیا وہاں قاضی امیر سید اور اس کے طالب علم
بائیں بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے میرے ساتھ مصافحہ کیا۔ میں نے سلام کیا بادشاہ نے مجھے بائیں
پر بٹھایا اور سلطان محمد بادشاہ ہند اور میرے سفروں کا حال پوچھتا رہا۔ اور میں جواب
دیتا رہا۔ پھر فقہ شافعی کے مسائل کا تذکرہ عصر کی نماز کے وقت تک ہوتا رہا۔ بادشاہ عصر کی نماز
پڑھ کر ایک حجرہ میں چلا گیا اور اپنے کپڑے اتار دیئے۔ مسجد میں وہ مولویوں کے سے کپڑے
پہن کر آیا کرتا ہے اور پیدل آتا ہے پھر شاہی کپڑے پہنے جو روئی اور ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ جب
مسجد سے نکلا تو ہاتھی اور گھوڑے وہاں کھڑے ہوئے تھے اُن کا دستور ہے کہ جب بادشاہ ہاتھی پر سوار
ہوتا ہے تو اُس کے اہلکار گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اور جب بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو وہ
ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہیں اور اہل علم اس کی داہنی طرف ہوتے ہیں اس روز سلطان ہاتھی پر سوار
ہوا۔ اور ہم سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور محل کی طرف چلے۔ ہم سب دستور کے موافق اپنے مقررہ
مقام پر اتر لیے اور سلطان سوار ہی محل کے اندر گیا۔ محل کے باہر چوک میں وزیر اور امیر اور کاتب
اور اہلکار اور فوج کے سردار صف باندھے کھڑے تھے اول صف میں وزیر اور منصدی تھے۔ سلطان
کے چار وزیر ہوتے ہیں انہوں نے سلام کیا اور اپنے کھڑے ہونے کی جگہ چلے گئے پھر امیروں کی صف
سامنے ہوئی وہ بھی سلام کر کے اپنے کھڑے ہونے کی جگہ چلے گئے پھر مولویوں اور متصدیوں کی
صف آئی پھر بادشاہ کے مصاحب اور حکیم اور شاعر اور اس کے بعد فوج کے سرداروں کی صف
پھر غلاموں کی صف نے سلام کیا سلطان جلوس کے برج کے سامنے ہاتھی پر سوار بیٹھا رہا۔ اس کے
سر پر جڑاؤ چھتر تھا۔ بادشاہ کے دائیں ہاتھ پر پچاس سجے سجائے ہاتھی کھڑے تھے اور بائیں طرف
بھی اسیقدر ہاتھی تھے۔ اُن کے بعد داہنی طرف پچاس گھوڑے اور بائیں طرف بھی پچاس گھوڑے
تھے اور اپنی نوبت اور نقارے رکھے ہوئے تھے بادشاہ کے سامنے حاجب کھڑے تھے پھر گویّے

ناچنے والا گھوڑا

بجانے والے مرد آئے اور انہوں نے گانا شروع کیا اُس کے بعد گھوڑا جس پر ریشمی جھل پڑا ہوا اور جس کے پاؤں میں سونے کی جھانجن اور ریشمی طلا کار رسیاں تھیں سامنے آیا۔ اور بادشاہ کے سامنے ناچا میں نے اُس کا ناچ دیکھ کر تعجب کیا ایسا تماشا بادشاہ ہندوستان کے سامنے بھی میں دیکھا تھا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو سلطان محل میں داخل ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے کے ایک بھتیجا تھا اُس کی شادی بادشاہ کی بیٹی سے ہوئی تھی اور وہ ایک امیر کی لڑکی پر عاشق تھا اور اُس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا اُس ملک کا یہ دستور ہے کہ جب کسی امیر یا رعیت یا بازاری کی لڑکی جوان ہوتی ہے تو سلطان کو خبر دی جاتی ہے سلطان عورتوں کو اُس کے دیکھنے کے لیے بھیجتا ہے اگر وہ اُن کے پسند آگئی تو سلطان اُس کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے ورنہ اُس کے وارث جس کے ساتھ چاہتے ہیں نکاح کر دیتے ہیں لوگ تمنا کرتے ہیں کہ ہماری لڑکی بادشاہ کے پسند آ جائے کیونکہ بادشاہ کا نکاح ہوتے ہی اُس کے باپ کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔ جب اُس لڑکی کے باپ نے بادشاہ کی اجازت چاہی تو حسب دستور بادشاہ کی طرف سے عورتیں اُس کے دیکھنے کو گئیں نتیجہ یہ کہ سلطان نے اُس کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا۔ اُس کے بھتیجے کا عشق اور دونا ہو گیا۔ اور اُس کو کوئی سبیل نظر آتی تھی آخر ایک روز بادشاہ شکار کے لیے باہر گیا تھا اور ایک مہینے کے رستے پر کافروں سے جنگ کر رہا تھا اُس کا بھتیجا بغاوت کر کے بادشاہ بن بیٹھا بعض آدمیوں نے اُس کے ساتھ بیعت بھی کر لی۔ اور باقی لوگ اُس کے پاس نہ آئے اُس کے چچا کو بھی خبر ہوئی اُس نے فوراً سماٹرا کی طرف کوچ کر دیا۔ اُس کا بھتیجا جس قدر مال اور خزانہ اُس کے ہاتھ لگا وہ اور اپنی معشوقہ کو لیکر مُل جاوا کے ملک کی جانب چلا گیا۔ اُس کے بعد بادشاہ نے شہر کے گرد فصیل بنا دی۔ میں سلطان کے پاس پندرہ دن سماٹرا میں ٹھیرا پھر میں نے سفر کی اجازت چاہی کیونکہ چین کے سفر کا موسم تھا اور ہر وقت چین کیطرف سفر کرنا مشکل ہوتا ہے۔ سلطان نے میرے لیے ایک جنک تیار کر دیا۔ اور زاد راہ بھی دیا اور اور بھی سلوک کیا۔ خدا اُس کو احسان کی جزا دے۔ اپنے آدمی ہمارے ساتھ کر دیے جو ہر روز ہماری ضیافت کرتے تھے ہم اُس ملک کے

عجیب رسم

بادشاہ کا بھتیجا بغاوت کرتا ہے

Marfat.com

…رے اکیس دن چلتے رہے۔

…پہلے زمانہ میں سماطرا اور جاوا دونوں جزیروں کا نام جاوا تہا۔ کل عربی کتابوں میں اُس کا نام زابج (زاب ج) استعمال کیا گیا ہے جو جاوا کا معرب ہے۔ آئین اکبری میں بہی یہی نام درج ہے لیکن اس نام کی طرح طرح شکلیں بدل گئیں کاتبان کالمحارنے کہیں اُس کو زاتج (زات ج) کہیں زانج (زان ج) کہیں رانج (ران ح) کہیں رابج (راب ح) لکھ دیا ہے اور اخیر میں اس پر صبر نہیں کیا حرفوں کو آگے پیچھے بہی کر دیا ہے۔ کافور باحی میں زابجی کا باجی (راب اح ی) کرکے آئین اکبری میں رباح فنصور کے بادشاہ کا نام اور صراح میں رباح کو ایک قسم کی بلی لکہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ بہی اصل میں زابج کیطرف منسوب ہے۔ بعض مصنفوں نے سماطرا کو جاوا خرد اور خاص جاوا کو جاوا کلاں بہی لکہا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سماطرا کو چہوٹا جاوا کیوں کہتے ہیں حالانکہ خاص جاوا سماطرا کے ایک ثلث کی برابر ہے اغلباً خاص جاوا کو قدامت کے سبب سے کلاں کہنے لگے ہونگے۔ ابن بطوطہ کے وقت سے پہلے سماطرا نام کا نہ کوئی شہر تہا اور نہ جزیرہ کو سماطرا کہتے تہے۔ تاریخ شجرات ملایا سے معلوم ہوتا ہے کہ سماطرا کا شہر جسکی طرف کافور سمندری منسوب ہے۔ دیکہو آئین اکبری ملک صالح نے آباد کیا تہا اور وہ پہلا بادشاہ تہا جو مسلمان ہوگیا تہا۔ ملک ظاہر جو ابن بطوطہ کا ہمعصر تہا اُس کا بیٹا تہا۔ مارکو پولو کے وقت میں جو ابن بطوطہ سے پچاس سال پہلے آیا تہا سوا آچین کے جہاں اسلام ۱۲۰۵ء میں داخل ہوا اس جزیرہ کے کل باشندے اور بادشاہ بُت پرست تہے۔ لیکن اب سماطرا نام کا کوئی شہر نہیں جس جگہ اب شمال مشرقی ساحل پر پاسی یا پاسم کا شہر ہے وہاں یہ شہر بستا تہا۔ لیکن پہر یہ نام کُل جزیرہ کا ہوگیا ہے اور جاوا خرد پچھلے زمانہ میں کبھی تنباوا کے جزیرہ کو اور کبھی بالی کے جزیرہ کو جاوا خُرد کہہ دیتے تہے۔ ابن بطوطہ کے وقت میں کئی ریاستیں مل کر ایک سلطنت قایم ہوگئی تہی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پہر بہی بُت پرست ریاستیں باقی تہیں جن سے ملک ظاہر لڑتا رہتا تہا۔ سماطرا کا رقبہ ڈیڑہ لاکہ میل مربع کے قریب ہے اور جاوا کا پچاس ہزار کے قریب آبادی ان دونوں جزیروں میں تین کروڑ کے قریب ہے اور باشندے کل مسلمان ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن بطوطہ جاوا کلاں کے جزیرہ میں نہیں گیا اور مُل جاوا کا جو اس نے ذکر کیا ہے اُس سے سیام اور کمبودیا کا ملک مراد ہے۔ فارسی کتابوں میں ان کل جزائر کا نام جزائر زیر باد لکہا ہے کیونکہ یہاں گرم مصالح اکثر پیدا ہوتے ہیں۔ سماطرا کا جزیرہ لمبا زیادہ ہے اور چوڑا کم ہے۔ اس کے گرد کا اندازہ عربی جہاز رانوں نے سات سو فرسنگ یعنی ۲۴۰۰ میل کے قریب کیا ہوا تہا جو تقریباً صحیح ہے۔ کُل لمبائی میں ایک پہاڑ مغربی کنارہ سے زیادہ قریب چلا جاتا ہے۔ اُس کی سب سے اونچی چوٹی پندرہ ہزار فٹ ہے آب و ہوا معتدل ہے۔ پہاڑ پر ۹۰ درجہ سے زیادہ پارہ نہیں چڑہتا اور میدان میں ۸۰ سے زیادہ نہیں۔ جزیرہ کے اکثر حصے میں دشوار گذار جنگل ہیں۔ دن میں پہلے چار پانچ گھنٹے سمندر سے خشکی کی جانب ہوا چلتی ہے اور پہر چار پانچ گھنٹے خشکی سے سمندر کیطرف اور اسی طرح ہیر پہیر رہتا ہے لیکن بارش کا موسم ہو تو اس میں فرق پڑ جاتا ہے۔ شیر جنگل میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ ہاتہیوں کی کثرت قریب آتشل

جاوا یعنی سماطرا

سماطرا میں اسلام کب داخل ہوا

Marfat.com

ہے۔ دریائی گھوڑے اکثر دریاؤں میں رہتے ہیں اور گینڈا اور وینیگ والا اسی جگہ ہوتا ہے۔ ایک قسم کی بلی ہوتی ہے جس میں سے زباد کا نافہ نکلتا ہے اور اڑنے والی چھپکلی عجائبات میں سے ہے۔ دار چینی مرچ لوبان۔ کافور۔ لونگ۔ سونٹھ وغیرہ کی کاشت کی جاتی ہے۔ بید بہت عمدہ قسم کا ہوتا ہے۔ بید کی چھڑی ملک سے اور ملاکا کے جزیرے سے آتی ہے۔ جزیرہ کے وسط میں سونا پیدا ہوتا ہے غرضکہ کوئی چیز ایسی نہیں جو ان جزائر میں پیدا نہ ہوتی ہو۔ جولیس ڈی لانگ ایک فرانسیسی مصنف اسی سبب ان جزائر کو دنیا کا خلاصہ کہتا ہے۔ عورتیں نہایت پاکدامن اور شرمیلی ہوتی ہیں اور زردوزی کا کام ریشم اور روئی کے کپڑے پر بہت عمدہ کرتی ہیں۔ کثرت ازدواج کی اجازت ہے لیکن بہت کم رواج ہے۔ مرد افیون کو بطور حقہ کے پیتے ہیں اور قمار بازی اور مرغ لڑانے کے بھی بہت شایق ہوتے ہیں۔ آبادی کا اندازہ تیس چالیس لاکھ کے قریب کیا گیا ہے۔ اب اکثر جزیرہ اہل ہولنڈ کے ماتحت ہے لیکن دو سو سال ہو گئے مگر وہ یہاں کے باشندوں کو اچھی طرح سے زیر نہیں کر سکے۔ اکثر باشندے مسلمان شافعی مذہب ہیں۔ پہاڑوں میں ایک قوم باٹک رہتی ہے ہمیشہ سے مشہور چلا آتا ہے کہ وہ آدم خوار ہیں۔ اسلام اول چھٹی صدی کے شروع میں آچین سے شروع ہوا تھا جو اس جزیرہ کے شمالی راس پر واقع ہے اور وہاں سے تمام جزائر زیرباد اور ملایا میں عرب تاجروں کی کوشش اور پُرامن طریقوں سے تمام باشندوں کا یہ ہی مذہب ہو گیا ہے۔ عیسائی مذہب کو کچھ تو پرتگیزوں کے تعصب اور سینہ زوری نے اور کچھ تمام مزدی اصول مذہب کے خلاف عقل ہونے نے رائج نہیں ہونے دیا +

سونا ۵۲ سونا۔ غیر مسبوک کہنے سے مراد وہ سونا ہے جو کان سے نکلتا ہے اور پگھلا کر صاف نہیں کیا جاتا ہے سونے کی پیداوار کے لیے سماٹرا بہت عرصہ سے مشہور چلا آتا ہے۔ کرافورڈ صاحب لکھتے ہیں کہ اس جزیرہ سے اب بھی ہر سال (۲۵۰۰۰) اونس یعنی ساڑھے ستائیس من کے قریب سونا باہر جاتا ہے ڈالٹن نے اندازہ کیا ہے کہ آچین سے چھتیس ہزار پونڈ یعنی دو سو من سونا باہر جاتا ہے +

بید ۵۳ بید جس کو عربی میں خیزران کہتے ہیں۔ ایک پودہ ہوتا ہے جس کے پتے کھجور کے پتوں کے مشابہ لیکن چھوٹے ہوتے ہیں اور پھل بھی ویسا ہی لگتا ہے۔ گول اور چاشنی دار لیکن گلا کڑنے والا۔ اس کے بعضے آدمی کھاتے بھی ہیں یہ پودہ کئی قسم کا ہوتا ہے۔ ایک قسم کی شاخیں انگوٹھے کی برابر موٹی اور دور دور گرہ ہوتی ہے شاخ پر جو ہر ظاہر ہوتے ہیں یہ قسم اعلیٰ درجہ کی ہے اور سماٹرا و جاوا وغیرہ جزیروں میں ہوتی ہے۔ دوسری قسم بیل کی مانند پھیلتی ہے اور شاخ ذرا پتلی اور خاردار ہوتی ہے۔ اس سے کرسی اور پالکی اور چینک وغیرہ بنتے ہیں یہ قسم بنگالہ میں بھی بکثرت ہوتی ہے۔ بعضی جگہ رسی کا کل کام بید کے چھلکے سے ہی لیتے ہیں تیسری قسم بہت پتلی ہوتی ہے اس میں نہ کانٹا ہوتا ہے اور نہ پھل لگتا ہے اس کو تراش کر سیتل پاٹی بناتے یہ قسم فقط سلہٹ میں دریا کے کنارے پیدا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اچھی سیتل پاٹی اس قدر ملایم ہوتی ہے کہ سانپ بھی اس پر سے چلتا پھسلتا ہے +

عیب ۵۴ بعینہ یہ ہی دستوران ہی الفاظ میں مارکو پولو پچاس برس پہلے جپا کے ملک کا لکھتا ہے کہ کسی عورت کو نکاح

کرنے کی اجازت نہیں ہوتی جب تک وہ بادشاہ کے پاس حاضر نہ ہو لے۔ اگر وہ بادشاہ کے پسند آجاتی ہے اُس کو اپنے گھر میں داخل کر لیتا ہے اور اگر پسند نہیں آتی تو اُس کو بطور مہر کے کچھ دے کر رخصت کر دیتا ہے۔ ۱۲۹۳ء میں جب میں وہاں تھا تو وہاں کے راجہ کے ۳۲۶ بیٹے اور بیٹیاں تھیں جن میں سے ڈیڑھ سو جوان ہتیار باندھنے والے بیٹے تھے۔" پہلے زمانہ میں چمپا اُس ملک کو کہتے تھے جو انامیں اور کمبودیا کے درمیان واقع تھا اور جس کو اب کوچین کہتے ہیں اور فرانسیسیوں کی عملداری میں واقع ہے ÷

فصل (۳)۔ مُل جاوا

پھر مُل جاوا میں پہنچے اس ملک کے باشندے مسلمان نہیں ہیں اور اس ملک کی درازی دو مہینے سفر کی برابر ہے اُس میں خوشبوئیں اور قماری اور قاقلی عود پیدا ہوتا ہے اور قاقلہ قمار اسی ملک کے علاقہ ہیں۔ سلطان ظاہر کے ملک میں سوا لوبان اور کافور اور قلیل لونگ اور قلیل عود ہندی کے اور کوئی خوشبو پیدا نہیں ہوتی یہ چیزیں اکثر مُل جاوا میں پیدا ہوتی ہیں۔ میں ہر ایک کی بابت جو کچھ میں نے دیکھا ہے یا دریافت کیا ہے لکھتا ہوں۔ لوبان کا درخت چھوٹا ہوتا ہے آدم قد کی برابر اور اس سے چھوٹا بھی ہوتا ہے اُس کی شاخیں خشخاش کی شاخوں کے مشابہ ہوتی ہیں اور پتے چھوٹے موٹے ہوتے ہیں اور نیلے ہوتے ہیں پتے بعضے وقت گر جاتے ہیں تو درخت بغیر پتوں کے کھڑا رہتا ہے لوبان اُس کا گوند ہوتا ہے جو شاخوں میں سے نکلتا ہے اور وہ ان جزائر میں مسلمانوں کے علاقہ میں بہ نسبت کافروں کے علاقہ کے زیادہ ہوتا ہے ÷ | لوبان

کافور کا درخت بالکل بانس کی مانند ہوتا ہے لیکن پوریاں لمبی اور موٹی ہوتی ہیں اور کافور پوریوں کے اندر سے نکلتا ہے جب بانس کو توڑتے ہیں تو اندر سے کافور نکلتا ہے۔ جب تک کسی حیوان کو درخت کی جڑ میں ذبح نہ کریں تو بانس میں سے کافور نہیں نکلتا اور نہایت عمدہ قسم کا کافور جس میں اس قدر ٹھنڈک ہوتی ہے کہ اگر ایک درہم اُس کا کوئی کھا لیوے تو ٹھنڈا ہو کر مر جاتا ہے اور جس کو خرطلہ کہتے ہیں بغیر آدمی کے ذبح کرنے کے پیدا نہیں ہوتا اگر آدمی کی جگہ ہاتھی کا چھوٹا بچہ بھی ذبح کریں تو بھی وہی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ÷ | کافور

Marfat.com

عود — عود ہندی ایک درخت ہوتا ہے جو بلوط کے مشابہ ہوتا ہے لیکن اُس کی چھال پتلی ہوتی ہے پتے بالکل بلوط کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور اُس کے پھل کچھ نہیں لگتا اُس کا درخت پورا سے بڑھنے نہیں پاتا اُس کی جڑیں بہت لمبی ہوتی ہیں اور اُن میں سے عطر کی خوشبو آتی ہے لیکن اور پتوں میں خوشبو نہیں ہوتی مسلمانوں کے ملک میں عود کے کل درخت لوگوں کی ملکیت میں ہیں کافروں کے ملک میں اکثر درخت کسی کی ملکیت نہیں۔ قاقلہ میں جو درخت ملکیت کے ہیں وہ سب

عود قماری — عمدہ عود ہوتا ہے اور اسی طرح قماری عود بھی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اُس کو اہل جاوا کپڑے کے خرید کرتے ہیں عود قماری کی ایک قسم ہوتی ہے جو پر موم کی مانند مہر لگ جاتی ہے۔ اُس کی جڑ کا

عود عطاس — کر زمین میں دفن کر دیتے ہیں کئی مہینے تک اُس کی قوت باقی رہتی ہے اور اس کو عود عطاس ہیں یہ قسم سب سے زیادہ عجیب ہے +

لونگ — لونگ کا درخت بہت موٹا اور پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ کافروں کے ملک میں بہ نسبت مسلمانوں کے ملک زیادہ ہے اور اس قدر کثرت سے ہے کہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتا جو لونگیں ہمارے ملک میں لاتے

جائفل — ہیں وہ اُس کی لکڑیاں ہیں اور وہ چیز جس کو ہمارے ملک میں نوار القرنفل کہتے ہیں وہ اُن کا ہے جو گر پڑتا ہے وہ نرنگترے کی کلی کے مشابہ ہوتا ہے۔ لونگ کے پھل کو جوز بوا یعنی جائفل کہتے

جوتری — ہیں۔ اور جو کلی اُس میں ہوتی ہے اُس کو بیاسہ یعنی جوتری کہتے ہیں۔ میں نے یہ سب چیزیں دیکھی ہیں +

بندر قاقلہ — اُس کے بعد ہم بندر قاقلہ میں پہنچے اُس میں بہت سے جہاز تیار کھڑے تھے۔ یہ لوگ سمندر پہ چوری کرتے ہیں اور جو جہاز اُن کے بندر میں آ جائے اور اُن کا محصول مقررہ ادا نہ کرے تو اُس سزا کے لئے بھی یہ جہاز تیار رہتے ہیں۔ یہ شہر بہت خوبصورت ہے تراشے ہوئے پتھر کی فصیل اس کے گرد ہے فصیل اتنی چوڑی ہے کہ اس پر تین ہاتھی برابر چل سکتے ہیں اول ہاتھی جو میں نے شہر باہر دیکھا اُس پر عود ہندی لدا ہوا تھا یہاں اُس کو بطور ایندھن کے استعمال کرتے ہیں اور آپس میں بہت ارزاں فروخت کرتے ہیں جب یہ لوگ اُس کو سوداگروں کے ہاتھ فروخت ہیں تو ایک بو

Marfat.com

عوض روئی کا ایک کپڑا لیتے ہیں اور روئی کا کپڑا اُس ملک میں ہر قسم کے کپڑے کی بہ نسبت زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ ہاتھی اِس شہر میں بہت ہیں اُسی پر سوار ہوتے ہیں اور اُسی پر بوجھ لادتے ہیں۔ ہر ایک شخص کا ہاتھی اُس کے دروازہ پر بندھا رہتا ہے اور ہر دوکاندار کی دوکان پر بندھا رہتا ہے جب وہ گھر کو جاتا ہے تو اُس پر سوار ہو کر جاتا ہے اور جب بوجھ لاد کر لاتا ہے یا لے جاتا ہے تو اُس پر ہی لے جاتا ہے۔ اہل چین کا بھی یہی حال ہے +

ہاتھیوں کی کثرت۔

مل جاوا کونسا ملک تھا

٥ مل جاوا۔ قمار کی بابت کچھ شک نہیں کہ عرب کمبودیا کے ملک کو قمار کہتے تھے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مُل جاوا سے ابن بطوطہ کی مراد سیام اور کمبودیا کا ملک ہے اور موجودہ جاوا نہیں۔ اِس لئے قاقلہ کا شہر بھی اسی ملک میں ہوا اُسی ملک کا نام مارکو پولو لواک یا لوکاک لکھتا ہے۔ آئین اکبری میں عود کی ایک قسم عود لورقی بھی لکھی ہے مگر مل اور جاوا علیٰحدہ علیٰحدہ دو جزیرے پاس پاس واقع ہیں جو سماٹرا کے شرق میں ہیں۔ یہ سوال حل طلب ہے کہ ابن بطوطہ کی مراد مل جاوا سے جاوا خاص ہے یا کمبودیا و سیام کا ملک۔

لوبان

٥ لوبان آئین اکبری میں صحیح ہے کہ لوبان ایک گوند ہوتا ہے خوشبودار جس کو جاوا کے جزیرہ سے لاتے ہیں بعض کہتے کہ میعہ اور لوبان ایک چیز ہے خشک میعہ کو لوبان کہتے ہیں۔ آگ پر رکھنے سے کافور کی طرح اُڑ جاتا ہے۔ یمن میں جو لبان پیدا ہوتا ہے اور اُس کو کندر دریائی کہتے ہیں خوشبودار نہیں ہوتا۔ مخزن کا مصنف لکھتا ہے کہ لُبان یعنی کندر ایک درخت کا گوند ہے جو حضرموت اور یمن اور عمان میں پیدا ہوتا ہے تعجب ہے کہ اُس نے خوشبودار لوبان یعنی لوبان جاوی کا کچھ ذکر نہیں کیا +

٥ خرشعف کوئی لغت نہیں خرشف بجائے حلی ایک پودا ہوتا ہے جس کو فارسی میں کنگر کہتے ہیں +

کافور

٥ کافور کی ماہیت کی بابت جو کچھ ابن بطوطہ نے لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ یہ ممکن ہے کہ لوگوں کے دل میں یہ خیال ہو کہ جب تک قربانی کا خون نہ دیا جاوے کافور پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس کی تصدیق اور ذرائع سے بھی ہوتی ہے اس کی وجہ شاید یہ معلوم ہوتی ہے کہ سب درختوں میں سے کافور نہیں نکلتا کسی کسی سے نکلتا ہے اور کسی میں سے نہیں نکلتا اور چونکہ وہ پہاڑ کی جڑ میں جو سمندر کے کنارے پر ہوتے ہیں پیدا ہوتا ہے اِس لیے ہر وقت درخت تک دسترس نہیں ہوتی خاص موسموں میں آدمی وہاں پہنچ سکتا ہے۔ جب سب درختوں میں نہ ملا تو لوگوں کو تحقیق ہوئی کہ کس میں ملنا چاہیئے اور کس میں نہیں اِس لیئے جہالت کے سبب یہ بات بنالی کہ بغیر قربانی چڑھائے کافور کا درخت کافور نہیں دیتا۔ قزوینی محمد بن ذکریا رازی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ "درخت کے اونچے حصّہ پر جا کر تنہ میں سوراخ کرتے ہیں تو اُس سے پانی سا نکلتا ہے اور وہ جم جاتا ہے نیچے کے حصوں میں کافور کے ڈلے چھال کے نیچے شگافوں میں پلے جاتے ہیں۔ درخت کی اونچائی دو سو فٹ تک ہوتی ہے۔ اور یہ ڈلے آدھ پاؤ سے لے کر آدھ سیر تک وزن میں نکلتے ہیں"۔ سماٹرا اور جاپان میں کافور بہ کثرت ہوتا ہے۔ کافور کا درخت جاوا اور ابج

Marfat.com

کے جزیرہ میں اس قدر بڑا ہوتا ہے کہ اُس کے سایہ میں سو آدمی آرام کر سکتے ہیں۔ سماٹرا کے مغربی کنارہ

کافور فنصوری پر آچین کے جنوب میں ایک مقام فنصور (ف ن ص و ر) یا پن سور ہے اُس کا کافور سب سے اول قسم کا ہوتا ہے۔ عربی کتابوں میں تصحیف کرتے کرتے اُس کو قیصوری (قاف اور یے) لکھتے ہیں۔ حمزہ فنصوری ایک مشہور صوفی شاعر سنہ ۱۶۰۰ء کے قریب سماٹرا میں گذرا ہے وہ اسی جگہ کا رہنے والا تھا۔ بارس بھی اسی شہر کے علاقہ کا نام ہے۔ آئین اکبری میں عمدہ فنصوری کافور کی قیمت تین روپیہ سے بیس روپیہ فی تولہ تک لکھی ہے اور اُس کا دوسرا نام بھیمسینی لکھا ہے اور بالوس کو کافور کی ایک ادنیٰ قسم قرار دی ہے لیکن یہ غلطی ہے فنصور اور بارس ایک ہی شہر کا نام ہے۔ ولیمس صاحب [illegible] اپنی کتاب مڈل کنگڈم میں لکھتے ہیں کہ کافور کا درخت چین کے جنوبی صوبوں میں جو دریا کے کنارے واقع ہیں اور فارموسا کے جزیرہ میں ہوتا ہے۔ درخت کے پتے شاخیں جڑ اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے سب کو پانی میں بھگو دیتے ہیں اور کئی دن تک رکھتے ہیں جب خوب بھیگ جاتے ہیں اور پانی میں اُس کا اثر ہو جاتا ہے تو اُس پانی کو آگ پر اُڑا کر کافور حاصل کرتے ہیں اُس وقت ناصاف کچی شکر کی شکل کا ہوتا ہے۔ یورپ میں لا کر اُس کو صاف کرتے ہیں +

عود قماری شہ عود قماری۔ عام خیال یہ ہے کہ راس کماری جو ہندوستان کا جنوبی سرا ہے اُس کی طرف یہ عود منسوب ہے لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ کمبودیا جو سیام کے مشرق میں ہے اُس کو بھی عرب خمار اور قمار کہتے تھے اور وہاں عود کی نہایت کثرت ہے +

عود عطاس عود العطاس۔ عطاس عربی میں خوشبو کو کہتے ہیں (منتہی الارب) یہ عود کی طرح ہوتی ہے۔ مخزن میں لکھا ہے کہ "بعض حکیم اور حکیم شریف خاں خصوصاً عود العطاس سے نک چھکنی مراد لیتے ہیں"۔ لیکن یہ قیاس غلط ہے عطسہ کے لفظ سے یہ قیاس کیا گیا ہے حالانکہ لغت میں عُطاس کے معنے عطر کے ہیں اور عطسہ کے لفظ سے اُس کو کچھ تعلق نہیں۔ صاحب مخزن نے لکھا ہے کہ عود یعنی اگر جیتا (جو سلہٹ میں واقع ہے) اور دکن اور شہر نو (اہل فارس بنکوک دار الخلافہ سیام کو شہر نو کہتے تھے) اور جنبہ (یہ نام علاقہ مشرقی سیام کا ہے جو قمار کے شرق میں واقع ہے) میں پیدا ہوتا ہے اُس کی لکڑی کو زمین میں تاک میں دبا دیتے ہیں کچی کچی لکڑی گل جاتی ہے باقیماندہ کو جب جلاتے ہیں تو اُس میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے ہندوستان میں بالکل نہیں ہوتا۔ عرب اور ایران میں ہندی اس سبب سے کہتے ہیں کہ ہندوستان سے ہو کر جاتا تھا۔ ابو الفضل نے لکھا ہے کہ کسی گجرات کے راجہ نے منگوا کر چاپانیر میں لگوایا تھا وہاں کوئی درخت اُس کے وقت میں بھی موجود تھا۔

قرنفل یعنی لونگ سہ قرنفل۔ مخزن کا مصنف لکھتا ہے کہ قرنفل کو فارسی میں میخک اور اُردو میں لونگ کہتے ہیں یہ درخت جاوا اور سماٹرا میں ہوتا ہے۔ اُس کا درخت بیری کے درخت سے مشابہ ہوتا ہے شاخیں باریک ہوتی ہیں اور چنبیلی کی شاخوں کی طرح زمین پر آ پڑتی ہیں۔ اُس کے پتے انار کے پتوں کے مشابہ ہوتے

دو قسم کا ہوتا ہے ایک بڑا دوسرا چھوٹا۔ بڑے کو نر کہتے ہیں اور چھوٹے کو مادہ۔ نر میں خوشبو اور چرپراہٹ کم ہوتی اور رنگ میں بھی ہلکا ہوتا ہے۔ اور زیادہ مستعمل ہے کیونکہ اُس کی تاثیر عمدہ ہوتی ہے بہتر لونگ وہ ہوتی ہے جس کے کوٹنے اور چھاننے میں لکڑی کا مادہ باقی نہ رہے۔ جوز بوا کی بابت مخزن میں یہ درج ہے کہ اُس کا درخت اخروٹ کے درخت سے ذرا چھوٹا لیکن اُس کے مشابہ ہوتا ہے اور پھل اخروٹ سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے پھل پر دو غلاف ہوتے ہیں اوپر کا غلاف سبز رنگ اور موٹا ہوتا ہے اس کے بعد ایک غلاف جاوتری کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک اور سخت غلاف ہوتا ہے اُس کے اندر جائے پھل ہوتا ہے۔ ابن بطوطہ کی تحقیق کے مطابق قرنفل اور جوز بوا جائے پھل اور جاوتری تینوں ایک ہی درخت سے حاصل ہوتے ہیں۔ لونگ شگوفہ ہوتا ہے اور جائے پھل اُس کا پھل ہوتا ہے اور جاوتری کو پھل کا غلاف لکھا ہے۔ لیکن اصل میں کچھ کچھ دونوں غلطی پر ہیں۔ مخزن کی یہ غلطی ہے کہ اُس نے لونگ کو پھل لکھا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں وہ پھول کے کھلنے سے پہلے ایک درخت کا شگوفہ ہوتا ہے۔ ابن بطوطہ کی غلطی یہ ہے کہ وہ جائفل اور لونگ کا ایک درخت تبلاتا ہے حالانکہ دونوں کے درخت علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں +

جوز بوا

جاوتری

ابن بطوطہ کی غلطی

فصل (۴) مُل جاوا کا بادشاہ

مُل جاوا کا بادشاہ کافر ہے میں نے اُس کو محل کے باہر زمین پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ فرش بچھا ہوا تھا اُس کا لشکر اور اہلکار سب اُس کے سامنے پیش ہوتے تھے سب پیدل تھے گھوڑا اُس ملک میں نہیں ہوتا فقط بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور لوگ ہاتھی پر سوار ہوتے ہیں اور اُسی پر سوار ہو کر لڑائی کو جاتے ہیں۔ میرا حال اُس کو بتایا تو اُس نے مجھے طلب کیا میں آیا۔ اور میں نے کہا السّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ انہوں نے فقط سلام کا لفظ سمجھا اور بہت خوش ہو کر مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے زمین پر فرش بچھوایا اور کہا اس پر بیٹھو میں نے ترجمان سے کہا کہ میں کس طرح فرش پر بیٹھ سکتا ہوں جب بادشاہ زمین پر بیٹھا ہے۔ اُس نے کہا کہ بادشاہ کی عادت یہ ہے وہ فقط تواضع کے سبب سے زمین پر بیٹھا کرتا ہے تو مہمان ہے اور ایک بڑے بادشاہ کی طرف سے آیا ہے اس لیے تیری تعظیم فرض ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے سلطان ہندوستان کا حال دریافت کیا اور فقط مختصر مختصر سوال کیے پھر مجھ سے کہا کہ تین دن تک تو ہمارا مہمان ہے اُس کے بعد تجھے جانے کی اجازت ہے اس بادشاہ کے دربار میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے اپنے گلے پر چھری رکھی

اور کچھ زبان سے کہا جس کو میں نہیں سمجھتا تھا اور چھری کو مضبوط پکڑ کر ایسا دبایا کہ اُس کا گلا کٹ گیا اور سر علیحدہ جا پڑا مجھے نہایت تعجب ہوا۔ بادشاہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے ملک میں بھی کوئی ایسا کرتا ہے میں نے کہا ہرگز نہیں۔ بادشاہ سنکر ہنسا اور کہا کہ میرے غلام مجھ سے اس قدر محبت رکھتے ہیں کہ اپنی جان کو مجھ پر قربان کرتے ہیں پھر اسکے جلانے کا حکم کیا جلانے کے واسطے وزیر اور اہلکار اور فوج اور بہت لوگ گئے اُس کی اولاد کا وظیفہ بادشاہ نے مقرر کر دیا اور اُس کے قربان ہونے کے سبب اُس کے خاندان کی عزت ہو گئی۔ ایک شخص وہاں موجود تھا مجھ سے کہتا تھا کہ اپنا گلا کاٹنے سے پہلے اس نے اسی قسم کی گفتگو کی تھی کہ بادشاہ اُس کو اس قدر پیارا ہے کہ وہ اپنی جان کو اُس پر نثار کرتا ہے۔ اُس سے پہلے اُس کے باپ اور باپ سے پہلے دادا نے اپنے تئیں بادشاہ کے باپ اور دادا پر قربان کر دیا تھا۔ اس کے بعد دربار سے اُٹھ کر چلا آیا اور تین دن تک وہاں رہا۔

فصل (۱۵) بحر الکاہل

بحر الکاہل پھر سمندر کا سفر شروع کیا۔ تیس دن سفر کرنے کے بعد ہم بحر الکاہل میں داخل ہوئے اُس کا پانی بالکل سیاہ ہے اور اُس میں سُرخی بھی معلوم ہوتی ہے گمان کرتے ہیں کہ اُس کے کنارہ کے ملک کی مٹی کے رنگ کے سبب پانی کا یہ رنگ ہو گیا ہے نہ اس سمندر میں ہوا ہے نہ موج ہے اور نہ حرکت ہے اور اسی سبب ہر جہاز کے ساتھ تین اور جہاز ہوتے ہیں ان سب کو ملاح کھینچتے ہیں تو جہاز چلتا ہے اور بڑے جہازوں میں بیس چپو ایک طرف اور بیس دوسری طرف ہوتے ہیں ایک ایک چپو ستون کی مانند ہوتا ہے اور ہر ایک چپو پر تیس تیس آدمی کام کرتے ہیں ہر ایک چپو میں دو بڑی بڑی رسیاں بندھی ہوئی ہوتی ہیں جب ایک جماعت اُس کو پکڑ کر کھینچتی ہے اور چھوڑ دیتی ہے تو دوسرے اپنی رسی کو کھینچتے ہیں۔ کھینچنے کے وقت یہ لوگ خوش لفظوں میں گاتے ہیں اور لعلی لعلی کرتے ہیں ہم اس سمندر میں سینتیس ۳۷ روز تک چلتے رہے جہاز والے تعجب کرتے تھے کہ ہم ایسی جلدی اس سمندر سے کیسے باہر ہو گئے کیونکہ وہ بہت جلدی اُس میں سے نکلتے تھے تو بھی اُن کو چالیس

کے کر پچاس دن تک لگ جاتے تھے +

فصل (۶)۔ طوالسی اور ملکہ اُردجا

طوالسی

اُس کے بعد ہم طوالسی کے ملک میں پہنچے بادشاہ کا نام بھی طوالسی ہے یہ ملک بہت وسیع ہے اور وہاں کا بادشاہ چین کے بادشاہ کے ساتھ ہمسری کرتا ہے اور اہل چین اُن لوگوں سے ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں اور تھوڑے سے خراج پر صلح کر لیتے ہیں۔ اِس بادشاہ کے پاس جہاز بکثرت ہیں باشندے بت پرست ہیں شکل وصورت میں اچھے ہوتے ہیں ترکوں کے ساتھ بہت کچھ مشابہ ہیں۔ رنگ سُرخ ہوتا ہے اور شرافت اور شجاعت اُن میں پائی جاتی ہے اُن کی عورتیں گھوڑوں پر چڑھتی ہیں اور تیر انداز ہوتی ہیں اور مردوں کے ساتھ ہو کر لڑائی میں جاتی ہیں۔ ہم اُن کے بندر گاہ کیلوگری میں ٹھیرے یہ شہر اِس ملک میں سب سے بڑا ہے پہلے وہاں بادشاہ کا بیٹا حاکم تھا۔ جب ہمارا جہاز وہاں پہنچا تو اُن کی فوج آئی۔ ناخدا بادشاہ کے بیٹے کے لیے تحفے لے کر چلا اور اُس کا حال دریافت کیا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اُس کے باپ نے اُس کو ایک اور شہر کا حاکم کر دیا۔ اور اس شہر کی حکومت

کیلوگری

شاہزادی اُردجا

اُس کی بہن کے سپرد کر دی اور اُس کی بہن کا نام اُردجا ہے ہمارے پہنچنے کے دوسرے دن اِس ملکہ نے ناخدا اور کاتب کو اور بڑے بڑے تاجروں کو اور ٹنڈیل اور سپہ سالار کو مدعو کیا یہ یہاں کا دستور تھا۔ ناخدا نے مجھ سے کہا کہ تم بھی چلو میں نے کہا کہ میں مشرکوں کا کھانا نہیں کھا سکتا جب سب وہاں حاضر ہو گئے تو ملکہ نے دریافت کیا کہ تم میں سے کوئی باقی تو نہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک قاضی (جس کو وہاں کی زبان میں بخشی کہتے ہیں) نہیں آیا کیونکہ وہ تم لوگوں کا کھانا نہیں کھاتا ملکہ نے اپنے سیلح اور ناخدا کے آدمی بھیج کر مجھے بُلا بھیجا۔ میں آیا تو دیکھا کہ وہ دربار میں بیٹھی ہوئی ہے اُس کے سامنے عورتیں جن کے ہاتھوں میں عرضیاں تھیں جو وہ ملکہ کے سامنے پیش کرتی تھیں اُس کے روبرو بیٹھی ہوئی تھیں اور عورتیں بھی اُس کے گرد بیٹھی ہوئی تھیں وہ اُس کے وزیر تھے وہ تخت کے نیچے صندل کی کرسیوں پر بیٹھی تھیں اُن کے سامنے مرد بیٹھے ہوئے تھے اور تخت کے اوپر ریشم کا فرش تھا ریشم کے پردے لٹک رہے تھے اور وہ تخت صندل کی لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اُس پر

Marfat.com

سونے کے پترے لگے ہوئے تھے اور اُس پر سونے کے برتن رکھے ہوئے تھے چھوٹے بھی اور بڑے بھی جیسے کہ خم اور مٹکے اور لوٹے۔ ناخدا نے مجھے بتلایا کہ ان سب میں شربت ہے جو شکر میں خوشبو ملا کر بناتے ہیں کھانے کے بعد اُس کو پیتے ہیں وہ مفرح اور شیریں ہوتا ہے منہ کی بو کھوتا ہے کھانے کو ہضم کرتا ہے اور قوت باہ کو زیادہ کرتا ہے۔ جب میں نے ملکہ کو سلام کیا تو اُس نے ترکی میں کہا خوشی مس یخشی مس یعنی تم کیسے ہو اور تمہارا حال کیا ہے۔ بہے۔ ملکہ نے اپنے قریب بٹھایا وہ عربی لکھنا اچھی طرح جانتی تھی۔ اپنے ایک خادم سے کہا کہ دوات تبک کتور یعنی دوات کاغذ لا جب وہ لایا تو اُس نے کاغذ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی اور مجھ سے کہا کہ یہ کیا ہے میں نے کہا تنکری نام یعنی خدا کا نام ہے ملکہ نے کہا خوش (اچھا) پھر مجھ سے یہ دریافت کیا کہ تو کون سے ملک سے آیا ہے۔ میں نے کہا ہندوستان سے اُس نے کہا کہ کالی مرچوں کے ملک سے میں نے کہا ہاں۔ پھر اُس نے ہندوستان کا حال مجھ سے دریافت کیا میں نے اُس کو کل حال بتلا دیا کہنے لگی کہ میں اُس ملک کو ضرور فتح کروں گی کیونکہ اُس کی دولت کا حال سُنکر مجھے تعجب آتا ہے میں نے کہا ضرور فتح کرنا چاہیئے پھر ملکہ نے حکم دیا کہ مجھے کپڑے اور دو ہاتھی چاول اور دو جاموش اور دس بکریاں اور چار رطل گلاب اور چار بڑے بڑے مرتبان جن میں ادرک اور مرچ اور لیمو اور آم کے اچار تھے دیے جائیں یہ اچار جہاز کے سفر کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ناخدا نے مجھ سے کہا کہ اس ملکہ کے لشکر میں عورتیں ہیں جو مردوں کی مانند لڑائی میں شامل ہوتی ہیں اور وہ خود عورتوں اور مردوں کا لشکر لے کر حملہ کرتی ہے اور دشمن کے ہوش بھلا دیتی ہے۔ میدان جنگ میں آکر بہادروں کی للکارتی ہے کہ جس کو اُس کے ساتھ مقابلہ کرنا ہو با ہر آوے۔ ناخدا کہتا تھا کہ ایک دفعہ اُس کا مقابلہ دشمن کے ساتھ ہوا اور اُس کے لشکر کی بہت سی عورتیں قتل ہو گئیں اور قریب تھا کہ اُس کا لشکر بھاگ جائے یہ ملکہ خود آگے بڑھی اور صفیں چیرتی ہوئی مقابل کے بادشاہ تک پہنچ گئی اور اُس کے ایک نیزہ مارا وہ مرگیا اُس کا سر نیزے کی انی میں اٹکا کر لے آئی جو اُس بادشاہ کے رشتہ داروں نے بہت سی دولت دے کر واپس لیا۔ جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس آئی تو بادشاہ نے اُس کو اس

شہر کا حاکم بنا دیا۔ کہتے ہیں کہ اکثر شاہزادے اُس کو نکاح میں مانگتے ہیں وہ کہتی ہے کہ میں اُس شخص سے شادی کرونگی جو میدان جنگ میں مجھے مغلوب کریگا اور شاہزادے اس ندامت کے خوف سے کہ کہیں مغلوب نہ ہو جائیں۔ اُس کے مقابلہ کے لیئے آگے نہیں آتے +

طوالسی

طوالسی۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کون سا ملک ہے۔ کرنیل یول نے اپنی کتاب حالات ختا میں قیاس کیا ہے کہ اس نام کا کوئی ملک نہیں ہوسکتا شک ظاہر کیا ہے کہ ابن بطوطہ نے سُنا سُنایا غلط حال اس ملک کی بابت لکھ دیا لیکن یہ گمان درست معلوم نہیں ہوتا۔ میری رائے میں یہ ملک اغلباً ٹانکن تھا اور وہاں ضرور کوئی مغل شاہزادی قوبلاخاں کی اولاد میں ہوگی کیونکہ قوبلا نے اپنے بیٹوں کو جن میں سے بارہ تو نکاحی عورتوں سے تھے چین کے ہر صوبے پر حاکم مقرر کیا ہوا تھا اور اپنے ایک بیٹے تغان کو ٹانکن کے رستہ سے پیام کے فتح کرنے کو بھیجا تھا۔ اُردجا ترکی لفظ ہے اُس کے معنے "چھاؤنی کا پیدا ہوا ہوا" ہیں اس شاہزادی کے حالات قایدوخاں ترکستان کی بیٹی کے حالات سے جس کا نام آئے یاروق یعنی ماہ تاباں تھا بہت کچھ مشابہ ہے اُس نے عہد کیا تھا کہ میں اُس شاہزادے کے ساتھ شادی کروں گی جو مجھے لڑائی میں مغلوب کریگا اور اگر وہ مغلوب ہو جاویگا تو شاہزادی کو سو گھوڑے دیگا سُنا ہے کہ اُس نے اس طرح دس ہزار گھوڑے جیتے تھے اور جب تک وہ زندہ رہی کوئی اُس کو مغلوب نہ کرسکا رشید الدین نے اُس کا نام قتلون لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ اُس نے ایک خط میں غازان بادشاہ ایران کے ساتھ جو اُس کا چچازاد بھائی تھا نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اور لکھا تھا کہ میں تیرے سوا کسی اور کے ساتھ شادی نہیں کرونگی لیکن اُس کے باپ نے اجازت نہ دی۔ یہ قایدوخاں قاشین بن اوکتائی خاں کا بیٹا تھا اور ترکستان کا بادشاہ تھا۔ وہ سنہ ۱۳۰۱ء میں مرگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہزادی بھی اسی خاندان کی تھی اور چونکہ اُس کی زبان ترکی تھی اس لیے اس میں تو کلام نہیں ہوسکتا کہ وہ شاہزادی چینی یا اُس ملک کی متوطن نہیں تھی اور اغلباً مغل تھی۔ ابن بطوطہ کے اس بیان کا کہ وہاں کا بادشاہ چین سے ہمسری کرتا ہے اور اہل چین اُن سے ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں اس سے زیادہ مطلب نہیں کہ یہ شاہزادہ باغی ہوگیا ہوگا اور ایسا ہونا اُس زمانہ میں غیر اغلب نہیں تھا کیونکہ چین میں مغلوں کی سلطنت اُن دنوں میں لڑکھڑا رہی تھی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ چین سے نکال دیئے گئے۔ میری رائے میں طوالسی کا لفظ کاتب کی غلطی سے کوانسی کی بگڑی ہوئی شکل ہو اور ایسا ہونا بہت آسان ہے۔ ٹانکن اور کانٹن کے صوبہ کے بیچ میں کوانسی کا صوبہ ہے جو سمندر کے ساحل پر جزیرہ ہینان کے سامنے واقع ہے۔ کوانسی کے شہر سے کانٹن کا وہ فاصلہ جو ابن بطوطہ نے لکھا ہے کچھ زیادہ نہیں ہے +

شاہزادی ماہ تاباں

۵۲ بخشی۔ یہ لفظ اصل میں بھکشو ہے یعنی بودھ مذہب کا پادری جو بھیک مانگ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں اور اس لیئے بھکشو کہلاتے ہیں۔ روضۃ الصفا اور دصافت میں یہ لفظ اکثر آتا ہے اور فارسی داں نہیں جانتے کہ یہ لفظ کس زبان کا ہے بخشی بخش سے مشتق ہے کیونکہ وہ فوج کی تنخواہ تقسیم کرتا ہے +

باب (۱۵) چین

فصل (۱) چین کے دریا

طوالسی کے ملک سے چل کر سترہ دن کے بعد ہم چین کے ملک میں پہنچے ہوا موافق تھی جہاز بہت جلدی چلے۔ چین کا ملک بہت وسیع اور زرخیز زراعت اور سونا چاندی اور میوؤں[1] کی پیداوار میں کوئی ملک اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک دریا اس کے بیچ میں سے گذرتا ہے اُس کو آب حیات[2] اور سرو بھی کہتے ہیں اسی نام کا دریا ہندوستان میں بھی ہے۔ خان بالق کے پاس ایک پہاڑ ہے وہاں سے یہ دریا نکلتا ہے اس پہاڑ کو کوہ بوزنہ کہتے ہیں چھ مہینے کے رستہ وہ چین کے وسط میں سے گذرتا ہے اور صین الصین کے شہر پر آکر ختم ہو جاتا ہے نیل مصر کی مانند اس کے کنارہ پر برابر دیہات اور کھیت اور باغ اور بازار بنتے چلے گئے ہیں اور آبادی مصر کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہے اور جھلار بہ کثرت لگی ہوئی ہیں چین کی قند مصر کی قند سے بڑھ کر ہے اور انگور اور خوبانی بہ کثرت ہے میں سمجھتا تھا کہ عثمانی خوبانی جو دمشق میں پیدا ہوتی ہے اُس کی برابر خوبانی تمام دنیا میں نہ ہوتی ہوگی لیکن چین کی خوبانی اُس سے بھی افضل ہے۔ وہاں خربوزہ بھی عجیب ہوتا ہے خوارزم اور اصفہان کے خربوزہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ جس قدر میوے ہمارے ملک میں پیدا ہوتے ہیں چین میں سب اُن سے بہتر ہوتے ہیں گیہوں وہاں بہت اچھا ہوتا ہے اور یہاں کے گیہوں کی برابر میں نے بڑا دانہ کہیں نہیں دیکھا اور یہی حال مسری اور چنے کا ہے +

دریائے یانگ ٹسی کیانگ

چین کی مصری خوبانی جزیرہ

گیہوں

امرود

[1] مارکوپولو بیان کرتا ہے کہ چین میں ایک ایک امرود وزن میں چار پانچ سیر کا ہوتا ہے اور اس کا گودا حلوے سے زیادہ شیریں ہوتا ہے +

دریائے کیانگ

[2] دریائے یمانگ سے مراد ہے لیکن اُس کا منبع خان بالق یعنی پیکن کے پاس نہیں ہے بلکہ تبت کے شمال میں ہے۔ مارکوپولو بھی اُس کی لمبائی سو دن سے زیادہ سفر کی بتلاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پرانی دنیا کے دریاؤں میں وہ سب سے زیادہ لمبا ہے یہ دریا اب نانکن شہر کے پاس آکر ختم ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور چین کلاں یعنی کانٹن تک اس کی کوئی شاخ کبھی بھی نہ پہنچی تھی۔ زمانہ قدیم میں خنسا تک بے شک اس کی ایک شاخ جاتی تھی۔ اس کی لمبائی پچیس سو (۲۵۰۰) میل کے قریب ہے مارکو پولو لکھتا ہے کہ اس دریا پر دو سو بڑے بڑے شہر ہیں اور جہازوں اور کشتیوں کی آمد و رفت اس قدر ہے کہ ایک دفعہ قوبلا قاآن کے وقت میں ایک محصول جمع کرنے والے افسر نے شمار کیا تو ایک سال میں دو لاکھ جہاز اور کشتیاں اس دریا میں اوپر سے نیچے کی طرف گئی تھیں کانٹن کو اہل عرب صین الصین یا صین کلاں کہتے تھے ÷

فصل (۲) چینی کے برتن

ظروف چینی — ظروف چینی فقط زیتون کے شہر میں بنتے ہیں یا چین کلاں میں اور یہ پہاڑ کی مٹی ہوتی ہے جو آگ میں کوئلہ کی مانند جلتی ہے اس میں پتھر ملاتے ہیں اور تین دن تک آگ دیتے ہیں پھر اس پر پانی چھڑک دیتے ہیں یہ سب مٹی بن جاتی ہے پھر اس کو سڑاتے ہیں جو چینی سب سے اچھی ہوتی ہے اس کا خمیر پورے ایک مہینے میں اٹھتا ہے زیادہ نہیں اور ادنے درجہ کی دس دن میں نکال لیجاتی ہے۔ یہ برتن وہاں ایسے ارزاں ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے ملک میں مٹی کے برتن بلکہ اس سے بھی زیادہ ارزاں ان کو ہندوستان اور تمام ولایتوں میں لے جاتے ہیں حتٰی کہ مغرب تک لے جاتے ہیں اور یہ برتن نہایت نفیس ہوتے ہیں +

ظروف چینی — ۵ مارکو پولو بھی یہ ہی لکھتا ہے کہ سواٹن چو کے شہر کے جس کو وہ زیتون کے علاقہ میں بتاتا ہے اور کہیں چینی کے برتن نہیں بنتے اور وہاں سے ہی تمام ملکوں میں جاتے ہیں ارزانی کی بابت وہ بھی یہ ہی کہتا ہے کہ ایک گروٹ یعنی اڑھائی آنے میں ۸ پیالے یا تین رکابیاں آتی ہیں۔ چالیس برس میں خمیر اٹھنے کی کہانی مارکو پولو نے درج کی ہے جس کو شیخ سعدی نے بھی اس قطعہ میں بیان کیا ہے ؎

خاک مشرق شنیده ام که کنند — در چهل سال کاسهٔ چینی
صد بروزے کنند در مردشت — لاجرم قیمتش همی بینی

لیکن جو حال ابن بطوطہ نے لکھا ہے وہ زیادہ تر صحیح ہے۔ زمانہ حال میں بھی موٹی قسم کے برتن کانٹن اور فوکین کے صوبوں میں بنتے ہیں اور سب سے زیادہ تنگان کے شہر میں اس کے کارخانے ہیں +

فصل (۳) چین کے مرغ

چینی مرغ — چین کی مرغیاں اور مرغے بطخ سے بھی زیادہ بڑے ہوتے ہیں مرغیوں کے انڈے بھی چین میں بطخ کے انڈوں سے بڑے ہوتے ہیں لیکن وہاں کی بطخ چھوٹی ہوتی ہے۔ میں نے ایک مرغی

Marfat.com

خریدی اور اُس کو پکانا چاہا تو ایک دیگچی میں اُس کی گنجایش نہ ہوئی آخر دو دیگچیوں میں پکایا۔ شتر مرغ کی برابر ہوتا ہے اور اکثر اُس کے پر نوچے ہوئے ہوتے ہیں تو سرخ سرخ گوشت کا بوٹا ہوتا ہے۔ چینی مرغا اول ہی اول میں نے کولم کے شہر میں دیکھا تھا میں نے اُس کو شتر مرغ کا بچہ کیا تھا اور یہ سنکر کہ وہ مرغا ہے میں نے کمال تعجب کیا۔ میرے دوست نے کہا کہ چین میں اس سے بھی بڑا ہوتا ہے جب میں چین میں پہنچا تو اُس کی بات کی تصدیق ہو گئی +

فصل (۴) - مذہب و حکومت

اہل چین کافر ہیں بتوں کو پوجتے ہیں اور مردوں کو ہندوؤں کی طرح جلاتے ہیں[1] چین کا بادشاہ[2] تاتار ہے اور چنگیز خاں کی اولاد میں سے ہے۔ چین کے ہر ایک شہر میں مسلمانوں کی بستی ہے بستی علیحدہ ہوتی ہے اُن میں جامع مسجد اور چھوٹی مسجدیں ہوتی ہیں چین میں مسلمانوں کی توقیر ہوتی ہے۔ چینی کافر سور اور کتے کا گوشت کھاتے ہیں اور بازاروں میں اس کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ سؤر اور کتا

باشندے مرفہ الحال ہیں لیکن کھانے پینے میں بہت جزرس ہیں ایک بڑا سوداگر جس کی دولت کی کچھ انتہا نہیں روئی کے کپڑے کا جبہ پہنے پھرتا ہے زیادہ تر وہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں تکلف ظاہر کرتے ہیں۔ ہر ایک شخص عصا رکھتا ہے اور اُس کو ٹیک کر چلتا ہے چینی کہتے ہیں کہ عصا ہماری تیسری ٹانگ ہے +

چینی اب مردوں کو دفن کرتے ہیں

[1] اہل چین زمانہ حال میں عموماً مردوں کو دفن کرتے ہیں۔ لیکن مارکو پولو جس نے تقریباً کل چین کا سفر کیا تھا یہی لکھتا ہے کہ اہل چین مردوں کو جلاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں صدی تک یہ رواج اہل چین میں بودھ مذہب کی متابعت کے سبب عام ہو گیا تھا۔ لیکن سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوانگ چن وو کے حاکم نے اس رسم کے خلاف ایک رسالہ لکھا اور ثابت کیا کہ بدھا کی ہدایت یہ ہرگز نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جلانا تھوڑے دن بعد ہی حکماً بند کیا گیا۔ اور اب یا تو بدھ مذہب کے بھکشوں کی نعش جلائی جاتی ہے یا اُس حالت میں کہ جب تابوت دفن نہ کیا گیا ہو اور یا ہر پڑا رہا ہو اور گل گیا ہو تو بھی نعش کو جلاتے ہیں۔ ورنہ سب مردے دفن کئے جاتے ہیں +

چنگیز خاں کی اولاد

[2] چین کا بادشاہ اُن دنوں میں چنگیز خاں کی اولاد میں سے تھا۔ اس خاندان نے سنہ ۱۲۱۵ء سے سنہ ۱۳۶۹ء تک چین پر حکومت کی ہے۔ چنگیز خاں کے چار بیٹے تھے (۱) اوکتائی قاآن جس کے بعد اُس کا بیٹا کویک قاآن تخت پر بیٹھا۔ (۲) تولی خاں اُس کے تین بیٹے تھے۔ ہلاکو خاں جس کی اولاد ایران میں حکومت

قوبلا قاآن

کرتی تھی منگو قاآن جو کویک قاآن کے بعد تخت پر بیٹھا۔ قوبلا قاآن جو اپنے بھائی منگو قاآن کے بعد تخت پر بیٹھا اُس نے کل چین کو فتح کیا اور ۱۲۹۵ء میں پچاسی برس کی عمر میں ۴۴ برس سلطنت کر کے مر گیا۔ قوبلا قاآن کا پوتا تیمور قاآن اپنے دادا کے مرنے پر تخت پر بیٹھا (۳) چغتائی خان۔ اُس کی اولاد ماوراء النہر اور ترکستان کی بادشاہ ہوئی (۴) جوجی خان اس کی اولاد قبچاق اور روس میں بادشاہ رہی سوا قوبلا قاآن کی اولاد کے جو چین میں تھی باقی سب شاخیں آگے پیچھے مسلمان ہوگئی تھیں۔ ابن بطوطہ کے وقت میں اوزبک خان شہر سرائے واقع ملک روس میں اور طرمشیرین خان سمرقند میں اور سلطان ابو سعید سلطانیہ میں جو تبریز کے قریب واقع ہے اور پشائی پیکن دار الخلافہ چین میں بادشاہ تھے پیکن سے لے کر دمشق تک اور بلغار سے لیکر ہندوستان کی سرحد تک یہ خاندان حکومت کرتا تھا۔ ایک طرف تو مصر کے مملوک ترکی بادشاہوں نے دوسری طرف ہندوستان کے ترکی بادشاہوں نے اور یورپ کی طرف ہنگری نے تاتاریوں نے روک دیا تھا ورنہ تمام ایشیا اور افریقہ اور یورپ پر تاتاریوں کی سلطنت ہو جانے میں کچھ شک نہیں تھا۔ ابن بطوطہ کے وقت میں ہی اس خاندان کی تمام شاخیں ضعیف ہوگئی تھیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں اُن کا نام و نشان تمام دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔

چین میں اسلام

۵۴ چین میں اسلام مشرق اور مغرب دونوں طرف سے داخل ہوا ہے اور اب زیادہ تر تعداد مسلمانوں کی شمال مغربی اور جنوب مغربی صوبوں میں ہے۔ مشرق میں اسلام تاجروں کے ذریعہ سے داخل ہوا ہے ہجری کی پہلی صدی میں یہ تجارت جہازوں کے ذریعہ سے شروع ہوگئی تھی۔ خانفو جو خنسا کے قریب ہے اُن کی تجارت کی جگہ تھی لیکن رفتہ رفتہ وہ تمام شہروں میں پھیل گئے۔ اسلام کی اشاعت میں بھی چینیوں نے کوئی روک نہیں ڈالی بلکہ آج تک اسلام کو ایک ملکی مذہب کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اس کا سبب یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ چین میں اسلام کی اشاعت نہایت پرامن طریقوں سے کی گئی ہے۔ اس کے برخلاف عیسائی مذہب کی اشاعت زبردستی توپوں کے زور سے کی جاتی ہے اس لئے اُس کو وہ نہایت بدگمانی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ زمانہ حال میں روسی اور فرانسیسی مصنفوں کی تحقیقات کے بموجب خاص چین میں مسلمان آبادی کا اندازہ تین کروڑ کے قریب کیا جاتا ہے اور روسی مصنف لکھتا ہے کہ تعجب نہیں کچھ عرصہ میں کل چین مسلمان ہو جائے۔ مسلمانوں کے فقط مذہب کو ہی آزادی نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے عہدے فوج اور دیوانی میں اُن کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

فصل (۵)۔ ریشم

ریشم

ریشم وہاں بکثرت پیدا ہوتا ہے کیونکہ ریشم کا کیڑا پھلوں کے چمٹا رہتا ہے اور اُن کو کھاتا رہتا ہے اس لیے اُن کی پرورش میں کوئی دقت نہیں ہوتی فقیر اور مسکین بھی ریشمی کپڑے پہنتے ہیں اور اگر غیر ملکوں کے سوداگر نہ خریدتے تو ریشم سے زیادہ کوئی بے قدر چیز چین میں نہ ہوتی۔ روئی کے ایک

Marfat.com

کپڑے کے مبادلہ میں ریشم کے کئی کپڑے آتے ہیں +

ریشم

سلہ ریشم۔ ریشم بھی چین کی قدیم اور دلی پیداوار ہے اور جس طرح چینی کے برتنوں کے بنانے میں اور ملکوں کے لوگ اُن کی ہمسری نہیں کر سکے اُسی طرح ریشم کے تیار کرنے میں بھی یہ لوگ بے ہمتا ہیں۔ چین کے تاریخ داں کہتے ہیں کہ حضرت مسیح سے بائیس سو برس پہلے تک چین میں ریشم کے رواج کا پتہ لگتا ہے بعض کہتے ہیں کہ شہنشاہ ہوآنگی کی ملکہ نے اول ہی اول ریشم تیار کیا تھا۔ اِس بادشاہ کا زمانہ حضرت مسیح سے دو ہزار چھ سو سال پہلے بتلاتے ہیں۔ اس ملکہ کی پرستش اب تک بطور دیوی کے کی جاتی ہے۔ چین میں ریشم کے استعمال کی اسقدر کثرت ہے کہ پوشش میں نصف سے زیادہ یہاں کے باشندے ریشم کو برتتے ہیں۔ فرانس کی طرف سے ۱۸۴۴ء میں ایک کمیشن بھیجا گیا جس نے ریشم کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ ریشم تھوڑا بہت چین کے ہر ایک حصہ میں ہوتا ہے۔ جو ریشم کیڑوں کو توت کے پتے کھلا کر تیار کیا جاتا ہے وہ مضبوطی اور چمک میں سب سے بہتر ہوتا ہے۔ اور جو ریشم اور درختوں کے پتے کھلا کر تیار کیا جاتا ہے وہ موٹا اور بے چمک اور سخت ہوتا ہے۔ یہ ابن بطوطہ کی غلطی ہے کہ اُس نے کیڑوں کی خوراک پھل لکھے ہیں۔ مارکو پولو پیکن کے حال میں لکھتا ہے کہ ہر روز اس شہر میں ایک ہزار گاڑی ریشم سے لدی ہوئی داخل ہوتی تھی۔

فصل (۶)۔ کرنسی نوٹ

غیر سرکاری کرنسی نوٹ

وہاں کے کافروں کا دستور ہے کہ جس قدر چاندی اور سونا اُس کے پاس ہوتا ہے اُس کو پگھلا کر اُس کا ڈلا بنا لیتا ہے قنطار سے زیادہ نہ کم اور اُس کو اپنے دروازہ پر رکھ چھوڑتا ہے اگر کسی کے پاس ایسے پانچ ڈلے ہوتے ہیں تو وہ اپنے ہاتھ میں ایک انگشتری پہنتا ہے اور اگر دس ہیں تو دو انگشتریاں اور جس کسی کے پاس پندرہ قنطار ہوں تو اُس کو ستی کہتے ہیں جیسے کہ مصر میں کارمی یعنی ساہوکار کہتے ہیں ایک قنطار کے ڈلے کو برکالہ کہتے ہیں۔ اہل چین درہم یا دینار کے ذریعہ سے خرید و فروخت نہیں کرتے بلکہ سونے اور چاندی کو پگھلا کر اُن کے ڈلے بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں اور کاغذ کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے خرید و فروخت کرتے ہیں یہ کاغذ کا ٹکڑہ کف دست کی برابر ہوتا ہے اور بادشاہ کے مطبع میں اُس پر مہر لگاتے ہیں ایسے پچیس کاغذوں کو بالشت کہتے ہیں ہمارے ملک میں یہ لفظ دینار کے معنے میں مستعمل ہے۔ جب یہ کاغذ کثرت استعمال سے یا کسی اور طرح

سرکاری نوٹ

Marfat.com

...ٹ جاتا ہے تو وہ اُس کو دار الضرب میں لے جاتے ہیں اور اُس کے عوض نیا لے آتے ہیں وہ دے آتے ہیں اور واپس کرنے میں اُس کو کچھ دینا نہیں پڑتا کیونکہ جو لوگ اِس کام پر مقرر ہیں ان کو سرکار سے تنخواہ ملتی ہے یہ دار الضرب ایک بڑے درجہ کے امیر کی تحویل میں ہے جب کوئی شخص بازار میں درہم یا دینار لے کر خرید و فروخت کرنے جاتا ہے تو درہم یا دینار نہیں چلتے ہیں ان وہ درہم اور دینار کے عوض یہ کاغذ لے سکتا ہے اور اُن کے عوض جو چیز چاہے خرید سکتا ہے +

چین کے کرنسی نوٹ

ء کرنسی نوٹوں کا رواج چین میں نہم صدی عیسوی کے آغاز سے شروع ہوا تھا سارکوپولو بیان کرتا ہے کہ یہ نوٹ اُس خاکستری رنگ کی چھال کے بنائے جاتے تھے جو شہتوت کے درخت کی بیرونی چھال اور لکڑی کے درمیان ہوتا ہے۔ اس چھال سے ایک سیاہ رنگ کا کاغذ تیار کیا جاتا تھا اُس کے مربع شکل کے ٹکڑے کیے جاتے تھے اور اُن میں سے ہر ایک پر نوٹ کی قیمت لکھی جاتی تھی اور اُس پر مختلف عہدہ داروں کے دستخط ہوتے تھے اور سب کے اخیر بادشاہی مہر سرخ رنگ کی سیاہی سے اُس پر لگائی جاتی تھی کوئی شخص سونا اور چاندی اپنے پاس رکھنے نہیں پاتا تھا کُل کاروبار میں ان ہی نوٹوں کا رواج تھا۔ اگر کوئی لینے سے انکار کرتا تھا تو اُس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ اگر کسی شخص کو سونے یا چاندی کے زیورات یا ظروف بنوانے کے لیے ضرورت ہوتی تھی تو سرکاری خزانہ سے درخواست پر سونا مل سکتا تھا۔ نوٹ پرانا ہو جاتا تھا تو تین فیصدی قیمت وضع کر کے اُس کے عوض نیا نوٹ مل جاتا تھا ابن بطوطہ کہتا ہے کہ یہ نوٹ ہر قیمت کے ہوتے تھے۔ کرنیل یول نے کہیں سے ایک نوٹ منگ خاندان کے اول بادشاہ کا جو ۱۳۶۶ء میں مغل خاندان کے بعد چین میں ہوا ہے بہم پہنچایا تھا اُس کی تصویر مع اصلی رنگوں کے مارکوپولو کے سفرنامہ میں دی ہوئی ہے۔ ان نوٹوں پر یہ بھی درج کیا جاتا تھا کہ اگر کوئی جعل بنا دیگا تو اُس کو قتل کیا جائیگا۔ اور جو شخص جعل بنانے والوں کی بابت مخبری کرے گا اُس کو اڑھائی تیال انعام دیا جائیگا اور مجرم کی کل جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ بھی اُس کو دی جائے گی۔ مغلوں کے خاندان کے بعد ان نوٹوں کا رواج کم ہوتا گیا اور ۱۴۵۵ء کے بعد بالکل جاتا رہا۔ ابن بطوطہ نے نوٹوں کا نام باشت لکھا ہے لیکن اصل میں نوٹوں کو چاو کہتے ہیں اور بالشت فقط ایک سکہ کا نام تھا جو دینار سے کچھ کم ہوتا تھا۔ ۱۲۹۴ء میں ایران کے مغل بادشاہ

ایران کا کرنسی نوٹ

کیخاتو خان نے اپنے خزانہ کی کمی پوری کرنے کے لیے اپنے وزیر اعزاز الدین کی صلاح سے چاؤ خانے جاری کیے۔ وصاف کہتا ہے "ہیات وصورت چاو بدیں منوال بود پیرامن سطح کاغذ پارۂ مربع مستطیل چند کلمہ بخط ختائی نوشتہ و بر بالائے آں از دو طرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکہ سبکیہ نقد و در واسطہ آں لید عقد طغرائے صحیفہ منشور و مبتہم تاہم آں تحریر ساختہ و فرود تر از اں بدیری چین تورچی۔ تحریر کردہ و در میانہ تشبیہہ کشیدہ خارج از مرکز صواب و از نیم درہم تا دہ دینار رقم زدہ و بشیوہ مسطور در قلم آوردہ کہ پادشاہ جہاں کیخاتو خان در تاریخ سنہ ثلاث و تسعین و ستمائتہ ایں چاو مبارک را در ممالک روانہ

Marfat.com

گردانید تغییر وتبدیل کنندہ را با زن و فرزند بیاسا دستانے موت) رسانندہ مال او را بجہت دیوان بر...
لیکن قازان خاں نے جو خراسان کا حاکم تھا اپنے علاقہ میں ان نوٹوں کو داخل نہ ہونے دیا اور...
ملک میں غوغا پڑ گیا۔ اہل تبریز نے عزالدین مظفر وزیر کو قتل کرڈالا +

چین کے کرنسی نوٹوں کا حال سنکر سلطان محمد تغلق نے بھی بجائے چاندی سونے کے تانبے کا سکہ چلانا چاہا تھا تعجب ہے کہ ابن بطوطہ نے اُس کا کچھ بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ اُس کے آنے سے پہلے ۷۳۰ھ میں یہ سکے جاری کیے گئے تھے۔ ان سکوں کا نمونہ یہ ہے:۔ پیتل کا سکہ ہند تغلق میں

پیتل۔ وزن ۱۳۶ گرین۔ دولت آباد سنہ ۷۳۰ھ دہلی ۷۳۱ھ و ۷۳۲ھ

مہر شد تنکہ رائج در روزگار + من اطاع السلطان + بندہ امیدوار محمد تغلق + فقد اطاع الرحمن

در تخت گاہ دولت آباد سال بر سبعمد سی۔

یہ غلط ہے کہ سلطان محمد تغلق نے کیخاتو خاں کی تقلید سے خزانہ کی کمی پورا کرنے کے لیے یہ سکے جاری کیے تھے بلکہ اُس کی مراد یہی تھی کہ بجائے چاندی سونے کے فقط شاہی اعتبار کی علامت کے طور پر پیتل جاری کیا جائے جیسا کہ اس زمانہ میں کاغذ ہے لیکن چونکہ پیتل کے سکوں کا بنانا نہایت آسان تھا ہر ایک سنار اور بنیئے نے اپنے گھر میں دار الضرب بنالی یہ بھی بادشاہ کی نہایت نیک نیتی تھی کہ جب اُس نے دیکھا کہ یہ کام نہیں چل سکتا تو چاندی اور سونا دے کر یہ تمام سکے واپس لے لیے اور ادا کرنے میں اُس کا خزانہ خالی ہوگیا تاریخ مبارک شاہی کے مصنف کے وقت تک ان پیتل کے سکوں کے انبار کے انبار قلعہ تغلق آباد میں پڑے ہوئے تھے + اس زمانہ میں بھی چاندی اور روپیہ کی قیمت میں ترقی ہونے جعل زیادہ ہوتے ہیں

فصل (۷) مٹی کا ایندھن

مٹی کا ایندھن

اہل چین اور خطا مٹی[۱] کے کوئلہ کا استعمال کرتے ہیں یہ مٹی اُس سیاہ کہڑیا مٹی کی مانند ہوتی جس کو اندلس میں طفل کہتے ہیں اور اُس کا رنگ بھی ویسا ہی ہوتا ہے ہاتھی پر لاد کر یہ مٹی لاتے ہیں اور کوئلہ کی مقدار کے موافق اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور آگ میں ڈال دیتے ہیں تو وہ کوئلہ کی طرح جلتے ہیں اُس کی راکھ کو گوندھ لیتے ہیں اور سکھا کر اُس کو پھر جلانے کے کام میں لاتے ہیں اور اسی طرح کرتے رہتے ہیں حتٰے کہ وہ بالکل نیست ہو جاتی ہے اس مٹی سے چینی کے برتن بھی بناتے ہیں اور اُس میں پتھر بھی ملاتے ہیں + پتھر کا کوئلہ

[۱] مٹی کے کوئلہ سے یہی پتھر کا کوئلہ مراد ہے جس کو ریلوے اور جہازوں کے انجنوں میں استعمال کرتے ہیں سیلے کوئلہ کی چین میں نہایت کثرت ہے یعنی کوئی صوبہ اس کوئلہ کی کان سے خالی نہیں ہے اور کوئلہ چین میں اس قدر ہے کہ کسی نہ کسی زمانہ میں چین عروج حاصل کرسکتا ہے کہ آج کل کی سلطنت حاصل...

نہیں ہوتا۔ اس کوئلہ کو بھگو کر اس میں مٹی ملا کر اینٹیں سی بنا لیتے ہیں عام لوگ بجائے ایندھن کے استعمال کرتے ہیں +

فصل (۸) ۔ صناعت و تصویر کشی

معتوری

اہل چین صنعت اور دستکاری میں تمام دنیا میں مشہور ہیں چنانچہ یہ ان کا وصف مبالغہ کے ساتھ کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ تصویر کھینچنے کے بارہ میں نہ تو فرنگی اور نہ کوئی اور قوم ان کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ یہ لوگ اس فن میں کمال کرتے ہیں۔ میں اُن کے کسی شہر میں سے نہیں گذرا کہ جب واپس آیا تو اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی تصویر دیواروں پر اور کاغذوں پر جو بازاروں میں لٹکا رکھے تھے بنی ہوئی نہ پائی۔ جب ہم بادشاہ کے شہر میں پہنچے اور مصوروں کے بازاروں میں سے ہو کر بادشاہ کے محل میں پہنچے اور ہم نے عراقیوں کی مانند کپڑے پہنے ہوئے تھے جب میں شام کو محل سے واپس آتا ہوا اُس بازار میں سے گذرا تو میں نے اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی تصویریں ایک کاغذ پر بنی ہوئی پائیں جو بازار میں ایک دیوار پر لگا ہوا تھا ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی تصویر دیکھ کر یہ کہتا تھا کہ ذرا سا بھی فرق نہیں کہتے ہیں کہ بادشاہ نے اُن کو ہماری تصویریں بنانے کا پہلے سے حکم دے رکھا تھا یہ مصور محل میں آگئے تھے اور ہم بھی وہیں تھے وہ شخص دیکھتے رہے اور ہماری تصویریں تیار کرتے رہے اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔ ہر ایک شخص جو اُن کے بازار میں سے گذرتا ہے اُس کی تصویر یہ لوگ تیار کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسافر کسی سبب سے اُن کے ملک سے بھاگ جائے تو اُس کی تصویر اور ملکوں میں بھیجدیتے ہیں اور جہاں کہیں وہ ملتا ہے اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ ابن جزی جس نے اس سفرنامہ کو ترتیب کیا ہے بیان کرتا ہے کہ شاپور ذوالاکتاف بادشاہ فارس کے ساتھ بھی اسی طرح ایک حادثہ گذرا تھا کہ وہ بھیس بدل کر روم میں چلا گیا اور وہاں کے بادشاہ کی دعوت میں شامل ہو گیا اُس کی تصویر کسی برتن پر تھی قیصر کے کسی ملازم نے وہ دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ تصویر اس شخص سے ملتی ہے اُس نے قیصر سے کہا کہ شاہ فارس ہماری مجلس میں موجود ہے اس کے آگے جو قصہ ہے وہ تاریخ کی کتابوں میں درج ہے +

مصوری

سلہ تصویر کشی اگرچہ یہ فن چین میں بہت پرانا ہے لیکن اہل یوروپ اُن کے اس فن کی بابت تعریف
کرتے اور حقیقت میں اہل چین کو اس فن میں وہ کمال نہیں جو اہل فرنگ کو تھا اور اب تو اہل یورپ
سامنے چین کی تصویر کشی بالکل ہیچ ہے ایشیا میں چونکہ اہل اسلام کے غالب ہو جانے سے اس فن
اکثر ملکوں سے معدوم ہو گیا اس لیے اسلامی ملکوں کے باشندوں کو چینی اس فن میں کامل نظر آتے تھے
سیرافی بھی جس نے اپنی کتاب اخبار الہند والصین ۲۳۷ ہجری میں لکھی چینیوں کی تصویر کشی کے بارہ میں بہت
تعریف کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ چین میں دستور ہے کہ جب کوئی کاریگر تعریف کے لایق کوئی تصویر بناتا
تو بادشاہ یا حاکم کے محل میں لے جاتا ہے اور انعام کا خواستگار ہوتا ہے بادشاہ اور حاکم تصویر کو دیکھ
حکم دیتا ہے کہ اس تصویر کو محل کے دروازہ پر لٹکا دو۔ برس دن تک تصویر وہاں لٹکی رہتی ہے ہر
شخص آتا جاتا اس کو دیکھتا ہے اور جو کچھ عیب اس میں ہوتا ہے لکھ جاتا ہے۔ اگر برس روز تک کو
عیب نہ نکلے تو کاریگر کو انعام دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک مصور نے گیہوں کی شاخ پر بیٹھی
ہوئی چڑیا کی تصویر کھینچی۔ یہ تصویر بادشاہ کے محل پر لٹکی رہی۔ ۳۶۴ دن ہو چکے تھے کوئی شخص اس میں
عیب نہ نکال سکا۔ اتفاق سے اخیر روز ایک شخص آیا اور اس کے دل میں یہ خیال گذرا کہ مصور نے شاخ اور
بال کو بالکل سیدھا بنایا ہے حالانکہ چڑیا کے بیٹھنے سے شاخ کو جھکنا چاہیئے تھا یہ عیب اس نے تصویر کے
نیچے لکھ دیا۔ شام کو تصویر اتار لی گئی تو اس عیب کو مصور نے تسلیم کر لیا اور وہ انعام سے محروم رہا۔
چینی مصور جیسا کہ پہلے تمام مشرقی ملکوں میں دستور تھا دور اور نزدیک سایہ اور روشنی کا فرق بالکل
کرتے اور اس لیے موجودہ مصوری اور فرنگستان کی مصوری کے سامنے اُن کی مصوری بالکل بچوں کا کھیل
ہے۔ رنگ آمیزی میں بیشک یہ لوگ بعض وقت کمال ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اکثر رنگ کو تیز کر دیتے
ہیں اور قدرت کی نقل نہیں کر سکتے ٭

فصل (۹)۔ جہازوں کی سواریوں اور مال کا شمار

جہازوں کی مردم شماری

اہل چین کا دستور ہے کہ جب کوئی جہاز اُن کے بندر سے چلتا ہے تو حاکم بحری اور اس
متصدی جہاز میں آکر تیر اندازوں اور نوکروں اور ملاحوں کے نام اور تعداد لکھ لیتے ہیں اور اس کے
بعد سفر کی اجازت دیتے ہیں۔ جب وہ جہاز چین کو واپس آتا ہے تو پھر شمار کرتے ہیں اگر کوئی
شخص کم ہوتا ہے تو اس کے مرنے یا فرار ہونے کا ثبوت جہاز کے مالک سے طلب کرتے ہیں اگر
پیش کر دیتا ہے تو خیر ورنہ اس پر مواخذہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ کام کر چکتے ہیں تو جہاز کے مالک
کو کہتے ہیں کہ جس قدر مال اُس کے پاس ہے ہر ایک چیز کی تفصیل لکھا دے اس کے بعد تمام
سواریاں اتر جاتی ہیں اور اہلکار ہر ایک شخص کے مال کی تلاشی لیتے ہیں اگر کوئی ذرا بھی

معلوم ہوتی ہے یا کوئی مال چھپایا جاتا ہے تو کل جہاز کو ضبط کر لیتے ہیں ایسا ظلم میں نے کسی جگہ نہیں دیکھا لیکن ہندوستان میں اُس کے قریب قریب ظلم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی تفصیل نہ بتا دے اور مال چھپا لاوے تو اُس سے گیارہ گنا محصول لیتے ہیں۔ بادشاہ نے جب سے محصول معاف کر دیے تو یہ قاعدہ بھی جاتا رہا۔

فصل (۱۰) فندق یعنی سرائے

فندق جب کوئی مسلمان سوداگر چین میں پہنچتا ہے تو اُس کو اختیار ہے کہ خواہ وہ کسی مسلمان کے پاس جو اس ملک میں متوطن ہو ٹھیر جائے یا سرائے (فندق[1]) میں ٹھیرے۔ اگر کسی چینی مسلمان سوداگر کے پاس وہ ٹھیرتا ہے تو اُس کے مال کی فہرست تیار کر لی جاتی ہے اور وہ سوداگر اُس کا ضامن ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس مال میں سے چینی سوداگر جس قدر ضرورت ہو خرچ کیے جاتا ہے۔ جب یہ سوداگر چین سے واپس جاتا ہے تو اپنے مال کا جائزہ لیتا ہے اگر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے چینی سوداگر نے کچھ ضائع کر دیا ہے تو اُس کو پورا کرتا ہے۔ اگر وہ سوداگر فندق میں ٹھیرتا ہے تو اپنا کل مال فندق کے مالک کے سپرد کر دیتا ہے اگر وہ کنیزک رکھنا چاہتا ہے تو وہ بھی خرید دیتا ہے اور فندق کے بیچ میں ایسا گھر اس کو مل جاتا ہے جس کا دروازہ سرائے میں ہوتا ہے اور اُن دونوں کے خرچ کے لیے سوداگر اس کو دیتا رہتا ہے۔ کنیزکیں اس ملک میں بہت ارزاں ہیں اہل چین عموماً اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا بیچنا عیب نہیں سمجھتے لیکن یہ قاعدہ ہے کہ اگر وہ چین سے باہر نہ جانا چاہیں تو مجبور نہیں کی جاتیں اور اگر جانا چاہیں تو کوئی اُن کو روک نہیں سکتا اگر سوداگر نکاح کرنا چاہتا ہے تو نکاح کر لیتا ہے۔ لیکن کسی طرح سے اُس کو اپنا مال ضائع نہیں کرنے دیتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ گوارا نہیں کہ مسلمانوں کے ملکوں میں ہم بدنام ہوں کہ فلانا سوداگر چین میں گیا تھا وہ اپنا مال ضائع کر آیا

رستوں کا امن ہے۔ چین کے ملک میں مسافر کے لیے اس قدر امن ہے کہ شاید ہی کسی ملک میں ہو اگر کوئی اکیلا شخص لاتعداد مال لے کر نو مہینے تک سفر کرتا ہوا چلا جاوے تو بے خوف جا سکتا ہے اور اس ملک میں ایسا انتظام ہے کہ ہر شہر میں فندق (سرائے) ہوتی ہے ہر فندق میں ایک حاکم مع سپاہ اور پیادوں

سرائے کی مردم شماری ہو جاتی ہے

کے رہتا ہے مغرب یا عشا کے بعد حاکم سرائے کے اندر آتا ہے اُس کے ساتھ ایک منشی ہوتا ہے جس قدر مسافر سرائے میں ہوتے ہیں سب کے نام لکھ لیتا ہے اور اُس کاغذ پر مُہر لگا دیتا ہے سرائے کے قفل لگا دیتا ہے صبح کو پھر آتا ہے وہی منشی اُس کے ساتھ ہوتا ہے ہر ایک آدمی کا نام جاتا ہے اور اُس کے اسباب کی فہرست بناتا ہے پھر کوئی آدمی اُن کے ساتھ کر دیتا ہے وہ اُن کو دوسری منزل پر پہنچا دیتے ہیں اور دوسری سرائے کے حاکم سے رسید لاتے ہیں کہ کل مسافر مع اسباب کے پہنچ گئے اگر وہ رسید نہیں لاتے تو اُن سے مطالبہ کیا جاتا ہے چین کلاں سے خان بالق تک ہر منزل میں یہی عمل کرتے ہیں ان سراؤں میں ہر ضروریات میسر ہو سکتی ہیں ہر قسم کی کھانے کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں خصوصاً مرغیاں اور بطخ بہ کثرت ملتی ہیں لیکن بکری کم

فندق

۵۷ فندق سارکو پولو نے لکھا ہے کہ یہ فندق جو سرائے اور گودام دونوں کا کام دیتی ہیں شہر کے ہر ہر ملک اور مذہب کے لوگوں کے واسطے علیحدہ علیحدہ بنی ہیں۔ اٹلی کی زبان میں فندکو کارخانہ کو کہتے ہیں یونانی فندکیوں سے مشتق ہے لیکن چین میں یہ لفظ معرب ہونے کے بعد دیا گیا ہے۔

فصل (۱۱)۔ زیتون

زیتون کا شہر

اب ہم اپنے سفر کا حال بیان کرتے ہیں۔ سمندر کو قطع کر کے جس شہر میں ہم اول ہی اول داخل ہوئے وہ زیتون کا شہر تھا اس شہر میں زیتون نام کو نہیں ہوتا بلکہ تمام چین اور ہندوستان کے ملک میں زیتون نہیں ہوتا لیکن اس شہر کا نام ہی زیتون ہے یہ بہت بڑا شہر ہے اس میں کمخواب اور اطلس جس کو زیتونیہ کہتے ہیں بناتے ہیں خنسا اور خان بالق کے کپڑے سے زیادہ نفیس ہوتا ہے اس شہر کا بندرگاہ بھی دنیا کے بڑے بندرگاہوں میں سے ہے اُس میں میں نے سو جہاز بڑے بڑے دیکھے چھوٹے جہاز شمار سے باہر تھے۔ سمندر کی ایک کھاڑی دور تک خشکی میں چلی گئی اور بڑی نہر سے جا ملی ہے اسی کھاڑی میں یہ بندرگاہ ہے۔ چین کے تمام ملک میں ہر ایک گھر کے ساتھ باغ اور زمین ہوتی ہے اور بیچ میں گھر ہوتا ہے جیسا کہ سلجماسہ میں مغرب کے ملک میں ہوتا ہے اور اس سبب سے چین کے شہر بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ مسلمان علیحدہ محلہ میں رہتے ہیں

چین کے شہر بڑے کیوں ہوتے ہیں

جب میں اس شہر میں پہنچا تو مجھے وہ امیر مل گیا جو بادشاہ کی طرف سے تحایف لے کر ہندوستان گیا تھا اور ہمارے ساتھ واپس آیا تھا اور اس کا بھی جہاز ٹوٹ گیا تھا اُس نے مجھے سلام کیا اور مجھے صاحب دیوان کے پاس لے گیا جس نے مجھے ایک نفیس مکان میں ٹھیرا دیا قاضی تاج الدین اردبیلی جو ایک بڑا فاضل تھا اور شیخ الاسلام کمال الدین عبداللہ اصفہانی جو ایک بزرگ تھے اور بڑے بڑے سوداگر میرے ملنے کے لیے آئے۔ شرف الدین تبریزی بھی آیا یہ اُن سوداگروں میں سے ہے جن سے میں نے ہندوستان میں پہنچنے کے وقت قرض لیا تھا اور پھر اُن کا قرضہ ادا کر دیا تھا یہ شخص حافظ قرآن ہے اور اکثر تلاوت کرتا رہتا ہے جب کوئی مسلمان ان سوداگروں کے پاس آتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ کافروں کے ملک میں رہتے ہیں اور اسلام کے ملک کی خبر سنکر باغ باغ ہو جاتے ہیں اور اُس کو زکوۃ دیتے ہیں اور جب واپس جاتا ہے تو بہت دولتمند ہو جاتا ہے۔ اِس شہر میں مشائخ میں سے برہان الدین گازرونی ہے اُن کی خانقاہ شہر کے باہر ہے اور جو سوداگر منت شیخ ابو اسحٰق گازرونی کی مانتے ہیں وہ شیخ برہان الدین کو ادا کرتے ہیں جب صاحب دیوان نے میری خبر سنی تو اُس نے قاآن کو جو اُن کا بڑا بادشاہ ہے میرے آنے کا حال لکھا کہ میں بادشاہ ہند کیطرف سے آیا ہوں۔ جواب آنے تک میں نے صاحب دیوان سے کہا کہ میرے ساتھ کوئی آدمی کر دیا جائے جو مجھے چین کلاں دکھلا لائے یہ بھی اُسی کے علاقہ میں ہے اُس نے یہ درخواست منظور کی اور اپنے آدمی میرے ساتھ کر دیے وہ مجھے لے گئے۔ میں نہر میں ایک جہاز پر سوار ہوا یہ جہاز ہمارے جہازوں کے مشابہ تھا مگر ملاح لوگ اُس میں کھڑے ہو کر چپو مارتے ہیں اور جہاز کے بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور سواریاں اگلے اور پچھلے حصوں میں ہوتی ہیں اور جہاز پر ایک کپڑے کا سائبان کھڑا کرتے ہیں جو کتاں کے کپڑے کے مشابہ ہوتا ہے لیکن کتاں نہیں ہوتا اور بھنگ کے سن سے زیادہ باریک ہوتا ہے۔ اس نہر میں ہم ستائیس دن تک سفر کرتے رہے اور ہر روز ظہر کے وقت ایک گاؤں کے باہر لنگر ڈال دیتے تھے اور وہاں کل ضروریات خرید کر لیتے تھے اور ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور شام کو دوسرے گاؤں میں پہنچ جاتے تھے +

چینی سفیر مل گیا

شیخ برہان الدین گازرونی

زیتون یا زوان چو

سلہ زیتون - اب اس شہر کا نام چن چو یا زوان چو ہے جو فوچو کے جنوب میں سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے پرانے زمانہ میں اس شہر کو اہل چین ز دتنگ کہتے تھے جس سے بگاڑ کر زیتون کا لفظ بنایا گیا تھا ابن بطوطہ نے اس شہر کا دوسرا نام زان چو لکھا ہے۔ مارکو پولو نے بھی اس کو تمام دنیا میں بڑا بندر بیان کیا ہے رشید الدین نے لکھا ہے کہ یہ ایک بڑا بندرگاہ ہے۔ پہلے فوکین کا صوبہ دار فوچو میں رہتا تھا اب زیتون میں رہتا ہے اور بہاء الدین قندازی وہاں کا حاکم ہے" ۱۳۲۲ء تک ملک چین کا محصول بحری کا صدر یہی شہر تھا - اب چن چو کا شہر اول بندرگاہوں میں سے نہیں ہے جن میں باہر کے لوگ تجارت کر سکتے ہیں لیکن اب بھی صوبہ فوکین کی فوج کا سپہ سالار وہاں رہتا ہے اور اس کا گھیرا ۱۰ میل کا ہے - ایک مسجد بھی گری پڑی موجود ہے اس کی اکثر تجارت شہر اموائے کو منتقل ہو گئی ہے کیونکہ وہ کھاڑی کے کنارے پر بہتر جگہ واقع ہے اور جہاز وہاں آسانی سے پہنچ سکتے ہیں +

ساٹن

سلہ زیتونیہ کپڑا اسی شہر کیطرف منسوب ہے اور انگریزی لفظ ساٹن بھی یہی زیتونیہ ہے +

فصل (۱۲) چین کلاں (کانٹن)

کانٹن یا چین کلاں

اسی طرح سفر کرتے ہوئے ہم چین کلاں[1] میں پہنچے جس کو صین الصین بھی کہتے ہیں اس میں چینی کے برتن بنتے ہیں اور یہاں سے آب حیات کا دریا سمندر میں گرتا ہے اسکو مجمع البحرین کہتے ہیں یہ شہر چین کے شہروں میں سب سے بڑا ہے اور اس کے بازار بھی اور شہروں سے بڑے ہیں۔ سب سے بڑا بازار چینی ظروف کا ہے یہاں سے چینی کے برتن چین کے اور شہروں میں اور ہندوستان میں اور یمن میں لیجاتے ہیں۔ شہر کے وسط میں ایک بڑا مندر ہے اس کے نو دروازے ہیں ہر دروازہ کے اندر چبوترے اور دہلیزیں ہیں جن پر اس دروازہ کے باشندے بیٹھتے ہیں دوسرے اور تیسرے دروازہ کے بیچ میں اندھوں اور اپاہجوں کے لئے مکانات بنے ہوئے ہیں ان کو مندر کی آمدنی سے خوراک اور پوشاک ملتی ہے اور اسی طرح سے ہر دروازہ کے اندر مکانات بنے ہوئے ہیں۔ اندر جا کر ایک ہسپتال بیماروں کے واسطے ہے اور ایک باورچیخانہ ہے اس پر طبیب اور خادم نوکر ہیں یہ بھی کہتے تھے کہ جو آدمی بڈھے ہو جاتے ہیں اور کما نہیں سکتے ان کو یہاں کھانا اور کپڑا ملتا ہے اور لاوارث بیواؤں اور یتیموں کو بھی۔ کسی بادشاہ نے یہ مندر بنایا اور اس شہر اور قرب و نواح کے دیہات اور باغات کی آمدنی اس پر وقف کر دی تھی

اس بادشاہ کی تصویر اس مندر میں رکھی ہوئی ہے چینی اس کو پوجتے ہیں اس شہر کے ایک طرف مسلمان رہتے ہیں اُن کی مسجد جامع اور خانقاہ اور بازار علیحدہ ہیں اور ایک قاضی اور شیخ الاسلام بھی ہے چین کے ہر ایک شہر میں شیخ الاسلام ہوتا ہے مسلمانوں کے کل معاملات اُس کے سپرد ہوتے ہیں اور قاضی تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے میں اوحدالدین سنجاری کے پاس ٹہیرا تہا یہ شخص نہایت دولتمند اور فاضل ہے۔ میں اُس کے پاس چودہ دن ٹہیرا۔ قاضی اور مسلمان ہر روز میرے پاس آتے تہے اور دعوت کرتے تہے اور اُس دعوت میں قرآن خواں اور راگ گانے والے طلب کیے جاتے تہے اس شہر کے آگے کوئی شہر مسلمان یا کافروں کا نہیں ہے اور یاجوج ماجوج کی دیوار وہاں سے ساٹھہ دن کے رستہ پر ہے کہتے ہیں کہ وہاں خانہ بدوش کافر رہتے ہیں انسان کو کہا جاتے ہیں اور اس لیئے اُن کے ملک میں کوئی نہیں جاتا نہ مجھے ایسا شخص کوئی ملا جس نے وہ دیوار دیکھی ہو اور نہ کوئی ایسا شخص ملا جس نے اس دیوار کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو۔ جب میں چین کلاں میں تہا تو میں نے سُنا یہاں ایک بوڑھا شخص رہتا ہے جو دو سو برس کا ہے نہ وہ کہاتا ہے نہ پیتا ہے نہ قضائے حاجت کو جاتا ہے نہ عورت کے پاس جاتا ہے حالانکہ اُس کی کل طاقتیں برقرار ہیں اور وہ شہر سے باہر ایک غار میں رہتا ہے اور اُس میں عبادت کرتا ہے میں غار کی جانب گیا میں نے دیکھا کہ وہ غار کے دروازہ پر بیٹھا ہوا ہے وہ دُبلا پتلا تہا رنگ نہایت سُرخ تہا اور عبادت کے نشان اُس کے چہرے سے ظاہر تہے داڑہی بالکل نہیں تہی میں نے سلام کیا اُس نے میرا ہاتہ پکڑ لیا اور سونگھ کر ترجمان سے کہا کہ یہ شخص دنیا کے دوسرے کنارے کا ہے اور ہم اس کنارہ کے ہیں۔ پھر مجھ سے کہا تجھے یاد ہے کہ تجھے ایک جزیرہ میں ایک شخص ملا تہا جو دو بتوں کے درمیان بیٹھا ہوا تہا اور جس نے تجھے دس دینار دیئے تہے میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا میں وہی ہوں میں نے اُس کا ہاتہ چوما اور میں سوچنے لگا کہ وہ فوراً غار میں چلا گیا اور پھر نہ نکلا گویا کہ وہ یہ بات کہہ کر شرمندہ ہوگیا ہم انتظار کے بعد غار کے اندر گئے تو وہاں بھی نہ ملا۔ اُس کا ایک آدمی ملا اُس نے ہمیں بالشت دیئے اور کہا کہ یہ تمہاری ضیافت ہے چلے جاؤ ہم نے کہا کہ ہم اس کا انتظار کریں گے۔ اُس نے

مسلمانوں کی کوئی یعنی قاضی علحدہ ہوتے تہے۔

وہی عجیب فقیر

Marfat.com

کہا کہ اگر تم بیس سال بھی ٹھیرے رہو گے تو اُس کو نہ دیکھ سکو گے کیونکہ اُس کا دستور ہے کہ جب کوئی شخص اُس کے بھید پر واقف ہو جاتا ہے تو اُس کو پھر نظر نہیں آتا اور تو یہ گمان نہ کر کہ وہ پاس سے غیر حاضر ہے بلکہ وہ تیرے پاس ہے لیکن دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے نہایت تعجب کیا اور چلا آیا۔ میں نے جا کر یہ کل بات قاضی اور شیخ الاسلام اور اوحدالدین سے کہی انہوں نے کہا کہ مسافروں کے ساتھ اسی طرح کیا کرتا ہے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُس کا مذہب کیا ہے اور جس شخص کو تو نے اُس کا آدمی سمجھا تھا وہ بھی وہی تھا وہ کہتے تھے کہ یہ شخص پچاس برس تک یہاں غائب رہا اب ایک سال سے پھر آ گیا ہے بادشاہ اور وزیر اور امیر اُس کی زیارت کو آتے ہیں اُن کو بیش قیمت تحفہ دیتا ہے اور فقیر بے شمار آتے ہیں اُن کو بھی ہر ایک کو بقدر حاجت دیتا ہے حالانکہ اُس کے غار میں کوئی چیز نظر نہیں آتی وہ اگلے زمانہ کی باتیں کرتا ہے اور ہمارے پیغمبر کا بھی ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں اُس وقت میں ہوتا تو اُن کی مدد کرتا۔ خلیفہ عمر ابن الخطاب اور خلیفہ علی ابن ابی طالب کی بہت تعریف کرتا ہے لیکن یزید کو بُرا کہتا ہے اور معاویہ کو بھی اچھا نہیں جانتا اُن سب نے اس فقیر کی عجیب عجیب باتیں بیان کیں۔ اوحدالدین نے کہا کہ ایک روز میں اُس کے پاس گیا اُس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا تو مجھے یہ نظر آیا کہ میں ایک بڑے عالیشان محل میں کھڑا ہوں اور اُس میں ایک تخت پر یہ فقیر بیٹھا ہوا ہے اُس کے سر پر تاج ہے اور خوبصورت لونڈیاں اُس کے دونوں طرف کھڑی ہیں اور نہریں بہتی ہیں اُن میں درختوں سے پھل گرتے ہیں ایک سیب میں نے اُٹھا لیا اور اُس کو کھانا چاہا۔ تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنے تئیں غار میں فقیر کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا فقیر ہنستا تھا۔ میں اُس کے بعد کئی مہینے بیمار رہا پھر میں اُس کے پاس کبھی نہیں گیا اس ملک کے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ مسلمان ہے لیکن کسی نے اُس کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ روزہ تو بارہ مہینے رکھتا ہے۔ قاضی کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ اس فقیر کو کہا کہ نماز کا وقت آ گیا اُس نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں کیا کرتا ہوں میری نماز تمہاری نماز جیسی نہیں ہے غرضیکہ اُس کی ہر ایک بات عجیب ہے۔ دوسرے دن میں واپس زیتون کے شہر کی طرف چلا اور

جب تک میں وہاں پہنچا تو قاآن کا حکم آچکا تھا کہ مجھے دربار میں بھیجو خواہ خشکی کے رستہ چلوں خواہ نہر کے رستہ میں نے کہا کہ میں نہر[۲] کے رستہ جاؤں گا میرے واسطے ایک جہاز تیار کیا گیا جو میری سواری کے قابل تھا۔ حاکم نے ہمارے ساتھ اپنے آدمی کر دیئے اور اُس نے اور قاضی نے اور مسلمان سوداگروں نے بہت ساز اور راہ ہمارے ساتھ کر دیا ہماری ضیافت ہوتی گئی ایک گاؤں میں ہم دن کا کھانا کھاتے تھے اور دوسرے میں شام کا +

کانٹن

[۱] کانٹن۔ عرب اس کو صین الصین اور ایرانی چین کلاں کہتے ہیں۔ یہ انہوں نے ماچین یا مہاچین کا ترجمہ کیا ہے۔ مارکو پولو اس کا نام مہاچین لکھتا ہے۔ رشید الدین بھی مہاچین یا ماچین کر کے لکھتا ہے یہ شہر اسی عرض میں واقع ہے جیسے کہ کلکتہ اور مسقط لیکن ان شہروں کی بہ نسبت کانٹن زیادہ سرد ہے فصیل کے اندر جو شہر بستا ہے اس کا گھیرا چھ میل ہے لیکن مع مضافات کے دس میل محیط ہو جاتا ہے آبادی دس لاکھ سے کم نہیں فصیل نیچے سے پتھر کی اور اوپر اینٹ کی بنی ہوئی ہے ۲۲۔ فیٹ چوڑی اور چالیس فٹ تک اونچی ہے۔ بارہ دروازے ہیں جو رات کو بند ہو جاتے ہیں بسنہ ۱۶۵۰ء میں موجودہ خاندان شاہی نے جو قوم کے مانچو تاتار ہیں اس شہر کو بڑے سخت مقابلہ کے بعد فتح کیا تھا۔ اس شہر میں چھ سو بازار ہیں اکثر بہت تنگ ہیں حالانکہ کانٹن کے معنے چینی زبان میں چوڑے شہر کے ہیں۔ پچاس ہزار جولاہے اور سات ہزار حجام اور چار ہزار دو سو جوتے بنانے والے اس شہر میں گنے گئے ہیں۔ شہر میں دو مینار بہت بلند ہیں ایک کو کوانٹ یعنی سادہ مینار کہتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا بنایا ہوا ہے اور اب بھی اُس کے قریب مسلمانوں کی بستی ہے یہ ایک سو ساٹھ فٹ بلند ہے۔ دوسرا مینار ایک مندر کا ہے جو ایک سو ستر فٹ بلند ہے اس شہر کو جہاز سے تشبیہ دیتے ہیں اور ان دو میناروں کو مستولوں سے۔ اس شہر کے امتحان کا کمرہ ۱۳۳۰ فٹ لمبا اور ۵۰۳ فٹ چوڑا ہے اُس میں ۸۶۵۳ کوٹھریاں ہیں۔ ہر ایک کوٹھری ۵ فٹ ۹ انچ لمبی اور ۳ فٹ انچ چوڑی ہے ممتحنوں اور خادموں کے مکانات ان کے علاوہ ہیں۔ سال میں دو دفعہ طالبعلموں کا امتحان ہوتا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک امتحان میں ۸ ہزار طالبعلم جمع ہو جاتے ہیں +

چین کی دیوار

[۲] معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد چین کی مشہور سلسلہ بند دیوار ہے جو تاتاریوں کے حملوں کے روکنے کے واسطے حضرت مسیح سے ۲۰۴ سال پہلے دس برس کے عرصہ میں بنائی گئی تھی۔ مارکو پولو نے اس دیوار کا بالکل ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتی ہے لیکن وہ بھی ایک علاقہ کو جو اس دیوار کے قریب ہے یاجوج ماجوج کا ملک لکھتا ہے۔ ابو الفدا اور رشید الدین نے جو مارکو پولو کے ہمعصر ہیں اس دیوار کا مفصل حال لکھا ہے تعجب ہے کہ ابو الفدا نے بھی اُس کو یاجوج ماجوج کی دیوار لکھا ہے۔ یہ دیوار چین کے شمال اور مغرب میں واقع ہے۔ پندرہ سو میل لمبی ہے اور میدان میں تیس فٹ اور پہاڑوں پر پندرہ فٹ اونچی ہے اور نیچے تیس فٹ اور اوپر پندرہ فٹ چوڑی ہے۔ ابن بطوطہ نے اس دیوار کی بابت کانٹن جا کر دریافت

کیا ہے لیکن اس سمت میں وہ دیوار حائل نہیں ہے وہاں اُس کو دیوار کا حال کون بتا سکتا تہا۔ اگر وہ کچھ میں کچھ حال دریافت کرتا یا جاکر خود دیکھنا چاہتا تو وہاں سے دیوار کچھ زیادہ فاصلہ پر نہیں تہی نفقط پچاس میل تھی۔ عرب اور ایران میں جس یاجوج ماجوج کی دیوار کی نسبت روایات مشہور ہیں وہ دیوار کوہ قاف میں دربند کے پاس تہی۔ یہ دیوار چینیوں کی محنت استقلال کاریگری اور بے وقوفی کا عجیب نمونہ ہے

چین کی بڑی نہر

۵۳ رشید الدین لکھتا ہے کہ قوبلا قاآن نے ایک نہر پکین (خان بلاق) سے لے کر زیتون تک بنوائی تہی جس کا طول چالیس دن کے سفر کا تہا اور اس کے برابر ایک پختہ سڑک بہی تیار کرائی تہی۔ اُن کے ذریعہ سے جہاز اور گاڑیاں زیتون اور خنسا سے دار الخلافہ تک پہنچ سکتی تہیں۔ یہ نہر ۱۲۸۹ء میں بنکر تیار ہو گئی تہی۔ مارکو پولو کے بیان کے مطابق وہ فقط پکین سے لیکر شہر کوا جو تک بنی جو دریائے کیانگ پر واقع ہے۔ ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق وہ کانٹن سے لے کر پکین تک بنائی گئی تہی۔ لیکن خنسا سے لے کر پکین تک نہر کا ہونا ثابت ہے زیتون تک ممکن نہیں کیونکہ بیچ میں صوبہ فوکین کے پہاڑ حائل ہیں۔ لیکن ڈاکٹر ولیمز نے اپنی کتاب مڈل کنگڈام (یعنی سلطنت وسطی یہ جو چین کا ایک نام ہے) میں بیان کیا ہے کہ کسی زمانہ میں جب تک دریائے ہونگ ہو یعنی زرد دریا نے اپنا رستہ نہیں بدلا تہا۔ پکین سے لے کر کانٹن تک آدمی برابر نہروں کے ذریعہ سے جا سکتا تہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن بطوطہ نے درست لکھا ہے کہ اُس نے کانٹن سے پکین تک نہر میں سفر کیا۔ اِس نہر کا ایک حصہ یعنی دریائے کیانگ اور ہونگ ہو کے بیچ میں جو اُس وقت فقط نوے میل تہا قوبلا قاآن سے پہلے بہی موجود تہا لیکن باقی کل نہر اُس نے بنوائی ہے اُس کی موجودہ لمبائی چھ سو پچاس میل ہے اور اگرچہ اس زمانہ میں اِس سے بہی بڑی بڑی اور مشکل کام اِس قسم کے یورپ اور امریکہ میں بنائے گئے ہیں لیکن جس زمانہ میں یہ بنائی گئی تہی اُس وقت بیشک اُس کا نظیر تمام دنیا میں نہیں تھا۔

فصل (۱۳)۔ قن جن فو

قن جن فو

دس دن کے سفر کے بعد ہم قن جن فو کے شہر میں پہنچے یہ بہت بڑا شہر ہے ایک وسیع میدان میں واقع ہے اور اُس کے چاروں طرف باغات ہیں وہ غوطہ دمشق کے مشابہ ہیں جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں کا قاضی اور شیخ الاسلام اور مسلمان سوداگر نوبت اور نقارے اور گانے بجانے والے لے کر ہمارے استقبال کو آئے اور گھوڑے بہی لائے ہم سوار ہو گئے قاضی اور شیخ الاسلام بہی گھوڑوں پر سوار ہوئے باقی سب آدمی پیادہ تھے۔ شہر کا حاکم اور اُس کے اہلکار بھی ہمارے استقبال کو باہر آئے کیونکہ وہ اپنے بادشاہ کے مہمان کی توقیر و تعظیم بہت کرتے ہیں۔ ہم شہر میں داخل ہوئے۔ اس شہر کی چار فصلیں ہیں اول اور دوم فصیل کے درمیان بادشاہ کے غلام اور چوکیدار

Marfat.com

یعنی پاسبان رہتے ہیں۔ دوسری اور تیسری فصیل کے درمیان لشکر اور حاکم شہر رہتا ہے تیسری فصیل کے اندر مسلمانوں کی آبادی ہے اور اس جگہ ہم شیخ ظہیر الدین قرلانی کے مکان میں ٹھہرے اور چوتھی فصیل کے اندر چینی رہتے ہیں یہ آبادی سب سے زیادہ ہے۔ اس شہر کے چار دروازہ ہیں ہر دروازہ کے درمیان تین تین میل کا فاصلہ ہے۔ ہر ایک شخص کا باغ اور گھر اور زمین ایک ہی جگہ ہے میں ایک دن ظہیر الدین قرلانی کے گھر میں تھا ناگاہ ایک عالی شان فقیہ کا جہاز آیا اور میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ مولانا قوام الدین سبتی آتے ہیں مجھے تعجب ہوا کہ یہ کون شخص ہے جب وہ داخل ہوا اور سلام کے بعد ہم بیٹھے تو میرے دل میں گذرا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا اس نے کہا آپ ایسے دیکھ رہے ہیں گویا مجھے پہچانتے ہیں میں نے کہا آپ کون سے شہر کے ہیں اس نے کہا کہ سبتہ کا میں نے کہا کہ میں طنجہ کا رہنے والا ہوں اس نے مجھے پھر سلام کیا اور رو پڑا۔ میں بھی رو پڑا۔ میں نے کہا آپ کبھی ہندوستان گئے تھے کہا ہاں میں دہلی میں گیا تھا۔ جب اس نے یہ کہا تو مجھے یاد آگیا اور میں نے کہا تو بشری ہے اس نے کہا ہاں وہ دہلی میں اپنے ماموں ابو قاسم مرسی کے ساتھ آیا تھا اور اس وقت بالکل نوجوان بلا ریش تھا بہت ذہین طالب علم تھا موطا اس کو ازبر یاد تھی۔ میں نے بادشاہ ہند سے اس کا سلام کرایا تھا۔ بادشاہ نے اس کو تین سو دینار بھی دیئے تھے اور اس سے کہا تھا کہ دہلی میں ٹھہر جاؤ لیکن اس نے انکار کیا تھا اور وہ چین کا ارادہ کرتا تھا چین میں آکر وہ نہایت مالدار اور شاندار ہو گیا۔ مجھ سے کہتا تھا کہ میرے پاس پچاس غلام ہیں اور اسیقدر کنیزکیں ہیں اس نے دو غلام اور دو کنیزکیں میرے لیے بھیجیں اور تحفے بھیجے پھر میں اس کے بھائی سے سوڈان کے ملک میں ملا مجھے دونوں بھائیوں کے درمیان اس قدر مسافت سے تعجب ہوا۔ میں قن جن فو کے شہر میں پندرہ دن ٹھیرا اور وہاں سے چل پڑا۔ چین کے شہر اگرچہ بہت خوبصورت ہیں لیکن میرا دل نہ لگتا تھا کفر کا زور تھا اور جب میں گھر سے نکلتا تھا تو بہت سی مکروہ چیزیں دیکھنی پڑتی تھیں اس لیئے میرا دل کھٹا ہو گیا اور میں اکثر گھر میں بیٹھا رہا کرتا تھا اور فقط ضرورت کے لیے باہر جاتا تھا جب مسلمان نظر آتے تھے تو طبیعت محظوظ

مولانا قوام الدین سبتی

دو بھائیوں کے درمیان بعد المشرقین

Marfat.com

بیرم قطلہ — ہوتی تھی۔ یہ فقیہ میرے ساتھ چار منزل تک گیا اور یہ اس کی عین شرافت تھی۔ قطلہ تک مجھے آیا یہ ایک چھوٹا شہر ہے اکثر فوجی اور بازاری چینی اس میں رہتے ہیں اور اس میں مسلمانوں کے فقط چار گھر ہیں جو فقیہ سبتی کے تعلقہ دار ہیں میں ان میں سے ایک گھر میں اترا اور تین دن وہاں ٹھیرا چوتھے دن فقیہ ہم سے رخصت ہو گیا اور میں حسب دستور کشتی میں بیٹھ لیا۔ اور حسب دستور ایک گاؤں میں دوپہر کا کھانا کھاتے تھے اور دوسرے میں شام کا ÷

قن جن فو — ۱؎ قن جن فو۔ اس نام کا کوئی شہر کانٹن یا فوکین کے صوبہ میں زیتون اور خنسا کے درمیان نہیں ہے لیکن خنسا سے آگے بڑھ کر جس موقع پر بڑی نہر دریائے کیانگ میں داخل ہوتی ہے ایک بہت بڑا شہر چن کیان فو اس وقت میں بھی تھا۔ اور اب بھی ہے قن اور چن کا آگے پیچھے ہو جانا تو آسان تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کو ابن بطوطہ نے خنسا سے سترہ منزل ورے اور زیتون سے دس منزل پرے لکھا ہے ÷

غوطہ دمشق — ۲؎ غوطہ دمشق۔ غوطہ کے لغوی معنے نشیب زمین کے ہیں اور اسی لیے غائط قضائے حاجت کو کہتے ہیں۔ اصطلاحاً دمشق کے باہر ایک جگہ کا نام ہے جہاں پھل اور پھول کے درخت اور پانی کے چشمہ بکثرت ہیں وہاں اکثر اہل دمشق گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت آرام کے لیے چلے جاتے ہیں۔ . . . . . . غوطہ دمشق اور بصرہ کی نہر آبلہ اور سمرقند کا سغد اور بوان (شیراز کے علاقہ میں ایک جگہ ہے) کا شعب چار جگہ دنیا کی بہشتیں کہلاتی ہیں۔

• روضۃ الصفا میں درج ہے کہ غوطہ دمشق کا طول دو منزل اور عرض ایک منزل ہے ÷

فصل (۱۴)۔ خنسا

خنسا — سترہ دن کے سفر کے بعد خنسا کے شہر میں پہنچے۔ اس شہر کا نام وہی ہے جو عرب کی ایک شاعر عورت کا ہے یہ معلوم نہیں کہ یہ لفظ عربی ہے یا اتفاق سے ایک ہی لفظ دونوں زبانوں میں پایا جاتا ہے یہ شہر اس قدر بڑا ہے کہ اس سے بڑا شہر میں نے تمام دنیا میں نہیں دیکھا۔ اس کی لمبائی تین منزل ہے اور عمارت کا ڈھنگ وہی چین کا ڈھنگ ہے۔ ہر ایک شخص کے گھر کے ساتھ باغ اور زمین ہے اس شہر کے چھ حصے ہیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں کا قاضی فخر الدین اور شیخ الاسلام اور عثمان بن عفان مصری کی اولاد جو یہاں کے مسلمانوں میں سب سے بڑے ہیں۔ اور جو سفید علم اور نوبت اور نقارہ بھی رکھتے ہیں میرے استقبال کو آئے اور اس شہر کا حاکم اپنے ساز و سامان کے ساتھ باہر آیا ہم شہر میں داخل ہوئے۔ بیرونی فصیل کے اندر چھ شہر بستے ہیں

(حاشیہ: خنسا یعنی ہوانگ چو — ایک شہر میں چھ شہر)

Marfat.com

یک شہر کی فصیل علیحدہ علیحدہ ہے پہلے شہر میں چوکیدار اور پاسبان اور اُن کا حاکم رہتا ہے۔ قاضی نے اور آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ وہ تعداد میں بارہ ہزار ہیں رات کو ہم اُن کے حاکم کے پاس اُس کے گھر میں رہے۔ دوسرے دن ہم دوسرے شہر میں گئے اس شہر میں یہودی اور نصاریٰ اور ترک جو سورج کو پوجتے رہتے ہیں اُن کی تعداد بھی بہت بڑی ہے اس شہر کا حاکم چینی ہے دوسری رات ہم اُس کے پاس رہے۔ تیسرے دن ہم تیسرے شہر میں داخل ہوئے اِس میں مسلمان رہتے ہیں ان کے بازار اور گھر مسلمانوں کے شہروں کی طرح باترتیب ہیں شہر میں مسجدیں بکثرت ہیں جب ہم داخل ہوئے تو موذن ظہر کی اذان دے رہے تھے ہم عثمان بن عفان مصری کے بیٹوں کے گھر گھر جا کر ٹھیرے یہ ایک بڑا سوداگر تھا اُس کو یہ شہر اچھا معلوم ہوا۔ یہیں سکونت اختیار کی اور اسی شہر سے منسوب اور مشہور ہو گیا اُس کے بیٹے بھی صاحب مرتبہ ہیں وہ بھی اپنے باپ کی طرح فقیروں اور مساکین کو بہت کچھ دیتے ہیں اُن کی ایک خانقاہ ہے جس کو عثمانیہ کہتے اُس کی عمارت بہت عالیشان ہے اور اوقاف بھی اُس کے متعلق بہت سے ہیں اُس میں صوفی رہتے ہیں اس عثمان نے اس شہر میں جامع مسجد بھی بنوائی ہے اور اُس کے متعلق بھی بہت سے اوقاف کر دیئے تھے اس شہر میں مسلمانوں کی جماعت بہت بڑی ہے اور ہم اُن کے پاس پندرہ دن ٹھیرے ہر رات اور دن کو ہماری ضیافت علیحدہ علیحدہ شخصوں کے گھر ہوتی تھی اور جو کھانا ایک شخص کھلاتا تھا۔ دوسرا اُس سے اچھا کھانا تیار کراتا تھا اور ہر روز ہم کو سوار کر کے سیر کراتے تھے ایک روز ہم سیر کرتے ہوئے چوتھے شہر میں گئے وہ دار الحکومت ہے وہاں کا حاکم قرطی اس شہر میں رہتا ہے جب میں اس شہر میں داخل ہوا۔ تو میرے ہمراہی مجھ سے علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور وزیر مجھے ملا اور وہ مجھے قرطی کے گھر لے گیا اور اُس نے وہاں مجھ سے وہ چغہ جو مجھے شیخ جلال الدین تبریزی نے دیا تھا لے لیا اُس کا مفصل حال میں بیان کر چکا ہوں۔ اس شہر میں فغفور بادشاہ کے غلام اور خادم رہتے ہیں اور چھ شہروں میں سے یہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے اُس میں تین نہریں گزرتی ہیں ایک نہر بڑی نہر کی شاخ ہے اور اُس میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں اس شہر میں آتی ہیں اور کھانے کی چیزیں اور جلانے کے پتھر لاتی ہیں سیر کے لیے اُن کے علاوہ

چھوٹی کشتیاں ہوتی ہیں۔ بادشاہی محل کا چوک شہر کے بیچ میں ہے یہ میدان بہت وسیع ہے
کا گھر اس کے بیچ میں اور چاروں طرف یہ میدان ہے اس میں دالان بنے ہوئے ہیں جن
اچھا اچھا کپڑا اور ہتیار تیار کرتے ہیں امیر قرطی نے ان کی تعداد سو دس سو بتلائی تھی یہ تعداد
کی تعداد تھی ہر ایک استاد کیساتھ تین تین چار چار شاگرد تھے یہ سب قاآن کے غلام ہیں ان
پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں اور ان کے گھر محل شاہی کے باہر ہیں وہ بازاروں تک جا سکتے
ہیں لیکن دروازوں پر نہیں جا سکتے اور اوس میں سے سو سو ہر روز امیر کے سامنے پیش کیے جاتے
ہیں جب کوئی غیر حاضر ہوتا ہے تو امیر اس کو طلب کرتا ہے یہ دستور ہے کہ جب کوئی غلام دس سال
تک خدمت کر چکتا ہے تو اس کی بیڑی دور کر دی جاتی ہے پھر اسکو اختیار ہوتا ہے کہ خواہ
بلا قید کام کرتا رہے خواہ جس جگہ چاہے قاآن کی عملداری میں جا رہے مگر عملداری سے باہر نہیں
جا سکتا پچاس برس کی عمر کے بعد کام سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کا گذارہ مقرر ہو جاتا ہے
اسی طرح سے ہر شخص کا گذارہ مقرر ہو جاتا ہے خواہ وہ غلام ہو یا نہ ہو اور جو آدمی ساٹھ برس کا ہو جاتا
ہے تو اس کو بچہ سمجھتے ہیں اور اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہوتا بوڑھوں کی تعظیم چین میں بدرجہ غایت
کی جاتی ہے اور اس کو آطا یعنی باپ کہتے ہیں امیر قرطی چین میں امیر الامرا ہے اس نے اپنے
گھر میں ہماری ضیافت کی ضیافت کو وہ لوگ طوی کہتے ہیں اس میں شہر کے سب بڑے بڑے
آدمی آئے مسلمان باورچی بلوائے گئے انہوں نے ذبح کر کے گوشت پکایا یہ امیر کبیر اپنے ہاتھ سے
ہم کو کہانا کہلاتا تہا اور گوشت کے ٹکڑے کر کے دیتا جاتا تہا اس نے تین دن تک ہماری دعوت
کی اور اپنے بیٹے کو ہمارے ساتھ دریا تک بھیجا ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے اور امیر کا بیٹا دوسری
میں امیر کے بیٹے کے ساتھ اہل طرب اور گانے بجانے والے بھی تھے وہ چینی اور فارسی اور عربی زبان
میں راگ گاتے تھے امیر کا بیٹا فارسی راگ کو بہت پسند کرتا تہا جب گانے والے فارسی گیت گاتے
تھے تو امیر کا بیٹا فرمایش کرتا تہا کہ پھر گاؤ۔ فارسی اشعار جو وہ گاتے تھے میں نے یاد کر لیے
ہیں اس کا سُر بہت دل آویز تہا۔ اشعار

ول بمحبت داديم + در بحرِ فكر او فتاديم + چوں در نماز ايستاديم + تو ئی بمحراب اندريم

نہر کی اس شاخ میں بہت سی کشتیاں تھیں اُن کے مستول رنگے ہوئے تھے اور بادبان ریشم کے تھے اور کشتیوں پر طرح طرح کے نقش تھے اہل کشتی ایک دوسرے پر لیموں اور نارنج پھینکتے تھے شام کو ہم امیر کے گھر میں واپس آئے اور رات کو وہاں آرام کیا اہل طرب بلائے گئے انہوں نے عجیب عجیب راگ گائے +

خنسا کا شہر

خطا اور چین کے دو حصے

ہانگ چاؤ

۱؎ رشید الدین کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کے حملہ کے وقت چین کے ملک میں دو بادشاہ تھے دریائے ہوانگ ہو کے شمال میں جو ملک ہے وہ خطا کہلاتا تھا اور وہاں کا بادشاہ خاندان کین سے تھا اور پکن میں رہتا تھا۔ ہوانگ ہو کے جنوبی علاقہ کو ماچین کہتے تھے اس کا دار الخلافہ کنگ زے یا خنسا تھا خاندان سنگ کے بادشاہ وہاں رہتے تھے۔ یہ شہر پکن یعنی خان بالغ سے ۴۰ دن کے رستہ تھا مارکوپولو لکھتا ہے کہ کنگ زے کے معنے شہر بہشت ہیں۔ اور اس کا گرد اسو میل کا ہے۔ نہر شہر کے چاروں طرف اور ہر گلی کوچوں میں جاری ہے تین ہزار حمام اور سولہ لاکھ گھر اس شہر میں ہیں شہر سے پچیس میل پر گانفو اس کا بندر ہے۔ حال کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ کنگ زے کے معنے دار الخلافہ ہیں اور اب پکن کو کنگ زے کہہ دیتے ہیں اور اصل میں شہر کا نام ہانگ چاؤ فو تھا۔ اب بھی اس نام کا شہر موجود ہے۔ وصاف نے شہر کا گرد ۲۴ فرسنگ لکھا ہے۔ مسالک الابصار میں اس کا طول فقط ایک دن کا سفر اور عرض یکدن کا سفر لکھا ہوا ہے۔ رشید الدین اور وصاف دونوں نے لکھا ہے کہ شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تین ڈاک چوکیاں (یام) تھیں۔ ابن بطوطہ نے تین منزل سے یہی مطلب لیا ہے نزہتہ القلوب کا مصنف بھی یہی لکھتا ہے کہ دنیا کے پردہ پر اس قدر بڑا شہر اور کوئی نہیں۔ دس ہزار چوکیدار شہر کی حفاظت کے لیے رہتے ہیں وصاف نے لکھا ہے کہ اس شہر کی آبادی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فقط رنگریز یعنی کپڑا رنگنے والے اس شہر میں ۳۲ ہزار ہیں اور سات لاکھ رعیت اور سات لاکھ لشکر اس شہر میں رہتا ہے +

زمانہ حال میں بھی یہ شہر چین کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہے منظر کی خوبصورتی اور بازاروں کی اور باشندوں کی نفاست کے سبب سے چین کا "پیرس" سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ چین میں مثل مشہور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "ہانگ چاؤ اور سوچاؤ بہشت کا مقابلہ کرتے ہیں" اس کا بازار ۱۸۶۱ء کی بغاوت سے پہلے تمام چین میں سب سے عمدہ بازار سمجھا جاتا تھا۔ آبادی کے وسط میں ایک جھیل سی ہو نام واقع ہے اس کے چاروں طرف مکانات۔ مندر اور مقبرے بنے ہوئے ہیں۔ اُس کا گرد بارہ میل کا ہے۔ کافور کے درخت اُس کے کناروں پر بہت خوشنما نظر آتے ہیں۔ بودھ مذہب کے بڑے بڑے عالیشان مندر اس شہر میں تھے لیکن ۱۸۶۱ء میں باغیوں نے اُن سب کو گرا کر خاک میں ملا دیا۔ اِس شہر میں کئی عمدہ عمدہ مسجدیں

ہیں ایک مسجد کا گنبد بہت بلند ہے اور وہ دور سے نظر آتا ہے۔ باغیوں نے اگرچہ مندر گرا دیے تھے لیکن مسجد کو ہاتھ

فصل (۱۵) شعبدہ باز

شعبدہ باز اس رات کو شعبدہ باز بھی آئے وہ قاآن کے غلام تھے امیر نے اُن سے کہا کہ ہمیں کوئی تماشا دکھاؤ۔ ان میں سے ایک شخص نے لکڑی کا گنبد نما[1] ہاتھ میں لیا اس میں سوراخ تھے اور ان عجیب تماشا سوراخوں میں بلمبے لمبے تسمے بندھے ہوئے تھے۔ شعبدہ باز نے گیند کو آسمان کی طرف پھینکا۔ گیند نظر سے غایب ہوگیا۔ ہم محل کے چوک میں کھڑے تھے گرمی کا موسم تھا۔ جب اُس کے ہاتھ میں تھوڑے سے باقی رہ گئے تو اس نے اپنے شاگرد کو اشارہ کیا وہ تسمے پکڑ کر لٹک گیا اور ہوا میں لگا اور ہماری نظروں سے غائب ہوگیا اس نے اپنے شاگرد کو پکارا جب وہ تین دفعہ آواز دینے کے بعد نہ بولا تو شعبدہ باز نے غصہ ہوکر اپنے ہاتھ میں چھری لی اور وہ بھی تسمے کے ساتھ لٹک گیا اور وہ بھی نظروں سے غائب ہوگیا اور اوپر سے پہلے تو شاگرد کا ہاتھ آکر پڑا۔ اور پھر اس کی ٹانگ پھر ہاتھ پھر دوسری ٹانگ پھر اُس کا دھڑ اور سر آپڑا اور اُس کے بعد اُستاد نیچے اُتر آیا اور ہانپتا سے پھنکاری مارتا تھا اور اُس کے کپڑے خون سے لتھڑے ہوئے تھے اس نے امیر کے سامنے آکر زمین کو بوسہ دیا اور چینی زبان میں کچھ کہا امیر نے اُس کو انعام دینے کا حکم کیا اس کے بعد اس نے شاگرد کے اعضا جمع کر کے اُن کو جوڑ دیا۔ اور ٹھوکر ماری تو وہ شاگرد پھر ویسا آدمی بن کر کھڑا ہوگیا۔ مجھے ایسا تعجب آیا کہ مجھے ویسا ہی خفقان ہوگیا جیسے جوگیوں کا تماشا دیکھ کر ہوا تھا اور مجھے بادشاہ ہند نے ایک دوا پلائی تھی جس سے میں ہوش میں آگیا تھا۔ قاضی فخر الدین جو میرے پہلو میں کھڑا تھا مجھے کہا کہ نہ تو کوئی چڑھا نہ اترا اور نہ کوئی عضو کاٹا گیا اور یہ سب نظر بندی

نوٹ [1] (۱) اس تماشہ کی تصدیق چند مختلف ذرائع سے ہوتی ہے (۱) ایڈ وارڈ ملٹن (۱۶۶۰ء) میں ذکر کرتا ہے کہ جادو اُس کے سامنے چینیوں نے ایسا تماشا دکھایا کہ بہت کم آدمی اُس کا یقین کریں گے لیکن یہ تماشا ہزاروں آدمیوں کے سامنے کیا گیا تھا ایک شخص نے چمڑے کا تسمہ آسمان پر پھینکا اور اُس کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں رکھا دوسرا سرا نظر سے غائب ہوگیا۔ وہ پیچھے کے سرے کو پکڑ کر اس تسمہ پر چڑھ گیا

...ت رہ گیا کہ ہماری نظر کام نہ کر سکی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹانگ آ پڑی پھر دوسری ٹانگ پھر ایک ہاتھ پھر دوسرا ہاتھ پھر سینہ اور آخر میں سر نیچے آ گرتا تھا۔ ایک شخص اُن کو ٹوکرہ میں جمع کرتا رہا پھر اس نے ٹوکرے کو اُلٹا دیا تو وہی آدمی جو اوپر چڑھا تھا صحیح سالم ٹوکرے میں سے نکل آیا۔ ایڈورڈ ملٹن اس کو شیطان کی طرف منسوب کرتا ہے (۲) شہنشاہ جہانگیر کے سامنے سات بنگالی شعبدہ باز آئے اور جو تماشے انہوں نے دکھائے اُن میں سے یہ تماشے بھی ہیں (اول) ایک شخص رسی کا پنڈا لایا اور رسی کا ایک سرا پکڑ کر پنڈے کو آسمان کی طرف پھینک دیا۔ پنڈا نظر سے غائب ہو گیا اور فقط ایک تار سا لٹکا ہوا نظر آتا تھا۔ دوسرا بازیگر کمر باندھ کر۔ اور ہتیار لگا کر آیا اور کہا کہ میرا دشمن ہوا میں ہے میں اُس کے ساتھ لڑنے کے واسطے جاتا ہوں۔ وہ رسی کا سرا پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اور نظر سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد رسی سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے اور اُس کے بعد ایک آدمی کے تمام عضو ایک ایک کر کے زمین پر آ کے پڑے اور اُس کے بعد جو ہتیار اور اسباب اُس بازیگر کے بدن پر تھا وہ ایک ایک کر کے نیچے آ پڑا۔ اُس بازیگر کی عورت باہر آئی اور اپنے خاوند کے اعضا اور ہتیار شناخت کر کے رونے لگی کہنے لگی کہ میں تو اس کے ساتھ ستی ہوں گی۔ اعضا کو جمع کر کے وہ اُن کے ساتھ آگ میں جل کر راکھ ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ رسی پر چڑھنے والا بازیگر ہتیار باندھے رسی سے نیچے اُترا اور آ کر سلام کیا کہ حضور کے اقبال کی مدد سے میں نے اپنے دشمن کو مار ڈالا۔ اور اُس کے اعضا نیچے ڈالتا گیا تھا۔ جب اُس کو کہا گیا کہ تیری عورت ستی ہو کر مر گئی وہ یہ سُن کر بہت رو دیا۔ اور کہا یا تو میری عورت کو لاؤ ورنہ میں بھی آگ میں جلتا ہوں۔ اتنے میں عورت موجود ہو گئی۔ اور کہا تو نہ جس میں زندہ ہوں +

دوم پچاس گز لمبی زنجیر لائے اور ہوا میں پھینکتے ہی وہ زنجیر ہوا میں معلق کھڑی ہو گئی۔ اُس کے بعد ایک تیہر لائے وہ تیہر خود بخود زنجیر پر چڑھ گیا اور غائب ہو گیا۔ اُس کے بعد ایک چیتہ لائے وہ بھی زنجیر پر چڑھ کر غائب ہو گیا پھر ایک شیر لائے وہ بھی غائب ہو گیا اُس کے بعد اور جانور بھی اسی طرح غائب ہو گئے پھر اوس زنجیر کو نیچے اوتار لیا اور ایک ٹوکرے میں رکھ دیا۔ اور اُس تیہر اور جانوروں کا کچھ پتہ نہ لگا کہ کہاں گئے۔
سیر المتاخرین کے مصنف نے یہ تمام تماشے بالتفصیل اپنی تاریخ کی جلد اول صفحہ ۲۴۳ میں درج کئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تماشے بنگالہ کے بازیگروں نے دو رات دن برابر شہنشاہ جہانگیر اور اُس کے دربار کے سامنے کئے بادشاہ نے پچاس ہزار روپیہ اُن کو انعام دیا اور شاہزادوں اور اہل دربار سے اُن کو ڈیڑھ لاکھ اور وصول ہوا +

مجھے جو تزک جہانگیری کا نسخہ ملا تو وہ اتفاقاً علیگڈھ کا چھپا ہوا تھا اور اس لیے یہ عبارت میں نے سیر المتاخرین سے ترجمہ کی ہے تزک جہانگیری مطبوعہ علیگڈھ کے نسخے میں سے یہ مقام سر سید احمد خاں نے نکال ڈالا ہے کسی غیر کی کتاب میں یہ تصرف ہر طرح سے مذموم ہے۔ ایڈیٹر یا محشی یا نقل کرنے والے فقط اس قدر کر سکتے ہیں جیسا کہ سیر المتاخرین کے مصنف نے یہ تماشے نقل کر کے لکھ دیا ہے کہ "فقیر از کتابیکہ انتساخ نمودہ چنیں نوشتہ اند اگرچہ معقول نیست والعہدۃ علی الراوی"۔ غالب سید صاحب مرحوم کو اس بیجا تصرف پر اس بات نے

دوسری تصریح تزک جہانگیری

سر سید احمد خاں نے تزک جہانگیری میں سے یہ مقام نکال دیا ہے

آمادہ کیا ہوگا کہ بازیگروں کا ایسے تماشے دکھانا اُن کی کرامات اور معجزات کے انکار کو ضعف پہنچاتا ہے کیونکہ تماشہ کا گواہ جہانگیر بادشاہ تھا جس کی عادت مبالغہ کرنے کی نہیں اور اُس کی قوت مشاہدہ بھی مسلم تھی اور تماشہ کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا بتلاتا تھا۔

اب گویا ہمارے پاس مع ابن بطوطہ کے بیان کے تین بیان ایسے ہیں جن میں تین مختلف زمانوں میں تین مختلف اور ایسے معتبر اشخاص نے جنھوں نے ایک دوسرے کی تصنیف کو خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ ایک ہی قصہ کو بیان کیا ہے اور اس لئے عقلاً بھی کوئی وجہ نہیں کہ اُن کے بیانات کو سچا کیوں نہ سمجھا جائے۔

فصل (۱۶) بانس کی رکابیاں

صبح کو ہم پانچویں شہر میں گئے یہ سب سے بڑا شہر تھا اس میں عوام رہتے تھے اُس کے بازار بہت عمدہ تھے اور ہر ایک صنعت والے اُس میں رہتے تھے اس شہر میں عمدہ کپڑا تیار کرتے ہیں اور طباق بھی عجیب بناتے ہیں جن کو دست (طشت) کہتے ہیں یہ طشت بانس کے بنائے جاتے ہیں نہایت کاریگری سے بانس کے ٹکڑے جوڑے جاتے ہیں اور سرخ چکنے والے گوند کا روغن اُس پر چڑھاتے ہیں دس طباق ایک دوسرے میں رکھے ہوتے ہیں اس قدر پتلے ہوتے ہیں کہ دیکھنے والے کو ایک طباق نظر آتا ہے اور اُس پر ایک ڈھکنا ہوتا ہے جو سب کو ڈھک لیتا ہے۔ بانس کی رکابیاں بھی بناتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اوپر سے ان رکابیوں کو پھینک دو تو ٹوٹتی نہیں اور اگر گرم کھانے اُن میں ڈال دو تو وہ اینٹھتی ہیں نہ اُن کا رنگ بدلتا ہے یہ رکابیاں وہاں سے ہندوستان اور خراسان اور دیگر ممالک میں لے جاتے ہیں۔ جب ہم اُس شہر میں پہنچے تو وہاں رات کو رہے اور امیر کیطرف سے ہماری مہمانی ہوئی۔ دوسرے روز ہم ایک دروازہ میں داخل ہوئے جسکو کشتیبانوں کا دروازہ کہتے ہیں یہ چھٹے شہر کا دروازہ ہے اور اُس میں ملاح اور ماہی گیر اور جولاہے اور نجار (درزی) اور سپاہی تیرانداز اور پیادے رہتے ہیں یہ سب مرد ہیں اور سب بادشاہ کے غلام ہیں اُن کے سوا اُس شہر میں کوئی اور شخص نہیں رہتا اُن کی تعداد بھی بہت ہے یہ شہر بڑی نہر کے کنارے پر ہے وہاں بھی ہم رات کو رہے اور امیر کیطرف سے ہماری مہمانی ہوئی امیر قرطی نے ہمارے لئے ایک جہاز تیار کرایا اور زادراہ اور دیگر ضروری اشیا سب اُس میں رکھی گئیں اور

کے نوکر ہماری مہمانی کرنے کے لیے اُس میں موجود تھے اس شہر سے جلد ہم نے کوچ کیا یہ چین کا
خطا کا ملک | آخر شہر ہے اُس کے بعد خطا کا ملک شروع ہوتا ہے یہ ملک بھی بہت آباد ہے کوئی چپہ سبز زمین
سے خالی نہیں کیونکہ اُس ملک میں دستور ہے کہ اگر زمین کا کوئی قطعہ غیر آباد رہ جائے تو اُس
کے مالک سے یا قرب وجوار کی زمین کے مالکوں سے اُس کا محصول لیا جاتا ہے خنسا سے
شہر خان بالق تک نہر کے دونوں کناروں پر گاؤں اور باغ ہی باغ پے در پے نظر آتے
ہیں یہ فاصلہ چونسٹھ دن کا رستہ ہے اس علاقہ میں کوئی مسلمان نہیں۔ مسافر مسلمان نظر آتے
لیکن مقیم کوئی نظر نہیں آتا اور سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی شہر نہیں یا تو گاؤں ہیں یا
کھیت اور باغ جن میں میوے اور نیشکر ہوتی ہے۔ میں نے دنیا میں کوئی ملک اس قدر آباد
نہیں دیکھا ہاں آبنار سے عانہ تک جو چار منزل کا رستہ ہے وہ اسی قسم کا تھا۔ ہم ہر رات کسی
گاؤں میں ٹھیر جاتے تھے اور وہاں ہمیں ضیافت دی جاتی تھی +

بانس | بانس چین میں بکثرت ہوتا ہے اور بہت جلدی بڑھتا ہے۔ ایک شاخ چند سال میں بڑھ کر ایک بڑا بانس کا
جھنڈ ہو جاتا ہے اور صدہا برس تک رہ سکتا ہے۔ اگر پرانی پختہ شاخوں کو کاٹتے جائیں اور اُن میں پھول
نہ آنے دیں اور بیج نہ پڑنے دیں کیونکہ پھول اور پھل لگنے کے بعد یہ درخت خود بخود سوکھ جاتا ہے بعض
بانس ستر فٹ تک اونچا ہو جاتا ہے اور نیچے کے حصے میں ایک فٹ قطر تک موٹا ہو جاتا ہے چین میں
مالشہ قسم کا بانس ہوتا ہے رنگ میں کوئی سبز کوئی زرد۔ کوئی سیاہ ہوتا ہے پرانے بانسوں کے جوڑوں
تباشیر | کے اندر سے تباشیر نکلتا ہے۔ اس دوا کو چین کے باشندے ہر ایک بیماری میں استعمال کرتے ہیں بانس کا
استعمال چین کے باشندے اس قدر اشیائے ضروری و آسایش کے بنانے میں کرتے ہیں کہ اُن کا
شمار ناممکن ہے +

فصل (۱۷) خان بالق

خان بالق یا پیکن | اس کے بعد ہم شہر خان بالق میں پہنچے اِس شہر کو خانقو[۵۱] بھی کہتے ہیں یہ شہر قاآن کا دارالحکومت
ہے قاآن چین اور خطا کا بادشاہ ہے۔ جب شہر سے دس میل دور رہے ہم لنگر ڈال کر کھڑے
ہوئے امیر البحر کو ہماری بابت لکھا گیا جب وہاں سے اجازت آگئی تو ہم بندر میں داخل ہوئے
اور شہر میں اُترے یہ شہر بھی دنیا کے بڑے شہروں میں سے ہے اور چین کے شہروں کی

Marfat.com

طرح اُس کی تربیت نہیں ہے یعنی باغ اور کھیت شہر کے اندر نہیں ہیں بلکہ ہمارے شہروں
باغ باہر ہیں اور بادشاہ کا محل اُس کے بیچ میں ہے یہیں شیخ برہان الدین صاغرجی کے (شیخ برہان الدین صاغرجی)
ٹھیرا یہ وہی شخص ہیں جن کے پاس بادشاہ ہندوستان نے چالیس ہزار دینار بھیجے تھے
ہندوستان آنے کی درخواست کی تھی اور شیخ نے ہندوستان جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن
کر کے اُس سے اپنا قرضہ ادا کر دیا تھا اور پھر چین کو چلے آئے تھے یہاں قاآن نے اُن کو تمام
کا شیخ بنا کر صدر جہاں کا خطاب دیا تھا۔ قاآن اس ملک میں بادشاہ کا خطاب ہے جیسا کہ لورستان (قاآن)
بادشاہ کو اتابک کہتے ہیں اور قاآن کا نام پاشائی تھا اور کافروں میں کسی بادشاہ کا اتنا ملک و سیع
ہے جس قدر اس بادشاہ کا ہے اُس کا محل شہر کے وسط میں ہے۔ اکثر مکانات رنگے ہوئے (شاہی محل)
آمیز لکڑی کے بنے ہوئے ہیں۔ اُن کی ترتیب عجیب ہے۔ اس محل میں سات دروازوں
بعد داخل ہوتے ہیں پہلے دروازے پر کوتوال بیٹھا رہتا ہے وہ دربانوں کا افسر ہے اور در
کے دونوں طرف داہنے اور بائیں چبوترے ہیں جن پر پردہ دار بیٹھے رہتے ہیں یہ لوگ
دروازہ کے نگہبان ہیں وہ گنتی میں پانسو ہیں کہتے ہیں کہ پہلے ایک ہزار تھے۔ دوسرے
پر سپاہی تیر انداز بیٹھے رہتے ہیں اُن کی تعداد بھی پانسو ہے۔ تیسرے دروازہ پر نیزہ دار
پانسو ہیں۔ چوتھے دروازہ پر تیغدار جن کے پاس تلوار اور ڈھالیں ہوتی ہیں پانچویں
پر وزیر کا محکمہ اُس میں بہت سے دالان اور کمرے ہیں سب سے بڑے کمرہ میں ایک اونچی مسند
وزیر بیٹھا رہتا ہے اُس کو مسند کہتے ہیں وزیر کے سامنے ایک بڑی دوات سونے کی بنی
رکھی رہتی ہے اُس کے سامنے کاتب السر یعنی پرایویٹ سکرٹری کا کمرہ ہے اور اُس
دائیں ہاتھ کی طرف ایلچیوں کے محکمہ کے متصدیوں کا کمرہ ہے اور وزیر کے کمرہ کے دائیں
طرف محکمہ متفرقہ کے متصدی بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کمروں کے مقابل چار اور کمرہ ہیں
کو دیوان الاشراف کہتے ہیں جس میں مشرف یعنی کنٹرولر جنرل بیٹھتا ہے اور دوسرے
دیوان البقایا جو منزل عاملوں اور ان کے علاقوں اور جاگیروں کی بقایا وصول کرتا رہتا ہے

Marfat.com

تیسرے کمرہ میں دیوان استغاثہ وہاں ایک بڑا امیر فقیہوں اور منشیوں کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے وہاں ظلم رسیدہ لوگ انصاف جوئی کے لیے آتے ہیں اور چوتھے کمرہ میں ڈاک کا دیوان اس میں مخبروں کا افسر بیٹھا رہتا ہے اور چھٹے دروازہ پر پولیس والے اور اُن کا افسر رہتا ہے اور ساتویں دروازہ پر غلام بیٹھے ہوتے ہیں وہاں بھی تین کمرہ ہیں ایک میں حبشی غلام دوسرے میں ہندی غلام اور تیسرے میں چینی غلام بیٹھتے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک گروہ کا افسر چینی ہوتا ہے +

ا نان بانغ یعنی قاآن کا شہر مغلوں کے وقت میں پیکن کا نام تہا۔ جب مغلوں نے چین پر حملہ کیا تو یہ شہر خاندان کین کے بادشاہوں کا جو شمالی چین پر حکومت کرتے تھے دار الخلافہ تہا اُس وقت اس شہر کو ین کنگ کہتے تھے ۱۲۱۵ء میں چنگیز خاں نے اس شہر کو فتح کیا اور قوبلا خاں نے ۱۲۶۴ء میں اُس کو اپنا دار الخلافہ مقرر کیا۔ اُس نے شہر کے باہر ایک اور شہر بسایا اور اُس کا نام تائی تو رکہا۔ مارکو پولو نے لکہا ہے کہ نئے شہر کا گرد ۲۴ میل کا ہے۔ دس قدم فصیل کی اونچائی اور دس قدم اُس کی چوڑائی ہے بازار ایسے سیدھے ہیں کہ ایک دروازہ سے دوسرا دروازہ نظر آتا ہے۔ شہر کے وسط میں ایک گھنٹہ گھر ہے۔ اُس میں پانی کا گھڑیال رہتا ہے جب گھنٹہ ہو چکتا ہے تو ایک شخص گھنٹہ بجا دیتا ہے اور ایک تختہ پر تعداد لکھ کر باہر لٹکا دیتا ہے۔ ایک فرانسیسی مصنف نے حال کی فصیل کی بلندی ۵۲½ فٹ اور چوڑائی ۴۰½ فٹ لکھی ہے ۱۳۶۸ء میں مغلوں کے نکالے جانے کے بعد چینی بادشاہ اپنا دار الخلافہ نانکن میں لے گئے تھے لیکن دوسرا بادشاہ پھر پیکن میں آگیا +

زمانہ حال میں جو اس شہر کی شکل ہے وہ یہ ہے کہ بیچ میں شاہی محل ہے جس کا گھیر سوا دو میل کا ہے اُس کے چاروں طرف مستطیل شکل میں فصیل کے اندر پندرہ میل کا گھیرا گھرا ہوا ہے۔ اُس کی فصیل ۵۰ فٹ اونچی اور نیچے ۶۰ فٹ اور اوپر ۴۰ فٹ چوڑی ہے۔ اس میں نو دروازے ہیں یہ پرانا شہر قوبلا قاآن کے وقت کا ہے۔ ایسی فصیل دنیا میں شاید کسی اور شہر کی نہ ہوگی۔ اس شہر کے جنوب کی طرف ایک اور شہر مستطیل شکل کا ہے جس کا بڑا ضلع اندر کے شہر کے جنوبی چھوٹے ضلع کے مقابل ہے اُس میں سات دروازے ہیں باہر کے شہر کی فصیل ۳۰ فٹ اونچی اور بنیاد کے قریب ۲۵ فٹ اور اوپر پندرہ فٹ چوڑی ہے محل شاہی کے باہر جنوب غربی گوشہ پر مسجد جامع ہے اس کے قرب وجوار میں بڑے بڑے مسلمان رہتے ہیں۔ ایک مندر میں بہت بڑا گھنٹہ لٹکا ہوا ہے۔ یہ گھنٹہ ۱۴۰۳ء میں بنایا گیا تہا ۱۴ فٹ اونچا ہے ۹ انچ موٹا ہے اور ۳۴ فٹ اس کا محیط ہے اُس کا وزن پندرہ سو من ہے۔ زمانہ حال میں اس کی آبادی کا اندازہ دس لاکھ سے پچیس لاکھ تک کیا جاتا ہے +

۲ ابن بطوطہ نے غلطی کی ہے کہ پیکن کا دوسرا نام خانفو لکہا ہے کیونکہ خانفو ختا کا بندر تہا اب یہ شہر غیر آباد ہو گیا ہے کیونکہ اُس کے بندرگاہ کو سمندر نے تباہ کر دیا ہے اب بھی کانپو کے نام سے مشہور ہے۔ مارکو پولو نے اُس کا ذکر کیا ہے اور ابو الفدا نے بھی ختا کا دوسرا نام خانفو لکہا ہے۔ روضۃ الصفا میں یہی لکہا ہے

پیکن کا شہر

موجودہ فصیل کی بلندی

ہے کہ خنسا اور خانفو ایک ہی شہر ہے۔ کتاب اخبار الہند والصین ۲۶۴ھ میں ابو زید سیرانی لکھا ہے کہ خانفو کو ایک دفعہ باغیوں نے لوٹ لیا اور ڈیڑھ لاکھ مسلمان اور اور پردیسی جن میں یہودی اور نصرانی شامل تھے قتل کئے گئے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی اور فرنگی ملکوں سے کسقدر تاجر چین میں جاتے تھے۔

فصل (۱۸) قاآن

جب ہم خان بالق میں پہنچے تھے تو قاآن وہاں نہ تھا اور اپنے چچا زاد بھائی فیروز کے مقابلہ کو گیا تھا جس نے قراقرم اور بش بالغ میں جو خطا کا ایک علاقہ ہے اور دار الحکومت سے تین مہینے کی راہ پر ہے بغاوت کی ہوئی تھی۔ صدر جہاں برہان الدین صاغرجی نے مجھ سے کہا کہ جب قاآن نے فوج جمع کی تو سو لشکر جمع ہوئے ایک ایک لشکر میں دس دس ہزار سوار تھے ہر ایک لشکر کے سردار کو امیر طومان کہتے ہیں۔ بادشاہ کا خاص لشکر اور نوکر اس کے علاوہ تھے وہ بھی تعداد میں پچاس ہزار تھے اور پیدل بھی پانچ لاکھ تھے۔ جب قاآن باہر نکلا تو اکثر امیر اس سے برگشتہ ہو گئے کیونکہ اس نے چنگیز خاں کے تورہ یعنی قانون میں بہت سی تبدیلیاں کر دیں تھیں۔ یہ چنگیز وہی تھا جس نے اسلام کے ملکوں کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ وہ اس کے چچا زاد بھائی سے جا ملے اور قاآن کو لکھا کہ وہ سلطنت سے علٰحدہ ہو جاوے اور شہر خطا کو اپنی جاگیر میں منظور کرے۔ قاآن نے یہ منظور نہ کیا اور اس نے لڑ کر شکست کھائی اور مارا گیا جب ہم دار الحکومت پہنچے تو یہ خبر وہاں پہنچی اور شہر کو آراستہ کیا گیا اور نوبت نقارہ بجائے گئے اور ایک مہینے تک ناچ رنگ ہوتے رہے اس کے بعد قاآن مقتول اور اس کے خواص اور بھائیوں اور رشتہ داروں کی نعشیں جو سو کے قریب تھیں وہاں لائے اور زمین کے اندر ایک بڑا مکان کھود دیا گیا اور اس میں نفیس نفیس فرش بچھائے گئے اور اس کے اندر قاآن کو اس کے ہتھیاروں سمیت رکھا گیا اور اس کے چاندی سونے کے برتن اور چار لونڈیاں اور چھ غلام بھی جن کے ساتھ پانی پینے کے برتن تھے اسی قبر میں رکھے اور اوپر ایک دروازہ بنا کر اس کو مٹی سے بند کر دیا اور ایک اونچا ٹیلہ اس کے اوپر بنا دیا۔ پھر چار گھوڑے

چین کا قاآن

قاآن کی تدفین

Marfat.com

ے اور اس کی قبر پر اُن کو یہاں تک دوڑایا کہ وہ تھک کر کھڑے ہو گئے اُس کے بعد قبر پر
لکڑی گاڑ دی اور ہر ایک گھوڑے کے پس پشت میں سے لکڑی دے کر اُس کے مُنہ سے
ل کر گھوڑوں کو اُس بڑی لکڑی پر آویزاں کر دیا اسی طرح سے قاآن کے قریبی رشتہ داروں کے
لئے بھی ایسی ہی قبریں تیار کیں اور اُن کے ساتھ اُن کے ہتیار اور گھر کے ظروف رکھ کر اُن میں
سے ہر ایک کی قبر پر تین تین گھوڑے لٹکا دیئے یہ رشتہ دار تعداد میں دس تھے اور باقیوں کی قبروں پر
ایک گھوڑا لٹکا دیا اس روز شہر کے تمام مرد اور عورتیں مسلمان اور کافر ماتمی لباس پہنے ہوئے تھے وہاں
جو تھے کافر سفید چادریں اور مسلمان سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ قاآن کی بیگمیں اور خواص چالیس ماتم کا لباس
دن تک اپنے خیموں میں قبر پر رہیں اور بعض برس دن تک وہیں رہیں اور وہاں ایک بازار لگ گیا
جو چیز اُن کو درکار ہوتی تھی وہاں فروخت ہوتی تھی۔ یہ رسومات اس زمانہ میں کسی اور ملک میں رائج
نہیں ہیں۔ ہندو اور چینی اپنے مردوں کو جلاتے ہیں اور باقی کل قومیں اپنے مردوں کو دفن کرتی ہیں
لیکن کسی اور کو اُن کے ساتھ دفن نہیں کرتے لیکن بعض بعض معتبر آدمیوں نے مجھ سے بیان کیا ہے
سوڈان کے کافر بھی اپنے بادشاہ کی قبر اسی طرح سے بناتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کے خاص
خاص مصاحب اور نوکر اور تین بڑے بڑے امیروں کے بیٹے اور بیٹیوں کو بھی اُن کے ہاتھ پاؤں
توڑ کر قبر میں زندہ دفن کر دیتے ہیں اور اُن کے ساتھ پانی پینے کے برتن رکھتے ہیں۔ ایک معتبر مسوفہ سوڈان میں بھی
نے جو ملک کوبر واقع سوڈان میں رہتا تھا اور وہاں کا بادشاہ اُس پر مہربانی کرتا تھا مجھ سے کہا کہ جب یہی رسم ہے
بادشاہ مر گیا تو وہاں کے مردوں نے کہا کہ ہم تیرے بیٹوں کو بھی مع اپنے بیٹوں کے زندہ درگور کریں گے
میں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے میرا بیٹا نہ تمہارے دین میں ہے اور نہ تمہارے نسب میں ملتا ہے
غرضیکہ میں نے بہت کچھ مال دے کر اُس کا پیچھا چھڑایا۔ جب قاآن مارا گیا اور اُس کا چچازاد بھائی فیروز
بادشاہ ہوا تو اُس نے اپنا دارالحکومت قراقرم مقرر کیا کیونکہ وہ اُس کے چچاؤں بادشاہان ماوراءالنہر
اور ترکستان کے ملکوں سے قریب تہا پھر اُس کے ساتھ اُن امیروں نے جو پہلے قاآن کے ہمدرد رہتے تھے ملک میں فساد ہوگیا
بغاوت کی اور رہزنی شروع کر دی اور ملک میں فساد پھیل گیا۔ شیخ برہان الدین وغیرہ نے مجھ سے کہا

Marfat.com

تم چین کی طرف واپس چلے جاؤ ورنہ پھر فساد زیادہ ہو جائیگا اور واپس جانا مشکل ہوگا وہ مجھے باد(شاہ) فیروز کے پاس لے گئے اُس نے تیس آدمی میرے ہمراہ کر دیئے اور میری مہمانی کرنے کے لیے ا(ن کو) حکم لکھدیا۔ ہم جلدی جلدی خطا کی طرف واپس آئے وہاں سے خنسا اور خنسا سے قن جن فو اور قن (جن فو) سے زیتون پہنچے ۔

قراقرم

۱ قراقرم کے کھنڈرات اب بھی دریائے اورخن پر جو صحرائے گوبی کے شمال میں سے نکل کر جھیل بیکال واقع سائبریا میں جا گرتا ہے پائے جاتے ہیں۔ یہ مقام طغرل اونگ خاں کا دارالخلافہ تھا جو پہلے چنگیز خاں کا دوست تھا لیکن مابعد اُن کے درمیان ناموافقت ہو گئی تھی اور طغرل اونگ خاں کو چنگیز خاں نے شکست دے کر بھگا دیا۔ یہ شہر مغلوں کا دارالخلافہ رہا۔ اوکتائی قاآن ہمیشہ وہیں رہتا ہے اور پھر بعد میں ہر ایک قاآن کی تاج پوشی کی رسم وہیں ادا کی جاتی تھی ۔

باش بالغ

۲ باش بالغ بھی تاتار میں ایک شہر تھا اب اُس کو اُرستی کہتے ہیں ۔

خان اور قاآن اور خاقان کے الفاظ کی تحقیق

۳ قاآن۔ قاآن اور خان حقیقت میں دونوں ایک ہی لفظ ہیں ترکی میں ابتدا میں خان بادشاہ کو کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ چھوٹے بادشاہوں اور سرداروں پر اُس کا استعمال ہونے لگا تو چنگیز خاں کے بیٹے اوکتائی قاآن نے قاآن کا خطاب اختیار کیا کیونکہ وہ زیادہ مستعمل نہیں تھا۔ اب سوا سلطنت عثمانیہ کے جہاں خاں سوا سلطان کے اور کسی کے نام کے سامنے نہیں لگایا جاتا اور باقی امیر اور شریف پاشا یا بیگ کہلاتے ہیں اور تمام ایشیائی ملکوں میں اِس لفظ کا استعمال درجہ میں گھٹتے گھٹتے بطور صاحب کے کیا جاتا ہے اور اسی لئے اور معمولی خانوں سے تمیز کرنے کے لیے خان خانان کا لفظ بنانا پڑا تھا۔ خاقان کے لفظ میں خان اور قاآن دونوں صورتیں ملا دی گئی ہیں تاکہ اس سے لفظ میں نئی طاقت پیدا ہو جائے۔ یا شاید وہ بھی خان خاناں کی دوسری شکل ہو۔ ہمارے ملک میں یہ لفظ اس قدر مبتذل ہوا ہے کہ بٹیارہ بھی اپنے نام کے سامنے خان کا لفظ لگاتا ہے اور پٹھان اور راجپوت تو اُس کو اپنے گھر کا خطاب سمجھے ہوئے ہیں حالانکہ یہ لفظ اصل میں مغلوں کا ہے اور اس لیے سرکار کو اعزازی خطابات میں خان سے اوپر ایک درجہ خان صاحب اور اُس سے اوپر ایک درجہ خان بہادر گھڑنا پڑا۔

چین کے قاآنوں کا مدفن

۴ مارکو پولو نے لکھا ہے کہ تمام قاآن خواہ سو منزل کے فاصلہ پر مریں لیکن اُن سب کی نعش کوہ التائی (خان اولا) میں لے جاتے ہیں اور وہاں اُن کو دفن کرتے ہیں اور نعش کے لے جاتے ہوئے جو کوئی شخص رستہ میں مل جائے اُس کو مار ڈالتے ہیں چنانچہ منگو قاآن کی نعش لے جاتے ہوئے تیس ہزار آدمی اس طرح قتل کئے گئے اور اُس کی نعش کے ساتھ دفن کئے گئے کیونکہ اُن کا عقیدہ ہے کہ یہ سب لوگ اور گھوڑے جو اُس کے ساتھ دفن کئے جاتے ہیں اُس جہان میں اُس کی خدمت کریں گے۔ رشید الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ چنگیز خاں کی نعش لے جاتے ہوئے جتنے آدمی رستہ میں ملے اُن کو قتل کیا گیا اور مامن تھے

Marfat.com

علاوہ چالیس امیر اور خوبصورت لڑکیاں اور بہت عمدہ عمدہ گھوڑے اُس کے ساتھ دفن کئے گئے تھے +

فصل (۱۹) - رُخ

جب میں وہاں پہنچا تو جہاز ہندوستان کے سفر کے لیے تیار تھے اور اُن میں سے ایک جہاز ملک الظاہر بادشاہ جاوا کا تھا اہل جہاز مسلمان تھے جہاز والوں نے مجھے پہچان لیا اور مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ دس دن تک موافق ہوا چلتی رہی۔ جب ہم ملک طوالسی کے قریب پہنچے تو ہوا مخالف ہوگئی اور اندھیرا ہوگیا اور بارش شروع ہوئی دس دن تک سورج دکھائی نہ دیا۔ پھر ہم ایسے سمندر میں داخل ہوئے کہ اُس کو پہلے نہ دیکھا تھا اہل جہاز ڈر گئے اور چین کی طرف لوٹ جانے کا ارادہ کیا وہ بھی نہ ہوسکا اور تینتالیس دن تک سمندر میں ٹھہرے رہے تینتالیسویں دن صبح کے وقت سمندر میں ایک پہاڑ[1] معلوم ہوا معلوم ہوتا تھا کہ دس میل فاصلہ پر ہوگا اور ہوا ہمیں اُسی کی طرف لیے جاتی تھی ملاح تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم خشکی سے دور ہیں اور سمندر میں تو کوئی پہاڑ نہیں اور اگر اسی طرح ہوا ہمیں کھینچے لیے جائیگی تو ہم سب ہلاک ہوجائیں گے یہ دیکھ کر سب اہل جہاز درگاہ باری میں عجز و انکسار کرنے لگے اور توبہ کرنے لگے اور اپنے پیارے پیغمبر کو وسیلہ لائے اور سوداگروں نے بڑی بڑی منتیں مانیں میں نے اُن سب نذروں کو ایک فہرست میں قلمبند کرلیا۔ ہوا کچھ ٹھیر گئی۔ پھر ہم نے دیکھا کہ یہ پہاڑ سمندر کی سطح سے اونچا ہوگیا اور اُس کے اور سمندر کے درمیان چاندنا معلوم ہونے لگا یہ دیکھ کر ملاح رونے لگے اور ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے میں نے پوچھا کہ کیا ہے اونہوں نے کہا کہ یہ پہاڑ نہیں تھا رُخ تھا اگر ہمیں دیکھ لیگا تو سب کو ہلاک کرڈالیگا ابھی وہ ہمارے سے دس میل ہوگا کہ ہوا پلٹ گئی اور ہمیں دوسری طرف لے گئی ہم اُس کو دیکھ نہ سکے اور معلوم نہ کرسکے کہ اُس کی شکل کیا ہوتی ہے +

پیچھے لوٹ (margin)

ابن بطوطہ نے رُخ کو دیکھا بغیر (margin)

رُخ۔ (margin)

[1] جو کچھ ابن بطوطہ نے دیکھا یہ تو اغلباً وہ سراب عکس ہے جو پہاڑوں یا جزیروں کا سمندر میں نظر آجاتا ہے اور فی الحقیقت کوئی چیز نہیں ہوتی لیکن رُخ کا ذکر مارکو پولو نے بھی جزیرہ مڈغاسکر کے متعلق کیا ہے مگر اُس نے بھی یہ نہیں کہا کہ میں نے رُخ کو دیکھا ہے رُخ کی تصویر ایک ایرانی کتاب سے لی ہے جو صاحب

اپنی الف لیلہ میں درج کی ہے اور اس کو ایک پرندہ خورد کی شکل کا بنایا ہے جس کے پر بہت لمبے لمبے ایک پنجہ میں ہاتھی ہے اور دوسرے پنجہ میں ہاتھی ہے اور تیسرا ہاتھی اس کی چونچ میں ہے۔ عنقا اور سیمرغ رُخ اور گرڈر (سنسکرت میں) اور گریفن (یونانی میں) ایک ہی جانور کے نام ہیں جو اغلباً فرضی ہے۔ لیکن زمانہ حال میں نیوزیلینڈ میں ایک ایسے پرندہ کا پنجر متحجر شدہ دریافت ہوا ہے جس کے پاس ہما کا پنجر پایا گیا قیاس کیا گیا ہے کہ وہ جانور جترا کو شکار کرتا تھا موا شتر مرغ کی برابر ہوتا تھا دس فٹ اونچا ہوتا تھا اور ایسے جانور کے اٹھانے کے لیے کم سے کم رُخ جتنا پرندہ ہونا چاہیئے۔ لندن کے عجائب گھر میں ایک انڈا ہے جو مڈغاسکر سے آیا تھا اس میں ۲½ گیلن یعنی بارہ سیر پانی آسکتا ہے ممکن ہے کہ جس جانور کا یہ انڈہ ہو وہ رُخ سے کم نہ ہوگا۔ حیات الحیوان میں رُخ کے متعلق ایک عجیب حکایت لکھی ہے کہ کہ ایک مغربی تاجر کے پاس رخ کا ایک پر تھا اس کی جڑ میں ایک مشک پانی کی آتی تھی وہ کہتا تھا کہ ہم نے ایک روز ایک جزیرہ میں ایک گول اور چمکتی ہوئی گیند کی شکل کی چیز دیکھی ہم اس کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ انڈا ہے۔ اس کو تیر اور لکڑیاں مار کر توڑا تو اس میں سے ایک بچہ نکلا۔ اس کے ایک بازو میں میں رسا باندھ کر باہر کھینچا۔ یہ بازو کا پر اس بچے کا ہے۔ اس کا گوشت دیگوں میں پکایا۔ جب سفید ریش آدمی نے وہ گوشت کھایا اس کی داڑھی اسی وقت سیاہ ہوگئی۔ جب آفتاب برآمد ہوا۔ تو رُخ ہمارے جہاز کے اوپر آسمان میں بادل کی مانند نمودار ہوا اور اس کے پنجہ میں پہاڑ کا بڑا پتھر تھا لیکن اس نے جب پتھر ہم پر گرایا تو جہاز آگے نکل گیا تھا اور پتھر پانی میں جا پڑا۔ اور اس طرح سے خدا نے ہم کو بچا لیا اس تمام تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی زمانہ میں ایسا عظیم الجثہ پرندہ جیسا کہ رخ بیان کیا جاتا ہے ضرور تھا اگرچہ اب اس کی نسل معدوم ہوگئی ہے۔

رُخ کا ہونا ممکن ہے

فصل (۲۰) ۔ جاوا۔

ابن بطوطہ کا جاوا میں واپس آنا

اس بن سے دو مہینے بعد ہم جاوا میں پہنچے اور سماطرا میں جا اترے وہاں کا بادشاہ ملک ظاہر جہاد کر کے واپس آیا تھا اور بہت سی لوٹ لایا تھا میرے پاس دو لونڈیاں اور دو غلام بھیجے اور میں بیٹے کے نکاح میں شامل ہوا جو اس کے بھائی کی بیٹی کے ساتھ تجویز ہوا تھا۔ محل کے چوک میں ایک ممبر کھڑا کیا اور ریشم کے کپڑے سے اس کو ڈھانپ دیا دلہن کو محل میں سے لے آئے پیدل تھی اور منہ کھلا ہوا تھا اور اس کے ساتھ چالیس بیبیاں جو بادشاہ اور امیروں کی بیویاں تھیں اس کے پیچھے اور دامن اٹھائے ہوئے چلی آتی تھیں ان سب کے منہ کھلے ہوئے تھے ان کو ہر ایک شریف اور رذیل دیکھ سکتا تھا اور وہاں عورتیں فقط شادی کے دن منہ کھولتی ہیں ورنہ پردہ کرتی ہیں۔ دلہن ممبر پر چڑھ کر بیٹھ گئی اس کے سامنے اہل طرب مرد اور عورت گاتے تھے اور ناچتے تھے پھر دولہا ہاتھی پر

جاوا میں نکاح کی رسومات

آراستہ پیراستہ تھا اس کی پشت پہ ایک تخت تھا اور دولہا کے سر پر ایک گول سا چھتر تھا جو دلہن کے تاج کے مشابہ تھا دولہا کے داہنے اور بائیں ہاتھ پر سو امیر زادے اور بادشاہزادے تھے جنکی پوشاک سفید تھی سروں پر جڑاؤ کلاہیں تھیں اور سجائے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے یہ سب دولہا کے ہم عمر تھے ان میں سے کسی کے ڈاڑھی نہ تھی جب دولہا داخل ہوا تو لوگوں پر درہم اور دینار نچھاور کئے گئے بادشاہ ایک جگہ بیٹھا ہوا یہ سب دیکھ رہا تھا اس کا بیٹا اترا اور بادشاہ کے پاؤں چوم کر منبر پر جا بیٹھا دلہن اس کو دیکھ کر اٹھی اور اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اس کے برابر بیٹھ گئی۔ بیگمیں پنکھا جھل رہی تھیں پھر پان سپاری لائے دولہا نے اپنے ہاتھ میں پان لے کر دلہن کے منہ میں رکھ دیا پھر اس نے ایک پان لے کر دولہا کے منہ میں رکھ دیا پھر دولہا نے اپنے منہ میں ایک پان کا بیڑا لے کر اس کے منہ میں رکھ دیا پھر اس نے بھی ایسا ہی کیا یہ سب علی الاعلان کیا جاتا تھا۔ پھر دلہن پر پردہ ڈالا گیا اور منبر اٹھایا گیا وہ دونوں اسی پر بیٹھے رہے منبر کو محل میں لے گئے لوگوں نے کھانا کھایا اور چلے گئے۔ دوسرے دن آدمی جمع ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کیا اور لوگوں سے اس کی بیعت لی اور ان کو کپڑے اور سونا وغیرہ عطا کئے گئے۔ میں اس جزیرہ میں دو مہینے ٹھیرا بادشاہ نے مجھے بہت سا عود اور کافور اور لونگ اور صندل دیا اور میں جہاز پر سوار ہو کر چالیس دن کے بعد کولم میں پہنچا اور قاضی قزوینی کے مکان کے قریب ٹھیرا رمضان کا مہینا تھا میں نے عید کا دوگانہ بھی وہاں کی جامع مسجد میں پڑھا وہ لوگ مسجد میں رات سے آبیٹھتے ہیں صبح تک ذکر کرتے ہیں اور پھر صبح سے لیکر نماز کے وقت تک ذکر کرتے رہتے ہیں پھر نماز پڑھ کر اور خطبہ سنکر چلے جاتے ہیں کولم سے میں کالی کٹ میں آیا کچھ دنوں وہاں میں نے دہلی جانے کا ارادہ کیا لیکن خوف آیا اور نہ گیا۔

کولم میں واپس آتا ہے

کالی کٹ میں واپس آتا ہے

باب (۱۶) عرب۔ ایران۔ شام

فصل (۱)۔ ظفار

اٹھائیس دن کے بعد ظفار کے ملک میں پہنچا۔ محرم ۷۴۸ھ ہجری کی دسویں تاریخ تھی۔ وہاں کے

ظفار

Marfat.com

خطیب عیسیٰ طاطا کے گھر ٹھیرا۔ ان دنوں وہاں کا بادشاہ ملک ناصر تھا جو ملک مغیث کا بیٹا تھا۔ جب پہلی دفعہ یہاں آیا تھا تب وہ یہاں کا بادشاہ تھا۔ بادشاہ کا نائب سیف الدین عمر امیر جُندر تھا۔ بادشاہ نے مجھے ٹھیرایا اور میری بہت خاطر تواضع کی۔ وہاں سے سمندر کے راستے سے مسقط گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے وہاں قلب الماس مچھلی بہت ہوتی ہے۔ پھر ہم قریات گئے وہاں سے شَبّہ وہاں سے کلبہ وہاں سے قلہات یہ سب شہر ہرموز کی عملداری میں ہیں اور عُمان کے ملک میں محسوب ہوتا ہے۔ وہاں سے ہم ہرموز گئے اور وہاں تین دن ٹھیرے پھر خشکی کے رستے کورستان گیا پھر لار پھر خنج بال ان سب شہروں کا حال میں پہلی جلد میں بیان کر آیا ہوں پھر کاندی گئے اور وہاں تین دن ٹھیرے پھر حمکان گئے اور وہاں سے میمن اور وہاں سے بسا ہوتے ہوئے شیراز پہنچے اس وقت ابو اسحاق بادشاہ تھا لیکن شیراز میں نہ تھا۔ میں نے شیخ صالح ولی اللہ قاضی مجدالدین کی زیارت کی اس وقت آپ نابینا ہو گئے تھے خدا اُن کے وجود سے مسلمانوں کو نفع پہنچاتا رہے وہاں سے میں مائن گیا وہاں سے یزد خاص پھر کلیل پھر کوشک زرد وہاں سے اصفہان اور اصفہان سے تستر پہنچا اور وہاں سے حویزا ہوتا ہوا البصرہ میں پہنچا ان سب شہروں کا بھی ذکر میں پہلی جلد میں کر چکا ہوں بصرہ میں میں نے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور دائی حلیمہ سعدیہ اور حضرت ابوبکرہؓ اور حضرت انس بن مالک اور حسن بصری اور ثابت بنانی اور محمد بن سیرین اور مالک بن دینار اور محمد بن واسع اور حبیب العجمی اور سہل بن عبداللہ تستری کی قبروں کی زیارت کی خدا اُن سب سے راضی تھا۔ پھر ہم کوفہ گئے اُس کی مسجد کی زیارت کی پھر حلہ کے شہر میں پہنچا یہاں امام مہدی کی قبر ہے اُن دنوں میں وہاں کے کسی حاکم نے اس شہر کے لوگوں کو منع کیا کہ امام مہدی صاحب الزماں کی قبر پر نہ جاؤ اور وہاں گھوڑا نہ لے جاؤ جیسا کہ اُن کا یہ دستور تھا کہ امام مہدی کے خروج کی اُمید میں وہاں کے حاکم کا ایک گھوڑا ہر رات لے جاتے تھے اتفاق سے وہ حاکم جلدی ہی مرگیا اور رافضیوں نے غل مچایا کہ یہ حاکم اسی سبب سے مرا ہے کہ اُس نے گھوڑا لے جانے کی ممانعت کی تھی۔ پھر کسی نے منع نہیں کیا وہاں سے

مسقط قریات شبہ کلبہ ہرموز

شیراز

یزد

اصفہان

حلہ

امام صاحب الزمان کا گھوڑا

Marfat.com

کر میں صرصر پہنچا وہاں سے بغداد شوال ۷۴۸ھ میں پہنچا۔ وہاں سے بعضے مغربیوں سے میری
ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے بتلایا اہل فرنگ نے خضراء پر قبضہ کرلیا ہے خدا مسلمانوں کے اس نقصان کو رفع
کرے ان دنوں میں بغداد کا بادشاہ شیخ حسن سلطان ابوسعید کی پھوپھی کا بیٹا تھا جب سلطان ابوسعید مرگیا
سلطان حسن نے عراق پر قبضہ کرلیا اور اس کی بیوہ دلشاد بیگم سے جو خواجہ دمشق بن امیر چوپان کی بیٹی
تھی نکاح کرلیا جیساکہ پہلے سلطان ابوسعید نے شیخ حسن کی عورت سے نکاح کرلیا تھا سلطان حسن اُن دنوں
بغداد میں نہ تھا سلطان اتابک افراسیاب بادشاہ لورستان کے مقابلہ کو گیا تھا بغداد سے روانہ ہوکر
میں انبار کے شہر میں پہنچا وہاں سے ہیت اور حدیثہ ہوتا ہوا عانہ پہنچا یہ ملک نہایت سرسبز اور
زرخیز تھا عانہ سے لے کر انبار تک برابر آبادی اور زراعت اور گاؤں چلے جاتے ہیں گویا
ہوئی بازار میں چل رہا ہے میں ذکر کرچکا ہوں کہ ملک چین جیسی آبادی میں نے اس علاقہ کے سوا اور
کہیں نہیں دیکھی وہاں سے میں رحبہ کے شہر میں پہنچا یہ شہر مالک بن طوق کیطرف منسوب ہے اور
رحبہ کا شہر عراق کے بہت عمدہ شہروں میں سے ہے یہ شام کا سب سے پہلا شہر ہے وہاں سے
میں سخنہ پہنچا جو خوبصورت شہر ہے یہاں کے اکثر باشندے نصاریٰ ہیں وہاں گرم پانی نکلتا ہے اس لئے
اس شہر کا نام سخنہ پڑ گیا عورتوں اور مردوں کے جُدا جُدا حمام غسل کیلئے بنے ہوئے ہیں رات کو
پانی کھینچ لیتے ہیں اور ٹھنڈا ہونے کے لئے چھتوں پر رکھ دیتے ہیں وہاں سے ہم تدمر پہنچے یہ شہر
جنوں نے حضرت سلیمان کے لئے بسایا تھا جیساکہ نابغہ شاعر کہتا ہے یبنون تدمر
بالصفاح والعمد (ترجمہ) بناتے ہیں تدمر کو سلوں اور ستونوں کے ساتھ۔

فصل (۲)۔ دمشق

وہاں سے چل کر ہم دمشق شام میں پہنچے بیس برس کے بعد واپس آیا وہاں میں نے اپنی ایک
عورت کو چھوڑا تھا اور اس وقت وہ حاملہ تھی اور جب میں ہندوستان میں تھا تو میں نے سنا تھا
کہ میرے ایک بیٹا پیدا ہوا ہے میں نے اس کے نانا کے پاس ہندوستان سے چالیس دینار طلائی
بھیجے تھے وہ شہر مکناسہ ملک مغرب کا رہنے والا تھا۔ جب میں دمشق میں پہنچا تو مجھے یہ فکر تھی کہ میں

انبار روانہ

رحبہ

تدمر

دمشق

ابن بطوطہ کا بیٹا

کسی سے اپنے بیٹے کا حال دریافت کروں میں مسجد میں داخل ہوا اور شیخ نورالدین سخاوی سے ملنے کا اتفاق ہوا میں نے اُن کو سلام کیا انہوں نے مجھے نہ پہچانا میں نے پتا بتلایا اور بیٹے کا حال دریافت کیا انہوں نے کہا وہ لڑکا بارہ سال ہوئے مرگیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ شہر طنجہ کا ایک فقیہ مدرسہ ظاہریہ میں رہتا ہے میں اُس کے پاس گیا تاکہ اپنے والد اور خاندان کا حال دریافت کروں میں اُس کے پاس گیا تو وہ بہت بڈھا آدمی تھا میں نے اُس کو سلام کیا اور اپنے خاندان کا پتہ بتلایا تو اُس نے کہا کہ تیرا والد پندرہ سال ہوئے مرگیا اور تیری والدہ زندہ ہے۔ وہ برس

دمشق میں قحط

دمشق میں پڑا کیا اُس وقت وہاں قحط پڑا ہوا تھا اور سات اوقیہ روٹی کی قیمت ایک درہم تھی وہاں ایک اوقیہ مغرب کے چار اوقیہ کی برابر ہوتا ہے ان دنوں میں مالکیوں کا قاضی وہاں جمال الدین مسلاتی تھا یہ شیخ علاء الدین قونوی کے مریدوں میں سے تھے اور اُن ہی کے ساتھ دمشق میں آئے تھے اور پھر وہیں مشہور ہوگئے اور وہیں قاضی ہوگئے۔ شافعیوں کے قاضی القضاۃ تقی الدین ابن السبکی تھے .... ان دنوں دمشق کا حاکم ارغون شاہ تھا ان ہی دنوں میں دمشق کا ایک امیر مرگیا تھا اُس نے کچھ مال مساکین کیلئے چھوڑا تھا اور اُس کا وصی متولی روٹی خرید کر ہر روز عصر کے بعد تقسیم کیا کرتا تھا ایک رات کو غریب لوگ جمع ہوکر اُن روٹیوں کو جو تقسیم ہونی تھیں لے گئے اور روٹی والوں کی دوکانوں پر بھی دست درازی شروع کی یہ خبر ارغون شاہ کو بھی پہنچی اُس نے اپنے سپاہی بھیجے اُنہوں نے جہاں کہیں مسکین ملا اُس کو کہا کہ آؤ روٹی تقسیم ہوتی ہے جب وہ سب آگئے تو اُن سب کو قید کرلیا اور دوسری صبح کو اُن کو قلعہ کے نیچے لے گئے اور حکم دیا کہ اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں حالانکہ اُن میں سے اکثر بیگناہ بھی تھے یہ سنکر بہت سے شوریدہ پشت لوگ دمشق سے نکل کر حماۃ اور حلب اور حمص کو چلے گئے کہتے ہیں کہ ارغون شاہ تھوڑے دنوں کے بعد مارا گیا ✦

دمشق

لہ۔ دمشق ملک شام کا دارالخلافہ ہے۔ وہاں ایک پاشا بھی رہتا ہے۔ بیروت سے جو اس کا بندرگاہ ہے ۵۴ میل ہے۔ اب ریل بھی جاری ہوگئی ہے۔ بازار اکثر تنگ ہیں لیکن چوڑائی برابر یکساں چلی جاتی ہے۔ بیچ میں فرش ہے اور دونوں طرف آدمیوں کے چلنے کا رستہ ہے۔ اس شہر میں بانسو زیادہ

Marfat.com

لیے بڑے بڑے محل ہیں جن میں نہر جاری ہے اور باغیچے بھی ہیں خلیفہ ولید کی بنائی ہوئی مسجد ۶۵ فٹ لمبی اور ۱۰۰ فٹ چوڑی ہے مسجد کے ساتھ غریب لوگوں کے واسطے ایک ہسپتال بھی ہے پہلے زمانہ میں یہاں کی تلوار مشہور تھی جس کا لوہا اس قدر کمایا جاتا تھا کہ اس کو موڑ کر لپیٹ لیتے تھے۔ یہ شہر بہت پرانا ہے۔ حضرت ابراہیم کے وقت میں موجود تھا ۱۶۳۴ء میں مسلمانوں نے اس کو فتح کیا ۱۵۱۶ء میں سلطنت عثمانیہ کے قبضہ میں آیا۔۔ دریائے فرات اور کوہ لبنان کا درمیانی ملک کل پاشائے دمشق کے ماتحت ہے۔ شہر کی آبادی قریب ڈیڑھ لاکھ کے ہے۔ اب فرانسیسی قابض ہیں ؞

فصل (۳)۔ حلب

دمشق سے روانہ ہو کر میں حمص کی جانب گیا پھر حما کی طرف گیا پھر معرہ کی طرف اور پھر سرمین کی طرف اور اس کے بعد حلب میں پہنچا حلب کا حاکم ان دنوں میں حاجی رغطی تھا ان دنوں میں ایک فقیر جس کو شیخ المشائخ کہتے تھے شہر عین تاب کے باہر ایک پہاڑ میں رہتا تھا لوگ اس کے پاس دور دور سے زیارت کو آتے تھے اور اس سے دعا چاہتے تھے اس کے پاس ایک شاگرد ہمیشہ رہتا تھا اور اس نے نکاح نہ کیا تھا مجرد رہتا تھا ایک روز اثنائے کلام میں اسکی زبان سے نکل گیا کہ پیغمبر بغیر عورت نہ رہ سکتے تھے لیکن میں رہ سکتا ہوں لوگوں نے اس کے کلام پر گواہ کر لیے اور قاضی کے پاس ثابت کرا دیا۔ قاضی نے اس کا مقدمہ ملک الامرا کے پاس بھیجا شیخ کو اور اس کے شاگرد کو جو اس کے کلام کی تائید کرتا تھا اس کے پاس لائے اس نے چاروں قاضیوں سے فتوے مانگا ان کے نام یہ تھے شہاب الدین مالکی۔ ناصر الدین ادیم حنفی اور تقی الدین ابن الصائب شافعی اور عزیز الدین دمشقی حنبلی۔ انہوں نے فتوے دیا کہ ان دونوں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ دونوں قتل کیے گئے ؞

حلب
شیخ المشائخ

حلب

لـه حلب۔ شام کے شمال میں ایک پاشا کے رہنے کی جگہ ہے اور بڑی تجارت گاہ ہے یہ شہر آٹھ پہاڑوں پر بستا ہے اور ایک دریا کویک نام اس کے درمیان سے گذرتا ہے۔ شہر کی فصیل سنگین اور بلند ہے اس کا دورہ ساڑھے تین میل سے زیادہ نہیں لیکن کل شہر مع مضافات آٹھ سات میل کے دورہ میں ہے خندق میں اب ترکاری کی زراعت ہوتی ہے۔ امیروں کے گھر سفید پتھر کے ہیں۔ بازار بھی چوڑے ہیں اور ان میں فرش لگا ہوا ہے۔ یہودی اور یورپ کے باشندے علیحدہ محلوں میں رہتے ہیں۔ مسجدیں بکثرت

Marfat.com

ہیں لیکن کسی کا مینار ایک سے زیادہ نہیں۔ ریشم اور روئی اور زری کے تار کی خرید و فروخت بکثرت ہوتی ہے
۱۸۲۲ء کے زلزلہ سے پہلے اس شہر کی آبادی دو ڈھائی لاکھ کے قریب تھی لیکن اس زلزلہ میں شہر
تباہ ہوگیا اب بھی ایک لاکھ سے زیادہ آدمی بستے ہیں۔ اور یہ شہر بھی فرانسیسیوں کے قبضہ میں ہے۔

فصل (۴)۔ وبائے طاعون

شروع ماہ ربیع الاول ۷۴۹ھ میں میں حلب میں خبر پہنچی کہ غزہ میں وبائے طاعون شروع
ہے اور ہر روز ایک ہزار سے زیادہ آدمی وہاں مرتے ہیں میں حمص کو چلا گیا اور وہاں جاکر دیکھا
تو وبا کا بہت زور تھا جس روز میں وہاں پہنچا تین سو آدمی مرے تھے وہاں سے میں دمشق کو چلا گیا
جمعرات کے دن وہاں پہنچا وہاں کے باشندوں نے تین دن روزے رکھے تھے اور جمعہ کے دن
مسجد الاقدام میں سب لوگ جمع ہوئے اللہ تعالے نے وہاں وبا کو ہلکا کر دیا۔ وہاں ایک ایک دن
میں چوبیس چوبیس آدمی مرنے لگ گئے تھے پھر میں عجلون کیطرف گیا پھر بیت المقدس کو وہاں
وبا دفع ہوگئی تھی۔ وہاں مجھے خطیب عز الدین بن جماعہ جو عز الدین قاضی القضاۃ مصر کا بھتیجا تھا
تھا ملا وہ بڑا فاضل اور سخی تھا اس کی تنخواہ ایک ہزار درہم ماہوار تھی خطیب عز الدین نے ایک کھانے کی
دعوت کی اور مجھے بھی بلایا۔ میں نے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس دن
کسی مردہ کی نماز نہ پڑھونگا تو دعوت کرونگا اس نے کہا کہ کل ایسا دن تھا کہ کوئی نہیں مرا اس لئے
اپنی نذر پوری کی یہاں آکر معلوم ہوا کہ جس قدر بزرگوں سے میں واقف تھا وہ سب وبا میں مر گئے
اور ان میں سے معدودے اشخاص زندہ رہ گئے ان ہی میں سے محدث امام صلاح الدین خلیل بن کیکلدی
علائی تھے اور شیخ شرف الدین خشتی جو مسجد اقصےٰ کی خانقاہ کے شیخ تھے۔ شیخ سلیمان شیرازی
بھی مجھ سے ملا انہوں نے میری دعوت کی سوا اس شیخ کے شام اور مصر میں مجھے کوئی ایسا شخص نہ ملا
جس نے حضرت آدم علیہ السلام کے قدم واقع سیلان کی زیارت کی ہو پھر میں قدس کو چل پڑا اور محدث
شرف الدین سلیمان ملیانی اور مالکیوں کے شیخ صوفی طلحہ العبد الوادی میرے ساتھ چلے خلیل کو
میں پہنچے ہم نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور دیگر پیغمبروں کی قبروں کی زیارت کی پھر ہم غزہ میں خلیل

غزہ — یہ شہر وبا کے سبب سے خالی ہو گیا تھا وہاں کے قاضی نے مجھ سے کہا کہ اس شہر میں عادل گواہ اسّی تھے اُن میں سے دو تہائی مر گئے اور وہاں ایک ایک دن میں گیارہ گیارہ سو تک آدمی مر چکے تھے +

غزہ — غزہ فلسطین میں ایک شہر ہے یروشلم یعنی قدس سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مصر اور شام کے درمیان تجارتی قافلے یہاں ہو کر جاتے ہیں اس لئے یہ شہر ہمیشہ بارونق رہا ہے اِس شہر کا ذکر عہد عتیق میں اکثر دفعہ آتا ہے۔ موجودہ آبادی بیس پچیس ہزار کے قریب ہے +

فصل (۵)۔ دمیاط و اسکندریہ و قاہرہ

دمیاط — پھر میں خشکی کی راہ سے چلا اور دمیاط[۱] پہنچا وہاں قطب الدین نقشوانی سے ملاقات ہوئی وہ ہمیشہ روزہ

ابوصیر — رکھتے تھے اور میرے ساتھ فارس کو اور سمنود اور ابوصیر کی طرف گئے وہاں ہم مصریوں کی خانقاہ میں ٹھیرے۔ جب ہم وہاں ٹھیرے ہوئے تھے تو ہمارے پاس ایک فقیر آیا اُس نے سلام علیک کی ہم نے کہا کہ کھانا تیار ہے اوس نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں تمہاری زیارت کے لئے آیا ہوں تمام رات اُسے سجدہ اور رکوع میں گذری جب ہم نے صبح کی نماز پڑھی اور ذکر میں مشغول ہوئے تو یہ فقیر خانقاہ کے ایک ستون سے تکیہ لگا کر بیٹھ گیا جب شیخ کھانا لایا اور اُس کو کھانے پر بلایا تو اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور وہ مرا ہوا پایا گیا۔ ہم نے اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اُس کو دفن کیا خدا اُس پر رحمت کرے پھر میں محلۃ الکبیرہ میں گیا وہاں سے نحراریہ وہاں سے ابیار وہاں سے دمنہور ہوتا ہوا

اسکندریہ — اسکندریہ[۲] میں پہنچا وہاں بھی وبا کم ہو گئی تھی اور موتوں کی تعداد ایک ہزار یومیہ تک پہنچ گئی تھی پھر میں قاہرہ[۳] میں پہنچا وہاں بھی وبا کے دنوں میں موتوں کی تعداد بیس ہزار اور ایک یومیہ تک پہنچ گئی تھی اور جن جن بزرگوں سے میں واقف تھا وہاں مر گئے تھے۔ مصر کے ملک میں ان دنوں ملک ناصر حسن بن ملک ناصر محمد بن ملک منصور قلاوون بادشاہ تھا اُس کے بعد اُسکو معزول کر دیا گیا اور اُس کا بھائی ملک صالح بادشاہ ہوا۔ جب میں قاہرہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ قاضی القضاۃ عزالدین بن بدرالدین بن جماعہ ایک بڑے گروہ کے ساتھ مکہ معظمہ کو تشریف لیگئے تھے اس قافلہ

Marfat.com

کا نام رجبی تھا کیونکہ وہ رجب کے مہینے میں چلتے تھے کہتے تھے کہ شہر ایلہ تک وبا ان کے ساتھ لگی پھر جاتی رہی +

دمیاط — ۵۱ دمیاط۔ یہ شہر نیل کی شرقی شاخ پر اس کے سمندر میں شامل ہونے کی جگہ سے آٹھ میل اوپر واقع ہے بندر اچھا نہیں ہے اس لئے اس شہر نے تجارت بحری میں بہت کچھ ترقی نہیں کی۔ اس شہر کے ایک طرف منزلہ کی جھیل ہے اور دوسری طرف سے دریا۔ ہلال کی شکل میں بستا ہے۔ سفید گھر نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ دمیاط کے قرب وجوار کا ملک ایسا زرخیز ہے کہ شاید ہی دنیا میں کوئی اور جگہ اس کا مقابلہ کر سکتی ہو یہ شہر صلیبی لڑائیوں میں کئی دفعہ فرانسیسیوں کے قبضہ میں آگیا لیکن صلاح الدین اور جب اکسی ملکوں سے آخرکار اس کو چھین لیا۔ موجودہ آبادی پچاس ہزار کے قریب ہے +

اسکندریہ — ۵۲ اسکندریہ۔ قاہرہ سے ۱۸۰ میل شمال مغرب میں بحیرہ روم کے کنارہ پر یہ شہر واقع ہے۔ اسکندر بن فیلفوس نے اس شہر کو آباد کیا اور مصر کا دارالخلافہ مقرر کیا۔ خاندان بطالمہ کے عہد میں جس کے بادشاہ علم کی قدردانی کے لیے مشہور تھے اس شہر نے بہت رونق حاصل کی۔ فاروس کے جزیرہ پر ایک بطلیموس نے ایک مینار بنایا جو دنیا کے ہفت عجائبات میں شمار ہوتا تھا اور سکندر کی طرف منسوب ہے جس کو فارسی کتابوں میں آئینہ سکندر کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں یورپ اور مشرق کی تجارت کل اس شہر کے ذریعہ ہوتی تھی بطلیموس سوطر نے ایک بڑا کتب خانہ اس شہر میں جمع کیا تھا جس میں ۷ لاکھ کتابیں تھیں ۵ لاکھ کتابیں تو اس وقت جب جولیس قیصر کا اس شہر میں محاصرہ کیا گیا تھا جل گئیں اور باقی اور مختلف وقتوں میں۔ کچھ تھوڑی سی جو باقی رہ گئیں تھیں وہ اس وقت جب عربوں نے اس شہر کو لیا جل گئیں۔ عربوں کے وقت میں مصر کا دارالخلافہ اول فسطاط مقرر ہوا۔ اور پھر قاہرہ بسایا گیا اس لیے یہ شہر رونق میں گھٹتا گیا آخرکار پندرہویں صدی کے اخیر میں کیپ کا رستہ دریافت ہونے کے بعد تو اس کی تجارت کو بڑا سخت صدمہ پہنچا نہر سویس کے کھلنے پر اس شہر کی قسمت نے پھر پلٹا کھایا اور عمارت کی خوبی اور خوبصورتی میں یہ شہر مصر کا پیرس سمجھا جاتا ہے ۱۸۸۲ء میں مسٹر گلیڈسٹون کی وزارت میں اعرابی پاشا کی بغاوت کے وقت انگلستان کے جہازوں کے لوگوں نے اس شہر کو تقریباً برباد کر دیا تھا۔ حالانکہ ایسا کرنا پولٹیکل معاملات کے سلجھانے کے لیئے اس وقت کچھ ضرور نہ تھا۔ لیکن اب پھر اس شہر نے امید کے خلاف ترقی کی ہے اور اس کی موجودہ آبادی پونے چار لاکھ کے قریب ہے +

اسکندریہ کا کتب خانہ

قاہرہ — ۵۳ قاہرہ۔ دریائے نیل کے مشرقی کنارہ پر بستا ہے۔ یہ شہر اول ہی اول مہدی کے سپہ سالار جوہر نے ۹۶۹ء میں آباد کیا تھا۔ قدیم شہر دو میل کے فاصلہ پر جنوب میں واقع ہے۔ اس شہر سے چار میل کے فاصلہ پر نیل کی کئی شاخیں ہو جاتی ہیں خدیو اسمعیل پاشا نے اس شہر کے آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ موجودہ آبادی پانچ لاکھ کے قریب ہے بازار سڑکیں تماشاگاہ اور محل سب پیرس کے نمونہ پر بنائے گئے ہیں۔ شہر کی پرانی حالت میں مسجدیں اور ممالیک بحریہ کے مقبرے اور اہرام مصر اور مقیاس النیل اور چاہ یوسف اور حضرت یوسف کے بنائے ہوئے غلہ کے کھتے اور صلاح الدین یوسف کا بنایا ہوا قلعہ بہت مشہور ہیں۔ چاہ یوسف بھی صلاح الدین یوسف کا بنایا ہوا ہے۔ پہاڑ میں کھود کر

بنایا گیا ہے ۲۰۰ فٹ نیچا ہے اور پانی تک سیڑھیاں ہیں +

فصل (۶) - حج

قاہرہ سے چل کر میں صعید کے شہروں میں ہوتا ہوا عیذاب میں پہنچا وہاں سے جہاز میں بیٹھکر ہ گیا اور وہاں سے مکہ شعبان ۷۴۹ھ میں پہنچا اور وہاں مالکیوں کے شیخ فاضل ابو عبد اللہ محمد بن بد اللہ خلیل کے قریب جاکر ٹھیرا - ماہ رمضان کے روزے میں نے مکہ میں رکھے اور ہر روز شافعی ہب کے مطابق عمرہ کیا کرتا تھا اور وہاں کے بزرگوں میں سے شیخ شہاب الدین حنفی اور شہاب الدین طبری ابو محمد یافعی اور نجم الدین اصفونی اور حرازی سے واقف تھا اُن سے ملا اس سال میں حج کر کے می قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ کیطرف گیا اور آنحضرت کی قبر مبارک کی زیارت کی اور مسجد ی میں نماز پڑھی اور بقیع میں اصحاب پیغمبر کی زیارت کی اور شیخ ابو محمد بن فرحون سے ملا وہاں سے ہم علا اور تبوک کو گئے وہاں سے بیت المقدس کو وہاں سے خلیل کو وہاں سے ہ وہاں سے منازل الرمل کو ان سب کا بیان میں پہلے کر چکا ہوں - وہاں سے قاہرہ آیا +

مکہ معظمہ

مدینہ منورہ

قاہرہ

امام یافعی

یافعی - ابو محمد یافعی اُن کا نام عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یمنی ہے - مکہ معظمہ میں رہتے تھے - علوم ظاہری اور باطنی سے آپنے پورا حصہ پایا تھا - کتاب مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی حوادث الزمان علم تاریخ میں ایک مبسوط کتاب ہے جس میں ۷۵۰ھ تک کے واقعات درج ہیں - آپ کی دوسری مشہور کتاب روض الریاحین فی حکایات الصالحین ہے جس میں اہل اللہ کے حالات ایک بہت متین اور بامزہ دار عربی زبان میں صحیح ہیں - آپ شاعر بھی تھے (نفحات الانس) - ابن بطوطہ کے حج جانے کے وقت آپ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے +

باب (۱۷) - وطن کو واپسی

فصل (۱) - تونس

قاہرہ میں آکر میں نے مولانا امیر المومنین ابو عنان کے علم و فضل و انصاف کا شہرہ سنا اور مجھے اس کی درگاہ کی قدم بوسی کا شوق ہوا اور وطن کی یاد نے بھی دل میں چٹکی لی ۔

Marfat.com

بلاد بها نيطت على تمائمى   واوّل ارض مس جلدی ترا

وہ ملک جہاں اول میرے گلے میں تعویذ ڈالے گئے (ترجمہ) سب سے اول زمین جس کی مٹی میرے بدن
میں ایک تونسی کی قرقورہ (چھوٹی کشتی) میں سوار ہوا صفر کا مہینہ تھا اور سنہ ۷۵۰ھ تھا
اُس کشتی سے جربہ میں اُتر لیا اور وہ کشتی تونس کو چلی گئی دشمن نے اُس کو پکڑ لیا۔ وہاں سے
چھوٹی سی کشتی میں قابس پہنچا اور وہاں ابی مروان اور ابو عباس کا مہمان رہا یہ دونوں بھائی
ایک جربہ کا اور دوسرا قابس کا حاکم تھا اُن کے پاس میں محفل میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں حاضر ہوا اور ایک جہاز میں بیٹھکر سفاقس میں پہنچا اور پھر دریا کے رستہ بلیانہ میں گیا محفل میلاد نبوی
سے خشکی کے رستہ عربوں کے قافلہ کے ساتھ بہت سی تکالیف برداشت کر کے شہر تونس میں
اُس وقت اِس شہر کا محاصرہ عربوں نے کیا ہوا تھا۔ تونس کا والی اُن دنوں میں امیر المسلمین ابو الحسن تونس
بن مولانا ابو یوسف بن عبد الحق تھا۔ جب میں تونس میں پہنچا تو حاجی ابو الحسن نامیسی کی زیارت
گیا اُن کے ساتھ میری قرابت اور ہموطنی کا رشتہ بھی تھا انہوں نے مجھے اپنے مکان پر مہمان رکھا
وہ مجھے محل شاہی میں لے گئے میں نے مولانا ابو الحسن والی تونس کی دست بوسی کا فخر حاصل کیا
اُس نے مجھے بیٹھنے کی اجازت دی میں بیٹھ گیا اور مجھ سے سلطان مصر اور حجاز کے حالات در
کئے میں نے کل حال تبلا دیا پھر مجھ سے ابن تیفراجین کا حال دریافت کیا میں نے بادشاہ کو تمام
حال کہہ سنایا کہ اُس کے ساتھ مغربیوں نے ایسا سلوک کیا تھا اور سکندریہ میں اس کو قتل کرنا چا
اور چونکہ وہ مولانا ابو الحسن کے حامی تھے اس لئے اُن کو تکلیف دیتا تھا۔ اسکی محفل میں فقیہوں میں
امام ابو عبد اللہ سطی اور امام ابو عبد اللہ محمد بن صباغ اور اہل تونس میں سے وہاں کا قاضی ابو علی
بن عبد الرفیع اور ابو عبد اللہ بن ہارون موجود تھے میں واپس چلا آیا عصر کے بعد مجھے مولانا نے
بلایا۔ وہ ایک برج میں بیٹھے ہوئے تھے جس سے لڑائی کی جگہ نظر آتی تھی شیخ ابو عمر عثمان بن عبد الوا
تنالفتی اور ابو حسون زیان بن امریون علوی اور ابو زکریا یحیےٰ بن سلیمان عسکری اور حاجی ابو الحسن
نامیسی بھی اُس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ سے ہندوستان کا حال پوچھا اور میں نے اُس کو

Marfat.com

کا حال جو وہ پوچھتا گیا بتایا۔ میں تونس میں چھتیس دن ٹھیرا برابر مولانا ابوالحسن کی خدمت میں جاتا رہا۔ تونس میں میں نے خاتمۃ العلما ابو عبداللہ ابلی سے ملاقات کی وہ بیمار تھے لیکن مجھ سے میرے سفر کا حال پوچھتے رہے۔

فصل (۲)۔ سارڈانیہ و تلمسان

سارڈینیہ

مطلانہ کے لوگوں کے ساتھ میں جہاز میں سارڈانیہ[1] کے جزیرہ میں گیا جو بحیرہ روم میں ایک بڑا جزیرہ ہے اور اس کا بندرگاہ بہت بڑا ہے بڑے بڑے لکڑ اس کے گرد جمع کئے ہوئے ہیں اور فقط ایک دروازہ آنے جانے کے لیے رکھا ہوا ہے اور اندر قلعے بنے ہوئے ہیں ایک میں میں بھی گیا بازار عمدہ ہیں۔ میں نے نذر مانی کہ اگر یہاں سے خلاصی ہو گئی تو میں دو مہینے برابر روزہ رکھونگا کیونکہ ہمیں معلوم ہوا کہ وہاں کے باشندوں کا ارادہ ہے کہ جب ہم ان کے بندرگاہ سے چل پڑیں تو ہمیں قید کر لیں

تنس

ہم وہاں سے چلے اور دس دن کے بعد شہر تنس میں پہنچے وہاں سے مازونہ گئے وہاں سے مستغانم وہاں سے تلمسان میں عابدوں کی زیارت کو گیا اور شیخ ابو مدین[2] رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور اس سے نفع حاصل کیا پھر ندرومہ کے رستہ ہوتا ہوا اخندقان پہنچا وہاں شیخ ابراہیم کی خانقاہ میں ٹھیرا پھر وہاں سے چل کر جب ہم ازغنغان پہنچے تو پچاس پیادے اور دو سواروں نے ہم پر حملہ کیا۔ میرے ساتھ حاجی ابن قریعات طنجی اور اس کا بھائی محمد بھی تھے یہ محمد اس کے بعد سمندر کی لڑائی میں شہید ہو گیا۔ ہم نے لڑنے کا ارادہ کیا اور علم بلند کیا لیکن صلح ہو گئی خدا کا شکر ہے پھر میں شہر تازی میں گیا اور وہاں خبر سنی کہ میری والدہ وبا سے مرگئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے

شیخ ابو مدین رضی اللہ عنہ

[1] سارڈینا۔ یہ جزیرہ اٹلی کے مغرب میں جزیرہ کورسیکا کے جنوب میں واقع ہے اب سلطنت اٹلی میں شامل ہے تیسری صدی میں یہ عربوں کے قبضہ میں تھا۔ اس نام کا کوئی شہر جزیرہ میں اب موجود نہیں ہے۔ سب سے بڑا شہر اب جنوب میں کلگیاری ہے۔

شیخ ابو مدین مغربی علیہ الرحمہ

[2] ابو مدین مغربی۔ آپ کا نام شعیب بن حسن تھا۔ آپ شیخ محی الدین ابن عربی کے مرشد ہیں آپ کو شیخ المغرب اور شیخ عبدالقادر جیلی کو شیخ المشرق کہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ دریا میں سفر کر رہے تھے۔ اہل فرنگ نے اہل کشتی کو اسیر کر لیا اور سب کو اپنے جہاز پر لے گئے۔ جب جہاز چلانے لگے تو وہ نہ چلا۔ حالانکہ ہوا بہت موافق تھی لیکن کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ انہوں نے شیخ کو فقیر صورت دیکھ کر سمجھا کہ یہ ان کے سبب سے ہے۔

Marfat.com

کو کشتی نہیں چلتی۔ آپ کو چلے جانے کی اجازت دی آپ نے کہا کہ میں اپنے ہمراہیوں کے بغیر نہ جاؤں گا
آخر الامر جب سب کو رہا کر دیا اُس وقت اہل فرنگ کا جہاز چلا۔ آپ کی وفات سنہ ۷۵۰ھ میں واقع ہوئی +

فصل (۴۳)۔ فاس کا شہر اور سلطان ابوعنان

(فاس) پھر تازی سے چل کر میں جمعہ کے دن شعبان ۷۵۰ھ کے اخیر میں دارالخلافہ فاس میں پہنچا۔ او
مولانا اعظم امیرالمومنین ابوعنان کی دست بوسی کا فخر حاصل کیا۔ خدا کی عنایت سے اِس بادشاہ میں
اوصاف مجتمع ہیں سلطان عراق سے زیادہ اُس میں ہیبت بادشاہ ہند سے زیادہ اُس میں خ
(اپنے بادشاہ کی تعریف) اور بادشاہ یمن سے زیادہ اُس میں خوش خلقی اور بادشاہ ترک سے زیادہ اُس میں بہادری ا
روم سے زیادہ اُس میں علم اور بادشاہ ترکستان سے زیادہ اس میں دینداری اور بادشا
جاوا سے زیادہ اس میں علم ہے اس کا وزیر عالم فاضل ابوزیان بن ودرار تھا۔ اس نے مجھ
مصر کا حال پوچھا وہ مصر میں رہ آیا تھا اُس نے مجھے امیرالمومنین کے احسانوں کے بوجھ میں د
میں نے امیرالمومنین کے ملک میں رہنا اختیار کیا جبکہ میں نے انصافاً معلوم کر لیا کہ اِس ملک س
(اپنے وطن کی تعریف) عمدہ اور کوئی ملک دنیا کے پردہ پر نہیں ہے۔ میوہ جات اِس ملک میں بکثرت ہیں اور کھ
پینے کی چیزیں میسر آتی ہیں کسی ملک میں یہ کل اوصاف نہیں پائے جاتے کسی نے خوب ہی
کہا ہے ؎

الغرب حسن ارض ولی دلیل علیہ البدر یرقب منہ والشمس تسعی الیـ

(ارزانی) مغرب سب سے اچھا ملک ہے   اس دعویٰ پر میری یہ دلیل ہے   چاند وہاں سے نکلتا ہے   اور سورج وہاں ڈوبتا چلا جاتا
مغرب کے درہم چھوٹے ہوتے ہیں۔ اگر مغرب کے نرخ کا مقابلہ شام اور مصر کے نرخ کے ساتھ کیا جا
تو یقین ہوگا کہ مغرب کا ملک افضل ہے چنانچہ بکری کا گوشت مصر میں ایک درہم نقرہ کا اٹھارہ اوقیہ
آتا ہے اور درہم نقرہ ملک مغرب کے سات درہم کے برابر ہوتا ہے اور مغرب میں جب نرخ گراں
ہو تو اٹھارہ اوقیہ گوشت دو درہم میں آتا ہے گھی مصر میں اکثر اوقات ملتا ہی نہیں اور جو چیز
بطور سالن کے مصر کے لوگ استعمال کرتے ہیں جیسے کہ تشری اور چنے مغرب میں کوئی ان کو پوچھ

نہیں۔ مصر میں مصری اور چنوں کی دال بڑی بڑی دیگوں میں پکاتے ہیں اور اس میں لہسن ملاتے ہیں مٹر کو پکاتے ہیں اور اس میں روغن زیت ڈالتے ہیں بیتھو (کدو) کو پکاتے ہیں اور اس میں دودھ ملاتے ہیں۔ لوبیا کا ساگ پکاتے ہیں۔ بادام کی شاخوں کی کونپلیں پکاتے ہیں اور اس میں دودھ ملاتے ہیں۔ اروی (قلقاس) بھی پکاتے ہیں یہ سب چیزیں مغرب میں بھی ہوتی ہیں لیکن ان گوشت اور گھی اور مکھن اور شہد بہت کثرت سے ہوتا ہے۔ سبز ترکاریاں مصر میں بہت کم ہوتی ہیں اور میوہ جات اکثر شام سے آتے ہیں انگور جب بہت ارزاں ہو تو ایک درہم نقرہ کو تین رطل آتا ہے اور مصر کا رطل بارہ اوقیہ کا ہوتا ہے شام میں بھی اگرچہ میوہ بہت ارزاں ہوتے ہیں لیکن مغرب کی برابر نہیں ہوتے کیونکہ انگور مغرب میں ایک درہم نقرہ کا رطل بھر آتا ہے شام کے رطل کے حساب سے اور شام کا رطل مغرب کے تین رطل کی برابر ہوتا ہے۔ سستا ہو تو ایک درہم نقرہ کا دو رطل شامی آتا ہے اور خوبانی ایک درہم نقرہ کی دس اوقیہ آتی ہے اور انار بھی ایک دانہ آٹھ فلوس کا آتا ہے جو مغرب کے درہم کے برابر ہوتے ہیں۔ سبز ترکاری شام میں ایک درہم نقرہ کے عوض اس سے کم آتی ہے جو مغرب میں مغرب کے درہم کے عوض آتی ہے۔ شام میں گوشت ڈھائی درہم نقرہ کے عوض ایک رطل شامی آتا ہے اس مقابلہ سے معلوم ہوا کہ مغرب میں ارزانی سب سے زیادہ ہوتی ہے وہاں خیرات بھی بہت ہوتی ہے اور زرخیزی اور فوائد میں بھی اور ملکوں سے بڑھ کر ہے۔ سب سے زیادہ سبقت مغرب کو مشرق پر اس لئے ہے کہ وہاں مولانا ابو عنان کے انصاف سے ہر سمت میں امن ہے اور انصاف کے چشمے جاری ہیں اور مفسدوں کا نام اس ملک میں باقی نہیں رہا۔ جو کچھ میں نے امیر المومنین کے انصاف اور حلم اور شجاعت کے متعلق دیکھا ہے یا سنا ہے میں بیان کرتا ہوں۔ امیر المومنین کا عدل چار دانگ عالم میں مشہور ہے اس کی تفصیل ظاہر کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب چاہیے امیر المومنین مظلوموں کی شکایات سننے کے لیے خود اجلاس کرتے ہیں اور جمعہ کا دن اس کے لیے مخصوص ہے۔ اس دن اول تو عورتوں کی شکایات سنی جاتی ہیں کیونکہ وہ زیادہ کمزور ہوتی ہیں اور ان کے بعد مردوں کی۔ نماز جمعہ کے بعد اول عورتوں کی عرضیاں پڑھی جاتی

سلطان ابو عنان کا عدل

Marfat.com

ہیں اور نوبت بنوبت ان کو آواز دی جاتی ہے۔ ہر عورت امیرالمومنین کے سامنے کھڑی ہو کر قصہ بیان کرتی ہے اگر ظلم رسیدہ ہوتی ہے تو اُس کا انصاف فوراً کیا جاتا ہے اگر اُس کو کچھ حاجت ہوتی ہے تو وہ پوری کی جاتی ہے۔ عصر کی نماز کے بعد مردوں کی عرضیاں پیش ہوتی ہیں اور اسی طرح اُن کے معاملات طے کئے جاتے ہیں قاضی اور فقیہہ موجود ہوتے ہیں اگر کبھی شرعی مسئلہ دریافت کرنا پڑتا ہے تو فوراً اُن سے پوچھ لیا جاتا ہے۔ اس قسم کی کارروائی میں نے کسی ملک میں نہیں دیکھی ہندوستان میں بادشاہ نے عرضیاں لینے کے واسطے امیر مقرر کئے ہیں وہ اُس کا خلاصہ کر کے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیتے ہیں اور سائل بادشاہ کے روبرو نہیں بلائے جاتے امیرالمومنین کا حلم بھی عجیب ہے اُس نے بہت سے ایسے اشخاص کو معافی دے دی جنہوں نے اُس کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا یا اُس کی مخالفت کی۔ بڑے بڑے مجرموں کو معاف نہیں کیا جاتا لیکن جس نے توبہ کر لی اور امیرالمومنین کو یقین ہو گیا کہ وہ عافین عن الناس کے منشا کو بخوبی سمجھتا ہے تو اُس کو معاف کر دیتا ہے (ابن جزی اس سفرنامہ کا ترتیب کرنے والا کہتا ہے کہ مجھ امیرالمومنین کی خدمت میں آئے ہوئے چار سال ہوئے یعنی ۷۵۳ھ سے ۷۵۶ھ تک میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ سوا قصاص یا حد شرعی کے قتل کیا گیا ہو اور یہ بات اس قدر وسیع سلطنت میں جس میں مختلف گروہ رہتے ہیں نہایت عجیب ہے اور میں نے یہ بات کسی زمانہ میں یا کسی ملک میں نہ سُنی اور نہ دیکھی) امیرالمومنین کی شجاعت کا یہ حال ہے کہ اکثر نازک موقعوں پر اس نے ثابت قدمی اور جرأت ظاہر کی ہے چنانچہ بنی عبدالواد کی لڑائی کے دن کا موقع لوگوں میں مشہور ہے اِس لڑائی کا حال میں نے سوڈان میں سُنا اور وہاں کے بادشاہ کے روبرو بھی اس کا ذکر آیا اُس نے سُنکر کہا کہ بے شک ایسا ہی ہوگا (ابن جزی اس سفرنامہ کا ترتیب کرنے والا کہتا ہے کہ اگلے زمانہ کے بادشاہ شیروں کے مارنے پر بہت فخر کیا کرتے تھے لیکن امیرالمومنین کے نزدیک شیروں کا مارنا اُس سے زیادہ آسان ہے کہ شیر کے لئے بکری کا مارنا۔ جب وادی النجارین میں فوج میں ایک شیر آ گیا اور بڑے بڑے بہادر چھپنے لگے اور سوار اور پیادے اس کے سامنے سے بھاگ گئے تو امیرالمومنین تنہا بلا خوف اُس کے مقابلہ کو گیا اور اُس کی پیشانی پر

اُس کا حلم

اُس کی شجاعت

Marfat.com

نیزہ مارا جس کے لگتے ہی شیر فوراً منہ کے بل گر پڑا دشمن کی لڑائی میں اکثر بادشاہوں نے اپنی فوج
میں کھڑا رہنے اور لشکر کو دشمن کے مقابلہ کی ترغیب دینے میں ثابت قدمی ظاہر کی ہے۔ لیکن
امیر المومنین کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا کہ جب اس نے دیکھا کہ کل لشکر بھاگ گیا اور دشمن کے مقابلہ
میں کوئی بھی نہ رہا تو وہ اکیلا بنفس نفیس دشمن پر جا پڑا جس سے دشمن پر اس قدر رعب چھا گیا کہ
دشمن کا کل لشکر بھاگ گیا یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک لشکر کو اکیلے آدمی نے بھگا دیا یہ خدا کی
مہربانی تھی وہ جس پر چاہتا ہے مہربانی کرتا ہے اور یہ سب خدا پر متوکل رہنے کا نتیجہ ہے علم کا شوق
امیر المومنین کو اس قدر ہے کہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد محل کی مسجد میں ایک مجلس علمی منعقد ہوتی ہے
اور بڑے بڑے فقیہ اور طالب علم اس میں شامل ہوتے ہیں تفسیر اور حدیث اور فقہ مالکی اور علم تصوف
پر بحث ہوتی ہے ہر ایک علم میں امیر المومنین کو اس قدر استعداد ہے کہ وہ مشکل مشکل مقامات کو
اپنے ذہن خداداد کی تیزی سے حل کر دیتا ہے اور عجیب عجیب نکتے اپنے حافظہ کی مدد سے
بتلا دیتا ہے اس قدر علم کا شوق امامان دین اور خلفائے راشدین کے سوا اور کسی کو نہیں ہوا
بادشاہ ہندوستان بھی علم دوست ہے لیکن اس کی مجلس میں جو صبح کے بعد ہوتی ہے فقط علم
معقولات پر بحث ہوا کرتی ہے اور بادشاہ جاوا کی مجلس میں فقط فقہ شافعی پر بحث ہوتی ہے
جب میں نے بادشاہ ترکستان کو مغرب و عشا و صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے دیکھا تو مجھے
تعجب ہوا تھا لیکن امیر المومنین پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھتے ہیں رمضان کی
تراویح بھی جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں ابن جزی کہتا ہے کہ کوئی عالم بھی جس کو رات دن علم
پڑھنے پڑھانے کا شغل ہو امیر المومنین کے علم کو نہیں پہنچا لیکن باوجودیکہ امیر المومنین کو ملک اور سیاست اور
لڑائی وغیرہ کاموں سے بہت کم فرصت ملتی ہے لیکن اس کی مجلس میں کبھی کسی ایسے مسئلہ کا ذکر نہیں
آتا کہ عالم لوگ اس کے سمجھنے سمجھانے سے عاجز ہو گئے ہوں لیکن امیر المومنین نے اس کو حل نہ کر دیا ہو
علم تصوف کی جانب امیر المومنین کو خاص توجہ ہے وہ اہل تصوف کے اشارات کو خوب سمجھتا
اور ان کے اخلاق پاک کی پیروی کرتا ہے چنانچہ اس کی تواضع اور رعایا کی دلسوزی اس کی گواہ ہے

علم کا شوق

دینداری

علم تصوف کا شوق

امیر المومنین نے ایک قاصد اور دو قصیدے روضہ منورہ میں بھیجے اور ان قصیدوں کو اپنے خط خاص سے لکھا جس کی خوش خطی کے سامنے پھول بھی شرمندہ ہوتے تھے اور یہ فخر کسی بادشاہ کو حاصل نہیں۔ بلاغت اور فصاحت کا یہ حال ہے کہ جو فرمان جاری ہوتے ہیں ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کو خدا نے قدرتی ملکہ بخشا ہے اور اس نے تعلیم سے بھی اس کو تکمیل کی حد تک پہنچایا ہے) خیرات کا یہ حال ہے کہ اپنے تمام ملک میں صدقے جاری کیے ہیں اور جگہ جگہ خانقاہیں تعمیر کی ہیں جن میں مسافروں کو کھانا ملتا ہے اور سوائے سلطان احمد تاج کے کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا لیکن امیر المومنین نے اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ مساکین کو ہر روز کھانا بھی تقسیم کرتا ہے اور پردہ دار عورتوں کا روزینہ مقرر کیا ہے۔ (ابن جزی کہتا ہے کہ صدقہ اور خیرات کے بارہ میں جو ایجاد امیر المومنین نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالے ہیں ان کی نظیر کسی بادشاہ کے وقت میں نہیں پائے جاتے چنانچہ ہر شہر میں صدقہ بار دہ مہینے جاری رہتا ہے قیدیوں کو پکائی روٹی ملتی ہے مساکین اور ضعیفوں اور بوڑھوں اور بوڑھیوں اور مسجد کے خادموں کو تمام ملک میں کپڑا ملتا ہے اور عید الضحیٰ کے دن ان کی طرف سے قربانی کی جاتی ہے۔ اور رمضان شریف کی ۲۷۔ کو کل آمدنی جو شہر کے دروازوں پر چنگی کی ہوتی ہے وہ خیرات دی جاتی ہے اور مولود شریف کی رات کو تمام مساکین کو کل ملک میں کھانا کھلایا جاتا ہے اور مولود کی محفل کی جاتی ہے۔ عاشورہ محرم کے دن یتیم لڑکوں کی ختنہ کرائی جاتی ہے اور ان کو کپڑے دیئے جاتے ہیں اپاہجوں اور ضعیفوں کو کشاورزی کے لیے بیل دیے جاتے ہیں جس سے وہ اپنی حالت کو درست کر لیتے ہیں) دار الخلافہ میں لوگوں کو نرم نرم بستر دیے جاتے ہیں جو وہ سونے کے وقت بچھا لیتے ہیں۔ ہر ایک شہر میں مارستان (ہسپتال) بنائے گئے ہیں بیماروں کے علاج اور طبیبوں کی تنخواہ کے لیئے وقف مقرر کئے گئے ہیں لوگوں کو آرام اور ان سے ظلم دور کرنے کی تمثیل میں یہ کافی ہے کہ جو لوگوں سے رستوں اور سڑکوں پر محصول لیئے جاتے تھے وہ بالکل معاف کر دیئے گئے ہیں ایسے محصولوں کی آمدنی بہت بڑی تھی لیکن اس کا امیر المومنین نے ذرا بھی خیال

اس کی خیرات

Marfat.com

کیا امیرالمومنین اپنے اہلکاروں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے ہیں کہ رعیت پر ظلم نہ ہونے پائے اور بہت تاکید کرتے ہیں۔ امیرالمومنین کو اگر یہ خبر ہو جاتی ہے کہ کسی قاضی یا حاکم نے ظلم کیا ہے تو اس کو ایسی سزا دیتے ہیں جو اوروں کے لیے عبرت کا کام دیتی ہے اہل اندلس کو جہاد کرنے اور اسلامی سرحد کی محافظت میں جو مدد مال اور ہتیاروں اور غلہ اور لشکر سے دی ہے وہ مشرق و مغرب میں اظہر من الشمس ہے (ابن جزی کہتا ہے کہ اس بارہ میں جو فعل امیرالمومنین نے شہر طرابلس کو فدیہ ادا کرکے کافروں کے ہاتھ سے خلاصی کرانے میں کیا ہے اُس کا ذکر کرنا کافی ہے جب امیرالمومنین نے دیکھا کہ اس قدر دور دراز لشکر بھیجنا مشکل ہے تو افریقہ میں جو ملازم تھے اُن کو لکھا کہ مال ادا کرکے شہر کو خلاص کرالو چنانچہ کافروں نے پندرہ ہزار دینار طلائی لیے تو وہ شہر چھوڑا جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو خدا تعالےٰ کا شکر کیا اور اُسی وقت حکم دیا کہ وہ رقم فوراً افریقہ میں بھیج دیں اور اس طرح سے وہ شہر امیرالمومنین کی توجہ کے سبب پھر اہل اسلام کے قبضہ میں آگیا) جہاد کے بارہ میں امیرالمومنین کو یہاں تک توجہ ہے کہ صلح کے زمانہ میں بھی جہاز اور کشتیاں تمام سمندر کے کناروں پر تیار رہتی ہیں اور خود بنفس نفیس جاتا کے پہاڑوں میں جاکر وہاں لکڑی کٹوائی اور جہاز بنوانے کے لیے بھجوائی۔ سب سے زیادہ ثواب کا کام جو امیرالمومنین نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ دارالخلافہ فاس میں ایک مسجد جامع نئی تعمیر کرائی ہے اور فاس کے قریب مصر میں ایک مدرسہ بنوایا ہے کہ عمارت کی خوبی و مضبوطی و وسعت و سنعت میں اُس کا نظیر تمام عالم میں نہیں اور میں نے کوئی مدرسہ اُس کی مانند شام و مصر و عراق و خراسان میں نہیں دیکھا ایک بڑی خانقاہ بھی حمص تالاب پر شہر بیضا کے باہر بنوائی ہے وہ بھی اپنی وضع اور صنعت میں بے نظیر ہے سب سے زیادہ نادر خانقاہ جو میں نے دیکھی وہ سریاقوس (مصر) میں ہے جو ملک ناصر نے بنوائی ہے لیکن یہ خانقاہ مضبوطی اور خوبصورتی میں اُس سے بھی بڑھ کر ہے خدا تعالیٰ مسلمانوں کو امیرالمومنین کی نیک نیت اور فضیلت سے مستفید اور اُس کے پرچم کو فتحمند رکھے۔

اسلام کی سرحدوں کی
جہاد
مسجد اور مدرسہ کی تعمیر

سلہ فاس۔ یہ شہر پہلے مراکو کا دارالخلافہ تھا۔ بحیرہ روم کے کنارہ سے ۵۰ میل اندر کیطرف واقع ہے۔ فاس

سنہ ہ میں اس شہر کو امیر ادریس نے آباد کیا تہا۔ یہ شہر اپنے باغات اور مدرسوں کے لیے مشہور ہے۔ ایک پہاڑی پر بستی ہے اس میں اکثر یہودی رہتے ہیں۔ اس شہر میں ایک مسجد ہے جس میں تین سو ستون ہیں اس مسجد کے ایک برج میں کرہ ارض اور دیگر آلات ہیئیت جو قدیم زمانہ میں مستعمل تھے رکھے ہوئے ہیں۔ جستیاں بھی اس شہر میں بے شمار ہیں۔ آبادی اسی ہزار کے قریب ہے +

سلطان ابو عنان

سنہ ابو عنان بن ابو الحسن۔ بنی مرین میں سے تہا۔ اس خاندان نے مغرب میں دو سو اٹہائیس برس تک حکومت کی ہے اُس کا اول بادشاہ عبدالحق تہا۔ اُن کا قبیلہ زناتہ اہل بربر میں سے تہا۔ یہ لوگ صحرا میں رہتے تھے خاندان موحدین کے سلاطین سے لڑتے رہے اور آخر میں اُن کو مغلوب کر لیا۔ ابو عنان اُن کا بارہواں بادشاہ تہا۔ سنہ ہ میں تخت نشین ہوا اور سات برس تک حکومت کی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا ابو سعید جو صغیر تہا اور جس کو اُس نے جبل الفتح کا حاکم بنایا تہا بادشاہ ہوا۔ لیکن صغر سنی کے سبب سے اُس کے چچا ابو سالم نے اُس پر خروج کیا اور اُس کو علیٰحدہ کر کے آپ بادشاہ بن بیٹھا۔ اس کی سلطنت میں اس خاندان میں ہل چل مچ گئی اور اُن کا اخیر بادشاہ عبدالحق سنہ ہ میں قتل کیا گیا +

فصل (۴) طنجہ اور سبتہ

جب میں امیر المومنین کی زیارت اور اُس کے احسانات سے مستفیض ہو چکا تو میں نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں اپنے شہر طنجہ[1] میں پہنچا اور اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کر کے شہر سبتہ[2] میں گیا وہاں کئی مہینے ٹہیرا اور تین مہینے تک بیمار رہا اور خدا تعالےٰ نے صحت دی تو میں نے ارادہ کیا کہ جہاد کا بھی ثواب حاصل کروں +

طنجہ

سبتہ

[1] طنجہ۔ یہ شہر آبنائے جبرالٹر پر واقع ہے اب اس کو طانجیر کہتے ہیں لیکن رومی اس کو طنجہ ہی کہتے ہیں اب دس پندرہ ہزار کی آبادی ہے۔ جبرالٹر میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی ترکاری اور غلہ اور گوشت سب اِس شہر سے جاتا ہے۔ بندرگاہ جاڑے کے موسم میں بہ سبب ناموافق ہواؤں کے پُر امن نہیں ہے یہ شہر بمبئی کے ساتھ چارلس بادشاہ انگلستان کو ملکہ کیتھرائن کے جہیز میں دیا گیا تہا +

[2] سبتہ۔ جبرالٹر کے مقابل واقع ہے۔ یہ شہر سنہ ۱ء سے سپین کے قبضہ میں ہے +

فصل (۵)۔ اندلس و جبرالٹر

سبتہ سے جہاز میں سوار ہو کر اندلس میں پہنچا جہاں رہنے اور ٹہیرنے کا بھی ثواب ہے جب میں گیا تو الفونس مر چکا تہا اُس نے جبل طارق (جبرالٹر[2]) کا محاصرہ دس مہینے تک کیا تہا اُس کا ارادہ تہا کہ مسلمانوں کو باقی اندلس سے بھی نکال دے لیکن خدا نے ناگہاں اُس کو

الفونس

Marfat.com

ودوں کو خاک میں ملا دیا اور وہ وبا کے مرض سے مرگیا۔ سب سے پہلا شہر اندلس کا جو میں نے دیکھا وُ
الفتح (جبرالٹر) تھا وہاں میں نے اُس شہر کے خطیب ابو زکریا یحییٰ بن سراج راندی اور وہاں کے جبرالٹر
ضی عیسےٰ بربری سے ملاقات کی قاضی کے پاس میں ٹھیرا تھا تمام پہاڑ کے گرد اُس کے ساتھ
مولانا ابوالحسن نے جو جو عمارتیں اُس میں بنائی تھیں اور جو جو سامان اُس میں جمع کیا تھا
لکو دیکھ کر تعجب آیا اور جو کچھ اُس میں امیر المومنین نے ایزاد کیا تھا وہ بھی دیکھا۔ میں چاہتا تھا
ا کہ اسی جگہ جہاد کے لیے ہمیشہ رہوں (ابن جزی کہتا ہے کہ جبل الطارق اسلام کی جائے
ہ ہے اور مشرکوں کے حلقوں میں روک ہے مولانا ابوالحسن کی نیکی کا نمونہ ہے وہاں
ہاد کے لیے لشکر تیار رہتا ہے اور فوج کے شیر ہر وقت آمادہ رہتے ہیں اُس کے سبب سے
ہل اندلس نے خوف کی تلخی کے بعد امن کی شیرینی کا لطف اٹھایا ہے اسلامی فتح کا آغاز بھی یہیں
سے ہوا تھا اور طارق بن زیاد جو موسےٰ بن نصیر کا آزاد غلام تھا فرنگستان میں جو عبور کرتے وقت
ہیں آکر ٹھیرا تھا اسی لئے اُس کے جبل طارق اور جبل الفتح دونوں نام ہیں جو فصیل اس نے بنائی تھی
اس کا بقیہ ایک موجود ہے اور عرب کی دیوار کے نام سے مشہور ہے اس شہر پر بیس سال
سے فرنگی قابض تھے مولانا ابوالحسن نے اُس کو چھ مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح کیا اور اس کے
محاصرہ کے لیے اپنے بیٹے ابو مالک کو ایک جرار فوج اور بے شمار دولت دے کر بھیجا تھا۔
اُس وقت اس کی شکل یہ نہ تھی پہلے فقط ایک چھوٹا سا برج تھا جو منجنیق کے صدمہ سے گر جاتا
تھا مولانا ابوالحسن نے پہاڑ کی چوٹی پر ایک نہایت مضبوط قلعہ تیار کیا اور اس میں ایک
دار الصناعہ یعنی ہتیار بنانے کی جگہ بھی تیار کی پہلے وہاں دار الصناعہ نہ تھا اور دار الصناعہ سے جبرالٹر دار الصناعہ یعنی آرسنل
لے کر فرمدہ تک سرخ مٹی کی ایک فصیل چاروں طرف تیار کی۔ امیر المومنین نے اب اپنے
زمانہ میں اُس کی مرمت کرائی اور جبل فتح کی طرف بھی ایک فصیل تیار کی اور یہ فصیل سب سے
زیادہ مفید ہے اور قلعہ میں بہت سامان اور غلہ اور ہتیار وغیرہ بھیجے۔ خدا تعالےٰ نے
امیر المومنین کو اس کی نیک نیتی اور خلوص کا عوض دیا چنانچہ ۷۵۶ھ میں جبل الفتح کے حاکم

Marfat.com

بیٹے بن حسن بن ابومندیل نے کافروں کے ساتھ سازش کرکے بغاوت کی اور خود سر ہو
لوگوں کا خیال تھا کہ اس فتنہ کے فرو کرنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر اور مال کی ضرورت
لیکن امیر المومنین کے صدق یقین اور توکل علے اللہ نے سب کام منٹ میں بنا دیا۔ تھوڑے د
بعد جبل الفتح کے لوگوں کو دکھلائی دے گیا کہ اس بغاوت کا نتیجہ کیا ہوگا انہوں نے عیسے
بیٹے کو پکڑ کر اور مشکیں باندھ کر امیر المومنین کے دربار میں حاضر کیا امیر المومنین نے حکم دیا کہ
قتل کیا جائے اور اُن کے شر سے خلقت کو بچا لیا۔ اس فتنہ کے فرو ہو جانے کے بعد المو
نے اندلس کے باشندوں کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کئے جو اُن کے خواب و خیال میں بھی نہ
اور جبل الطارق میں اپنے پیارے فرزند ابوبکر سعید کو حاکم مقرر کیا اور اس کے ساتھ تجربہ کار
اور سردار روانہ کئے اور اُن کے واسطے جاگیریں عطا کیں اور روزینے مقرر کئے اور کل محصول مع
کر دیئے جبل الطارق کی نسبت امیر المومنین کو یہاں تک خیال تھا کہ اس نے اپنے محل میں ا
چھوٹی شبیہ اس قلعہ کی تیار کرا کر رکھی ہوئی تھی جس میں تمام فصیلیں اور دیواریں اور پہاڑ بار
اور برج اور قلعے اور دارالصناعت اور دروازے اور مسجدیں اور سلح خانے اور کھیت اور بہا
اور سُرخ مٹی کی زمین الغرض ذرا ذرا سی چیز دکھلائی گئی تھی اور کاریگروں نے اُسے ایسی صنعت سے بنایا تھ
کہ جس شخص نے جبل الطارق اور اس کی قلعہ بندی دیکھی ہوئی تھی وہ نقل کو اصل کے ہوبہو مطابق
دیکھ کر عش عش کرتا تھا یہ شبیہ امیر المومنین نے اس لئے تیار کرائی تھی کہ اس کو جبل الطارق کے زیا
مضبوط بنانے کا شوق تھا اور اس کی بابت فکر کرتا رہتا کہ اس کے ذریعہ سے اندلس میں اسلام
کی حمایت میں اور نصاریٰ کے ارادوں کو باطل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہے اس موقع پر
مجھے مشہور ادیب محمد بن غالب رصافی بلنسی کا قصیدہ جو اس نے امیر المومنین عبد المومن بن علی کی
تعریف میں لکھا تھا اور اس میں جبل الطارق کی تعریف میں بھی کچھ اشعار تھے یاد آیا۔ قصیدہ کا مطلع یہ

جبرالٹر کے قلعہ کی تصویر

لو جئت نار الهدى من جانب الطور قبست ما شئت من علم ومن نور

اگر تو طور کی جانب ہدایت کی آگ کے پاس جاتا تو جس قدر تجھ کو علم اور نور کی خواہش ہوتی حاصل کرلیتا

Marfat.com

اس کے بعد جبل الطارق کی تعریف میں جہاز اور کشتیوں کی تعریف کے بعد یہ کہتا ہے ؎

حتے ربت جبل الفتحین من جبل — معظم القدر فی الاجبال مذکور

یہاں تک کہ جبل الفتحین کے پہاڑ پر چڑھ گئے جو بڑی قدر والا ہے اور پہاڑوں میں اس کا نام لیا جاتا ہے

من شامخ الانف فی سحنائہ طلس — لہ من الغیم جیب غیر مزدور

نہایت بلند اس کے چہرہ پر (گہرے سبزے کی) سیاہ چادر ہے۔ ابر اس کا ایسا گریبان ہے جس میں بٹن نہیں ہیں

تمسے النجوم علی تکلیل مفرقہ — فی الجو حائمۃ مثل الدنانیر

ستارے جو گویا سونے کے دینار ہیں اس کے سر پر فضا میں آوے بادے پھرتے ہیں

فربما مسحتہ من ذوائبہا — بکل فضل علی فودیہ مجرور

ان ستاروں کی شعاعیں اس پہاڑ کی دونوں زلفوں (پہلوؤں) کے بڑھے ہوئے اور کھینچے ہوئے حصے کو چھوتی ہیں

وادرد من ثنایاہ بما اخذت — منہ معاجم اعواد الدہاریر

وہ پہاڑ پولا ہے کیونکہ زمانہ کی گردشوں نے اس کے منہ میں سے دانت نکال لیے ہیں یعنی اس کی ٹیکریاں گھسا دی ہیں

محنک حلب الایام اشطرہا — وساقہا سوق حادی العیر للعیر

وہ پہاڑ ایک پرانا تجربہ کار ہے جس نے زمانہ کا خوب دودھ دوہا ہے اور اس کو خوب ہانکا ہے

مقید الخطو جوال الخواطر فی — تجیب امریہ من ماض ومنظور

قدم جمائے ہوئے کھڑا ہے اور اس کے دل میں ماضی اور مستقبل کے عجیب عجیب خیالات دوڑتے پھرتے ہیں

قد واصل الصمت والاطراق مفتکرا — بادی السکینۃ مغفر الاسارير

ہمیشہ چپ رہتا ہے اور سر جھکائے رہتا ہے گویا کسی فکر میں ہے۔ ظاہرا وقار ہے جس کی پیشانی کی شکنیں خاک آلود ہو گئی ہیں

کانہ مکمد مما تعبدہ — خوف الوعیدین من دک وتسییر

گویا وہ کبیدہ دل ہے کیونکہ اس کو قیامت کے دن کے کوٹے جانے اور اڑائے جانے کے خوف نے ایسا بنا دیا ہے

اخلق بہ وجبال الارض راجفۃ — ان یطمئن غدا من کل محذور

یہ پہاڑ مستحق ہے کہ قیامت کے روز ہر ایک آفت سے مطمئن رہے حالانکہ اور سب پہاڑ تھراتے ہوں گے۔

اس کے بعد شاعر علی بن عبدالمومن کی تعریف کرتا ہے +

رندہ جبل الفتح کے بعد ہم شہر رندہ میں پہنچے یہ بھی اہل اسلام کا ایک نہایت مضبوط اور خوبص
قلعہ ہے ان دنوں میں اس کا قائد یعنی قلعہ دار شیخ ابوالربیع سلیمان بن داؤد عسکری تھا
ابن بطوطہ کا چچازاد بھائی یحییٰ بن بطوطہ میرا چچازاد بھائی وہاں کا خطیب ابواسحاق ابراہیم بھی جو شندرخ کے نام سے ز
مشہور ہے مجھ سے ملے یہ خطیب صاحب تھوڑے عرصہ کے بعد مغرب کے شہر سلا میں وفات پا
اس شہر میں میں پانچ دن تک ٹھیرا رہا اور وہاں کے بزرگوں سے مثلاً عبداللہ صفار وغیرہ کی ز
مربلہ کی وہاں سے میں شہر مربلہ میں پہنچا راستہ بہت دشوار گزار تھا۔ مربلہ بہت اچھا سرسبز شہر
اور شاداب ہے وہاں مجھے سواروں کی ایک جماعت جو مالقہ کو جاتی تھی ملی میں بھی ان کے سا
ہو لیا لیکن آگے چل کر میں ان سے پیچھے رہ گیا اور وہ سب گرفتار ہوگئے میں بھی ان کے نشانو
چلا جا رہا تھا کہ مربلہ کی حد سے نکل کر سہیل کی حد میں پہنچا تو میں نے ایک جگہ ایک گھوڑا مرا ہوا
آگے چل کر ایک مچھلی کی ٹوکری زمین پر پڑی ہوئی دیکھی مجھے کچھ وہم ہوا سامنے ایک برج تھ
میں نے خیال کیا کہ اگر کوئی دشمن اس جگہ آتا تو ممکن نہ تھا کہ اس برج کا پاسبان اس کو نہ دیکھتا
چل کر ایک گھر کے پاس دوسرا گھوڑا مرا ہوا پڑا تھا اتنے میں میں نے اپنی پشت کی جانب سے شو
سنا میں اپنے ہمراہیوں سے آگے بڑھ آیا تھا میں گھوڑا دوڑا کر پھر ان سے جا ملا تو دیکھا سہیل
قلعہ دار ان کے پاس تھا اس نے مجھے بتلایا کہ دشمن کے چار جہاز اس کنارہ کے قریب
ہوئے تھے انہوں نے اپنے سپاہی خشکی پر آتارے برج کا پاسبان برج میں نہیں تھا انہوں
مربلہ سے کچھ سوار آتے ہوئے دیکھے یہ تعداد میں بارہ تھے ایک کو انہوں نے مار ڈالا اور ایک
بھاگ گیا اور دس کو نصاریٰ نے قید کر لیا ان کے ساتھ ایک ماہی گیر بھی تھا جس کی ٹوکری
وہاں زمین پر پڑی ہوئی ملی تھی وہ بھی مارا گیا۔ قلعہ دار نے مجھے کہا کہ رات کو میرے پاس ٹھہ
کل میں تم کو مالقہ تک پہنچوا دوں گا۔ رات کو میں اس کے پاس سہیل کے قلعہ میں ٹھیرا۔

ذکر اوپر کیا گیا ہے وہاں ٹھیرے ہوئے دوسرے دن اُس نے مجھے خود مالقہ تک پہنچا دیا۔
مالقہ اندلس کا ایک دارالخلافہ ہے وہ نہایت مضبوط شہر ہے اور سمندر اور خشکی دونوں کے فوائد
اس کو حاصل ہیں پھل بہت پیدا ہوتے ہیں انگور وہاں بازار میں ایک درہم کا آٹھ رطل آتا ہے
وہاں کا انار جس کو یاقوتی کہتے ہیں تمام دنیا میں بے نظیر ہے اور انجیر اور بادام وہاں سے
مشرق کے تمام شہروں میں جاتے ہیں خطیب عبدالوہاب بن علی مالقی نے اس لئے اس شہر کی
تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

مالقہ حییت یاتینہا فالفلک من اجلک یاتیہا

مالقہ تیرے انجیروں پر بارش ہو آسمان تیرے لیے بارش لاتا ہے

نھی طبیبی عنک فی علۃ مالطبیبی عن حیاتی نہا

میرے طبیب نے بیماری میں انجیر کھانے سے منع کیا میرے طبیب کو کیا ہوا ہے مجھے میری زندگی کو روکتا ہے

قاضی ابو عبداللہ بن عبدالملک نے بھی اسی وزن پر یہ شعر کہا ہے ؎

وحمص لا تنس لہا تینہا واذکر مع التین زیاتینہا

اور حمص اور اُس کے انجیر کو نہ بھول اور انجیر کے ساتھ اُس کے زیتون کو بھی یاد کر

مالقہ کے شہر میں چینی کے برتن جن پر طلائی کام ہوتا ہے عجیب بنتے ہیں اور وہاں سے بہت
سے ملکوں میں جاتے ہیں۔ اس شہر میں ایک بڑی مسجد ہے جس کا صحن اس قدر وسیع ہے کہ
میں نے ایسا وسیع اور خوبصورت صحن کہیں نہیں دیکھا اس میں نارنج کے درخت لگے ہوئے ہیں
جس روز میں مالقہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کا قاضی ابو عبداللہ بن قاضی ابو جعفر طنجالی
جامع مسجد میں بیٹھا ہوا لوگوں سے قیدیوں کے چھڑانے کے لیے روپیہ جمع کر رہے تھے میں نے
کہا کہ خدا نے مجھے اُن کے ساتھ گرفتار ہونے سے بچا لیا میں نے تمام قصہ بیان کیا قاضی نے
نہایت تعجب کیا اور میری ضیافت کی۔ وہاں کے خطیب ابو عبداللہ ساحلی نے بھی میری ضیافت
کی وہاں سے میں بلش کے شہر میں گیا مالقہ سے یہ شہر چوبیس میل کے فاصلے پر ہے اس میں

Marfat.com

ایک نہایت عجیب مسجد ہے اور مالقہ کی مانند وہاں بھی انگور اور انجیر بکثرت ہوتے ہیں وہاں سے ہم حمہ میں گئے یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے لیکن اس کی مسجد بہت نادر اور خوش بنی ہوئی ہے ایک میل کے فاصلے پر ندی کے کنارے ایک گرم چشمہ ہے وہاں ایک حمام عورتوں کے وا اور ایک مردوں کے واسطے بنا ہوا ہے۔ وہاں سے میں غرناطہ کو گیا یہ شہر اندلس کا دار ال ہے اور تمام شہروں کی دلہن ہے اس کا مضافات اور بیرون بلدہ تمام دنیا میں بے ہے جو چالیس میل لمبا ہے دریائے شنیل اس کے بیچ میں سے گذرتا ہے اور اس کے اور بھی بہت سی نہریں ہیں۔ شہر کے چاروں طرف باغ اور محل اور انگور کے کھیت اس کثرت سے ہیں کہ دنیا میں میں نے کہیں نہیں دیکھے (ابن جزی کہتا ہے کہ اگر میں طرفداری ہونے کا خیال کیے جانے کا گمان نہ کرتا تو میں اس شہر کی تعریف میں ایک طویل تحریر کرتا لیکن چونکہ یہ دنیا بھر میں مشہور ہے اس لیے زیادہ کہنے کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی شیخ محمد بن محمد شیری سبتی نے جو غرناطہ میں وارد ہیں کیا اچھا کہا ہے ؎

رعی اللہ من غرناطۃ متبوأ　　یسر حزینا او یجیر طریدا
خدا غرناطہ کے گھر کی حفاظت کرے　　جس سے غمگین خوش ہوتا ہے جو بھاگے ہوئے کو پناہ دیتا ہے
تبرم منها صاحبی عندما رأی　　مسارحها بالثلج عدن جلیدا
رنجیدہ ہوا اس سے میرا دوست جب اس نے دیکھا　　کہ اس کی چراگاہوں پر پالے برف جما ہوا ہے
هی الثغر صان اللہ من اهلت بہ　　وما خیر ثغر لا یکون برودا
وہ سرحد ہے خدا اس کے باشندوں کو بچاوے　　معشوق کا وہ دانت اچھا نہیں ہوتا جو ٹھنڈا نہ ہو

زمانہ میں غرناطہ کا بادشاہ سلطان ابوالحجاج یوسف بن سلطان اسمٰعیل بن فرج بن اسمٰعیل بن یوسف بن نصر تھا وہ ان دنوں میں بیمار تھا اس لیے میں اس سے نہ مل سکا اس کی والدہ نے جو نہایت صالحہ اور فاضلہ ہے میرے پاس کچھ طلائی دینار بھیجے غرناطہ میں وہاں کے قاضی ابوالقاسم محمد بن احمد حسینی سبتی اور خطیب محمد بن ابراہیم بیانی اور خطیب ابوسعید فرج المشہور بابن

Marfat.com

ملاقات ہوئی اور قاضی ابو البرکات محمد سلمی البلبسی اُن دنوں میں وہاں مریہ سے آئے ہوئے تھے اُن سے فقیر ابو قاسم محمد بن عبداللہ بن عاصم کے باغ میں ملاقات ہوئی وہاں میں اُن کے ساتھ دو دن اور ایک رات ٹھیرا ابن جزی جس نے یہ سفرنامہ مرتب کیا ہے کہتا ہے کہ میری ملاقات بھی شیخ ابن بطوطہ سے اسی موقع پر ہوئی اور وہاں اُن کی زبان سے اُن کے سفر کے حالات سنے اور اُن بزرگوں کے نام جن سے ایام سفر میں شیخ کی ملاقات ہوئی تھی ہم نے قلمبند کئے اُس وقت غرناطہ کے بہت سے بزرگ اور رئیس موجود تھے اور مشہور شاعر ابو جعفر احمد بن رضوان جذامی بھی ہمارے ساتھ اس مجلس میں تھا اس شاعر کی عجیب کیفیت ہے وہ بالکل ناخواندہ تھا اور اس نے صحرا میں پرورش پائی تھی لیکن ایسے عمدہ اور اچھے شعر کہتا تھا کہ بڑے بڑے بلغیو اور عالموں سے بھی شاذ و نادر ویسے بن پڑتے تھے چنانچہ یہ دو اشعار بھی اس نے کہے ہیں ؎

ایک ناخواندہ گم بلا کا شاعر

یامن اختار فوادی منزلا	بابه العین التی ترمقه
اے وہ شخص جس نے میرے دل میں گھر بنا لیا	اس گھر کا دروازہ رہنے والی آنکھ ہے
فتح الباب سهادی بعد کم	فابعثوا طیفکم یغلقه)
تمہارے چلے جانے کے بعد بیداری نے دروازہ کھول دیا	اپنے خیال کو بھیجو کہ اگر دروازہ بند کر جائے

غرناطہ

غرناطہ میں میری ملاقات شیخ الشیوخ والصوفیہ عمر بن شیخ الصالح ابو عبداللہ محمد بن محروق سے بھی ہوئی اُن کی خانقاہ غرناطہ میں شہر سے باہر واقعہ ہے میں وہاں کچھ دن تک ٹھیرا انہوں نے میری خاطر تواضع بدرجہ غایت کی اُن کے ساتھ میں خانقاہ رابطہ العقاب کی زیارت کو گیا جو ایک نہایت متبرک جگہ سمجھی جاتی ہے۔ عقاب غرناطہ کے باہر ایک پہاڑ ہے اور شہر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اس کے قریب ایک بے چراغ شہر تیرہ کے کھنڈرات ہیں۔ اس کے بعد میں اُن کے بھتیجے سے ملا ان کا نام فقیہ ابوالحسن علی بن احمد بن محروق ہے وہ ایک خانقاہ میں رہتے ہیں جو ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اور اس کا نام لجام ہے۔ یہ شیخ فقراء متسببین (کسب کرنے والے) کے پیشوا ہیں۔ غرناطہ میں عجم کے بہت سے فقیر رہتے ہیں چونکہ یہ ملک اُن کے ملک کے مشابہ ہے

فقرائے متسببین

Marfat.com

اس لیئے وہیں وطن اختیار کر لیا ہے اُن میں سے حاجی ابوعبداللہ سمرقندی اور حاجی احمد
اور حاجی ابراہیم تونوی اور حاجی حسین خراسانی اور حاجی علی ہندی اور حاجی رشید ہندی
مشہور ہیں۔ غرناطہ سے چل کر میں حمہ میں آیا وہاں سے بلش وہاں سے مالقہ وہاں سے
ذکوان پہنچا۔ یہ قلعہ بہت عمدہ ہے پانی کی نہریں بکثرت ہیں اور میوہ جات بھی بہت پیدا
ہیں۔ وہاں سے چل کر میں رندہ کے شہر میں پہنچا۔ وہاں سے میں بنی ریاح کے گاؤں میں
وہاں شیخ ابوالحسن علی سلیمان ریاحی کا مہمان ہوا یہ شیخ بہت سخی اور فاضل ہے مسافروں کو روٹی
ہیں انہوں نے میری مہمانی بہت اچھی طرح سے کی۔ وہاں سے چل کر واپس جبل الفتح یعنی جبل
میں پہنچا اور جس جہاز میں آیا تھا اُسی میں بیٹھ کر سبتہ کے شہر میں پہنچا۔ یہ جہاز اصیلا کے باشند
کا تھا وہاں کا قلعدار اُن دنوں میں شیخ ابو مہدی عیسٰے بن سلیمان بن منصور اور وہاں کا قاضی
ابو محمد زجندری تھے وہاں سے چل کر میں اصیلا کے شہر میں پہنچا۔ اور وہاں کئی مہینے ٹھیرا

الفونسو | ؎ الفونس۔ الفونسو یازدہم ۱۳۱۲ء میں قسطیلیہ کے تخت پر بیٹھا وہ صغیر سن تھا اس لیے اول ہی اول خانگی تنازعات میں مبتلا رہا۔ لیکن بعدہ طریفہ اور الجزیرہ اُس نے مسلمانوں سے لے لیئے اور ۱۳۵۰ء میں جبرالٹر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ دیا سے مرگیا۔

جبرالٹر سبتہ | ؎ جبرالٹر اور سبتہ۔ بحر اوقیانوس سے بحیرہ روم میں داخل ہونے کی جگہ ہسپانیہ کے جنوب میں ایک بندرگاہ اور قلعہ ہے۔ قلعہ ایک علٰحدہ چٹان پر واقع ہے۔ یہ چٹان فقط مغرب کی طرف سے ایسی ہے کہ اُس پر دشمن حملہ کر سکتا ہے ورنہ تین طرف سے تو اُس پر پہنچنا بالکل ناممکن ہے۔ سمندر اس جگہ سے ۱۸ میل چوڑا ہے جبرالٹر گویا اس سمندر کی کنجی ہے۔ اور اگر مقابل کا شہر سبتہ (سوٹا) جو مراکو کے کنارہ پر ہے اُسی بادشاہ کے قبضہ میں ہو جس کے ہاتھ میں جبرالٹر تو گویا وہ جس وقت چاہے بحیرہ روم کا رستہ بند کر سکتا ہے۔ جبرالٹر اور سبتہ دونو ہرقل کے عمود کہلاتے ہیں۔ ۱۷۰۴ء میں انگریزوں نے جبرالٹر پر قبضہ کر لیا اور اُس کے بعد اہل سپین اور فرانسیسیوں نے کئی دفعہ جبرالٹر کے فتح کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ایمیں ناکامیاب رہے۔

مربلہ | ؎ مربلہ۔ اب بھی بحیرہ روم کے کنارہ پر سپین میں ایک چھوٹا سا بندرگاہ ہے۔

مالقہ | ؎ مالقہ (مالاگا)۔ بحیرہ روم کے کنارہ پر اندلس میں جبرالٹر سے ۶۵ میل مشرق میں ایک بندرگاہ ہے۔ اُسکا بندر بہت وسیع ہے۔ ساڑھے چار سو تجارتی جہاز اس میں ایک وقت میں ٹھیر سکتے ہیں۔ موجودہ آبادی ستر ہزار کے قریب ہے۔ میوہ جات اور شراب کیلئے یہ جگہ مشہور ہے۔ اول ہی اول اس شہر کو فینشیا

Marfat.com

کے باشندوں نے آباد کیا تھا۔ ۷۱۲ء میں اس کو عربوں نے فتح کر لیا اور ۱۰۸۵ء تک اُن کے قبضہ میں رہا۔ ۱۸۰۸ء میں فرانسیس اس پر قابض ہوگئے اور ۱۸۱۲ء تک قابض رہے۔ اِس شہر میں کئی دفعہ وبائے طاعون ہو چکی ہے ٭

غرناطہ ۵ غرناطہ (گراناڈا) یہ شہر سپین کے جنوب میں سیرادی نویڈا پہاڑ کے پہلو میں دو پہاڑیوں پر واقع ہے۔ ہلال کی شکل میں نیچے جیسے پہاڑ کے شہر ہوتے ہیں بستا ہے۔ سب سے اوپر عربوں کا بنایا ہوا شاہی محل الحمراء ہے جو عمارت اور نقاشی کے لیے تمام یورپ میں ضرب المثل تھا اب مرمت طلب ہوگیا ہے۔ یہ شہر اخیر میں عربوں کا دارالخلافہ تھا۔ اگرچہ سپین کے باشندوں نے اُن کے کل آثار مٹا دیئے لیکن اب بھی عربی تہذیب کے آثار اس شہر اور اس کے نواح میں نظر آتے ہیں جو موجودہ باشندوں اور حکام کے شرمانے کے لیے کافی ہیں۔ آبادی اسی ہزار کے قریب ہے ٭

فصل (۶) ۔ مراکش

مراکش اصیلا سے سفر کر کے سلا کے شہر میں پہنچا اور سلا سے مراکش کے شہر میں پہنچا۔ یہ شہر بہت خوبصورت اور وسیع ہے وہاں خیرات بہت ہوتی ہے اور بڑی بڑی عالیشان مسجدیں ہیں کتبیوں کی مسجد بہت بڑی ہے ایک مینار نہایت عجیب اور بلند ہے اس کی چوٹی سے تمام شہر نیچے نظر آتا ہے۔ یہ شہر اب ویران ہوتا جاتا ہے بغداد سے زیادہ تر مشابہ ہے لیکن بغداد کے بازار یہاں کے بازاروں کی بہ نسبت زیادہ خوبصورت ہیں۔ مراکش کے شہر میں ایک عجیب مدرسہ ہے جو اپنی وضع اور صنعت میں نامزد ہے اس مدرسہ کو امیرالمؤمنین ابوالحسن نے تعمیر کرایا تھا۔ ابن جوزی کہتا ہے کہ مراکش کا قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبدالملک اسی شہر کی تعریف میں اشعار کہتا ہے

للہ مراکش الغراء من بلد — وحبذا اهلها السادات من سکن

خدا مراکش شہر کا بھلا کرے — اُس کے باشندوں کو شاباش ہے

ان حلها نازح الاوطان مغترب — اسلوہ بالانس عن اهل و عن وطن

اگر کوئی پردیسی مسافر وہاں آتا ہے — تو اُسکی استمداد جوئی کرتے ہیں وہ وطن اور رشتہ دار انکو بھول جاتا ہے

بین الحدیث بها او العیان لها — ینشا التحاسد بین العین والاذن

اُسکی بابت بات کرنیکے وقت اور اُسکو دیکھنے کے وقت — آنکھ اور کان ایک دوسرے کا حسد کرنے لگتے ہیں

Marfat.com

سلا

مراکش سے میں امیرالمومنین کے ہمرکاب شہر سلا میں پہنچا وہاں سے مکناسہ۔ یہ شہر نہایت شاداب ہے اس کے چاروں طرف باغات ہیں اور زیتون کے درختوں کا جنگل تمام علاقہ میں سب سے بہتر ہے دارالخلافہ فاس میں پہنچے وہاں میں نے مولانا امیرالمومنین سے رخصت حاصل کی اور سوڈان کے ملک کے سفر کا سامان کیا +

اش

سلہ مراکش یہ شہر سلطنت مورکو کا دارالخلافہ ہے۔ کل سلطنت کا رقبہ تین لاکھ میل مربع کے قریب ہے اور آبادی ایک کروڑ۔ اکثر اہل اسلام ہیں لیکن کچھ یہودی بھی رہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ان یہودیوں کی اولاد ہے جن کو مسیحی تعصب نے سپین سے بے خانمان کر دیا تھا جیسے کہ آجکل زار روس نے اپنے ملک سے یہودیوں کے نکالے جانے کا حکم دیا ہوا تھا اور تین چار سال ہوئے اس کی تعمیل بڑی سختی کے ساتھ کی گئی تھی۔ ان کے ساتھ ان عربوں کی اولاد کو بھی جو سپین میں کسی زمانہ میں حکمران رہے تھے سپین کے عیسائیوں نے ملک سے باہر کر دیا تھا۔ ان کی تعداد دس بارہ لاکھ کے قریب تھی یہ یہودی اور مسلمان اکثر اہل حرفہ اور اہل علم تھے اور اس ظالمانہ کارروائی کے بعد سپین میں سے سب سے عمدہ حصہ آبادی کا نکل گیا اور فقط گندہ حصہ رہ گیا جس نے اس ملک کو تہذیب میں کبھی پہنچنے نہ دیا اور اس ملک میں جہالت روز بروز زور پکڑتی گئی اور عیسائی پادریوں کے زور نے اس ملک کو کبھی جانبر نہیں ہونے دیا۔ مراکو کا ملک نہایت زرخیز ہے بادام وہاں کے مشہور ہیں اور چمڑہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ ہر قسم کے میوہ جات اور غلہ بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ اسی زرخیزی کے باعث تمام یورپ کی سلطنتوں کا اس ملک پر دانت ہے لیکن وہ اتفاق سے ایسی جگہ واقع ہوا ہے کہ ایک سلطنت کو ہرگز گوارا نہیں کہ دوسرا وہاں کچھ زیادہ زور پاسکے کیونکہ اس کا قبضہ بحیرہ روم کے رستے پر بہت کچھ مؤثر ہو سکتا ہے۔ مراکش کے شہر کی موجودہ آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے لیکن موجودہ فصیل سے اندازہ کیا جاوے تو کبھی اس شہر میں تین لاکھ سے کم آدمی نہ بستے تھے۔ یہ خبر ۱۹۰۴ء میں سنا گیا تھا کہ اس ملک کو سپین اور فرانس نے تقسیم کر لیا ہو۔ فقط طنجہ کا شہر تمام اقوام یورپ کے لیے محفوظ ہے +

اندلس اور مغرب کی تاریخ اسلامی فتح سے لیکر سال تک

اندلس اور مغرب کی تاریخ۔ اس باب میں مغرب اور اندلس کے کئی بادشاہوں کا نام آیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں ملکوں کی اسلامی تاریخ جس سے ناظرین بہت کم واقف ہیں بطور خلاصہ کے درج کی جائے۔ اندلس ہسپانیہ کے جنوبی حصہ کو کہتے تھے چونکہ عرب اس ملک میں جنوب کی طرف سے داخل ہوئے تھے اس لیے وہ بجائے ہسپانیہ کے اس تمام ملک کو اندلس کہتے تھے۔ مغرب سے عربی تاریخوں میں تونس اور الجزائر (الجیریا) اور مراکو مراد ہیں جس کا دوسرا نام بربری ہے۔ اور بعض وقت اندلس بھی مغرب میں شامل سمجھا جاتا ہے +

(۱) اندلس۔ اندلس کو ۹۲ھ ہجری میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں عربوں نے فتح کیا۔ اس لشکر کا سردار طارق تھا جس کے نام سے اب تک جبل الطارق یعنی جبرالٹر مشہور ہے۔ جب سفاح عباسی نے ابو مسلم خراسانی

Marfat.com

کی مدد سے بنی امیہ کو مغلوب کیا اور جس جگہ اُن میں سے کوئی پایا گیا قتل کیا گیا تو عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بھاگ نکلا اور جب اُس کے پاؤں کہیں نہ جم سکے تو آخرکار اندلس میں پہنچا وہاں اُس کے خاندان کے دوست امیروں اور بڑے آدمیوں میں موجود تھے انہوں نے وفاداری سے اُس کا آنا غنیمت سمجھا اور اُس کے ہاتھ پر تمام ملک نے بیعت کر لی آخرکار سنہ ۱۳۸ھ میں جب وہ پچیس سال کی عمر کا تھا تمام اندلس کا بادشاہ ہو گیا۔ یہ شخص بنی امیہ میں بہت لایق تھا اور خلیفہ منصور اُس سے ہمیشہ خوف کھاتا تھا اور اُس کو صقر قریش یعنی قریش کا شہباز کہا کرتا تھا۔ اس شخص نے اور اُس کے جانشینوں نے جو لیاقت اور شجاعت اور علم کی قدردانی میں ایک سے بڑھ کر تھا اندلس میں اس قدر زور پکڑ لیا کہ اُن کو بنی عباس کی طرف سے کچھ کھٹکا رہا اور وہ شان و شوکت میں خلفائے عباسیہ کے حریف اور مدمقابل سمجھے جاتے تھے لیکن انہوں نے سنہ ۳۱۶ ہجری تک فقط امیر کہلانے پر قناعت کی مگر جب اُس زمانہ کے قریب خلفائے عباسیہ ضعیف ہو گئے اور خلیفہ مقتدر مارا گیا تو امیر عبدالرحمن اموی نے امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا ۴۲۲ھ تک سولہ شخصوں نے دو سو چوراسی سال تک حکومت کی۔ اُن کے زمانہ میں اندلس نے علم اور تہذیب میں جو ترقی کی تھی وہ اب تک تمام فرنگستان میں ضرب المثل ہے امیرالمومنین عبدالرحمن کے زمانہ میں جس نے پچاس سال تک حکومت کی ہے بنی امیہ ستارہ اوج پر تھا۔

جب بنی امیہ کے آخر وقت میں سلطنت میں ضعف آگیا اور تین خلیفے دربے مارے گئے ۔ اور ہر ایک شہر میں علیحدہ علیحدہ حاکم خودسر ہو بیٹھے تو اُن میں سے ایک شخص علی بن حمود نے جو امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھا زور پکڑا۔ اُس کے داداؤں میں سے ایک شخص ادریس عباسیوں سے شکست کھا کر مغرب کی طرف سنہ ۱۷۲ ہجری میں بھاگ آیا تھا اُس کی اولاد نے مراکو کی سلطنت حاصل کی تھی اور یہ علی بن حمود بھی اُن ہی میں سے تھا۔ علی اور اُس کی اولاد نے سنہ ۴۰۷ سے لے کر ۴۴۹ ہجری تک حکومت کی لیکن وہ کل اندلس پر قابض نہ ہو سکے اور اندلس میں ملوک طوایف کی حالت ہو گئی ہسپانیہ کا بہت سا حصہ عیسائیوں نے جو شمال کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہو گئے تھے رفتہ رفتہ لے لیا اور جو کچھ باقی رہا اُس میں بہت امیرالمومنین بن بیٹھے اُن کے دارالخلافے یہ تھے۔ اشبیلیہ (سویل) بطلیوس۔ طلیطلہ (ٹولیڈو)۔ سرقسطہ طرطوشہ بلنسیہ (والنشیا)۔ شہلہ۔ دانیہ۔ مرسیہ (مرشیا)۔ دمرلیہ مالقہ (مالاگا)۔ غرناطہ (گرانا ڈا)۔ آخرکار جب عیسائیوں نے شمال کی طرف سے زیادہ زور ڈالا تو یوسف بن تاشفین نے جو مراکو کا بادشاہ تھا اندلس میں آکر اول تو عیسائیوں کو شکست دے کر پیچھے ہٹایا اور بعدہ ملوک طوایف کی خبر لی۔ یوسف بن تاشفین نے سنہ ۵۰۰ھ میں وفات پائی۔ اُس کا بیٹا اور پوتا مراکو اور اندلس دونوں میں حکومت کرتے رہے اس خاندان کو ملثمین (ڈھاٹا باندھنے والے) کہتے تھے کیونکہ وہ اپنے منہ کا اکثر حصہ ڈھکا رکھتے تھے۔ اسحاق جو ملثمین میں سے سب سے پچھلا بادشاہ تھا ۵۴۱ھ میں عبدالمومن کی لڑائی میں مارا گیا۔ یہ عبدالمومن محمد بن تومرت کا خلیفہ تھا

بنی امیہ

بنی ادریس

ملوک طوائف

ملثمین

مرینی

محمد بن تومرت اپنے تئیں سید بتلاتا تہا اور مہدی ہونے کا دعوے کرتا تہا۔ عبدالمومن کا باپ علی مٹی میں مٹی کے ظروف بنایا کرتا تہا۔ عبدالمومن اور مہدی کا حال میں حاشیہ باب فصل ۹ میں بیان کر آیا۔ عبدالمومن نے امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا اور ۵۲۴ھ سے لے کر ۵۵۸ھ تک سلطنت کی۔ عبدالمومن نے اپنی وفات تک کل مغرب کا ملک مع اندلس کے فتح کر لیا تہا۔ یہ شخص خلفائے راشدین کی پیروی کرتا تہا۔ اور نہایت نیک بخت تھا۔ علم کا بہی قدر دان تہا۔ کہتے ہیں کہ ایک شاعر اس کے پاس قصیدہ بنا کر لایا اور ابہی مطلع کا شعر

ماھز عطفیہ بین البیض والاسل مثل الخلیفہ عبدالمومن بن علی

کسی خلیفہ کے مونڈہے تلوار اور نیزہ کے درمیان میں ایسے نہیں ہے جیسے کہ خلیفہ عبدالمومن بن علی کے پڑہا تہا سنکر کہا کہ بس آگے پڑہنے کی کچھ ضرورت نہیں اور حکم دیا کہ اس شاعر کو دس ہزار دینار انعام دیں اس کے بیٹے یوسف اور پوتے یعقوب نے اندلس کے عیسائیوں کو کئی دفعہ سخت شکست دی اور ایک مدت کے لیے ان کا زور توڑ دیا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ یعقوب کے ساتھ جو ایک لڑائی ہوئی تو اس میں ایک لاکھ چہالیس ہزار نصاری مارے گئے اور تیرہ ہزار پکڑے گئے۔ ۶۳۰ھ میں ادریس نے جو یحیٰی کا چچا تہا۔ اور اسکی طرف سے اندلس کا حاکم تہا اپنے بہتیجے سے بغاوت کی اور اندلس میں خود سر ہو بیٹہا۔ لیکن وہاں سے اس کو محمد بن ہود جذامی نے نکال دیا اور اندلس عبدالمومن کی اولاد کے قبضہ سے نکل گیا اور عیسائیوں نے پہر زور پکڑا آخرکار ایک شخص محمد بن یوسف بن نصر جو سعد بن عبادہ انصاری کی اولاد سے تہا اور شرقی اندلس میں تہا غرناطہ اور اشبیلیہ اور مرسیہ کا حاکم ہو بیٹہا۔ اس کی اولاد نے جن کو بنو احمر کہتے ہیں ۶۳۵ھ سے لے کر ۸۹۶ھ ۲۶۰ سال تک غرناطہ میں حکومت کی۔ یہ لوگ ہمیشہ عیسائیوں سے لڑتے رہے۔ جب تک مراکو میں بنی مرین کا دور رہا جن میں سے سلطان ابوعنان تہا وہ ہمیشہ عیسائیوں کے برخلاف ان کو مدد دیتے رہے چنانچہ ابن بطوطہ نے لکہا ہے کہ اس کے وقت میں سلطان ابوعنان ابوالحجاج یوسف کو جو ۷۳۳ھ سے لے کر ۷۵۵ھ تک غرناطہ کا بادشاہ رہا ہمیشہ اس کے عیسائی مخالفوں کے مقابلہ میں مدد کرتا رہا لیکن جب بنی مرین بہی ضعیف ہو گئے اور ان کو جنوب سے کچھ مدد نہ مل سکی اور ہسپانیہ کو امریکہ کے دریافت ہونے اور وہاں کی سلطنتوں کو فتح کرنے سے طاقت حاصل ہوئی تو اندلس کے مسلمان اس کا مقابلہ کب کر سکتے تہے آخرکار ۸۹۷ھ میں ابو محمد عبداللہ کے عہد حکومت میں فرڈی ناند کے زمانہ میں بنی احمر کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ ۱۵۰۱ء ہجری میں وہاں سے کل مسلمان جو بطور رعیت کے رہتے تہے یا تو بزور دستی عیسائی کر لیے گئے اور یا ملک سے باہر نکال دئے گئے۔ یہ مسلمان جنہوں نے عیسائی ہونا منظور نہ کیا دس بارہ لاکھ سے زیادہ تہے۔ تمام دنیا کی تاریخ میں ایسے ظلم کی مثال جس کی بنیاد تعصب پر مبنی ہو سوا اس عیسائی سلطنت کے اور کہیں تلاش سے بہی نہیں ملیگی۔ ایک اور سلطنت نے جو عیسائی ہے زمانہ حال میں اس کی مثال قائم کی ہے۔ جس کی رو سے کئی لاکھ یہودی روس سے بے خانمان کر دیے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ عیسائی نہیں بتلا سکتے

نصاری
احمر

Marfat.com

مسلمانوں نے کسی زمانہ میں اور کسی ملک میں اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا ہو ❖

مغرب کی تاریخ

(۳) مغرب۔ بنی امیہ کے زوال کے بعد یہ ملک بنی عباس کے قبضہ میں آگیا۔ ہارون رشید نے سنہ ۱۸۴ھ میں ابراہیم بن اغلب تمیمی کو والی بنا کر بھیجا۔ اس کی اولاد سنہ ۲۹۶ھ تک مغرب میں استقلال کیساتھ حکومت کرتی رہی۔ اس خاندان کے اکثر بادشاہ نہایت لائق اور ذی علم تھے۔ سسلی اور سارڈینیہ۔ مالٹا اور اٹلی کا کچھ حصہ بھی انہوں نے فتح کر لیا تھا۔ یہ لوگ برائے نام خلفائے عباسیہ کے ماتحت تھے اخیر بادشاہ زیادۃ اللہ ابو نصر کے زمانہ میں جو سنہ ۲۹۰ ہجری میں تخت پر بیٹھا ابو عبید اللہ شیعی فاطمی نے جو مہدی ہونے کا دعوے کرتا تھا خروج کیا اور زیادۃ اللہ کے لشکر کو شکست دی اور ابو عبید اللہ شیعی کے بیٹے معز نے اس کے بعد مصر کو فتح کر کے خلفائے فاطمی کے خاندان کی بنیاد ڈالی۔ کچھ دنوں مغرب کا کل ملک خلفائے فاطمی کے ماتحت رہا۔ خلیفہ معز فاطمی جب مصر کو چلا گیا تو اُس نے مغرب میں اپنی طرف سے ایک شخص یوسف بلکین کو جو قوم کا بربر او رصنہاجہ کے قبیلے سے تھا اپنی طرف سے نائب چھوڑا۔ اسکی اولاد مغرب پر سنہ ۳۶۲ھ سے لیکر سنہ ۵۴۳ھ تک حکومت کرتی رہی اُن میں سے معز نے جس نے سنہ ۴۰۷ھ سے لیکر سنہ ۴۵۳ھ تک یعنی ۴۶ برس سلطنت کی ہے امام مالک کے مذہب کو مغرب میں رواج دیا ورنہ اُس سے پہلے اُس ملک میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب رائج تہا۔ اسی بادشاہ نے خلفائے فاطمی کا نام اپنے خطبہ میں سے نکال دیا اور خلفائے عباسی کا نام بیرداخل کر دیا۔ اخیر بادشاہ حسن کے زمانہ میں جو سنہ ۵۱۵ھ میں تخت پر بیٹھا سلطنت نہایت ضعیف ہوگئی تہی اور یورپ کے عیسائیوں نے اُن کے ملک کا اکثر حصہ فتح کر لیا تہا۔ یہاں تک کہ سنہ ۵۴۳ھ میں مہدیہ بہی جو اُن کا دار الخلافہ تہا عیسائیوں نے چھین لیا تہا اور باقی مغرب کا تمام ملک یوسف بن تاشفین دبا بیٹھا تہا۔ یوسف بن تاشفین بھی ایک بربری قبیلے سے تہا۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص اس قبیلہ کا سنہ ۴۴۰ھ میں حج کر کے گیا تہا وہاں سے واپس آتا ہوا قیروان سے جو تونس میں ایک قدیم علم کی جگہ تہی ایک عالم کو ساتھ لے گیا اور اپنی تمام قوم کو اسلام کے مسائل کی تعلیم کرائی۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کی طاقت بڑہتی گئی سنہ ۴۴۸ھ میں انہوں نے یوسف بن تاشفین کو اپنا امیر مقرر کیا اُس نے اپنا خطاب امیر المسلمین رکھا اور تمام مغرب کو فتح کر لیا یہ شخص علم کا نہایت قدردان اور دیندار اور مصلحت ملکی سے بہت واقف تہا۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی نے بہی اُس کی دینداری اور علم کا قصہ سنکر اُس کے دربار میں آنے کا ارادہ کیا تہا اور چل بہی پڑے تہے لیکن وہ ابہی اسکندریہ میں تہے کہ اُن کو یوسف کے مرنے کی خبر پہنچی اس لئے واپس چلے گئے یوسف نے مراکش کے شہر کو بسایا تہا اور اُس کو دار الملک مقرر کیا۔ اندلس کے مسلمانوں کو عیسائیوں کے خلاف مدد دیتا رہا اور جب دیکہا کہ بادشاہ گردی کے سبب سے اسلام ضعیف ہوتا جاتا ہے تمام طوائف الملوک کو علیحدہ کر کے خود تمام ملک پر قبضہ کر لیا اُس نے سنہ ۵۰۰ھ میں وفات پائی۔ اُس کے بیٹے علی کے زمانہ میں محمد بن تومرت مہدی کا زور شور ہوگیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کا خلیفہ عبد المومن جس کا حال ہم بیان کرتے ہیں سنہ ۵۴۲ھ میں تمام مغرب اور اندلس کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اور امیر المومنین کا

بنو اغلب

بنو فاطمہ

مذہب مالک رواج کا رواج

المتمسین بامر اللہ

یوسف بن تاشفین

موحدین

عبد المومن

Marfat.com

کا خطاب اختیار کیا اُس کی اولاد نے جن کو موحدین کہتے ہیں ۶۶۸ھ تک حکومت کی۔ ۶۱۰ھ کے قریب جب موحدین مراکش میں حکومت کرتے تھے فاس میں ایک اور خاندان نے زور پکڑا جس کو بنی مرین کہتے ہیں اِس خاندان کا بانی عبدالحق بن محیو بن ابوبکر تھا۔ یہ لوگ قوم بربر کے قبیلۂ زناتہ سے تھے اور صحرا میں بستے تھے۔ عبدالحق کی اولاد موحدین سے لڑتی رہی اور ۶۶۸ھ میں امیر المسلمین سلطان یعقوب نے موحدین کو علٰحدہ کیا اور کل مغرب کا بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ بادشاہ ۶۶۸ھ سے ۶۸۵ھ تک جب تک تخت پر رہا اندلس کے مسلمان بادشاہوں کو برابر مدد دیتا رہا۔ اُس وقت اندلس میں تین مسلمان بادشاہ تھے اور وہاں کے عیسائی اُن تینوں سے باری باری لڑتے تھے۔ سلطان یعقوب جس بادشاہ کے ساتھ عیسائی لڑتے تھے اُس کو کافی مدد دیتا تھا اُس کا بیٹا یوسف بھی اسی طرح مدد دیتا رہا۔ ابن بطوطہ کے وقت میں ابوعنان بن ابوالحسن بن عثمان بن یعقوب بادشاہ تھا۔ اُس نے سات برس سلطنت کی اس خاندان کے اخیر بادشاہ کا نام بھی عبدالحق تھا وہ ۸۶۹ھ میں قتل کیا گیا۔ بنی مرین کے بعد تمام مغرب کے ملک میں فتنہ و فساد پھیل گیا اور پرتگیزوں نے اہل اسلام کو سمندر کے ساحل پر تکلیف دینی شروع کی۔ آخر ۹۱۶ھ میں خدا تعالٰی نے ابومحمد قائم بامر اللہ کو کھڑا کیا اُس نے سوس کے بندرگاہوں سے پرتگیزوں کو نکال دیا اور رفتہ رفتہ تمام مغرب نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ شخص صحیح النسب سید تھا۔

اور امام حسن کی اولاد میں سے تھا۔ ۶۶۰ھ میں ایک شخص حسن اول ہی اول ینبوع سے مغرب میں آیا تھا۔ ینبوع مدینہ شریف کا بندر ہے۔ اِن میں سے محمد مہدی تیسرا بادشاہ تھا وہ حافظ قرآن تھا اور صحیح بخاری بھی اُس کو کل از بر یاد تھی اُس نے سلطان سلیمان خاں سلطان قسطنطنیہ کی شان میں کچھ توہین کے کلمات زبان سے نکالے تھے۔ اور اس لئے کسی ترک نے اُس کی ملازمت اختیار کی اور موقع پا کر مار ڈالا۔ اس خاندان کو سعدی کہتے تھے اُن کی سلطنت ۱۰۶۹ھ تک رہی ۱۰۶۹ھ میں اُسی حسن کی اولاد میں سے ایک اور شخص محمد بن شریف فاس میں ظاہر ہوا۔ اُس کے پوتے اسمٰعیل نے پچپن سال تک حکومت کی اس خاندان کی بنیاد مستحکم طور سے قائم کر دی اب سترھواں بادشاہ مولا حسن کے انتقال کے بعد تخت پر بیٹھا ہے جو صغیر سن ہے اور عبدالعزیز اُس کا نام ہے۔

مغرب کے ذکر میں ایک اور بات بیان کرنے کے قابل ہے۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے تونس کا بادشاہ ۷۵۰ھ میں جب وہ وہاں پہنچا ابوالحسن بن ابوسعید بن ابویوسف بن عبدالحق تھا۔ یہ شخص سلطان ابوعنان کا باپ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت سلطان ابوالحسن وہاں تونس میں موجود تھا۔ حقیقت میں تونس کے بادشاہ ابوحفص عمر ہنتانی کی اولاد سے تھے جو پہلے امیر المومنین بن عبدالمومن کے پوتے کی طرف سے تونس کا حاکم تھا اور ۶۲۵ھ میں خود سر ہو بیٹھا تھا۔ ۷۴۸ھ میں ابن بطوطہ کے واپس وطن پہنچنے سے دو برس پہلے ابوحفص عمر کے وقت میں سلطان ابوالحسن مرینی سلطان مراکو و فاس اس ملک پر قابض ہو گیا تھا مگر اڑھائی سال کے بعد ابوالعباس فضل حفصی نے اُس کو باہر نکال دیا۔ یہ لوگ اپنے تئیں فاروقی بتلاتے تھے اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ میں اپنا نسب ملاتے تھے اور چونکہ

بنی مرین

خاندان سادات بنو سعد

تونس کا بادشاہ

Marfat.com

بربر کے ایک قبیلہ ہنتانہ کے ساتھ رہتے تھے اس لیے اُن کا بڑا ابوحفص عمر ہنتانی کہلاتا تھا۔ یہ خاندان تونس میں ۹۸۱ھ تک بااستقلال حکومت کرتا رہا۔ آخرکار سلطان سلیم بن سلطان سلیمان خان نے سنان پاشا کو ۹۸۱ ہجری میں ایک جرار لشکر دے کر بھیجا اور اُس نے تونس کو فتح کر کے سلطنت عثمانیہ میں داخل کر لیا۔ اس خاندان نے تین سو اٹھاسی سال حکومت کی۔ اب ۱۸۸۲ء سے فرانس نے تونس پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور وہاں کے بادشاہ کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے +

باب (۱۸) سوڈان

فصل (۱) سجلماسہ و تغازی

سجلماسہ

فاس سے سجلماسہ کے شہر میں پہنچا یہ شہر بہت اچھا ہے کھجور اس میں بہت پیدا ہوتی ہے کھجور کی کثرت کے سبب بصرہ سے مشابہ ہے لیکن سجلماسہ کی کھجور بصرہ کی کھجور سے کہیں اچھی ہوتی ہے اور ایک قسم کی کھجور جس کو ایرار کہتے ہیں دنیا بھر میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ اِس شہر میں میں فقیہ ابو محمد بشری کے پاس ٹھیرا۔ یہ وہ شخص ہے جس کا بھائی مجھے چین میں شہر قن جن فو میں ملا تھا اُن کی دوری پر تعجب آتا ہے۔ ابو محمد بشری نے میری خاطر و تواضع بدرجہ غایت کی اِس شہر میں میں نے اونٹ خریدے اور اُن پر چار مہینے کا زاد راہ لیا۔ اور ۷۵۳ھ ہجری کے محرم کی پہلی تاریخ کو ایک قافلے کے ساتھ جس کا سردار ابو محمد یندکان مسوفی تھا چلا۔ ہمارے ساتھ سجلماسہ کے بہت سوداگر بھی تھے پچیس دن کے بعد ہم تغازی میں پہنچے یہ گاؤں بالکل بے برکت ہے اس کے گھروں اور مسجدوں کی دیواریں نمک کے پتھروں کی ہیں اور چھت اونٹوں کی کھال کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اس ملک میں سوا ریل کے بوٹے کے اور کوئی درخت نہیں تھا۔ اس شہر میں نمک کی کان ہے زمین کھودنے پر نمک کی سلیں اوپر نیچے رکھی ہوئی پائی جاتی ہیں جیسے کسی نے تراش کر رکھ چھوڑی ہوں۔ ایک اونٹ پر دو سلیں لادتے ہیں اور سوا مسوفا کے غلاموں کے جو نمک کھودنے کا کام کرتے ہیں اور کوئی شخص وہاں نہیں رہتا۔ اُن کی غذا کھجور ہے جو درعہ اور سجلماسہ سے آتی ہے اور اونٹ کا گوشت اور سوڈان کا چینہ ہے وہاں حبشی آتے ہیں اور نمک لے جاتے

ابو محمد بشری جس کا دوسرا بھائی چین میں تھا

تغازی

نمک کان

Marfat.com

ہیں۔ ابولاتن میں ایک اونٹ کا بوجھ دس مثقال سے آٹھ مثقال تک بکتا ہے اور مالی کے شہر میں مثقال سے تیس مثقال تک اور بعضے وقت چالیس مثقال بھی نرخ ہو جاتا ہے سوداں میں نمک بطور روپیہ کے چلتا ہے اور سونے چاندی کا کام دیتا ہے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے خرید و فروخت ہوتی۔ تغازی کا گاؤں اگرچہ بہت حقیر ہے لیکن وہاں سونے کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔ ہم نے وہاں مشکل سے دس دن کاٹے وہاں کا پانی نہایت تلخ ہے اور مکھیاں بہت کثرت سے ہیں۔ صحرا میں داخل ہونے سے پہلے یہاں سے پانی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کیونکہ آگے دس دن تک پانی شاذ و نادر مل سکتا ہے لیکن ہمیں تو بارش ہونے کے سبب سے کئی جگہ پانی تالابوں میں جمع ہوا ملا اور بعض جگہ پتھر کے دو ٹیلوں کے درمیان تالاب میں پانی دستیاب ہوا تو ہم نے خوب پیٹ بھر کر پیا اور کپڑے بھی دھوئے اور بھر بھی لیا۔ اس صحرا میں مکھیاں بہ کثرت ہوتی ہیں اور جوئیں بھی بہت پڑ جاتی ہیں چنانچہ اکثر لوگ اپنے بازوں میں تھیلیاں جن میں پارہ بھرا ہوا ہے باندھ لیتے ہیں۔ ہم ان دنوں میں قافلے کے آگے آگے جایا کرتے تھے جہاں کہیں چراگاہ پاتے تھے تو وہاں اپنے اونٹ چرانے شروع کر دیتے تھے لیکن جب ایک شخص ابن زیری نام صحرا میں ضائع ہو گیا تو ہم نے آگے جانا اور پیچھے رہنا ترک کر دیا ابن زیری اور اس کے ماموں زاد بھائی ابن عدی کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی۔ ابن زیری قافلے سے پیچھے رہ گیا اور رستہ بھول گیا جب منزل پر پہنچے تو اس کا پتہ نہ لگا میں نے اس کے ماموں زاد بھائی سے کہا کہ کوئی غلام اجرت پر اس کا پتہ لگانے کے لیے بھیجے اس نے انکار کیا لیکن دوسرے دن ایک غلام بلا اجرت چلا گیا تھا اس کو اس کا سراغ مل گیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کبھی تو وہ رستے پر پڑ لیتا تھا اور کبھی ادھر ادھر ہو جاتا تھا لیکن اس کو کچھ پتہ نہ لگا ہمیں رستے میں ایک قافلہ ملا تو انہوں نے کہا کہ کئی آدمی تم میں سے بچھڑ گئے ہیں ان میں سے ایک آدمی ہمیں ایک ریل کے پیڑ کے نیچے مرا ہوا ملا اس کے کپڑے بدن پر تھے اور ہاتھ میں چابک تھا اور پانی اس سے ایک میل کے فاصلے پر تھا پھر ہم تاسرہلا پہنچے یہاں کچھ پانی جمع ہے جب پر قافلے

نمک روپیہ کی طرح چلتا ہے

Marfat.com

نکلے آکر ٹھیرتے ہیں اور تین روز ٹھیرا کرتے ہیں وہاں آرام کرتے ہیں اور وہاں اپنی مشکوں کی مرمت کرتے ہیں اور پانی بھر لیتے ہیں اور اُن پر ہوا کے خوف سے کمبل سی لیتے ہیں +

مثقال - ۴.. ماشہ کا ہوتا ہے اور دینار بھی تقریباً اسی قدر سونا ہوتا ہے +

فصل (۲) صحرا

تکشیف

اِس جگہ سے تکشیف بھیجے جاتے ہیں تکشیف اُس شخص کو کہتے ہیں جس کو اہل قافلہ اجرت پر ٹھہرا کر اپنے سے آگے ایولاتن کو بھیجتے ہیں اُس کے ہاتھ اہل قافلہ اپنے دوستوں کو خط بھیجتے ہیں کہ وہ اُن کے واسطے مکان کا انتظام کر رکھیں اور چار منزل آگے پانی بھیجدیں جس کا دوست وہاں نہیں ہوتا وہ کسی مشہور سخی سوداگر کو لکھ بھیجتا ہے تو وہ انتظام کر دیتا ہے۔ جب کبھی تکشیف رستہ میں مرجاتا ہے اور منزل مقصود تک نہیں پہنچتا تو اہل قافلہ یا اُن میں سے اکثر مرجاتے ہیں- اِس صحرا میں بہت سے شیاطین ہیں جو تکشیف کو دیکھ کر اُس کو رستہ سے گمراہ کر دیتے ہیں کیونکہ اس صحرا میں

غول صحرا

سوا ریت کے تودوں کے اور کچھ نہیں اور ریت کے تودوں کو بھی ہوائیں اور آندھیاں ایک جگہ نہیں رہنے دیتی ہیں ایک دن تو ایک جگہ ریت کے پہاڑ دکھلائی دیتے ہیں اور دوسرے دن کچھ بھی نہیں جو لوگ آتے جاتے ہیں اور کچھ ہوشیار اور عقلمند ہوتے ہیں وہی رستہ گم نہیں کرتے تعجب کی بات ہے کہ ہمارا تکشیف ایک آنکھ سے کانا تھا اور دوسری آنکھ بھی تندرست نہیں تھی کہتے تھے کہ اُس سے بہتر رستے کا جاننے والا کوئی بھی نہیں ہم نے تکشیف کو سو مثقال سونا اُجرت دی تھی وہ بھی قوم کا مسوفہ تھا۔ ساتویں دن ہمیں آگ نظر آئی یہ لوگ ایولاتن سے ہمارے استقبال کو آئے تھے ہم نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی یہ صحرا روشن اور صاف ہے دل بشاش رہتا ہے اور چوروں کا نام و نشان نہیں جنگلی گائے بہ کثرت ہوتی ہے اُس کے ریوڑ کے ریوڑ چرتے ہیں اور لوگوں کے قریب آجاتے ہیں کتوں سے اُن کا شکار کر لیتے ہیں اور نیزوں سے بھی مار لیتے ہیں لیکن اُس کے گوشت کے کھانے سے پیاس بڑھتی ہے اور اسی لئے اکثر آدمیوں کو بچار ہوجاتا ہے یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ جب اس گائے کو مارتے ہیں تو اُس کے اوجھ میں سے

پانی نکلتا ہے اس کو لوگ پیتے ہیں۔ اس صحرا میں سانپ بھی بکثرت ہیں ہمارے قافلہ میں تلسان
سانپ پکڑنے والا
سوداگر تھا جس کو حاجی زیان کہتے تھے اُس کی عادت تھی کہ وہ سانپوں کو پکڑ لیتا تھا اور اُن سے
کھیلا کرتا تھا میں اُس کو منع کیا کرتا تھا لیکن وہ مانتا نہ تھا ایک روز اُس نے ایک سوسمار پکڑنے
کے لیے اُس کے سوراخ میں ہاتھ ڈالا اندر سانپ تھا اُس کو پکڑ لیا اور ہاتھ میں پکڑ کر سوار ہونے
لگا تو سانپ نے اُس کے دہنے ہاتھ کی سبّابہ اُنگلی میں کاٹ لیا اُس کی اُنگلی نہایت سخت درد کرنے لگی
تھی اُس کو داغ دیا لیکن اُس کا درد زیادہ ہوتا گیا اُس نے ایک اونٹ کو ذبح کیا اور اُس کے روز میں
میں ہاتھ دے دیا پھر اپنی انگلیوں کا گوشت چھلوا دیا اور پھر ہاتھ کو کٹوا دیا۔ اہل مسوفہ کہتے
تھے کہ اس نے سانپ کے کاٹنے سے پہلے پانی پی لیا تھا ورنہ یہ شخص ہرگز نہ بچتا۔ جب ہم اُن لوگوں
سے ملے جو ہمارے استقبال کو آئے تھے وہ اپنے ساتھ پانی لائے تھے ہم نے اپنے گھوڑوں کو
پانی پلایا اُس کے بعد ہم ایک ایسے صحرا میں داخل ہوئے کہ وہ نہایت سخت گرم تھا عصر کے بعد
کوچ کرتے تھے اور رات کو بھی چلتے تھے اور صبح کے وقت پہنچ کر قیام کرتے تھے مسوفہ اور بردامہ
کے لوگ پانی فروخت کرنے کے لیے لاتے تھے۔

فصل (۳)۔ ایولاتن

ایولاتن
اُس کے بعد ہم شہر ایولاتن میں ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو پہنچے سجلماسہ سے چل کر یہاں تک
دو ماہ کامل سفر میں رہے۔ یہ شہر سوڈان کا پہلا شہر ہے۔ بادشاہ کی طرف سے وہاں کا حاکم فرباحسین
ہے۔ فربا سوڈان کی لغت میں نائب کو کہتے ہیں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو سوداگروں نے اپنا مال
ایک احاطہ میں سوڈانیوں کے سپرد کر دیا اور خود سبل کر نائب کے پاس گئے وہ ایک دالان میں
فرش پر بیٹھا ہوا تھا اُس کے سپاہی اُس کے روبرو نیزے اور کمانیں ہاتھ میں لیے ہوئے
کھڑے تھے اُن کے پیچھے سوداگر اُس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور وہ اُن سے باوجود ایسے
قرب کے ترجمان کے ذریعہ سے گفتگو کر رہا تھا اور یہ اس سبب سے تھا کہ وہ اُن کو اپنی برابر نہیں
سمجھتا تھا اُس وقت مجھے افسوس ہے کہ میں ان لوگوں کے ملک میں کیوں آیا کیونکہ وہ لوگ نہ

یوں کا ادب نہیں کرتے۔ میں ابن بدا کے گھر میں گیا وہ شہر سلا کے رہنے والے اور ایک فاضل شخص تھے میں نے اُن کو لکھا تھا کہ میرے واسطے ایک مکان کرایہ لے لو۔ اور انہوں نے بندوبست کیا ہوا تھا پھر ایولاتن کے مشرف نے جس کو وہاں منشا جو کہتے ہیں کل اہل قافلہ کی دعوت کی۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں نہ جاؤں اہل قافلہ نے مجھے مجبور کیا میں بھی گیا۔ جینہ کا دلیہ جس میں شہد اور دودھ ملا ہوا تھا ایک کدو کے چھلکے کے نصف میں لائے اور سب نے وہی پی لیا اور وہاں سے چلے آئے میں نے کہا کہ اس کھانے نے ہمیں اسی ضیافت کے لئے بلایا تھا اُس نے کہا یہ تو بڑی ضیافت سمجھی جاتی ہے۔ میں اسیوقت سمجھ گیا کہ اس ملک میں کچھ امید نہیں میں نے ارادہ کیا کہ ایولاتن سے حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ ہی واپس چلا جاؤں لیکن پھر خیال آیا کہ اُن کے ملک کا دارالخلافہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ میں ایولاتن میں پچاس دن ٹھیرا وہاں کے باشندوں نے میری تعظیم اور تکریم کی۔ اور اکثر بزرگوں نے جن میں سے وہاں کا قاضی محمد بن عبداللہ بن ینومر اور اُس کا بھائی فقیہ یحییٰ مدرس ہے ہماری ضیافت کی۔ اس شہر میں گرمی سخت ہوتی ہے۔ کچھ کھجور کے درخت بھی ہیں اُنکے سایہ میں تربوز بھی بوئے جاتے ہیں۔ پانی تالاب کا ہے۔ بکری کا گوشت بکثرت ہوتا ہے وہاں کے باشندے مصری حسان کپڑا استعمال کرتے ہیں اور اکثر باشندے مسوفہ ہیں اُن کی عورتیں نہایت حسین ہوتی ہیں اور ڈیل ڈول میں بھی مردوں سے زیادہ ہوتی ہیں اُن لوگوں کے رواج عجیب ہیں۔ مردوں میں غیرت کا نام ونشان تک نہیں ہوتا۔ ہر ایک شخص اپنے باپ کا بیٹا نہیں کہلاتا بلکہ اپنے ماموں کا بھانجا کہلاتا ہے اور ہر ایک شخص کے وارث اُس کے بیٹے نہیں ہوتے بلکہ بھانجے ہوتے ہیں۔ یہ رواج میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھا مگر اس قوم میں اور ملیبار کے ہندوؤں میں لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان اور نماز کے پابند قرآن کے حافظ اور بڑے بڑے فقہ داں ہوتے ہیں اُنکی عورتیں باوجود پابند نماز ہونے کے مردوں سے پردہ نہیں کرتیں اگر کوئی شخص اُن سے شادی کرنا چاہے تو کرلیتی ہیں لیکن اپنے خاوند کے ساتھ باہر نہیں جاتیں اور اگر کوئی جانا بھی چاہے تو اُس کے خاندان کے بزرگ نہیں جانے دیتے۔ یہاں کی عورتیں اجنبی مردوں کو دوست بنا لیتی ہیں

مسوفہ کی عورتیں

Marfat.com

اور اسی طرح سے مردوں کی دوست اجنبی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی مرد اپنے گھر جاتا ہے اور اپنی عورت کے پاس اس کے دوست کو دیکھتا ہے تو برا نہیں مانتا۔ میں ایک روز وہاں قاضی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہوا۔ اس کے پاس ایک نوجوان حسین عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کو دیکھ کر واپس جانے لگا تو یہ عورت ہنس پڑی اور بالکل شرمندہ نہ ہوئی اور قاضی نے کہا آپ واپس نہ جائیں یہ عورت میری دوست ہے مجھے زیادہ تعجب اس لیے ہوا کہ یہ قاضی صاحب فقیہ اور حاجی بھی ہیں۔ مجھ سے کسی نے یہ بھی کہا کہ ان قاضی صاحب نے بادشاہ سے حج پر جانے اور اس اپنے دوست کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی تھی بادشاہ نے اجازت نہ دی۔ ایک روز میں ابو محمد یندکان کے پاس گیا وہ اپنے گھر میں فرش پر بیٹھا ہوا تھا اس کے گھر کے وسط میں ایک تخت رکھا تھا جس پر سایہ ہو رہا تھا اس پر ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی اور ایک مرد کیساتھ گفتگو کر رہی تھی میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے اس نے کہا کہ میری بیوی ہے میں نے پوچھا کہ یہ مرد کون ہے اس نے کہا کہ اس کا دوست ہے۔ میں نے کہا کہ تو تو ہمارے ملکوں میں رہ آیا ہے اور شرع سے واقف ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے ملک میں عورت اور مرد کی دوستی پاک ہوتی ہے تہمت کی گنجائش کوئی نہیں ہوتی اور یہ بھی کہا کہ ہماری عورتیں تمہاری عورتوں کی مانند نہیں ہوتیں مجھے اس کے غرور پر تعجب آیا اور میں چلا آیا اور اس کے پاس پھر نہیں گیا اس نے مجھے کئی دفعہ بلایا مگر میں نہ گیا۔ جب میں نے مالی کی طرف سفر کیا تو میں نے مسوفہ قوم کا ایک رہبر اپنے ساتھ لیا۔ مالی ایولاتن سے چوبیس منزل ہے۔ یہ رستہ بالکل ہی پُرامن ہے قافلے کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ میرے ساتھ تین اور دوست تھے رستہ میں درخت بہت ہیں درخت بھی بڑے بڑے سایہ دار ہیں اور اس قدر بڑے بڑے درخت ہیں کہ ایک ایک درخت کے نیچے قافلہ کا قافلہ ٹھیر سکتا ہے۔ بعض درخت ایسے ہیں کہ نہ اُن کی شاخیں اور نہ پتے لیکن فقط درخت کے تنے کا سایہ اتنا ہوتا ہے کہ آدمی سایہ میں اچھی طرح بیٹھ سکتا ہے بعض درخت پرانے ہو کر کھوکھل ہو جاتے ہیں اور ان میں بارش کا پانی

مالی کی طرف کوچ

جمع ہو کر کنواں سا بن جاتا ہے اُس سے نکال نکال کر لوگ پانی پیتے ہیں بعضوں میں شہد کے
چھتے لگے ہوئے ہیں لوگ مکھیوں کو بھگا کر شہد لے جاتے ہیں۔ ایک درخت میں نے دیکھا اُس کے درخت
اندر ایک جولاہہ بیٹھا ہوا کپڑا بُن رہا تھا مجھے دیکھ کر بڑا تعجب ہوا (ابن جزی اس سفرنامہ کا مؤلف جولاہہ
کہتا ہے کہ میں نے اندلس کے ملک میں قسطل یعنی بلوط کے دو درخت دیکھے ہیں کہ اُن کے تنہ کے خلا
میں ایک ایک جولاہہ بیٹھکر کام کرتا ہے اُن میں سے ایک درخت تو وادی آش میں ہے اور
دوسرا غرناطہ کے بشارہ میں) ایولاتن اور مالی کے درمیان جو جنگل ہے اس میں ایسے درخت
ہیں کہ جن کے پھل آلو بخارا اور سیب اور آڑو اور خوبانی کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن دراصل وہ کوئی میوہ جات
اور پھل ہوتے ہیں۔ بعضے درخت ایسے ہیں کہ اُن میں خربوزہ کی مانند پھل لگتا ہے جب پک
جاتا ہے تو پھٹ کر اس میں سے آٹے کی مانند کوئی چیز نکلتی ہے اُس کو پکا کر کھاتے ہیں اور
بازاروں میں بیچتے ہیں۔ اِس زمین میں سے باقلہ جیسے دانے نکلتے ہیں اُس کو بھون کر کھاتے
ہیں اُس کا مزہ بھنے ہوئے چنے کے مشابہ ہوتا ہے اور اکثر اُس کو پیسکر اسفنج کی مانند روٹی بناتے
ہیں اور غرتی کے ساتھ اُس کو بھونتے ہیں اور غرتی خوبانی کی مانند ایک میوہ ہوتا ہے لیکن شیریں
بدرجہ غایت ہوتا ہے اُس کا کھانا گورے آدمیوں کے لیے مضر ہے اُس کی گٹھلیوں کو کوٹ لیتے
ہیں اور اُس میں سے تیل نکالتے ہیں جو روغن زیتون کے مشابہ ہوتا ہے اور وہ بہت کام
آتا ہے کھانوں میں ڈالتے ہیں اور چراغ میں بھی وہی جلاتے ہیں اور اسفنج بھی اُسی میں بھونتے
ہیں اور بدن پر بھی ملتے ہیں اور ایک قسم کی مٹی میں ملا کر اس سے مکانوں کو لیپتے ہیں جیسے کہ
قیر سے لیپتے ہیں اور قیر بھی اُن کے ملک میں بہت ہوتا ہے اُس کو ایک ملک سے دوسرے
ملک میں کدو کے چھلکوں میں بھر کر لے جاتے ہیں اور کدو اس شہر میں ایک بڑے حجم کی بڑا
ہوتا ہے کدو سودان کے ملک میں بہت بڑے ہوتے ہیں کدو کے چھلکوں کے بڑے بڑے
پیالے بھی بنا لیتے ہیں ایک کدو کے دو پیالے بنتے ہیں پھر اُن پر خوبصورت نقش کر لیتے ہیں
جب کوئی سودانی سفر کو جاتا ہے تو اُس کے غلام اور لونڈی پیچھے پیچھے اس کا بسترہ اور کھانے

Marfat.com

پینے کے برتن اٹھائے ہوئے چلتے ہیں۔ اور یہ سب برتن کدو کے چھلکوں کے بنے ہوئے ہوتے ہیں کوئی مسافر اس ملک میں اپنے ساتھ زادراہ یا سالن یا دینار یا درہم نہیں لیجاتا لیکن نمک کے ڈلے اور کانچ کے زیورات لے جاتا ہے اُن کو وہاں نظم کہتے ہیں اور خوشبو کی چیزیں ساتھ رکھتے ہیں جیسے کہ لونگ اور مصطگی اور تاسرغنت۔ تاسرغنت کو وہ لوگ مکانوں میں خوشبو کرنیکے لیے جلاتے ہیں جب مسافر کسی گاؤں میں پہنچتا ہے تو سودان کی عورتیں غلہ اور دودھ اور مرغیاں اور بیروں کا آٹا اور چاول اور فونی (جو خردل کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا کس کس کرم اور حلوا بناتے ہیں) اور لوبیہ کا آٹا لاتے ہیں اور اُن کے عوض یہ چیزیں خریدتے ہیں چاول کا کھانا گورے آدمی کو تکلیف دیتا ہے لیکن فونی اُس سے بہتر ہے۔ ابولاتن سے دس دن چل کر ہم زاغری کے گاؤں میں پہنچے یہ ایک بڑا گاؤں ہے اس میں سودانی سوداگر رہتے ہیں اُن کو دنجراتہ کہتے ہیں اور اُن کے ساتھ ہی ایک گوری قوم رہتی ہے جو اباضیہ[۵۲] خارجیوں کے مذہب پر ہیں اُن کو اصغنغو کہتے ہیں اور اہل سنت مالکی مذہب کے بھی گورے آدمی وہاں بستے ہیں اُن کو توری کہتے ہیں اس گاؤں میں سے چینہ غلہ ابولاتن کو لے جاتے ہیں +

زاغری

ابولاتن

خارجی

۵۱ ابولاتن۔ زمانہ حال کے نقشوں میں یہ جگہ صحرا میں واقع ہے اور اس کا نام ولاتہ لکھا ہے +

۵۲ اباضیہ۔ اباضیہ خارجیوں کا ایک فرقہ ہے۔ اِس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خارجی کے لفظ پر بحث کی جائے اور خوارج کے تاریخی حالات اور عقاید سے آگاہ کیا جائے۔

خارجی اصطلاح میں اُس شخص کو کہتے ہیں جو اُس امام برحق کی بیعت سے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو نکل جائے خواہ اُس نے اصحابیوں کے وقت میں خلفائے راشدین میں سے کسی پر خروج کیا ہو یا تابعین کے وقت میں امام متفق علیہ کے خلاف یا کسی اور وقت میں امام وقت کے خلاف جب جنگ صفین کے وقت امیر معاویہ کے طرفدار شکست کھا کر بے دل ہو گئے تھے اور انہوں نے پیغام دیا تھا کہ جو کچھ مسلمان کتاب اللہ کے مطابق علی اور معاویہ میں فیصلہ کر دیں گے ہمیں منظور ہوگا اور امیر معاویہ نے یہ تجویز منظور کر لی تھی لیکن حضرت علیؓ سمجھتے تھے کہ یہ حیلہ ہے اور معاویہ کی غرض فقط فرصت حاصل کرنا ہے کہ اپنی قوت کو از سرنو تازہ کرے اِس تجویز کے قبول کرنے سے انکار کیا اِس وقت حضرت علی کے شیعوں میں سے تین سردار اشعث بن قیس تیمی اور مسعود بن فدکی اور حصین بن طائی علیحدہ ہو گئے اور حضرت علی پر اعتراض کرنا شروع کیا کہ جب مخالفین اپنا فیصلہ کتاب اللہ پر چھوڑتے ہیں تو اس سے بہتر کون سی بات ہے حضرت علی نے بہت کچھ سمجھایا کہ جو کچھ کتاب اللہ کا حکم ہے میں تمہاری بہ نسبت

Marfat.com

اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن ان لوگوں نے نہ مانا اور دھمکانے لگے کہ اگر تم تحکیم یعنی اس ثالثی پر راضی نہ ہوگے اور مالک بن اشتر نخعی کو لڑائی سے واپس نہ بلاؤ گے تو ہم تمہارے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو ہم نے عثمان کے ساتھ کیا تھا۔ آخر حضرت علی مجبور ہو کر تحکیم پر راضی ہو گئے اور مالک بن اشتر کو واپس بلا لیا۔ اور ارادہ کیا کہ اپنی طرف سے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس کو ثالث بنا کر بھیجیں۔ لیکن پھر ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ عبداللہ بن عباس تو تمہارا اپنا ہے کسی غیر شخص کو بھیجو اور ابو موسے اشعری کو بھجوایا۔ یہ لوگ سب سے اول خارجی کہلائے۔ یہ صحابی سیدھے سادے مومن تھے۔ دوسری طرف سے عمرو ابن العاص جو نہایت چالاک تھے آئے اور ابو موسے کو دھوکہ دیکر یہ کہلوا لیا کہ اس نے حضرت علی کو امامت سے معزول کیا اور جس وقت اپنی باری یہ کہنے کی آئی کہ میں نے معاویہ کو معزول کیا تو بجائے معزول کہنے کے یہ کہہ دیا کہ میں نے اس کو مسلمانوں کا امام منظور کیا۔ یہ پنچایت اصل میں پنچایت ہی نہ تھی فقط رولا تھا لیکن دونوں لشکر لڑتے لڑتے عاجز ہو گئے تھے اور مسلمانوں کی خونریزی پر ان کو افسوس آتا تھا اس لیے دونوں بہانہ ڈھونڈتے تھے کہ کسی طرح یہ خونریزی ختم ہو جائے جب حضرت علی نے یہ فیصلہ منظور نہ کیا اور ایسا کرنے میں حق ان کی بجانب ہی تھا ان کے شیعوں میں سے بارہ ہزار آدمی لشکر سے علیحدہ ہو گئے اور یہ کہہ کر کہ اگر تم امامت کو اپنا حق منجانب اللہ سمجھتے تھے۔ تو پنچایت پر کیوں فیصلہ ڈالا تھا حضرت علی سے پھر بیٹھے۔ گویا دوسرے خارجی تھے ان کو خوارج محکمہ کہتے ہیں یعنی جو تحکیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے سردار عبداللہ بن کورا اور عتاب بن اعور اور عبداللہ بن وہب روسبی تھے۔ حضرت علی ان مخالفوں کو سب سے زیادہ اپنا دشمن سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے ان لوگوں کے ساتھ سخت لڑائیاں کیں اور ان کے ساتھ بالکل کافروں کی مانند سلوک کیا کہتے ہیں کہ یہ لوگ سب مارے گئے۔ اور فقط نو آدمی ان میں سے زندہ باقی بچے اور حضرت علی کے لشکر میں سے فقط نو آدمی مارے گئے۔ یہ صریحاً مبالغہ اور مغالطہ ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کی جماعت میں سے اکثر حصہ مارا گیا ہو گا اور وہ پراگندہ ہو گئے کہتے ہیں کہ ان نو میں سے دو تو عمان یعنی مسقط کے ملک کو چلے گئے دو کرمان میں دو سجستان میں دو موصل کی طرف اور ایک یمن میں چلا گیا کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص عروہ بن اذینہ تھا وہ ایک دفعہ زیاد کے سامنے پکڑا آیا۔ زیاد نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا عقیدہ حضرت عمر اور حضرت ابو بکر کے حق میں کیا ہے اس نے ان کے خلوص اور نیک نیتی اور انصاف کی بہت تعریف کی پھر کہا حضرت عثمان کی بابت کیا کہتا ہے تو اس نے کہا کہ چھ سال تک میں اس کا حامی رہا لیکن اخیر چھ سال میں اس نے بدعتیں شروع کیں جن کا نتیجہ یہ تمام خونریزی ہوئی اور اس لیے میں اس کی تکفیر کرتا ہوں۔ پھر حضرت علی کی بابت دریافت کیا تو جواب دیا کہ تحکیم تک وہ حق پر تھا بعدہ اس فیصلہ پر راضی نہ ہونے سے اور خلافت کا دعویٰ نہ چھوڑنے کے باعث وہ بھی کافر ہو گیا اس کے بعد امیر معاویہ کی بابت دریافت کیا تو ان کو سخت گالیاں دیں۔ زیاد نے عروہ کو مروا ڈالا۔ اس کے ساتھ اس کا

Marfat.com

ایک غلام تھا اُس سے دریافت کیا کہ یہ شخص کیسا تھا تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے کبھی اُس کو دن کے وقت کھاتے نہیں دیکھا یعنی صائم الدہر تھا اور نہ کبھی رات کے وقت اُس کو سوتا دیکھا ہے یعنی قایم اللیل تھا باقی جو اُس کے اعتقاد تھے وہ اُس کی رائے تھی یعنی اُس کی غرض تھی کہ آدمی بہت نیک بخت تھا جو کچھ وہ کہتا تھا اپنی رائے کا اظہار کرتا تھا کوئی بدنیتی اُس میں نہ تھی۔ ان لوگوں کے بڑے بڑے عقاید حسب ذیل ہیں۔ (۱) حضرت علی کو بُرا کہتے تھے۔ اُن کے قاتل ابن ملجم کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اُس کا ارادہ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کا تھا (۲) حضرت عثمان کو بُرا کہتے تھے اس بنا پر کہ اس تمام خونریزی کی بنیاد اُن کی بدعات تھیں جس میں انہوں نے شیخین کے خلاف عمل کیا (۳) طلحہ و زبیر و عائشہ و عبداللہ بن عباس اور ہر ایک ایسے صحابی کو جنہوں نے ان لڑائیوں میں حصہ لیا تھا بُرا کہتے تھے (۴) کہتے تھے کہ یہ ضرور نہیں کہ مسلمانوں کا امام قریش ہی ہو یا آزاد ہو (۵) کبیرہ کے مرتکب کو کافر سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں جلتا رہیگا (۶) زانی کو سنگسار نہیں کرتے تھے کہتے تھے کہ یہ حکم قرآن میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ (۷) تقیہ کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور اسی سے اُن کی تعداد کم ہوتی گئی (۸) کہتے تھے کہ مشرکوں کے بچے بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے (۹) اگر کوئی امام خلاف سنت کوئی کام کرے تو اُس سے بغاوت کرنا فرض ہے (۱۰) جہاد اور قتال بصورت امکان کے فرض ہے۔ پہلے پانچ اعتقاد میں تو تمام فرقے متفق ہیں اور پچھلے پانچ میں اختلاف ہے۔ اُن میں سے چھ فرقے تو بڑے ہیں اور باقی شاخیں بے شمار ہیں جن کے عقاید میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے (۱) ازارقہ۔ یہ فرقہ ابوراشد نافع بن ازرق کے پیرو ہیں۔ عبداللہ بن زبیر کے وقت میں اُس نے بصرہ سے خروج کیا (۲) نجدات عاذریہ نجدہ بن عامر کے پیرو ہیں۔ یمامہ کے ملک سے ازارقہ کے ساتھ خروج کیا (۳) ثعالبہ یہ فرقہ ثعلبہ بن عامر کے پیرو ہیں (۴) صفریہ۔ زیاد بن اصفر کے پیرو ہیں (۵) عجاردہ عبدالکریم بن عجرد کے پیرو تھے (۶) اباضیہ۔ یہ فرقہ عقاید میں اوروں کی بہ نسبت ذرا نرم تھا۔ اس کا بانی عبداللہ بن اباض مروان بن محمد اخیر خلفائے بنی امیہ کے وقت میں ظاہر ہوا تھا۔

زمانہ حال میں خارجی زیادہ تر عمان یعنی عرب کے جنوبی اور مشرقی ساحل پر اور زنگبار میں پائے جاتے ہیں مسقط اُن کا دارالخلافہ ہے۔

فصل (۴)۔ دریائے نائی جر

دریائے نائیجر

زاغری سے چل کر ہم ایک بڑے دریا پر پہنچے جس کو نیل کہتے ہیں اس دریا پر کارسقو کا شہر ہے وہاں سے یہ دریا کابرہ کی طرف جاتا ہے پھر زافہ کی طرف اور کابرہ اور زافہ کے بادشاہ مالی کے سلطان کے تابع ہیں زافہ کے باشندے قدیم سے مسلمان ہیں بڑے دیندار اور علم کے شائق

Marfat.com

ہیں یہ دریا دافہ سے ٹمبکٹو کی طرف جاتا ہے اور وہاں سے کوکو کی جانب ان دونوں شہروں کا عنقریب ذکر کرینگے پھر یہ دریا مولی کی طرف جاتا ہے یہ شہر لیمیوں کا اور مالی کی سلطنت کا اخیر شہر ہے پھر یونی کی جانب جاتا ہے یہ شہر سودان کے شہروں میں سب سے بڑا ہے اور وہاں کا بادشاہ بھی سب سے بڑا بادشاہ ہے کوئی گورا آدمی وہاں نہیں جاتا کیونکہ وہاں کے لوگ اس کو شہر تک پہنچنے سے پہلے ہی مار ڈالتے ہیں۔ پھر یہ دریا نوبہ کیطرف جاتا ہے نوبہ کے باشندے نصرانی ہیں پھر دنقلہ کیطرف بہتا ہے یہ شہر نوبہ کا سب سے بڑا شہر ہے وہاں کے بادشاہ کا نام ابن کنز الدین ہے اس نے ملک ناصر کے وقت میں اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے بعد یہ دریا جنادل کیطرف جاتا ہے۔ یہ شہر سودان کے علاقہ کا اخیر ہے اور صعید مصر کا شروع ہے یہاں میں نے مگرمچھ دریا کے کنارے پر اتنے اتنے بڑے دیکھے کہ جیسے چھوٹی کشتی ہوتی ہے ایک دن میں دریائے نیل کے کنارے قضائے حاجت کے لیے گیا ایک سودانی آکر میرے اور دریا کے کنارے کے درمیان کھڑا ہوگیا میں اس کی بے حیائی اور بے ادبی سے متعجب ہوا اور میں نے لوگوں سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تجھے مگرمچھ کے حملہ سے بچانے کے لیئے کھڑا ہوگیا تھا +

مگرمچھ

دریائے نائیگر

لہ یہ بات کہ صحرائے افریقہ سے پرے جنوب میں ایک بڑا دریا ہے جو حبشیوں کے ملک میں بہتا ہے بطلیموس صاحب مجسطی سے پہلے بھی معلوم تھی یہ بھی ان کو معلوم تھا کہ وہ مغرب سے مشرق کی جانب بہتا ہے بطلیموس کے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دریا افریقہ کے مغرب سے نکل کر مشرق کی جانب بہتا ہے لیکن اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ سمندر میں کس جگہ جاکر گرتا ہے اور اس لیئے اس نے اس دریا کو سودان کے وسط میں ختم کر دیا۔ مصر کے نیل کی بابت اس کے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جبل قمر میں سے خط استوا کے قریب نکلا ہے اور اس لیئے بطلیموس تک یہ علم درست تھا کہ سودان کا نیل یعنی نائی جر (دہ نیل کا ہم معنی ہے) اور مصر کا نیل علیحدہ علیحدہ دریا ہیں۔ لیکن اس کے بعد ادریسی اور اہل اطالیہ کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال پختہ ہوگیا تھا کہ سودان کا نیل یعنی نائی جر اور مصر کا نیل ایک ہی دریا ہے یہی غلط خیال ابن بطوطہ کے دل میں تھا اگرچہ وہ نائی جر تک پہنچ گیا تھا لیکن چونکہ وہ مالی کی سلطنت دیکھکر کوکو سے آگے نہ گیا اس لیئے معلوم نہ کر سکا کہ یہ دریا کہاں جاکر گرتا ہے اس نے اس وقت کے عام خیال کے مطابق نائی جر اور نیل کو ایک ہی دریا قرار دیا ہے۔ ادریسی کے نقشہ سے جو ۱۱۵۴ء کا بنا ہوا ہے اس خیال کی تائید ہوگی۔ ادریسی نے اس نیل کو دونوں طرف سمندر سے

Marfat.com

ملا دیا ہے اور اس طرح سے تین دریاؤں کو یعنی نائی جیر لوڈنیل اور سنی گال کو ایک بنا دیا ہے۔ اس غلطی کو منگو پارک نے جو ایک سکاٹلینڈ کا رہنے والا شخص تھا اور ۱۷۹۵ء سے ۱۸۰۶ء تک اس نے تین دفعہ سوڈان میں سفر کیا اول ہی اول رفع کیا اور ثابت کر دیا کہ ناگر مغرب سے مشرق کیطرف بہہ کر اور ایک خم بنا کر جنوب کے رُخ ہو لیتا ہے اور وہ اخیر سفر میں بوسا میں مارا گیا لیکن اس وقت تک یہ خیال رہا کہ ناگر اور کونگو ایک ہی دریا ہے لیکن ۱۸۰۲ء میں ایک جرمنی کے باشندہ ریچارڈ نے یہ قیاس کیا کہ ناگر ساحل گنی میں سمندر میں شامل ہوتا ہے۔ ۱۸۱۶ء میں انگلستان کی طرف سے دو سیاح گورنمنٹ کے خرچ سے بھیجے گئے۔ ٹکے تو دریائے کونگو کی طرف اور میجر پیڈے ناگر کی جانب۔ دونوں ناکامیاب رہے ۱۸۲۱ء میں کلے پرٹن نے تمام عربی مورخوں اور سیاحوں اور تاجروں کی کتابوں کا دل لگا کر مطالعہ کیا اور ایک کتاب لکھی جس میں ثابت کیا کہ نہ تو مصر کا نیل اور سوڈان کا نیل یعنی نائی جر ایک دریا ہیں۔ وہ اور کونگو علٰحدہ علٰحدہ دریا ہیں اور نائی جر صحرا میں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ جنوب کیطرف جا کر سمندر میں داخل ہوتا ہے۔ اس نے اپنے گھر بیٹھ کر اصل حقیقت کو معلوم کر لیا۔ لیکن فقط قیاس سے کام چلنا مشکل تھا۔ کپتان کلے پرٹن نے طرابلس کیطرف سے صحرا کے عبور کرنے کا ارادہ کیا اور اکتوبر ۱۸۲۲ء میں وہ مرزک میں پہنچا فروری ۱۸۲۳ء میں وہ جھیل چاڈ پر جا پہنچا اور وہاں سے بورنو پہنچا اور وہاں سے سکوٹو لیکن یہاں سے تین سال کے سفر کے بعد وہ طرابلس کو واپس ہو گیا اور ۱۸۲۵ء میں گورنمنٹ نے پھر کلے پرٹن کو بھیجا۔ اس دفعہ کلے پرٹن نے سمندر کے ساحل بداگری سے اندر کی طرف سفر شروع کیا اور سدہ بوسا میں پہنچ کر اور نائی جر سے پار ہو کر سوکوٹو میں پہنچا اور ۱۸۲۷ء میں وہاں مرگیا۔ اس کے ساتھ لانڈر ایک شخص تھا وہ واپس انگلستان کو چلا آیا۔ اب تک یہ پتہ نہ لگا تھا نائی جر کہاں ختم ہوتا ہے۔ گورنمنٹ نے کوشش چھوڑ دی۔ ۱۸۳۰ء میں لانڈر نے اپنے آقا کے کام کو پورا کرنے کا ارادہ کیا اور لاگوس سے چل کر پھر بوسا میں پہنچا وہاں سے کشتی میں بیٹھ کر دریا کے رستے ہو لیا۔ اور آخر کار ۱۸۳۰ء میں وہ سمندر میں جا پہنچا اور نائی جر کا معاملہ حل ہو گیا۔

فصل (۵) - مالی

کارسغو سے ہم دریائے صنصرہ کی طرف گئے یہ دریا شہر مالی سے دس میل دور ہے۔ مالی میں کسی کو بغیر اجازت جانے کا حکم نہیں میں نے پہنچنے سے پہلے گورے آدمیوں میں سے بعض کیطرف جن میں سب سے بڑے آدمی محمد بن فقیہ جزولی اور شمس الدین بن تعویش مصری تھے لکھ بھیجا تھا میرے لیئے ایک مکان کرایہ پر لے رکھیں۔ جب میں بھی دریائے صنصرہ پر پہنچا تو میں نے کشتی میں بیٹھ کر دریا کو عبور کیا اور مجھے کسی نے منع نہ کیا اس کے بعد میں شہر مالی میں پہنچا جو شاہ سوڈان کا مالی

ئے تحت ہے۔ میں جاکر قبرستان کے پاس ٹھیرا اور بعد ازاں گورے لوگوں کے محلہ میں گیا وہاں
محمد ابن فقیہ سے ملا اُس نے میرے واسطے ایک مکان اپنے مکان کے مقابل کرایہ لے رکھا تھا
میں اس مکان میں جا رہا اُس کا داماد فقیہ قاری عبدالواحد میرے واسطے ایک چراغدان اور کھانا
لایا۔ دوسرے دن ابن فقیہ اور شمس الدین اور علی مراکشی میرے ملنے کو آئے علی مراکشی ایک
طالب علم تھا مالی کا قاضی عبدالرحیم بھی آیا وہ حبشی تھا اور حج کر آیا تھا عالم فاضل اور اچھے خصائل کا
آدمی تھا اُس نے میری ضیافت میں ایک گائے بھیجی۔ ترجمان دوغا نام سے بھی میری ملاقات
ہوئی وہ بھی حبشیوں میں ایک بڑا فاضل آدمی ہے اُس نے میرے پاس ایک بیل بھیجا اور فقیہ
عبدالواحد نے فوفی کی دو بوریاں اور غرقی کا بھرا ایک تونبہ بھیجا اور ابن الفقیہ نے چاول اور فوفی
بھیجی اور شمس الدین نے بھی کھانا بھیجا ان سب نے میری مدارات کماحقہ کی۔ ابن فقیہ کا نکاح
بادشاہ کے چچا کی لڑکی سے ہوا تھا وہ بھی میرے پاس کھانا بھیجا کرتی تھی اور دیگر ضروریات بھی بھیجتی
رہتی تھی بھیجنے کے دس دن ہم نے قاضی کا عصیدہ کھایا اور یہ کھانا اُس ملک میں بہت کھانوں سے
افضل سمجھا جاتا ہے وہ کھا کر دوسرے دن ہم سب بیمار ہوگئے ہم چھ آدمی تھے ایک مرگیا۔ اور
میں صبح کی نماز پڑھنے گیا تھا وہیں بے ہوش ہوگیا میں نے ایک مصری سے کہا مجھ کو کوئی مسہل دوا
دو۔ وہ ایک شے جس کو بیدر کہتے ہیں لایا وہ کسی بوٹی کی جڑ تھی اور اس میں انیسون اور شکر تری
ملائی اور پانی میں گوندھ کر مجھے دی میں نے وہ دوا کھائی تو جو کچھ میں نے کھایا تھا وہ صفرا کو ساتھ لیکر
قے کے رستے سے نکل گیا اور میں بچ گیا لیکن دو مہینے بیمار رہا +

مالی کی سلطنت

[1] مالی۔ ادریسی اور اُس کے مابعد کے تمام نقشوں میں مالی کا نشان نائی جر کے جنوب میں ٹمبکٹو کے جنوب میں دیا گیا ہے لیکن حال کے نقشوں میں اس نام کا کوئی ملک نہیں۔ اگرچہ بورنیو اور سونگھے میں اسلام سنہ کے قریب داخل ہوگیا تھا لیکن مالی تک وہ تیرہویں صدی کے اخیر میں پہنچا ہے +
سونگھے کی سلطنت نے سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں بڑا عروج حاصل کیا اور جبیل چاڈ سے لے کر بحر اوقیانوس تک جو پندرہ سو میل کا فاصلہ ہے اور موسے توات تک جو ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے ایک سلطنت قایم ہوگئی۔ اُس وقت سونگھے کا بادشاہ حاجی محمد اسکیا تھا اس کا دار الخلافہ کوکو تھا اُس نے مسجدیں اور مدرسے جابجا قایم کئے لیکن یہ سلطنت سنہ عیسوی میں مراکو کے سلطان مولانا حامد کے حملہ سے

تباہ ہوگئی۔ مشرق کی طرف بورنو کی سلطنت میں گیارہویں صدی کے اخیر میں ونامہ بن ہومی نے اسلام اختیار کیا۔ ونامہ سلامی کے وقت تیرہویں صدی کے وسط میں اس سلطنت نے بڑا عروج حاصل کیا اور بورنو کے بادشاہ بھی تہذیب اور توحید کے پھیلانے میں بہت ساعی رہے سنہ ۱۵۷۱ء میں علی بادشاہ تھا۔ اور ادریس علامہ کے وقت میں سنہ ۱۵۷۱ء سے سنہ ۱۶۰۳ء تک یہ سلطنت بہت وسیع ہوگئی۔ اور اسلام کی اشاعت خوب ہوئی۔ لیکن مالی کی سلطنت ان دونوں سلطنتوں سے زیادہ قدیم تھی ÷

فصل (۶)۔ مالی کا بادشاہ

مالی کے بادشاہ کا نام منسا سلیمان ہے۔ منسا بادشاہ کو کہتے ہیں اور سلیمانؑ اس کا نام تھا۔ یہ بادشاہ نہایت بخیل ہے اور کسی بڑے عطیہ کی امید اُس سے رکھنی لاحاصل ہے اتفاق سے اس تمام عرصہ تک بیماری کے سبب سے میں بادشاہ سے ملاقات نہیں کر سکا۔ اُس نے مولانا ابوالحسن کی تعزیت کی تقریب میں ایک بڑی دعوت کی اور امیروں اور فقیہوں اور قاضی اور خطیب کو بُلایا میں بھی گیا ہر ایک شخص کو ایک ایک ربع قرآن شریف کا دے دیا جب ختم ہو چکا تو مولانا ابوالحسن کی روح کے لیے دعا مانگی گئی اور پھر منسا سلیمان کے حق میں سب نے دعا کی جب یہ ہو چکا تو میں نے آگے بڑھ کر بادشاہ کو سلام کیا اور قاضی اور خطیب اور ابن فقیہ نے میرا حال اُس کو سُنایا اُس نے اُن کی زبان میں جواب دیا انھوں نے مجھ سے کہا کہ بادشاہ فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر کرو میں نے الحمد للہ علیٰ کل حال کہا۔ جب میں اپنے گھر آیا تو میرے واسطے بادشاہ نے کھانا بھیجا پہلے وہ قاضی کے گھر گئے اُس نے اپنے آدمیوں کے ہاتھ ابن فقیہ کے گھر بھیج دیا وہ سُن کر پیدل دوڑتا ہوا میرے پاس آیا کہ اُٹھو بادشاہ نے تیرے لیے ہدیہ بھیجا ہے میں سمجھا کہ خلعت اور کچھ نقدی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ تین روٹیاں اور تھوڑا سا گائے کا گوشت تھا اور کدو کے چھلکے میں چھاچھ تھی میں دیکھ کر خوب ہنسا اور ان لوگوں کی کم عقلی اور تھوڑی سی چیز پر اس قدر خوش ہونے پر مجھے بہت تعجب ہوا اس کے بعد میں دو مہینے تک ٹھیرا رہا بادشاہ نے مجھے کچھ نہ بھیجا رمضان کا مہینا آگیا اس عرصہ میں میں بادشاہی محل میں آیا جایا کرتا تھا اور بادشاہ کو سلام کیا کرتا تھا اور قاضی اور خطیب کے ساتھ جا بیٹھتا تھا۔ میں نے دوغا ترجمان سے کہا اُس نے کہا بادشاہ سے عرض کرتا میں ترجمہ کرکے بادشاہ کو سُناؤنگا

شروع رمضان میں بادشاہ بیٹھا ہوا تھا میں نے روبرو کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں نے تمام دنیا کے ملکوں کا سفر کیا ہے اور وہاں کے بادشاہوں سے ملاقات کی تمہارے شہر میں آئے مجھے چار مہینے ہوئے نہ تم نے مجھے کچھ دیا نہ ضیافت کی میں تمہارا حال جا کر کیا بیان کروں گا۔ بادشاہ نے کہا میں نے تم کو نہیں دیکھا اور نہ مجھے تمہارے آنے کا علم ہے۔ قاضی اور ابن فقیہ نے کھڑے ہو کر بتلایا کہ اس نے حضور کو سلام بھی کیا تھا اور حضور نے اس کے لیے کھانا بھی بھجوایا تھا اس بادشاہ نے میرے لیے ایک گھر تجویز کیا اور روزینہ مقرر کیا اور ستائیسویں شب کو قاضی اور خطیب اور فقیہوں کو روپیہ تقسیم کیے تو مجھے بھی تینتیس مثقال سونا بھیجا اور جب میں رخصت ہوا تو سو مثقال سونا اس وقت دیا۔ یہ

بادشاہ کا محل

بادشاہ ایک بلند برج میں جس کا در گھر کے اندر ہے اکثر بیٹھا رہتا ہے۔ چوک کی جانب اس برج میں دروازے ہیں ان کے کواڑ لکڑی کے ہیں لیکن چاندی کا خول ان پر چڑھا ہوا ہے اور ان کے نیچے تین کھڑکیاں ہیں ان کے کواڑ سونے کے ہیں یا چاندی پر سونے کا ملمع کیا ہوا ہے ان دروازوں پر ریشم کے پردے پڑے ہوئے ہیں جب بادشاہ برج میں آکر بیٹھتا ہے تو پردے اٹھا دیے جاتے ہیں جب پردے اٹھائے جاتے ہیں تو یہ علامت ہے کہ بادشاہ برج میں بیٹھا ہوا ہے جب بادشاہ آ بیٹھتا ہے تو ایک کواڑ کی جالی میں سے ایک ریشمی جھنڈا لٹکا دیا جاتا ہے اس میں ایک مصری منقش رومال بندھا ہوا ہوتا ہے۔ جب لوگ رومال کو دیکھتے ہیں تو نوبت نقارے بجنے شروع ہوتے ہیں اس وقت محل میں سے تین سو غلام نکلتے ہیں ان میں سے کسی کے ہاتھ میں کمان اور کسی کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا ہے اور کسی کے ہاتھ میں ڈھال ہوتی ہے نیزہ بردار داہنے اور بائیں ہاتھ پر کھڑے ہو جاتے اور کمانوں والے دونوں طرف بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد دو گھوڑے جن پر زین اور لگام کسا ہوا ہوتا ہے لاتے ہیں اور ان کے ساتھ دو مینڈھے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کے سبب سے گھوڑوں کو نظر نہیں لگتی جب بادشاہ بیٹھ جاتا ہے تو تین غلام باہر آتے ہیں اور دوڑ کر بادشاہ کے نائب قنجا موسے کو بلاتے ہیں۔ اس کے بعد فراری آتے ہیں فراری امیروں کو کہتے ہیں ان کے بعد قاضی اور خطیب آتے ہیں۔ یہ سب سلحداروں کے آگے داہنے اور بائیں بیٹھ جاتے ہیں اور

دوغا ترجمان چوک کے دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ زرد خانہ دار کپڑے کی عمدہ پوشاک پہنے ہوئے ہوتا ہے اُس کے سر پر عمامہ ہوتا ہے جس کے حاشیوں پر طرح طرح کا کام ہوتا ہے ایک تلوار جس کی میان سونے کی ہوتی ہے اُس کی کمر میں بندھی ہوئی ہوتی ہے اور پاؤں میں موزے ہوتے ہیں اور مہمیز لگی ہوئی ہوتی ہیں اُن روز سوا ترجمان کے اور کسی کو موزے پہننے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اُس کے ہاتھوں میں دو نیزے ہوتے ہیں ایک چاندی کا اور دوسرا سونے کا اُن کی انی لوہے کی ہوتی ہے چوک کے دروازہ کے باہر ایک وسیع رستہ ہے جس میں درخت لگے ہوئے ہیں لشکری۔ اور والی اور غلام اور مسوفہ بیٹھے رہتے ہیں۔ ہر ایک امیر کے سامنے اُس کے ہمراہی ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں نیزے اور کمانیں ہوتی ہیں اور نقارے اور نفیری ہوتے ہیں اُن کے نقارے ہاتھی دانت کے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور بعضوں کے ہاتھ میں بانس اور لوہے کے بنے ہوئے گانے بجانے کے ساز ہوتے ہیں ان سازوں کو ہتیلی کے ساتھ بجاتے ہیں اور اُن میں سے ایک عجیب آواز نکلتی ہے۔ ہر ایک امیر کے مونڈھوں کے درمیان ایک ترکش لٹکا ہوا ہوتا ہے اور اُس کے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اور وہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اُس کے ہمراہی بعضے پیدل اور بعضے سوار ہوتے ہیں چوک کے اندر برج کے کواڑوں کے پاس ایک آدمی کھڑا ہو جاتا ہے اگر باہر سے کوئی شخص بادشاہ کو عرض کرنا چاہتا ہے تو وہ ترجمان دوغا سے کہتا ہے اور ترجمان دوغا اُس شخص سے کہتا ہے اور وہ بادشاہ سے عرض کرتا ہے۔ بادشاہ بعضے وقت محل کے چوک میں ہی جلوس کرتا ہے چوک میں ایک درخت کے نیچے ایک چبوترہ ہے جس کے تین درجہ ہیں اُس کو بنبی کہتے ہیں اُس پر ریشم کا فرش بچھاتے ہیں اور تکئے رکھے جاتے ہیں اور ایک ریشمی چھتر جس کی شکل گنبد سی ہوتی ہے کھول دیتے ہیں چھتر پر ایک جانور باز کی برابر سونے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ بادشاہ ایک دروازے سے جو محل کا ایک کونہ ہوتا ہے نکلتا ہے اُس کے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اور دونوں مونڈھوں کے درمیان ترکش ہوتا ہے اور سر پر طلائی شاشیہ ہوتی ہے جو ایک طلائی تسمہ کے ذریعہ سے گلے کے نیچے بندھی ہوئی ہوتی ہے اور اُس کے گوشے تیز چھری کی طرح باریک ہوتے ہیں جس کی درازی

اجلاس

Marfat.com

ایک بالشت سے زیادہ ہوتی ہے اس کے بدن پر ایک سرخ روئیں دار رومی کپڑے کا جبہ ہوتا ہے جس کو مطنفس کہتے ہیں۔ بادشاہ کے آگے آگے گانے بجانے والے ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں سونے اور چاندی کی کلغیاں ہوتی ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے تین سو غلام ہتیار بند ہوتے ہیں بادشاہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہے اور ٹھیر ٹھیر کر لوگوں کی طرف دیکھتا جاتا ہے اور پھر نہایت آہستگی سے چبوترہ پر چڑھتا ہے جیسے کہ خطیب منبر پر چڑھا کرتا ہے جب بیٹھتا ہے تو نوبت نقارہ بجنے شروع ہو جاتے ہیں پھر تین غلام جلدی جلدی باہر آتے ہیں اور نائب کو اور باقی امیروں کو پکارتے ہیں وہ سب آتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں پھر دو گھوڑے جن کے ساتھ دو مینڈھے ہوتے ہیں لاتے ہیں دوغا دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اور باقی سب آدمی درختوں کے نیچے باہر شارع عام میں بیٹھ جاتے ہیں حبشیوں سے زیادہ کوئی قوم اپنے بادشاہ کا ادب نہیں کرتی وہ بادشاہ کی قسم کھاتے ہیں جب بادشاہ برج میں بیٹھ کر اجلاس کرتا ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور کسی شخص کو بلاتا ہے تو وہ شخص اپنے کپڑے اتار دیتا ہے اور پرانے کپڑے پہن لیتا ہے سر سے عمامہ بھی اتار دیتا ہے اور ایک میلی کلاہ سر پر رکھ لیتا ہے اور اپنے پائینچے آدھی پنڈلی تک چڑھا لیتا ہے اور نہایت ذلت اور غربت کی شکل بنا کر زمین پر کہنیاں ٹیکتا ہوا جاتا ہے یا رکوع میں کھڑا ہو کر بادشاہ کا کلام سنتا ہے جب ان میں سے کوئی بادشاہ سے کچھ بات کرتا ہے اور بادشاہ اس کا جواب دیتا ہے تو وہ شخص اپنی کمر سے کپڑے علیحدہ کر دیتا ہے اور خاک اپنے سر پر اور کمر پر ڈالتا ہے جیسے کہ غسل کرنے والا پانی ڈالتا ہے مجھے تعجب یہ ہوتا تھا کہ وہ خاک ان کی آنکھوں میں نہیں پڑتی تھی۔ جب بادشاہ مجلس میں کوئی بات کہتا ہے تو کل حاضرین اپنے سروں سے عمامے اتار دیتے ہیں اور خاموش ہو کر سنتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حاضرین میں سے کوئی شخص بادشاہ کے روبرو کھڑا ہوتا ہے اور اپنی خدمتوں کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں روز یہ کام کیا اور فلاں روز فلاں لڑائی کی تو جو شخص اس کام سے واقف ہوتا ہے اس کی تصدیق کرتا ہے اور تصدیق کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی کمان کو خوب کھینچکر دفعتہً چھوڑ دیتا ہے اور اس میں سے

بادشاہ کی تعظیم

آواز نکلتی ہے جیسے کہ تیر کے پھینکنے کے وقت نکلا کرتی ہے جب بادشاہ کہتا ہے کہ تو نے منع
یا اُس کا شکریہ ادا کیا ہے تو وہ کپڑے اُتار کر اپنے بدن پر خاک ڈالتا ہے اور یہ اُن کے رواج کے
مطابق ادب کی علامت ہے (ابن جزی اس سفرنامہ کا مولف کہتا ہے کہ فقیہ ابوالقاسم بن
رضوان نے مجھ سے یہ روایت بیان کی تھی کہ جب منسا سلیمان کی جانب سے حاجی ہوکے و مجراتی مولانا
ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس کے ہمراہی ایک برتن میں خاک لیے ہوئے تھے تو وہ جب
کبھی سلطان ابوالحسنؒ اس کے ساتھ کوئی اچھی بات کرتے تھے تو خاک اپنے بدن پر ڈالتا جاتا تھا
جیسا کہ اُن کے ملک میں رواج ہے)۔ شہر مالی میں مجھے دو عیدیں ہوئیں تمام لوگ عیدگاہ میں
گئے وہ بادشاہ کے محل کے قریب ہے اور سب لوگوں نے سفید اور نفیس پوشاکیں پہنی ہوئی تھیں
بادشاہ گھوڑے پر سوار تھا اور اُس کے بدن پر چادر پڑی ہوئی تھی حبشی لوگ طیلسان یعنی چادر کو
سوا عید کے اور کسی روز نہیں پہنتے لیکن قاضی اور خطیب اور فقیہ اور دنوں میں بھی پہنتے ہیں قاضی
اور خطیب اور فقیہ بادشاہ کے آگے آگے چلتے ہیں اور تکبیر کہتے جاتے ہیں اور کلمہ پڑھتے جاتے
ہیں۔ بادشاہ کے آگے آگے سُرخ ریشم کے علم ہوتے ہیں عیدگاہ کے پاس ایک خیمہ نصب کیا جاتا ہے
بادشاہ اُس میں جاکر بیٹھ جاتا ہے اور پھر کچھ دم لے کر عیدگاہ میں آتا ہے نماز اور خطبہ کے بعد
خطیب منبر سے نیچے اُتر آتا ہے اور بادشاہ کے روبرو بیٹھ جاتا ہے اور وعظ کرتا ہے اُس کے
آگے ایک شخص نیزہ بردار کھڑا رہتا ہے وہ خطیب کے کلام کا ترجمہ لوگوں کو سُناتا جاتا ہے
اُسی وعظ میں بادشاہ کی تعریف بھی کی جاتی ہے اور لوگوں کو اُس کی اطاعت کرنے۔ اور
اُس کے حقوق بجا لانے کی ترغیب دی جاتی ہے عید کے دن بادشاہ عصر کے بعد پنبی پر آکر
جلوس کرتا ہے اور سلحدار یعنی سپاہی سونے اور چاندی کے ترکش اور سونے کی ملمع کی ہوئی تلواریں
جن کے نیام بھی سونے کے ہوتے ہیں اور سونے اور چاندی کے نیزے اور بلور کے گرز ہاتھوں میں
لیے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور چار امیر اُس کے سر پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور مکھیاں ہلاتے
ہیں اور اُن کے ہاتھوں میں سونے کا ایک زیور ہوتا ہے جو رکاب کے مشابہ ہوتا ہے اور جب دستو

عید کا جلوس

دوغا کا تماشہ

...اور خطیب اور امیر آکر بیٹھتے جاتے ہیں اور دوغا ترجمان اپنی چاروں بیویوں اور کنیزوں کو لیکر ...آتا ہے اُس کے پاس سو کے قریب کنیزیں ہیں وہ بہت نفیس پوشاک پہنے ہوئے ہوتی ہیں اور ...ان کے سروں پر سونے اور چاندی کی پٹیاں بندھی ہوتی ہیں اور اُن میں سونے اور چاندی کے سیب لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ دوغا کے واسطے ایک کرسی بچھائی جاتی ہے وہ اُس پر آکر بیٹھ ...جاتا ہے اور ایک ساز جو بانس کا بنا ہوا ہوتا ہے اور اُس کے نیچے چھوٹے چھوٹے کدو لگے ہوتے ...ہوتے ہیں بجانا شروع کرتا ہے اور بادشاہ کی تعریف میں اشعار گاتا ہے اور اُس کے افعال کا اور ...لڑائیوں کا ذکر کرتا ہے اُس کی بیویاں اور کنیزیں اُس کے ساتھ گاتی ہیں اور کمانوں کیساتھ کرتب دکھلاتی ہیں۔ اور اُس کے ساتھ تیس غلام بھی ہوتے ہیں وہ سرخ ریشم کے چغے پہنے ہوئے ہوتے ہیں اور اُن کے سروں پر سفید رنگ کی شاشی کلاہیں ہوتی ہیں اور ہر ایک کے ساتھ ایک طبلہ ہوتا ہے جس کو وہ بجاتا رہتا ہے۔ اُن کے بعد چھوٹے چھوٹے لڑکے آتے ہیں وہ سندیوں کی طرح قلا کرتے ہیں۔ عجیب پھرتی اور سُبکی دکھلاتے ہیں اور تلواروں کے کرتب بھی دکھلاتے ہیں اور دوغا بھی تلوار کے ساتھ عجیب عجیب کرتب کرتا ہے اُس وقت بادشاہ اُس کو انعام دیتا ہے ایک تھیلی جس میں دو سو مثقال سونا ہوتا ہے مجلس میں پیش کی جاتی ہے اور سب کے سامنے بیان کیا جاتا ہے کہ دوغا کو اس قدر انعام دیا جاتا ہے پھر سب امیر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بطور شکریہ کے وہ سب اپنی کمانوں کو کھینچکر آواز نکالتے ہیں اور دوسرے دن ہر امیر دوغا کو اپنی وسعت کے مطابق انعام دیتا ہے ہر جمعہ کے روز نماز کے بعد دوغا یہی تماشا دکھلاتا ہے

سوڈان کے شاعر

جب دوغا اپنا تماشہ ختم کر چکتا ہے تو شاعر آتے ہیں شاعروں کو اس ملک میں جلا کہتے ہیں ایک شاعر کو جالی کہتے ہیں ہر شاعر ایک مصنوعی شقشاق کی شکل میں جو پروں کی بنائی ہوئی ہوتی ہے داخل ہو جاتا ہے اس کا سر لکڑی کا ہوتا ہے اور اُس میں سرخ چونچ لگی ہوئی ہوتی ہے اور یہ مسخرہ پن کی شکل بناکر بادشاہ کے سامنے آتے ہیں اور اپنے اپنے اشعار پڑھتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ اس منبر پر فلاں فلاں بادشاہ بیٹھ چکے ہیں جن کے ایسے ایسے افعال

Marfat.com

اور اوصاف تھے تو بھی ایسے ہی افعال کرے گا تو تجھ کو بھی خلعت مرنے کے بعد اسی طرح یاد کرے
اس کے بعد سب سے بڑا شاعر منبر کی سیڑھی پر کھڑا ہوتا ہے اور اپنا سر بادشاہ کی گود میں رکھ
اس کے بعد دوسری سیڑھی پر چڑھتا ہے اور اپنا سر بادشاہ کے مونڈھوں پر رکھتا ہے
داہنے مونڈھے پر پھر بائیں مونڈھے پر اور اپنی زبان میں کچھ کہتا جاتا ہے اور اس کے بعد
اترآتا ہے میں نے سنا ہے کہ یہ رسم اس ملک میں بہت قدیم ہے اسلام کے پہلے بھی یہ ہی
رسم تھی اور وہی اب تک جاری ہے۔ ایک دن میں بادشاہ کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک
حبشی فقیہ آیا وہ ایک دور دراز ملک سے آیا تھا اس نے بادشاہ کے روبرو کھڑے ہو کر ایک طویل
تقریر کی۔ قاضی نے کھڑے ہو کر اس کی تصدیق کی بادشاہ نے بھی تصدیق کی پھر ہر ایک
بادشاہ کا عدل
اپنے اپنے سر سے عمامہ اتار کر اپنے سر پر خاک ڈالی۔ میرے پاس ایک گورا آدمی بیٹھا ہوا
تھا اس نے کہا کہ تم کچھ سمجھے کہ یہ کیا کہتے ہیں میں نے کہا نہیں اس نے کہا کہ اس فقیہ نے
یہ کہا ہے کہ اس کے ملک میں ٹڈی کا دل بادل آگیا تھا اس ملک کا ایک نیک مرد گیا
اور ٹڈیوں کا دل بادل دیکھ کر ڈر گیا اس نے ایک ٹڈی کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا کہ تم
کیوں آئی ہو تو اس نے کہا کہ جس ملک میں ظلم بہت ہوتا ہے وہاں کی زراعت خراب کرنے کیواسطے
ہمیں خدا تعالیٰ متعین کرتا ہے۔ بادشاہ اور قاضی نے سنکر اس کی تصدیق کی اور بادشاہ نے
اپنے امیروں کو کہا کہ میں ظلم سے بیزار ہوں اور بے ذمہ ہوں تم میں سے جو ظلم کریگا میں اس کو
سزا دونگا اور جس شخص کو کسی ظالم کے ظلم کا علم ہوگا اور وہ مجھے نہیں بتائیگا تو اس کا عذاب اس کے
ذمہ ہے اور خدا اس سے سمجھ لیگا جب بادشاہ نے یہ کہا تو سب امیروں نے اپنے اپنے عمامے سر سے
اتارے اور ظلم سے بیزاری ظاہر کی۔ ایک دن میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ ایک فقیہ
طالب علم جو سوداگر بھی تھا کھڑا ہوا اور کہا کہ اے اہل مسجد بادشاہ پر میں رسول اللہ کی
دہائی دیتا ہوں یہ سنکر بادشاہ کے مقصورہ میں سے لوگ نکلے اور اس سے پوچھا کہ تجھ پر کس نے
ظلم کیا ہے اس نے کہا کہ ایولاتن کے حاکم نے مجھ سے چھ سو مثقال کی قیمت کا مال لے لیا۔ اور

مثقال مجھ کو دیتا تھا۔ بادشاہ نے اُس کو فوراً بلا بھیجا وہ چھ روز کے بعد حاضر ہوگیا بادشاہ نے یہ مقدمہ قاضی کے سپرد کر دیا قاضی نے سوداگر کے دعوے کی ڈگری دی اور حاکم سے اُس کا حق دلایا وہ حاکم اُسی روز معزول کر دیا گیا +

شقراق
لہ شقشاق۔ عربی زبان میں کوئی لغت نہیں۔ شقراق بے شک ایک پرندہ ہوتا ہے جس کا ذکر قزوینی اور دمیری مصنف حیات الحیوان دونوں نے کیا ہے۔ قزوینی نے لکھا ہے کہ اُس کو فارسی میں کاسکینہ کہتے ہیں اُس کا رنگ سبز یا زرد اور چونچ سرخ ہوتی ہے وہ مجال کی مکھی کو اور اُس کے شہد کو کھا جاتا ہے۔ حیات الحیوان میں لکھا ہے کہ وہ کبوتری کی برابر ہوتا ہے اُس پر سبز اور سرخ اور سیاہ نقش ہوتے ہیں جاحظ نے لکھا ہے کہ وہ کوے کی ایک قسم ہے۔ بڑا حریص ہوتا ہے اور اور پرندوں کے بچے نکال کر بیچا تا ہے صاحب مخزن نے لکھا ہے اُس کو ہندی میں طوطا اور اہل اصفہان اُس کو سبز قبا کہتے ہیں +

فصل (۷)۔ مالی کی ملکہ

جب میں مالی میں مقیم تھا تو بادشاہ اپنی بڑی بیوی پر جو اُس کی چچا زاد بہن بھی تھی اور قاسا یعنی ملکہ کہلاتی تھی ناراض ہوگیا بڑی بیوی جس کا خطاب قاسا ہوتا ہے بادشاہ کے ساتھ حکمرانی میں شریک سمجھی جاتی ہے اور منبر پر خطبہ میں بادشاہ کے نام کے ساتھ اُس کا نام بھی لیا جاتا ہے یہ رواج سوڈان کے کئی ملکوں میں رائج ہے۔ بادشاہ نے اس ملکہ کو کسی امیر کے پاس قید کر دیا اور اُس کی جگہ ایک دوسری عورت کو جس کا نام بنجو تھا ملکہ بنا لیا یہ عورت شاہزادی نہ تھی اس لیے لوگوں میں اُس کا چرچا ہوا اور ناراضی پیلی بادشاہ کی چچا زاد بہنیں بنجو کے پاس مبارکباد کہنے گئیں انہوں نے اپنی انگلیاؤں پر راکھ ڈال لی۔ لیکن سر پر خاک نہیں ڈالی جب بادشاہ نے قاسا یعنی پہلی ملکہ کو قید سے چھوڑ دیا تو وہی شاہزادیاں اُس کو مبارکباد کہنے گئیں اور حسب دستور انہوں نے اپنے سروں پر خاک ڈالی۔ بنجو نے بادشاہ سے شکایت کی بادشاہ اُن سے ناراض ہوگیا انہوں نے جامع مسجد میں پناہ لی تو بادشاہ نے اُن کو معاف کر دیا۔ اور اُن کو اپنے گھر بلایا اُن کا رواج ہے کہ جب بادشاہ کے روبرو جاتی ہیں تو کپڑے اُتار کر ننگے بدن جاتی ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بادشاہ اُن سے خوش ہوگیا وہ اُس ملک کے دستور کے مطابق سات دن

ملکہ حکمرانی میں شریک ہوتی ہے

Marfat.com

برابر صبح اور شام اسی طرح بادشاہ کے روبرو جاتی تھیں اور قاسا بھی اپنے غلام اور کنیز
ساتھ لے کر ہر روز گھوڑے پر سوار ہوتی تھی اُن سب کے سروں پر خاک ہوتی تھی اور نقاب ڈالے
ہوئے شاہی محل کے چوک کے دروازے پر کھڑی ہو جاتی تھی اس کا چرچا بھی لوگوں میں بہت
ہوا تو بادشاہ نے سب لوگوں کو چوک میں جمع کیا اور بادشاہ کی طرف سے دوغانے کہا کہ تم لوگ
میں قاسا کا بہت چرچا ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ اس نے ایک بڑا جرم کیا ہے اس کے بعد
کی ایک کنیزک کو لائے جس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور اس سے کہا کہ تو خود بیان
اس نے بیان کیا کہ مجھے قاسا نے حاطل کے پاس جو بادشاہ کا چچازاد بھائی ہے اور جو فرار ہو کر
کینزنی کے ملک کو چلا گیا ہے بھیجا تھا اور اس کو یہ پیغام دیا تھا کہ تو واپس آجا میں اور تمام لشکر
تیری مدد کریں گے تو بادشاہ کو تخت سے اُتار دے جب امیروں نے یہ قصہ سنا تو کہا کہ بیشک
یہ بہت بڑا جرم ہے اور قاسا مستحق قتل کے ہے۔ قاسا کو خوف ہوا۔ اور وہ خطیب کے گھر میں
پناہ گزیں ہو گئی اور اس ملک کا دستور ہے کہ اگر مسجد میں جانا ممکن نہ ہو تو خطیب کے گھر میں کوئی
مجرم گھس جائے تو وہ بھی معاف کیا جاتا ہے۔ حبشی منسا سلیمان سے بہت خوش نہ تھے کیونکہ
وہ بخیل تھا اس سے پہلے منسا مغا اور منسا مغا سے پہلے منسا موسیٰ بادشاہ تھا۔

فصل (۸)۔ سلطان موسیٰ بادشاہ کا دادا

منسے موسے نہایت سخی تھا گورے لوگوں کے ساتھ الفت رکھتا تھا اور اُن کے ساتھ
بہت احسان کرتا تھا۔ ایک ثقہ راوی نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اس نے ابو اسحق ساحلی کو ایک دن
چار ہزار مثقال سونا بخشا تھا اور مدرک بن نقوص کو تین ہزار مثقال اس کا دادا سارق جاطہ
اور وہ اس مدرک کے دادا کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ مدرک نے مجھ سے بیان کیا کہ تلمسان
کے ایک باشندہ نے جس کا نام شیخ اللبن تھا سلطان منسی موسے کے ساتھ اس کے بچپن کے
زمانہ میں سلوک کیا تھا یعنی اس کو ۷ ۱/۲ مثقال سونا دیا تھا حالانکہ اُن دنوں میں اس کی کوئی
معتبری نہ تھی۔ پھر اتفاق ہوا جب منسے موسے بادشاہ ہو گیا تو یہی شخص ایک دفعہ کسی مقدمہ میں

مالی کا بادشاہ کب مسلمان ہوا

Marfat.com

شاہ کے سامنے پیش ہوا بادشاہ نے اُس کو پہچان لیا۔ اور اپنی برابر بٹھا لیا اور پھر اُس کو
دلایا کہ تو نے میرے ساتھ فلاں وقت پر سلوک کیا تھا اور اپنے امیروں سے کہا کہ ایسے شخص
کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے انہوں نے کہا کہ وہ دردنیا کا مسئلہ مشہور ہے اس کو ستر مثقال سونا
دے دیجئے بادشاہ نے اُس کو سات سو مثقال سونا دیا۔ اور ایک خلعت اور غلام اور خادم اُسکے
ساتھ دیئے اور حکم دیا کہ ہمیشہ اُس کے پاس آتا رہے۔ یہ حکایت مجھ سے شیخ اللبن کے بیٹے نے بھی
مالی میں طالب علمی کرتا تھا اور قرآن پڑھاتا تھا بیان کی تھی +

فصل (۹)۔ حبشیوں کی اچھی اور بُری رسمیں

اچھی رسمیں

سوڈانی یعنی حبشیوں کے جو افعال مجھے پسند آئے وہ یہ ہیں کہ وہ ظلم بالکل روا نہیں رکھتے
اور ان کا بادشاہ انصاف میں کسی کی رعایت نہیں کرتا اُن کے ملک میں امن بھی بدرجہ غایت
ہے اور نہ مسافر کو اور نہ مقیم کو چور ڈاکو کا بالکل اندیشہ نہیں۔ اگر کوئی گورا آدمی اُن کے ملک میں
مر جاتا ہے تو اُس کے مال کو ہاتھ نہیں لگاتے خواہ کسی قدر کثیر مال ہو اور جب تک اُس کا وارث
نہ آئے اُس مال کو کسی معتبر گورے آدمی کے پاس رکھوا دیتے ہیں۔ نماز کے بھی یہ لوگ سخت پابند
ہیں اور نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اگر کوئی لڑکا یا لڑکی نماز نہیں پڑھتی تو اُس کو
مارتے ہیں جمعہ کے روز اس قدر اژدحام ہوتا ہے کہ اگر صبح سے پہلے جا کر جگہ نہ روکی جائے تو
نماز کے وقت جگہ نہیں ملتی وہاں کے آدمی اپنے غلاموں کے ہاتھ اپنے اپنے مصلّے بھیجدیتے
ہیں اور وہ مسجد میں بچھا دیتے ہیں اُن کے مصلّے ایک درخت کے پتھوں کے بنے ہوئے ہوتے
ہیں جو کھجور کے مشابہ ہوتا ہے لیکن پھل نہیں دیتا۔ یہ لوگ جمعہ کے دن سفید اور نفیس کپڑے پہنتے
ہیں اور اگر کسی کے پاس پُرانا کرتا بھی ہوگا تو بھی اُس کو جمعہ کے دن پاک صاف اور سفید کر کے

قرآن مجید حفظ کرنا۔

پہنے گا یہ لوگ قرآن مجید کے حفظ کرنے میں نہایت محنت کرتے ہیں اور اگر کوئی بچہ قرآن حفظ
کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو اُس کے دونو پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتے ہیں اور جب تک
وہ حفظ نہیں کر چکتا اُس کو نہیں چھوڑتے ہیں۔ عید کے دن قاضی سے ملنے گیا تو

Marfat.com

دیکھا کہ اس کے بیٹوں کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں میں نے کہا کہ تم ان کو چھوڑ
کیوں نہیں اس نے کہا کہ جب تک قرآن حفظ نہیں کرینگے میں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ ایک
میں نے ایک خوبصورت جوان لڑکا دیکھا وہ بہت عمدہ فاخرہ لباس پہنے ہوئے تھا لیکن پاؤں
میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا کہ اس لڑکے نے کسی کو قتل
کر دیا ہے وہ سنکر بہت ہنسا اور کہا قرآن حفظ نہ کرنے کے باعث اس کے بیڑیاں ڈالی ہوئی
ہیں۔ ان لوگوں کے افعال جو مجھے ناپسند آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ لونڈیاں اور نوکر عورتیں اور چھوٹی
چھوٹی لڑکیاں ننگی مادرزاد پھرتی ہیں رمضان کے مہینے میں اکثر ایسی عورتیں دیکھنے میں آتی ہیں
کیونکہ وہاں دستور ہے کہ ہر ایک امیر بادشاہ کے محل میں روزہ کھولتا ہے اور ہر ایک امیر کا کھانا
بیس سے زیادہ لونڈیاں لاتی ہیں اور سب کی سب ننگی ہوتی ہیں۔ اور جب کوئی عورت بادشاہ
کے سامنے آتی ہے تو ننگی آتی ہے اور بادشاہ کی بیٹیاں بھی ننگی ہوتی ہیں رمضان کی ستائیسویں
شب کو میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے محل سے سو کے قریب عورتیں کھانا لیکر نکلیں اور ان کے
ساتھ دو بادشاہ کی بیٹیاں بھی تھیں جو جوان تھیں اور ان کے سینے ابھرے ہوئے تھے بالکل ننگی
تھیں۔ اور یہ بھی ان میں ایک عیب ہے کہ ادب کے لئے سروں پر خاک ڈالتے ہیں اور شاعر
شعر پڑھنے کے وقت اپنی شکل مسخروں جیسی بناتے ہیں اور اکثر حبشی مردار کتے اور گدھے
کھا جاتے ہیں۔

فصل (۱۰)۔ دریائی گھوڑے

مالی کے شہر میں ماہ جمادی الاولے ۷۵۳ھ ہجری کی چودھویں تاریخ کو داخل ہوا اور ۲۲ محرم
۷۵۴ھ کو وہاں سے چلا اور ایک سوداگر جس کا نام ابوبکر بن یعقوب تھا میرے ساتھ ہوا
میں میمہ کے رستے واپس ہوا۔ گھوڑے اس ملک میں بہت گراں ہوتے ہیں ایک گھوڑے
کی قیمت سو مثقال ہے اس لیے میں نے سواری کے لئے ایک اونٹ لے لیا۔ ہم مالی
چل کر دریائے نیل کی ایک شاخ پر پہنچے جس سے بغیر کشتی کے عبور نہیں ہو سکتے یہاں مجھ

محرمات ہیں

سوڈان سے واپسی

کثرت ہوتے ہیں اور اس لیئے وہاں سے رات کو عبور کرتے ہیں اور ہم بھی جب پہنچے تو ایک
ثلث رات گذری تھی اور چاندنی رات تھی جب ہم اس ندی پر پہنچے تو اس کے کناروں پر سولہ
بڑے بڑے جانور چرتے ہوئے دیکھے میں سمجھا کہ یہ ہاتھی ہوں گے کیونکہ ہاتھی بھی اس ملک میں بکثرت ہیں
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سب ندی میں داخل ہو گئے ہیں میں نے ابوبکر بن یعقوب سے دریافت کیا
کہ یہ جانور کیا ہیں۔ اس نے کہا کہ دریائی گھوڑے ہیں۔ چرنے کے لیے دریا سے نکلکر خشکی پر آتے
ہیں ۔ +

دریائی گھوڑے

یہ جانور گھوڑے کی بہ نسبت بہت جسیم ہوتا ہے اور اس کے ایال اور دم بھی ہوتی ہے سر تو
ایسے گھوڑوں جیسے ہوتے ہیں لیکن پاؤں ہاتھیوں کی مانند ہیں میں نے پھر یہ جانور ایک دفعہ
دیکھے جب میں دریائے نیل میں ٹمبکٹو سے کوکو تک گیا تھا۔ یہ جانور دریا میں تیرتے ہیں اور
ڈر ہے کہ وہ کشتی کو ڈبو نہ دیں کنارہ کے قریب ہو جاتے ہیں ان کا شکار اس طرح کرتے ہیں
نیزوں میں سوراخ کر لیتے ہیں اور سوراخ میں مضبوط رسی باندھ دیتے ہیں۔ دوسرے گھوڑوں کے
مارتے ہیں اگر اس کی گردن یا ٹانگ میں نیزہ لگ جاتا ہے اور اندر گھس جاتا ہے تو اسی کے
ذریعہ سے اس کو کنارے کی طرف کھینچ لیتے ہیں وہاں اس کو ذبح کر کے کھا جاتے ہیں +

دریائی گھوڑا

• دریائی گھوڑا (خیل البحر)۔ یہ ایک چرندہ ہوتا ہے۔ سور سے زیادہ تر مشابہ ہوتا ہے۔ پاؤں چھوٹے اور موٹے۔ دم چھوٹی اور سر بڑا اور مربع اور کان چھوٹے ہوتے ہیں۔ طول میں سترہ فٹ لمبا ہوتا ہے بال نہیں ہوتے لیکن دم کے اخیر میں کچھ بال ہوتے ہیں۔ یہ جانور افریقہ کا باشندہ ہوتا ہے پانی میں بہت خوش رہتا ہے لیکن باہر زمین پر چرتا ہے +

فصل (۱۱)۔ آدم خور حبشی

اس ندی کے پاس ہم ایک بڑے گاؤں میں ٹھیرے جس کا حاکم ایک حبشی ہے جو بڑا فاضل
ہے اور اس کا نام فرباماغا ہے اور وہ سلطان موسیٰ کے ساتھ حج بھی کر آیا تھا۔ حاجی فرباماغا نے
مجھ سے بیان کیا کہ جب منساموسیٰ اس ندی کے کنارے پہنچا تو اس کے ساتھ ایک گورا قاضی
ابو العباس دکالی نام تھا بادشاہ نے اس کو چار ہزار مثقال سونا عطا کیا جب میمہ میں پہنچے تو اس نے

بادشاہ سے شکایت کی کہ چار ہزار مثقال سونا اس کے گھر سے چوری ہو گیا بادشاہ نے میر
کو بلوایا اور کہا کہ اگر چور پیدا نہیں کریگا تو قتل کر دیا جائیگا اس حاکم نے بہت تلاش کی کیونکہ
اور نہ اس ملک میں کوئی چور ہوتا ہے وہ قاضی کے مکان پر گیا اور اس کے نوکروں اور غلاموں
کی ایک لونڈی نے کہہ دیا کہ قاضی کی چوری نہیں ہوئی اس نے اپنے ہاتھ سے کل سونا فلانی
زمین میں دفن کیا ہے۔ امیر سونے کو نکال کر بادشاہ کے پاس لے آیا بادشاہ قاضی پر بہت ناراض
ہوا اور اس کو حبشیوں[۵۷] کے ملک میں جو آدمیوں کو کہا جاتے ہیں جلا وطن کر دیا وہ ان کے ملک آدم خورے
میں چار سال رہا لیکن انہوں نے اس کو نہیں کہایا اور اس کو واپس بلا لیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ گورے
آدمی کا کہانا نقصان کرتا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ گورا آدمی کچا ہوتا ہے ابھی پختہ نہیں ہوا کالا
آدمی پختہ ہو جاتا ہے۔ منسا سلیمان کے پاس ان آدمیوں کی ایک جماعت آئی جو آدمی کو کہاتے
ان کے ساتھ ان کا امیر بھی تھا۔ ان کے کانوں میں بڑی بڑی مرکیاں پڑی ہوئی ہوتی ہیں اور ہر
مرکی کا طول آدھے بالشت سے کم نہیں ہوتا وہ ریشم کے لحاف اوڑھے رہتے ہیں۔ ان کے ملک
میں سونے کی کان ہے۔ بادشاہ نے ان کی خاطر تواضع خوب کی اور ضیافت میں ان کو ایک آدمی
بھی دیا وہ اس کو ذبح کر کے کہا گئے اور اس کا خون اپنے چہروں اور ہاتھوں میں تھڑیا اور بادشاہ
کے پاس شکریہ ظاہر کرنے آئے۔ جب وہ آتے ہیں تو بادشاہ ان کو ایک آدمی ضیافت میں دیتا ہے
مجھ سے کسی نے بیان کیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آدمی کے دست اور سینے کا گوشت بہت عمدہ ہے

۵۷۔ آدم خور حبشی۔ جو کچھ ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے اس کے مطابق یہ لوگ کوئی کافروں کی
قوم ہے جیسے زولو وغیرہ +

فصل (۱۲)۔ قری منسا کا شہر

اس گاؤں سے چل کر ہم قری منسا میں پہنچے۔ میرا اونٹ یہاں پہنچکر مر گیا۔ جب چرواہے
نے مجھے اطلاع دی تو میں دیکھنے گیا معلوم ہوا کہ اسکو حبشی کہا گئے۔ میں نے دو غلام زاغری کے
شہر میں بھیجے وہ وہاں سے دو دن کے رستہ پر تھا۔ ابوبکر بن یعقوب آگے چلا گیا اور مجھے

کہا کہ میں میمہ میں انتظار کرونگا اور اپنے ہمراہی چھوڑ گیا میرے غلام چھ دن میں اونٹ خرید کر لائے
اور میں اس عرصہ تک اسی شہر میں ٹھیرا رہا۔ بعض حاجیوں نے اس شہر میں میری ضیافت کی
جب میں اس شہر میں ٹھیرا ہوا تھا تو میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہتا ہے
کہ اے محمد بن بطوطہ تو سورہ یسین کیوں نہیں پڑھا کرتا۔ اس دن سے میں نے سفر میں اور حضر میں
کبھی سورہ یسین کا پڑھنا ناغہ نہیں کیا۔ ہم میمہ میں پہنچے شہر سے باہر کنوئیں ہیں وہاں ہم ٹھیر گئے۔

فصل (۱۳) ٹمبکٹو

ٹمبکٹو　وہاں سے ٹمبکٹو پہنچے یہ شہر دریائے نیل سے چار میل کے فاصلہ پر ہے وہاں کے اکثر باشندے
مسوفہ ہیں جو نیچے سے منہ تک چہرے کو کپڑے سے ڈھکا رکھتے ہیں وہاں کا حاکم فربا موسے
ہے میں ایک روز اس کے پاس گیا تو اس وقت ایک مسوفہ جو اپنی قوم کا امیر تھا مع قوم کے آیا
فربا موسے نے اس کو خلعت میں ایک چادر اور ایک پیجامہ اور ایک عمامہ دیا یہ سب کپڑے رنگین
تھے اور ڈھال پر بٹھایا اس کی قوم نے اس کو اپنے سروں پر اٹھا لیا۔ اس شہر میں ابو اسحاق
ساحلی غرناطی شاعر کی قبر ہے وہ اپنے شہر میں طویجن کے نام سے زیادہ مشہور ہے اور وہاں
سراج الدین بن کویک کی بھی قبر ہے یہ شخص سکندریہ کا ایک بڑا تاجر تھا۔ جب ملک ناصر حج کے
لئے گیا تھا تو مصر کے باہر حبش کے تالاب پر سراج الدین کے ایک باغ میں ٹھیرا تھا۔ اس وقت
بادشاہ کو خرچ کی کچھ ضرورت ہوئی اس نے اور اس کے امیروں نے سراج الدین سے قرض لیا تھا
سراج الدین نے ان کے ساتھ اپنا وکیل بھیجا وہ مالی میں ٹھیرا رہا اس کے بعد سراج الدین بھی اپنے
بیٹے کو ہمراہ لیکر تقاضے کیلئے آیا جب ٹمبکٹو میں پہنچا تو ابو اسحاق ساحلی نے اس کی دعوت کی
وہ اتفاق سے اس رات کو مر گیا لوگوں نے چرچا کیا اور ابو اسحاق پر تہمت لگائی کہ اس نے سراج الدین
کو زہر دے دیا۔ لیکن اس کے بیٹے نے کہا میں نے بھی تو وہی کھانا اپنے باپ کے ساتھ کھایا تھا
اگر اس میں زہر ہوتا تو میں بھی مر جاتا اصل میں سراج الدین کی اجل آ چکی تھی۔ اس کا بیٹا مالی میں
پہنچا اور اپنے مال کا تقاضا کیا اور واپس مصر کو چلا گیا۔ ٹمبکٹو سے میں ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھکر

Marfat.com

جو فقط ایک لکڑی کی کھود کر بنائی ہوئی تھی دریائے نیل کے رستے چلا اور رات کے وقت کسی گاؤں میں ٹھہر جاتے تھے اور وہاں سے کھانے پینے کی اشیا نمک اور کانچ کے دیورات اور خوشبوؤں کے عوض خرید لیتے تھے۔ وہاں سے میں ایک شہر میں پہنچا جس کا نام ین ل گیا اس شہر کا حاکم فریا سلیمان تھا یہ شخص بڑا فاضل تھا اور حاجی بھی تھا شجاعت اور سیاست میں مشہور تھا کوئی شخص اس کی کمان کو نہ چلا سکتا تھا میں نے کوئی حبشی اس سے زیادہ لمبا اور موٹا تازہ نہیں دیکھا اس شہر میں بھی مجھے کچھ جوار کی ضرورت ہوئی میں امیر کے پاس گیا اس روز مولد نبوی کا دن تھا میں نے جا کر سلام کیا اس نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو اس کے پاس ایک فقیہ بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا میں نے اس سے اس کی تختی لے کر اس میں لکھ دیا کہ اے فقیہ اپنے امیر سے کہو کہ مجھے زاد راہ کے لیئے کچھ جوار کی ضرورت ہے اور سلام۔ یہ تختی میں نے فقیہ کو دے دی چپکا چپکا پڑھ رہا تھا اور اپنی زبان میں امیر سے باتیں کرتا تھا اس کے بعد اس نے پکار کر پڑھا امیر سمجھ گیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے محل میں لے گیا اس کے پاس ڈھال اور کمان اور نیزے وغیرہ ہتیار بکثرت تھے اور ابن جوزی کی کتاب مدہش بھی رکھی ہوئی تھی میں اس کو پڑھنے لگ گیا اس کے بعد پینے کو واسطے ایک چیز لائے جس کو وہاں دقنو کہتے ہیں وہ جوار کا دلیا ہوتا ہے جس کو پانی میں ملا کر تھوڑا سا شہد یا دودھ ڈالتے ہیں اور پانی کے عوض اس کو پیتے ہیں کیونکہ خالص پانی وہاں نقصان کرتا ہے اگر جوار میسر نہیں ہو سکتی تو پانی میں شہد اور دودھ ملا لیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک تربوز لائے اس میں سے میں نے کچھ کھایا استنے میں ایک کم عمر غلام آیا وہ امیر نے مجھے دے دیا اور کہا اس پر قبضہ کر لو اور اس کی حفاظت کرو کہیں بھاگ نہ جائے میں اس کو لے کر چل پڑا امیر نے کہا ٹھیر جا تیرے لیئے کھانا آتا ہے اتنے میں ایک دمشقی کنیز آئی اس نے مجھ سے عربی میں گفتگو کی ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ گھر کے اندر سے رونے کی آواز آئی لونڈی پوچھنے گئی کہ کیا ہوا اس نے واپس آ کر امیر سے کہا کہ تیری بیٹی مر گئی امیر نے کہا مجھے رونے کی آواز سے نفرت ہے آؤ دریا کے کنارے چلیں وہاں دریا کے کنارے پر امیر کے مکانات تھے میرے واسطے امیر نے گھوڑا منگوایا اور مجھ سے کہا کہ سوار ہو میں نے کہا کہ تم پیدل جاتے ہو

یں سوار نہیں ہوتا۔ ہم سب پیدل چلے اور دریا کے کنارے امیر کے محل میں پہنچے وہاں کھانا آیا۔ اور میں کھانا کھا کر امیر سے رخصت ہوا اور چل دیا میں نے سوڈان میں اس امیر سے زیادہ کوئی با مروت نہیں دیکھا جو غلام اس نے مجھے دیا تھا وہ اب تک میرے پاس ہے ✣

ٹمبکٹو

۱؎ ٹمبکٹو۔ گیارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں صحرا کے باشندوں نے اس شہر کو بطور تجارت گاہ کے آباد کیا اس کے دوسو برس بعد وہ مالی کے سلطان کے قبضہ میں آگیا اور اس کی حمایت میں طرابلس۔ مصر۔ مراکو اور سوڈان کی تجارت کا مرکز بن گیا۔ یہ شہر کبھی کسی سلطنت کا دار الخلافہ نہیں رہا لیکن تجارت کی منڈی کے لحاظ سے ہمیشہ مشہور رہا ہے۔ جب سونگہے کی سلطنت کو عروج ہوا یہ شہر اس سلطنت میں داخل ہوا۔ اس سلطنت کے تنزل کے بعد وہاں اہل مراکو کی ایک سلطنت قایم ہوگئی جو تھوڑے سے دن رہی۔ اب بیس پچیس ہزار کے قریب آبادی ہے اور فرانسیسیوں نے اپنا کچھ اثر وہاں تک جا ڈالا ہے ✣

قوم مسوفہ

۲؎ مسوفہ۔ یہ عرب کی ہی قدیم رسم تھی کہ کپڑے سے چہرہ کو منہ تک ڈھکا رکھتے تھے اور فقط ناک اور آنکھیں کھلی رہتی تھیں۔ بعضے ناک کو بھی ڈھک لیتے تھے فقط آنکھیں کھلی رکھتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے یہ رسم صحرا کے سموم کی حرارت سے بچنے کے لیئے اختیار کی گئی ہوگی یہ لوگ ملثمین کہلاتے ہیں۔ منگو پارک نے ایک قوم فولا کا حال لکھا ہے جو تمام سوڈان میں پھیلی ہوئی ہے وہ کسی غیر ملک سے آئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کے خدوخال حبشیوں سے نہیں ملتے اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے بھی لکھا ہے کہ مسوفہ کی عورتیں نہایت خوبصورت ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کا معمولی پیشہ اونٹ اور بکری چرانے کا تھا اور وہ دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی میں جب اسلام صحرا سے عبور کر آیا اور سوڈان میں داخل ہوا تو مسلمان ہوگئے تھے۔ انہوں نے پچھلی صدی میں تعلیم اور اسلام اور تہذیب کے پھیلانے میں نہایت کوشش کی ہے اور یہ ان ہی کی اس کوشش کا نتیجہ ہے کہ تقریباً کل سوڈان کے حبشی مہذب اور مسلمان ہوتے جاتے ہیں اور اس کے برخلاف مغربی ساحل کے لوگ جن پر اہل یورپ کا اثر ہوا ہے وہ شراب پی پی کر نیست ہوتے جاتے ہیں۔ عثمان نے جو پہلے ایک معلم تھا اور جس کا انتقال ۱۸۱۷ء میں ہوا ہے ایک عظیم الشان سلطنت جو جبیل جاڈ سے بحر اوقیانوس کے کنارہ تک تھی پیدا کی تھی۔ اور اس نے اہل سوڈان میں توحید اور تہذیب پھیلانے میں اور دنیا کی شائستگی میں کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ اب اس کی اولاد سوکوٹو وغیرہ تین چار سلطنتوں میں حکومت کرتی ہے

۳؎ ابن جوزی۔ آپ کا نام شمس الدین عبد الرحمان بن حسن جوزی ہے۔ آپ کی تصنیفات بے شمار ہیں کہتے ہیں کہ اگر ان کی کل تصنیفات کو ان کی تمام عمر پر تقسیم کیا جائے تو روزانہ نو جزو ہوتے ہیں یہ کچھ مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے جس زمانہ میں حدیثیں لکھی تھیں اور لکھنے کے لیے قلم بناتے تھے اس کے تراشے جمع کرتے جاتے تھے اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے غسل کے لیے پانی ان سے گرم کیا جائے۔ چنانچہ جب پانی گرم کیا گیا تو کچھ تراشے باقی رہ گئے تھے۔ آپ شیخ سعدی شیرازی کے استاد تھے۔ آپ کی ولادت ۵۱۰ھ اور وفات ۵۹۷ھ میں ہوئی۔ آپ نسب میں صدیقی تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سے منتظم تاریخ میں میسر تفسیر میں۔ موضوعات حدیث میں۔ لقط المنافع طب میں۔ بغداد میں باب حرب کے باہر آپ کی قبر ہے ✣

Marfat.com

کوکو

فصل (۱۴)۔ کوکو

وہاں سے ہم کوکو کے شہر میں پہنچے یہ شہر دریائے نیل کے کنارے پر واقع ہے بہت بڑا شہر ہے سوڈان میں کوئی اور شہر اس قدر بڑا اور خوبصورت نہیں ہے نہ کہیں وہاں سے زیادہ ارزانی چاول بہ کثرت پیدا ہوتا ہے اور وہ دودھ اور مرغیاں اور مچھلی بہ کثرت ملتی ہے اور کچرہ بھی وہاں ایسا ہوتا ہے جس کا نظیر اور کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ وہاں کے لوگ خرید و فروخت کوڑیوں کے ساتھ کرتے ہیں اور شہر مالی میں بھی کوڑیوں کا رواج ہے۔ میں وہاں ایک مہینے ٹھیرا وہاں محمد بن عمر جو مکناسہ کا رہنے والا تھا میری ضیافت کی یہ شخص بڑا فاضل تھا اور اس کے مزاج میں تمسخر بہت زیادہ تھا میرے چلے آنے کے بعد ہی فوت ہوگیا۔ حاجی محمد وجدی تازی نے جو یمن ہو آیا تھا اور فقیہ محمد فیلالی نے جو گوروں کی مسجد کا امام تھا میری ضیافت کی۔ وہاں سے میں تکدا کے رستہ دشت میں چلا ایک بڑا قافلہ اُس لوگوں کا جن کا سردار حاجی وجین تھا اسی روز روانہ ہوا تھا میں بھی ان کے ساتھ ہولیا وجین حبشیوں کی زبان میں بھیڑیے کو کہتے ہیں میرے پاس سواری میں اونٹ تھا اور زاد راہ بچانے کے لیے ایک اونٹنی تھی یہ اونٹنی اول ہی منزل میں تھک گئی حاجی وجین نے اس کا بوجھ اپنے ساتھیوں کی اونٹنیوں پر تقسیم کردیا اور سب نے اپنے حصے کا بوجھ لیلیا ان میں ایک مغربی تھا جو تادلی کا باشندہ تھا اس نے انکار کیا ایک روز میرے غلام کو پیاس لگی میں نے اس سے پانی مانگا تو بھی اس نے نہ دیا۔

کوڑیوں کا رواج

فصل (۱۵)۔ قوم بربر

ہم بردامہ کے ملک میں پہنچے یہ ایک بربر کی قوم ہے کل قافلہ ان کی حفاظت میں جاتے ہیں اس قبیلہ میں وہ عورت کا خیال مرد کی بہ نسبت زیادہ رکھتے ہیں یہ لوگ خانہ بدوش ہیں کہیں ایک جگہ قیام نہیں کرتے ان کے خیمے عجیب شکل کے ہیں لکڑیاں کھڑی کرکے ان پر بوریہ بچھاتے ہیں اور پھر ان پر عرض طول میں لکڑیاں رکھ کر اوپر یا تو کھال یا روئی کا کپڑا منڈھ دیتے ہیں اُن کی عورتیں نہایت خوبصورت ہوتی ہیں بدن میں فربہ اور رنگ میں نہایت سفید ہوتی ہیں میں نے اُس قوم کی عورتوں سے زیادہ کہیں موٹی عورت نہیں دیکھی ان کی خوراک گائے کا دودھ

انکی عورتیں

ہے صبح اور شام جوار کا دلیا پانی میں گھول کر کچا پی جاتی ہیں اور اگر کوئی اُن سے نکاح کرنا چاہے تو کر لیتی ہیں لیکن اس شرط پر کہ وہ اُن کے علاقہ کے آس پاس کے شہروں میں سکونت رکھے ادھر کوکو سے آگے اور اُدھر ایولاتن سے پرے نہیں جاتی ہیں۔ اِس ملک میں گرمی کی شدت اور صفرا کی کثرت کے سبب سے بیمار ہو گیا۔ ہم جلدی جلدی سفر کر کے تگدا میں پہنچے اور وہاں میں مغربیوں کے شیخ سعید بن علی جزنلی کے گھر کے پاس ٹھیرا وہاں کے قاضی ابو ابراہیم جانانی نے میری ضیافت کی اور جعفر بن مسوفی نے بھی میری مہمانی کی۔ تگدا کے گھر سُرخ پتھر کے بنے ہوئے ہیں وہاں کا پانی تانبے کی کان میں سے ہو کر آتا ہے اس لیے اُس کا مزا اور رنگ متغیر ہو جاتا ہے وہاں زراعت بہت کم ہوتی ہے کچھ گیہوں ہوتے ہیں وہ سوداگر اور پردیسی کھا جاتے ہیں اور ایک مثقال سونے کے عوض میں مُد آتے ہیں وہاں کا مُد ہمارے مُد سے ایک ثلث کی برابر ہوتا ہے جوار کا بھاؤ وہاں ایک مثقال سونے کے عوض نوے مُد ہیں۔ بچھو بہت ہوتے ہیں وہاں کا بچھو بچے کو مار ڈالتا ہے۔ لیکن بڑے آدمی شاذ و نادر بچھو کے کاٹے سے مرتے ہیں۔ میرے ہوتے ایک روز بچھو نے شیخ سعید بن علی کے بیٹے کو کاٹا وہ صبح کے وقت مر گیا میں بھی اُس کے جنازے پر گیا۔ اِس شہر کے باشندے سوا تجارت کے اور کچھ کام نہیں کرتے ہر سال مصر جاتے ہیں اور وہاں سے کپڑے اور دیگر اشیا لاتے ہیں یہ لوگ بڑے مرفہ الحال اور آسودہ ہیں لونڈی غلام بھی اُن کے پاس بہ کثرت ہیں یہ ہی حال یولاتن اور مالی کے باشندوں کا ہے تعلیم یافتہ لونڈیاں بہت کم فروخت ہوتی ہیں اور بڑی قیمت پاتی ہیں جب میں تگدا میں پہنچا تو میں نے ایک تعلیم یافتہ لونڈی خریدنی چاہی مجھے دستیاب ہوئی قاضی ابو ابراہیم نے اپنے ایک دوست کی لونڈی میرے پاس بھیجی اور میں نے پچیس مثقال میں خرید لی لیکن پھر اُس کا مشتری نادم ہوا اور واپسی کی درخواست کی میں نے کہا میں اِس شرط پر واپس کر دونگا کہ مجھے کوئی اور بکتی ہوئی لونڈی تبلادے اُس نے کہا کہ علی اغیول کے پاس ایک لونڈی بکاؤ ہے یہ شخص وہ ہی مغربی ہے جس نے میرے بوجھ کے اٹھانے سے انکار کیا تھا اور میرے غلام کو پانی نہ دیا تھا میں نے اُس کی لونڈی خرید لی وہ پہلی کنیزک سے اچھی تھی جو میں نے

تگدا کا شہر

Marfat.com

واپس کردی تھی یہ مغربی بھی بیچنے کے بعد افسوس کرنے لگا اور واپسی کے لئے میری خوشامد کرنے لگا
میں اس سے اس کی میلی باتوں پر ناراض تھا اس لئے انتقام لینے کی نظر سے میں نے انکار کردیا
کہ میں واپس نہیں کرتا لیکن جب وہ مجنون ہونے لگا اور مرنے کے قریب ہوگیا میں نے وہ لونڈی
اس کو واپس کردی۔ تکدا کے شہر کے باہر تانبے کی کان ہے زمین میں سے تانبا کھود کر شہر میں
لاتے ہیں اور گھروں میں لاکر اس کو پگھلاتے ہیں ان کے غلام اور لونڈیاں بھی یہی کام کرتی ہیں جب
تانبا پگھل کر سرخ ہو جاتا ہے تو ڈیڑھ ڈیڑھ بالشت کی سلاخیں بنا لیتے ہیں بعض موٹی اور بعض پتلی
ایک مثقال سونے کی عوض چار سو موٹی سلاخیں آتی ہیں اور پتلی سلاخیں چھ سیا سات سو سلاخیں
روپے پیسے کی جگہ چلتی ہیں پتلی سلاخوں کے عوض گوشت اور لکڑی خریدتے ہیں اور موٹی سلاخوں
کے بدلے غلام اور لونڈیاں اور جوار اور گھی اور گیہوں وغیرہ تانبا وہاں سے کوبر کے ملک میں لیجاتے
برنو ہیں جو کافر حبشیوں کا ملک ہے اور زغانی اور برنو میں بھی لے جاتے ہیں جو تکدا سے چالیس
منزل فاصلہ پر ہے برنو کے باشندے مسلمان ہیں ان کے بادشاہ کا نام ادریس ہے۔ وہ کبھی
سامنے نہیں آتا ہے پردہ کے پیچھے سے گفتگو کرتا ہے۔ وہاں سے خوبصورت لونڈیاں اور
جوجو غلام اور سرخ رنگ کے کپڑے لاتے ہیں اور تانبا جوجو اور مورتیوں وغیرہ کے ملک میں لیجاتے
ہیں۔ جبکہ میں تکدا میں مقیم تھا تو ابوابراہیم قاضی اور محمد خطیب اور ابوحفص مدرس اور شیخ سعید
بن علی تکدا کے بادشاہ کے پاس جانے لگے یہ شخص بربری ہے اس کا نام انار ہے وہ تکدا سے
ایکدن کے رستہ پر تھا اور ایک اور بربری بادشاہ کے ساتھ جس کا نام تکرکری تھا اس کا تنازع
تھا یہ لوگ ان کی صلح کرانے جاتے تھے میں بھی ایک بلد قوے کر وہاں گیا یہ لوگ جو پہلے گئے تھے
انہوں نے بادشاہ کو میرے آنے کی خبر دی وہ میری ملاقات کو بے زین کے گھوڑے پر سوار ہوکر
آیا یہ لوگ گھوڑے پر زین نہیں رکھتے فقط ایک بستر سرخ رنگ کا نہایت خوبصورت گھوڑے کی پیٹھ
پر بجائے زین کے ڈال لیتے ہیں اور بادشاہ ایک چادر اور پیجامہ اور عمامہ جو نیلے رنگ کے تھے
پہنے ہوئے تھا اور اس کے ساتھ اس کے بھانجے تھے اس قوم میں بھانجا وارث ہوتا ہے

وہ آیا تو ہم تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور بادشاہ کے ساتھ مصافحہ کیا بادشاہ نے میرا حال دریافت کیا میں نے کل حال سُنایا بادشاہ نے مجھے اپنے متعلقین میں سے ایک کے مکان میں ٹھیرا دیا اور گوسفند کی بھنی سری سیخ پر چڑھی ہوئی میرے لیے بھیجی اور گائے کے دودھ کا ایک پیالہ بھیجا ہمارے مکان کے متصل ہی اس کی ماں اور بہن کا گھر تھا وہ دونوں ہمارے پاس آئیں اور ہمیں سلام کیا اس کی ماں میرے لیے رات کو دودھ بھیجا کرتی تھی وہ رات کو دودھ دوہتے ہیں اور اس وقت اور دوسرے دن صبح کو دودھ پیا کرتے ہیں اناج بالکل نہیں کھاتے اور نہ اناج کو جانتے ہیں میں اُن کے پاس چھ دن ٹھیرا وہ بادشاہ میرے لیے ہر روز دو مینڈھے بھنے ہوئے ایک صبح کو اور ایک شام کو بھیجا کرتا تھا اور ایک اونٹنی اور دس مثقال سونا مجھے رخصت کے وقت دیا وہاں سے رخصت ہو کر میں واپس تکدا کے شہر میں آیا +

۵ مُد حجاز میں ۱/۲ ۱ رطل کا ہوتا ہے یعنی ۱/۲ ۱ چھٹانک پختہ کا اور عراق میں پورا ایک سیر پختہ کا ہوتا ہے صاع کا چوتھا حصہ ہے۔ مُد

فصل (۱۶) - وطن کی طرف واپسی

جب میں تکدا میں واپس آیا تو محمد بن سعید سجلماسی کا ایک غلام آیا اور امیر المومنین کا خط لایا جس میں مجھے حکم تھا کہ میں دار الخلافہ میں حاضر ہو جاؤں میں نے فرمان کو بوسہ دیا اور فوراً حکم کی تعمیل شروع کی ایک ثلث اور ستیس مثقال سونے میں میں نے دو اونٹ اپنی سواری کے لیے خریدے اور تُوات[۵۱] کی سمت چل پڑا ستر دن کا زاد راہ اپنے ساتھ لیا کیونکہ تکدا اور توات کے درمیان کچھ اناج نہیں ملتا ہے فقط گوشت اور دودھ اور گھی کپڑوں کے عوض میسر آسکتا ہے۔ میں تکدا سے جمعرات کے دن شعبان کی گیارھویں کو ایک بڑے قافلہ کے ساتھ چلا اس قافلہ میں جعفر تواتی بھی تھا یہ شخص بڑا فاضل عالم ہے اور ہمارے ساتھ فقیہ محمد بن عبد اللہ تکدا کا قاضی بھی تھا اس قافلہ میں چھ سو کے قریب لونڈیاں تھیں وہاں سے ہم کابر کے شہر میں پہنچے جو کرکری کے سلطان کا علاقہ ہے۔ اس ملک میں جڑی بوٹی بہت ہوتی ہے یہاں لوگ بربروں سے بکریاں خریدتے ہیں اور اُن کا گوشت سکھا کر

Marfat.com

صحرا

توات لے جاتے ہیں وہاں سے چل کر ہم صحرا میں داخل ہوئے تین روز تک کوئی آبادی نہیں تھی اور پانی مل سکتا ہے اس کے بعد پندرہ دن اور صحرا میں چلے وہاں پانی مل سکتا ہے لیکن آبادی نہیں پھر ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سے دو رستے ہو جاتے ہیں ایک رستہ تو توات کو جاتا ہے اور دوسرا غانت ہو کر مصر کو۔ یہاں پانی کے تالاب ہیں۔ یہ پانی لوہے کی کان میں سے گذر کر آتا ہے اگر سفید کپڑا اس میں دھویا جاوے تو سیاہ ہو جاتا ہے وہاں سے دس دن سفر کر کے ہکار میں پہنچے یہاں کے باشندے بھی بربر ہیں اور منہ ڈھکا ہوا رکھتے ہیں یہ لوگ اچھے نہیں ان کا ایک سردار ہمیں ملا اس نے قافلہ کو روک لیا اور جب تک کپڑے اور مال نہ لے لیا آگے نہ جانے دیا ہم ان کے ملک میں رمضان کے مہینے میں پہنچے یہ لوگ رمضان کے مہینے میں رستہ نہیں لوٹتے اور قافلوں کو کچھ نہیں کہتے اور اگر کوئی چور بھی رستے میں مال پڑا ہوا پاتا ہے تو اس کو نہیں اٹھاتا یہ ہی حال کل بربر لوگوں کا ہے جو اس رستے پر رہتے ہیں ہکار کے ملک میں ہم برابر ایک مہینے تک سفر کرتے رہے اس میں سبزی بہت کم ہے اور پتھر بہت زیادہ ہیں رستہ بڑا کٹھن ہے عید کے دن ہم بربروں کے ملک میں پہنچے یہ بھی منہ ڈھکا رکھتے ہیں انہوں نے ہمیں ہمارے ملک کا حال سنایا اور بتلایا کہ بنی خراج اور بنی لیغمور باغی ہو گئے ہیں اور توات کے علاقہ میں تسابیت میں مقیم ہیں قافلہ والوں کو یہ خبر سنکر اندیشہ ہوا۔ پھر ہم بودا میں پہنچے یہ توات کے ملک کا ایک بڑا گاؤں ہے وہاں کی زمین ریگستان اور شور ہے اور کھجور بکثرت ہوتی ہے مگر اچھی نہیں ہوتی۔ لیکن وہاں کے لوگ اس کو سجلماسہ کی کھجور سے بھی افضل سمجھتے ہیں نہ وہاں غلہ ہوتا ہے نہ وہاں گھی ہوتا ہے نہ تیل۔ یہ چیزیں وہ مغرب کے ملک سے لاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے کھجور اور ٹڈی

ٹڈی

پر گذران کرتے ہیں ٹڈی بکثرت ہوتی ہے اس کے کوٹھے بھر لیتے ہیں اور کہاتے ہیں صبح سے پہلے اس کو پکڑتے ہیں کیونکہ وہ رات کے وقت سردی کے سبب سے اڑ نہیں سکتی بودا میں ہم نے کئی دن تک قیام کیا وہاں سے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا اور ذی قعدہ کے وسط میں سجلماسہ کے شہر میں پہنچ گیا اور وہاں سے ذی الحجہ کی دوسری تاریخ کو چلا بیغنتسہ کے

Marfat.com

موسم تھا رستے میں برف نہایت کثرت سے پڑی برف کی کثرت اور سخت رستے میں نے سمرقند بخارا اور خراسان اور ترکستان میں دیکھے تھے لیکن ام جنیبہ کا رستہ وہاں سے زیادہ دشوار گذار تھا عید الضحیٰ کی رات کو ہم دار الطمع میں پہنچے عید کے دن میں وہاں ٹھیرا وہاں سے چل کر پھر دار الخلافہ فاس میں پہنچا اور امیر المومنین کی دست بوسی اور زیارت کا فخر حاصل کیا اور یہ دور دراز سفر کر کے اُس کے سایہ عاطفت میں قیام کیا خدا تعالےٰ اُس کے سایہ ہم لوگوں پر تا دیر سلامت رکھے +

صحرا

لہ تواٹ اور صحرا یہ صحرا دریائے نیل سے شروع ہوتا ہے اور بحر اوقیانوس کے کنارے تک چلا گیا ہے اُس کا طول تین ہزار میل ہے۔ شمال میں بربر اور جنوب میں سوڈان کے علاقے ہیں۔ عرض ایک ہزار میل سے زیادہ نہیں۔ دنیا بھر میں اس سے بڑا کوئی صحرا نہیں اُس کے کناروں پر کھجور کے درخت ہیں اور صحرا میں سوا کسی کسی مقام کے جن کو واہ کہتے ہیں پانی اور سبزی کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ تواٹ اور غدامس کے واہ بہت مشہور ہیں۔ اونٹ اور ہرن اور شتر مرغ کے سوا اور کوئی جانور صحرا میں نہیں ہوتا۔ گوند اور کھجور واہوں میں اور نمک صحرا میں پیدا ہوتا ہے +

خاتمہ

یہ سفرنامہ یہاں ختم ہوا اور اس کی تحریر سے آج ۳۔ ذی الحجہ ۷۵۶ھ ہجری میں فراغت حاصل ہوئی۔ ابن بطوطہ

ابن بطوطہ کی کتاب سے یہ سفرنامہ خلاصہ کیا گیا اور ۷۵۶ھ ہجری میں ختم ہوا۔ ابن جزی

العبد المذنب محمد حسین بن مولوی سیف الرحمٰن بن مولوی محمد اسمٰعیل صدیقی مھی نے ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو جلد دوم کا ترجمہ ختم کیا۔ جلد دوم از عجائب الاسفار ختم شد اُس کے ختم ہونے کی تاریخ ہے +

احقر ابو ظفر حامد میرزا کاتب دہلوی نے آج ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ ہجری کو اسکی کتابت ختم کی +

۱۹۲۶

الحمد للّٰہ والسلام علیٰ نبیہ وعبادہ الصالحین

Marfat.com

قطعہ تاریخ لمولفہ

ہیں عجائب میں سب بیاں سچے
حاشیوں میں ہے سربسر تحقیق
دل لگا توڑ کے سرِ طاعن

جھوٹ اُن میں ذرا یک ماشا ہے
اس میں دعوے نہ مجھ کو ماشا ہے
یہ کتاب اک عجب تماشا ہے

۱۳۱۶

ولہ فی الفارسیتہ

چو جلوہ نمود این عروس جہاں
کہ پائے تا تل شکستہ بگو

چنیں گفت با من سروش جہاں
سفرنامۂ شیخ تاریخ آں

۱۳۱۶

قطعہ تاریخ از نتائج افکار شاعر یگانہ اوستاد زمانہ مثیل انوری وخاقانی شاہزادہ میرزا عبد الغنی ارشد گورگانی سلمہ اللہ رحمانی

بننے لگا عجائب الاسفار جس گھڑی
کیا ترجمہ کیا ہے مؤلف نے واہ واہ
ہر ایک اس کے نقطہ پہ حیراں ہے نکتہ چیں
دلدادگان سیر کو شاہد ہے یہ کتاب
ناممکن ہر ایک نرشا ہے اس کا خدا گواہ
ارشد نے یہ کتاب جو دیکھی کی معائنہ

تحقیق کا خزینہ ہے جس کا ہر ایک حرف
توضیح میں کیا ہے غضب علم و فضل صرف
کس کی مجال لائے جو لفظوں اُسکے حرف
لب تشنگان علم کو یہ ترجمہ ہے برف
وہ سمجھے جس کو علم کا عالی ہو ظرف
سال شروع اس کا لکھا نسخۂ شگرف

۱۳۱۵

ولہ ایضاً

مخدوم معظم و مکرم
خان ذی شان و بے بہا۔ دُر

Marfat.com

یعنی کہ جناب پیر زادہ ۔۔۔ اسلام کو جن سے ہے تفاخر
انگلش میں بلند اُن کا پایہ ۔۔۔ عربی میں بڑا اُنہیں تبحر
تصنیف میں دسترس ہے کامل ۔۔۔ تالیف کا یاد ہے ہر اک گر
جب ابن بطوطہ کے سفر کا ۔۔۔ اِک دن اُنہیں آگیا تصور
جھٹ لے کے کتاب ترجمہ کی ۔۔۔ تالیف میں کیا دکھائی تدبر
جو ذکر لکھا ہے اِس کے اندر ۔۔۔ رہبر ہے سفر کا بے تفکر
مرقوم رحیل کے قواعد ۔۔۔ مذکور سفر کے اس میں کُل گُر
تصحیح کی شان وہ دکھائی ۔۔۔ ماتن کا بڑھا دیا توقر
توضیح کے نکتہ ہائے روشن ۔۔۔ اور طرفہ ہر اک سے علی التواتر
تائید میں وہ بیان مدلل ۔۔۔ باوقر و متین و بے تغیر
میں نے جو ہیں یہ کتاب دیکھی ۔۔۔ میں ہو گیا غرقۂ تحیر
تحقیق مسلسل اور دلکش ۔۔۔ جس طرح کہ مُنہ میں ہو تقاطر
نایاب کہی یہ میں نے تاریخ ۔۔۔ تالیف شریف جج بہادر
۱۳ ۔۔۔ ۱۳۱۲

ولہ فی الفارسیۃ

زہے جج بہادر محمد حسین ۔۔۔ لئیق و شریف و خلیق و متین
گر از حسن صورت سرایم روا ۔۔۔ من و پاک یزداں کہ ماہِ مبیں
ور از لطف سیرت کشایم زباں ۔۔۔ گل از بوئے خلقش شود شرمگیں
منم آں کہ از شانزدہ سالگی ۔۔۔ ورا یارم و ہم نشین و قریں
گر او ہست در زہد مشہورِ عام ۔۔۔ برندی مرا شہرتے ہم چنیں
گر او ہست در رتبہ چوں آسماں ۔۔۔ فروتر مرا پایگہ چوں زمیں

Marfat.com

ولیکن باین فرق عز و نیاز
نوشت ایں زماں او سفرنامہ
بہ توضیح و تصحیح و تائید نیز
دو صد نکتہ افشاند از کلک خویش
مگر کے تواند ثمر و مایہ
عدو کے تواند کہ از جد و جہد

بیاری مرا فخر بخشد ہمیں
کہ ہر حرفش آمد مرا دلنشیں
ستارہ برآورد از آستیں
بشارت زہر نکتہ بر نکتہ چیں
کہ دستے بیازد بہ دُرِّ ثمیں
رود بر سرِ آسماں از زمیں

سفرنامہ ابن بطوطہ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

بگوشم فرد خواند سالش سروش
بگو طبع گشتہ کتاب گزیں
۱۳۱۶ھ

قصیدہ بُردہ شریف

عربی مع ترجمہ منظوم فارسی و اردو مترجمہ خان بہادر پیرزادہ محمد حسین خاں صاحب ایم۔اے پنشنر سشن جج قیمت ۶؍

مثنوی عقد گوہر
یعنی
موتیوں کا ہار

مثنوی مولانا روم علیہ الرحمتہ کے حکایتوں کا سلیس اردو نظم میں جناب خان بہادر پیرزادہ محمد حسین صاحب ایم اے سی۔آئی سابق سشن جج کے قلم حقیقت رقم سے۔ جو عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں کیلئے یکساں مفید۔ پیرایہ ایسا دلکش کہ پڑھنے سے دل نہ اکتائے لکھائی چھپائی دیدہ زیب کاغذ سفید چکنا ضخامت ۱۶۰ صفحے قیمت ڈیڑھ روپیہ (عہ) علاوہ محصول ڈاک ۔

ملنے کا پتہ:۔ شیخ نذیر حسین و شریف حسین مالکان رحمانی پریس دہلی

Marfat.com